سپنس ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ
دیوتا
یسواں
حصہ

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک
فسوں کار کا قصہ، جس کا جادو سر چڑھ کر
بولتا تھا۔ اس شوریدہ پشت، شوریدہ سر کا احوال،
ایک عالم جس کے خون کا پیاسا تھا۔

وہ ٹرانسفارمر مشین واقعی شیطان کی آنت بن گئی تھی، جو مشین
سلار اور جارج فری مین کی کوششوں سے تیار ہوئی تھی، اس کے
حساب سے دس برس گزر چکے تھے۔ رسونتی وہ دھندے سے لولا،
حساب کر رہی تھی اور جو مشین
ل کر تیار کی تھی۔ اس کا ہم آخری بار بد تیزی کر رہے ہیں، اس کے
زمہ گزر رہا تھ... سکو گے۔"

یہ آخری وہ جھنجلا کر بولا: "مسٹر جارج! یہ کیا حرکت ہے؟"

کام ہے" جارج نے کہا: "تم یہاں سے جتنی تیز بھاگ سکتے ہو، زندگی
بچانے کے لیے بھاگو، ورنہ یہ گولی مار دیں گے۔"

وہ جارج کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔ ایک نے ہوائی فائر
کیا تو وہ رک گیا پھر سہم کر ایک طرف پیچھے ہٹنے لگا: "نہیں نہیں،
تم لوگ مجھے گولی نہیں مار سکتے۔ مسٹر جارج! میں تمہارے ساتھ آٹھ
برس تک رہ چکا ہوں۔ ان آٹھ برسوں میں، میں نے دن رات
تمہاری خدمت کی ہے، تمہارے لیے ایک حیرت انگیز مشین تیار کی
ہے۔ کیا مجھے اس کا یہی صلہ دو گے؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ کیوں
میری جان لینا چاہتے ہو؟"

وہ کہتا جا رہا تھا اور پلٹ کر بھاگتا جا رہا تھا۔ پھر دونوں مسلح افراد
نے تڑاتڑ فائرنگ شروع کی۔ بھاگنے والا اچھل کر زمین پر گرا پھر
اپنے ساتھ رکھا تھا۔ وہ مجھ سے کئی بار کہہ چکی تھی: "فرہاد! یہاں کتنی
مار..." وہ بیچ میں رہ گئے تھے۔ ادھر شیر گاڑی کی آواز سن کر
دہاڑتے ہوئے نکلے تھے اور ان کی طرف لپک رہے تھے......

جارج فری مین نے کہا: "بارود کی پیٹی سے وہ شیل اٹھاؤ جو جانوروں کے
لیے مہلک دھواں پھیلاتے ہیں۔"

انھوں نے حکم کی تعمیل کی۔ شیل اٹھا کر کھڑکی کے شیشے نیچے
کر کے دور دور تک پھینکنے لگے پھر کھڑکی کے شیشے چڑھا دیے۔
وہ شیل پھٹ رہے تھے اور دھواں پھیلا رہے تھے۔ ان کی طرف
لپکنے والے کتنے ہی شیر راستہ بدل کر دور بھاگ رہے تھے.....

جارج فری مین نے برسوں قلعے کی لیبارٹری میں رہ کر وہاں کے جنگلوں میں
پائے جانے والے درندوں کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں پھر
ایسا دھواں یا گیس پھیلانے والی دوائیں ایجاد کی تھیں جنھیں وہ درندے
برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ سلار کے ساتھ جنگلوں سے گزرتے
وقت ایسے شیل اپنے پاس رکھتا تھا جو آج مشین کو چھپانے کے سلسلے
میں کام آ رہے تھے۔

ان تینوں نے اب ماسک پہن لیے تھے تاکہ ان پر دھوئیں کا اثر
نہ ہو پھر جارج فری مین نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا: "میں غار
کے اندر تک جاؤں گا تم لوگ شیل پھینکتے رہو۔"

جارج فری مین اس قلعے میں اپنی حفاظت کے تمام انتظامات کر چکا تھا۔ ہر طرح کا اسلحہ وہاں موجود تھا۔ اس کے وفادار ملازم بھی تھے۔ جن ملازموں پر شبہ ہوتا تھا، وہ انھیں قید کر کے رکھتا تھا۔ انہی قیدیوں میں سے اس نے ایک قیدی کو مشین تک پہنچایا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ مشین تیار کرنے میں کس حد تک کامیابی ہوئی ہے۔ قلعے کے قریب ہی حبشیوں کا ایک قبیلہ تھا جہاں ایک پاگل رہتا تھا۔ وہ پاگل کو پکڑ کر لے آئے تھے۔ انھوں نے مشین کے ایک بیڈ پر پاگل کو اور دوسرے بیڈ پر اپنے قیدی کو سُلایا تھا اور انھیں مشین کے عمل سے گزارتے رہے۔ بعد میں پتا چلا کہ پاگل کی دیوانگی اس قیدی کے دماغ میں منتقل نہیں ہو سکی۔ مشین میں کوئی خرابی تھی۔ ایسی خرابیاں دو چار بار پیدا ہوئیں، اسی میں سات برس کا عرصہ گزر گیا۔ آخر وہ کامیاب ہو گئے۔ اسی پاگل کے پاگل پن کو دوسرے قیدی کے دماغ میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ وہ پاگل کتوں کی طرح بھونکتا تھا اور کسی کو بھی کاٹنے کے لیے دوڑتا تھا۔ یہی حالت اب اس قیدی کی ہو گئی تھی۔

جارج فری مین ایک بہت ہی تجربے کار ڈاکٹر اور سائنس داں تھا۔ وہ اپنی لیبارٹری میں ایسی ایسی دوائیں تیار کرتا تھا جو انسانوں اور جانوروں کے لیے مضر ہوتی تھیں یا انھیں کم از کم تھوڑی دیر کے لیے بے حس و حرکت بنا دیتی تھیں۔ ٹرانسفارمر مشین کے کامیاب تجربے کے بعد اس نے سب سے پہلے اپنی بہن سلارا کے دماغ [illegible] حصہ منتقل [illegible] کو ہر پہلو سے مضبوط بنانا

بھی پاگل بنا کر ہمیشہ کے لیے وہاں قید کر دیا۔ وہ دونوں بڑی رازداری سے اپنے دماغوں میں دُنیا جہان کے علم و ہنر بھرتے رہے۔ گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف آتا ہے۔ ان کی شامت آئی تھی کہ اُنھوں نے پیرس کا رُخ کیا۔ ایک ڈمی سلارا کو اپنے بھائی ہارڈی کے ساتھ وہاں بھیجا اور پارس کو اغوا کیا۔ اس کے قد اور جسامت کی مناسبت سے ایک اور لڑکے کو کہیں سے حاصل کیا پھر مشین کے ذریعے اُسے دوسرا پارس بنا دیا۔ اس سے پہلے اُنھوں نے ہیلما کو اغوا کیا تھا، کیونکہ اُنھیں ایک ڈمی شیبا کی ضرورت تھی۔ بعد میں ہیلما اور پارس ان کی تباہی کا سبب بن گئے۔

جارج فری مین نے پارس کے فرار ہوتے ہی خطرہ محسوس کر لیا تھا۔ وہ جانتا تھا، کسی وقت بھی پارس تنویمی عمل کے اثر سے نکل سکتا ہے اور خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے دماغ میں جگہ دے سکتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے قلعے تک پہنچ جائیں گے۔

پارس نے سلارا کے ساتھ جارج فری مین کو بھی عارضی طور پر اغوا کیا تھا۔ اسے قلعے سے کئی میل دور لانے کے بعد گاڑی سے اُتار دیا تھا۔ اس کے بعد جارج فری مین دوڑتا ہُوا قلعے تک پہنچا تھا اور وہاں پہنچتے ہی اُس نے اپنے میکینک سے وہ مشین کھلوائی، اس کے کئی حصے کیے پھر انھیں لکڑی کے ڈبوں میں بند کرا دیا، اس کے بعد انھیں اُٹھا کر ایک بڑی سی ویگن میں رکھوایا۔ اس ویگن میں پچیس افراد سفر کر سکتے تھے۔ اس نے دو مسلح باڈی گارڈ لیے، میکینک کو اپنے [illegible] وہ ٹکڑے قسم کے بکرے اس گاڑی کے اندر بند ہوائے

آب اس مشین کو کہاں لے

پارس نے فرار

جاننے والے

بار اول [illegible]

قیمت [illegible] روپے

مطبوعہ ابن حسن آفسٹ پریس، ہاکی اسٹیڈیم، کراچی
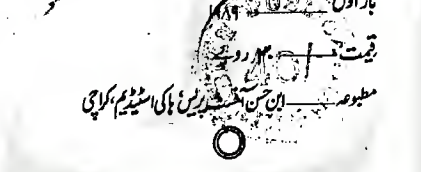
اُسی کنارے والی زمین پر بڑی مضبوط میخیں گاڑی جا سکتی ہیں پھر ان میخوں سے زنجیر باندھی جا سکتی ہے۔ زنجیر کے دوسرے حصے میں ایک بڑا سا مضبوط جال ہو گا۔ آپ مشین کے ان تمام حصوں کو ایک مضبوط آہنی صندوق میں بند کر کے اس جال کے اندر ڈال کر دلدل میں چھوڑ سکتے ہیں۔ وہ مشین تہ میں چلی جائے گی لیکن مضبوط میخوں سے بندھی رہے گی۔ آپ جب چاہیں گے، اپنے کسی آدمی کو دلدل میں اُتار کر وہ مشین نکلوا سکیں گے۔"

جارج فری مین نے کہا "اگر تلاش کرنے والے بھی اسی کنارے سے دلدل میں اُتریں گے تو ان میخوں اور زنجیروں تک پہنچ جائیں گے، یہ منصوبہ کمزور ہے۔"

اُس نے جنگل کے ایک حصے میں پہنچ کر گاڑی روک دی۔ میکینک سے کہا "تم یہاں بیٹھو، میں ذرا اس جگہ کا جائزہ لیتا ہوں۔"

اُس نے دونوں مسلح افراد کو اپنے ساتھ آنے کا حکم دیا پھر گاڑی سے ذرا دور جا کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولا "یہ میکینک بہت کمزور اور بزدل ہے، کسی کے سامنے بھی زبان کھول سکتا ہے اور مشین کا راز فاش کر سکتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں تم دونوں پر کتنا اعتماد کرتا ہوں۔ کئی بار تمھاری وفاداریوں کے سلسلے میں انعامات بھی دے چکا ہوں۔"

"یس باس، ہم مرتے دم تک آپ کے وفادار رہیں گے۔"

"میں حکم دیتا ہوں، اس میکینک کو گولی مار دو۔"

وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے گاڑی تک گئے پھر اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر میکینک کو باہر کھینچ لیا، وہ غصے سے بولا۔ "یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

ایک نے کہا "ہم آخری بار بدتمیزی کر رہے ہیں، اس کے بعد تم شکایت نہیں کر سکو گے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "مسٹر جارج! یہ کیا حرکت ہے؟"

جارج نے کہا "تم یہاں سے جتنی تیز بھاگ سکتے ہو، زندگی بچانے کے لیے بھاگو، ورنہ یہ گولی مار دیں گے۔"

وہ جارج کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ ایک نے ہوائی فائر کیا تو وہ رُک گیا پھر سہم کر ایک طرف پیچھے ہٹنے لگا "نہیں نہیں، تم لوگ مجھے گولی نہیں مار سکتے۔ مسٹر جارج! میں تمھارے ساتھ آٹھ برس تک رہ چکا ہوں۔ ان آٹھ برسوں میں، میں نے دن رات تمھاری خدمت کی ہے، تمھارے لیے ایک حیرت انگیز مشین تیار کی ہے۔ کیا مجھے اس کا یہی صلہ دو گے؟ میں نے تمھارا کیا بگاڑا ہے، کیوں میری جان لینا چاہتے ہو؟"

وہ کہتا جا رہا تھا اور پلٹ کر بھاگتا جا رہا تھا پھر دونوں مسلح افراد نے تڑاتڑ فائرنگ شروع کی۔ بھاگنے والا اُچھل کر زمین پر گرا پھر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ جرائم کی دُنیا میں وفاداری کی نہیں، راز کی اہمیت ہوتی ہے، اگر راز فاش ہونے کا خدشہ ہو تو وفادار کو اس کی وفاداری سمیت موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا ہے۔

وہ تینوں پھر گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے۔ جارج فری مین اسے ڈرائیو کرتا ہُوا کچھ دُور تک گیا پھر اُس نے راستہ بدل دیا۔ وہ گھاس کے ناہموار میدان سے گزر رہے تھے۔ تقریباً بیس میل جانے کے بعد ایک پہاڑی سلسلہ شروع ہُوا۔ اس پہاڑی سلسلے سے تقریباً چھ سات میل دُور وہ جھاڑیاں تھیں، جن کے اندر سے سُرنگ کا راستہ جاتا تھا اور قلعے تک پہنچاتا تھا۔ سپر ماسٹر کے جاسوس اسی سُرنگ کے راستے سے باہر آ کر ان جھاڑیوں کے راستے سے نکلے تھے اور دُور دُور تک جائزہ لیا تھا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ جارج فری مین وہاں سے تنہا پیدل کہاں گیا ہو گا؟"

سپر ماسٹر کے آدمیوں نے بعد میں دُور دُور تک اس جگہ کو دیکھا تھا اور اس پہاڑی سلسلے تک پہنچ گئے تھے، جہاں ایک غار میں کئی شیر دکھائی دیے تھے۔ وہ صحیح مقام تک پہنچے تھے لیکن یہ بھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ٹرانسفارمر مشین شیروں کے غار میں پہنچائی گئی ہو گی۔

اس غار میں ایسا لگتا تھا جیسے شیروں کے کئی خاندان آباد ہیں، نر، مادہ اور ان کے بچے بے شمار تھے۔ جارج فری مین نے اپنے وفاداروں سے کہا "میں یہ مشین اسی غار میں چھپانا چاہتا ہوں۔"

وہ یہ سُن کر حیران رہ گئے تھے، اُدھر شیر گاڑی کی آواز سُن کر دہاڑتے ہوئے نکلے تھے اور ان کی طرف لپک رہے تھے۔۔۔۔۔

جارج فری مین نے کہا "بارُود کی پیٹی سے وہ شیل اُٹھاؤ جو جانوروں کے لیے مہلک دُھواں پھیلاتے ہیں۔"

اُنھوں نے حکم کی تعمیل کی۔ شیل اُٹھا کر کھڑکی کے شیشے نیچے کر کے دُور دُور تک پھینکنے لگے پھر کھڑکی کے شیشے چڑھا دیے۔ وہ شیل پھٹ رہے تھے اور دُھواں پھیلا رہے تھے۔ ان کی طرف لپکنے والے کتنے ہی شیر راستہ بدل کر دُور بھاگ رہے تھے۔۔۔۔۔

جارج فری مین نے برسوں قلعے کی لیبارٹری میں رہ کر وہاں کے جنگلوں میں پائے جانے والے درندوں کے متعلق معلومات حاصل کی تھیں پھر ایسا دُھواں یا گیس پھیلانے والی دوائیں ایجاد کی تھیں جنھیں وہ درندے برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ سلارا کے ساتھ جنگلوں سے گزرتے وقت ایسے شیل اپنے پاس رکھتا تھا جو آج مشین کو چھپانے کے سلسلے میں کام آ رہے تھے۔

ان تینوں نے اب ماسک پہن لیے تھے تاکہ ان پر دُھوئیں کا اثر نہ ہو پھر جارج فری مین نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا "میں غار کے اندر تک جاؤں گا تم لوگ شیل پھینکتے رہو۔"

وہ دونوں اب چھت کے روشن دان کو کھول کر ہاتھ بڑھا کر شیل پھینکتے تھے پھر اس روشن دان کو بند کر دیتے تھے۔ گاڑی غار کے دہانے پر رُک گئی تھی۔ دُھواں اندر تک جا رہا تھا۔ شیر غرّاتے ہوئے نکل رہے تھے، مگر گاڑی کی طرف نہیں آ رہے تھے کیونکہ اِدھر بھی دُھواں ہی دُھواں پھیلا ہُوا تھا۔ وہ دوسری طرف بھاگتے جا رہے تھے۔

غار کا دہانہ اتنا بڑا تھا کہ ایک بڑے سائز کا ٹرک بہ آسانی گزر سکتا تھا۔ اندر بھی کافی وسیع و عریض جگہ تھی۔ دن کی روشنی میں غار کی لمبائی دُور تک دکھائی دے رہی تھی۔ اُس نے گاڑی کی ہیڈ لائٹس آن کیں تو غار اندر دُور تک روشن ہو گیا۔ وہاں جو درندے دُور جا کر چھپ رہے تھے، وہ غرّاتے ہوئے لپکنے لگے۔ اُنھوں نے پھر چھت کے روشن دان سے شیل پھینکے اور روشن دان کو بند کر لیا۔ دُور تک پھر دُھواں پھیلنے لگا۔ شیر پھر گھبرا رہے تھے، اکتا رہے تھے اور نہ جانے غار کی وسعت میں دُور کہاں تک بھاگتے جا رہے تھے۔

وہ ڈرائیو کرتا ہُوا غار کے اندر تقریباً چار فرلانگ کے فاصلے تک آیا۔ ایک جگہ بڑے بڑے پتھر اس طرح ایک دوسرے پر جمے ہوئے تھے . . . . جیسے قدرتی طور پر سامان رکھنے کے لیے طاق بنا ہوا ہو۔ اُس نے دونوں کو حکم دیا: ”ان تمام لکڑی کی پیٹیوں کو اُٹھا اُٹھا کر ان پتھروں کے درمیان رکھو۔ میں گاڑی کی چھت کھول کر کھڑا رہوں گا۔ کوئی درندہ اِدھر آیا تو گولی مار دوں گا۔“

اُس نے چھت کے ایک حصے کو ایک طرف سرکایا تو خلا پیدا ہو گیا۔ وہ سیٹ پر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک رائفل تھی۔ وہ چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے دونوں آدمی گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر آ گئے تھے اور لکڑی کی پیٹیاں اُٹھا اُٹھا کر ان پتھروں کے درمیان لے جا کر رکھ رہے تھے۔ وہ چھ پیٹیاں تھیں۔ جب وہ رکھ دی گئیں تو جارج فری مین نے حکم دیا: ”اب بڑے بڑے پتھر اُٹھا کر ان پیٹیوں کے سامنے اس طرح رکھ دو جیسے دیوار چُنی جاتی ہے۔“

وہ پھر حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ وزنی پتھر اُٹھا اُٹھا کر ایک دوسرے پر جما کر رکھنے لگے۔ ایک دیوار بنتی گئی۔ اس دیوار کے پیچھے لکڑی کی پیٹیاں چھپ گئی تھیں۔

اس غار کے طول و عرض کو دیکھ کر پتا چلتا تھا، وہاں سیکڑوں کی تعداد میں شیر ہو سکتے ہیں۔ اگر کوئی مشین کے لیے جان کی بازی لگا کر آئے گا تو بازی میں جان ہار جائے گا، اگر زندہ رہ گیا تو یہ کبھی سمجھ نہیں پائے گا کہ ان پتھروں کے پیچھے مشین چھپا کر رکھی گئی ہے۔

جارج فری مین پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد اپنے آدمیوں کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر اسے ریورس گیئر پر ڈرائیو کرتا ہُوا غار سے باہر آ گیا۔ اس کے دہانے سے ذرا فاصلے پر گاڑی روک دی۔ وہاں ابھی تک تھوڑا تھوڑا دُھواں پھیلا ہُوا تھا۔ وہ گاڑی کے اندر بیٹھ کر دُھوئیں کے چھٹنے کا انتظار کرنے لگے۔ ایک نے کہا: ”باس! اگر یہ سارا دُھواں چھٹ جائے گا تو شیر ہمیں آ کر پریشان کریں گے۔“

جارج فری مین نے کہا: ”ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ شیر واپس نہ آئیں۔ دُھوئیں سے گھبرا کر اپنے لیے کوئی دوسرا مسکن بنا لیں، جبکہ میں چاہتا ہوں، وہ یہاں آئیں اور اپنی نسل بڑھاتے رہیں، یہاں شیروں کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہونی چاہیے، اس طرح کوئی یہ نہیں سوچے گا کہ مشین یہاں چھپا کر رکھی جا سکتی ہے۔“

دُھواں چھٹ گیا۔ اُس نے حکم دیا: ”دونوں بکروں کو باہر نکالو اور غار کے دہانے پر ان پتھروں سے باندھ دو۔ بھاگنے والے شیر ان تگڑے بکروں کو دیکھ کر واپس آئیں گے۔“

اُس نے گاڑی کی چھت کو پھر ایک طرف سرکایا۔ سیٹ پر کھڑا ہو گیا اور ہاتھ میں رائفل لے کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ باڈی گارڈز نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا، وہاں سے بکروں کو نکالا پھر اُن کی رسّی پکڑ کر ان ایسے پتھروں کے پاس آئے جہاں اُنھیں باندھا جا سکتا تھا۔ ان بکروں کو دور جانے والے شیر دیکھ سکتے تھے۔

جارج فری مین چھت سے باہر آدھا نکلا ہُوا تھا۔ ہاتھ میں رائفل لیے دونوں باڈی گارڈز کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتا جا رہا تھا۔ جیسے ہی اُنھوں نے بکروں کو باندھا، اُس نے رائفل سے ایک کا نشانہ لیا اور گولی مار دی، وہ بندھے ہوئے بکروں کے پاس گر کر تڑپنے لگا، دوسرا چونک کر پلٹ گیا تھا۔ شدید حیرانی اور بے یقینی سے باس کو دیکھ رہا تھا۔ اُس نے کہا: ”میں تم لوگوں کی وفاداری کو کبھی نہیں بھولوں گا، یہ تم لوگوں کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے کہ اپنے مالک کے مفاد کی خاطر جان دے رہے ہو۔“

یہ کہتے ہی اُس نے ٹرائیگر دبایا، ایک فائر ہُوا مگر وہ اچھل کر پیچھے کی طرف چلا گیا۔ اب وہ بچنا چاہتا تھا اور بچنے کے لیے ایک ہی راستہ تھا کہ غار کے اندر جائے مگر اندر بھی دُھواں چھٹ رہا ہو گا۔ شیر واپس آئیں گے تو اُنھیں ایک انسان تازہ خوراک کے طور پر ملے گا لیکن غار کے اندر جانے سے پہلے ہی دوسری گولی نے اس کے قدم اُکھاڑ دیے۔ اس کے اُچھل کر گرنے سے پہلے ہی تیسری گولی لگی پھر وہ زمین پر پہنچتے ہی ٹھنڈا ہو گیا۔

جارج نے گاڑی کے اندر آ کر چھت برابر کر دی۔ رائفل کو ایک طرف رکھا پھر اُسے اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرتا ہُوا قلعے کی طرف جانے لگا۔ اب اُسے ہر طرف سے اطمینان تھا۔ کوئی اس راز سے واقف نہ تھا، نہ ہو گا کہ مشین کہاں چھپا کر رکھی گئی ہے۔ وہ شیروں کی خوراک کے لیے دو بکروں کے علاوہ دو وفادار باڈی گارڈز بھی چھوڑ کر جا رہا تھا۔

قلعے میں پہنچنے کے بعد اسے دو بُری خبریں سُننے کو ملیں۔ ایک تو یہ کہ سلارا کو تلاش کرنے والے اسے واپس لانے میں ناکام رہے تھے۔ دوسری خبر یہ کہ پارس کے تعاقب میں جانے والے تمام لوگ ہیلی کاپٹر سمیت تباہ ہو گئے تھے۔ اب خطرہ اور بڑھتا جا رہا تھا۔ جارج فری مین یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ پارس نے ہیلی کاپٹر تباہ کیا ہو گا۔ دل میں یہ دہشت تھی کہ یہ کام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ہے اور اب پارس کا رابطہ اپنے والدین سے ہو چکا ہے۔

وہ تیزی سے چلتا ہُوا قلعے کے اُس کمرے میں آیا جہاں اُس کا بھائی ہارڈی جاں کنی کی حالت میں تھا۔ پارس نے اُس کی آنکھوں پر تیزاب پھینک کر تقریباً اُسے مار ہی ڈالا تھا۔ وہ پچھلی رات سے تڑپ رہا تھا۔ ڈاکٹر اُس کا علاج کر رہا تھا اور موت اُسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی لیکن نہ زندگی مل رہی تھی نہ موت۔ جارج فری مین نے ریوالور نکال کر کہا: ”برادر! مجھے افسوس ہے، اُس چھوکرے نے تمھیں اس مقام تک پہنچا دیا ہے کہ دماغ حسّاس نہیں رہا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی وقت بھی تمھارے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں اور یہاں کے متعلق بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں لہٰذا تمھیں مر جانا چاہیے۔“

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا: ”جارج! تمھاری بڑی مہربانی ہو گی، مجھے فوراً مار ڈالو، میں اس طرح جاں کنی کی حالت میں نہیں رہ سکتا، مجھے موت دو، جلدی دو۔“

اس کے ساتھ ہی ٹھائیں سے گولی چلی اور اس کی آخری خواہش پوری ہو گئی۔ اُس نے اپنے کمرے میں پہنچ کر ایک بیگ میں ضروری سامان رکھا۔ وہ شیل بھی رکھے جو درندوں کو دُور بھگانے کے کام آتے تھے۔ ایک رائفل، ایک ریوالور، کارتوس کے ڈبے۔ ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ اور اس کی تفصیلات سے تعلق رکھنے والے تمام کاغذات حفاظت سے رکھے، کھانے پینے کا کچھ سامان لیا، پھر قلعے کے سیکورٹی آفیسر کو بُلا کر کہا: ”میں جا رہا ہوں، یہاں تہ خانے اور خفیہ کمروں میں پہلے ہی بارودی سرنگ بچھی ہوئی ہے۔ تم لیبارٹری میں بھی زیادہ طاقت کے بم رکھ دو اور تہ خانے کے تاروں سے منسلک کر دو۔ جب بھی کوئی خطرہ پیش آئے تو یہاں سے نکلنے سے پہلے ٹائمر کو آن کر دینا اور اتنا وقت مقرر کر دینا کہ تم سب بہ آسانی یہاں سے دُور نکل سکو۔ اس کے بعد یہ قلعہ بالکل تباہ ہو جائے گا۔“

اُس نے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر دیتے ہوئے کہا: ”اسے رکھو، جیسا بھی کوئی خطرے کی بات ہو . . . یا کوئی ضروری مشورہ لینا ہو تو اس کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کر لینا، اب تم جا سکتے ہو۔“

وہ ٹرانسمیٹر لے کر چلا گیا، اس کے جانے کے بعد وہ فرش پر لیٹ گیا۔ اپنا ضروری سامان پلنگ کے نیچے کھسکا دیا، پھر خود بھی کروٹ بدل کر پلنگ کے نیچے آ گیا۔ پُرانے طرز کے قلعوں میں تہ خانے تک جانے کا راستہ پلنگ کے نیچے ہُوا کرتا تھا۔ اس نے خاص میکینزم کے ذریعے راستہ بنایا پھر اس تہ خانے میں اُتر گیا۔ وہاں سے وہ سُرنگ کی طرف نکل گیا۔ سپر ماسٹر کے آدمیوں نے صحیح اندازہ لگایا تھا کہ جارج فری مین اسی سرنگ کے راستے سے فرار ہوا ہے۔ وہ اس بات پر حیران تھے کہ وہ تنہا اتنی بھاری مشین اُٹھا کر کس طرح لے گیا ہو گا جبکہ سُرنگ کے باہر کسی گاڑی کے پہیوں کے نشان بھی نہیں تھے۔ صرف ایک آدمی کے جوتوں کے نشان دور تک جاتے ہوئے دکھائی دیے تھے جو آگے جا کر ختم ہو گئے تھے۔

جارج فری مین اس سُرنگ سے نکل کر راستہ بدلتا گیا تھا۔ کبھی پتھریلی زمین پر چلتا رہا تھا، کبھی گھاس کے میدان سے گزرتا رہا تھا، اس طرح اس کے قدموں کے نشانات تک پہنچنا دشوار تھا۔ وہ بڑی چالاکی سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ کسی کے ہاتھ آنے والا نہیں تھا لیکن یہ سوچ کر اس کا دل دُکھ رہا تھا کہ وہ صرف پارس کی وجہ سے بہت بڑا نقصان اُٹھا کر جا رہا تھا۔

جس مشین کو وہ چھپا کر آیا تھا، اب وہ کتنے مہینوں اور کتنے برسوں بعد اس کے کام آئے گی یا کسی دُشمن کے ہاتھ لگ جائے گی، یہ بات یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ بس ایک اُمید پر اُسے شیروں کے غار میں چھوڑ آیا تھا۔ اس کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم سیکھنے کی حسرت رہ گئی تھی۔ اس قلعے کو اس کے دادا نے کوئی پینتالیس یا پچاس سال پہلے بنایا تھا۔ اس زمانے میں تعمیراتی سامان بہت سستا تھا۔ مزدور بھی سستے مل جاتے تھے پھر بھی اس میں پانچ لاکھ روپے خرچ ہوئے تھے۔ آج اس قلعے کی قیمت ایک کروڑ روپے سے اُوپر ہو سکتی تھی لیکن اسے بھی وہ تباہ کرنے کا حکم دے کر چلا آیا تھا۔

اس قلعے کی تباہی سے دو فائدے تھے۔ ایک تو وہاں اور دوسری کئی مشینیں رکھی ہوئی تھیں، ان کے تباہ ہونے سے دُشمن یہی سمجھیں گے کہ ٹرانسفارمر مشین تباہ ہو چکی ہے، اس طرح وہ اس کا پیچھا چھوڑ دیں گے۔ قلعے کی تباہی سے دوسرا فائدہ یہ تھا کہ وہاں اور بھی بہت سے ایسے راز تھے جنھیں وہ دوسروں کی نظروں میں لانا نہیں چاہتا تھا۔ ویسے صرف ایک پارس کی وجہ سے وہ بہت بڑا نقصان اُٹھا کر جا رہا تھا۔ اس کی بہن بھی ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ اُس سے کوئی رابطہ قائم نہیں ہو رہا تھا۔ وہ خود اس طرح جان بچا کر بھاگ رہا تھا کہ کوئی اس کا یار و مددگار نہیں تھا، وہ خطرناک جنگل سے تنہا گزر رہا تھا۔ اس کی قسمت اس حد تک اچھی تھی کہ دن کے وقت فرار ہونے کا موقع مل رہا تھا، اگر رات کا وقت ہوتا تو تنہا وہاں سے گزرنا ممکن نہیں تھا۔

وہ تمام دن چلتا رہا۔ شام کو حبشیوں کی ایک بستی میں پہنچا۔ وہاں ان کی زبان بول کر ان سے دوستی کی۔ وہاں کے سردار کو پانچ ہزار ڈالر دیے اور کہا "میں ٹوراٹاؤن تک جانا چاہتا ہوں وہاں پہنچ کر تمہارے لیے کھانے اور پینے کا سامان بھیج سکتا ہوں، اگر تم اپنے دس جوان میرے ساتھ بھیج دو۔"

سردار نے کہا "ٹوراٹاؤن یہاں سے بہت دُور ہے تھوڑی دیر بعد اندھیرا ہو جائے گا۔"

"میرے پاس رائفل ہے، ریوالور ہے۔ تمہارے آدمیوں کے پاس بھی ہتھیار ہوں گے۔ میرے پاس اس جنگل کا پورا نقشہ ہے۔ میں جانتا ہوں، تمہاری بستی سے ٹوراٹاؤن صرف بیس میل کے فاصلے پر ہے۔ ہم رات کے آٹھ یا نو بجے تک اس ٹاؤن میں پہنچ جائیں گے۔"

سردار نے کہا "تم گوری چمڑی والے اپنا مطلب نکالنے کے بعد وعدہ بھول جاتے ہو۔ میں اس شرط پر اپنے دس جوان تمہارے ساتھ بھیج سکتا ہوں کہ تم اور پانچ ہزار ڈالر ہمیں دو۔ میرے آدمی خود ہی کھانے اور پینے کا سامان خرید کر لے آئیں گے۔"

جارج فری مین نے اُسے اور پانچ ہزار ڈالر دیے۔ وہاں آدھے گھنٹے تک بیٹھ کر تھکن اُتارتا رہا۔ دو آدمی اس کے بدن کی مالش کرتے رہے پھر وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ان کے ساتھ ٹوراٹاؤن کی طرف جانے لگا۔ وہ جلد سے جلد اس ملک سے نکل جانا چاہتا تھا۔ یہ بات ایک موٹی عقل میں بھی آسکتی تھی کہ جب فرہاد اپنی ٹیم کے ساتھ ٹرانسفارمر مشین کے لیے آئے گا تو نہ جانے مشین کے اور کتنے دیوانے وہاں پہنچیں گے۔ ان میں بڑے بڑے ممالک کے جاسوس بھی ہوں گے اور خطرناک تنظیموں سے تعلق رکھنے والے جرائم پیشہ افراد بھی اور سب اسے تلاش کریں گے کیونکہ اسے ڈھونڈ لینے کے بعد ہی مشین کو ڈھونڈ لینا آسان ہو گا۔

وہ رات کے نو بجے ٹوراٹاؤن پہنچ گیا۔ ان حبشی جوانوں سے الگ ہو کر ایک سرائے میں رات گزاری۔ دوسری صبح اُس نے اپنی مونچھ اور داڑھی صاف کر دی۔ اس کے پاس دو طرح کے پاسپورٹ تھے۔ ایک میں مونچھ اور داڑھی والی تصویر تھی۔ اس تصویر والے کا نام جارج فری مین تھا۔ اس کے نتھنوں میں ننھے سے اسپرنگ ہوتے تھے، جن کے ذریعے ناک پھیل جاتی تھی۔ میک اپ کے ذریعے آنکھیں سُکڑی رہتی تھیں لیکن یہ سب تصویر اُتارنے کی حد تک تھا۔ تصویر اُتارنے کے بعد وہ سُکڑی ہوئی آنکھوں کا میک اپ ختم کر دیتا تھا۔ ناک کے نتھنوں سے اسپرنگ نکال لیتا تھا۔ جس پاسپورٹ میں داڑھی والی تصویر تھی، اُس کے ذریعے سفر کرنا ہوتا تو پھر اسی میک اپ میں آجاتا تھا، ورنہ عام حالت میں صرف داڑھی مونچھیں ہُوا کرتی تھیں۔ ناک اور آنکھوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی۔ قلعے کے تمام لوگ اسے اسی صورت شکل سے پہچانتے تھے۔

اُس کے دوسرے پاسپورٹ میں جو تصویر تھی، اس میں وہ کلین شیو تھا۔ چہرے پر کوئی میک اپ نہیں تھا، یہ اُس کا پیدائشی اور اصلی چہرہ تھا اور اس کا پیدائشی نام براڈ ہاروے تھا۔ اُس نے داڑھی والی تصویر اور پاسپورٹ وغیرہ کو جنگل میں ہی جلا کر پھینک دیا تھا۔ وہ ٹوراٹاؤن سے ایک کرائے کی ویگن لے کر ممباسا سٹی پہنچا۔ وہاں ایک طیارے میں اپنے لیے ایک سیٹ حاصل کی پھر وہاں سے اٹلی کے شہر روم تک پہنچا۔ اس کے بعد پیرس آگیا۔

اُس کی دانست میں پیرس سے زیادہ محفوظ ترین شہر کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ہم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا تعلق اسی شہر سے تھا۔ اس کا خیال تھا، ہم کبھی یہ نہیں سوچیں گے کہ ہم سے دُور بھاگنے والا پیرس میں ہمارے قریب ہی کہیں چُھپا ہُوا ہے۔

اس شہر میں آنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اس کی ایک ایسے شخص سے دوستی تھی جو بے حد دولت مند تھا۔ اس کے بحری جہاز دُنیا کی ہر بڑی چھوٹی بندرگاہ میں موجود رہتے تھے۔ ایک جہاز کسی بندرگاہ سے جاتا تھا تو دوسرا کسی اور ملک سے مال لے کر وہاں پہنچ جاتا تھا۔ مسافر بردار اور مال بردار دونوں طرح کے جہاز چلتے تھے۔ دُنیا کے بدنام ترین اسمگلر اس کے احسان مند رہتے تھے اور اُسے بڑی بڑی رقمیں ادا کرتے تھے کیونکہ ان کا مال بڑی آسانی سے مطلوبہ مقام تک پہنچ جاتا تھا۔

اس کا نام فرینک سیلر گوڈوانی تھا۔ اس نے جارج فری مین کو ٹرانسفارمر مشین ایجاد کرنے کے سلسلے میں لاکھوں ڈالر کی امداد دی تھی۔ اس کی شرط یہ تھی کہ مشین تیار ہو تو اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کرائی جائیں چونکہ اب تک کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاتھ نہیں آیا تھا، اس لیے فرینک سیلر گوڈوانی نے اپنے دوست جارج فری مین کو کوئی الزام نہیں دیا تھا، تب ہی شکایت کی تھی، وہ اس کی مجبوریوں کو سمجھ رہا تھا اور بڑے صبر و تحمل سے اُس دن کا انتظار کر رہا تھا جب اُس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم منتقل کرایا جائے گا۔

اُس نے جارج فری مین سے کہا تھا "جارج! ہمارے درمیان آج سے نہیں بچپن سے دوستی ہے لیکن ایک بات میں صاف طور پر کہہ دوں۔ کسی مرحلے پر دھوکا دینے کی کوشش نہ کرنا۔ تم جانتے ہو، دُنیا کے بڑے بڑے مجرم اور بدنام ترین اسمگلر میری مُٹھی میں ہوتے ہیں۔ تم مجھے دھوکا دے کر کسی بھی ملک، کسی بھی شہر میں جا کر چُھپنا چاہو گے تو وہاں میرے آدمی ضرور موجود ہوں گے۔"

وہ درست کہتا تھا۔ اس کے صرف بحری جہاز ہی نہیں چلتے تھے، امریکا کے پانچ بڑے شہروں میں اور یورپ کے دس بڑے شہروں میں اس نے فلائنگ کلب قائم کیے تھے۔ ان بڑے بڑے شہروں کی حدود میں اس کے ہیلی کاپٹر اور طیارے پرواز کرتے تھے۔ وہ خطرناک مجرموں کو بحری جہازوں میں چُھپا کر ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچاتا تھا۔ ان کے مجرمانہ مقاصد کے لیے ہیلی کاپٹر اور طیارے فراہم کرتا تھا۔ اس کے ایک اشارے پر کوئی بھی کہیں بھی جارج فری مین کو گولی مار سکتا تھا۔

افریقہ میں اس کا کوئی ذاتی فلائنگ کلب نہیں تھا، اگر ہوتا تو جارج فری مین کو اتنی تکلیفیں اُٹھا کر اپنے قلعے سے نہ آنا پڑتا۔ اس کے لیے وہیں ہیلی کاپٹر پہنچ جاتا۔ اُس نے پیرس پہنچتے ہی گوڈوانی سے رابطہ قائم کیا پھر اسے اپنی روداد سُنائی۔ گوڈوانی نے کہا "جو ہُوا سو ہُوا۔ تم خیریت سے پیرس پہنچ گئے، یہ بتاؤ ٹرانسفارمر مشین کا کیا ہُوا؟"

"میں نے اسے ایک ایسی جگہ چُھپا دیا ہے، جہاں کوئی پہنچ نہیں سکے گا۔"

"فضول دعویٰ نہ کرو۔ دُنیا میں صرف تم ہی ایک عقل مند نہیں رہ گئے ہو۔"

"مسٹر گوڈوانی! ایک کی عقل دوسرے سے کچھ نہ کچھ مختلف ہوتی ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو آج صرف میں ہی ٹرانسفارمر مشین تیار نہ کرتا، دُنیا کے تمام عقل مند ایسا کر چکے ہوتے۔"

"وہ مشین کہاں ہے؟"

"میں نے کہا نا، ایک ایسی جگہ ہے، جہاں پہنچنے کے لیے صرف ذہانت کی نہیں، دلیری کی بھی ضرورت ہے۔"

"کیا تم وہ جگہ بتانا نہیں چاہتے؟"

"میں بہت پہلے تمہیں سمجھا چکا ہوں، مشین کا راز صرف ایک کے سینے میں دفن رہنا چاہیے، دوسرے کے کانوں تک پہنچے گا تو ہم سب کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے میرے دماغ تک پہنچنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے، کسی ذریعے سے یا کسی اتفاق سے وہ تمہارے دماغ تک پہنچ جائیں اور مشین کا راز معلوم کر لیں۔"

"اس مشین کو تیار کرنے میں سات برس لگ گئے۔ اسے آزمانے میں ایک برس اور گزر گیا۔ میں نے ان آٹھ برسوں میں ہر طرح سے تمہاری مدد کی۔ تمہیں بڑی بڑی رقمیں دیں، کسی کو اغوا کرنے کا معاملہ ہُوا تو میں نے بدنام ترین مجرموں کو تمہارے پاس پہنچا دیا۔ اب اس مشین کو تم نے کہیں چُھپا رکھا ہے۔ پتا نہیں کتنے برس بعد اسے وہاں سے نکالو گے۔ کیا میں ٹیلی پیتھی سیکھنے کے انتظار میں بوڑھا ہو جاؤں گا؟"

"گوڈوانی! تم کہتے ہو، دُنیا کے خطرناک اور چالاک ترین مجرم تمہاری مُٹھی میں رہتے ہیں لیکن اس کا فائدہ کیا ہے؟ کیونکہ وہ آج تک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا نہ کر سکے، اگر یہ علم جاننے والا یا جاننے والی ہمارے ہاتھ آچکی ہوتی تو سب سے پہلے تم یہ علم سیکھ چکے ہوتے۔"

"اب کیا ہو سکتا ہے، یہ بتاؤ۔"

"میں تم سے تین کام لینا چاہتا ہوں، اگر یہ کر دو تو بہت جلد یہ علم تمہارے دماغ میں منتقل ہو جائے گا۔"

"کام بتاؤ۔"

"سب سے پہلا اور ضروری کام یہ ہے کہ نکوگارا... اور ٹوراٹاؤن یا ممباسا سٹی میں فلائنگ کلب قائم کرو۔ تمہارے پرائیویٹ ہیلی کاپٹر اور طیاروں کی بہت ضرورت ہے۔"

"تم نے جب سے اس قلعے میں ٹرانسفارمر مشین تیار کی اور کامیاب تجربہ کیا، تب ہی سے میں نے اس سلسلے میں درخواست دے رکھی ہے کہ میں ممباسا سٹی اور نکوگارا میں فلائنگ کلب قائم کرنا چاہتا ہوں لیکن ابھی تک مجھے اجازت نہیں ملی۔ پتا نہیں اور کتنے برس لگ جائیں گے۔"

"جتنے برس بھی لگ جائیں، وہاں تمہارا فلائنگ کلب بہت ضروری ہے۔ یہاں بڑے بڑے ممالک کے جاسوس، خطرناک تنظیموں کے گوریلے اس مشین کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں، جب تک وہ ہاتھ نہیں آئے گی، وہ اس جنگل سے نہیں جائیں گے۔ اگر تمہیں اجازت حاصل کرنے میں سال، دو سال، پانچ سال لگ جاتے ہیں تو کوئی بات نہیں، ہم انتظار کر سکتے ہیں۔ میں اس مشین کو موجودہ مقام سے اسی وقت منتقل کروں گا جب ہر طرف سے اطمینان ہو جائے گا اور خطرے کی کوئی بات نہیں رہے گی۔ اسے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے تمہارے ذاتی ہیلی کاپٹر یا طیارے کی ضرورت ہو گی لہٰذا یہاں کی حکومت سے اجازت حاصل کرنے کے لیے اپنے تمام ذرائع استعمال کرو۔ ہم سال دو سال کی بات سوچ رہے ہیں، ہو سکتا ہے، ماہ، دو ماہ میں اجازت مل جائے۔"

"اچھی بات ہے، یہ تو پہلا کام ہُوا، اب دوسرا کام بتاؤ۔"

"مجھے ایک نئے خفیہ اڈّے کی ضرورت ہے، وہ اڈّا اتنا محفوظ اور مضبوط ہو کہ کوئی وہاں تک نہ پہنچ سکے۔ ہم ٹرانسفارمر مشین وہیں لا کر رکھیں گے۔"

"میرے پاس خفیہ اڈّوں کی کمی نہیں ہے۔ میں تمہارے لیے سب سے مضبوط اور محفوظ ترین اڈّے کا انتخاب کروں گا۔ وہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی نہیں جا سکے گا۔"

"تیسرا کام یہ ہے کہ اس بار اپنے خطرناک اور چالاک ترین

مجرموں کو کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے پیچھے لگا دو۔ اب ہم فرہاد کو کمزور بنانے کے لیے پارس یا اس کی کسی ساتھی عورت کو اغوا نہیں کریں گے بلکہ ہمیں براہِ راست کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے یا والی کو ہر حال میں حاصل کرنا ہوگا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا ہے، وہ مشین ہمارے ہاتھ سے نکلتی دکھائی دیتی ہے۔ میں نے بڑی مشکلوں سے ایک جگہ چھپا رکھا ہے، جب تک وہ ہمارے ہاتھ میں ہے، تب تک ہمیں کس طرح بھی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لینا چاہیے۔"

گوڈوانی نے اس کی تائید میں کہا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو، ہم نے پارس کو اغوا کرنے کے بعد اطمینان کر لیا تھا کہ فرہاد کمزور ہو جائے گا اور کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہمارے حوالے کر دے گا لیکن ایک چھوکرے نے ساری بازی پلٹ کر رکھ دی۔ بہرحال آج سے میری یہی کوشش ہوگی کہ میں نہایت ہی ذہین تجربے کار، چالاک اور خطرناک ترین مجرموں کو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پیچھے لگاؤں گا، ان میں سب سے کمزور آرمر ہے۔ ہماری کوشش یہی ہوگی، وہ سیدھا سادہ سا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ہاتھ لگ جائے۔"

"اب میرا اپنا ایک کام ہے جسے تمہارے آدمی ہی کر سکتے ہیں۔"

"کام بتاؤ۔"

"میرا خیال ہے، پارس ابھی تک سلارا کو لے کر جنگل میں بھٹک رہا ہے۔ اگر تمہارے آدمی جلد سے جلد وہاں پہنچ جائیں تو میری بہن مجھے واپس مل جائے گی۔"

"تم اچھی طرح جانتے ہو، افریقہ میں نہ میرا کوئی کاروبار ہے، نہ میرے آدمی ہیں لیکن تمہاری خاطر اپنے آدمیوں کو وہاں بھیج سکتا ہوں۔"

گوڈوانی نے اپنے چند خاص آدمیوں کو ممباسا، سٹی اور نکورا کی طرف روانہ کیا۔ انھوں نے شام تک رپورٹ دی کہ یہاں کے جنگلات میں جانے کے لیے خصوصی انتظامات کی ضرورت ہے۔

اس نے جارج فری مین سے کہا۔ "اگر میں خصوصی انتظامات کرنے کے لیے وہاں کی حکومت سے کہوں گا، مجھے ہیلی کاپٹر اور کچھ گاڑیاں اور اسلحے لے جانے کی اجازت دی جائے تو وہ لوگ مجھ پر شبہ کریں گے کہ میں بھی ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں وہاں جانا چاہتا ہوں جبکہ میں فلائنگ کلب کے سلسلے میں عرضی دے چکا ہوں، اگر میری درخواست منظور ہوگی اور میں وہاں فلائنگ کلب قائم کروں گا تو صرف وہاں کی حکومت کو نہیں بلکہ ٹرانسفارمر مشین سے دلچسپی رکھنے والی تمام تنظیموں اور بڑے بڑے ممالک کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ میں نے اس مشین کو وہاں سے نکال لانے کے لیے فلائنگ کلب قائم کیے ہیں۔"

جارج فری مین نے کہا۔ "فلائنگ کلب قائم کرنا بہت ضروری ہے۔ رہ گیا میری بہن کی واپسی کا سوال تو اپنے لوگوں سے کہو، وہ ممباسا، سٹی اور نکورا میں رہیں۔ سلارا کو اغوا کرنے والے انہی دو شہروں میں دیکھے جائیں گے، اگر تمہارے آدمی کسی قابل ہوئے تو سلارا کو اُن سے ضرور چھین لیں گے۔"

تین دن بعد پتا چلا کہ سلارا نہ اب اس جنگل میں ہے، نہ اس ملک میں، اُسے ماسک مین کے آدمی لے گئے ہیں۔ ماسک مین نے تمام افریقی ممالک کے اخبارات میں یہ اشتہار دیا ہے کہ سلارا ہمارے پاس ہے۔ جارج فری مین جب چاہے ہم سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ رابطہ قائم کرنے کے سلسلے میں کئی ملکوں اور شہروں کے فون نمبر دیے گئے تھے۔ ٹرانسمیٹر سے رابطہ قائم کرنے کے سلسلے میں فریکوئنسی بھی بتائی گئی تھی۔

دُنیا کے ہر بڑے شہر میں گوڈوانی کے ایک دو رہائشی بنگلے ہوتے تھے۔ جارج فری مین ایسے ہی ایک بنگلے میں قیام کر رہا تھا، اگر وہاں سے ٹیلی فون کے ذریعے ریڈ یاور کے باس سے رابطہ قائم کرتا تو ماسک مین کو معلوم ہو جاتا کہ وہ افریقہ سے فرار ہو کر فرانس آ گیا ہے اور پیرس میں قیام کر رہا ہے۔ گوڈوانی نے کہا۔ "تمہیں نہ تو اس بنگلے سے اور نہ ہی اس شہر سے باہر جانا چاہیے۔ مشین کے دیوانے تمہیں ہر ملک، ہر شہر میں ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے۔ میں ماسک مین کے پیغام کا جواب دوں گا بلکہ اب تمہارے معاملات خود سنبھالوں گا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم زیادہ سے زیادہ دلچسپی لوگے تو جلد سے جلد وہاں فلائنگ کلب قائم کر سکو گے۔ بس یہ سمجھ لو کہ تم ہی ٹرانسفارمر مشین کو وہاں سے لا سکتے ہو۔"

فرینک سیلر گوڈوانی کبھی ایک شہر میں نہیں رہتا تھا۔ کاروبار کے سلسلے میں مختلف ممالک کے مختلف شہروں میں جاتا رہتا تھا۔ وہ دوسرے دن پرتگال آیا۔ وہاں کی بندرگاہ سے اس کا ایک جہاز جانے والا تھا، دوسرا آنے والا تھا۔ اس نے وہیں ٹیلی فون کے ذریعے ریڈ یاور کے باس سے رابطہ قائم کیا پھر کہا۔ "میں جارج فری مین بول رہا ہوں۔ میں نے اخبار میں اپنی بہن کے متعلق پیغام پڑھ لیا ہے۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اس سلسلے میں تمہارا ماسک مین کیا چاہتا ہے؟"

ریڈ یاور کے باس نے کہا۔ "سیدھی سی بات ہے تمہاری ٹرانسفارمر مشین سے ہم بھی فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔"

"پہلے تو میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ میری بہن سلارا تمہارے ماسک مین کے قبضے میں ہے، مجھے اس بات کا یقین دلایا جائے۔"

اسے جواب ملا۔ "تم جہاں کہو گے، وہاں سلارا کی ویڈیو فلم بھیج دی جائے گی۔ اس فلم میں سلارا نے تمہارے نام پیغام بھی دیا ہے۔"

گوڈوانی نے کہا۔ "ایک کار کا نمبر نوٹ کرو، وہ سفید رنگ کی کار ہوگی اور ہوٹل لوگنز کے سامنے کھڑی ہوگی۔ اس کا ڈرائیور دروازہ

کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ کے پاس ہی کھڑا رہے گا، وہ فلم اس کے حوالے کر دی جائے۔"

"آدھے گھنٹے بعد ہمارا آدمی وہ فلم اس کے حوالے کر دے گا۔"

معاملہ طے ہو گیا۔ آدھے گھنٹے بعد گوڈوانی کا ایک آدمی سفید کار کے پاس کھڑا ہوا تھا اور گوڈوانی ٹھیک اس کے پیچھے نیلے رنگ کی کار میں تھا۔ دونوں کاروں کے شیشے کلرڈ تھے۔ قریب سے گزرنے والے کار کے اندر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ یہ بات موٹی عقل سے بھی سوچی جا سکتی تھی کہ جو شخص فلم لے کر جا رہا ہے، اس کا تعاقب کیا جائے گا اور پتا چلایا جائے گا کہ فلم کس طرح جارج فری مین کے پاس پہنچتی ہے۔

ایک شخص مقررہ وقت پر فلم لے کر آیا اور وہ فلم اس نے سفید کار والے کے حوالے کر دی پھر کچھ کہے سنے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ کار والے نے فلم لے کر دروازہ کھولا، اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا پھر دروازے کو بند کر دیا۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر اپنے پاس والی سیٹ کے سامنے جہاں پاؤں رکھے جاتے ہیں، وہاں کے ایک حصے کو ہٹایا تو نیچے فٹ پاتھ کے کنارے والی سڑک کا حصہ دکھائی دیا۔ اس نے وہ فلم اس خلا سے گزار کر سڑک پر رکھ دی پھر اس حصے کو بند کر دیا۔ اس کے بعد وہ کار اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ جیسے ہی سفید رنگ کی کار آگے بڑھی، گوڈوانی نے اپنی کار آگے بڑھائی پھر ٹھیک اُسی جگہ پہنچا جہاں وہ فلم سڑک پر رکھی ہوئی تھی۔ گوڈوانی کی کار کو ہلکے ہلکے جھٹکے یوں لگ رہے تھے، جیسے اچانک کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہو۔ فلم کے سامنے والی فٹ پاتھ پر بہت کم راہ گیر تھے۔ گوڈوانی نے اس فلم تک پہنچنے میں دیر نہیں کی تھی، اگر دیر ہوتی تو کسی کی بھی نظر اس پر پڑ سکتی تھی۔ بہرحال، اُس نے گاڑی وہیں روکی۔ اپنی ساتھ والی سیٹ کے پاس جہاں پاؤں رکھا جاتا ہے، وہاں کا ایک حصہ ہٹایا، اس خلا سے سڑک پر رکھی ہوئی فلم دکھائی دی۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر اسے اُٹھایا، پھر خلا کو برابر کیا، اس فلم کو سیٹ کے نیچے چھپا کر کار سے باہر آیا اور بونٹ اُٹھا کر یوں دیکھنے لگا جیسے کار میں پیدا ہو جانے والی خرابی کو دُور کر رہا ہو۔

اُس نے سفید رنگ کی کار کے پیچھے جانے والی ایک گاڑی کو دیکھا تھا۔ یقیناً تعاقب کیا جا رہا تھا۔ اُس نے مُسکرا کر بونٹ کو نیچے گرایا، پھر کار میں آ کر بیٹھا۔ اسے اسٹارٹ کیا اور اپنے بنگلے میں چلا آیا۔ اُس نے وی سی آر اور ٹی وی سیٹ کیا، فلم اس میں لگائی، اس کے بعد آرام سے ایک صوفے پر بیٹھ کر دیکھنے لگا۔ فلم کی ابتدا میں ایک بوڑھا شخص نظر آیا، وہ مُسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "ہیلو مسٹر جارج فری مین! ابھی تم اپنی بہن سلارا کو دیکھ سکو گے اور اس کی باتیں بھی سُن سکو گے۔ میں اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں کہ یہ فلم درجنوں کے حساب سے تیار کی گئی ہے۔ ہر بڑے ملک کے، ہر بڑے شہر میں ہمارے ریڈ یاور کے پاس موجود ہیں۔ تم جس شہر میں بھی جا کر رابطہ قائم کرو گے، یہ فلم تمہارے حوالے کر دی جائے گی بلکہ حوالے کی جا چکی ہے، اسی لیے تم اس وقت مجھے دیکھ رہے ہو، میری باتیں سُن رہے ہو اور اب اپنی بہن کو دیکھو۔"

چند لمحوں کے بعد سلارا دکھائی دی، وہ ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "برادر! آئی لو یو اینڈ آئی نو یو ڈو ٹو، یو لو می ٹو، برادر۔ بھائی! میں تم سے محبت کرتی ہوں اور یہ جانتی ہوں، تم جوابا کہو گے، تم بھی مجھ سے محبت کرتے ہو۔"

جارج فری مین نے پہلے ہی گوڈوانی کو بتا دیا تھا کہ سلارا سے اگر رابطہ قائم ہو تو وہ کوڈ ورڈز کے طور پر یہی الفاظ ادا کرے گی، جس سے یقین ہو جائے گا کہ وہ ڈمی سلارا نہیں، اپنی بہن سلارا ہے۔ گوڈوانی اسکرین پر سلارا کو دیکھ کر حیران سا تھا کیونکہ جارج فری مین نے جس لڑکی کو اپنی بہن سلارا کہہ کر اس سے ملایا تھا، وہ کوئی اور تھی۔ اس کی صورت شکل اور تھی، البتہ آواز اور لب و لہجہ ایک جیسا تھا۔

گوڈوانی نے پہلے تو یہ سوچا کہ اسکرین پر جو لڑکی نظر آ رہی ہے، وہ جارج فری مین کی بہن سلارا نہیں ہے بلکہ ماسک مین کسی اور کو سلارا بنا کر پیش کر رہا ہے پھر اس کے کوڈ ورڈز کا خیال آیا تو تسلیم کرنا پڑا، یہی سلارا ہے، ورنہ کسی بھی ڈمی کو ان بہن بھائی کے کوڈ ورڈز کبھی معلوم نہ ہوتے۔

اُسے غصہ آ رہا تھا، وہ سوچ رہا تھا، کیا جارج فری مین نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میں ذرا عیاش قسم کا آدمی ہوں، اس کی بہن سے بھی دوستی کر لوں گا، اسی لیے اس نے کسی ڈمی کو

بہن بنا کر مجھ سے ملاقات کرادی ۔ میں اس ڈمی سلارا کے ساتھ وقت گزارتا رہا اور وہ میرے ساتھ یوں مسکرا کر ملتا رہا جیسے بہن کے مقابلے میں میری دوستی زیادہ عزیز ہو۔

وہ سوچ رہا تھا اور اس کی نظریں ٹی وی اسکرین پر جمی ہوئی تھیں ۔ سلارا صوفے سے اُٹھ کر ایک طرف چلتے ہوئے کہہ رہی تھی ۔ ”میں اس وقت ماسک مین کی قیدی ہوں، اگرچہ یہ لوگ مجھے قیدی نہیں ، مہمان کہتے ہیں، مجھے بڑی عزت سے اور بڑے آرام سے رکھا ہے ۔ یہ شاندار کمرا جسے تم اسکرین پر دیکھ رہے ہو میرا بیڈ روم ہے ۔ پورا بنگلا اسی طرح خوبصورت ہے ۔ یہاں میری ضرورت کا ہر سامان موجود ہے ، اس کے علاوہ میں جس چیز کی فرمائش کرتی ہوں وہ پوری ہو جاتی ہے ۔“

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ”پھر بھی میں خود کو ایک قیدی محسوس کرتی ہوں کیونکہ میں اس بنگلے سے باہر نہیں جا سکتی ۔ آس پاس کے ماحول کو دیکھ کر اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتی کہ میں کس ملک یا کس شہر میں ہوں ۔ میں نے اس بنگلے کے سیکورٹی آفیسر سے پوچھا کہ مجھ سے کوئی راز اُگلوانے کے لیے مجھ پر کوئی تشدد تو نہیں کیا جائے گا؟“

اُس سیکورٹی آفیسر نے کہا ” میں نہیں جانتا، تم کس راز کی بات کر رہی ہو ۔ بہرحال ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ تمھیں کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے ۔“

”میں بڑی حیران ہوئی ۔ ایک بار کسی شخص نے فون پر مجھ سے گفتگو کی ۔ اُس نے کہا ” مس سلارا ! تم ہمارے سیکورٹی آفیسر سے سوال کر رہی تھیں، کیا تم پر تشدد کیا جائے گا ؛ اس کا جواب میں دیتا ہوں ۔ ہم تم پر ایک ذرا آنچ نہیں آنے دیں گے ۔ تمھارے جسم پر ہلکی سی خراش بھی نہیں پڑنے دیں گے کیونکہ تم دماغی طور پر ذرا کمزور ہو گی یا تمھارا دماغ حساس نہیں رہے گا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے تمھارے اندر پہنچ جائیں گے اور وہ تمھیں یہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کریں گے ۔“

سلارا نے کہا ” میرے بھائی ! اس شخص کی باتیں سُن کر مجھے یقین ہو گیا ، یہاں کوئی مجھے ہاتھ نہیں لگائے گا ۔ ماسک مین نہیں چاہتا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی بھی بہانے میرے دماغ کے اندر پہنچیں اور میں تمھارے متعلق جو کچھ جانتی ہوں ، وہ ساری باتیں معلوم کرلیں . . . یا میرے یہاں سے فرار ہونے کے سلسلے میں میری مدد کر سکیں ۔“

وہ کمرے میں اِدھر سے اُدھر ٹہلتی جا رہی تھی اور بولتی جا رہی تھی ” ماسک مین کا یہ خیال درست ہے ۔ فرہاد نے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی ۔ میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا ، میں نے صاف صاف کہہ دیا ، مجھے اس کی مدد کی ضرورت نہیں ہے اور وہ کبھی نہ سوچے کہ مجھے یہاں اذیتیں پہنچائی جائیں گی تو وہ فائدہ اُٹھا کر چُپ چاپ میرے دماغ میں آ سکے گا ۔ یہاں میں بڑے آرام سے ہوں اور ماسک مین میرے دماغ کو کبھی کمزور نہیں ہونے دے گا ۔“

پھر وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی ” میں دل سے مجبور ہوں ۔ میں نے فرہاد سے دوستانہ انداز میں بات نہیں کی لیکن پارس کے لیے محبت کا پیغام دیا ہے ۔ میں اُسے دن رات یاد کرتی ہوں ۔ میرے بھائی تم میرا مزاج اچھی طرح جانتے ہو ، میں مردوں سے نفرت کرتی ہوں ۔ میں نے اپنے بھائیوں کے سوا آج تک کسی سے محبت نہیں کی لیکن یہ دل بڑا بے ایمان ہوتا ہے ، کسی کی مردانگی سے اچانک ہی متاثر ہو جاتا ہے ۔ میں دو دن پارس کے ساتھ رہ چکی ہوں اور ہر لمحہ اُس کی جواں مردی سے متاثر ہوتی رہی ہوں ۔“

ایک شخص اسکرین پر نظر آیا ، وہ سلارا کے قریب آتے ہوئے بولا ” مس سلارا ! مداخلت کی معافی چاہتا ہوں ۔ تم موضوع سے بھٹک رہی ہو ۔“

وہ بولی ” تم نے معافی مانگی ، میں نے معاف کر دیا ۔ آئندہ مداخلت نہ کرنا ۔ میں پہلے اپنے دل کی بات کروں گی پھر ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں وہی کہوں گی جو تم لوگ چاہتے ہو ۔“

وہ شخص واپس چلا گیا ۔ سلارا نے کہا ” آج تک جن لوگوں نے فرہاد سے دُشمنی کی ، وہ بے موت مارے گئے ۔ اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہوئے ۔ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں بھی وہ تمام لوگوں کو ناکام بناتا آ رہا ہے ، اگرچہ وہ خود بھی ناکام رہا ہے لیکن کامیابی کسی کے حصے میں آنے نہیں دیتا ۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم فرہاد سے جنگ کر کے نہیں محبت کر کے ہی اپنا مقصد حاصل کر سکتے ہیں ۔“

وہ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی ” پارس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے ، اگر ہم ٹرانسفارمر مشین ان کے سامنے پیش کر دیں تو وہ سب سے پہلے میرے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم منتقل کریں گے ۔ میرے بھائی ! جب وہ اس حد تک راضی ہو گئے ہیں تو میں اس بات پر بھی راضی کر لوں گی کہ وہ تمھارے دماغ میں بھی یہ علم منتقل کر دیں ، یہ شاید تمھارے لیے ناقابلِ یقین بات ہو لیکن فرہاد زبان کا دھنی ہے ، یہ سب جانتے ہیں اور میں محبت کی زبان سمجھتی ہوں ۔ پارس نے جو وعدہ کیا ہے اس سے کبھی منحرف نہیں ہو گا ۔ اس کا یقین سونیا نے بھی دلایا ہے ۔

میں اس سلسلے میں تم سے رابطہ قائم کرنا چاہتی تھی لیکن ناکام رہی ۔ اسی دوران مجھے ماسک مین کے لوگوں نے اغوا کیا اور یہاں پہنچا دیا ۔ اب حالات بدل گئے ہیں ۔ میں سمجھتی ہوں ، اگر میں اسی طرح ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھوں میں پہنچتی رہی تو حالات بدلتے رہیں گے ۔ پارس نے جو تجویز پیش کی تھی ، وہ میں نے سنا دی ، اب ماسک مین کی تجویز بھی سُن لو ۔

وہ کہتا ہے ، مجھے یہاں ضمانت کے طور پر رکھا جائے گا ۔ تم اس کے چار آدمیوں کو ٹرانسفارمر مشین سے گزارو گے ، اگر خاطر خواہ کامیابی ہو گی تو مجھے تمھارے حوالے کر دیا جائے گا ۔

وہ تم سے ٹرانسفارمر مشین کا مطالبہ نہیں کر رہا ہے ۔ پہلے ایک شخص کو تمھارے پاس بھیجنا چاہتا ہے ۔ وہ شخص کند ذہن ہے ۔ میں نے اُسے بتایا ہے کہ تم بہت بڑے ڈاکٹر اور سائنس داں ہو ۔ وہ چاہتا ہے ، تم اس کند ذہن والے شخص کے دماغ میں اپنی صلاحیتیں منتقل کر دو ۔ جب وہ کامیاب ہو کر ماسک مین کے پاس پہنچے گا تو وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے یا جاننے والی کو اغوا کرنے کے سلسلے میں تم سے بھرپور تعاون کرے گا ۔ جب کوششیں کامیاب ہوں گی ، کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ہاتھ آئے گا تو سب سے پہلے تم ماسک مین کے تین آدمیوں کے دماغوں میں یہ علم منتقل کرو گے ، اس کے بعد مجھے رہائی نصیب ہو گی ۔

میں نے اپنی طرف سے ماسک مین کو جواب دیا ہے کہ تین چار آدمیوں کے دماغوں میں ٹیلی پیتھی منتقل کرانے والی بات محض بچکانہ ہے ۔ اس کے کسی ایک آدمی کے دماغ میں یہ علم منتقل کرایا جا سکتا ہے اور اسی کے بدلے مجھے رہائی ملنی چاہیے ۔

ماسک مین کے لیے میری بات ناقابلِ قبول ہے ، وہ تم سے جواب سُننا چاہتا ہے اور جواب سُننے کے بعد اس وڈیو کیسٹ میں اپنے ان تمام ایجنٹوں کے نام اور پتے پیش کر رہا ہے جو مختلف ملکوں اور شہروں میں ریڈ پاور کے باس کی حیثیت سے رہتے ہیں ۔ تم ان میں سے کسی کے پتے پر بھی اپنا جواب ارسال کر سکتے ہو ۔“

چند لمحوں کے لیے اسکرین سادہ ہو گیا ۔ سلارا گم ہو گئی ، اس کے بعد تحریری صورت میں ریڈ پاور کے تمام باس کے پتے نظر آنے لگے ۔ جب پرتگال کے باس کا پتا نظر آیا تو گورڈوانی نے اسے نوٹ کر لیا پھر وی سی آر اور ٹی وی کو آف کر دیا ۔ اس کی نگاہوں کے سامنے سلارا کی صورت گھوم رہی تھی ، وہ غصے سے سوچ رہا تھا ” جارج فری مین نے مجھے دھوکا دیا ۔ اپنی حسین بہن کو مجھ سے چُھپا کر رکھا اور ایک ڈمی پیش کر کے مجھے اُلّو بناتا رہا ۔ میں اس سے نمٹ لوں گا ۔“

اُس نے ایک کیسٹ ریکارڈر اپنے سامنے لا کر رکھا ۔ اس میں ایک کیسٹ لگا کر اپنی آواز ریکارڈ کرنے لگا ۔ سلارا نے ماسک مین کی جو تجویز پیش کی تھی ، اس کا جواب دینے لگا ۔ وہ کہہ رہا تھا ” میں جارج فری مین بول رہا ہوں اور ماسک مین کو مخاطب کر رہا ہوں ۔ میں نے وڈیو کیسٹ میں اپنی بہن کو دیکھا اور تمھاری تجویز بھی سُنی ۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس مشین کے پیچھے ساری دُنیا ہاتھ دھو کر پڑی ہے ۔ میں نے اُسے جہاں چُھپا کر رکھا ہے وہاں سے فی الحال نکال نہیں سکتا ۔ لہٰذا تمھارے کسی کند ذہن آدمی کو اپنی صلاحیتیں نہیں دے سکوں گا ۔ دوسری بات یہ کہ میں نے اس مشین کے مختلف حصے کر کے مختلف مقامات پر چُھپائے ہیں تاکہ مکمل مشین کسی بھی دُشمن کے ہاتھ نہ آئے ۔ میں اس مشین کے مختلف حصوں کو جوڑ کر اُسی دن کام میں لاؤں گا جس روز کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے سامنے ہو گا ۔

ماسک مین ! میں سیدھی اور صاف بات کرتا ہوں ۔ میں نے سات برس تک دن رات محنت کی ہے تب کہیں وہ مشین تیار ہوئی ہے لہٰذا سب سے پہلے میں اس مشین سے فائدہ اُٹھاؤں گا ۔ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں پہلے میرے دماغ میں منتقل ہوں گی ۔ چونکہ میں اپنی بہن کی رہائی چاہتا ہوں ، لہٰذا تمھارے کسی ایک آدمی کے دماغ میں یہ علم منتقل کر سکتا ہوں ۔ ایک سے زیادہ کا مطالبہ کرو گے تو بڑی حماقت کرو گے ۔ میری بہن کو ایک ذرا سا نقصان پہنچانے سے پہلے اچھی طرح سمجھ لینا کہ میں ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرتے ہی سب سے پہلے تمھارے ہتھیار کے ذخیروں اور فوجی اڈوں کو تباہ کر دوں گا ۔ تمھارے ملک کے جتنے اہم راز ہیں ، وہ میں دُنیا والوں کے سامنے ظاہر کر دوں گا ۔

بہرحال یہ بعد کی باتیں ہیں ۔ جب کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ہاتھ آئے گا تو دیکھا جائے گا ۔ فی الحال میری بہن کو عزت سے اور آرام سے رکھو اور اپنے تمام ایجنٹوں کو تاکید کرو جب بھی میں کسی سے رابطہ قائم کروں یا ان سے کوئی لین دین کروں تو میرا تعاقب نہ کیا جائے ۔ آج وہ تعاقب کرتے ہوئے میرے اڈے تک پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے ۔ میں نے ان کی کوششوں کو ناکام بنا دیا ہے ۔ آئندہ ایسا ہوا تو میں رابطہ قائم نہیں کروں گا ۔ اپنی بہن کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں گا ۔ جب ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہو گا تو تم سے نمٹ لوں گا ، دیٹس آل ۔“

اُس نے ایک خاص ماتحت کو بُلایا ۔ کیسٹ اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا ” اسے اس پتے پر ابھی روانہ کر دو ۔ آئندہ جب بھی باہر جاؤ تو اس بات کا خاص خیال رکھو کہ کوئی تمھارا تعاقب کرتا

ہے یا نہیں؟"

اُس نے "یس باس" کہہ کر سر جھکایا پھر کیسٹ لے کر وہاں سے چلا گیا۔ گوڈوانی کے دماغ میں پھر سلارا کا تصور مسکرانے لگا۔ اب وہ اس کی ضد بن گئی تھی۔ اس کے ساتھ دھوکا ہوا تھا، وہ اس دھوکے کا جواب دینا چاہتا تھا۔ ساتھ ہی اس بات پر غصہ آ رہا تھا کہ جس بہن کو اس سے چھپا کر رکھا گیا، وہ کمبخت فرہاد کے بیٹے سے عشق کر رہی ہے۔

وہ کچھ حیرانی سے اور کچھ رقابت سے سوچ رہا تھا: "میری معلومات کا جہاں تک تعلق ہے، پارس کی عمر سولہ یا سترہ برس کی ہوگی اور یہ اس کے عشق کرنے کی عمر نہیں ہے۔ میں، سلارا کو اسکرین پر دیکھ کر یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ بیس اور پچیس کے درمیان ہے۔ اُس سے عمر میں بڑی ہے۔ تعجب ہے! پارس میں ایسی کیا جواں مردی آ گئی ہے کہ وہ اُس پر مرمٹی ہے۔"

اُس نے اپنے ایک دستِ راست کو بلایا پھر کہا: "وی سی آر میں ایک کیسٹ ہے اسے ریوائنڈ کر کے دیکھو۔ اس کے آخر میں جتنے نام اور پتے لکھے ہوئے ہیں، ان سب کو نوٹ کرو۔ اس کے بعد میرے پاس آؤ۔"

وہ وہاں سے اُٹھ کر دوسرے کمرے میں آ گیا۔ ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا۔ ابھی جو تدبیر دماغ میں آئی تھی، اس پر نظرِ ثانی کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے دستِ راست نے آ کر کہا: "باس! میں نے تمام نام اور پتے نوٹ کر لیے ہیں۔"

"کیا تم نے اس لڑکی سلارا کو دیکھا؟"

"اچھی طرح دیکھا ہے، آئندہ اسے لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں۔"

"تم پیرس جاؤ گے اور اپنا ایک علیحدہ گینگ بناؤ گے۔ اس گینگ میں تم جتنے مسلح جانباز رکھ سکتے ہو، رکھو گے۔ تمام اخراجات میں برداشت کروں گا، یہ چابی لو۔"

اُس نے چابی اُس کی طرف اُچھالی، اس کے دستِ راست نے کیچ کر لی پھر گوڈوانی نے کہا: "میری تجوری کھول کر فی الحال پچیس لاکھ ڈالر نکال لو۔ بعد میں ضرورت ہوگی تو اور مل جایا کریں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا: "باس! یہ سب آپ کی عنایات ہیں، آج میں جس مقام پر ہوں، اب اس سے بھی بلند مقام پر پہنچ رہا ہوں، میں آپ کے معیار پر پورا اُتروں گا۔ آپ مجھ سے کام کیا لینا چاہتے ہیں؟"

"کام بہت ہوشیاری سے کرنا ہوگا۔ سب سے پہلے کام کے آدمی تلاش کرو۔ ایسا نہ ہو کہ جنہیں تم تنخواہ پر ملازم رکھو، وہ کسی دوسرے گینگ یا سنڈیکیٹ سے تعلق رکھتے ہوں۔ ایسے لوگ زبردست نقصان پہنچاتے ہیں۔"

"میں پندرہ برس سے آپ کی خدمت کر رہا ہوں۔ آپ نے دیکھا ہے، میں کسی بھی معاملے میں کس قدر سوچ سمجھ کر قدم اُٹھاتا ہوں۔ فی الحال میری نظروں میں ایسے تیس آدمی ہیں جو میرے ایک اشارے پر جان دے سکتے ہیں۔"

"تم ضروری تیاریوں کے ساتھ پیرس پہنچ جاؤ۔ تم نے وڈیو کیسٹ کے ذریعے پیرس کے باس کا پتا نوٹ کیا ہوگا۔ اب ریڈ باور کے باس سے رابطہ قائم کرو اور یہ دعویٰ کرو کہ ایک ماہ کے اندر ٹرانسفارمر مشین تمہارے قبضے میں آنے والی ہے۔ اگر وہ تمہارے ذریعے اس مشین سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں تو سلارا کو تمہارے حوالے کر دیں۔"

"جناب! وہ پہلے مشین سے فائدہ اُٹھانا چاہیں گے، بعد میں سلارا کو میرے حوالے کریں گے۔"

"سمجھوتا اس طرح ہو سکتا ہے کہ تم اُن کے صرف ایک آدمی کے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل کرانے کا وعدہ کرو گے۔ اس کے بعد سلارا تمہارے حوالے کی جائے گی اور یہ کام اُسی وقت ہو سکے گا جب کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ہاتھ آئے گا۔ بہر حال، تم ان سے اس طرح کا سودا کر سکتے ہو۔"

"یس باس! میں یہی کروں گا۔"

"جارج فری مین میرے پیرس والے بنگلے میں قیام کر رہا ہے، تم فون کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کرو گے اور ایک گینگ لیڈر کی حیثیت سے دھمکی دو گے کہ وہ تم سے کہیں چھپ نہیں سکے گا، جس ملک، جس شہر میں جائے گا تم وہاں پہنچ جایا کرو گے۔"

"میں سمجھ گیا، وہ اگر پیرس سے بھاگے گا، کسی بھی ملک میں جائے گا تو یقیناً آپ سے رابطہ قائم کرے گا اور آپ کے ذریعے مجھے اس کی موجودہ پوزیشن معلوم ہو جائے گی۔"

"ہاں، وہ مجھ سے امداد حاصل کیے بغیر کہیں پناہ نہیں لے سکے گا۔ میں اُس کے متعلق تمہیں تازہ ترین اطلاعات فراہم کرتا رہوں گا۔ تم اُسے بلیک میل کرو گے اور کہو گے، اگر وہ چاہتا ہے کہ میں اس کا پتا پُسر ماسٹر یا ماسک مین کو نہ بتاؤں تو تمہارے ساتھ دوستی کرے اور تمہیں ٹرانسفارمر مشین تک پہنچائے۔ تم اس کے لیے ایک ایسے خفیہ اڈے کا انتظام کرو گے جہاں وہ مشین لا کر حفاظت سے رکھی جا سکتی ہو اور تم میرے پیرس کے خفیہ اڈوں سے اچھی طرح واقف ہو۔ تمہیں جو اڈا پسند آئے اُسے اپنے مقصد کے لیے لے سکتے ہو۔"

تمام معاملات طے ہو جانے کے بعد اس کا دستِ راست مطلوبہ رقم لے کر چلا گیا۔ فریک سیلر گوڈوانی آرام سے صوفے پر بیٹھ کر مسکرانے لگا۔ یہ اس کا طریقۂ کار تھا، وہ اپنے دشمن کو یا کسی غدار کو جان سے نہیں مارتا تھا، اس کا سکون چھین لیتا تھا۔ اُسے کہیں

آرام سے بیٹھنے نہیں دیتا تھا۔ جارج فری مین کے ساتھ بھی یہی ہونے والا تھا۔ اب وہ ماسک مین، پُسر ماسٹر اور دوسری خطرناک تنظیموں کے خوف سے بھاگتا پھرے گا اور جہاں پہنچے گا وہاں اس کا دستِ راست رابطہ قائم کر کے یہ ثابت کر دے گا کہ وہ جارج فری مین کی قبر میں بھی پہنچ سکتا ہے لہٰذا وہ کہیں بھاگنے کی کوشش نہ کرے، وہ صرف اسی طرح محفوظ، زندہ اور سلامت رہ سکتا ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کا پتا بتا دے۔

گوڈوانی دوسرے دن خود پیرس پہنچا، وہ وڈیو کیسٹ . . . . جارج فری مین کو دیتے ہوئے بولا: "میں نے سلارا کی باتیں سُن لی ہیں، ماسک مین کا پیغام بھی سُن کر جواب دے چکا ہوں، تم پہلے فلم دیکھ لو، پھر میں تم سے باتیں کروں گا۔"

جارج فری مین نے حیرانی سے پوچھا: "کیا اس وڈیو میں سلارا نظر آتی ہے؟"

"ہاں، تم گھبرا کیوں رہے ہو؟"

"نہیں، بھلا میں کیوں گھبراؤں گا۔"

"جارج! تم نے مجھے کوڈ ورڈز بتائے تھے اور کہا تھا کہ یہی کوڈ ورڈز تمہاری بہن ادا کرے گی۔ تمہارا خیال تھا، دشمن شاید ٹیلی فون یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس سے بات کرائیں گے لیکن انہوں نے وڈیو فلم میں تمہاری بہن کو پیش کر دیا ہے۔ اب بتاؤ حقیقت کیا ہے۔ کوڈ ورڈز کے مطابق وہ تمہاری بہن ہے لیکن صورت شکل کے اعتبار سے تمہاری وہ بہن نہیں ہے جو مجھ سے ملتی رہی ہے۔"

"ایک بھائی کے سامنے اس کی بہن کے متعلق اتنی بے غیرتی سے نہ بولو۔ میں نے اپنی بہن کو تمہارے ساتھ اس لیے ڈھیل دی تھی کہ آئندہ چل کر تم اُس سے شادی کر لو گے۔"

"بے شک کروں گا لیکن مجھے حقیقت بتاؤ، تمہاری بہن کون ہے؟"

"وہی جس سے تمہاری دوستی ہے اور جسے تم اس وڈیو فلم میں دیکھ چکے ہو۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو، وہ دونوں مختلف ہیں، پہلے تم فلم دیکھو۔"

اُس نے خود آگے بڑھ کر وی سی آر اور ٹی وی آن کیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی سلارا نظر آنے لگی۔ جارج فری مین نے اُسے دیکھنے کے بعد ریموٹ کنٹرول کے ذریعے وی سی آر اور ٹی وی کو آف کیا پھر پوچھا: "گوڈوانی! تم نے کیا دیکھا؟ کیا یہ وہی آواز اور لب و لہجہ نہیں ہے جو میری بہن کا ہے۔ کیا اس کا قد، اس کی جسامت، اس کے چلنے کا انداز بالکل ویسا نہیں ہے؟"

"ہاں، ہاں سب کچھ ویسا ہی ہے لیکن صورت؟"

"صورت میں نے بدل دی ہے۔ تم جانتے ہو، میں ڈاکٹر اور سرجن ہوں۔ میں نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنی بہن کے چہرے کو تبدیل کر دیا ہے۔"

اُس نے بے یقینی سے پوچھا: "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں، ایک بار ایک بہت ہی حسین لڑکی ہمارے ہاتھ لگی۔ سلارا اُسے دیکھتے ہی ضد کرنے لگی کہ میں اُس کا چہرہ اس لڑکی کی طرح حسین بنا دوں۔ میں نے اُسے سمجھایا، تم کسی سے کم نہیں ہو۔ مسٹر گوڈوانی تمہیں چاہتے ہیں اور شاید تمہیں شریکِ حیات بھی بنانے والے ہیں لہٰذا چہرہ تبدیل کرو گی تو بڑی گڑبڑ ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے، مسٹر گوڈوانی کو تم پسند نہ آؤ۔"

گوڈوانی نے کہا: "یہ کیا کہتے ہو بھئی، تم تو غضب کے کاریگر نکلے، تم نے سلارا کو پہلے سے زیادہ حسین بنا دیا ہے۔ یہ ماسک مین کی قید سے جب بھی واپس آئے گی، میں شادی کا اعلان کر دوں گا۔"

جارج فری مین وی سی آر اور ٹی وی آن کر کے سلارا کو دیکھنے اور اُس کی باتیں سُننے لگا، دل ہی دل میں سوچنے لگا: "بڑی مشکل ہے، میں گوڈوانی سے صاف نہیں کہہ سکتا کہ وہ اوّل تو مردوں سے نفرت کرتی ہے، دوم یہ کہ گوڈوانی بہت ہی بدصورت آدمی ہے، وہ آدمی سے زیادہ بلڈاگ لگتا ہے۔ اسی طرح بھونکنے کے انداز میں باتیں کرتا ہے۔ ابھی تو میں نے خوبصورتی سے بات بنا دی ہے لیکن سلارا جب رہا ہو کر آئے گی تو پھر کیا ہو گا؟"

دوسری طرف گوڈوانی سوچ رہا تھا: "مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ وہی سلارا ہے۔ آواز اور لب و لہجہ وہی ہے۔ قد اور جسامت بھی ویسی ہی ہے، چلنے کا انداز بھی تقریباً ویسا ہی ہے لیکن صورت دوسری ہے، بالکل نئی چیز لگتی ہے، اگر یہ وہی سلارا ہے جو میرے ساتھ وقت گزار چکی ہے تو میں اتنا نادان نہیں ہوں کہ اس سے شادی کر لوں۔ ہاں، یہ الگ سی بات ہے کہ یہ پہلے سے زیادہ حسین ہو گئی ہے تو میں اس سے دوستی رکھوں۔"

وہ دونوں اپنے اپنے دل میں سوچ رہے تھے اور وڈیو فلم میں سلارا کو دیکھ رہے تھے۔ جب سلارا اپنی گفتگو کے اس حصے تک پہنچی، جہاں وہ کہہ رہی تھی: "بھائی! تم جانتے ہو، میں مردوں سے نفرت کرتی رہی ہوں لیکن یہ دل بڑا بے ایمان ہوتا ہے، اچانک ہی کسی مرد پر آ جاتا ہے۔ میں پارس کی جواں مردی سے متاثر ہو گئی ہوں اور اسے دل و جان سے چاہنے لگی ہوں۔"

یہ باتیں سُن کر گوڈوانی کی سمجھ میں آیا، آخر اسے کون سی بات کھٹک رہی تھی کہ یہ وہ سلارا نہیں ہے جو اس کے ساتھ رہ چکی ہے بلکہ دوسری ہے اور یہی جارج فری مین کی بہن ہے۔ اس کی باتوں سے صاف پتا چل رہا ہے کہ یہ مردوں سے نفرت کرتی ہے اور زندگی میں پہلی بار پارس کی جواں مردی سے متاثر ہوئی ہے اور جب پہلی بار پارس سے متاثر ہوئی ہے تو پھر میرے پاس کب آئی تھی؟

جب سلارا نے ماسک مین کی تجویز پیش کردی تو گوڈوانی نے اسکرین کو آف کرنے کے بعد کہا "جارج! اب کیا کہتے ہو، یہ تو کہتی ہے، مردوں سے نفرت کرتی رہی ہے۔ زندگی میں پہلی بار پارس سے متاثر ہوئی ہے۔ اب بتاؤ، تمہارا جھوٹ کھل رہا ہے یا نہیں؟"

"گوڈوانی! جس کے دماغ میں شبہات جڑ پکڑ لیں، وہ عقل کی بات سمجھ نہیں پاتا۔ ذرا اس وڈیو فلم کو پھر سے چلا کر دیکھو اور سلارا کی باتوں پر غور کرو۔ وہ یہ باتیں دراصل ماسک مین کو سنا رہی ہے کہ وہ پارس سے متاثر ہے اور فرہاد کی ٹیم کا ساتھ دینا چاہتی ہے لہٰذا ماسک مین سے سمجھوتا نہ ہو تو فوراً فرہاد سے سمجھوتا کر لینا چاہیے، اس طرح دونوں بہن بھائی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لیں گے۔ بلا سے مشین ہمارے ہاتھ سے نکل کر فرہاد کے ہاتھ میں چلی جائے، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہمیں تو یہ علم آجائے گا۔"

گوڈوانی سوچ میں پڑ گیا۔ جارج فری مین نے کہا "ذرا عقل سے کام لو، وہ کہتی ہے کہ مردوں سے نفرت کرتی آئی ہے اور تم خود اس بات کے گواہ ہو کہ وہ تم سے محبت کرتی آئی ہے لیکن ماسک مین اس بات کو نہیں سمجھتا، وہ تو یہی سوچے گا کہ سلارا کے دل کا معاملہ ہے لہٰذا وہ پارس کی طرف جھکے گی اور فرہاد کا ساتھ دے گی۔ فرہاد کسی طرح بھی ماسک مین کی قید سے نکال لائے گا، جس کے نتیجے میں وہ اپنے آدمی کو بھی ٹیلی پیتھی کا علم نہیں سکھا سکے گا، اب تم بتاؤ کہ تم نے ماسک مین کو کیا جواب دیا ہے؟"

فرینک سیلر گوڈوانی نے کہا "میں نے اُن سے صاف کہہ دیا ہے کہ اس کے صرف ایک آدمی کو ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا جائے گا اور اس کے بدلے سلارا ہمارے حوالے کی جائے گی۔"

"یہی پیغام سلارا کی باتوں میں پوشیدہ ہے جسے میں نے سمجھ لیا ہے۔ ہم اس کے ایک آدمی کو ٹیلی پیتھی کا علم سکھا کر اسے واپس لا سکتے ہیں۔"

گوڈوانی نے ایک گہری سانس لے کر کہا "یہ چکر ابھی میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ بہرحال، میں اس وقت کا انتظار کروں گا جب سلارا رہا ہو کر یہاں آئے گی، سب سے پہلے میں اس سے ملاقات کروں گا اور اپنا شبہ دُور کروں گا۔"

"کوئی بھی شکی مزاج جب عقل سے کام نہ لے تو کسی طرح بھی اپنا شبہ دُور نہیں کر سکتا، یہ بات ایک موٹی سی عقل میں بھی آئے گی کہ پارس شکل سے کوئی سولہ سترہ برس کا جوان ہوگا اور میری بہن ستائیس برس کی ہے۔"

گوڈوانی چپ چاپ وہاں سے چلا آیا۔ جارج فری مین کی بہت سی باتیں دل کو اور دماغ کو لگ رہی تھیں۔ ان باتوں کو تسلیم کرنے کو جی چاہتا تھا لیکن پھر سوچنے لگتا تھا جارج قابلِ اعتماد نہیں رہا۔ مجھ سے بڑی بڑی رقمیں لے چکا ہے اور اب تک مشین سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکا۔ آٹھ برس گزر چکے ہیں، پتا نہیں اور وہ مجھے کب تک ٹالتا رہے گا۔ جو شخص مشین کے معاملے میں دھوکا دیتا آرہا ہو، وہ بہن کے معاملے میں بھی دھوکا دے سکتا ہے، پھر یہ کہ سلارا نے اپنی باتوں میں ایک خفیہ پیغام بھیجا ہے کہ فرہاد سے دوستی کی جا سکتی ہے، پارس اس کا محبوب بن سکتا ہے اور وہ دونوں بہن بھائی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر سکتے ہیں۔

اگر سلارا کا یہی پیغام ہے تو گوڈوانی کو اور زیادہ نقصان پہنچے گا۔ وہ تقریباً ایک کروڑ ڈالر کے قریب جارج فری مین کو دے چکا ہے، وہ ساری رقم ڈوب جائے گی، اگر واقعی اس نے اپنی بہن سلارا کو چھپا رکھا ہے اور اس سے اب تک نہیں ملایا ہے تو وہ پارس کے حصے میں چلی جائے گی اور ان بہن بھائی کی حفاظت فرہاد کرے گا۔ اس نے سوچا "میں بے انتہا دولت مند ہوں۔ خفیہ طور پر دُنیا کے بڑے بڑے قاتلوں اور بدنامِ زمانہ اسمگلروں کو اپنی مُٹھی میں رکھتا ہوں۔ میرے خفیہ ہاتھ ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں لیکن جب سوچ کی لہریں میرے دماغ میں پہنچیں گی تو میں کہیں کا نہیں رہوں گا لہٰذا مجھے جتنی جلدی ہو سکے، اس مشین تک پہنچنا چاہیے اور ان بہن بھائی کو فرہاد اور پارس تک پہنچنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔"

اب ایک نیا کھیل شروع ہو رہا تھا۔ فرینک سیلر گوڈوانی تین طرف سے رسّہ کشی میں اُلجھا ہُوا تھا۔ ایک طرف جارج فری مین سے دوستی بھی کر رہا تھا اور دُشمنی بھی۔ دوسری طرف اپنے دستِ راست کے ذریعے جارج فری مین کے خلاف ایک گینگ بنا کر ماسک مین سے سودا کر رہا تھا۔ تیسری طرف اس فکر میں تھا کہ جارج فری مین اپنی بہن کی خاطر پارس اور فرہاد سے دوستی نہ کر لے۔ حالات بتا رہے تھے کہ وہ بہن بھائی، فرہاد کی طرف ہی جُھکیں گے، وہ مشین تیار کرنے والے اُسے جنگل کے کسی خفیہ حصّے سے نکال کر خود ہی بابا صاحب کے ادارے میں پہنچائیں گے۔ سلارا نے جس انداز میں پارس سے محبت کا اظہار کیا تھا، وہ ماسک مین کو بھی چونکانے والا تھا، وہ بھی اسی انداز میں سوچ رہا ہوگا کہ بھائی بہن سے معقول سمجھوتا نہ ہُوا تو مشین ہاتھ سے نکل جائے گی۔

اور جارج فری مین ایک ایسا اونٹ تھا جس کے متعلق یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کس کروٹ بیٹھے گا۔

❦

پارس اوّل اسپتال سے ادارے میں پہنچ گیا۔ اُس نے جناب شیخ صاحب، رسونتی، پارس دوم اور ادارے کے دوسرے تمام افراد سے ملاقات کی۔ سب اُسے نئی زندگی پانے کی مبارک باد دے رہے تھے۔

آرمر بہت خوش تھا، اُسے گلے لگا کر کہہ رہا تھا "جوجو بڑی بے چینی سے انتظار کر رہی لیکن مُنہ پھُلائے بیٹھی ہے۔"

پارس اس کاٹیج میں گیا جہاں جوجو کی رہائش تھی، وہ ہاتھ اُٹھا کر دروازے پر دستک دینا چاہتا تھا پھر رُک گیا۔ اپنے دماغ میں بولنے لگا "میں بالکل صحت مند نہیں ہُوں۔ میرا دماغ پوری طرح حسّاس نہیں ہے، اگر تم میرے دماغ میں ہو تو دروازہ کھول دو، میں دستک نہیں دوں گا۔"

اُس نے ذرا دیر انتظار کیا، دروازہ نہیں کھُلا، نہ ہی جوجو نے دماغ میں کچھ کہا سو وہ بولا "میں پانچ تک گِن رہا ہُوں، اگر پانچ کہتے ہی دروازہ نہ کھُلا تو میں واپس چلا جاؤں گا۔"

اُس نے ٹھہر ٹھہر کر گِننا شروع کیا "ایک، دو، تین، چار۔"

پھر پانچ کہنے سے پہلے جوجو کی آواز سُنائی دی "میں تمہارے دماغ میں نہیں ہُوں۔ دستک نہیں دو گے تو دروازہ کیسے کھُلے گا، مجھے کیسے معلوم ہوگا، دروازے پر کون آیا ہے؟"

پارس نے چونک کر کہا "ارے ہاں، یہ تو میں بھول ہی گیا تھا جب تم میرے دماغ میں نہیں ہو تو میری گنتی کیسے سُن سکو گی اور پھر کیسے معلوم ہوگا کہ میں دروازے پر آیا ہوا ہوں۔ مجھ سے تو بڑی بھول ہوئی۔"

اس نے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھُلا وہ سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ اُس نے بچّوں کے سے انداز میں دو چوٹیاں گوندھ کر ربن باندھی ہوئی تھی۔ چہرے پر وہی بھولپن، وہی معصومیت تھی لیکن جسمانی طور پر بھرپور جوان تھی۔ پارس کو چند لمحوں کے لیے کچھ عجیب سا منظر دکھائی دیا یعنی گردن تک وہ جوجو تھی اور گردن سے نیچے سلارا کا جسم نظر آرہا تھا۔ اُس نے جلدی جلدی پلکیں جھپک کر دیکھا تو جوجو سالم کھڑی ہوئی تھی۔ سلارا کے ساتھ جو وقت گزرا تھا، وہ جوجو کو دیکھ کر یاد آرہا تھا۔ اُس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو جوجو!"

وہ مُنہ پھُلائے ہوئی تھی۔ اس سے مُنہ پھیر کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے منانے کے لیے شانے پر ہاتھ رکھا تو پھر یوں لگا جیسے سلارا کے بدن پر ہاتھ رکھ رہا ہو۔ جس طرح ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوتا ہے، اسی طرح سلارا کی جوانی، جوجو کی جوانی کو اس کے سامنے روشن کر رہی تھی۔ اب سے پہلے اس نے جوجو کو نہ ایسی نگاہوں سے دیکھا تھا، نہ اس کے متعلق ایسا سوچا تھا مگر اب بے اختیار سوچتا جا رہا تھا۔

اُس نے پوچھا "آخر ناراض کیوں ہو؟"

"میں تم سے نہیں بولوں گی۔ پہلے اُس جنگل والی کے ساتھ گھومتے رہے پھر اسپتال آئے تو سانپ والی کے ساتھ رہنے لگے، جب اُن سے دوستی کرنی ہے تو پھر میرے پاس آنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تمہاری دوست نہیں ہُوں۔"

"بھئی، تم میری دوست نہیں ہو مگر میں تو تمہارا دوست ہوں، اسی لیے تو جنگل والی کو، سانپ والی کو اور ساری دنیا کو چھوڑ کر تمہارے پاس آیا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر اس کی طرف منہ کرتے ہوئے بولی "سچ کہہ رہے ہو؟"

"تمہاری جان کی قسم جھوٹ بولوں گا تو تم مر جاؤ گی۔"

اس کی قسم پر یقین آ گیا۔ اس نے جلدی سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے اپنا ہاتھ کھینچ کر کہا "اتنے دنوں بعد ملے ہیں تو ایسے نہیں ملیں گے۔"

اس نے معصومیت سے پوچھا "پھر کیسے ملیں گے؟"

"ٹھہرو، ابھی بتاتا ہوں۔"

اس نے پلٹ کر دروازے کو اندر سے بند کر دیا، وہ بولی۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟"

"دوستی کر رہا ہوں۔"

وہ اس کے قریب آیا پھر اس کے ہاتھ کو تھام کر بولا "دیکھو، پہلے جب ہم ملتے تھے یا رخصت ہوتے تھے تو تم میری ہتھیلی کی پشت کو چومتی تھیں اور میں تمہاری ہتھیلی کی پشت کو بوسہ دیتا تھا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "یہ بھی کوئی یاد دلانے والی بات ہے، یہ تو میں کبھی بھول ہی نہیں سکتی، یہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔"

"لیکن اب ہم بچے نہیں رہے، بڑے ہو گئے ہیں، جوان ہو گئے ہیں لہٰذا جوانوں کی طرح ملنا چاہیے۔"

"جوان کیسے ملتے ہیں؟"

"دیکھو، تم اپنے دونوں ہاتھ میری گردن پر رکھو، میں اپنے دونوں ہاتھ تمہاری کمر پر رکھوں گا پھر ہم قریب آئیں گے۔"

وہ دونوں ہاتھ گردن پر رکھ کر بولی "میں قریب تو آؤں گی مگر گدگدی نہیں کرنا، نہیں تو چلانا شروع کر دوں گی۔"

پارس نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "اب تم کچھ سوچ رہی ہو؟ کچھ محسوس کر رہی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "جب تم میرے سامنے ہو تو کچھ سوچنے اور محسوس کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ چلو کیرم کھیلیں گے۔"

"لاحول ولاقوۃ، سارا رومانس چوپٹ کر رہی ہو۔ دیکھو، میری آنکھوں میں دیکھو۔ میں بھی تمہاری آنکھوں میں دیکھ رہا ہوں — ذرا قریب آ کر دیکھو۔"

دونوں کے چہرے قریب آنے لگے۔ پارس کا چہرہ تمتما رہا تھا لیکن جوجو کے چہرے پر بلا کی معصومیت تھی۔ اچانک ہی پارس ہڑبڑا کر الگ ہو گیا۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ اس نے جلدی سے پلٹ کر دروازے کو کھولا، وہاں رسونتی، آر مراد اور شیخ صاحب کھڑے ہوئے تھے۔ رسونتی نے گھور کر دونوں کو دیکھا پھر پوچھا "دروازہ بند کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

پارس نے گڑبڑا کر کہا "وہ ماما، بات اصل میں یہ ہے کہ میں جوجو کو ڈرا رہا تھا۔ کہیں یہ کمرے سے باہر نہ بھاگ جائے، اس لیے میں نے دروازے کو بند کر دیا تھا۔"

جوجو نے جلدی سے کہا "جھوٹے کہیں کے، بڑوں کے سامنے جھوٹ بولتے ہو، اللہ میاں گناہ دیں گے۔ تم تو دروازہ بند کر کے مجھے جوانوں کی طرح دوستی کرنا سکھا رہے تھے۔"

پارس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر نظریں جھکا لیں۔ آر مر جھینپ کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ رسونتی نے کہا "جناب شیخ صاحب! میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں، ان کا اتنا میل جول اچھا نہیں ہے۔ ان پر پابندیاں عائد کرنی چاہییں۔"

شیخ صاحب نے کہا "یہ بچپن سے ایک ساتھ کھیلتے آئے ہیں۔ عمر کے ساتھ ساتھ مزاج بدلتا ہے اور جب بچوں کا مزاج بدلنے لگے تو بزرگوں کو اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ پابندیاں عائد کرنے سے بچے باغی ہو جاتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے، میں اس سلسلے میں فرہاد سے بات کروں گی۔"

جناب شیخ صاحب نے کہا "پارس! جس طرح تم دونوں آزادی سے ملتے رہتے تھے، اسی طرح ملتے رہو۔ تم سمجھ دار ہو تمہاری طرف سے کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہیے، جس سے خود تمہیں شرمندگی محسوس ہو۔"

وہ تینوں چلے گئے۔ پارس نے دروازے کو کھلا رکھا، پھر دانت پیسنے کے بعد کہا "جوجو کی بچی! تمہیں یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ ہم جوانوں کی طرح دوستی کر رہے تھے۔"

"جو کر رہے تھے، وہی میں نے کہہ دیا۔ تمہیں جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آئی۔ کیا اچھے بچے کبھی جھوٹ بولتے ہیں؟"

"اب ہم بچے نہیں رہے، جوان ہو گئے ہیں اور جوانی میں ایسا وقت آتا ہے جب دل کی باتیں چھپانے کے لیے بزرگوں سے جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔"

"مجھے نہیں چاہیے ایسی جوانی۔ میں صاف صاف کہہ دیتی ہوں، میرے ساتھ رہنا ہے تو ہم بچے بن کر رہیں گے۔ کتنا مزہ آتا ہے۔ اللہ میاں بھی خوش ہوتے ہیں کہ بچے بہت اچھے ہیں، سچ بولتے رہتے ہیں۔"

پارس نے اس کے سراپا کو حسرت سے دیکھا۔ کیا حسن تھا، کیا شباب تھا لیکن اس حسن و شباب کے کباب میں بچپنا ہڈی بنا ہوا تھا۔ اس نے فوراً آگے بڑھ کر آہستگی سے پوچھا "میں ایک بات کہوں گا مگر وعدہ کرو، تم کسی سے نہیں کہو گی۔"

"میں کسی سے نہیں کہوں گی، کیا بات ہے؟"

"آج میں آدھی رات کو چپ چاپ تمہارے کمرے میں آؤں گا، تم دروازہ کھلا رکھنا یا پھر میرے دماغ میں آتی رہنا۔"

"سچ، کیا تم میرے کمرے میں آؤ گے؟ تمہارے جانے کے بعد میں نے بہت سی کتابیں پڑھی ہیں، نئے نئے کھلونے بھی خریدے ہیں، وہ سب تمہیں دکھاؤں گی۔"

"چلو یہی سہی، میں کھلونوں سے کھیلنے آؤں گا، مگر خدا کے لیے کسی سے نہ کہنا۔"

ادھر رسونتی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "فرہاد! یہ تمہارا پارس اول تم سے دو قدم آگے ہی جا رہا ہے۔"

میں نے کہا "بھئی، میرا بیٹا ہے۔ اس نے جارج فری مین کی قید سے رہا ہو کر اور جنگلات میں اپنی دلیری، ذہانت اور بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ کر کے ثابت کر دیا ہے کہ فرہاد پھر سے جوان ہو گیا ہے۔"

"یہی میں کہنے آئی ہوں، وہ بھرپور جوانی کا ثبوت دے رہا ہے۔ جنگل میں سلارا کے ساتھ منگل مناتا رہا ہے، پھر اس سانپ والی کے عشق میں مبتلا رہا۔ آج یہاں پہنچتے ہی کمرے کا دروازہ بند کر کے جوجو کی معصومیت سے کھیلنا چاہتا تھا۔"

"تم خواہ مخواہ الزام دے رہی ہو۔"

"میں اس کی دشمن نہیں ہوں۔ میں جانتی ہوں، ابھی وہ سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا، اس لیے چپ چاپ اس کے دماغ میں موجود تھی۔ جیسے ہی وہ جوجو کے قریب جانے لگا، میں نے دروازے پر دستک دی اور اسے دروازہ کھولنے پر مجبور کر دیا۔"

"تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں۔ وہ جوجو کے ساتھ ایسا کر سکتا ہے، اس لیے کہ بچپن سے وہ ساتھ کھیلتے رہے ہیں۔ ایک دوسرے سے گھرا لگاؤ رکھتے ہیں لیکن اس نے سلارا یا ماریہ سے عشق نہیں کیا ہے اور نہ ہی انھیں زیادہ قریب آنے کا موقع دیا ہے۔"

"تم یہ بات کیسے یقین سے کہہ سکتے ہو؟"

"تم ابھی پارس کے دماغ میں رہ کر اپنی بات یقین سے کہہ رہی تھیں، کیا میں پارس کے دماغ میں رہ کر اس کی پارسائی کو سمجھ نہیں سکتا؟"

"چلو، تم یہ تو تسلیم کرتے ہو کہ وہ جوجو کے ساتھ حد سے بڑھ رہا ہے۔"

"اگر وہ حد سے بڑھ رہا ہے تو ہم ان کی شادی کر دیں گے اور کوئی مسئلہ ہو تو بولو، ورنہ یہ فضول باتیں نہ کرو۔ تمہارا بیٹا پارس دوم زندگی میں پہلی بار ایک لمبے سفر پر روانہ ہو چکا ہے۔ اس وقت طیارے میں ہو گا، تم اس کی خیریت معلوم کرتی رہو۔"

وہ جھنجلا کر بولی "کیا خاک اس کی خیریت معلوم کروں۔ دو بار اس کے پاس جا چکی ہوں، وہ سانس روک لیتا ہے پھر کہتا ہے، ماما! میں پہلی بار زندگی کے عملی میدان میں آیا ہوں اور جس مشن پر جا رہا ہوں، وہاں مجھے کسی خیال خوانی کرنے والے کی ضرورت نہیں ہے۔"

میں نے پوچھا "تمہاری خیریت کیسے معلوم ہو گی؟"

اس نے جواب دیا "میں آنٹی اعلیٰ بی بی کے آس پاس ہی رہوں گا، آپ ان سے خیریت معلوم کر سکتی ہیں۔"

میں نے کہا "جب بیٹا تمہیں آنے سے منع کر رہا ہے تو پھر اس کے پاس نہ جاؤ۔ اسے پوری خود اعتمادی سے اپنے بل پر کام کرنے دو۔"

یہ درست ہے کہ میرے دونوں بیٹوں کو خیال خوانی کرنے والے بزرگوں کی ضرورت نہیں ہے لیکن کبھی کوئی ایسا مرحلہ بھی آ جاتا ہے، جہاں اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں ہوتا۔ میں نے سوچ لیا تھا اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کرتا رہوں گا، اس طرح مجھے پارس دوم کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔ لہٰذا آئندہ جو کچھ ہوتا رہا اور جو کچھ مجھے معلوم ہوا اسے میں ابھی بیان کر رہا ہوں۔

اس بار سپر ماسٹر کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ مجھ سے حاصل کی ہوئی ٹرانسفارمر مشین کس خفیہ اڈے میں رکھی گئی ہے۔ اس اڈے کا انچارج ایک دوسرا اعلیٰ افسر تھا، وہ انچارج اعلیٰ افسر خود اس اڈے کے اندر نہیں جا سکتا تھا۔ صرف دو ایسے میکینک تھے جو وہاں جا سکتے تھے، مشین کو چیک کر سکتے تھے اور اس کی کارکردگی سے متعلق رپورٹ پیش کر سکتے تھے۔ اگر سپر ماسٹر کو اس خفیہ اڈے سے تعلق رکھنے والے افسران کے متعلق کچھ بھی معلوم ہوتا تو اس کے دماغ سے میں معلومات حاصل کر لیتا چونکہ ایسا نہیں ہو رہا تھا، اس لیے اس مشین کو ہاتھ سے نکلے کئی برس ہو چکے تھے اور اب تک وہ ہاتھ نہیں آ رہی تھی۔

اعلیٰ بی بی نے اپنے خاص آدمیوں کے ساتھ وہاں کئی سال گزارے تھے۔ اس عرصے میں وہاں کے تمام اہم افسروں پر نظر رکھی تھی۔ حکومت کے جو اہم عہدے دار اخبارات میں یا ریڈیو کے ذریعے بیانات دیتے تھے، ان بیانات کو ریکارڈ کرتی تھی۔ اخبارات میں چھپنے والی تصاویر تراش کر رکھتی تھی۔ ایسے عہدے دار ٹی وی پر انٹرویو کے لیے یا کسی اور تقریب کے سلسلے میں آتے تو وہ وی سی آر کے ذریعے ان کی ویڈیو فلم تیار کر لیتی تھی پھر یہ ساری چیزیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں تک پہنچاتی اور ہم ان کے دماغوں میں پہنچ کر یہ معلوم کرتے کہ وہ عہدے دار حکومت میں ظاہری عہدے رکھنے کے باوجود اور کون سا خفیہ اہم عہدہ سنبھالے ہوئے ہیں؟

اس طریقۂ کار پر عمل کرتے ہوئے ہم ایک ایسے سلیکشن آفیسر تک پہنچے جو خفیہ سلیکشن بورڈ کا ممبر تھا۔ خفیہ اڈے کے انچارج اور دوسرے اسٹاف کو کئی آزمائشی مرحلوں سے گزارنے کے بعد وہاں

کی ڈیوٹی انھیں سونپی جاتی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے دُور ہی دُور سے اس کی نگرانی کرنے کے بعد مجھے بتایا "اس بورڈ کے دو ممبران اکثر ایک ساتھ دیکھے جاتے ہیں۔ یقیناً آپس میں ان کی دوستی ہو گی، وہ نہ شراب پیتے ہیں، نہ سگریٹ۔ سوچے سمجھے بغیر ان کے دماغ میں پہنچنا مناسب نہیں ہو گا، وہ خطرے کو محسوس کر لیں گے۔"

میں نے کہا "جیسا کہ تم جانتی ہو، ہم نے اس ٹرانسفارمر مشین کا کیس پارس دوم کے حوالے کیا ہے، وہ اس سلسلے میں ٹیلی پیتھی پر انحصار نہیں کرنا چاہتا، اپنے بل بوتے پر کچھ کر گزرے گا لہٰذا میں اس سلسلے میں اس سے بات کر کے ابھی تمہیں بتاتا ہوں۔"

میں پارس دوم کے پاس آیا۔ وہ طیارے میں سفر کر رہا تھا ایک سیٹ پر آرام سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے سونے کی کوشش کر رہا تھا اس کے آس پاس والی سیٹوں پر کچھ جوان لڑکیاں اور ان کے بوائے فرینڈز بیٹھے ہوئے تھے اور ہنستے، کھلکھلاتے جا رہے تھے چونکہ ان کی تہذیب میں گھر اور بازار ایک ہی جگہ ہوتی ہے، وہ کہیں بھی ایک دوسرے سے بغل گیر ہو جاتے ہیں لہٰذا وہ وہاں بھی یہی تماشے کر رہے تھے۔ میں نے اُسے مخاطب کیا، اس نے پوچھا "یس پاپا!"

"کیا تم سونا چاہتے ہو؟"

"کوشش کر رہا ہوں، آپ کیسے آ گئے؟"

"اعلیٰ بی بی ایسے سلیکشن افسران تک پہنچ گئی ہے، جو اس خفیہ اڈے کے لیے اہم افسران کا انتخاب کرتے ہیں۔"

پارس دوم نے پوچھا "یعنی وہ دونوں سلیکشن آفیسر اس خفیہ اڈے کے بارے میں جانتے ہوں گے؟"

"یا تو وہ جانتے ہوں گے یا پھر ان افسران کا نام اور پتا ضرور معلوم ہو گا جو اس خفیہ اڈے کے انچارج ہیں۔ میرا اپنا طریقہ کار تم جانتے ہو۔ وہ سلیکشن آفیسر سگریٹ اور شراب نہیں پیتے لہٰذا انھیں زخمی کر کے یا انھیں اعصابی کمزوری میں مبتلا کر کے ان کے دماغوں تک پہنچ سکتا ہوں اور بہت کچھ معلوم کر سکتا ہوں لیکن چونکہ یہ کیس تمھارے ہاتھ میں ہے، اس لیے پوچھنے آیا ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو؟"

"کل میں وہاں پہنچنے والا ہوں، آنٹی سے کہہ دیجیے کہ ان دو افسران کو اغوا کر کے کسی خفیہ جگہ لے آئیں، میں ٹیلی پیتھی کے بغیر ان سے اس اڈے کے متعلق سب کچھ اُگلوا لوں گا۔"

وہ سونے کی کوشش کر رہا تھا میں وہاں سے چلا آیا لیکن وہ سو نہ سکا، اسی طرح آنکھیں بند کیے پڑا ہوا تھا۔ اچانک اپنے قریب خوشبو محسوس کی۔ فوراً آنکھ کھول کر دیکھا تو ایک لڑکی اُس پر جھکی ہوئی تھی، مسکرا کر کہہ رہی تھی "کیا سو رہے ہو؟"

لڑکی اچھی خاصی تھی، خود آئی تھی۔ ایسے میں اپنی خوش قسمتی کا یقین ہو جاتا ہے، بے اختیار مسکراہٹ ہونٹوں پر آتی ہے لیکن پارس نے ناگواری سے کہا "جب کوئی آنکھیں بند کر کے سو رہا ہو تو اس کے پاس آ کر یہ احمقانہ سوال نہیں کرنا چاہیے۔"

لڑکی کو اس کی ناگواری بُری لگی، اس نے جبراً مسکراتے ہوئے کہا "میں جانتی ہوں، تم سو نہیں رہے ہو، جاگ رہے ہو۔"

"جب تم جانتی تھیں کہ میں جاگ رہا ہوں تو پھر یہ پوچھنے کی کیا ضرورت تھی کہ میں سو رہا ہوں۔"

وہ اس بات پر کچھ لاجواب سی ہو گئی، پھر جھنجلا کر بولی "تم بہت بدمزاج ہو، میں اپنی سیٹ سے اُٹھ کر تمھارے پاس آئی ہوں، تمھیں خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا چاہیے لیکن تم نہایت ہی بداخلاق اور بدتمیز ہو۔"

"رات کے دو بجے کسی کو نیند سے جگانا خوش اخلاقی ہے تو مجھے بداخلاق ہی رہنے دو۔"

وہ اُس پر جھکی ہوئی تھی۔ غصے میں سیدھی کھڑی ہو گئی پھر پاؤں پٹختی ہوئی اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اُس کے ساتھی نے پوچھا "کیا بات ہے، تم تو مجھ سے ناراض ہو کر گئی تھیں؟"

"ہاں، میں چاہتی تھی، تمھارے پاس نہ بیٹھوں، اُس جوان کو یہاں بھیج کر اُس کی سیٹ پر بیٹھ جاؤں مگر وہ بدتمیز ہے، اُس نے میری انسلٹ کی ہے۔"

اُس کے ساتھی نے گھور کر ذرا دُور بیٹھے ہوئے پارس کی طرف دیکھا پھر پوچھا "اُس نے کیا بدتمیزی کی ہے؟"

لڑکی کا منہ ایسا بن گیا جیسے اب تب میں رونے والی ہو، پھر اُس نے پوچھا "کیا میں حسین نہیں ہوں؟"

"بے شک ہو۔"

"تم کہا کرتے ہو میرے شباب اور میری صحت مندی کو دیکھ کر جی نہیں بھرتا۔"

وہ اُس کی طرف جُھک کر بولا "بے شک، تم نیند کی گولی ہو، جب تک حلق سے نہ اُترو، نیند نہیں آتی۔"

"اگر ایسا ہے تو کیا وہ نوجوان اندھا ہے کہ اُسے میرا حُسن اور شباب دکھائی نہیں دیا، اُس نے مجھے ایسے نظرانداز کیا ہے جیسے کسی بدصورت عورت کو کیا جاتا ہے۔"

"پھر تو اُس نے واقعی انسلٹ کی ہے، بہت ہی بدتمیز ہے۔"

"میں اُس کے منہ پر تھوکنا چاہتی ہوں۔"

"تمھیں روکا کس نے ہے؟"

"ذرا عقل سے سوچو، میں اپنی سیٹ سے اُٹھ کر اُس کے پاس جاؤں گی۔ وہاں جا کر تھوکوں گی تو الزام مجھ پر آئے گا، اگر وہ کسی طرح میری طرف آئے تو میں اُس پر کوئی الزام لگا کر تھوک سکتی ہوں۔ دیکھو، میں

صاف طور سے کہہ دیتی ہوں، جب تک میں اُس کی انسلٹ نہیں کروں گی، مجھے نیند نہیں آئے گی، میں صبح ناشتا بھی نہیں کروں گی اور تمھیں لفٹ بھی نہیں دوں گی۔"

"ارے واہ، پہلے بھی تم غصہ دکھا کر گئی تھیں، واپس آ کر اور غصہ دکھا رہی ہو، میں تمھارے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

"اگر میرے اتنے ہی دیوانے ہو تو جاؤ، کسی طرح اس کی انسلٹ کر دو یا اُسے میری طرف آنے پر مجبور کر دو، کیا میری انسلٹ تمھاری انسلٹ نہیں ہے؟"

اُس نے حسرت سے اس لڑکی کے حسین چہرے اور گلابی ہونٹوں کو دیکھا پھر سرد آہ بھر کے بولا "مجھے جانا ہی ہو گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر پارس کے پاس آیا پھر اُس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا "اے مسٹر! اُٹھو۔"

پارس اُس آرام دہ سیٹ پر آدھا بیٹھا اور آدھا لیٹا ہوا تھا، اُس کے ہاتھ مارنے سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اُس کی آنکھوں پر سیاہ عینک تھی تاکہ طیارے میں جو ہلکی سی روشنی ہو، وہ بھی اُس کی آنکھوں میں نہ چُبھے اور وہ آرام سے سوتا رہے لیکن اُسے سونے نہیں دیا جا رہا تھا۔ اس نے پوچھا "بھئی کون ہو، کیا چاہتے ہو؟"

وہ آنے والا اس پر جُھک گیا پھر آہستگی سے بولا "تم نے میری گرل فرینڈ کی انسلٹ کی ہے۔"

پارس ایک اندھے کی طرح ہاتھ سے ٹٹول کر اُسے چھُوتے ہوئے بولا "کیا تم اُس لڑکی کی بات کر رہے ہو جو تھوڑی دیر پہلے آئی تھی؟"

آنے والے نے حیرانی سے پارس کے اس انداز کو دیکھا پھر اُس کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا "کیا تمھیں دکھائی نہیں دیتا؟"

اُس نے ایک سرد آہ بھری۔ دوسرے ہاتھ سے سیاہ عینک کو اُتار کر اپنی آنکھیں دکھائیں۔ اُس نے اپنی دونوں پتلیاں اُوپر چڑھا لی تھیں، سفید دیدے دکھائی دے رہے تھے، وہ کہہ رہا تھا "میں بینائی سے محروم ہوں، میری سمجھ میں نہیں آتا، میں نے اس لڑکی کی کس طرح انسلٹ کی ہے؟"

اُس شخص نے اس کے ہاتھ کو تھپتھپاتے اور ہنستے ہوئے کہا "دوست! میں سمجھ گیا، میری گرل فرینڈ کو مغالطہ ہُوا تھا۔"

وہ واپس اپنی سیٹ پر آ کر بولا "تم بھی کمال کرتی ہو، بھئی تم لاکھ حسین اور پُرشباب سہی لیکن ایک اندھا تمھیں کیسے دیکھ سکتا ہے، کیسے تعریف کر سکتا ہے، کیسے تم سے متاثر ہو سکتا ہے؟"

اُس لڑکی نے چونک کر پوچھا "کیا وہ اندھا ہے؟"

"ہاں، اس کی دونوں پتلیاں اُوپر چڑھی ہوئی ہیں، اس عیب کو چھپانے کے لیے وہ سیاہ عینک پہنتا ہے۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ اُس نے سیاہ عینک کے پیچھے پارس کی آنکھیں نہیں دیکھی تھیں لیکن یقین کرنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا کہ اتنا خوبرو جوان اندھا ہو گا اور ایسے انداز میں باتیں کرے گا جیسے اندھا نہ ہو۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا لیکن اپنے دوست کے کہنے پر یقین کر رہی تھی۔ اس طرح اس بات کا اطمینان ہو رہا تھا کہ جب وہ اندھا ہی ہے اور اس کے حُسن و شباب کو دیکھا ہی نہیں ہے تو پھر انسلٹ نہیں ہوئی۔

اُس نے دُور بیٹھے ہوئے پارس کو دیکھا جو پوری طرح نظر نہیں آ رہا تھا پھر وہ سیٹ کی پُشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر کے بڑے دُکھ سے سوچنے لگی "کاش! اسے تھوڑی دیر کے لیے آنکھیں مل جاتیں اور وہ میرے حُسن و شباب کو دیکھ لیتا تو مجھ پر ہزار جان سے مر مٹتا۔"

جن عورتوں کو اپنے حُسن و شباب پر ناز ہوتا ہے، وہ کسی طرح مطمئن نہیں ہوتیں، خواہ ساری دُنیا تعریفیں کرتی رہے، وہ چاہتی ہیں، اندھوں کے سامنے سے بھی گزریں تو وہ دل تھام کر رہ جائیں۔

دوسری صبح اس حسینہ کے دماغ کو ایک زبردست جھٹکا پہنچا۔ پچھلی رات سے زیادہ توہین کا احساس ہُوا کیونکہ پارس نے سیاہ عینک نہیں پہنی تھی۔ دُور ہی سے اُس کی صاف چمکیلی اور پُرکشش آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں، وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر ٹوائلٹ کی طرف جا رہا تھا۔ اُس نے غصے سے اپنے ساتھی کو جھنجوڑ کر کہا "دیکھ لیا تم نے! اُس نے ہم دونوں کو اُلّو بنایا تھا، اندھا نہیں ہے، وہ دیکھو جا رہا ہے۔"

وہ شخص غصے سے اُٹھ کر ٹوائلٹ کی طرف آیا پھر پارس کے کاندھے پر ہاتھ مار کر بولا "ہیلو مسٹر! تم تو اندھے تھے؟"

اُس نے جواب دیا "خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے دیکھنے کے لیے آنکھیں دی ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے، تم ہمیں اُلّو بنا رہے تھے۔"

"تم کچھ بھی سمجھ سکتے ہو، میرے لیے آرام سے سونے کا یہی ایک راستہ تھا۔"

"میں تمھیں ہمیشہ کے لیے سُلا سکتا ہوں، یہ میرے بازو دیکھ رہے ہو۔"

اُس نے مُٹھی باندھ کر اپنی مضبوط کلائی اور ایک بازو کی مچھلی اُبھار کر دکھائی۔ پارس سہم کر پیچھے ہٹ گیا۔ ایک اسٹیورڈ سے بولا۔ "دیکھو، یہ صاحب مجھے مارنے کی دھمکی دے رہے ہیں، میں کوئی جھگڑا کرنے والا آدمی نہیں ہوں، ایک سیدھا سادہ مسافر ہوں۔"

اسٹیورڈ نے اُس کے بازو کی اُبھری ہوئی مچھلی کو دیکھ کر کہا "مسٹر! یہ غلط ہے۔ تھوڑی دیر کا سفر ہوتا ہے، آپ لوگوں کو میل محبت سے رہنا چاہیے۔ پلیز! آپ ایسا نہ کریں۔"

اُس نے کہا "یہ شخص ہمیں اُلّو بنا رہا تھا، خود کو اندھا ظاہر کر رہا تھا۔"

پارس نے پوچھا "کیا میں اندھا بن کر آپ کے پاس آیا تھا یا آپ میرے پاس آئے تھے؟"

اس حسینہ نے قریب آ کر کہا "پہلے میں آئی تھی، تم نے مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کی۔"

پارس نے پوچھا "تم رات کے کتنے بجے آئی تھیں؟"

"دو بجے۔"

"اور میں اس وقت سو رہا تھا۔ کیا کسی شریف آدمی کے پاس کوئی عورت رات کے دو بجے آتی ہے؟"

وہ پاؤں پٹخ کر بولی "میں مجبور تھی، اپنی سیٹ بدلنا چاہتی تھی۔"

اسٹیورڈ نے کہا "سوری مس! آپ کو یہ بات ہم سے کہنی چاہیے تھی کیونکہ یہ ہمارا کام ہے۔ ہم آپ کا کوئی بھی مسئلہ حل کر سکتے ہیں۔"

وہ حسینہ غصے سے اپنے عاشق کو دیکھنے لگی۔ اسٹیورڈ سے یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ اس نے اس کے حسن و شباب کی ناقدری کی ہے، وہ ایک دولت مند باپ کی مغرور بیٹی تھی۔ اس کا عاشق خوشامدانہ انداز میں اس کی تعریفیں کرتا آیا تھا کیونکہ اسے صرف حسینہ ہی نہیں اس باپ کی دولت بھی ملنے والی تھی۔ وہ سمجھتا تھا، اس کی محبوبہ اپنی توہین کے احساس سے تلملا رہی ہے اور اس کا غصہ اسی وقت ختم ہوگا جب توہین کرنے والے کی بھی انسلٹ ہوگی... یا وہ اس سے معافی مانگے گا۔ اس نے اپنی محبوبہ کو خوش کرنے کے لیے پارس سے کہا "مسٹر! بات ختم کرو اور ایک لڑکی کا احترام کرتے ہوئے اس سے معافی مانگ لو۔"

اسی وقت ٹوائلٹ کا دروازہ کھلا۔ ایک شخص باہر آیا۔ پارس اس دروازے سے اندر جانا چاہتا تھا۔ اس شخص نے راستہ روکنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے اس کے پنجے سے پنجہ ملا دیا پھر کہا "میں کسی کمزور سے بھی نہیں لڑتا اور تم تو پہلوان آدمی ہو، مجھے کمزور سمجھ کر جانے دو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "اس طرح نہیں جا سکو گے، پہلے میری محبوبہ سے معافی مانگو۔"

یہ کہتے ہی اس نے پنجہ موڑنا چاہا۔ اسے محسوس ہوا جیسے اس کی انگلیاں فولادی انگلیوں میں جا کر پھنس گئی ہیں۔ اس نے پریشان ہو کر پارس کو دیکھا اور سوچا "یہ نوجوان اگرچہ صحت مند اور تگڑا نظر آتا ہے لیکن میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا، اس کی انگلیاں اتنی مضبوط ہوں گی۔ مجھے ان انگلیوں کو موڑنا ہوگا، توڑنا ہوگا، نہیں تو سوئٹی دھتکار کر مجھے اپنی زندگی سے نکال دے گی۔"

وہ پوری قوت لگا کر اس کے پنجے کو موڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ پارس سیدھا کھڑا ہوا تھا اور اسٹیورڈ سے کہہ رہا تھا "دیکھو، ساری بات تمہارے سامنے ہے۔ میں لڑنے جھگڑنے والا آدمی نہیں ہوں۔ چپ چاپ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا ہے اور یہ مجھے توڑ مروڑ کر رکھ دے گا تو میں بھلا کیا کر سکوں گا۔"

اسٹیورڈ نے آگے بڑھ کر کہا "اے مسٹر! ایک سیدھے سادے مسافر کو پریشان کیوں کر رہے ہو؟"

وہ حسینہ، اسٹیورڈ کے سامنے آ کر اس کا راستہ روکتے ہوئے بولی "تم ان کے درمیان نہ جاؤ۔ اس نے میری انسلٹ کی ہے، اس کی سزا اسے ملے گی۔"

پھر وہ پلٹ کر اپنے عاشق سے بولی "ایڈی! توڑ دو اس کا ہاتھ۔"

اسی لمحے میں کڑکڑ کی دھیمی آواز سنائی دی۔ سوئٹی خوش ہو کر بولی "ٹوٹ گئیں اس کمبخت کی انگلیاں۔"

لیکن ایڈی کی چیخ سن کر وہ حیران رہ گئی۔ پارس اس کا ہاتھ چھوڑ کر ٹوائلٹ میں گیا تھا اور اندر سے دروازے کو بند کر چکا تھا۔ اس کا محبوب تکلیف سے کراہتے ہوئے اسٹیورڈ سے کہہ رہا تھا "پلیز! میری مدد کرو، میری انگلیاں ٹوٹ گئی ہیں، مجھے طبی امداد دو۔"

سوئٹی پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا، وہ چپ چاپ ان کے درمیان سے گزرتی ہوئی اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ وہ مغرور لڑکی اپنی توہین کے احساس سے اندر ہی اندر مری جا رہی تھی۔ اس سے بڑی انسلٹ اور کیا ہو سکتی تھی کہ اس کی طرف سے انتقام لینے والا ابھی اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں تڑوا بیٹھا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی "آخر یہ ہے کون؟ بار بار سہما ہوا کہہ رہا تھا کہ شریف آدمی ہے، لڑنا جھگڑنا نہیں جانتا لیکن ایڈی سے پنجہ ملاتے ہی دیر نہیں کی، لکڑی کی سوکھی تیلیوں کی طرح اس کی انگلیاں توڑ ڈالیں۔ او گاڈ! میں اپنی توہین کا انتقام کیسے لوں؟ اگر اس سے سامنا ہوگا تو میں اس سے نظریں نہیں ملا سکوں گی، وہ مجھ پر ہنسے گا۔ میں اس سے کمتر ہو رہی ہوں۔"

اس نے بے اختیار اپنی سیٹ پر سے گھوم کر دور ٹوائلٹ کی طرف دیکھا، کہیں وہ آ تو نہیں رہا ہے۔ پھر سیدھی بیٹھ گئی۔ سوچنے لگی "میں اسے کیوں دیکھ رہی ہوں، وہ آئے یا نہ آئے، میری بلا سے۔"

پھر اس کے دماغ نے کہا "مجھے ندامت سے مرنا نہیں چاہیے، یہ سوچنا چاہیے کہ انتقام کیسے لیا جا سکتا ہے، مجھے عقل سے کام لینا چاہیے۔"

اس کی عقل نے سمجھایا "اس سے دوستی کی جائے، اس کا پتا معلوم کیا جائے پھر میں اپنے ڈیڈی کو پتا دے کر کہوں گی، اگر بیٹی کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھنا چاہتے ہیں تو اپنے قاتلوں کو اس پتے پر بھیج دیں۔ جب مجھے یقین آ جائے گا کہ یہ مغرور کسی کی انسلٹ کرنے کے قابل نہیں رہا ہے تو میں مسکراؤں گی بلکہ قہقہے لگاؤں گی۔"

یہ سوچتے ہی وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی، تیزی سے چلتی ہوئی

پارس کی خالی سیٹ کے پاس آئی پھر اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک شخص سے بولی "اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو میری سیٹ پر بیٹھ جائیں۔ اب تو صرف دو گھنٹے کا سفر رہ گیا ہے، اس خالی سیٹ پر جو صاحب بیٹھے ہیں مجھے ان سے ضروری گفتگو کرنی ہے۔"

اس شخص نے کہا "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میرے ساتھ میری ہمسفر بھی ہے۔"

"کوئی بات نہیں، آپ کو وہاں دو سیٹیں مل جائیں گی۔"

وہ شخص اپنی ہمسفر کے ساتھ اٹھ کر اس کی اور ایڈی کی سیٹ پر چلا گیا، وہ تیزی سے چلتی ہوئی اسٹیورڈ کے کیبن میں آئی۔ ایڈی ایک جگہ لیٹا ہوا تھا اور اس کی انگلیوں پر پٹیاں باندھی جا رہی تھیں۔ ایک ایئر ہوسٹس نے کہا "ہم فرسٹ ایڈ کے طور پر یہی کر سکتے ہیں، ان کی ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو کسی اسپتال میں ہی جوڑا جا سکتا ہے۔"

سوئٹی نے کہا "آپ لوگوں کی بڑی مہربانی۔ آپ اسے یہیں لیٹنے کا موقع دیں پھر یہ آرام سے نیویارک پہنچ سکے گا۔ اب تو صرف دو گھنٹے کا سفر رہ گیا ہے۔"

اسٹیورڈ نے کہا "کوئی بات نہیں، ہم اسے یہیں لٹائے رکھیں گے۔"

سوئٹی مطمئن ہو کر نئی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد پارس وہاں آیا، ایک نظر اس پر ڈالی پھر چپ چاپ اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا، وہ ذرا قریب جھک کر آہستگی سے بولی "میں شرمندہ ہوں۔"

اسے جواب نہیں ملا، جس کے سامنے شرمندگی کا اظہار کر رہی تھی، وہ ایک رسالہ کھول کر پڑھ رہا تھا، وہ پھر بولی "کیا مجھ سے ناراض ہو؟"

وہ رسالے پر نظریں جمائے خشک لہجے میں بولا "مطلب کی بات کرو۔"

"کیا تم ایسے ہی خشک مزاج ہو جیسا ظاہر کر رہے ہو؟"

وہ خاموش رہا۔ اس نے پوچھا "کیا مجھ سے بات نہیں کرو گے؟"

وہ اس بار سرد لہجے میں بولا "مطلب کی بات کرو۔"

"کیا تم مجھے مطلبی سمجھتے ہو؟"

"مطلب کی بات کرو۔"

"کیا تم نے مطلب مطلب کی رٹ لگا رکھی ہے، میں تم سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔"

"ابھی تم اپنے ایک دوست کا انجام دیکھ چکی ہو، دوسری بات کرو۔"

"تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو، وہ میرے باپ کا ملازم ہے۔ کیا تم اپنا نام اور پتا دے سکتے ہو، میں تمہاری غلط فہمی دور کر دوں گی۔"

"میں ایک شرط پر اپنا پتا بتا سکتا ہوں۔"

"مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔"

"پتا نوٹ کرنے کے بعد پھر مجھ سے کوئی بات نہ کرنا۔"

اس نے غصے سے ہونٹ بھینچ کر پرس کھولتے ہوئے چھوٹی سی نوٹ بک اور قلم نکالا پھر بولی "تم اتنے مغرور کیوں ہو؟"

پارس نے اس بات کا جواب بھی نہیں دیا۔ وہ اپنی عادت سے مجبور تھا، سامنے کوئی بھی بیٹھا ہو، وہ اس سے غیر ضروری بات نہیں کرتا تھا۔ اس نے اپنا پاسپورٹ نکال کر سوئٹی کے حوالے کیا تاکہ وہ نام اور پتا دیکھ کر نوٹ کر لے۔ جب وہ نوٹ کر چکی تو اس نے خاموشی سے پاسپورٹ لے کر رکھ لیا۔ اس کے بعد سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں، یہ دوسروں کو غصہ دلانے والا انداز تھا اور وہ غصے میں تلملاتے ہوئے سوچ رہی تھی "اب میں اسے قتل نہیں کراؤں گی۔ میرے ڈیڈی کے غنڈے اسے اٹھا کر لائیں گے اور میرے سامنے اتنے جوتے ماریں گے، اتنی پٹائی کریں گے کہ یہ دم ہلانے والے کتے کی طرح میرے پاؤں چاٹے گا۔"

وہ نیویارک پہنچ گیا۔ جب لگیج ہال سے اپنا سامان لے کر نکلا تو اعلیٰ بی بی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی مسکرا کر دونوں بانہیں پھیلا دیں۔ پارس آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ گیا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کی پیشانی چوم کر کہا "میں جانتی ہوں، میرا بیٹا صرف ضروری باتیں پسند کرتا ہے۔ آؤ، ہم گاڑی میں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

وہ ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر آئے، ایک کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ کار آگے بڑھ گئی۔ اگلی سیٹ پر اعلیٰ بی بی کے دو ماتحت بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کار ڈرائیو کر رہا تھا، دوسرا پارس سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اسی وقت ٹرانسمیٹر سے اشارہ موصول ہوا۔ ڈیش بورڈ میں لگا ہوا ایک سرخ بٹن کبھی جل رہا تھا کبھی بجھ رہا تھا۔ اس کے ماتحت نے ڈیش بورڈ کے ہک سے مائک نکال کر پھر ایک بٹن دبا کر پوچھا "بابا بلیک شیپ! ہیو یو اینی وول۔ (بائیں بائیں کرنے والی کالی بھیڑ! کیا تمہارے پاس تھوڑا سا اون ہے؟)"

دوسری طرف سے جواب ملا "یس سر، یس سر، وی آر بیئرنگ اِن وَن آور وِد ٹو بیگس فل۔ (جی ہاں جناب، جی ہاں جناب، ہم اون سے بھرے ہوئے دو بیگ لے کر ایک گھنٹے کے اندر پہنچ رہے ہیں۔)"

ان کی مختصر سی گفتگو ختم ہو گئی۔ پارس نے کہا "اچھا تو وہ دونوں سلیکشن آفیسر ہمارے ہاتھ لگ گئے ہیں؟"

اعلیٰ بی بی نے مسکرا کر کہا "ہاں، انشاء اللہ وہ ایک گھنٹے کے اندر ہمارے سامنے ہوں گے۔ کیا ان سے راز اگلوانے کی کوئی تدبیر تمہارے ذہن میں ہے؟"

"جب تک میں ان سلیکشن آفیسرز کو نہیں دیکھوں گا، ان کے مزاج کو نہیں سمجھوں گا، کوئی تدبیر دماغ میں نہیں آئے گی۔"

"یہ تو میں بتا چکی ہوں، وہ سگریٹ اور شراب نہیں پیتے۔ دونوں بہت ریزرو رہتے ہیں، اپنے برابر کے افسروں سے بھی کم بولتے ہیں،

کسی اجنبی سے بات کرنا تو دُور کی بات ہے، اُسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ یوں حقارت سے منہ پھیرتے ہیں جیسے تھُوک کر جا رہے ہوں۔"

پارس نے کہا: "جو لوگ اندر سے کمزور ہوتے ہیں، وہ اوپر سے ریزرو ہوتے ہیں۔ خوامخواہ خود کو برتر اور دوسروں کو کمتر سمجھتے ہیں۔ ان کے سامنے غصّے اور نفرت کا اظہار کرتے ہیں تاکہ اُوپر سے پتھر جیسے نظر آئیں اور کوئی اس پتھر کو توڑ کر ان کے اندر کی کمزوری نہ دیکھ سکے۔"

"میں تم سے متفق ہوں، ہم ان کے اندر کی کمزوری معلوم کر کے ان سے راز اُگلوا سکتے ہیں لیکن اندر تک پہنچنے کے لیے ٹیلی پیتھی کا علم لازمی ہے۔"

"میں نہیں مانتا۔ آپ لوگوں کو ایک عرصے سے ماما اور پاپا کے ساتھ رہ کر ٹیلی پیتھی کی عادت سی ہو گئی ہے۔"

"تمھاری بات ایک حد تک درست ہے۔ ہم ہر معاملے میں ٹیلی پیتھی کا سہارا لیتے ہیں لیکن یہ بھی تو سوچو، جو کام پلک جھپکتے ہو جاتا ہے، اس کے لیے کئی گھنٹے اور کئی دن ضائع کرنا کون سی دانش مندی ہے؟"

"میں اتنا سمجھتا ہوں، دوسروں کا سہارا لینے سے اپنی صلاحیتوں کو زنگ لگ جاتا ہے۔ پاپا اور ماما کبھی ہم سے غافل ہو سکتے ہیں، کبھی گہری نیند سو سکتے ہیں۔ ایسے وقت ہم پر کوئی ایسی آزمائشی گھڑی آ جائے کہ وہاں سے نکلنے کے لیے صرف ذہانت پر بھروسا کرنا پڑے جبکہ ہمیں ٹیلی پیتھی کے سہارے کی عادت ہو گئی ہو اور دماغ کام نہ کرتا ہو تب ہم یہی سوچیں گے ناکہ تقدیر میں جو لکھا تھا، وہ پورا ہو گیا۔ فی الحال آپ یہ معلوم کریں، اُن دو افسران کو بے ہوش کر کے لایا جا رہا ہے یا کسی چالاکی سے ٹریپ کیا جا رہا ہے یا انھیں گن پوائنٹ پر مجبور کیا گیا ہے۔"

سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کیا پھر اپنے ساتھی سے یہی سوال کیا۔ دوسری طرف سے جواب ملا: "دونوں کو گن پوائنٹ پر لا رہے ہیں۔ سیدھی طرح آنا نہیں چاہتے تھے لہٰذا انھیں گولی مارنے کی دھمکی دی گئی ہے۔"

ٹرانسمیٹر سے رابطہ ختم ہونے کے بعد پارس نے کہا: "اس کا مطلب ہے، انھیں زندگی بہت عزیز ہے، وہ موت سے ڈرتے ہیں، لہٰذا انھیں ڈرا دھمکا کر ہی راز اُگلوایا جا سکتا ہے۔"

وہ ایک بنگلے میں پہنچے۔ پارس نے اندر آ کر وہاں کے ایک ایک کمرے کو دیکھا پھر کہا: "جب وہ افسر یہاں لائے جائیں گے تو میں ان کے سامنے نہیں آؤں گا۔ آپ ایسا کریں کہ ان دونوں کو اس کمرے میں رکھیں پھر ایک افسر کو دوسرے کمرے میں لے جا کر اُس سے راز اُگلوانے کی کوشش کریں، میں ان کھڑکیوں کے پردے ہٹا کر اُنھیں دیکھتا رہوں گا پھر جو بات سمجھ میں آئے گی اس پر عمل کروں گا۔"

وہ اعلیٰ بی بی کے ساتھ ایک ڈرائنگ روم میں آیا۔ اس کے ساتھ بیٹھ کر ناشتا کرنے لگا۔ آدھے گھنٹے بعد اطلاع ملی، وہ دو افسران کو لے آئے ہیں اور انھیں ایک کمرے میں بٹھایا گیا ہے۔ اعلیٰ بی بی نے پارس کے پاس سے جاتے ہوئے اپنے ماتحتوں سے کہا: "ان میں سے ایک کو دوسرے کمرے میں لے آؤ۔"

تھوڑی دیر بعد پارس اس دوسرے کمرے کی کھڑکی کے پاس آیا۔ پردے کو ذرا سا سرکا کر دیکھا، ایک ادھیڑ عمر کا شخص کرسی پر بیٹھا ہُوا تھا۔ اعلیٰ بی بی کا ایک ماتحت اُس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے پوچھ رہا تھا: "ان افسروں کے نام بتاؤ جو ٹرانسفارمر مشین کی حفاظت کے ذمے دار ہیں۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے کہہ رہا تھا: "میں نہیں جانتا۔ میں کسی ٹرانسفارمر مشین کے متعلق نہیں جانتا۔ میں ایک معمولی سا سرکاری افسر ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا: "ہم تمھارے متعلق بہت کچھ جانتے ہیں۔ تم سلیکشن بورڈ کے ان ممبران میں سے ہو جو اس خفیہ اڈّے کے افسران اور اسٹاف کا انتخاب کرتے ہیں۔ تمھیں ان سب کے نام اور پتے معلوم ہیں۔"

"مجھے کچھ نہیں معلوم، تم لوگوں نے ہمیں اغوا کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے، اگر ہم ایک گھنٹے تک اپنے گھر یا دفتر نہ پہنچے تو بڑے پیمانے پر ہماری تلاش شروع ہو گی اور تم سب قانون کی گرفت میں آ جاؤ گے۔"

"ہم ایک گھنٹے کے اندر ہی تمھاری زندگی اور موت کا فیصلہ کر دیں گے، اگر ان افسران کے نام اور پتے بتا دو گے تو کل تک زندہ اپنے گھر پہنچ جاؤ گے۔ ہماری بات نہ ماننے کی صورت میں تمھاری موت یقینی ہے۔"

"تو پھر دیر نہ کرو، مجھے مار ڈالو۔ مجھ سے کچھ حاصل نہیں کر سکو گے۔"

اعلیٰ بی بی کے ماتحتوں نے اُسے مارنا پیٹنا شروع کیا لیکن وہ بڑا ڈھیٹ تھا، زبان نہیں کھول رہا تھا۔ پارس نے کمرے میں آ کر کہا: "اسے تیسرے کمرے میں لے جاؤ اور اس کی زبان بند رکھو، یہ کوئی آواز نہ نکالنے پائے۔"

دو ماتحتوں نے اس افسر کو ایک جھٹکے سے پکڑ کر اُٹھایا اور اُسے کھینچتے ہوئے تیسرے کمرے میں لے گئے۔ تیسرے کمرے میں تین کھڑکیاں تھیں۔ ایک کھڑکی دوسرے اور تیسرے کمرے کی درمیانی دیوار میں تھی۔ اس کھڑکی سے دوسرے کمرے میں جھانک کر سب کچھ دیکھا جا سکتا تھا۔ دوسری کھڑکی ایک کوریڈور میں کھلتی تھی اور تیسری کھڑکی باہر باغیچے کی طرف تھی۔ اس افسر نے کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھتے ہی چیخنا شروع کیا: "ہیلپ، ہیلپ، مجھے بچاؤ، مجھے بچاؤ۔"

ایک ماتحت نے ریوالور کا دستہ اس کی پیشانی پر دے مارا۔ وہ ایک دم سے لڑکھڑایا۔ اس کے دیدے پھیلے، اوپر کی سانس اُوپر ہی رہ گئی، وہ لڑکھڑا کر نیچے گرا اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھا کا بیٹھا ہی رہ گیا۔ اعلیٰ بی بی اور پارس نے فوراً ہی قریب آ کر اس کی نبض دیکھی، دل کی دھڑکن کو محسوس کیا تو پتا چلا، وہ مر چکا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے اپنے ماتحت سے پوچھا: "یہ تم نے کیا کیا؟ اسے زندہ رکھنا چاہیے تھا۔"

"مادام! میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ ایک ہی ضرب سے مر جائے گا۔"

پارس نے کہا: "جو ہو چکا ہے، اس پر بحث کر کے وقت ضائع نہ کرو، دوسرے آدمی کو لے آؤ۔"

اُس دوسرے افسر کو اسی کمرے میں لایا گیا جہاں اس مُردہ افسر کو بٹھایا گیا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا: "تمھارے ساتھی نے ہمیں ان افسران کا نام اور پتا بتا دیا ہے جو ٹرانسفارمر مشین کی حفاظت کے ذمے دار ہیں۔ اب ہم تم سے معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اس نے کہاں تک درست بتایا ہے؟"

"اگر اس نے بتایا ہے تو یہ اُس کی بزدلی ہے، میں مر جاؤں گا لیکن اس سلسلے میں زبان نہیں کھولوں گا۔"

اُس کی بھی پٹائی ہونے لگی۔ ایک ماتحت نے کنپٹی سے ریوالور کی نال لگاتے ہوئے کہا: "اگر تم نے زبان نہ کھولی تو ہم گولی مار دیں گے۔"

اُس نے ذرا سہم کر ریوالور کو دیکھا پھر مسکراتے ہوئے کہا۔ "جب میرے ساتھی نے سب کچھ بتا ہی دیا ہے تو پھر مجھ سے کیوں پوچھا جا رہا ہے۔ میں جانتا ہوں، اُس نے کچھ نہیں بتایا ہے۔ مجھے احمق نہ سمجھو، اگر میں مر جاؤں گا تو ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کے لیے تمھارے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں رہے گا۔"

پارس سُن رہا تھا اور سوچ رہا تھا، دونوں ہی ڈھیٹ ہیں۔ ایک اپنی ڈھٹائی دکھا کر مر گیا مگر دوسرا ابھی مر جائے گا تو اس ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنا تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔

اُس نے سوچتے سوچتے اچانک ایک ماتحت سے ریوالور لے کر کہا: "بس بہت ہو چکا۔ ہم وقت ضائع نہیں کریں گے۔ ہم نے جھوٹ بولا تھا کہ تمھارے ساتھی نے زبان کھولی ہے۔ نہیں، وہ بھی ڈھیٹ ہے اور میں اس کی ڈھٹائی کو ہمیشہ کے لیے ختم کرتا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ تیزی سے چلتا ہُوا تیسرے کمرے میں آیا، وہ افسر اسی طرح دیوار سے ٹیک لگائے مُردہ پڑا ہُوا تھا۔ اس نے مُردے کے گریبان کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا: "اب میں تمھیں خاموش نہیں رہنے دوں گا، اگر تم ضد کرو گے تو میں تمھیں ہمیشہ کے لیے خاموش کر دوں گا، چلو اُٹھو!"

یہ کہتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے لاش کو اُٹھایا پھر اُسے اس کھڑکی کی سلاخوں کے پاس لا کر کھڑا کر دیا، جہاں سے دوسرے کمرے کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ دوسرے کمرے میں اس کا ساتھی افسر کرسی پر بیٹھا ہُوا تھا۔ اُسے اپنے ساتھی کی پُشت کھڑکی کی سلاخوں سے لگی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ پارس نے اس مُردے کے کُھلے ہوئے منہ میں ریوالور کی نال گھسیڑ دی تھی اور کہہ رہا تھا: "میں پانچ تک گنتا ہوں، اگر تم نے زبان نہ کھولی تو میں گولی مار دوں گا۔"

"ایک، بولتے ہو یا نہیں؟"

"دو۔ ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔"

"تین۔ ہم نے تم دونوں کو اغوا کیا ہے لہٰذا تمھیں صحیح سلامت واپس نہیں جانے دیں گے۔"

"چار۔ ہم تمھارا نام و نشان مٹا دیں گے تاکہ قانون کے محافظ ہمارا تعاقب نہ کر سکیں۔"

"پانچ۔ بولو، بولو کیا نہیں بولو گے؟"

اس کے ساتھ ہی پارس نے ٹرائیگر دبایا۔ ٹھائیں ٹھائیں، دو بار گولی چلائی پھر اس لاش کو چھوڑ دیا۔ لاش کھڑکی کی سلاخوں سے پھسلتی ہوئی دھم سے فرش پر گر پڑی۔ پارس غصّے میں تیزی سے چلتا ہُوا پاؤں پٹختا ہُوا اس افسر کے پاس آیا جو دوسرے کمرے میں کرسی پر بیٹھا ہُوا تھا۔ اس نے سر کے بالوں کو اتنی سختی سے جکڑا کہ بیٹھنے والے کا منہ کھل گیا۔ اُس نے ریوالور کی نال اُس کے منہ میں گھسیڑتے ہوئے کہا: "اب تمھارے لیے پانچ گنتا ہوں، ایک ...."

اس سے پہلے ہی وہ گڑبڑا کر سر ہلانے لگا۔ کچھ بڑبڑانے لگا۔ پارس نے اُس کے منہ سے ریوالور کی نال نکالی تو کہنے لگا۔ "بتاتا ہوں... بتاتا ہوں، خدا کے لیے مجھے نہ مارو، میں سب کچھ بتا دوں گا۔"

پارس نے ریوالور کی نال اُس کی دونوں آنکھوں کے بیچ ناک کے اُوپری حصّے پر لگا دی تھی اور وہ دہشت سے بولتا جا رہا تھا۔ سونتی اور آرمر، اعلیٰ بی بی اور دوسرے ماتحتوں کے دماغوں میں موجود تھے۔ وہ دوسرا افسر جو کچھ بول رہا تھا، آرمر اسے نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی کے ماتحت بھی نوٹ کر رہے تھے۔ سونتی نے خوش ہو کر کہا: "شاباش! میرے بیٹے، شاباش! تم نے وہ کام کر دکھایا ہے جو صرف ٹیلی پیتھی جاننے والے ہی کر سکتے تھے۔ تم نے ثابت کر دیا کہ تم ہمارے اس غیر معمولی علم کے محتاج نہیں ہو۔"

واقعی میں اپنے بیٹے کی تعریف کیا کروں۔ اس کے اس کارنامے کو کبھی بھلایا نہیں جا سکے گا۔ آج ہم اس کی ذہانت سے تقریباً پندرہ برس کے بعد اس ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے والے تھے۔ واللہ کیا کمال دکھایا تھا۔ ایک مُردہ شخص کو گولی مار کر زندہ شخص کی زبان کھلوا دی تھی۔

ہماری خوشیوں کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا اگرچہ ہم ٹرانسفارمر مشین تک ابھی نہیں پہنچے تھے لیکن وہ ہمیں یوں نظر آرہی تھی جیسے زمین اپنا سینہ چیر کر چھپا ہوا خزانہ دکھا رہی ہو۔ وہاں تک پہنچنے کا مرحلہ اب دشوار نہیں رہا تھا۔ رسونتی تو خوشی سے پاگل ہو رہی تھی۔ مارے خوشی کے ایک جگہ بیٹھ ہی نہیں پا رہی تھی۔ کبھی جناب شیخ صاحب کے پاس جاتی تھی، کبھی پومی کے پاس اور کبھی اس ادارے کے اہم افراد کے پاس پہنچ کر انھیں بتاتی تھی کہ بیٹے نے کتنی ذہانت اور مکاری سے ایک مردہ شخص کو گولی مار کر زندہ شخص کے اندر سے تمام راز اگلوا لیے ہیں۔

اس کا بس چلتا تو ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے اپنے بیٹے کی پبلسٹی کراتی، اخبارات میں اس کی تصاویر شائع کرا دیتی۔ میں نے ڈانٹ کر کہا "کیا حماقت کر رہی ہو؟ کیا ہمارے ادارے میں کوئی سازشی نہیں ہو سکتا؟ کیا یہ بات یہاں کے حکام تک نہیں پہنچ سکتی کہ ہم ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے ہی والے ہیں اور اس کی کامیابی کا سہرا ہمارے بیٹے پارس کے سر ہے۔ کیا تم اپنے بیٹے کی کامیابیوں کو ناکامیوں میں بدلنا چاہتی ہو؟"

وہ شرمندہ سی ہو کر بولی "میں خوشی کے مارے بھول گئی تھی۔ ابھی اس کی مشین کی تباہی کا مرحلہ باقی ہے۔ اب کچھ نہیں بولوں گی بالکل خاموش رہوں گی مگر فرہاد! تم مانتے ہو نا کہ میرے بیٹے نے زبردست ذہانت کا ثبوت دیا ہے؟"

"بھئی مانتا ہوں، تمھاری تسلی کے لیے پکے کاغذ پر لکھ کر دے دوں گا۔"

"مذاق نہ کرو۔ تم نے ایک دن کہا تھا، پارس اوّل نے اپنی دلیری اور ذہانت سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ دوسرا فرہاد علی تیمور ہے۔ کیا میرے بیٹے نے بھی یہ ثابت نہیں کیا ہے؟"

"بے شک ثابت کیا ہے، دونوں ہی میرے بیٹے ہیں۔"

"وہ ایک دن ثابت کر دے گا کہ وہی میرا اور تمھارا بیٹا ہے۔"

"وہ دن آنے دو۔ ابھی اپنی خوشیوں کو قابو میں رکھو اور اپنے بیٹے کو سمجھاؤ۔"

رسونتی نے خیال خوانی کی پرواز کی اور اپنے بیٹے کے پاس پہنچ گئی۔ ایسے وقت اعلیٰ بی بی اپنے ماتحتوں کے ساتھ ایری زونا کے شہر سوپاٹیکسی جانے والی تھی۔ تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ وہ شام کو ایک چارٹرڈ طیارے سے روانہ ہونے والے تھے۔ رسونتی نے کہا "بیٹے! تم نے اپنے حصے کی کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اب میرے پاس آجاؤ۔"

"ماما! یہ کوئی بات نہ ہوئی۔ میں زندگی میں پہلی بار اتنا لمبا سفر کر کے نیویارک پہنچا ہوں اور اب واپس آجاؤں۔ آخر آپ مجھے کب یہ دنیا دیکھنے کی اجازت دیں گی؟"

"بیشک، تم وہاں کچھ عرصہ رہنا چاہتے ہو تو رہو۔ ساری دنیا گھوم کر دیکھو لیکن ٹرانسفارمر مشین کا خیال چھوڑ دو۔"

"کیوں چھوڑ دوں؟"

میں نے کہا "بیٹے! تم سمجھ دار ہو تم نے یہ دیکھا ہے کہ ہم دو سیکشن آفیسرز کو اغوا کرایا تھا۔ ایک مر چکا ہے دوسرا زندہ واپس نہ جائے گا۔ ان دونوں کی غیر موجودگی حکام کو چونکا دے گی لہٰذا ہم چند گھنٹوں میں اس مشین کو تباہ کرنے کے سلسلے میں جو کچھ کر سکتے ہیں کر گزریں۔"

رسونتی نے پوچھا "اعلیٰ بی بی ایری زونا کیوں جا رہی ہے؟"

"وہاں کے ایک شہر سوپاٹیکسی میں وہ دونوں افسران اپنی فیملی کے ساتھ رہتے ہیں اور ہفتے میں دو دن چھٹیاں گزارنے کے لیے آتے ہیں۔ پھر وہاں سے گرانڈ کینن جاتے ہیں۔"

میں نے اسے بتایا "گرانڈ کینن ایک ایسا پہاڑی علاقہ ہے جہاں میلوں دُور تک صرف پتھریلی پہاڑیاں اور بڑی بڑی چٹانیں نظر آتی ہیں۔ ایسی ہی ایک پہاڑی کے اطراف میلوں دُور تک مسلح فوجیوں کا پہرہ ہے۔ اس پہاڑی کے اندر ایک کشادہ غار ہے۔ غار کی زمین کھود کر تہ خانہ بنایا گیا ہے۔ اس تہ خانے میں وہ ٹرانسفارمر مشین رکھی ہوئی ہے۔ مشین تک صرف وہی دو انچارج افسران جا سکتے ہیں کیونکہ وہی دو میکینک ہیں جو مشین کی کارکردگی کے متعلق اعلیٰ حکام کو رپورٹ دیتے رہتے ہیں۔"

رسونتی نے تمام رپورٹ سننے کے بعد کہا "بیٹے! ہم سب مانتے ہیں۔ اگر یہ کیس تمھارے حوالے کیا گیا اور تمھیں تھوڑا سا وقت دیا گیا تو یقیناً اس مشین کو تباہ کر دو گے لیکن ہمارے پاس وقت نہیں ہے اور یہ بات تم اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔"

پارس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "اچھی بات ہے۔ میں وہاں نہیں جاؤں گا لیکن یہاں کچھ وقت گزاروں گا۔"

"تم جتنا عرصہ رہنا چاہو، رہو۔ میں تمھارے لیے تمام سہولتیں فراہم کروں گی۔"

پھر وہ مجھ سے بولی "اگر ہم پارس کا تعارف کنگ فرنانڈو سے کرا دیں تو میرے بیٹے کو وہاں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔"

میں نے کہا "میرا دوست فرنانڈو امریکی انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں ہے۔ اگر تمھارا بیٹا اس کے پاس جائے گا اور ادھر وہ مشین تباہ ہوگی تو وہ بھی انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں آجائے گا پھر سب اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جائیں گے۔"

پارس نے کہا "میں اپنے انتظامات خود کر سکتا ہوں۔ آپ میری فکر نہ کریں۔"

اعلیٰ بی بی اپنے ماتحتوں کے ساتھ تین گھنٹے تک سفر کرنے کے بعد سوپاٹیکسی شہر پہنچ گئی تھی۔ ان کے گھروں کا پتا اور فون نمبر معلوم تھا ہم نے وہی پرانا طریقہ اختیار کیا۔ فون کے ذریعے پہلے ان کے گھر والوں کی آوازیں سنیں۔ پھر ان کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ کچن میں کام کرنے والے ملازم کو ٹریپ کیا۔ ان کے ذریعے اعصاب کمزور کرنے والی دوا ان کے کھانے پینے کی چیزوں میں حل کرا دی۔ ان دونوں افسران نے صبح کے ناشتے میں کافی پی تو انھیں کچھ کمزوری کا احساس ہوا۔ اس بار جو دوا پلائی وہ زیادہ دیر تک انھیں کمزور نہیں رکھ سکتی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد ہی انھوں نے خود کو نارمل محسوس کیا لیکن ہم تینوں ان کے دماغ میں پہنچ چکے تھے۔

تقریباً دو گھنٹے بعد وہ سرکاری طیارے میں سفر کرتے ہوئے گرانڈ کینن کی اس پہاڑی کے پرائیویٹ رن وے پر اتر گئے تھے۔ ہم ان کے دماغ سے معلومات حاصل کرتے جا رہے تھے۔ وہ دونوں اس غار کے دہانے تک پہنچتے تھے تو انھیں ایک ایکسرے مشین کے سامنے سے گزرنا پڑتا تھا جس سے پتا چلتا تھا کہ وہ کوئی چیز اٹھا کر نہیں لے جا رہے ہیں۔ واپسی میں وہ اسی مشین کے پاس سے گزرتے تھے، اور چیک کرنے والے افسران مطمئن ہو جاتے تھے کہ دونوں میکینک افسران نہ اپنے ساتھ کچھ لے کر تہ خانے میں گئے ہیں اور نہ ہی تہ خانے سے کچھ لے کر آئے ہیں۔

اس مشین کی حفاظت کے لیے بڑے سخت حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے لہٰذا ہمارے کام میں ذرا دشواریاں تھیں لیکن ہم ان دشواریوں سے گزر سکتے تھے۔

جب وہ افسران ایکسرے مشین سے گزرنے لگے تو ہم نے انھیں دوسرے افسران سے بات کرنے پر مائل کیا جس کے نتیجے میں ہم ایکسرے مشین کے پاس ڈیوٹی دینے والوں کے دماغوں میں پہنچ گئے۔ وہ وہاں سے گزر کر تہ خانے کی طرف جانے لگے، وہاں کھڑے ہوئے مسلح افراد الرٹ ہو کر سیلوٹ کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے ایک مسلح شخص سے پوچھا "یہاں کا درجۂ حرارت بتاؤ؟"

وہ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے ٹمپریچر معلوم کرتے تھے کیونکہ اس تہ خانے کے اندر مشین کے ساتھ کچھ بھاری قوت کے بم منسلک کیے گئے تھے۔ دوسری جگہ بارودی سرنگیں بچھائی گئی تھیں۔ یہ احتیاطی تدبیر اس لیے کی گئی تھی کہ کوئی شخص کسی طرح مشین تک پہنچ جائے تو ان دھماکوں سے مشین کو تباہ کر دیا جائے تاکہ وہ کسی کے ہاتھ نہ آئے۔

اگر وہ مشین تباہ ہو جاتی تو انھیں زیادہ افسوس نہ ہوتا کیونکہ مشین کا نقشہ انھوں نے کسی دوسری جگہ چھپا رکھا تھا۔ ہاں اگر ناکامی ہوتی تو اس بات کا اطمینان ضرور رہتا کہ وہ مشین دشمنوں کے ہاتھ نہیں آسکے گی۔

وہ افسران تہ خانے میں گئے۔ انھوں نے مشین کو چیک کرنا شروع کیا۔ میں نے ایک افسر کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔ اس کے ذریعے مشین کے دو چار پرزے کھلوا کر اس کی جیب میں رکھ دیے۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر آئے اور ایکسرے مشین کے سامنے سے گزرنے لگے۔ وہاں کھڑے ہوئے دونوں افسروں کے دماغوں پر رسونتی اور آدمر قبضہ جما چکے تھے۔ مشین بتا رہی تھی کہ ایک میکینک افسر کی جیب میں لوہے کے کچھ پرزے ہیں لیکن ایسے ہی وقت رسونتی اور آدمر نے ان کی نظروں کو دوسری طرف بھٹکا دیا تھا اور وہ دونوں کسی روک ٹوک کے بغیر گزر گئے تھے۔

اب وہ پانچ دن تک وہیں پہاڑی کے قریب ایک سرکاری رہائش گاہ میں رہنے والے تھے۔ میں نے رسونتی سے کہا "میں نے جس افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا ہے، تم اس کے دماغ میں رہو۔ وہ جہاں قیام کر رہے ہیں وہیں ایک چھوٹی سی جھیل ہے۔ تم اس کی جیب سے وہ پرزے نکلوا کر جھیل میں پھینک دینا۔"

میں یہ ہدایات دے کر آدمر کے ساتھ اس مسلح سپاہی کے پاس آیا جس نے وہاں کا درجۂ حرارت بتایا تھا۔ وہ دُور کھڑے ہوئے سپاہیوں کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔ ہم ان کی باتیں سن رہے تھے اور ان کے دماغ میں پہنچ رہے تھے۔ تہ خانے کے پاس ڈیوٹی دینے والے افسر کو سختی سے تاکید کی گئی تھی کہ جب بھی خطرے کا سگنل ملے وہ اس تہ خانے کو مشین سمیت تباہ کر دے۔

میں اس کے دماغ میں خطرے کا سگنل بن گیا۔ وہ چپ چاپ میرا معمول بن کے اسی پتھریلے کمرے میں پہنچا جہاں تمام بموں کے سوئچ لگے ہوئے تھے۔ تقریباً آٹھ نو برس بعد ہم یہ مراحل طے کرتے ہوئے اس مقام تک پہنچ گئے تھے جہاں اب دھماکے ہونے والے تھے۔ اس نے میرے ایک اشارے پر تمام سوئچ جلدی جلدی دبائے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اس کے دماغ سے پہلا دھماکا سُنا۔ دوسرے دھماکے سے پہلے اس کا دماغ مٹ چکا تھا۔ میں دوسرے سپاہیوں کے پاس آیا تو وہ بھی مٹ رہے تھے۔ ہم ان میکینک افسران کے پاس آگئے۔ وہ اپنی گاڑی سے اتر کر رہائش گاہ کی طرف آنا چاہتے تھے۔ اب گھبرا کر اس پہاڑی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جہاں پتھر اور بڑی بڑی چٹانیں سوکھے پتوں کی طرح اڑ رہی تھیں۔

رسونتی، میکینک افسر کو دوڑاتی ہوئی جھیل کے کنارے لے گئی پھر اس کی جیب سے وہ پرزے نکلوا کر جھیل میں پھینکوا دیے۔ ایسا میں نے احتیاطاً کیا تھا۔ میرا خیال تھا، آخر وہ فولادی مشین ہے شاید پوری طرح تباہ نہ ہو سکے، اسی لیے میں نے وہ پرزے جھیل میں پھنکوا دیے تھے۔

ادھر میں، رسونتی اور آدمر، جناب شیخ صاحب کو اور ادارے کے دوسرے اہم افراد کو یہ خوشخبری سنا رہے تھے۔ دوسری طرف سُپر ماسٹر اور اس کے اعلیٰ حکام کے ہوش اڑ گئے ہوں گے سب افراتفری میں ہوں گے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش میں ہوں گے کہ آخر یہ کیسے ہوگیا! پھر وہ اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ سب ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوا ہے لیکن وہ الزام نہیں دے سکیں گے۔ ہم نے وہاں اپنی موجودگی کا کوئی ثبوت نہیں چھوڑا تھا۔ وہ دو میکینک افسران اب تک اس خوش فہمی

میں مبتلا تھے کہ دماغی طور پر نارمل ہیں اور سورج کی لہروں کو محسوس کرسکتے ہیں، بہرحال ہم ان کا یہ الزام قبول کرنے والے نہیں تھے۔

میں نے پارس دوم کے پاس آکر اسے یہ خوشخبری سنائی۔ پھر کہا۔ "تم نے اسے تباہ کردیا ہے لیکن سال دو سال میں دوسری مشین تیار ہوسکتی ہے۔ وہ نقشہ کسی دوسری جگہ چھپا کر رکھا گیا ہے۔ تم یہاں کچھ عرصہ رہنا چاہتے تھے لہٰذا تمھارے لیے کام نکل آیا ہے۔ تم اعلیٰ بی بی اور اس کے ماتحتوں سے اپنی مرضی کے مطابق کام لو اور اس نقشے تک پہنچنے کی کوشش کرو۔"

"آنٹی اور ان کے آدمیوں سے رابطہ قائم کرنے کے لیے ٹرانسمیٹر وغیرہ کی ضرورت ہوگی اور یہ چیزیں اپنے پاس رکھ کر میں یہاں کے انٹیلی جنس والوں کو شبہ کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتا۔"

"کوئی بات نہیں۔ اعلیٰ بی بی کے آدمی تمھارے ساتھ سائے کی طرح لگے رہیں گے۔ تمھارے قریب کبھی نہیں آئیں گے لیکن کبھی ضروری اطلاع ہوئی تو رازداری سے رابطہ ہوجائے گا اور تمھاری بات اعلیٰ بی بی تک پہنچ جایا کرے گی۔"

"آپ ان آدمیوں کے فون نمبر نوٹ کرادیں۔ میں ان سے رابطہ قائم کرلیا کروں گا۔"

میں نے وہ نمبر نوٹ کرادیے۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پارس نے ریسیور اٹھا کر کہا: "ہیلو!" دوسری طرف سے ایک سُریلی سی آواز سنائی دی: "ہیلو، کیا تم رومیو پارکر بول رہے ہو؟"

پارس نے کہا: "ہاں میں ہی ہوں اور تم سے نہیں پوچھوں گا کہ تم کون ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "اس کا مطلب ہے تم نے مجھے پہچان لیا ہے، تعجب ہے ائیرپورٹ پر تم نے برائے نام بات کی ہمیشہ گونگے بنے رہے اور آج ٹیلی فون پر آواز سے پہچان لیا۔ ویسے یہ اچھی بات ہے۔ موت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ ذرا دروازہ کھولو تمھاری موت کھڑی ہوئی ہے۔"

پارس نے ریسیور رکھ کر کہا: "پاپا! آپ چلے جائیں۔"

"میں جا رہا ہوں مگر تجسس میں مبتلا ہوں، آخر یہ کون ہے؟ تم سے کیا چاہتی ہے؟ ایسی دشمنی کیوں پیدا ہوگئی ہے؟"

"آپ لڑکی کے پاس جاکر معلوم کریں لیکن مجھے اپنے معاملے سے نمٹنے دیں۔"

"میں ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ حاصل کرنے کے معاملے میں مداخلت نہیں کروں گا لیکن یہ بہت اہم معاملہ ہے جب غیر ضروری لوگ تمھارے راستے میں آئیں گے اور تمھارا وقت برباد کرنا چاہیں گے تو پھر میں داخل کروں گا۔"

"آپ درست کہتے ہیں لیکن مجھے تھوڑا سا وقت دیجیے اگر میں فوراً ہی اس معاملے سے نمٹ لوں تو اچھی بات ہے ورنہ آپ مداخلت کیجیے گا۔"

میں اس لڑکی کے دماغ میں پہنچا۔ اس کا نام سوئٹی تھا۔ ائیرپورٹ میں پارس کے ساتھ جو کچھ ہوچکا تھا وہ میں نے اس کے دماغ سے معلوم کرلیا۔ وہ اپنی توہین کا بدلہ لینا چاہتی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ معمولی فائٹروں سے کام نہیں چلے گا۔ پارس نے اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے بوائے فرینڈ کے ایک ہاتھ کی انگلیاں توڑ دی تھیں۔ اس بار اس نے پانچ ہزار ڈالر میں ایک ایسے شہ زور کو کرائے پر حاصل کیا تھا جو لوہے کی سلاخیں موڑ دیتا تھا۔ اپنے مقابل کی گردن توڑ دیتا تھا۔ آج وہ پانچ ہزار ڈالر میں میرے بیٹے کی گردن توڑنے آیا تھا۔

پارس نے جس بنگلے میں قیام کیا تھا وہ فرانس کے ایک بزنس مین کا تھا۔ پاسپورٹ کے مطابق پارس کا نام رومیو پارکر تھا اور وہاں قیام کررہا تھا۔ بنگلے کے احاطے کے باہر ایک رولس رائس کار میں سوئٹی اپنی ایک سہیلی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ کار کی پچھلی سیٹ سے وہ شہ زور اُتر کر جا رہا تھا۔ سوئٹی کہہ رہی تھی: "دروازے کے پاس جاکر کھڑے ہوجاؤ۔ وہ خود اسے کھولے گا۔ جب نہ کھولے تو سمجھ لینا، پچھلے دروازے سے دُم دبا کر بھاگ گیا ہے۔ اس کا بزدلوں کی طرح بھاگنا ہی میرے لیے تسکین کا باعث ہوگا۔"

وہ شہ زور، ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا دروازے کے سامنے جاکر کھڑا ہوگیا تھا۔ سوئٹی کی سہیلی نے پوچھا: "جب وہ پچھلے راستے سے فرار ہوجائے گا تو تمہیں کس بات کی تسکین ہوگی؟"

"اگر دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ جائے تو کیا جیتنے کی خوشی نہیں ہوتی۔ اس کے بعد وہ کہاں جائے گا۔ میں نے اس کے پاسپورٹ کا نمبر وغیرہ نوٹ کیا ہوا ہے۔"

اس کی سہیلی نے کہا: "دروازہ ابھی تک نہیں کھلا ہے، شاید وہ پچھلے دروازے سے بھاگ گیا ہے۔"

"وہ بہت مکار ہے، پہلے بزدلی ظاہر کرتا ہے۔ میرے بوائے فرینڈ کے سامنے بھی سہما ہوا تھا جیسے لڑنے کا ہنر جانتا ہی نہ ہو آج اس کی مکاری نہیں چلے گی۔"

وہ کار کا دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ شہ زور نے اسے دیکھتے ہوئے دروازے پر سے ہی کہا: "مس صاحبہ! معلوم ہوتا ہے اس بنگلے میں کوئی نہیں رہتا۔"

سوئٹی نے پھر کار میں بیٹھ کر ڈیش بورڈ پر رکھے ہوئے ریسیور کو اٹھا کر پارس سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا: "کیا بات ہے، بزدل کی طرح سہم کر بیٹھ گئے ہو۔ کیا دروازہ نہیں کھول سکتے ہو؟"

"تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے، دروازہ بہت پہلے سے کھلا ہوا ہے۔ جس موت کو میرے لیے بھیجا ہے وہ دروازے کا

ہینڈل ذرا سا گھما کر آسکتی ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اور زور سے بولی: "دروازہ کھلا ہے اندر جاؤ۔"

میں شہ زور کے اندر آگیا۔ وہ دروازہ کھول کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ پارس ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا: "مجھے ابھی اطلاع ملی ہے، تم میری موت بن کے آئے ہو، اس لیے میں اٹھ کر مصافحہ نہیں کروں گا لیکن چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

آنے والے نے اپنے بڑے بڑے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے مسکرا کر کہا: "باتیں نہ کرو، صرف اپنی آخری خواہش بیان کرو۔"

وہ نیکر اور بنیان پہنے ہوئے تھا۔ اس کے بدن کی سختی بتا رہی تھی، وہ فولاد ہے۔ اپنے کسی بھی مقابل کے لیے یقیناً ملک الموت بن جاتا ہوگا۔ وہ ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا ٹیلیفون کے پاس آیا۔ پھر اس نے ریسیور اٹھا کے بے ڈھنگے پن سے ہنستے ہوئے کہا: "ہاہا۔۔۔ مجھے کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے ٹیلیفون کا رابطہ ختم کردوں تاکہ تم کسی کو مدد کے لیے نہ بلا سکو۔"

اس نے بڑا سا منہ کھولا۔ پھر ریسیور کو اپنے دانتوں کے درمیان رکھ کر چبانے لگا جیسے گنّا چبا رہا ہو اور رس چوسنے کے بعد اس کے ٹکڑے تھوکتا جا رہا ہو۔

پارس نے حیرانی سے پوچھا: "کیا تمھارے دانت اتنے مضبوط اور پکے ہیں؟"

"ہی ہی ہی، میں تمھاری ہڈیاں بھی چبا سکتا ہوں۔"

پارس نے سینٹر ٹیبل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا: "کیا تم اسے ہاتھوں یا پیروں کی ضرب سے توڑ سکتے ہو؟"

وہ پورا ریسیور چبا کر تھوک چکا تھا۔ اس نے گھور کر صوفوں کے درمیان رکھی ہوئی میز کو دیکھا۔ وہاں سے دوڑتا ہوا آیا۔ قریب پہنچ کر ایک چھلانگ لگائی پھر ہانکتا ہوا میز کے اوپر آتے ہی دونوں پیروں کو سختی سے مارا جس کے نتیجے میں اس میز کی سطح پر دو شگاف ہوئے اور اس کے دونوں پاؤں ان میں دھنستے چلے گئے۔

پارس نے قریب پڑی ہوئی ایک لوہے کی سلاخ کو اٹھایا۔ اس سلاخ کے ایک سرے سے بجلی کا تار منسلک تھا۔ اس نے اناڑی کی طرح اس سلاخ سے حملہ کیا تاکہ وہ اس حملے کو روک لے بلکہ سلاخ کو پکڑ لے۔

اس کے منصوبے کے مطابق یہی ہوا جیسے ہی اس نے حملہ کیا، باڈی بلڈر نے سلاخ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ پارس نے چھلانگ لگا کر سوئچ بورڈ کے پاس پہنچتے ہی ایک سوئچ آن کردیا۔ وہ سلاخ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر فاتحانہ انداز میں قہقہے لگا رہا تھا۔ اچانک ہی اس کے قہقہے چیخوں میں بدل گئے۔

اسے بجلی کے جھٹکے پہنچ رہے تھے۔ جب وہ چیخنے کے قابل نہیں رہا تو پارس نے سوئچ آف کردیا۔ سلاخ اس کے ہاتھوں میں ہی تھی اور وہ آگے پیچھے جھوم رہا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ واقعی شہ زور تھا، بے پناہ قوتِ برداشت کا مالک تھا، اسی لیے اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تھا۔ شاید اس لیے بھی کہ میز کے سوراخ میں پھنسا ہوا تھا۔ پارس نے کہا: "اسی طرح سلاخ پکڑے کھڑے رہو، اگر اسے چھوڑنا چاہو گے تو بجلی کے جھٹکے پہنچاؤں گا۔"

میں سوئٹی کے پاس آگیا۔ اس کی سہیلی کہہ رہی تھی: "ارے یہ ہمارے باڈی بلڈر کی چیخیں تھیں۔ معاملہ کیا ہے؟"

سوئٹی پریشان ہوکر اس بنگلے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "مجھے وہاں چل کر دیکھنا چاہیے۔"

یہی بات اس کی سہیلی نے کہی لیکن وہ اپنی انسلٹ محسوس کررہی تھی، اگر اس بار بھی شکست ہوئی تو وہ اپنی سہیلی کو منہ نہیں دکھا سکے گی۔ میں نے اسے کار سے نکل کر بنگلے میں جانے پر مجبور کیا۔ وہ سہیلی کے ساتھ تیزی سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی پھر شدید حیرانی سے جہاں تھی وہیں کھڑی رہ گئی۔ پانچ ہزار ڈالر کے عوض حاصل ہونے والا باڈی بلڈر ایک میز کے اندر یوں پھنسا ہوا تھا جیسے اس کے دونوں پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی گئی ہوں اور وہ دونوں ہاتھوں سے ایک لوہے کی سلاخ کو پکڑے ہوئے گڑگڑا رہا تھا: "خدا کے لیے ایسا نہ کرو۔ مجھے یہاں سے جانے دو۔"

سوئٹی حیرانی سے سوچ رہی تھی، وہ سینٹر ٹیبل کے اندر جاکر کیسے پھنس گیا ہے اور معافی تو ہاتھ جوڑ کر مانگی جاتی ہے، وہ ہاتھ میں سلاخ لے کر معافی مانگ رہا تھا۔ وہ اپنی توہین کے احساس سے زمین میں گڑی جارہی تھی۔ وہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے اپنی جگہ سے ہلنے نہیں دیا۔

پارس نے پھر سوئچ آن کیا۔ اس باڈی بلڈر کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ وہ سوئچ آف کرکے بولا: "تم سمجھتے تھے، میری توجہ تمھاری طرف نہیں ہے، اسی لیے سلاخ چھوڑنا چاہتے تھے۔ اب انجام دیکھ لیا، آئندہ ایسی حماقت نہ کرنا۔"

پھر اس نے سوئٹی سے کہا: "دولت مند باپ کی مغرور بیٹی نے کبھی کسی معاملے میں جھکنا نہیں سیکھا جب کہ بڑے بڑوں کو کسی نہ کسی معاملے میں لچک پیدا کرنا پڑتی ہے۔ کبھی بھائی چارے کے طور پر کبھی انسانیت کے نقطۂ نظر سے کبھی مصلحت اندیشی سے کام لینا پڑتا ہے، اپنی سطح سے نیچے آنا پڑتا ہے لیکن تم ایسا نہیں کرنا چاہتیں، تم اس وقت بھی اپنی توہین محسوس کررہی ہو۔"

پارس نے پھر اچانک سوئچ آن کیا، وہ تڑپ کر چیخنے لگا۔ باڈی بلڈر اسے سوئٹی کی طرف مخاطب دیکھ کر لوہے کی سلاخ پھینکنا چاہتا

تھا لیکن ہم نے بچپن سے اس کے ذہن کو کمپیوٹر بنا دیا تھا' وہ دشمن کی خفیف سی حرکت کو بھی سمجھ لیتا تھا۔ اس نے کہا: "تم چالاکی دکھاؤ گے تو تمھیں بجلی کے جھٹکے پہنچاتا جاؤں گا۔ اب بتاؤ، تمھارے اندر کتنی قوت برداشت رہ گئی ہے؟"

وہ کمزوری سے ہانپتے ہوئے بولا: "میں تمھیں اپنا باپ مانتا ہوں۔ اب کوئی چالاکی نہیں دکھاؤں گا۔ فار گاڈ سیک! مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"اگر تم جانا چاہتے ہو تو اس سلاخ کو اپنے دانتوں سے موڑ کر دکھاؤ۔"

وہ خوش ہو کر بولا: "ہاں، یہ میں کر سکتا ہوں، لیکن اگر میں اسے دانتوں سے موڑوں تو کیا تم مجھے جانے دو گے؟"

"میں نے کہا نا کر اسے موڑ کر دکھاؤ۔"

اس نے فوراً ہی منہ کھولا۔ سلاخ کو اپنے دانتوں کے درمیان دبایا۔ اسے موڑنا ہی چاہتا تھا کہ پارس نے سوئچ آن کر دیا۔ اس بار وہ منہ کھول کر نہ چیخ سکا کیونکہ دانت سلاخ سے لگے ہوئے تھے اور وہ بجلی کے کرنٹ کے باعث دانتوں کو وہاں سے ہٹا نہیں سکتا تھا۔ منہ سے ای ای کی آواز نکل رہی تھی۔ پارس نے کہا: "میں تمھیں اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہوں مگر سلاخ کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔"

وہ حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ پارس نے سوئچ آف کیا۔ پھر کہا: "تم نے اپنے دانتوں سے میرے ریسیور کو چبا ڈالا۔ کیا آئندہ کسی کے ریسیور کو چبا سکو گے؟"

وہ دانتوں سے سلاخ کو الگ کرنا چاہتا تھا۔ پارس نے ڈپٹ کر کہا: "خبردار، وہ دانتوں کے درمیان رہے گی ورنہ..."

اس نے جلدی سے دانتوں کے درمیان رکھ کر انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "وہ سوئچ آن نہ کرے۔" اس کی کوئی چالاکی کام نہیں آ رہی تھی۔ سلاخ کو دانتوں سے نکال کر یا ہاتھوں سے پھینکنے میں ایک سیکنڈ بھی نہیں لگتا لیکن اس کا مقابل بہت تیز طرار اور پھرتیلا تھا۔ غضب کی نظریں رکھتا تھا، بات ایک طرف کرتا تھا، دیکھتا دوسری طرف تھا۔ میں اس باڈی بلڈر کے اندر پہنچ کر محسوس کر رہا تھا، وہ بے حد کمزور ہو گیا ہے۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سلاخ تھامے ہوئے تھا لیکن ہاتھ کانپ رہے تھے۔ پارس نے کہا: "تمھیں ایک شرط پر رہائی مل سکتی ہے۔"

وہ خاموش تھا کیونکہ اس کے دانتوں کے درمیان سلاخ تھی۔ پارس نے کہا: "سلاخ وہاں سے ہٹا لو لیکن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔"

اس نے سلاخ کو منہ سے ہٹا کر کہا: "میں تمھاری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔"

پارس نے کہا: "تم دانتوں سے انسانی ہڈیاں چبا ڈالتے ہو۔ ہاتھوں سے کسی کا سر توڑ سکتے ہو۔ کیا تم اتنے بہادر ہو کہ اپنے ایک گھونسے سے اپنے ہی دانت توڑ سکتے ہو۔ دو چار دانت توڑ کر دکھاؤ تو تمھیں رہائی مل جائے گی۔"

بجلی کے جھٹکے ایسے جان لیوا ہوتے ہیں کہ بڑے بڑے شہ زور اندر سے کھوکھلے ہو جاتے ہیں۔ اس نے کہا: "میں رہائی کے لیے یہ کر سکتا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھوں میں پکڑی ہوئی سلاخ کو اپنے منہ پر زور سے دے مارا۔ پھر دوسری تیسری بار مارا۔ اس کے منہ سے لہو نکلنے لگا تھا۔ چوتھی بار مارتے ہی تین دانت منہ سے نکل کر سامنے سینٹر ٹیبل پر گر پڑے۔ اس کے ساتھ ہی وہ چکرا کر اس ٹیبل سمیت ہی فرش پر پہنچ گیا۔

پارس نے اس پلگ کو سوئچ سے نکالا جو اس لوہے کی سلاخ سے منسلک تھا، پھر قریب آ کر اس کے ہاتھ سے سلاخ چھین لی۔ میز کے دوسری طرف جا کر اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر زور سے کھینچا۔ اس کے دونوں پاؤں آزاد ہو گئے۔ پھر اس نے پوچھا: "کیا مجھ پر حملہ کرو گے؟"

وہ ہانپتے کانپتے کھڑا ہو گیا۔ انکار میں سر ہلا کر بولا: "نہیں! اب مجھے جانے دو۔"

"ایسے کیسے جاؤ گے۔ جانے سے پہلے یہ بتاؤ، تم سوئٹی کے ساتھ کیا سلوک کر سکتے ہو؟"

باڈی بلڈر نے گھور کر سوسائٹی کو دیکھا۔ وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا: "اس نے کہا تھا میں..."

سوئٹی انکار میں سر ہلاتے ہوئے پیچھے ہٹ کر بولی: "نہیں نہیں، تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میں نے تمھیں پانچ ہزار ڈالر دیے ہیں، پانچ ہزار اور دوں گی۔ فار گاڈ سیک، مجھے ہاتھ نہ لگانا۔"

پارس نے کہا: "نہیں پہلوان، اس کی گردن نہ توڑنا۔ اسے زندہ رکھنا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی دوسرا سلوک کرو۔"

باڈی بلڈر نے کہا: "میں اسے منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔ ایک کرائے کے غنڈے کے ہاتھوں عزت جائے گی تو یہ سر اٹھا کر چلنا بھول جائے گی۔"

پارس نے ڈانٹ کر کہا: "خبردار! آئندہ ایسی بات نہ کرنا۔ یہ ہزار میری جان کی دشمن سہی لیکن میں انتقام لینے کے لیے ایک عورت کے عزیز ترین سرمائے کو لٹتے نہیں دیکھ سکتا۔ اس کے برعکس میں لوٹنے والے کو تڑپا تڑپا کر مار ڈالوں گا۔"

سوئٹی پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ وہ حیرانی سے پارس کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی: "یہ وہی نوجوان ہے جسے میں مار ڈالنا چاہتی تھی اور جو اسے مارنے آیا تھا اس سے یہ میری عزت بچا رہا ہے!"

پارس نے کہا: "جو ہوا سو ہوا۔ اب یہاں سے جاؤ۔"

وہ باڈی بلڈر وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔ سوئٹی کی سہیلی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "چلو۔"

لیکن وہ گم صم کھڑی پارس کو تک رہی تھی۔ اس نے اس کی طرف

بڑھتے ہوئے کہا: "تم مجھ سے متاثر ہو گئی ہو۔ اب تمھارا دل میرے لیے دھڑکے گا۔ تم مجھ سے محبت کرنے لگو گی۔ بڑی مشکل ہے۔ کبھی کبھی نیکی بہت مہنگی پڑتی ہے۔ میں نے جو کچھ کیا، تمھیں گمراہی سے بچانے کے لیے تاکہ تم دوسروں کو کبھی کمزور اور کمتر نہ سمجھو۔ اگر تم ایک گمراہی سے بچ کر میری طرف گمراہ ہونے کے لیے بڑھو گی تو مجھے افسوس ہو گا۔"

اس نے آگے بڑھ کر سوئٹی کے ایک بازو کو تھام لیا۔ پھر اسے کھینچتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ وہاں اسے چھوڑ کر بولا: "خدا حافظ۔"

اس نے ڈرائنگ روم میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ سوئٹی... کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس کی سہیلی نے حیرانی سے پوچھا: "تم رو رہی ہو؟"

اس نے روتے ہوئے کہا: "کیا میں حسین نہیں ہوں، کیا میں جوان نہیں ہوں، کیا مجھ میں کوئی کشش نہیں ہے؟"

"تم ایسا کیوں سوچ رہی ہو جب کہ بے شمار بوڑھے اور جوان تم پر مرتے ہیں۔"

"کیا مجھے ایسا نہیں سوچنا چاہیے؟ کیا تم نے نہیں دیکھا، اس نے کس طرح میرا بازو پکڑ کر اپنے گھر سے نکال دیا جیسے میں کوئی کچرا ہوں۔"

اس کی سہیلی نے کہا: "یہی سوچنے کا انداز تمھیں گمراہ کرتا ہے۔ ارے پگلی! مردوں کا انداز محبت بالکل مختلف ہوتا ہے۔ وہ اوپر سے پتھر اور اندر سے موم ہوتے ہیں۔ وہ نوجوان رومیو بھی ایسا ہی ہے۔"

وہ روتے ہوئے بولی: "پتا نہیں، کس نے اس کا نام رومیو رکھ دیا۔ اس میں تو محبت کرنے والی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ میرا دل بھی کہاں آ کر اٹک گیا۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں، یہ مجھے جتنا تڑپائے گا، میرا دل اس کی طرف کھنچتا جائے گا۔ میں بہت بے بس ہو گئی ہوں۔"

"اچھا، اب یہاں سے چلو۔ ابھی معاملہ کچھ اور ہے۔ تم یہاں دشمن بن کر آئی تھیں، آئندہ دوست بن کر آنا۔"

وہ سوئٹی کو کھینچتی ہوئی لے گئی۔ میں پارس کے دماغ میں آیا۔ اس نے پوچھا: "کیا آپ یہاں موجود رہ کر میری کسی طرح مدد کر رہے تھے۔ کیا آپ نے اس باڈی بلڈر کو کسی طرح کمزور بنایا تھا؟"

"نہیں، میں اپنی زبان کا پابند ہوں۔ میں نے تمھارے معاملے میں ایک ذرا مداخلت نہیں کی۔ صرف اتنا کیا کہ سوئٹی کو یہ تماشا دکھانے کے لیے اندر لے آیا۔"

"تھینک یو پاپا۔"

"لیکن تم دونوں بیٹے ٹیلی پیتھی کے لیے چیلنج بنتے جا رہے ہو اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہو تو مشکلات سے گزرنے کے لیے یہ علم ضروری نہیں ہے، انسانی ذہانت کافی ہے۔"

"آپ اسے تسلیم کر لیجیے، صرف انسانی ذہانت ہی مشکلات سے نجات دلاتی ہے مگر ہاں، کوئی ناممکن بات ہو تو اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ممکن بنایا جا سکتا ہے۔"

"کیا یہ میرا دل رکھنے کے لیے کہہ رہے ہو؟"

"نہیں، اس کی مثالیں موجود ہیں۔ اس ٹرانسفارمر مشین کو بہت سخت پہروں میں رکھا گیا تھا، وہاں کسی کے قدم نہیں پہنچ سکتے تھے۔ میں ٹیلی پیتھی کے بغیر جانا چاہتا تو نہ جانے کتنے برس لگ جاتے۔ آپ نے صرف چند گھنٹوں میں اس مشین کو تباہ کر دیا۔ اسی طرح مشین کے نقشے تک پہنچنے کے لیے آپ کی علم کی ضرورت ہے۔ آپ ہی مجھے بتا سکتے ہیں کہ وہ نقشہ کون سے سرکاری شعبے میں ہے اور اس کی حفاظت کے لیے کیسے کیسے حفاظتی اقدامات کیے گئے ہیں؟"

"انشاء اللہ بہت جلد میں ضروری معلومات فراہم کروں گا۔"

میں اس کے پاس سے چلا آیا۔

پارس اوّل نے جوجو کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا، وہ اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند نہ کرے۔ وہ آدھی رات کو اس سے ملنے آئے گا۔

آدھی رات ہونے والی تھی۔ وہ بے چین ہو رہا تھا اور ادھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا۔ جوجو کا کاٹیج سامنے ہی کھڑکی سے کچھ فاصلے پر تھا۔ وہاں ایک مسلح گارڈ دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ بزرگوں نے وہاں پہرا بٹھا دیا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا تھا، بزرگوں کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ آدھی رات کو جوجو کے پاس جانا چاہتا ہے؟

سیدھی سی بات تھی۔ اس کا دماغ پہلے کی طرح حساس نہیں رہا تھا، اس لیے رسوتی دماغ میں چپ چاپ آ کر بہت سی باتیں معلوم کر لیتی تھی شاید اسی نے مسلح گارڈ کی ڈیوٹی وہاں لگا دی تھی۔

اس نے کھڑکی کے پاس سے ہٹ کر آنکھیں بند کیں، پھر مخاطب کیا۔ "ماما! کیا آپ موجود ہیں؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر مخاطب کیا، پھر اسے جواب نہیں ملا۔ تب وہ اپنے کمرے سے نکل کر دبے قدموں چلتا ہوا کاٹیج سے باہر آیا۔ ادارے میں مسلح افراد رات کو پہرا دیتے تھے اور ان کی ڈیوٹی بدلتی رہتی تھی۔ جوجو نے سوچ کے ذریعے اسے مخاطب کیا: "پارس! ابھی تک کیا کر رہے ہو۔ میں کب سے انتظار کر رہی ہوں۔ جلدی آتے کیوں نہیں؟"

"کیا تم نہیں دیکھ رہی ہو، تمھارے کاٹیج کے سامنے ایک پہرے دار کھڑا ہوا ہے۔ میں تمھارے پاس آؤں گا تو یہ رپورٹ ہمارے بزرگوں تک پہنچ جائے گی۔"

"تو کیا ہوا، پہنچنے دو۔ ہم پہلے بھی ملتے تھے، آج بھی مل رہے ہیں اور بہت دنوں بعد مل رہے ہیں۔ خوب اچھی اچھی طرح باتیں کریں گے، کیرم کھیلیں گے۔ تم مجھے بتاؤ گے کہ اتنے دنوں تک جنگل میں رہ کر کیا کرتے رہے۔"

جھک مارتا رہا۔ جنگل میں منگل منانے کا کوئی بار موقع ملا لیکن تمہاری طرف کھنچا چلا آیا اور تم ہو کر کیرم کھیلنے بلا رہی ہو۔"

"کیا تم نہیں آؤ گے؟"

"بھئی آ رہا ہوں۔ ذرا انتظار کرو۔"

وہ ٹہلنے کے بعد کاٹیج کے دوسری طرف گیا۔ اُدھر سے ایک پہرے دار آ رہا تھا چونکہ وہ سب ادارے کے پرانے وفادار تھے، اس لیے پارس کو اچھی طرح پہچانتے تھے اور اس کی عزت کرتے تھے۔ پارس نے اسے دُور سے دیکھتے ہی کہا "ارے جیکی ہو۔ ادھر آؤ۔"

اس نے قریب آ کر پوچھا "یس، پارس بابا؟"

"میری ماما نے آج سے آرمر صاحب کی کوٹھی کے سامنے پہرا لگایا ہے۔ تم تو جانتے ہو، دنیا ٹیلی پیتھی والوں کے پیچھے پڑ گئی ہے اور آرمر صاحب سیدھے سادے آدمی ہیں۔"

"جی ہاں پارس بابا، میں جانتا ہوں۔"

"وہ بے چارہ پہرے دار شام سے ڈیوٹی پر ہے۔ اب آدھی رات ہو چکی ہے۔ ماما نے کہا ہے کہ ڈیوٹی بدل دی جائے لہٰذا تم اس کی جگہ چلے جاؤ اور اسے ریلیف دو۔"

وہ چلا گیا۔ پارس دُور ہی سے دیکھنے لگا، وہ وہاں کھڑے ہوئے مسلح پہرے دار سے کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کے بعد وہ پہرے دار سر ہلا کر جانے لگا۔ دوسرا اس کاٹیج کے سامنے ڈیوٹی دینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اطمینان سے چلتا ہوا آیا۔ جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر جیکی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "شوق کرتے ہو؟"

"نو پارس بابا۔"

"کوئی بات نہیں۔ ذرا چوکنا رہنا۔ کسی کو آنے نہ دینا۔ میں انکل آرمر سے مل کر آتا ہوں۔"

وہ کاٹیج کے دوسری طرف گیا، جدھر جوجو کے کمرے کا دروازہ تھا۔ اس نے دروازے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا وہ کھلتا چلا گیا۔ جوجو اپنے کمرے کے وسط میں کھڑی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی خوشی سے کھل اٹھی۔ آگے بڑھ کر بولی "میں تمہارے دماغ میں رہ کر دیکھ رہی تھی۔ تم پہرے دار سے کہہ رہے تھے، بھائی آرمر سے ملنے جا رہے ہو۔"

"میں نے اس سے جھوٹ کہا تھا۔"

"پارس تمہیں کیا ہو گیا ہے، جھوٹ کیوں بولنے لگے ہو؟"

"میں تمہیں کیسے سمجھاؤں، جوانی میں تھوڑا سا جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔"

"بھائی آرمر کہتے ہیں، جو غلط کام کرتا ہے، وہ جھوٹ بولنے پر مجبور ہوتا ہے۔ صحیح کام کرنے والا ہر حال میں سچ بولتا ہے۔"

"تمہارے بھائی آرمر بوڑھے ہو گئے ہیں اور بوڑھے صرف نصیحت کرتے ہیں۔ تم یہ بتاؤ، مجھے کتنا چاہتی ہو؟"

"اتنا کسی کو نہیں چاہتی۔"

"کیا تم میرے لیے جان دے سکتی ہو؟"

"ابھی کہو، ابھی دے دوں گی۔"

"کیا تم میرے لیے جھوٹ بول سکتی ہو؟"

"توبہ توبہ، کیسی باتیں کرتے ہو۔ جھوٹ بولنا گناہ ہے۔"

"لیکن تم نے وعدہ کیا تھا، میرے یہاں آنے کی بات کسی کو نہیں بتاؤ گی۔"

"میں نے ابھی تک کسی سے کچھ نہیں کہا ہے۔"

"اور کل صبح کوئی پوچھے تو؟"

"تو بتانا ہی ہوگا کیونکہ میں جھوٹ نہیں بول سکتی۔"

"اچھا تو میں جا رہا ہوں۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ میں نہیں جانے دوں گی۔"

"اگر میری خاطر جھوٹ بولنا پسند کرو گی تب رہوں گا۔"

وہ بے بسی سے بولی "پارس! مجھے بُری بات کیوں سکھا رہے ہو۔ کیا اچھے بچے کبھی جھوٹ بولتے ہیں۔"

"جوجو! اب ہم بچے نہیں رہے، تمہیں وہ سلارا یاد ہے نا جو جنگل میں میرے ساتھ جیپ میں بیٹھی ہوئی تھی۔"

"ہاں، اچھی طرح یاد ہے مگر جو بھی تمہارے قریب آئے گی میں اسے پسند نہیں کروں گی۔"

"اس کا مطلب ہے، صرف تم میرے قریب آنا چاہتی ہو۔"

"ہاں، صرف میں۔"

"تو پھر آؤ۔"

وہ پاس آ کر بولی "یہ لو۔"

اس نے جوجو کی کمر کو دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لیا۔ وہ بولی "یہ اچھی بات نہیں ہے۔"

پارس نے پوچھا "کیا تمہارا دل دھڑک رہا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "دل تو روز ہی دھڑکتا ہے اور تمہیں دیکھ کر اور زور زور سے دھڑکنے لگتا ہے۔"

وہ اس پر جھکنے لگا۔ وہ اچانک ہی ایک جھٹکے سے الگ ہو کر بولی "یہ کیا کر رہے ہو؟ تمہیں شرم نہیں آتی؟"

"ارے اس میں شرم کی کیا بات ہے۔ ہم دوست ہیں۔"

"مجھے ایسی دوستی نہیں چاہیے، تم گندے بچے ہو۔"

پارس اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ غصے میں تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہاں سے نکل کر اپنے کاٹیج کی طرف جا رہا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا "یا اللہ! کس معصوم بچی سے دل لگا ہے۔ یہ تو بوڑھی ہو جائے گی، اس کی کمر جھک جائے گی لیکن یہ کبھی جوان نہیں ہوگی۔"

وہ ناکام و نامراد اپنے کاٹیج کی طرف آیا۔ پھر اسے کھول کر اندر قدم رکھتے ہی ٹھٹک گیا۔ رسونتی ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی بولی "رک کیوں گئے؟ اچھا کام کرنے والے کبھی ٹھٹکتے نہیں۔ کہیں جھجکتے نہیں۔ کیا تم اس قدر جوان ہو گئے ہو کہ بزرگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے لگے ہو؟"

وہ سر جھکا کے بولا "خدا کا شکر ہے، میں نے ابھی تک ایسا کوئی کام نہیں کیا ہے جس پر شرمندگی ہو مگر ہاں، آپ میری وجہ سے اتنی رات تک جاگ رہی ہیں اس کے لیے مجھے شرمندگی ہے۔"

"جب اولاد نافرمان ہو تو ماؤں کی نیندیں اڑ جاتی ہیں۔ تم وہاں کیوں گئے تھے؟"

"یہ معلوم کرنے کہ وہ میری شریک حیات بننے کے قابل ہے کہ نہیں۔"

"یہ سوچنا اور سمجھنا ہمارا کام ہے۔"

"سوری ماما! مجھے جوجو کے ساتھ زندگی گزارنی ہے، اس لیے مجھے سمجھنا چاہیے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس کے ساتھ تمام عمر نہیں گزار سکوں گا۔"

"تم دونوں بچپن سے ایک دوسرے کو چاہتے ہو۔ آج اچانک جذباتی فیصلہ کر کے تو پچھتاؤ گے۔ میں تمہاری توقع کے خلاف یہ فیصلہ کر کے آئی ہوں کہ جلد سے جلد اس کی اور تمہاری شادی کر دی جائے۔"

پارس نے چونک کر سر اٹھایا۔ اپنی ماما کو بے یقینی سے دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"میں سوچ سمجھ کر فیصلہ کر چکی ہوں۔"

"لیکن ماما، وہ نادان ہے۔ ابھی تک معصوم بچی ہے۔ وہ آج جوان ہے، کل بوڑھی ہوگی مگر مرتے دم تک بچی ہی رہے گی۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ میں آج رات تمہیں سوچنے کا موقع دیتی ہوں۔ کل میرے پاس آؤ اور صاف صاف بتاؤ، میرا فیصلہ تمہیں منظور ہے یا نہیں؟"

وہ کمرے سے چلی گئی۔ پارس آہستہ آہستہ چلتا ہوا بستر تک آیا۔ تھوڑی دیر بستر پر سر جھکائے بیٹھا رہا، پھر آرام سے لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ صبح پانچ بجے تک سوتا رہے۔ اس دوران اگر کوئی غیر معمولی بات ہو تو اس کی آنکھ کھل جائے۔ اس کے بعد وہ رفتہ رفتہ گہری نیند میں ڈوب گیا۔

وہ کوئی آدھے گھنٹے سے زیادہ سو نہ سکا۔ اچانک ہی آنکھ کھل گئی۔ اس نے حیران ہو کر سوچا "کیا بات ہے، کیا یہاں کوئی غیر معمولی بات ہو رہی ہے؟"

وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کمرے میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ کھڑکی اور دروازے کو دیکھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ سوتے وقت اسے بند کرنا بھول گیا تھا۔ تب اس نے سوچا "شاید یہی بات ہے، دروازہ ہوا سے کھلا تو میری آنکھ کھل گئی جب کہ دروازے کو بند رہنا چاہیے تھا اور یہ میری غلطی ہے۔"

وہ دروازہ بند کر کے بستر پر آیا۔ اس کی ایک سوچ کہہ رہی تھی۔ بات اصل میں کچھ اور ہے۔ یقیناً کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے جس کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی تھی۔

وہ غیر معمولی بات کیا ہے؟ اس وقت سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ وہ پھر آرام سے لیٹ گیا۔ اس نے سوچا "اب میں دماغ کو ہدایت نہیں دوں گا، میرے نصیب میں سونا نہیں ہے۔ ماں اپنی ممتا سے ہمیشہ محروم کرتی رہی، آج جوجو نے بھی مایوس کر دیا ہے۔"

اس کی دوسری سوچ نے کہا "مجھے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ میرے مزاج میں زندہ دلی ہے، مجھے ہر زخم ہنستے ہنستے سہنا چاہیے۔ جس طرح بچپن میں ہر کام وقت پر کرتا آیا ہوں، اسی طرح مجھے وقت پر سونا چاہیے۔ میں اپنے دماغ کو ہدایت دوں گا۔"

پھر وہ بے اختیار دماغ کو ہدایات دینے لگا "میں صبح پانچ بجے تک سوتا رہوں گا۔ میں نے کھڑکیاں اور دروازے اندر سے بند کر لیے ہیں، خطرے کی بات نہیں ہے لہٰذا پانچ بجے سے پہلے میری آنکھ نہیں کھلے گی۔"

پھر اس نے محسوس کیا کہ اس پر نیند غالب آنا چاہتی ہے۔ دراصل یہی غیر معمولی بات تھی جس نے اس کی آنکھیں کھول دی تھیں لہٰذا اس نے اپنے آپ کو اس دوسری نادیدہ سوچ کے حوالے کر دیا۔ پورے جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر یوں سکون سے سانس لینے لگا جیسے گہری نیند میں ڈوب گیا ہو۔

پھر وہ جوجو کا تصور کرنے لگا تاکہ یوں لگے جیسے اسے خواب میں دیکھ رہا ہو۔ جب کسی کا تصور کرتے ہیں تو وہ دماغ کی اسکرین پر نظر آتا ہے اور دماغ کی اسکرین پر خواب بھی دکھائی دیتے ہیں۔

اس نے اسکرین پر ماما کو دیکھا۔ ظاہر ہے رسونتی خیالی خوانی کے ذریعے خود کو اس کے خوابیدہ دماغ میں لا رہی تھی اور مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی "بیٹے! میں تمہاری ماں ہوں، دل و جان سے تمہیں چاہتی ہوں۔ اگر تم بھی مجھے چاہتے ہو تو میری ایک بات پر عمل کرو۔"

"ماما! آپ حکم دیجیے، میں آپ کے ایک اشارے پر اپنی جان دے دوں گا۔"

"جان دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تم پر تنویمی عمل کر رہی ہوں۔ تم میرے معمول بننے کے لیے ٹرانس میں آ جاؤ۔"

"میں آپ کے قدموں میں ہوں۔ آپ مجھے تنویمی عمل کے ذریعے جہاں پہنچانا چاہتی ہیں پہنچا دیجیے۔"

"میں جو سوال کروں گی، تم اس کا صحیح جواب دو گے؟"

"میں صحیح جواب دوں گا۔"

"جو حکم دوں گی، اس کی تعمیل کرو گے؟"
"میں تعمیل کروں گا۔"
"آج کتنی تاریخ ہے؟"
"مجھے کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔
"اس کا مطلب ہے، تم گہری نیند میں ہو۔ میں کہتی ہوں، آج سات تاریخ ہے، تم کیا کہتے ہو؟"
"میں بھی کہتا ہوں، آج سات تاریخ ہے۔"
"میں کہتی ہوں، تمھارا نام پارس نہیں ہے۔"
"میں کہتا ہوں، میرا نام پارس نہیں ہے۔"
"نہیں، تم پارس ہوں۔"
"میں پارس ہوں۔"
"ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے تمھارے دماغ میں دُہرے خیالات پڑھے تھے۔ تم سوچ رہے تھے، نیند سے اُٹھنے کا سبب کوئی غیر معمولی بات تھی، اب تم کیا کہتے ہو؟"
"میں کہتا ہوں، کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی، وہ میرے کمزور خیالات تھے، جو ختم ہوگئے۔"
"کیا جوجو کو دل و جان سے چاہتے ہو؟"
"میں اسے اپنی روح کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں۔"
"کیا آج تم اس سے مایوس ہوگئے ہو؟"
"میں اس سے مایوس ہوگیا ہوں۔"
"کیا اس سے شادی کرو گے؟"
"میں اسی میں کشمکش ہوں، اس کے بغیر رہ نہیں سکتا اور اس سے شادی کروں گا تو ازدواجی زندگی نہیں گزار سکوں گا۔"
"میں حکم دیتی ہوں، تم شادی کرو گے۔"
"میں شادی کروں گا۔"
"رفتہ رفتہ اسے ازدواجی زندگی گزارنے پر مائل کرو گے۔"
"میں رفتہ رفتہ اسے ازدواجی زندگی کی طرف مائل کروں گا۔"
"تم جوجو اور اس سے ہونے والے بچوں پر بھرپور توجہ دو گے۔ سب سے پہلے اہمیت اپنے گھر، اپنی بیوی اور اپنے بچوں کی ہوگی۔ تم دوسرے معاملات میں برائے نام دل چسپی لوگے۔"

پارس نے وعدہ کیا کہ وہ صرف اپنی بیوی اور بچوں پر بھرپور توجہ دے گا اور دوسرے معاملات میں برائے نام دل چسپی لے گا۔

رسونتی نے کہا: "اگر جوجو کا ذہن بچکانہ رہا اور وہ ازدواجی زندگی گزارنے کی طرف مائل نہ ہوئی تو تم ادارے سے باہر جا کر اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلو گے، خود کو فرہاد علی تیمور کا بیٹا ثابت کرنے کے لیے باپ کی طرح عیاشی کرو گے۔"

پارس ایک دم سے لرز گیا۔ اس کے چونکنے اور لرزنے سے یہ بھید کھل گیا کہ نہ وہ گہری نیند میں تھا، نہ ٹرانس میں آیا تھا اور نہ ہی اپنی ماما کا معمول بنا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا، پھر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر بولا: "ماما، نہیں ماما، مجھے شرم آرہی ہے۔ میری ماں مجھے کیسا درس دے رہی ہے۔"

خواہ کیسے ہی جان لیوا زخم لگتے رہیں، مرد کی آنکھ سے آنسو نہیں نکلتے۔ پارس کی آنکھیں بھی خشک تھیں لیکن دل رو رہا تھا اور وہ کہہ رہا تھا: "میں آپ کا بیٹا ہوں ماما، آپ کا بیٹا ہوں۔ بیٹے کو کچھ بھی سکھانے اور پڑھانے کے لیے تنویمی عمل کی کیا ضرورت ہے، ٹیلی پیتھی کی کیا ضرورت ہے۔ ماں کا حکم کافی ہے، آپ مجھے حکم دیجیے، مجھے بتائیے آپ کیا چاہتی ہیں لیکن نہیں، میں کس لیے پوچھوں کہ آپ کیا چاہتی ہیں کیونکہ یہ تو مجھے معلوم ہوچکا ہے۔ آپ چاہتی ہیں، میں جوجو کے ساتھ اور اس کے ہونے والے بچوں کے ساتھ گھریلو اور ازدواجی زندگی میں مصروف رہوں۔ دوسرے معاملات میں برائے نام دل چسپی لوں۔ میں برائے نام بھی دل چسپی نہیں لوں گا۔ میں آپ کے بیٹے کو پورا موقع دوں گا کہ وہ ہمیشہ میدانِ عمل میں رہے اور ہمیشہ بڑے بڑے کارنامے انجام دیتا رہے۔"

وہ بستر پر اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ پھر بولا: "یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ آپ مجھ سے خوفزدہ ہیں۔ آپ جانتی ہیں، میں آپ کے بیٹے سے کسی طرح کمتر نہیں ہوں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں، اپنے طور طریقے بدل دوں گا، خود کو کمتر ثابت کردوں گا اور آپ کے بیٹے کو افضل، اور برتر بننے کے مواقع دیتا رہوں گا لیکن آپ یہ بات اچھی طرح یاد رکھیں کہ یہ سب کچھ میں نے نہ تو تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہوکر کیا ہے اور نہ ہی آپ کی ٹیلی پیتھی سے خوفزدہ ہوکر۔ سیدھی اور صاف بات یہ ہے کہ میں ماں کے دل سے خوف دُور کرنے کے لیے میدان چھوڑ رہا ہوں۔ آپ کے بیٹے پر احسان کر رہا ہوں۔ اسے افضل اور برتر رہنے کی بھیک دے رہا ہوں۔ بس جائیے، میرے دماغ سے چلی جائیے۔"

اس نے الماری سے جوگنگ کرنے کے لیے لباس نکالا۔ اسے پہن کر موزے اور پھر کینوس کے جوتے پہنتے ہوئے بولا: "میں نہیں جانتا، آپ میرے دماغ میں موجود ہیں یا نہیں، میری دماغی توانائی اب تک بحال نہیں ہوئی۔ آپ چپ چاپ چلی آتی ہیں، میں دیکھتا ہوں کب تک یہ کمزوری رہے گی۔ میں آج سے محنت کروں گا اور پھر اپنے دماغ کو حسّاس بناؤں گا۔"

وہ جوتے پہن کر باہر نکلا، پھر دوڑتے ہوئے پلے گراؤنڈ کی طرف جانے لگا۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ تمام پہرے دار اسے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ اتنی رات کو نہ کوئی جوگنگ کے لیے نکلتا ہے، نہ ہی ورزش کرتا ہے، یہ تو آرام سے سونے کا وقت ہوتا ہے۔ انھوں نے دونوں پارس کو [illegible] وہاں کے طلبا و طالبات کو صبح چار بجے جوگنگ کرتے اور مختلف قسم کی ورزش کرتے دیکھا تھا، یہاں کی تسلی نہیں ہورہی تھی۔ گراؤنڈ کے چاروں طرف جمناسٹک سیکھنے، جوڈو کراٹے کی تربیت حاصل کرنے اور ذہن کو برق رفتار بنانے کے سلسلے میں بہت کچھ سکھانے کے انتظامات کیے گئے تھے۔ آج وہ اپنے اندر کا غبار نکالنے کے لیے ان تمام شعبوں میں جا رہا تھا۔ وہ جس شعبے میں جاتا رہا۔ وہاں کے پہرے دار اس کے لیے دروازہ کھول دیتے تھے اور ایک دوسرے سے حیرانی کا اظہار کرتے تھے۔ ایک انچارج نے ٹیلیفون کے ذریعے وہاں کے ایک اہم بزرگ کو اطلاع دی: "جناب! پارس بابا رات کے سوا دو بجے جمنازیم ہال میں آئے ہیں، پھر یہاں سے دوسرے ہال کی طرف گئے ہیں۔ ان پر کچھ جنونی کیفیت طاری ہے۔"

جناب شیخ صاحب اور دوسرے اہم افراد فوراً وہاں پہنچے۔ ان کے ساتھ رسونتی بھی تھی۔ پتا چلا، وہ ٹھیک چار بجے مسجد کی طرف گیا ہے۔

اس ادارے کے احاطے میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ پارس وہاں پہنچ کر سستا رہا تھا، پھر اس نے جرابیں اور جوتے اتار کر ایک طرف رکھے اور وضو کیا۔ پھر وہاں سے چلتا ہوا مسجد کے صحن میں آکر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد اس نے آنکھیں بند کیں، دونوں ہاتھ ٹانگوں پر رکھے، پھر کلامِ پاک کی تلاوت کرنے لگا۔ اس کی آواز دُور دُور تک گونجنے لگی۔ اس کی جنونی کیفیت کے بارے میں معلوم کرنے والے مسجد کے صحن میں آکر رک گئے تھے۔ وہ بہت ہی پُرسوز لے میں پڑھ رہا تھا۔ اس کی آواز دلوں میں اُترتی جارہی تھی۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ چوٹ کھایا ہوا دل، ربِّ کریم کی رحمتوں کو پکار رہا ہے۔

تمام سننے والے جذب کے عالم تھے۔ وہ کچھ سوچنا، کچھ دیکھنا بھول گئے تھے، بس ایک آواز تھی جو کانوں سے دلوں میں اُتر رہی تھی، دلوں سے دماغوں میں پہنچ رہی تھی اور دماغ سے روح میں جذب ہورہی تھی اور انھیں سمجھا رہی تھی۔ جب دنیا کی تمام رشتوں اور محبتوں سے مایوس ہو جاؤ اور جب تمام مصائب سے تھک ہار جاؤ تو ایک بار مسجد میں ضرور آؤ۔ یہی تمھاری آخری پناہ گاہ ہے۔

جناب شیخ صاحب آہستہ آہستہ چلتے ہوئے پارس کے پیچھے آکر کھڑے ہوگئے۔ اب وہ چپ ہوگیا تھا اور گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ جناب شیخ صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا: "اے ربِّ کریم، اے رحمان و رحیم، میرے بچے کو قوتِ برداشت اور سکون دے۔ آمین!"

☆

ایک ٹرانسفارمر مشین تباہ ہوچکی تھی، ایک رہ گئی تھی لیکن نقشے دو تھے۔ ایک سپر ماسٹر کے ملک میں تھا جسے پارس میرے اور اعلیٰ بی بی کے تعاون سے حاصل کرنے والا تھا۔ دوسرا نقشہ جارج مین کے پاس تھا۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا، فری مین آج کل پیرس میں ہے، نقشہ اسی کے پاس ہے اور ٹرانسفارمر مشین افریقہ کے اسی جنگل میں شیروں کے غار کے اندر رکھی ہے۔

ہم یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ فری مین کسی فرینک سیلر گوڈ وانی کا محتاج ہے۔ مشین تیار کرنے کے سلسلے میں وہ اس سے ایک کروڑ ڈالر سے زیادہ لے چکا ہے اور اس سے وعدہ کرچکا ہے جیسے ہی کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کی گرفت میں آئے گا تو وہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں فرینک سیلر گوڈ وانی کے دماغ میں منتقل کرائے گا۔ یہ تمام باتیں میں پہلے بیان کرچکا ہوں، صرف یادداشت کے طور پر اتنا بیان کر رہا ہوں کہ گوڈ وانی بہت ہی بدصورت تھا لیکن بے انتہا دولت مند تھا۔ دنیا کی تمام بڑی بڑی بندرگاہوں میں اگر اس کا ایک جہاز آتا تو دوسرا وہاں سے روانہ ہوتا تھا۔ دنیا کے کئی بڑے بڑے شہروں میں اس کے فلائنگ کلب تھے یعنی اسے صرف بحری جہازوں کی ہی نہیں، ہیلی کاپٹروں اور طیاروں کی بھی سہولت تھی۔ اس طرح اس کے تعلقات دنیا کے بدترین اسمگلروں سے تھے۔ وہ ٹیلی فون کے ذریعے یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے دنیا کے جس حصے میں جو حکم صادر کرتا تھا اس کی فوراً تعمیل ہوتی تھی۔

وہ جتنا بدصورت تھا اتنا ہی حسین عورتوں کا دلدادہ تھا۔ اسی لیے سلارا کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ فری مین نے اپنی بہن کو اس سے بچائے رکھنے کے لیے ایک ڈمی سلارا پیش کردی تھی لیکن اب ماسک مین کے پاس سے جو کیسٹ آیا تھا اس کیسٹ میں اصلی سلارا کو دیکھ کر گوڈ وانی بھڑک گیا تھا اور فری مین پر شبہ کرنے لگا تھا کہ جو شخص اپنی بہن کے سلسلے میں دھوکا کرسکتا ہے وہ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں فریب . . . . . کرسکتا ہے، لہٰذا گوڈ وانی اب دُہری چال چل رہا تھا۔ اس نے اپنے ایک دستِ راست کو بھاری رقم دے کر فری مین کے پیچھے لگا دیا تھا، اور اس کا دستِ راست ایک گینگ بنا کر دُہری چال چل رہا تھا۔ ایک طرف اس نے ریڈ ہاپر کے باس سے یہ سودا طے کیا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین اس کی نظروں میں ہے۔ وہ کسی وقت بھی اسے حاصل کرسکتا ہے۔ اگر ایک خیال خوانی کرنے والا حاصل ہو جائے گا تو ماسک مین کے ایک آدمی کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کی جائیں گی۔ اس کے عوض سلارا کو واپس کردیا جائے۔ مقصد یہی تھا کہ سلارا حاصل ہوگی تو اسے گوڈ وانی کی خوابگاہ میں پہنچا دیا جائے گا۔

گوڈ وانی کا وہ دستِ راست بدنام مجرموں کا ایک گینگ بنانے کے بعد جارج فری مین کو بلیک میل کر رہا تھا۔ اس نے ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ فری مین کئی پریشانیوں میں اُلجھا ہوا تھا، ٹیلی فون کی گھنٹی سن کر چونک گیا۔ چونکنے کی وجہ بھی تھی۔ کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ گوڈ وانی کے اس بنگلے میں وہ چھپا ہوا ہے۔ وہ بہت کم بنگلے سے باہر نکلتا تھا۔ کوئی اس کا شناسا نہیں تھا اور نہ ہی وہ کسی کو فون کرتا تھا، پھر کسی کا فون کیسے آسکتا تھا۔ بہرحال اس نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھالیا۔ اسے کسی کا قہقہہ سنائی دیا۔ پھر قہقہہ لگانے والے نے کہا: "ہیلو مسٹر جارج فری مین!"

اس نے چونک کر پوچھا: "تم کون ہو۔ میرا نام کیسے جانتے ہو؟"

" مجھے بلائنڈ ایرو یعنی اندھا تیر کہتے ہیں اور اندھا تیر اندھیرے میں چھپے ہوئے ٹارگٹ تک پہنچ جاتا ہے "

"تم مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"ٹرانسفارمر مشین نے تمہیں سارے زمانے میں مشہور کر دیا ہے میں تو ایسے گمنام مجرموں تک پہنچ جاتا ہوں جو چھپ کر واردات کرتے ہیں اور کبھی منظرِ عام پر نہیں آتے۔ تم اس قدر مشہور ہونے کے باوجود چھپنے کی حماقت کر رہے ہو۔ آج نہیں تو کل فرہاد علی تیمور یا سپر ماسٹر یا ماسک مین یا کسی اور خطرناک تنظیم والوں کی نظروں میں آسکتے ہو اور جانتے ہو، ان کی نظروں میں کس طرح آسکتے ہو؟"

"میں تمہاری باتیں سن رہا ہوں۔ تم بہت پُراسرار بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ کیا کھل کر سامنے نہیں آسکتے؟"

"میں اندھیرے کا تیر ہوں اور اندھیرے میں ہی سنسناتا ہوا آتا ہوں۔ تم اپنی فکر کرو "

"تم ابھی کہہ رہے تھے، میں کسی کی بھی نظروں میں آسکتا ہوں مگر کیسے، میں تو چھپا ہوا ہوں؟"

"اگر چھپے ہوئے ہو تو میری نظروں میں کیسے آگئے؟"

"میں حیران ہوں، میرا ایک ہی رازدار ہے "

"آج سے مجھے بھی اپنا رازدار سمجھو "

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"کیسا بچکانہ سوال ہے۔ تمہاری کوئی اہمیت نہیں ہے، اہمیت صرف مشین کی ہے، بات کچھ سمجھ میں آئی؟"

"یعنی تم بھی مشین کے دیوانے ہو؟"

"دوسروں کی طرح دیوانہ تو نہیں ہوں۔ بس تھوڑا سا فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں "

"کیا تم اپنے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم منتقل کرانا چاہتے ہو؟"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ فی الحال تم مجھے اس مشین تک پہنچا دو "

"اگر میں ایسا نہ کروں تو؟"

"تو مجھے سوچنا ہوگا، تمہارے پاس کیسے پہنچایا جائے ... فرہاد علی تیمور کو، سپر ماسٹر کو، ماسک مین کو، ویسے یہودی بھی اس معاملے میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں اور وہ مجھے بھاری سے بھاری رقم ادا کرسکیں گے "

"تم کتنی رقم چاہتے ہو؟ مجھ سے بولو "

"جس کے پاس جو چیز ہوتی ہے وہی مانگی جاتی ہے۔ تمہارے پاس مشین ہے، مشین مانگ رہا ہوں، اس وعدے کے ساتھ کہ مشین پر قبضہ نہیں جماؤں گا۔ وہ جہاں بھی چھپا کر رکھی گئی ہے، میں اسے صحیح سلامت نکال لاؤں گا۔ یہاں چھپانے کے لیے تمہیں کسی خفیہ اڈے کی ضرورت ہوگی۔ اس کا انتظام میں کردوں گا "

"مجھے سوچنے کی مہلت دو "

"جتنی مہلت چاہتے ہو، مل جائے گی لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ میرے آدمی تمہاری نگرانی کر رہے ہیں۔ تم یہ جگہ چھوڑ کر جہاں بھی جاؤ گے میں وہاں پہنچ جاؤں گا "

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ جارج فری مین نے اپنا ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے سوچا "یہ نئی مصیبت آگئی ہے، آخر یہ کون ہے؟ یہ مجھ تک کیسے پہنچ گیا ہے، اسے کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں چھپا ہوا ہوں؟"

وہ اپنے محسن فرینک سیلر گوڈوانی پر شبہ نہیں کرسکتا تھا۔ وہ بھلا کسی دشمن کو پیچھے کیوں لگائے گا جبکہ اسے براہِ راست فری مین سے فائدہ پہنچنے والا تھا۔

وہ ریسیور اٹھا کر ان تمام نمبروں پر باری باری رابطہ قائم کرنے لگا جہاں گوڈوانی سے رابطہ قائم ہونے کی توقع تھی۔ وہ ایک فون نمبر پر مل گیا۔ اس نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"مسٹر گوڈوانی! میں ایک نئی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ کوئی شخص مجھے بلیک میل کر رہا ہے۔ میں فون پر کھل کر بات نہیں کرسکوں گا۔ تم فوراً چلے آؤ "

گوڈوانی نے کہا "میں ابھی آرہا ہوں "

پھر اس نے مسکرا کر ریسیور رکھ دیا۔ وہ جانتا تھا، اس کے دستِ راست نے ہی اسے بلیک میل کیا ہوگا اور اب وہ گھبرا کر اسی سلسلے میں بات کرنے والا ہے۔ وہ تھوڑی دیر بعد کار میں بیٹھ کر اسی بنگلے میں پہنچ گیا، جہاں فری مین چھپا ہوا تھا۔ وہ بہت پریشان تھا، اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا۔ گوڈوانی نے پوچھا "کیا بات ہے؟ بہت پریشان نظر آرہے ہو؟"

"سنو گے تو تم بھی پریشان ہوجاؤ گے۔ کسی کو میرا یہ ٹھکانا معلوم ہوگیا ہے "

اس نے شدید حیرانی کا اظہار کیا "یہ کیا بات کر رہے ہو؟ بھلا یہ ٹھکانا کسے معلوم ہوگا "

"میں اسی بات پر حیران ہوں۔ میری سمجھ میں ایک ہی بات آتی ہے "

"جلدی بولو، میری پریشانی میں اضافہ نہ کرو "

"تم پرتگال کے پاس سے وہ کیسٹ لے کر آئے تھے۔ میں یقین سے کہتا ہوں، تمہارا تعاقب کیا گیا تھا۔ تم خوش فہمی میں ہو کہ کسی کی نظروں میں نہیں آئے تھے۔ اب تمہی بتاؤ کہ اور کون یہاں پہنچ سکتا ہے "

گوڈوانی سوچنے کے انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا پھر تائید کے انداز میں سر ہلا کر بولا "ایسا ہوسکتا ہے، ہمیں خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے۔ یقیناً میرا تعاقب کیا گیا ہے، بہرحال اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے، تم بتاؤ۔ وہ بلیک میلر کیا کہہ رہا تھا؟ کیا تم نے اس سے کچھ مہلت مانگی ہے؟"

"وہ کہہ رہا تھا۔ جتنی مہلت چاہوں مل سکتی ہے لیکن میں ان کی نظروں میں ہوں، وہ میرا تعاقب کریں گے۔ پھر وہ بلیک میلر کہیں بھی میرے پاس پہنچ جائے گا "

"اسے بکنے دو۔ میں کسی طرح بھی تمہیں یہاں سے چھپا کر لے جاؤں گا۔ تم اس ملک میں نہیں رہو گے، یہاں سے یونان جاؤ گے۔ ایتھنز میں میرا ایک خوبصورت بنگلا ہے۔ اس کے متعلق بہت کم لوگ جانتے ہیں اور جاننے والے بھی میرے آدمی ہیں۔ کوئی وہاں تک تمہارا تعاقب نہیں کرے گا۔ اب مجھے بتاؤ، وہ بلیک میلر کیا کہہ رہا تھا؟"

جارج فری مین اسے وہ ساری گفتگو سنانے لگا جو اس کے اور بلیک میلر کے درمیان ہوتی رہی تھی۔ گوڈوانی نے کہا "آج آدھی رات کے بعد میرے فلائنگ کلب میں ایک ہیلی کاپٹر تمہارے لیے تیار رہے گا۔ میرے دو آدمی گاڑی لے کر رات کے کسی حصے میں آئیں گے تم اپنا مختصر سا سامان لے کر یہاں سے نکل جانا۔ تمہیں سامان کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے پہننے، اوڑھنے اور دوسری ضروریات کے لیے جس چیز کی ضرورت ہوگی، وہ تمہیں ایتھنز میں مل جائے گی "

"مسٹر گوڈوانی! میرے پاس ایک بریف کیس ہے۔ اس میں مشین کا نقشہ اور اس کی تمام تفصیلات موجود ہیں، میں اسے ساتھ رکھتا ہوں۔ مشین تو مجھ سے دُور ہوچکی ہے، پتا نہیں! اسے وہاں سے نکالنے کا کب موقع ملے گا۔ کم از کم نقشہ تو میرے پاس رہنا چاہیے "

"جب تم کہتے ہو، نقشہ تمہارے پاس رہنا چاہیے تو ٹھیک ہے، اپنے پاس ہی رکھو ورنہ یہ میرے پاس بھی محفوظ رہ سکتا ہے "

"مسٹر گوڈوانی! میری بات کا بُرا نہ ماننا، میں اس نقشے کو اور اس کی تفصیلات کو ساتھ رکھ کر روزانہ زبانی یاد کرتا رہتا ہوں، اپنے دماغ میں نقش کرلینا چاہتا ہوں۔ اس کا میرے پاس رہنا ضروری ہے "

"کوئی بات نہیں۔ تم صرف وہ بریف کیس لے کر یہاں سے نکل جانا۔ باقی ضرورت کا ہر سامان تمہارے پاس پہنچ جائے گا "

وہ عجب جنجال میں پھنسا تھا۔ جب چاروں طرف دشمن ہوں اور پناہ دینے والا ایک ہی محسن ہو تو وہ محسن کسی طور بھی دشمن نظر نہیں آتا، ہر حال میں اس پر بھروسا کرنا پڑتا ہے۔ اس نے شام ہی سے بنگلے کی تمام بتیاں بجھا دی تھیں اندر اور باہر ہر طرف اندھیرا تھا۔ گوڈوانی نے اسے یقین دلایا تھا کہ وہ فرار ہوتے وقت اس علاقے کی بجلی فیل کرادے گا اور اس نے ایسا ہی کیا تھا۔ رات کے دو بجے بجلی چلی گئی۔ اسی وقت ایک گاڑی اس کے بنگلے کے سامنے آکر رکی۔ ایک شخص دوڑتا ہوا اندر آیا۔ پھر اس نے کہا "مسٹر فری مین! کم آن، ہری اَپ "

فری مین نے بریف کیس اٹھایا، پھر اس کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا کار کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ وہاں پہلے ہی چار آدمی موجود تھے، اسے درمیان میں بٹھا لیا گیا۔ جب کار اسٹارٹ ہوئی تو اس نے پریشان ہوکر پوچھا "مجھے کہا گیا تھا، صرف دو آدمی لینے آئیں گے "

"مسٹر فری مین! آپ کے لیے خطرات زیادہ ہیں، حفاظت بھی اسی طرح ہونی چاہیے "

گاڑی تیز رفتاری سے فلائنگ کلب کی طرف جارہی تھی۔ فری مین سہما ہوا تھا اور پریشان ہوکر کبھی پیچھے اور کبھی دائیں بائیں کھڑکی کے پار دیکھتا تھا۔ رات کے وقت یہ اندازہ کرنا مشکل تھا، کون سی گاڑی تعاقب میں ہے۔ ویران راستے میں اِکّا دُکّا گاڑیاں نظر آرہی تھیں۔ ایسے ہی وقت دو گاڑیاں ان کے دائیں بائیں چلنے لگیں۔ ایک گاڑی سامنے نظر آرہی تھی اور ایک گاڑی پیچھے ہارن دے رہی تھی، پھر دائیں بائیں چلنے والی گاڑیوں سے بندوقیں نکل آئیں۔ ایک نے چیخ کر کہا "آگے پیچھے بھی راستہ بند ہے۔ اگر مقابلہ کرو گے تو کچھ ہمارے آدمی مارے جائیں گے اور کچھ تمہارے۔ بہتر ہے، گاڑی روک کر ہماری بات سن لو "

جارج فری مین نے گھبرا کر کہا "گاڑی نہ روکنا۔ میرے پاس بہت اہم چیز ہے، یہ ان کے ہاتھ لگ جائے گی "

اسی وقت ایک فائر ہوا۔ فائرنگ کے ساتھ ہی پہیئے کے برسٹ ہونے کی آواز سنائی دی، وہ گاڑی ذرا ڈگمگائی۔ پھر رُک گئی۔

فری مین کے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا: "خبردار! ہم میں سے کوئی گولی نہ چلائے۔ ہم چاروں طرف سے گھیر لیے گئے ہیں۔ وہ زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

جارج فری مین پریشان ہوکر، بوکھلا کر اِدھر اُدھر سر گھما کر دیکھ رہا تھا۔ چاروں طرف سے ریوالور اور رائفل والے اس گاڑی کو گھیر چکے تھے اور انھیں باہر نکلنے کے لیے کہہ رہے تھے۔ مجبوراً حکم کی تعمیل کرنا پڑی۔ وہ ایک ایک کرکے باہر نکلے۔ بے چارے واقعی مجبور تھے۔ ہتھیار ساتھ ہوتے ہوئے بھی استعمال نہیں کرسکتے تھے۔ انھیں گھیرنے والوں میں سے ایک کے ہاتھ میں کوئی تصویر تھی۔ وہ تصویر دیکھ رہا تھا اور ان سب کے چہروں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا: "یہ جارج فری مین ہے۔ یہ اس کی تصویر ہے۔"

ایک شخص نے ریوالور کی نال اس کے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "اچھا تو تم یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کر رہے تھے اور یہ تمھارے ہاتھ میں کیا ہے؟"

فری مین اپنے بریف کیس کو پیچھے کی طرف چھپانا چاہتا تھا۔ پیچھے کھڑے ہوئے شخص نے اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ وہ تڑپ کر بولا۔ "یہ میرا بریف کیس ہے، اس میں ضروری کاغذات ہیں۔ اس سے تمھارا کوئی بھلا نہیں ہوگا۔ پلیز، یہ مجھے واپس کردو۔"

اس کے منہ پر ایک گھونسا پڑا۔ دوسرے تمام افراد جارج فری مین کے ساتھ آنے والوں کی تلاشی لے رہے تھے اور انھیں ہتھیاروں سے خالی کر رہے تھے۔ پھر ایک نے کہا: "چپ چاپ اپنی گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔ باہر نکلو گے تو گولی مار دی جائے گی۔"

ان سب کو حکم کی تعمیل کرنا پڑی۔ وہ ایک ایک کرکے بیٹھ رہے تھے۔ جارج فری مین چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "میرے کاغذات سے تمھارا کوئی بھلا نہیں ہوگا اور یہ تمھارے کسی کام نہیں آئیں گے۔ یہ سب مجھے واپس کردو۔"

ایک نے اسے لات ماری۔ وہ گاڑی کے اندر چلا گیا۔ آنے والے دوڑتے ہوئے اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف گئے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ گاڑیاں اسٹارٹ ہوکر تیزی سے دوڑتی ہوئی ان کی نظروں سے اوجھل ہوتی چلی گئیں۔ جارج فری مین سکتے کی حالت میں دیدے پھیلائے، منہ کھولے ایک طرف تکتا رہ گیا۔ وہ اس نقشے کو اور اس کی تفصیلات کو اپنے سینے سے لگائے رکھتا تھا۔ یہی ایک چیز تھی جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی تھی۔ آج وہ بھی ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ لے دے کے ایک مشین رہ گئی تھی جو ابھی نہ ہونے کے برابر تھی کیونکہ اس سے ہزاروں میل دُور کہیں پڑی ہوئی تھی، صرف وہی اس کے متعلق جانتا تھا، اور جاننے کے باوجود خود وہاں نہیں جاسکتا تھا۔

انھوں نے گاڑی کا پہیہ تبدیل کیا، پھر فلائنگ کلب پہنچے۔

وہاں فری مین نے گوڈوانی سے فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ پھر "میں تباہ ہوگیا، برباد ہوگیا۔ اس بلیک میلر کے آدمی میرا بریف کیس لے گئے ہیں، میرا سارا سرمایہ لے گئے ہیں۔ اب میں دوسری مشین تیار نہیں کراسکوں گا۔"

گوڈوانی نے کہا: "تمھارے ستارے گردش میں ہیں۔ اس نـ کا ہاتھ سے نکل جانا اس بات کی دلیل ہے کہ تم قدم قدم پر ناکام ہو رہے ہو اور بدنصیبی تمھارا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہے۔ جتنی جلدی ہوسکے، وہاں سے نکل جاؤ اور فون پر باتیں نہ کرو۔ میں تم سے ایتھنز میں ملاقات کروں گا۔"

وہ صبح ایتھنز پہنچ گیا اور بڑی بے چینی سے گوڈوانی کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے کے دوران ناکامی کے متعلق سوچا تھا۔ یہ اس کی عادت تھی کہ جہاں اپنے فائدے کی بات سوچتا تھا، وہاں نقصان کا بھی خیال رکھتا تھا۔ اس نے سوچا تھا، ز سے زیادہ یہ ناکامی ہوگی کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاتھ نہیں آئے گا۔ اتنی محنت سے تیار کی ہوئی ٹرانسفارمر مشین ہاتھی کے دانت بن جائے گی جو دکھانے کے لیے ہوتے ہیں، کھانے کے لیے نہیں ہوتے۔

وہ گوڈوانی کا انتظار کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ اس مشین نے اسے کیا دیا اور اس سے کیا لیا جب اس نے حساب شروع کیا تو چلا، مشین نے بہت کم اسے فائدہ پہنچایا مگر نقصان زیادہ پہنچایا۔ اس کی جان کا عذاب بن گئی ہے۔ آج اس کا کوئی گھر نہیں ہے۔ جـ وہ ایک بہت بڑے قلعے کا مالک تھا۔ ٹیکساس سٹی میں ان بہن بـ کے شاندار بنگلے تھے اور کئی خفیہ اڈے تھے۔ وہ سب چیزیں اب موجود تھیں لیکن انھیں استعمال نہیں کرسکتا تھا، وہاں جاکر پناہ نہیں لے سکتا تھا۔ پناہ لینے کے لیے وہ گوڈوانی کا محتاج تھا۔

اس کا سب سے بڑا سہارا اور اس کی محنت کا ثمر وہ مشین تھی اب افریقہ کے جنگل میں ایک جگہ چھپا کر رکھ دی گئی تھی۔ وہ اس مشین کو نہیں کہہ سکتا تھا اور جس چیز کو اپنایا نہ جاسکے، جسے ہاتھ نہ لگایا جاسکے، جسے اٹھا کر اپنے گھر نہ لایا جاسکے، وہ چیز اپنی کیسے ہوسکتی ہے؟

ہاں مشین کا وہ نقشہ اس کے اپنے پاس تھا۔ اسے اطمینان مشین کو کچھ ہوگیا، وہ ہاتھ نہ آئی یا وہ تباہ ہوگئی تو کوئی بات نہیں ٹیلی پیتھی سیکھنے کے دیوانے بہت ملتے ہیں اور اس سلسلے میں گـ کی طرح بڑی بڑی رقمیں بھی لگاسکتے ہیں۔ وہ نقشے کی مدد سے دوسری تیار کرسکتا تھا۔ گویا وہ نقشہ مشین سے زیادہ اہم تھا لیکن آج وہ بھی ہـ کیا گیا۔ جسم سے جان نکلی جارہی تھی۔

دن کے دو بجے ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ تیزی سے ہوا ٹیلی فون کی طرف جانے لگا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ گوڈوانی اس سے قائم کرنا چاہتا ہے۔ پھر وہ ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھاتے بڑھاتے ٹھٹک گیا۔ گوڈوانی نے کہا تھا کوئی بات ٹیلی فون پر نہیں ہوگی

د یہاں پہنچ رہا ہے اور جب پہنچ رہا ہے تو ٹیلی فون کی گھنٹی کیوں رہی ہے؟

اس نے آہستگی سے ریسیور اٹھایا۔ پھر کان کے قریب لایا۔

"ہیلو ہیلو، مسٹر جارج فری مین، ہیلو۔"

اس نے صرف ایک بار بلیک میلر سے بات کی تھی۔ وہ خود کو نڈا یہ دکتا تھا۔ ایک بار اس کی آواز سننے کے بعد وہ اسے اچھی ح پہچان گیا تھا۔ اس وقت بھی وہی آواز سنائی دے رہی تھی۔ کہہ رہا تھا: "تم کہاں تک بھاگو گے؟ دنیا کے کس حصے میں جاؤ گے؟ تمھاری قبر میں بھی گھس کر پوچھوں گا، بتاؤ وہ ٹرانسفارمر مشین کہاں ہے؟ ہی ہی ہی، تم بتاؤ گے، تمھیں بتانا ہی پڑے گا ورنہ سپر ماسٹر ک مین، فرہاد علی تیمور اور یہودی جاسوس تم پر بیک وقت حملہ کرسکتے ۔ ان سب کو میں ہی تمھارا موجودہ پتا بتاؤں گا بلکہ ہر وہ ٹھکانا بتاؤں گا ں آئندہ تم موجود رہو گے ہی ہی ہی ہی۔۔۔!"

وہ شیطانی قہقہے لگا رہا تھا۔ جارج فری مین نے چیخ کر کہا: "یُو ٹ اپ! آخر تم کون ہو، تمھیں کیسے پتا چل گیا کہ میں پیرس سے یہاں ج گیا ہوں؟"

"ہی ہی ہی ہی، تمھیں شاید پتا نہیں، میں آدمی کی صورت میں ایک ہوں۔ اپنے شکار کی بو دُور سے ہی سونگھ لیتا ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو، طرح تمھاری بو سونگھتا ہوا پیچھے پیچھے چلا آرہا ہوں۔"

وہ سمجھ گیا، اس سے بحث کرنا فضول ہے۔ وہ ایک بدروح کی رح پیچھے پڑ گیا ہے۔ اس سے پیچھا چھڑانا آسان نہ ہوگا۔ اس نے ریسیو دیا۔ وہاں سے پلٹ کر شکست خوردہ انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ ں کا دل ڈوب رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ موت کی پستیوں میں جارہا ہا اور اب اسے زندگی کی طرف کوئی نہیں لاسکے گا۔

یکبارگی وہ چیخ مار کر اچھل پڑا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی پھر بج رہی تھی۔ اسے سا لگا جیسے کسی نے گولی ماری ہو۔ وہ گھنٹی کی آواز اس کے دماغ میں ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھی۔ وہ پریشان ہوکر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ آگے ھ کر ہاتھ لگانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ دماغ نے سمجھایا، نجات ممکن یں ہے۔ اس بلیک میلر سے بات کرنا ہی چاہیے، ورنہ وہ یہاں پہنچ ئے گا یا دوسرے دشمنوں کو پہنچا دے گا۔

وہ بوجھل قدموں سے ٹیلی فون کی طرف یوں جانے لگا جیسے کوئی رگی کی آخری سانسیں لیتا ہوا پھانسی کے پھندے تک جارہا ہو۔ پھر س نے ریسیور اٹھا کر زور سے دہاڑتے ہوئے کہا: "کیا ہے؟ کیوں یشان کر رہے ہو؟ لے آؤ اپنے ہتھیار، کتنے ہتھیار ہیں تمھارے ں۔ مجھے گولیوں سے چھلنی کردو، میں مر جاؤں گا مگر تمھاری چال ، نہیں آؤں گا۔"

دوسری طرف سے گوڈوانی کی آواز سنائی دی: "جارج! تمھیں کیا ہوگیا ہے؟ تم کیوں چیخ رہے ہو؟"

وہ ایک دم سے ہوش میں آگیا۔ یوں لگا جیسے بھیانک خواب سے بیدار ہوا ہو۔ گوڈوانی نے عین وقت پر سہارا دیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک اطمینان سے سانسیں لیتا رہا۔ دوسری طرف سے گوڈوانی بار بار پوچھ رہا تھا: "ہیلو ہیلو جارج! تم جواب کیوں نہیں دیتے، ہیلو جارج!"

پھر اس نے جواب دیا: "ابھی اس بلیک میلر کا فون آیا تھا، چیلنج کر رہا تھا کہ وہ بو سونگھ کر دنیا کے کسی حصے میں بھی پہنچ سکتا ہے۔"

گوڈوانی نے حیرانی کا اظہار کیا: "اوہ گاڈ! کیا وہ کم بخت یہاں بھی پہنچ گیا؟"

"ہاں، اس نے ثابت کردیا ہے کہ وہ کہیں بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ وہ شخص اتنی کامیابی سے تعاقب کرتا ہوا اتنی جلدی تمھارے پاس پہنچ سکتا ہے۔"

"مسٹر گوڈوانی، وہ جلدی نہیں پہنچا، پورے بارہ گھنٹے بعد اس نے فون کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے، وہ میرے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا۔ یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے۔ تمھارے فلائنگ کلب کے رجسٹر میں یہ درج ہوتا ہے کہ کون سا ہیلی کاپٹر کس ملک اور کس شہر میں جارہا ہے۔ یہ بات حکومت کے متعلقہ افسران کو بھی معلوم ہوتی ہے۔ کیا وہ ان افسران کو بھاری رشوت دے کر معلوم نہیں کرسکتا کہ میں یہاں پہنچ گیا ہوں؟"

"تم درست کہتے ہو۔ وہ شخص وسیع ذرائع کا مالک ہوگا۔"

"وہ جو بھی ہو، تم فوراً میرے پاس آؤ۔ میں بہت پریشان ہوں۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے میری زندگی کے دن بہت تھوڑے سے رہ گئے ہوں۔"

"مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ میں تمھارے لیے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ یقین کرو، جب تک تم میرے سائے میں ہو، میں نہ تو تمھیں حرام موت مرنے دوں گا اور نہ ہی دشمنوں کے ہاتھ لگنے دوں گا۔"

"مسٹر گوڈوانی! اتنی باتیں کرنے سے بہتر ہے فوراً میرے پاس آجاؤ۔"

"احمقانہ باتیں نہ کرو۔ وہ شخص پیرس سے یہاں پہنچ گیا ہے، اس کے آدمی تمھاری نگرانی کر رہے ہوں گے۔ وہ مجھے بھی تمھارے ساتھ دیکھیں گے، پھر میرے بھی پیچھے پڑ جائیں گے۔ میں تمھاری طرف سے سلارا کی رہائی کے لیے بھرپور کوشش نہیں کرسکوں گا۔ اس بلیک میلر کے دام میں اُلجھتا جاؤں گا۔ نہیں جارج نہیں۔ مجھے فی الحال تم سے دُور رہنا چاہیے۔"

"تم بھی دُور رہو گے تو مجھے کس کا سہارا ہوگا؟"

"گھبراتے کیوں ہو، میں دُور ہی دُور سے تمھارے کام آتا رہوں گا۔ میرا مشورہ ہے، اس شہر میں چھپ کر نہ رہو۔ اس کی نظروں میں آگئے ہو تو آزادی سے باہر نکلو۔ گھومتے پھرتے رہو۔ باہر کی تازہ

ہوا کھاتے رہو شاید اس سے نجات پانے کی کوئی عمدہ سی ترکیب میرے دماغ میں آجائے۔ وہاں میری الماری کے اندر جو چھوٹی سی تجوری ہے، وہ نمبروں کی ترتیب سے کھلتی ہے۔ اس تجوری میں کم از کم ایک لاکھ ڈالر ہوں گے۔ تم جتنی رقم چاہو لے سکتے ہو۔ میں بعد میں رابطہ قائم کروں گا۔"

"مسٹر گوڈوانی! ریسیور نہ رکھنا۔ وہ بلیک میلر اب اور کھل گیا ہے۔ مجھ سے مشین کا پتا معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

وہ سختی سے بولا "جارج! میں نے کتنی مرتبہ سمجھایا ہے، فون پر مشین کے سلسلے میں کوئی بات نہ کیا کرو۔ ہماری بات دوسری جگہ سنی جاسکتی ہے۔ میں جلد ہی موقع دیکھ کر تم سے ملاقات کروں گا پھر اس سلسلے میں باتیں ہوں گی، ڈیٹس آل۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ جارج فری مین نے چیخ کر کہا "میں کہتا ہوں، ریسیور نہ رکھو۔ تم کیا موقع دیکھ کر ملاقات کروگے۔ تمھاری ایسی کی تیسی۔ تم بھی اس بُرے وقت میں ساتھ چھوڑ رہے ہو، مجھ سے دُور رہنا چاہتے ہو۔ اگر یہاں الماری کی تجوری میں ایک لاکھ ڈالر ہیں تو میں کیا کروں؟ کیا یہ رقم مجھے اس بلیک میلر سے نجات دلا سکتی ہے؟ کسی طرح اس سے چھپا سکتی ہے؟ جب سے وہ مشین تیار ہوئی ہے، دن رات یہی دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کوئی اسے چھین کر لے جائے گا۔ تم کہتے ہو، میں فون پر مشین کی بات نہ کروں۔ ارے تو پھر کب کروں، کہاں کروں؟ وہ بلیک میلر تمھیں مجھ سے ملنے نہیں دے گا۔ تم اس سے چھپتے پھروگے اور وہ مجھے پیرا ماسٹر، ماسک مین یا فرہاد علی تیمور کے حوالے کر دے گا۔ کیا تم میری بات سن رہے ہو؟ تم خاموش کیوں ہو؟ جواب کیوں نہیں دیتے؟ ہیلو ہیلو ہیلو۔۔۔!"

اس نے گھور کر ریسیور کو دیکھا۔ پھر زور سے کریڈل پر پٹخ دیا۔ جی چاہتا تھا اپنا سر بھی پٹخنا شروع کر دے۔ کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا، جس بنگلے میں وہ کھڑا ہے اس کی چار دیواری میں کہیں کھڑکی دروازہ نہیں ہے۔ کہیں سے فرار کا راستہ نہیں ہے۔ وہ قید ہو کر رہ گیا ہے۔ دنیا جو بہت بڑی نظر آرہی تھی اب صرف چار دیواری تک محدود ہو گئی ہے اور وہ بلیک میلر جب چاہے مشین کے تمام دیوانوں کو اس چار دیواری میں پہنچا سکتا ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک اِدھر سے اُدھر ٹہلتا رہا پھر ذرا نارمل ہو کر سوچنے لگا "میں غصے میں ہوں۔ جھنجلاہٹ میں مبتلا ہوں۔ اس بلیک میلر سے شکست پر شکست کھا رہا ہوں اور اپنی ذہانت سے کام نہیں لے رہا ہوں اور ذہانت سے کام لینے کا طریقہ یہی ہے کہ خود کو ہر حال میں نارمل رکھا جائے۔ غصے کو دماغ میں نہ آنے دیا جائے۔ دماغ میں جو انتشار ہے اسے دُور کیا جائے اور صرف ایک بات پر توجہ مرکوز کی جائے کہ نجات کیسے مل سکتی ہے؟"

جب اس نے ٹھنڈے دماغ سے خود کو چھپانے کے سلسلے میں سوچنا شروع کیا تو بات سمجھ میں آگئی۔ اسے میک اپ میں رہنا چاہیے۔ چپ چاپ اس گھر سے نکل جانا چاہیے۔ باہر نگرانی کرنے والے اور تعاقب کرنے والے آخر انسان ہیں۔ کوئی بدروح تو نہیں ہیں کہ جہاں جائے گا وہاں پہنچ جائیں گے۔ وہ انھیں ڈاج دینے کی کوشش کر سکتا تھا۔

اس رہائش گاہ میں میک اپ وغیرہ کا سامان نہیں تھا۔ الماری میں مختلف سائز کے ملبوسات تھے۔ وہ کوئی مناسب سا لباس پہن کر نکل سکتا تھا۔ اس نے فوراً ہی اپنے اس ارادے پر عمل کیا۔ لباس تبدیل کر کے تجوری سے پچاس ہزار ڈالر نکالے۔ وہ سب بڑے نوٹ تھے، دو جیبوں میں آگئے۔ بنگلے کی پچھلی گلی میں شاذ و نادر ہی کوئی نظر آتا تھا۔ آس پاس رہنے والے لوگ کبھی کبھی دکھائی دیتے تھے۔

اس نے بنگلے کا پچھلا دروازہ کھول کر دُور دُور تک نظر دوڑائیں، کچھ لوگ آتے جاتے دکھائی دیے مگر ان میں ایسا کوئی شخص نظر نہیں آیا جو باقاعدہ اس کی نگرانی کے لیے مقرر کیا گیا ہو۔

وہ حوصلہ کر کے بنگلے سے نکل آیا۔ باؤنڈری کی دیوار پھلانگ کر گلی میں آیا، پھر تیزی سے چلتا ہوا ایک طرف جانے لگا۔ اس بنگلے سے دُور جانے کے دوران وہ کئی بار اچانک رک جاتا تھا اور پلٹ کر دیکھتا تھا۔ شاید کوئی آرہا ہو تو اسے دیکھ کر ٹھٹک جائے لیکن ایسا کوئی نہیں آیا۔ اس نے مین روڈ پر پہنچ کر ایک ٹیکسی رکوائی۔ پھر اس کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بولا "کسی بڑی سپر مارکیٹ تک لے چلو۔"

گاڑی آگے بڑھ گئی۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ کوئی ایسی گاڑی دکھائی نہیں دی جو اس کے تعاقب میں آرہی ہو۔ اس نے ڈرائیور سے پوچھا "کیا تم مقامی باشندے ہو؟"

"جی ہاں جناب۔"

"کتنے عرصے سے ٹیکسی چلا رہے ہو؟"

"یوں سمجھیے، ٹیکسی چلاتے چلاتے زندگی گزر گئی ہے۔"

"پھر تو اس شہر کے چپے چپے سے واقف ہو گے اور بھانت بھانت کے لوگوں کو جانتے ہو گے۔"

"جی ہاں جناب، بات تو کچھ ایسی ہی ہے۔ آپ کا کوئی کام ہو تو مجھے بتائیں۔"

"میں تمھیں ایک ہزار ڈالر انعام کے طور پر دوں گا۔"

"سمجھیے کام ہو گیا، حکم دیجیے۔"

"کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جو ایک گھنٹے کے اندر پاسپورٹ تیار کر دے؟"

"کیا ابھی ایسے آدمی کے پاس لے چلوں؟"

"بے شک۔ میں ابھی اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

آدھے گھنٹے بعد وہ ایک ایسے علاقے میں پہنچا جہاں کے لوگ کچھ زیادہ خوشحال نہیں تھے۔ آوارہ قسم کی عورتیں اور مرد بھی دکھائی دیے۔ ڈرائیور نے کہا "یہاں گلی گلی میں قمارخانے ہیں۔ دیسی شراب تیار ہوتی ہے۔ یہاں ہر طرح کے مجرم پائے جاتے ہیں۔ آپ کی ضرورت کا مجرم بھی یہیں رہتا ہے۔"

اس نے ایک مکان کے سامنے گاڑی روک دی۔ مکان کے سامنے والے حصے میں ایک فوٹوگرافر کی دکان تھی۔ ڈرائیور نے وہاں جا کر بات کی، پھر اشارے سے جارج کو اپنی طرف بلایا۔ جارج فری مین گاڑی سے اُتر کر دکان میں گیا۔ ایک تگڑے قسم کے بدمعاش نے پوچھا۔

"آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"میں اپنا حلیہ بدل کر ایک پاسپورٹ تیار کرانا چاہتا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے، آپ کو صرف پاسپورٹ کی نہیں بلکہ حلیہ بدلنے کی بھی ضرورت ہے۔ اس کے لیے آپ کو دو کاموں کا معاوضہ ادا کرنا ہوگا۔"

"مجھے منظور ہے۔ کیا میں یقین کروں کہ تم میں سے کوئی میرے موجودہ حلیے کے متعلق کسی سے کچھ نہیں کہے گا۔"

اس تگڑے بدمعاش نے کہا "ہمارا پیشہ یہی ہے۔ ہم اسی کی کمائی کھاتے ہیں۔ اگر بے ایمانی کریں گے تو ہمارا دھندا ایک دن بھی نہیں چلے گا۔"

اسی بستی سے ایک میک اپ مین کو بلایا گیا۔ وہ میک اپ کرنے والا، بوڑھا تھا مگر بہت ہی تجربہ کار تھا۔ اس نے کام آہستہ آہستہ کیا۔ ایک گھنٹا صرف ہو گیا لیکن چہرہ ایسے بدل گیا کہ وہ خود کو آئینے میں دیکھ کر نہ پہچان سکا۔ چہرے پر ہلکی ہلکی داڑھی اور مونچھیں تھیں۔ دونوں آنکھیں ذرا ذرا سی سکڑ گئی تھیں۔ پیشانی پر ایک زخم کا نشان بن گیا تھا۔ مونچھ، داڑھی اور سر کے بال تقریباً سنہرے ہو گئے تھے۔ اس نے ڈرائیور سے کہہ دیا تھا کہ وہ باہر جا کر ذرا احتیاطاً یہ دیکھ لے، کوئی اس کے تعاقب میں آیا ہے یا نہیں؟

ڈرائیور نے دو بار جا کر پھر واپس آکر یقین دلایا تھا، کوئی ایسا شخص نظر نہیں آرہا ہے۔ اس کے موجودہ حلیے میں تصویر اتاری گئی۔ اس شخص کے پاس نہ جانے کتنے جعلی پاسپورٹ اور ویزا کے کاغذات موجود تھے اور جعلی مہریں بھی تھیں۔ صرف آدھے گھنٹے میں اس کا ایک پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار ہو گئے۔ کام کے دوران معاوضہ طے ہو گیا تھا لہٰذا اس نے پندرہ ہزار ڈالر ادا کیے، پھر ٹیکسی میں آکر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور سے کہا "کسی اچھے سے ہوٹل میں لے چلو جہاں میں رات گزار سکوں۔"

اس نے ہوٹل پہنچنے سے پہلے۔۔۔۔۔ اپنے لیے کچھ ضروری سامان خریدا، ایک چھوٹی سی اٹیچی میں رکھا، پھر ہوٹل پہنچ گیا۔ ڈرائیور کو دو ہزار ڈالر دیتے ہوئے کہا "میں امید کرتا ہوں، تم کسی سے کچھ نہیں کہوگے۔"

"ہمارا گزارا ٹیکسی چلانے سے نہیں ہوتا۔ آپ جیسے لوگوں کی رازداری سے ہوتا ہے، آپ اطمینان سے جائیں۔"

وہ اٹیچی اٹھا کر ہوٹل میں آیا۔ وہاں اُس نے پاسپورٹ دکھا کر ایک کمرا حاصل کیا۔ پھر کمرے میں آکر اٹیچی کو بستر پر پھینک کر ایک صوفے میں آرام سے دھنس گیا۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا، جیسے برسوں کی قید سے رہائی پا کر آزادی کی سانس لے رہا ہو۔

اُس نے یہ آزادی حاصل کرنے کے لیے وقتی طور پر فرینک سیلر گوڈوانی کو بھی بھلا دیا تھا۔ یہ نہیں سوچا تھا کہ اس رہائش گاہ سے نکلنے کے بعد کس طرح رابطہ قائم کرے گا۔ اس اجنبی شہر میں گوڈوانی اسی رہائش گاہ کے فون پر رابطہ قائم کرنے والا تھا اور اُس نے اپنا فون نمبر نہیں بتایا تھا۔ اگر جارج فری مین کو اس کا پتا، ٹھکانا یا کوئی فون نمبر معلوم ہوتا تو ابھی ہوٹل سے فون کرتا اور اپنا یہ کارنامہ سناتا کہ کس طرح وہ کامیابی سے بھیس بدل کر ایک ہوٹل میں قیام کر رہا ہے۔

جو لوگ اپنے بل بوتے پر کامیابی حاصل کرنے کے باوجود دوسروں کا سہارا تلاش کرتے ہیں، اُن کی کامیابی ناکامی میں بدل جاتی ہے۔ جارج فری مین کو ابھی تک عقل نہیں آئی تھی کہ تباہی کا سبب وہی گوڈوانی ہے جس کا وہ سہارا لیتا جا رہا تھا۔ یہ تو تقدیر مہربان تھی کہ اُس کے پاس گوڈوانی کا فون نمبر نہیں تھا ورنہ اِدھر وہ فون کرتا، اُدھر وہ بلیک میلر سر پہ پہنچ جاتا۔

اُسے خیال آیا کہ وہ فکر و پریشانی میں صبح سے بھوکا ہے اُس نے ریسیور اٹھا کر کھانے کا آرڈر دیا۔ پھر اٹیچی کو اٹھا کر پلنگ کے نیچے رکھا اور آرام سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا۔ ایسے وقت اُسے بہن سلارا کی باتیں یاد آرہی تھیں۔ وہ پارس کو چاہتی ہے، اگرچہ یہ بات مضحکہ خیز ہے وہ پارس سے عمر میں کم از کم دس برس تو ضرور بڑی ہو گی۔ جارج فری مین یہ معلوم کرنا چاہتا تھا "پارس بھی اسے چاہتا ہے یا نہیں۔ یا اس کا باپ فرہاد علی تیمور محبت کے نتیجے میں بڑی عمر کی بہو پسند کرے گا یا نہیں؟

اُس نے سوچا "اگر فرہاد سے دوستی کرتا ہو تو ایک ترکیب ہے سلارا کی عمر زیادہ بتانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اسے اٹھارہ یا اُنیس برس کی بتایا جا سکتا ہے۔ جہاں تک اس کی تعلیمی صلاحیتوں کا تعلق ہے تو یہ کہا جائے گا کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے اُس کے دماغ میں صلاحیتیں منتقل کی گئی تھیں اور اُسے امتحانات میں بٹھا کر سب سے زیادہ نمبروں سے پاس کرا دیا گیا تھا۔"

اُس نے سوچا "اگر فرہاد علی تیمور اپنے بیٹے اور سلارا کی محبت تسلیم کر لے تو میں اس پر اعتماد کر سکتا ہوں اور ٹرانسفارمر مشین کا پتا بتا سکتا ہوں۔ اپنی بہن اور اُس کے بیٹے کا رشتہ ہو جانے کے بعد پھر

طرح کی فکر سے آزاد ہو جاؤں گا۔"

دروازے پر دستک ہوئی۔ اُس نے اُٹھ کر اسے کھولا۔ ملازم کھانا لے کر آیا تھا۔ وہ کھانے کے لیے بیٹھ گیا۔ پھر ملازم سے کہا۔ "ٹی وی آن کر دو۔"

وہ حکم کی تعمیل کر کے چلا گیا۔ ٹی وی اسکرین پر کوئی جاسوسی ڈراما چل رہا تھا۔ ڈرامے کا منظر بڑا ہی سنسنی خیز تھا۔ ایک نوجوان عورت اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ رہی تھی اور کچھ بدمعاش اُس کا پیچھا کر رہے تھے۔ جارج فری مین لقمے چبا رہا تھا اور منظر دیکھتا جا رہا تھا۔ وہ اپنے مکان میں داخل ہو گئی تھی اور چیخ چیخ کر اپنے شوہر کو پکار رہی تھی۔ مکان کے اندر نیم تاریکی تھی اور ہر طرف سے قہقہے سنائی دے رہے تھے پھر کسی کی آواز سنائی دی: "ڈارلنگ، ہم جانتے تھے تم بھاگ کر یہیں پناہ لینے آؤ گی۔ کیونکہ تمھاری یہی ایک پناہ گاہ ہے۔"

اس کمرے میں اچانک روشنی ہو جاتی ہے۔ اس کا شوہر ہاتھ میں ریوالور لیے اپنی بیوی کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولتا ہے: "بیوقوف عورت، تو کن لوگوں سے بھاگ رہی ہے؟"

اُس کا تعاقب کرنے والے کمرے میں داخل ہوتے ہیں۔ عورت گھبرا کر بولتی ہے: "جان! یہ لوگ میرے دشمن ہیں۔ میری جان لینا چاہتے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، ہمارا راز انھیں کیسے معلوم ہو گیا؟"

اُس کا شوہر قہقہے لگاتے ہوئے کہتا ہے: "تم عورتیں بڑی ہی بے وقوف ہوتی ہو۔ اتنا بھی نہیں جانتیں، اگر کوئی راز دو آدمیوں کے درمیان ہو اور کوئی تیسرا اسے نہ جانتا ہو تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے وہ راز ان بدمعاشوں تک کیسے پہنچ گیا اور وہ کس طرح تمھاری جان کے پیچھے پڑ گئے ہیں!"

وہ عورت پریشان ہو کر پوچھتی ہے۔ "جان! تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ یہ راز تم جانتی ہو یا میں جانتا ہوں لہٰذا میں نے ہی ان بدمعاشوں کو بتایا ہے تاکہ یہ تمھیں سکون سے زندہ نہ رہنے دیں۔ تمھاری راتوں کی نیندیں حرام کر دیں۔ تمھارا دن کا چین ختم ہو جائے تاکہ تم پریشان ہو کر، بیزار ہو کر وہ قیمتی ہیرے اُن کے حوالے کر دو۔ اُن کے حوالے کر دو گی تو وہ میرے حوالے کریں گے۔ میں نے سمجھ لیا تھا۔ تم وہ ہیرے مجھے کبھی نہیں دو گی لہٰذا میں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔"

جارج فری مین کھاتے کھاتے رُک گیا تھا۔ اس کے مُنہ کا نوالہ مُنہ میں رہ گیا تھا۔ وہ ایک ٹک اسکرین کی طرف دیکھتا ہوا سوچ رہا تھا۔ یہ تو میری ہی کہانی ہے۔ میں آٹھ برس سے گوڈوانی کو اس ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہا ہوں۔ پھر میں نے اپنی بہن کے سلسلے میں بھی اُسے دھوکا دیا ہے۔ کیا وہ مجھے دھوکا نہیں دے سکتا۔ کیا وہ میرے پیچھے بدمعاش نہیں لگا سکتا تاکہ میں پریشان ہو کر بیزار ہو کر اس مشین کا پتا اُسے یا اس بلیک میلر کو بتا دوں!

اب وہ اس بنیاد پر جتنا سوچ رہا تھا۔ اتنی ہی وضاحت سے سمجھ میں آتا جا رہا تھا۔ اس عورت کے شوہر نے درست کہا تھا جو راز صرف دو کے درمیان ہو، تیسرا نہ جانتا ہو، پھر وہ راز دوسرے بدمعاشوں کو معلوم ہو جائے تو اس کا مطلب کیا ہوتا ہے؟

جارج فری مین نے میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا۔ "اس کا مطلب یہی ہے کہ گوڈوانی اس بلیک میلر سے ملا ہوا ہے۔ اسے یہ بتایا جاتا ہے کہ میں کون کون سی جگہ پناہ لے رہا ہوں اور اس جگہ کا فون نمبر بھی اسے بتا دیا جاتا ہے او گاڈ! اتنی سی بات میری سمجھ میں پہلے کیوں نہ آئی؟"

وہ صبح سے بھوکا تھا رات کو پیٹ بھرنے بیٹھا تو ایک نئی بات سمجھ میں آنے سے رہی سہی بھوک اُڑ گئی۔ ابھی اُسے پوری طرح یقین نہیں تھا کہ گوڈوانی ایسا کر سکتا ہے لیکن ایسا کرنے والا وہی ہو سکتا تھا کیونکہ کسی تیسرے کو اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ تذبذب میں تھا کہ گوڈوانی پر کس حد تک شبہ کرے؟

وہ کھانا چھوڑ کر اُٹھ گیا۔ اپنے کمرے کو لاک کر کے ہوٹل سے باہر آیا۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اسی علاقے میں پہنچا جہاں اُس نے اپنا حلیہ تبدیل کیا تھا۔ وہ ایک تگڑے بدمعاش کے پاس پہنچا۔ پھر بولا۔ "میرا ایک کام کرو۔ میں تمھیں اتنی رقم دوں گا کہ تم کبھی سوچ بھی نہیں سکو گے۔"

"کام کیا ہے؟"

وہ اُسے ایک طرف لے جا کر بولا۔ "میں پہلے ایک بنگلے میں تھا میں نے وہاں سے تمھارے پاس آ کر حلیہ تبدیل کیا ہے۔ وہ بنگلا ابھی تک کھلا ہوا ہے۔ وہاں جا کر تمھیں دو کام کرنے ہیں۔ ایک تو گھنٹوں وہاں کسی کے ٹیلی فون کا انتظار کرنا ہے۔ میں اس بنگلے سے ذرا دور موجود ہوں گا۔ تم رات بھر کسی فون کا انتظار کرو گے۔ میں رات بھر تمھارا انتظار کرتا رہوں گا۔"

"وہاں کس کا فون آئیگا؟"

"جس کا بھی فون آئے، تم پہلے نام پوچھنا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ وہ بلائنڈ ایرو ہے یا کوئی پُراسرار آدمی ہے تو اُس سے کہہ دینا جس سے تم بات کرنا چاہتے ہو وہ یہاں سے جا چکا ہے۔ اگر کوئی اپنا نام فرینک سیلر گوڈوانی بتائے تو اس سے کہنا، مسٹر جارج یہاں سے جا چکے ہیں۔ انھوں نے کہا ہے، آپ اپنا فون نمبر نوٹ کرا دیں۔ وہ اس نمبر پر آپ سے رابطہ قائم کریں گے۔ کیا تمھارے پاس کوئی گاڑی ہے؟"

"ایک پرانی سی مرسیڈیز ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں یہ ٹیکسی چھوڑ دیتا ہوں، ہم مرسیڈیز میں جائیں گے۔ تم اس بنگلے میں فون کا انتظار کرتے رہو گے، میں اس بنگلے سے ذرا دور مرسیڈیز میں رات گزارتا رہوں گا۔"

"تم نے دوسرا کام نہیں بتایا۔"

"جب مسٹر گوڈوانی کا فون اٹینڈ کرکے اور اس کا فون نمبر معلوم کر کے آؤ گے تو دوسرا کام بتاؤں گا۔"

اُس نے ٹیکسی چھوڑ دی، پھر اُس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر اُسی بنگلے کے قریب آیا۔ ایک گھنے درخت کے سائے میں مرسیڈیز روک دی اور لائٹس بجھا دیں۔ پھر اُس غنڈے سے کہا۔ "بنگلے کا پچھلا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ آرام سے چلے جاؤ، کوئی تمھیں نہیں روکے گا لیکن اگر کوئی موجود ہو تو اس کا نام معلوم کرنا۔ اگر یہ پتا چل جائے کہ وہ گوڈوانی کا آدمی ہے اُسے یہی پیغام دینا کہ میں یہاں سے جا چکا ہوں لہٰذا مسٹر گوڈوانی کا فون نمبر بتا دیا جائے۔ میں فون پر رابطہ قائم کر دوں گا کوئی تمھیں کچھ نہیں کہے گا۔"

وہ اس بنگلے کے پچھلے دروازے سے اندر چلا گیا۔ اندر کوئی نہیں تھا۔ اُسے وہاں بیٹھ کر انتظار کرنا پڑا۔ دوسری طرف جارج فری مین بھی مرسیڈیز کی پچھلی سیٹ پر جا کر آرام سے لیٹ گیا تھا۔ اُس کا خیال تھا اتنی دیر کی غیر موجودگی میں گوڈوانی نے ضرور ایک بار فون کیا ہو گا۔ پھر اپنے آدمیوں کو اس کی تلاش میں روانہ کیا ہو گا۔

تقریباً دو گھنٹے بعد وہ غنڈا تیزی سے چلتا ہوا آیا۔ جارج نے پوچھا۔ "کیا فون آیا تھا؟"

"ہاں، میں نے مسٹر گوڈوانی سے بات کی ہے اور یہ اُن کا فون نمبر ہے۔ پہلے تو وہ نمبر نہیں دے رہے تھے۔ کہہ رہے تھے، آدھے گھنٹے کے بعد نمبر دوں گا۔ میں نے کہہ دیا، اگر ابھی نمبر نہ دیا گیا تو اس فون پر بھی رابطہ قائم نہیں ہو سکے گا۔"

جارج فری مین نے اُس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "تم نے بڑی دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ اب میں تمھیں مالا مال کر دوں گا۔ پھر اس بنگلے کے اندر جاؤ۔ وہاں ایک الماری ہے۔ الماری کھلی ہوئی ہے البتہ اس کی تجوری کا نمبر چار زیرو، دو، تین ہے۔ اس نمبر سے وہ تجوری کھل جائے گی۔ وہاں جتنی رقم ہے سب سمیٹ کر لے آؤ۔ آدھی تمھاری، آدھی میری۔ فوراً جاؤ۔ ہو سکتا ہے گوڈوانی کے آدمی یہاں پہنچ جائیں۔"

وہ تیزی سے دوڑتا ہوا گیا۔ پھر پندرہ منٹ میں واپس آ گیا۔ وہ بہت خوش تھا اور لہک لہک کر کہہ رہا تھا: "میری جان نے تمھارے جیسا گاہک تو آج تک میری زندگی میں نہیں آیا۔ یہ بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں ہیں۔ میرا خیال ہے ستر اسّی ہزار ڈالر سے کم نہیں ہوں گے۔"

جارج نے کہا۔ "جتنے بھی ہوں، فوراً گاڑی اسٹارٹ کرو اور یہاں سے چل پڑو۔"

گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی تو جارج نے نوٹوں کی گڈیاں گنیں۔ وہ دس تھیں۔ اُس نے پانچ اُس غنڈے کو دیں، پانچ اپنے پاس رکھیں۔ پھر ایک ٹیلی فون بوتھ کے پاس رک کر بولا۔ "ذرا انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

اُس نے بوتھ کے اندر آ کر رابطہ قائم کیا۔ فوراً ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے مخاطب کیا۔ "ہیلو مسٹر گوڈوانی! میں جارج فری مین بول رہا ہوں۔"

اُس نے جلدی سے پوچھا۔ "جارج! تم کہاں چھپے پھر رہے ہو۔ یہ کیا حماقت ہے۔ اس بلیک میلر کی نظروں میں آ جاؤ گے۔"

"میں نے بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا ہے۔ اگر میں تمھارے بنگلے میں رہتا تو تم کبھی میرے پاس نہ آتے اور ہم روبرو بیٹھ کر باتیں نہ کر سکتے۔ اب میں ایک ہوٹل کا پتا بتا رہا ہوں۔ تم وہاں فوراً پہنچ جاؤ۔"

اُس نے اپنے ہوٹل کا نام اور کمرا نمبر بتایا۔ پھر پرانی مرسیڈیز میں آ کر بیٹھ گیا۔ غنڈے سے بولا۔ "تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے ہوٹل چلو۔"

اب وہ غنڈا راضی خوشی اُس کے ہر حکم کی تعمیل کر رہا تھا، اور اس کی تعریفیں بھی کرتا جا رہا تھا۔ جارج فری مین نے کہا۔ "تم میرے ہوٹل کے کمرے میں رہو گے۔ دروازہ اندر سے لاک کر لینا۔ کوئی دستک دے تو آواز نہ دینا۔ البتہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجے تو ریسیور اٹھا کر سننا۔ گوڈوانی کا فون ہو تو کہنا، جارج کی طبیعت اچانک ہی خراب ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر نے دوا دی ہے۔ وہ ابھی نیند کی حالت میں ہے۔"

غنڈے نے پوچھا۔ "کیا تم بھی میرے کمرے میں رہو گے؟"

"نہیں، میں چلا جاؤں گا۔ اگر گوڈوانی ضد کرے کہ جارج کو نیند سے بیدار کیا جائے تو تم معذرت چاہنا اور کہنا، ڈاکٹر نے سختی سے منع کیا ہے۔ کیا گوڈوانی نے تمھارے متعلق کچھ پوچھا تھا؟"

غنڈے نے کہا۔ "ہاں، اُس نے پوچھا تھا، میں کون ہوں تو میں نے کہا تھا، مسٹر جارج کا خاص آدمی ہوں، آج ہی ہماری دوستی ہوئی ہے۔"

فری مین نے کہا۔ "اگر اس بلائنڈ ایرو یعنی کسی بلیک میلر کا فون آئے تو تم اسے اٹینڈ کرتے ہی اس ہوٹل سے نکل آنا۔"

وہ دونوں ہوٹل کے سامنے پہنچ گئے۔ غنڈے نے گاڑی روکی۔ جارج فری مین نے کہا۔ "میں سامنے والے ہوٹل میں قیام کروں گا۔ تم رات کو کسی وقت بھی میرے پاس آ سکتے ہو۔"

وہ دونوں ہوٹل کے کمرے میں گئے۔ جارج فری مین نے اپنی اٹیچی اٹھائی۔ پھر اس سے رخصت ہو کر سامنے والے ہوٹل میں آیا۔ وہاں ایک کمرا لے کر اس غنڈے ساتھی کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ وہ ایک بجے تک انتظار کرتا رہا۔ پھر اُس کی آنکھ لگ گئی۔ اُسے یوں لگ رہا تھا جیسے مصیبتوں کے دن ختم ہونے والے ہیں، اسی لیے وہ اطمینان سے سو گیا۔ جب آنکھ کھلی تو صبح کے سات بج رہے تھے۔ اُس نے حیرانی سے سوچا۔ کیا بات ہے۔ وہ غنڈا واپس کیوں نہیں آیا۔ کیا اُس کی نیت بدل گئی ہے، وہ میرا کام

کرنے کے بجائے نوٹوں کی بھاری گڈیاں لے کر کہیں چلا گیا ہے۔'

وہ جلدی سے اُٹھ کر باتھ روم میں گیا' واپس آکر لباس تبدیل کیا پھر پاسپورٹ اور ضروری کاغذات کے ساتھ ہوٹل سے باہر جانا چاہتا تھا، اُسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ اُس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو ایک اجنبی شخص نظر آیا۔ اُس نے کہا: "مَیں تمھارے آلۂ کار غنڈے کا ساتھی ہوں۔ اُس نے یہ خط دیا ہے۔"

وہ خط دے کر چلا گیا۔ جارج فری مین نے دروازے کو اندر سے بند کیا، پھر اُسے کھول کر پڑھا۔ اُس میں لکھا تھا:

'جناب! آپ نے مجھے راتوں رات امیر بنا دیا ہے۔ مَیں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ پچھلی رات اُس بلیک میلر نے فون کیا تھا۔ مَیں ریسیور رکھ کر آپ کے پاس آنا چاہتا تھا لیکن محسوس ہوا کہ تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اس لیے آپ کی طرف نہیں آیا۔ مَیں اُنھیں ڈاج دینے کی کوشش کرتا ہوا ایک قمار خانے میں چلا گیا۔ اُس قمار خانے میں میرے درجنوں ساتھی ہیں۔ انھوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ تین آدمی میری نگرانی کر رہے ہیں۔ مَیں چاہتا تو اُنھیں اپنے آدمیوں کے ذریعے قتل کرا دیتا لیکن بات بڑھانا مناسب نہیں تھا۔ شاید آپ کسی اُلجھن میں گرفتار ہو جاتے۔ اس لیے مَیں یہ خط اپنے ایک ساتھی کے ہاتھ بھیج رہا ہوں۔ اِن حالات میں ہمیں ایک دوسرے سے ملنا نہیں چاہیے۔ اگر آپ ملنا ضروری سمجھتے ہیں تو پھر میری اُسی بستی میں چلے آیئے۔ مَیں انتظار کروں گا۔

'آخر میں مشورہ دینا چاہتا ہوں، آپ وہ ہوٹل بھی چھوڑ دیں ہو سکتا ہے مَیں اُس بلیک میلر کے ہاتھ لگ جاؤں اور وہ مجھے ایسی اذیتیں پہنچائے کہ آپ کا پتا بتانے پر مجبور ہو جاؤں۔ مَیں نہیں چاہتا کہ مجھ سے کوئی غلطی ہو اور مَیں اپنے محسن کے لیے مصیبت بن جاؤں۔ فقط۔ آپ کا وفادار رابرٹ'

جارج فری مین نے دل ہی دل میں رابرٹ کی وفاداری اور دانش مندی کی تعریف کی۔ اس خط کے پُرزے پُرزے کیے اسے باتھ روم کے گٹر میں بہا دیا، پھر فون کے پاس آکر ریسیور اٹھا کر گوڈوانی کا نمبر طلب کیا۔ اُسے تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔ اُس کا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔

'اب دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو چکا ہے۔ مجھے یقین ہو گیا ہے، گوڈوانی مجھے ہر طرف سے دلدل میں دھنسنے پر مجبور کر رہا ہے، میری بے بسی سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور مجھے پریشانیوں میں مبتلا کر رہا ہے۔ وہ گہری چالیں چل رہا ہے۔'

وہ ٹیلی فون کی طرف دیکھ رہا تھا اور بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ پھر اُس نے سوچا: 'اب میرے لیے کون سا راستہ رہ گیا ہے؟ کیا مَیں سپر ماسٹر کے پاس جاؤں، کیا ماسک مین سے دوستی کر لوں۔ کیا یہودیوں کو اپنا بنا لوں یا اپنی بہن کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے فرہاد سے دوستی کر لوں؟'

اُس نے میرا اور میری ساتھی عورتوں کا تمام ریکارڈ پڑھا تھا۔ اِن میں ایک بات واضح طور پر لکھی ہوئی تھی کہ مَیں زبان کا دھنی ہوں۔ کسی دشمن سے کوئی وعدہ کر لیتا ہوں تو اسے ضرور پورا کرتا ہوں اور یہی بات جارج فری مین کے دل کو لگ رہی تھی، اچانک گھنٹی بجی، اس نے چونک کر ریسیور اٹھایا: "ہیلو، مسٹر گوڈوانی، ہیلو۔"

گوڈوانی کی آواز سنائی دی: "جارج! کیا تم مجھ سے بھی چھپتے پھر رہے ہو! آخر یہ کیا چکر ہے۔ کل تم نے ہوٹل میں میرا فون اٹینڈ نہیں کیا۔ کیا واقعی تم نیند میں تھے؟"

"نہیں گوڈوانی! بیدار تھا۔ اس سے پہلے نیند میں رہتا تھا۔ نیند کا مطلب ہے غافل رہنا اور تم نے مجھے بڑی مدت تک غفلت میں رکھا۔ اب مَیں اُلّو نہیں بنوں گا۔ تمھارا بھید کھل گیا ہے۔ اس بلیک میلر نے مجھے ہوٹل کے نمبر پر بھی فون کیا تھا۔"

گوڈوانی نے دہاڑتے ہوئے پوچھا: "کیا تم مجھ پر شبہ کر رہے ہو کہ مَیں نے اسے نمبر بتایا ہے؟"

"پھر کیا تمھارا باپ اسے بتا رہا ہے؟"

"جارج! اپنی زبان کو لگام دو۔ مَیں تمھیں چیونٹی کی طرح مسل دوں گا۔ اگر تم وقتی طور پر چھپ گئے ہو تو یہ نہ سمجھنا، ہمیشہ چھپتے رہو گے۔ میری پہنچ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہے۔"

"گوڈوانی! تم بھول رہے ہو، ایک اور شخص ہے جو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پلک جھپکتے ہی پہنچ جاتا ہے اور وہ فرہاد علی تیمور ہے۔ مَیں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ جس بُری طرح تم نے دلدل میں پھنسایا ہے اور جس طرح چاروں طرف سے دشمن مجھے گھیر رہے ہیں۔ ان حالات میں صرف فرہاد ہی میری مدد کر سکتا ہے اور میرے کام آسکتا ہے۔ لہٰذا مَیں فرہاد علی تیمور کو آواز دے رہا ہوں۔ کہاں ہو فرہاد! فرہاد، فرہاد . . ."

وہ ریسیور کان سے لگائے اسی طرح چیخ چیخ کر آوازیں دینے لگا۔ "فرہاد علی تیمور، آج جارج فری مین اپنے دماغ کے دروازے کھول رہا ہے۔ آجاؤ، میرے پاس آجاؤ۔ مَیں صرف تمھیں اُس ٹرانسفارمر مشین کا پتا بتاؤں گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک پکارتا رہا۔ گوڈوانی چیخ چیخ کر کہتا رہا۔ "پاگل کے بچے، یہ ٹیلی فون پر فرہاد کو کیوں پکار رہے ہو۔ کیا وہ آجائے گا، نہیں، بیوقوف کے بچے، اس سے پہلے میں اور میرے آدمی تمھارے پاس پہنچیں گے۔"

جارج فری مین نے ریسیور کریڈل پر رکھا، اپنی اٹیچی اٹھائی پھر اس ہوٹل سے نکلتے ہوئے دل ہی دل میں کہتا گیا: "فرہاد علی تیمور! آجاؤ۔ میرے پاس آجاؤ۔ تم جس وقت بھی آؤ گے میرے دماغ کا دروازہ کھلا رہے گا۔"

جوجو دوسری صبح پارس اوّل سے ملنے اُس کے کاٹیج میں آئی۔ پتا چلا، وہ رات بھر جاگتا رہا تھا، اب سو رہا ہے۔

وہ واپس چلی گئی۔ پھر دوپہر کو آئی تو پارس نے کاٹیج کا دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ جوجو نے دروازے کو پیٹ پیٹ کر کہا: "کیا بات ہے۔ دروازہ کیوں نہیں کھولتے۔ نہیں کھولو گے تو مَیں شام تک دروازہ پیٹتی رہوں گی۔"

پارس اوّل نے دروازہ کھول کر پوچھا: "یہ کیا حماقت ہے، کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو؟"

"کیا تم کھیلنا نہیں چاہتے۔ کیا مجھ سے ناراض ہو، ناراض تو مجھے ہونا چاہیے۔ کل رات تم نے کتنی گندی حرکت کی تھی۔"

"بکواس مت کرو۔ مَیں نے تمھیں دل سے پیار کیا تھا۔ تم پیار و محبت کو کیا جانو۔ تم تو ابھی تک بچّی ہو۔ جاؤ کسی بچے سے دوستی کرو اور اس کے ساتھ کھیلو۔"

"نہیں جاؤں گی۔ تم نے کہا تھا، میرے سوا کسی سے دوستی نہیں کرو گے اور مَیں نے بھی قسم کھائی تھی، صرف تم سے دوستی کروں گی اور کسی کو دوست نہیں بناؤں گی۔"

"کل تم نے اپنے بھائی کو بتا دیا تھا کہ مَیں رات کو تمھارے پاس آیا تھا؟"

"ہاں، بتا دیا تھا۔ تم گندے ہو، تم ڈرتے ہو۔ مَیں تو نہیں ڈرتی ہوں۔"

"تمھارے بھائی نے کیا کہا تھا؟"

"وہ مجھے اُلٹا ڈانٹ رہے تھے اور سمجھا رہے تھے، ایسی بات کسی سے نہیں کہنا چاہیے۔ پارس تمھارا دوست ہے، تم سے محبت کرتا ہے اور جب بھی وہ محبت کرے تو یہ بات کسی تیسرے کو نہیں بتانا چاہیے۔ میں حیران ہوں۔ زندگی میں پہلی بار میرے بھائی آرمر بھی مجھے بات چھپانے اور جھوٹ بولنے پر مجبور کر رہے تھے۔"

"کیا پھر بھی تمھاری عقل میں یہ بات نہیں آئی کہ میرے اور تمھارے درمیان جو بھی پیار و محبت ہو، اس کا ذکر کسی تیسرے کے سامنے نہیں کرنا چاہیے؟"

"بھائی آرمر کہتے ہیں تو بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ مَیں نے وعدہ کیا ہے۔ آئندہ مَیں کسی تیسرے کو نہیں بتاؤں گی۔"

"کیا تم وعدہ کرتی ہو، آئندہ مَیں جب بھی تم سے محبت کروں گا تو تم مجھے گندہ بچہ نہیں کہو گی۔"

"ضرور کہوں گی۔ آخر تم ایسی محبت کیوں کرتے ہو جو مجھے پسند نہیں ہے۔"

"اس کا مطلب ہے، تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتیں۔"

وہ خوشی سے کھل کر بولی: "شادی تو ضرور کروں گی۔"

"کیا تمھیں معلوم ہے، شادی کے بعد کیا ہوگا؟"

"اور کیا ہوگا۔ تم میرے پاس آؤ گے، میں گھونگھٹ اٹھا دوں گی پھر ہم دونوں کیرم کھیلیں گے۔"

پارس نے اپنا سر پیٹ لیا۔ "کیا تم کیرم بورڈ کا پیچھا نہیں چھوڑو گی۔ اسے بھی جہیز میں لاؤ گی؟"

وہ اس کے ساتھ کاٹیج سے باہر آگیا۔ پھر بولا: "تم مجھے بچپن سے ہی بہت پیاری لگتی ہو۔ مَیں تمھارے سوا کسی اور کو شریک حیات بنانے کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔ مگر جب تمھاری باتیں سنتا ہوں اور تمھاری عقل کا تماشا دیکھتا ہوں تو سوچ میں پڑ جاتا ہوں، آخر تمھارے ساتھ زندگی کیسے گزرے گی؟"

"مَیں سب سمجھتی ہوں، جب سے تم نے اس جنگل والی اور سانپ والی سے دوستی کی ہے، میرے بارے میں اُلٹی سیدھی باتیں کرنے لگے ہو۔"

"پہلے تم اپنی اُلٹی سیدھی حرکتوں پر غور کرو۔ وہ جنگل والی اور وہ سانپ والی میری ہر بات مان لیتی تھیں۔ اگر مَیں ان سے محبت کروں تو وہ مجھے گندہ بچہ کبھی نہیں کہیں گی۔"

"اِس لیے کہ وہ گندی ہیں۔ مَیں تو نہیں ہوں۔"

"اِس کا مطلب یہ ہے کہ مَیں محبت کرنے اُن کے پاس جاؤں؟"

"اے خبردار، اُن کے پاس جاؤ گے تو مَیں تمھارا منہ نوچ لوں گی، ان دونوں کے دماغ میں پہنچ کر زلزلے پیدا کر دوں گی۔"

"جب تم اُن کے پاس جانے سے روکتی ہو تو پھر اپنے پاس آنے سے نہ روکو۔"

وہ اُلجھن میں پڑ گئی، پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ پارس نے کہا "مَیں ابھی تمھارے قریب نہیں آؤں گا، پہلے ہماری شادی ہو گی۔"

اُس نے خوش ہو کر پوچھا: "کب ہو گی؟"

"یہ ہمارے بزرگ جانتے ہیں۔"

ادارے میں چند بزرگ ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے جوجو اور پارس اوّل کی شادی کے متعلق گفتگو کر رہے تھے، وہاں رسونتی اور آرمر بھی موجود تھے۔ رسونتی نے میرے دماغ میں آکر کہا: "تم خیال خوانی کے ذریعے آرمر کے دماغ میں رہو اور یہاں شادی کے متعلق فیصلہ سنتے رہو۔"

"مَیں آرمر کے دماغ میں کیوں رہوں۔ تم میری شریک حیات ہو، مَیں تمھارے پاس رہوں گا۔"

"نہیں فرہاد، آج میرے بیٹے کی شادی کے سلسلے میں باتیں ہو رہی ہیں۔ مَیں کچھ جذباتی ہو رہی ہوں۔ میرے کچھ عجیب و غریب خیالات ہیں لہٰذا مَیں یہ خیالات تمھیں پڑھنے نہیں دوں گی۔"

مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ پچھلی رات رسونتی اور پارس اوّل کے درمیان کیا باتیں ہو چکی ہیں۔ کس طرح وہ اس پر تنویمی عمل کرنا چاہتی تھی اور پارس کس طرح جذباتی ہو گیا تھا۔ مجھے ابھی ان باتوں کا علم نہیں تھا۔

جناب شیخ صاحب نے کہا: "کل ہمارے آرمر صاحب نے میرے پاس آکر بتایا، اب یہ دونوں بچے نہیں رہے، اس سے پہلے کہ یہ کوئی غلطی کر بیٹھیں، ان کی شادی ہو جانی چاہیے اور میں سمجھتا ہوں کہ آرمر صاحب مناسب بات کہہ رہے ہیں۔"

میں نے آرمر کی زبان سے کہا: "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ جوجو ہمارے گھر کی لڑکی ہے۔ ہم پانچ چھ برس بعد بھی شادی کر سکتے ہیں۔ آخر اتنی جلدی کیا ہے؟ اگر ان سے کسی غلطی کا احتمال ہے تو ہم پارس کو ادارے سے باہر مصروف رکھیں گے۔ میں بھائی آرمر سے کہوں گا، پانچ چھ برس دیکھتے ہی دیکھتے گزر جائیں گے۔ پارس کی عمر میں پختگی آجائے گی اور اس وقت شادی مناسب رہے گی۔"

رسونتی نے کہا: "میں نے یہاں رہ کر دیکھا ہے، پارس کا دل جوجو کے بغیر نہیں لگتا۔ خواہ اُسے ادارے سے باہر کیوں نہ بھیج دیا جائے، وہ پھر واپس آجائے گا۔ اگر آپ لوگ مناسب سمجھیں تو پارس کو بُلا کر اُس سے بات کریں۔"

کئی بزرگوں نے رسونتی کی حمایت کی۔ تب پارس کو بلایا گیا، اُسے آرمر کی بات بتائی گئی، پھر میرا فیصلہ سُنایا گیا۔ پارس نے رسونتی کی طرف دیکھا تو رسونتی نے نظریں چُرا لیں، دوسری طرف دیکھنے لگی۔ وہ بولا: "جب سے ماریہ نے میرے جسم میں زہر پہنچایا ہے، میں خود کو دماغی طور پر کمزور سمجھتا ہوں۔ زیادہ پیچیدہ معاملات کو سمجھتے ہوئے دشواری محسوس کرتا ہوں۔ کبھی کبھی مجھ میں نشے کی سی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ شاید یہ زہر کا اثر ہے۔ ایسے میں ادارے سے باہر جا کر کسی معاملے میں مصروف نہیں رہ سکتا۔ اگر مجھے جبراً بھیجا جائے گا تو میں ناکام واپس آؤں گا اور میں اپنے ریکارڈ میں ناکامی کا داغ لگانا نہیں چاہتا لہٰذا میں ایک گھریلو زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔"

میں آرمر کے ذریعے سُن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ میرا بیٹا ایسی مایوس کُن باتیں کیوں کر رہا ہے۔ میں حقیقت معلوم کرنے کے لیے اُس کے دماغ میں پہنچا تو اُس نے سانس روک لی، پھر خوش ہو کر بولا: "اوہ خدایا، تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ میں سانس روک سکتا ہوں۔ کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو محسوس کر سکتا ہوں۔ ماما، پاپا، کیا آپ دونوں میرے دماغ میں آنا چاہتے ہیں؟"

رسونتی نے کہا: "میں تو یہاں چُپ چاپ کھڑی ہوں تمھاری باتیں سُن رہی ہوں، پھر دماغ میں آنے کی کیا ضرورت ہے؟"

میں نے آرمر کے ذریعے کہا: "میں ابھی تمھارے پاس آنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میرا دل نہیں مانتا کہ میرا بیٹا ایسی مایوس کُن باتیں کر رہا ہے۔ حالانکہ میں یہاں موجود رہ کر ساری باتیں سُن رہا ہوں۔ پھر بھی مجھے صاف صاف بتاؤ، آخر بات کیا ہے، تم تو مردِ میدان ہو، پھر گھریلو زندگی کیوں گزارنا چاہتے ہو؟"

"پاپا! آپ کے دو بیٹے ہیں۔ ایک مردِ میدان رہنے دیجیے، مجھے گھریلو زندگی گزارنے کی اجازت دیجیے۔"

میں نے پوچھا: "کیا تم اپنی ماما کو خوش کرنے کے لیے ایسا کر رہے ہو؟"

رسونتی نے جلدی سے کہا: "تم مجھ پر کیوں الزام لگا رہے ہو۔ کیا میں نے اس سے کہا ہے کہ ابھی شادی کرے اور گھر میں بیٹھ جائے اور پارس دوم ادارے سے باہر جا کر کارنامے انجام دیتا رہے۔ کیا میں ایک کی سگی اور دوسرے کی سوتیلی ماں ہوں؟"

"تم میری باتوں کا غلط مطلب لے رہی ہو۔ تم ہی اکثر کہا کرتی تھیں، ایک بیٹا باہر رہے تو دوسرے کو گھر میں رہنا چاہیے۔ چونکہ پارس دوم باہر ہے اور پارس اوّل گھریلو زندگی گزارنا چاہتا ہے تو یہ تمھارے دل کی بات ہو گی۔ اس لیے میں نے یہ کہا کہ پارس اپنی ماما کو خوش کرنے کے لیے ایسی باتیں کر رہا ہے۔"

جناب شیخ صاحب نے کہا: "آپس میں بحث کرنے سے بہتر ہے کسی نتیجے پر پہنچو۔"

میں نے کہا: "میں پہلے پارس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنا چاہتا ہوں۔ کیا میرا بیٹا مجھے اجازت دے گا؟"

پارس نے کہا: "پاپا! اب میں جوان ہو گیا ہوں اور جوان بچوں کے خیالات نہیں پڑھنے چاہئیں۔"

"یہ شروع سے میرا اصول رہا ہے، میں کبھی کسی کے خیالات چوری چھپے نہیں پڑھتا اور نہ ہی جبر کرتا ہوں لیکن آج کا معاملہ کچھ عجیب ہے۔ میں محسوس کر رہا ہے، میرا بیٹا اپنے مزاج کے خلاف باتیں کر رہا ہے اور ایسا کیوں کر رہا ہے، میں جاننا چاہوں گا۔"

"اگر آپ کو خیال خوانی نہ آتی تب اپنی اولاد کے خیالات کیسے پڑھتے۔ کس طرح ایک اچھے نتیجے پر پہنچتے؟"

پارس نے بہت عمدہ بات کی تھی۔ دنیا کے تمام والدین خیال خوانی نہیں جانتے لیکن وہ اپنے بچوں کے مزاج کو ان کے رجحانات کو سمجھ کر کوئی فیصلہ کرتے ہیں۔ میں نے کہا: "تم نے بہت اچھی بات کہہ دی۔ میں تمھارے خیالات پڑھے بغیر یہ فیصلہ کر رہا ہوں کہ تمھاری شادی نہیں ہو گی۔ اس کی کچھ وجوہات ہیں۔"

وہ سب میری باتیں توجہ سے سُن رہے تھے۔ میں نے کہا: "پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ایک ٹرانسفارمر مشین جارج فری مین کے پاس کہیں رکھی ہوئی ہے۔ اُسے ہمیں ہر حال میں تلاش کرنا ہے۔ جارج فری مین اپنی بہن سلارا کو بہت چاہتا ہے۔ اس وقت وہ مارک مین کی قید میں ہے۔ وہ ہمارے پارس کو بہت چاہتی ہے میرا خیال ہے وہ اپنی محبت کا اظہار اپنے بھائی سے کرے گی اور اگر بھائی نے اعتراض نہیں کیا تو اس محبت کے رشتے ہمارے درمیان دوستی ہو گی۔ اس دوستی کے ذریعے ہم اس مشین تک پہنچیں گے۔ اگر سلارا اور اُس کے بھائی کو معلوم ہو گیا کہ پارس کی شادی جوجو سے ہو گئی ہے تو وہ مایوس ہو جائیں گے۔ اس طرح ہماری رسائی اس مشین تک نہیں ہو گی۔ لہٰذا حکمتِ عملی کا تقاضا ہے کہ ابھی پارس کی شادی نہ ہو۔"

جناب شیخ صاحب نے کہا: "فرہاد! تمھاری بات دُرست ہے جیسا کہ تم جانتے ہو اور سبھی جانتے ہیں۔ اس ادارے میں رشتے طے ہوتے ہیں مگر یہاں شادیاں نہیں ہوتیں اور نہ ہی کسی کو گھریلو ازدواجی زندگی گزارنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ پارس اور جوجو کی شادی جب بھی طے ہو گی تو اس کے مطابق ادارے سے باہر کہیں اُن کا نکاح پڑھایا جائے گا اور یہ ادارے کے باہر اپنا گھر آباد کریں گے۔ فی الحال میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ جوان ہو چکے ہیں۔ بچپن سے ایک دوسرے کے ساتھ اتنا گہرا لگاؤ رکھتے ہیں کہ انھیں الگ نہیں رکھ سکتے اور اگر انھیں ملتے رہنے کی اجازت دیں گے تو اس ادارے کے تقدس کو ٹھیس پہنچے گی۔ کیا تم اس بات کو مانتے ہو کہ پارس اور جوجو ایک دوسرے سے زیادہ عرصہ دور نہیں رہ سکتے؟"

میں نے کہا: "جی ہاں، میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔"

"پھر ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ یا تو اُن کا نکاح پڑھا دیا جائے اور انھیں ادارے سے باہر گھریلو زندگی گزارنے کی اجازت دی جائے یا پھر انھیں ایک دوسرے سے ملنے نہ دیا جائے۔"

ایک بزرگ نے کہا: "فرہاد کی حکمتِ عملی کے پیشِ نظر پارس اور جوجو کی شادی نہیں ہونی چاہیے اور ہمارے اصولوں کے مطابق شادی ہو جانی چاہیے۔ اس کا ایک ہی طریقہ ہے۔ ان کا چُپ چاپ نکاح پڑھا دیا جائے۔ یہ بات اس ادارے سے باہر نہیں جائے گی۔ پارس اور جوجو گھریلو اور ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے ادارے سے باہر جائیں گے، دنیا والوں کے سامنے دوست کی حیثیت سے رہیں گے۔ خصوصاً سلارا اور جارج فری مین کے سامنے یہ کبھی ظاہر نہیں ہو گا کہ ان کی شادی ہو چکی ہے۔"

آرمر نے کہا: "آپ حضرات میرے دل کے مطابق فیصلہ سنا رہے ہیں۔ میں ایک بات سمجھنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا، اس ادارے میں گھریلو اور ازدواجی زندگی گزارنے کی اجازت نہیں ہے تو کیا پارس کسی مہم پر روانہ ہو گا تو جوجو بھی اس کے ساتھ رہے گی یا کسی شہر میں کسی گھر میں تنہا زندگی گزارے گی؟"

جناب شیخ صاحب نے کہا: "نہیں آرمر، جوجو ہماری بیٹی ہے۔ اس ادارے سے تعلق رکھتی ہے۔ جب وہ شوہر کے ساتھ نہیں رہے گی تو یہاں آکر ہماری پناہ میں رہا کرے گی۔ اس کی مثال تمھارے سامنے ہے۔ فرہاد اس ادارے میں نہیں آتا۔ رسونتی کو گھریلو ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے ادارے سے باہر جانا ہوتا ہے۔ جب شوہر ساتھ نہیں رہتا تو یہ یہاں آکر ہمارے سائے میں رہتی ہے اسی طرح جوجو بھی رہا کرے گی۔"

اُن کی شادی کا فیصلہ ہو گیا۔ یہ طے پایا کہ ایک ہفتے کے اندر پارس اور جوجو کی رہائش کا انتظام پیرس میں کیا جائے گا، ادارے میں نکاح پڑھایا جائے گا، پھر وہاں سے انھیں رخصت کر دیا جائے گا۔ میں اس دوران آرمر کے ذریعے کبھی رسونتی کو اور کبھی پارس کو دیکھتا جا رہا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے ایسے الگ الگ تھے جیسے بالکل بھی جان پہچان نہ ہو۔ ایک دوسرے کی طرف دیکھ بھی نہیں رہے تھے، جیسے کبھی نہ دیکھنے کی قسم کھالی ہو۔ یہ باتیں میرے دل میں کھٹک رہی تھیں لیکن مجبوری تھی۔ میں پارس کے دماغ میں جا سکتا تھا، نہ رسونتی کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔

جب آرمر اپنے کاٹیج کی طرف جانے لگا تو میں نے پوچھا: "کل رات کوئی خاص بات ہوئی تھی؟"

"ہاں، پارس جوجو سے آدھی رات کے بعد ملنے آیا تھا۔"

"آرمر! تمھاری بات دُرست ہے۔ دونوں کی شادی ہو جانی چاہیے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں، پارس، جوجو کے ساتھ کب تک رہا؟"

"میرے کاٹیج کے سامنے پہرا دینے والے نے بتایا کہ پارس پندرہ بیس منٹ سے زیادہ نہیں رہا تھا لیکن ایک بات عجیب ہے کل ایک مسلح پہرے دار میرے کاٹیج کے سامنے خاص طور پر پہرا دے رہا تھا اور اس کی ڈیوٹی رسونتی بھابی نے لگائی تھی۔"

میں سمجھ رہا تھا۔ ضرور کوئی خاص بات ہے۔ اب یہ نئی بات معلوم ہوئی تھی کہ رسونتی نے خاص طور پر وہاں ایک شخص کی ڈیوٹی لگائی تھی۔ میں نے پوچھا: "پارس، جوجو کے پاس سے جانے کے بعد کیا رسونتی سے ملاقات کرنے گیا تھا؟"

"میں نہیں جانتا لیکن کوئی ایک گھنٹے بعد اطلاع ملی کہ وہ رات کے دو بجے سے چار بجے تک مختلف ورزشیں کرتا رہا۔ پھر مسجد کے صحن میں جا کر کلام پاک کی تلاوت کرنے لگا۔"

اس بات نے مجھے پریشان کر دیا۔ یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ اپنے اندر کا غبار نکالنے کے لیے ایسا کرتا رہا ہوگا اور اللہ تعالیٰ سے سکونِ قلب کے لیے دعا مانگ رہا ہوگا۔ آخر ایسی کیا بات ہو گئی تھی کہ وہ اپنے دماغی انتشار کو ختم کرنے کے لیے ایسا کر رہا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک پریشان ہوتا رہا۔ پھر سوچا زندگی میں ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس سے بھی بدترین حالات پیش آتے ہیں۔ انسان کو اپنی ذہانت، حوصلے اور حکمتِ عملی سے ذہنی انتشار پر قابو پانا پڑتا ہے۔ پارس بھی رفتہ رفتہ اپنے حالات پر قابو پالے گا۔

ایک ہفتے بعد بڑی سادگی سے پارس اور جوجو کا نکاح پڑھا دیا گیا۔ ان کے لیے پیرس میں ایک جھیل کے کنارے کاٹیج کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ وہ رات کے آٹھ بجے جوجو کے ساتھ کاٹیج میں پہنچا۔ ان کی خدمت کے لیے ایک ملازمہ اور ایک ملازم کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ جوجو بہت خوش تھی۔ بار بار آئینے کے سامنے جا کر اپنے خوبصورت لباس کو دیکھتی تھی اور پارس سے پوچھتی تھی "میں کیسی لگ رہی ہوں؟"

"بالکل دُلھن لگ رہی ہو۔ اتنی حسین دُلھن آج تک کسی نے نہیں دیکھی ہوگی۔"

وہ تعریفیں سن کر خوش ہو رہی تھی، پارس نے پوچھا "کیا تم خوشی سے بے قابو ہو کر گردن میں باہیں نہیں ڈال سکتیں، پیار نہیں کر سکتیں؟"

"ایک دوسرے کے بدن سے لگنا نہیں چاہیے۔ یہ اصولِ صحت کے خلاف ہے۔ ایک جسم کے جراثیم دوسرے جسم میں پہنچ جاتے ہیں۔ اس طرح بیماریاں پھیلتی ہیں۔"

"جوجو، ہم میاں بیوی ہیں اور میاں بیوی سے بیماریاں نہیں پھیلتیں۔"

"تمھاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔"

"رفتہ رفتہ سمجھ لوگی۔ چلو رات زیادہ ہو رہی ہے سو جاؤ۔"

"ارے واہ، ابھی تو ہم نے رات کا کھانا نہیں کھایا اور تمھیں سونے کی پڑ گئی ہے۔"

انھوں نے ڈرائنگ روم میں جا کر ملازمہ کو کھانا لگانے کے لیے کہا۔ وہاں باتیں کرتے رہے۔ کھانا کھاتے رہے، پھر ٹہلنے کی غرض سے کاٹیج کے باہر آئے، موسمِ گرما کا آغاز تھا۔ اس کے باوجود ہلکی ہلکی خنکی ہو رہی تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک جھیل کے کنارے ٹہلتے رہے، کھانا ہضم کرتے رہے۔ پھر پارس نے جوجو کا ہاتھ پکڑ کر کہا "چلو، رات زیادہ ہو گئی ہے۔"

وہ کاٹیج میں آئے، دروازے کو اندر سے بند کیا، پھر بیڈ روم میں پہنچے۔ اس کے دروازے کو بھی اندر سے بند کیا۔ جوجو جمائی لیتے ہوئے بستر پر گر پڑی۔ پھر بولی "اے، دروازہ کیوں بند کر رہے ہو؟ تم اپنے کمرے میں جاؤ۔"

"آج سے ہم دونوں کا ایک ہی کمرا ہے۔"

وہ جلدی سے اٹھ کر بولی "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بھائی آرمسٹرانگ نے دیکھ لیا تو ناراض ہو جائیں گے۔"

وہ اس کے پاس بستر کے سرہانے بیٹھتے ہوئے بولا "آج یہاں کوئی نہیں آئے گا اور آئندہ بھی ہمارے درمیان کوئی مداخلت نہیں کرے گا کیونکہ آج سے ہم میاں بیوی ہیں۔ اسی لیے ہمیں ایک الگ کاٹیج رہنے کے لیے دیا گیا ہے اور تم دیکھ رہی ہو، اس کاٹیج میں ایک ہی بیڈ روم ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ ہم دونوں کا کمرا ہے۔"

جوجو کچھ دیر سوچتی رہی۔ پھر وہ دونوں ہنستے ہوئے لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہی جوجو کے چیخنے چلّانے کی آواز آئی۔

پھر برآمدے والا دروازہ کھلا۔ جوجو تیزی سے باہر آئی۔ ملازمہ اور ملازم جو باہر چھپ کر ان کی باتیں سن رہے تھے جلدی سے پیچھے ہٹ گئے۔ وہ دائیں بائیں نہیں دیکھ رہی تھی۔ تیزی سے دوڑتی ہوئی کاٹیج کے احاطے سے باہر جا رہی تھی۔ پارس اس کے پیچھے دوڑتا ہوا دروازے پر آیا۔ پھر ملازمہ اور ملازم کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس کے ہاتھ میں دلھن کے لباس کا پھٹا ہوا حصہ تھا۔ اس نے جھینپ کر لباس کے اس حصے کو اپنے پیچھے چھپا لیا۔ پھر اسے خیال آیا کہ جوجو دور نکل گئی ہوگی۔ وہ جلدی سے دوڑتا ہوا اس کے پیچھے گیا۔ اسے آوازیں دینے لگا "رک جاؤ۔ جوجو! میری بات سنو۔"

وہ دوڑتا جا رہا تھا لیکن وہ اس کی آواز سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ اچانک ایک پولیس مین نے اس کا راستہ روک لیا "کیا بات ہے مس، تم اس طرح کہاں بھاگی جا رہی ہو؟"

وہ ہانپتے ہوئے بولی "وہ... وہ مجھے پریشان کر رہا ہے۔ وہ بہت گندہ بچہ ہے۔ میں اس سے بات نہیں کروں گی۔ میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی۔"

پولیس مین نے کہا "اچھا، تم یہاں ٹھہرو۔ میں اس سے نمٹ لیتا ہوں۔"

پولیس والا دوڑتا ہوا پارس کی طرف آیا۔ پارس بھی اسی طرف آ رہا تھا۔ پھر پولیس مین نے دونوں ہاتھ پھیلا کر اس کا راستہ روکتے ہوئے کہا "ٹھہرو، یہ کیا حرکت ہے؟ تم اس لڑکی کا پیچھا کیوں کر رہے ہو؟"

"وہ کوئی غیر لڑکی نہیں ہے۔ میری دُلھن ہے۔ میری شریکِ حیات ہے۔"

"تمھارے پاس کوئی ثبوت ہے؟"

پارس ذرا گڑبڑا گیا۔ کیونکہ نکاح چپ چاپ ہوا تھا اور پارس اور جوجو کے اصل نام سے ہوا تھا۔ وہاں وہ جوجو کے ساتھ دوست کی حیثیت سے آیا تھا۔ یہاں جوجو کا نام جینیفر تھا اور اس کا نام علی مراد اگر وہ کہتا کہ میں پارس ہوں اور اپنی بیوی کے ساتھ یہاں آیا ہوں تو یہ بات دشمنوں تک پہنچ سکتی تھی۔

اتنی دیر میں جوجو مین روڈ تک پہنچ گئی تھی۔ وہاں سے گزرنے والی ایک کار کو اشارہ کیا تو وہ رک گئی۔ پارس نے ایک دم سے اچھل کر کہا "ارے دیکھو، وہ کسی کی گاڑی میں بیٹھ کر جا رہی ہے۔ غضب ہو جائے گا۔ پہلے اسے روکو۔"

وہ آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ پولیس مین نے اس کا راستہ روکا۔ اس نے ہاتھ پکڑ کر جوڈو کا ایک داؤ استعمال کیا۔ پولیس والا دوسری طرف الٹ کر گرا۔ وہ بھاگ کر مین روڈ کی طرف جانے لگا لیکن دیر ہو چکی تھی۔ اس وقت جوجو کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر اس سے دور بہت دور ہوتی جا رہی تھی۔

اب یہ گھر کے اندر کا نہیں باہر کا مسئلہ ہو گیا تھا اور یہ معاملہ بے حد تشویشناک تھا۔ وہ دُلھن ٹیلی پیتھی جانتی تھی اور ٹرانسفارمر مشین کے دیوانوں میں سے کسی کے ہاتھ بھی لگ سکتی تھی۔ پارس نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر گزرنے والی گاڑیوں سے لفٹ مانگی۔ دُلھن کے ایک اشارے پر گاڑی رک گئی تھی مگر دولھا کو کوئی پوچھ نہیں رہا تھا۔ آخر ایک گاڑی والے کو اس پر رحم آ گیا۔ اس نے گاڑی روکی۔ پارس نے کھڑکی پر جھک کر اسے دیکھا۔ وہ گاڑی والا نہیں، والی تھی۔ شراب کے نشے میں مدہوش تھی۔ اس نے کہا "پلیز، مجھے تھوڑی دور تک لفٹ چاہیے۔"

وہ نشے میں جھومتی ہوئی ہاتھ کے اشارے سے پوچھ رہی تھی۔

"تم کیا کہہ رہے ہو؟"

پارس کو اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ کار کے شیشے چڑھے ہوئے تھے دروازہ بند تھا۔ بھلا اس کی آواز کیسے اندر جاتی۔ اس نے دروازے کو کھول کر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا "جب بیٹھ ہی گیا ہوں تو لفٹ مانگنے کا تکلف کیسا؟ بس گاڑی آگے بڑھا دو۔"

اس نے گاڑی آگے نہیں بڑھائی، خود آگے بڑھ گئی، اس کی گردن میں باہیں ڈال کر بولی "جانی! تم کہاں تھے؟ میں تمھیں یاد کرتی رہی۔ شراب پی پی کر غم غلط کرتی رہی۔ آج اتنے عرصے بعد آئے ہو میں تمھیں نہیں چھوڑوں گی۔"

"ارے ایک چھوڑ کر چلی گئی۔ دوسری پکڑ رہی ہے۔ خدا کے لیے گاڑی چلاؤ۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "گاڑی کو فیل سمجھو۔ اب ہماری تمھاری گاڑی چلے گی۔"

پارس نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھا۔ اب پتا نہیں جوجو کہاں نکل گئی ہوگی؟ کن لوگوں کے ہاتھوں میں پڑ گئی ہوگی۔ وہ فوراً ہی خود کو چھڑا کر گاڑی سے باہر آیا۔ دوسری طرف سے اسٹیرنگ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا "آؤ ہم تم محبت کریں گے۔ یہ جگہ بہت مناسب ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا سڑک کے کنارے لایا۔ پھر ایک جگہ اسے کھڑا کرتے ہوئے کہا "سیدھی کھڑی رہنا۔ میں گاڑی کو کنارے کھڑا کر رہا ہوں۔ پھر ہم محبت کریں گے۔"

وہ مان گئی۔ پارس نے اس کا ہاتھ چھوڑا تو وہ لڑکھڑاتی ہوئی ذرا پیچھے گئی، پھر زمین پر گر کر دوسری طرف لڑھکتی ہوئی چلی گئی۔ وہ دوڑتا ہوا اسٹیرنگ سیٹ پر آیا۔ دروازے کو بند کیا۔ پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ وہ زیادہ سے زیادہ رفتار بڑھاتا جا رہا تھا تاکہ آگے والی گاڑی تک جا پہنچے لیکن اس دوران پندرہ منٹ گزر چکے تھے۔ اتنی دیر میں وہ گاڑی نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہوگی۔

ایک جوان لڑکی آدھی رات کو سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر لفٹ مانگے تو اسے دیکھ کر شریف آدمی اپنی گاڑیاں نہیں روکتے۔ البتہ حسین صورتیں دیکھ کر اوباش قسم کے نوجوان ضرور لفٹ دیتے ہیں۔ جس گاڑی میں جوجو کو لفٹ ملی، اس میں چار ہٹے کٹے جوان بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ چاروں ایک بار سے پی کر نکلے تھے ابھی اور مختلف باروں میں جا کر پینے کا ارادہ تھا۔ شراب سے زیادہ نشیلی چیز سڑک کے کنارے نظر آئی تو انھوں نے گاڑی روک دی۔ جوجو نے جلدی آگے بڑھ کر کہا "مجھے لفٹ چاہیے۔ مجھے جلدی یہاں سے لے چلو۔ وہ میرا پیچھا کر رہا ہے۔"

پچھلی سیٹ سے ایک نوجوان اتر کر باہر آیا۔ پھر بولا "آؤ جلدی سے بیٹھ جاؤ۔"

وہ پچھلی سیٹ پر آئی۔ وہاں پہلے سے ایک جوان بیٹھا تھا۔ پھر باہر کھڑا ہوا جوان بھی اندر آیا تو وہ دونوں کے درمیان پھنس گئی۔ گاڑی آگے بڑھتے ہی ایک نے پوچھا "ڈارلنگ! تم کون ہو اور کون تمھارا پیچھا کر رہا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میرا نام ڈارلنگ نہیں، جوجو ہے۔"

پھر وہ چونک سی گئی۔ جب وہ ادارے سے پارس کے ساتھ آ رہی تھی تو تمام بزرگوں نے اچھی طرح سمجھایا تھا، کبھی اپنا اصلی نام نہ لینا اور نہ ہی کبھی ٹیلی پیتھی کا ذکر کرنا۔ جب اسے بزرگوں کی نصیحت یاد آئی تو وہ ہنستے ہوئے بولی "میرا نام جوجو نہیں، جینیفر ہے۔ تم کہیں سچ مچ مجھے جوجو نہ سمجھ لینا۔ وہ تو میں مذاق میں کہہ رہی تھی۔"

ایک جوان نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "بہت اچھا مذاق کر لیتی ہو۔ تمھارا نام جوجو ہو یا جینیفر، نام سے کیا لینا ہے۔ ہم تو صرف دوستی کرنا چاہتے ہیں۔ خواہ یہ دوستی صرف ایک رات کے لیے کیوں نہ ہو۔"

اس نے کہا "میرا ہاتھ چھوڑ دو۔"

ہاتھ پکڑنے والے نے پوچھا "آخر اس میں حرج کیا ہے؟"

"میرا ہاتھ صرف پارس پکڑ سکتا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک ہاتھ سے اپنا منہ دبالیا۔ اسے پھر بزرگوں کی نصیحت یاد آئی کہ پارس کا نام بھی نہ لیا جائے۔ وہ جلدی سے بولی "میرا مطلب ہے، علی مراد میرا ہاتھ پکڑ سکتا ہے"۔

"تم ہم کو اپنا علی مراد سمجھ لو"۔

دوسرے نے پوچھا "جینیفر! کیا تم ہمارے ساتھ گھر چلو گی؟"

"ضرور چلوں گی۔ آج تمام رات چھپ کر رہنا چاہتی ہوں۔ وہ مجھے ڈھونڈتا رہے گا اور پریشان ہوتا رہے گا۔ میں اسے سزا دینا چاہتی ہوں۔ وہ بہت گندا بچہ ہو گیا ہے"۔

انھوں نے اپنی گاڑی ایک ایسی زیر تعمیر عمارت کے سامنے روکی جہاں ویرانی اور سناٹا تھا۔ اس عمارت کی پہلی، دوسری اور تیسری منزل مکمل ہو چکی تھی۔ باقی دوسری منزلوں کی تعمیر ہو رہی تھی۔ وہاں کوئی آباد نہیں ہوا تھا۔ وہاں کے ایک چوکیدار نے انھیں دیکھتے ہی سلام کیا۔ ان میں سے ایک نوجوان اس عمارت کے مالک کا بیٹا تھا۔ اس نے چوکیدار کے ہاتھ میں دس ڈالر رکھتے ہوئے کہا "ہماری طرف کسی کو نہ آنے دینا"۔

پھر وہ جوجو کے ساتھ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے تیسری منزل پر پہنچے۔ وہاں بڑے بڑے کمرے بنے ہوئے تھے۔ ابھی ان میں دروازے اور کھڑکیاں نہیں لگائی گئی تھیں۔ انھوں نے جوجو سے کہا "تم اس کمرے میں ٹھہرو، ہم تمہارے بیٹھنے اور سونے کا انتظام کرتے ہیں"۔

وہ اسے چھوڑ کر دوسرے کمرے میں آئے۔ ایک نے کہا "یہ لڑکی بہت نادان ہے مگر بھرپور جوان ہے"۔

دوسرے نے کہا "لیکن یہ تو ہاتھ پکڑنے نہیں دیتی"۔

تیسرے نے چاقو نکال کر کہا "اسے دھمکی دی جائے تو منہ سے آواز نہیں نکالے گی"۔

دوسرے جوان نے اس کے ہاتھ سے چاقو لے کر کہا "میں اس عمارت کے مالک کا بیٹا ہوں۔ یہ میری جگہ ہے، اس لیے پہلے میں جاؤں گا"۔

وہ ہاتھ میں چاقو لیے فاتحانہ شان سے چلتا ہوا جوجو کے کمرے میں آیا۔ پھر مسکراتے ہوئے بولا "دیکھ رہی ہو، اسے کیا کہتے ہیں؟"

جوجو نے ہنستے ہوئے کہا "ارے، یہ تو بچے بھی بتا سکتے ہیں۔ اسے چاقو کہتے ہیں"۔

"اگر یہ تمہارے سینے میں اترے گا تو تم لہو میں ڈوب جاؤ گی۔ پھڑ پھڑا کر مر جاؤ گی"۔

وہ پریشان ہو کر ذرا پیچھے ہٹتے ہوئے بولی "کیا تم مجھے مار ڈالنا چاہتے ہو۔ کیا تم برے آدمی ہو؟"

"میں بہت برا ہوں لیکن اگر تم میری بات مان لو تو میں تمہارے لیے اچھا بن جاؤں گا"۔

"میں تمہاری ہر بات مانوں گی"۔

"تو پھر آؤ۔ میرے سینے سے لگ جاؤ"۔

وہ حیرانی سے بولی "کیا تم پارس کی طرح گندے بچے ہو؟"

"اری کیا گندا بچہ کی رٹ لگا رکھی ہے۔ بھرپور جوان ہے اور بچوں جیسی باتیں کرتی ہے"۔

"میں گندے بچوں پر تھوکتی ہوں۔ صرف پارس پر ہی نہیں تھوکتی، کیونکہ وہ جیسا بھی ہے، اچھا لگتا ہے۔ اب اگر تو نے چاقو کی دھمکی دی تو تیری ایسی کی تیسی کر دوں گی"۔

وہ ہنستے ہوئے بولا "کیا تو بلیک بیلٹ ہے؟ ہم سے مقابلہ کرے گی؟"

"ارے مقابلہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تیرے دماغ کو..." وہ کہتے کہتے رک گئی۔ اسے پھر یاد آیا، بزرگوں نے منع کیا تھا کہ ٹیلی پیتھی کا ذکر نہ کرے۔ یہ نصیحت یاد آئی تو وہ الجھن میں پڑ گئی۔ اب کیا کر سکتی ہے۔ وہ چاقو لیے سامنے کھڑا تھا، اسے جان سے مار سکتا تھا۔ اپنے بچاؤ کے لیے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنا ضروری تھا۔

پھر اسے یاد آیا۔ شیخ صاحب نے کہا تھا، کبھی ایسا موقع آئے تو اس طرح خیال خوانی کے ذریعے اپنا بچاؤ کرو کہ دوسروں کو شبہ نہ ہو۔ پھر رسونتی اور آرمی نے اسے کئی طریقے اچھی طرح یاد کرائے تھے کہ ان حالات میں کس طرح خیال خوانی کرنی چاہیے اور کس طرح چپ چاپ دشمن کے دماغ پر قبضہ جما لینا چاہیے۔

یہ باتیں یاد آئیں تو اس نے سامنے والے کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا، اس کی آنکھوں میں گھور کر دیکھا۔ پھر دماغ میں پہنچ کر قبضہ جما لیا۔ رسونتی نے سمجھایا تھا، اگر دشمن کے ہاتھ میں ریوالور ہو تو اس کے ہاتھ سے اس کے ہاتھ یا پاؤں کو زخمی کر دینا چاہیے تاکہ وہ آگے بڑھ کر حملہ کرنے میں ناکام رہے۔

جوجو نے اس کے ایک ہاتھ سے دوسرے بازو میں چاقو کی نوک گہرائی تک پیوست کر دی۔ پھر اسی طرح چاقو سے ہاتھ کو چیرتی ہوئی کلائی تک لے آئی۔ پھر اس نے زخمی ہاتھ میں چاقو پکڑوایا اور دوسرے بازو میں اسی طرح اس کی نوک پیوست کر کے اسے بھی چیرتی ہوئی کلائی تک لے آئی۔ اس کے بعد دماغ کو بھی آزاد چھوڑ دیا... وہ یک بیک تڑپ کر چیخنے لگا تھا۔ چاقو ہاتھ سے گر پڑا تھا۔ دونوں ہاتھ سے خون یوں ابل رہا تھا جیسے سیلاب بند توڑ کر ابل رہا ہو۔

جوجو تالی بجا بجا کر کہہ رہی تھی "اچھا ہوا۔ برے بچے کو ایسی ہی سزا ملتی ہے"۔

اس کی چیخ سن کر تینوں ساتھی دوڑتے ہوئے کمرے میں آئے۔ پھر حیرانی سے دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔ خون آلود چاقو فرش پر گرا ہوا تھا اور اس کے دونوں ہاتھ زخمی تھے۔ خون تمام لباس کو تر بتر کر رہا تھا۔ ایک نے آگے بڑھ کر پوچھا "کیا ہوا؟ یہ تم زخمی کیسے ہو گئے؟"

دوسرے نے کہا "ہمیں یقین نہیں آتا کہ اس نادان لڑکی نے تمہیں اس قدر زخمی کر دیا ہے"۔

تیسرے نے لپک کر چاقو کو فرش سے اٹھایا، پھر وارننگ دیتے ہوئے کہا "خبردار! تمہاری چالاکی ہم پر نہیں چلے گی۔ تم نے اسے اکیلا پا کر زخمی کر دیا، ہم تینوں کو نہیں کر سکو گی"۔

دو جوانوں نے آگے بڑھ کر اس کے دونوں بازوؤں کو جکڑ لیا۔ وہ چاقو والے سے ڈر رہی تھی لہٰذا اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ پھر اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ جب وہ اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے بازو میں چاقو پیوست کر کے اسے کلائی تک چیرنے لگا تو دونوں ساتھیوں نے شدید حیرانی اور پریشانی سے پوچھا "ارے یہ کیا کر رہے ہو؟"

جوجو تم صم کھڑی اس کی آنکھوں میں تک رہی تھی۔ اب وہ زخمی ہاتھ میں چاقو لے کر دوسرے ہاتھ کو اسی طرح زخمی کر رہا تھا۔ ایک ساتھی نے جوجو کے بازو کو چھوڑ دیا، پھر لپک کر اس سے چاقو چھین لیا۔ چاقو اس کے ہاتھ میں آیا تو اب جوجو کو اس سے ڈر لگ رہا تھا، لہٰذا اس نے دوسرے کو چھوڑ کر تیسرے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ دوسرا دماغی طور پر آزاد ہوتے ہی چیخیں مارنے لگا۔ اپنے دونوں زخمی بازوؤں کو بے یقینی سے دیکھتا ہوا نہیں نہیں کے انداز میں سر ہلاتا ہوا پیچھے ہٹ کر دہشت زدہ نظروں سے جوجو کو تکنے لگا۔ ادھر تیسرا ساتھی اپنے ایک ہاتھ کو زخمی کر رہا تھا۔ چوتھا ساتھی، فوراً ہی جوجو کے بازو کو چھوڑ کر بھاگتا ہوا دروازے تک گیا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر خوف سے تھر تھر کانپتے ہوئے جوجو کو تکنے لگا۔ وہ ڈریکولا اور رایول جیسی ڈراؤنی فلمیں دیکھا کرتا تھا۔ اس کے ذہن میں یہی بات آئی کہ وہ عیاشی کے لیے کسی بدروح کو پکڑ کر لے آئے ہیں۔ وہ وہاں سے چیختا چلاتا بھاگنے لگا۔ نیچے سے چوکیدار اپنے دو تین ساتھیوں کے ساتھ بندوق سنبھالے آ رہا تھا۔ اس نے جوان کو روک کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

"وہ... وہ کوئی بدروح ہے۔ ڈیتھ ڈاکٹر ہے۔ کالا جادو جانتی ہے۔ اس نے تینوں کو زخمی کر دیا ہے۔ میں جان بچا کر بھاگ رہا ہوں"۔

وہ دوڑتے ہوئے اس کمرے میں آئے، جہاں وہ تینوں زخمی حالت میں فرش پر پڑے ہوئے تھے اور جوجو ان کے درمیان سے گزرتی ہوئی دروازے کی طرف آ رہی تھی۔ پھر آنے والے مسلح چوکیداروں کو دیکھ کر رک گئی۔ ایک نے ڈپٹ کر کہا "خبردار! اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا، نہیں تو گولی مار دوں گا"۔

گولی مارنے کی دھمکی سنتے ہی اس نے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس کی رائفل کی نال نیچے کی طرف جھک گئی۔ پھر ٹھائیں سے گولی چلی اور وہ اس کی ران کو چیرتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔

اس کے ساتھ آنے والے دونوں چوکیداروں نے چونک کر پوچھا "ارے، یہ تم نے کیا کیا! خود کو زخمی کر لیا۔ کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟"

یہ کہتے ہی ان چوکیداروں کو یاد آیا کہ اس بھاگنے والے جوان نے کہا تھا لڑکی ڈیتھ ڈاکٹر ہے، کالا جادو جانتی ہے۔ یہ بات یاد آتے ہی وہ دونوں اپنے ساتھی چوکیدار کو چھوڑ کر وہاں سے بھاگتے چلے گئے۔

جوجو... اطمینان سے سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے آئی۔ پھر کار کی اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اسے ڈرائیونگ سکھائی گئی تھی لیکن دماغ میں یہ بات نہیں آتی تھی۔ وہ اکثر بھول جاتی تھی کہ کس طرح ایکسیلیٹر پر ہلکا سا دباؤ رکھنا چاہیے اور اس کے ذریعے رفتار کم یا زیادہ کرنا چاہیے اور رفتار کی کمی یا زیادتی کے مطابق کس طرح گیئر بدلنا چاہیے۔ اس نے جانی گھبرا کر کسی طرح گاڑی اسٹارٹ کی، پھر الٹے سیدھے گیئر بدلنے لگی۔ ایکسیلیٹر پر ذرا دباؤ ڈالا تو گاڑی ایک جھٹکے سے آگے بڑھی۔ اس نے گھبرا کر ہاتھ پاؤں ہٹا لیے۔ گاڑی رک گئی۔ اس نے پریشان ہو کر سوچا "آخر مجھے یاد کیوں نہیں رہتا۔ جب کوئی سکھانے والا ہوتا ہے تو آسانی سے سیکھ لیتی ہوں، جب اکیلی ہوتی ہوں تو گڑبڑ ہو جاتی ہے"۔

وہ دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔ پریشانی سے سوچنے لگی۔ پیدل کہاں جائے۔ کتنی دور جائے، پتا نہیں وہ کون سا علاقہ تھا۔ وہ کئی بار پیرس آ چکی تھی لیکن اتنے بڑے شہر کا ایک راستہ بھی اسے یاد نہیں تھا۔ وہ چوتھا نوجوان جو اس سے خوف زدہ ہو کر بھاگا تھا، دوسری منزل میں جا کر چھپ گیا تھا۔ جب اس نے اندازہ کیا کہ وہ جا چکی ہے اور خطرہ ٹل گیا ہے تو وہ دوسری منزل سے سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آیا۔ پھر جیسے ہی اترتا ہوا نیچے آیا اور جیسے ہی گاڑی کے قریب پہنچا تو جوجو کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ بولی "خبردار، یہاں سے نہ بھاگنا۔ ادھر آؤ اور گاڑی چلاؤ"۔

وہ تھر تھر کانپتا ہوا گاڑی کے قریب آیا۔ پھر بولا "مجھے جان سے نہ مارنا۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے"۔

جوجو نے کہا "تو پھر آؤ، ہاتھ ملاؤ۔ ہم دوست ہو گئے"۔

وہ ڈرتے ڈرتے قریب آیا۔ پھر اس نے مصافحہ کیا۔ جوجو نے کہا "تم گاڑی چلاؤ۔ میں پیچھے بیٹھوں گی"۔

وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ اس جوان نے اسٹیرنگ سیٹ سنبھالی۔ پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ جوجو نے پوچھا "کیا تمہارے پاس کچھ رقم ہے؟ میں رات کسی ہوٹل میں گزارنا چاہتی ہوں"۔

دوسری طرف پارس کار ڈرائیو کرتا ہوا دور دور تک اسے تلاش کرتا جا رہا تھا۔ آخر تھک ہار کر انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ کے ڈائریکٹر جنرل کے بنگلے کے سامنے آیا۔ وہاں مسلح افراد کا پہرا رہتا تھا۔ انھوں نے اسے روکا تو اس نے کہا "میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس ہوں۔ اپنے صاحب کو فوراً اطلاع دو۔ میں ملنا چاہتا ہوں"۔

ایک مسلح پہرے دار گیٹ کے ساتھ بنے ہوئے کیبن میں گیا۔ وہاں

"نہیں، وہ بہت خراب ہو گیا ہے۔ گندی گندی حرکتیں کر رہا تھا۔"

میں جھینپ کر فوراً واپس چلا آیا۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر سر کھجاتے ہوئے سوچنے لگا "بڑی مشکل ہے۔ ایک میرا بیٹا ہے، دوسری میری بہو ہے۔ میں دونوں کی زبان سے کوئی ایسی بات نہیں سن سکتا تھا جسے بزرگوں کو سننا نہیں چاہیے۔ آج میرا بیٹا اپنی دلھن کے ساتھ ایک کاٹیج میں گیا تھا۔ میں اس کے مسئلے کو سمجھتا تھا لیکن مشکل یہ تھی کہ جوجو کو سمجھا نہیں سکتا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے اسے بیٹے کی طرف مائل نہیں کر سکتا تھا کیونکہ یہ بات خلافِ تہذیب ہوتی!

میں پھر جوجو کے پاس پہنچا، مخصوص کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد بولا "پارس بہت خراب ہو گیا ہے۔ مجھے پتا نہیں تھا وہ میری جوجو کو پریشان کر رہا ہے۔ میں اس کے کان پکڑ کر ایسی سزا دوں گا کہ تم خوشی سے تالیاں بجانے لگو گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "سچ پاپا! آپ اسے سزا دیں گے؟"

"ہاں بیٹا! میں اسے اپنے پاس بلاؤں گا اور تمہارے سامنے سزا دوں گا۔"

"آپ اسے ابھی بلایئے۔"

"اسے بلانا بڑی بات نہیں ہے لیکن سزا تو تمہارے سامنے دوں گا، اس لیے تمہاری موجودگی ضروری ہے۔ مجھے بتاؤ، اس وقت کس علاقے سے گزر رہی ہو۔ میں تمہارے پاس آؤں گا۔ تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ پھر دیں پارس کو بلاؤں گا۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں ٹھیک ہے مگر میں یہ علاقہ نہیں جانتی۔"

"کوئی بات نہیں۔ تم ڈرائیو کرنے والے لڑکے کو مخاطب کرو۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر سب کچھ معلوم کر لوں گا۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا، اس نوجوان کو مخاطب کیا۔ جب اس نے بات کی تو میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں پیرس میں جہاں قیام کر رہا تھا، وہ لوگ اس سے زیادہ دُور نہیں تھے۔ میں نے اس جوان کے دماغ پر قبضہ جمایا، پھر گاڑی ڈرائیو کراتا ہوا اپنے کاٹیج کے سامنے لا کر روک دیا۔ میرے کمرے کے آس پاس مسلح سپاہیوں کا پہرا رہتا تھا۔ وہ سپاہی اس گاڑی کو کبھی وہاں نہ رُکنے دیتے لیکن میں خود ہی کاٹیج سے باہر آگیا تھا۔ میں نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر کہا "آؤ بیٹی، کاٹیج کے اندر چلو۔ سردی بڑھتی جا رہی ہے۔"

پھر میں نے اس نوجوان سے کہا "تم نے میری بیٹی کو یقین دلایا ہے کہ تم اچھے بچے ہو لہٰذا اچھے بچے کی طرح اپنے گھر جاؤ۔"

وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ میں جوجو کو لے کر کاٹیج کے اندر آیا۔ روشنی میں اسے دیکھا۔ کتنی پیاری لگ رہی تھی۔ میں اسے ایک بیڈ روم میں لے آیا۔ پھر اس سے کہا "یہاں تم آرام کرو۔ میں ابھی پارس کو بلاتا ہوں۔"

"میں یہ پھٹا ہوا لباس نہیں پہنوں گی۔ مجھے دوسرا چاہیے۔"

سے فون کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے گیٹ کھولتے ہوئے کہا "تشریف لے جائیں۔ صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا بنگلے کے پورچ میں آیا۔ ڈائریکٹر جنرل خود ہی باہر نکل کر اس کے استقبال کے لیے آگیا تھا۔ گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "بیٹے! اتنی رات کو یہاں کیسے آگئے، خیریت تو ہے؟"

"خیریت ہوتی تو آپ کے پاس کیوں آتا۔ آپ کو رازداری سے بتا دیا گیا ہے کہ میری اور جوجو کی شادی ہو گئی ہے اور ہم اس کاٹیج میں قیام کر رہے ہیں لیکن جوجو مجھ سے جھگڑا کر کے بھاگ گئی ہے۔ پتا نہیں کس سے لفٹ لی ہے، کن لوگوں کے ساتھ گئی ہے۔ میں اس گاڑی کو تلاش کرتا رہا مگر کچھ پتا نہ چلا۔ آپ فوراً پاپا سے رابطہ قائم کریں اور مجھ سے بات کرائیں۔"

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آئے۔ ڈائریکٹر جنرل نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ ان دنوں میری مصروفیات زیادہ نہیں تھیں۔ میں وقت پر سو جایا کرتا تھا۔ فون کی گھنٹی نے چونکا دیا۔ میں نے کروٹ لے کر ریسیور اٹھایا۔ پھر اسے کانوں سے لگا کے پوچھا۔ "ہیلو کون؟"

"فرہاد صاحب! آپ کے صاحبزادے میرے پاس آئے ہیں ان سے بات کریں۔"

پھر مجھے پارس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "پاپا! غضب ہو گیا، جوجو مجھ سے جھگڑا کر کے بھاگ گئی ہے۔ پتا نہیں کن لوگوں سے لفٹ لی ہے اور اس وقت کہاں ہو گی؟ آپ فوراً اس کے دماغ میں پہنچیں۔"

میں نے کہا "میں ابھی اس کے پاس جا رہا ہوں۔ تم سے بھی خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے ریسیور رکھا۔ خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے جوجو کے پاس پہنچا۔ اس نے سانس روکی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے بولی "کوڈ ورڈز۔"

میں نے کہا "یُور پاپا آن یور وِچینل۔"

وہ خوش ہو کر بولی "پاپا! آپ تھوڑی دیر پہلے آتے تو بڑا مزہ آتا میں نے تین گندے بچوں کو چاقو سے زخمی کر دیا اور ایک کے پاؤں میں گولی مار دی۔ اس ایڈونچر میں بڑا مزہ آرہا ہے۔"

"بیٹی! تمہیں اپنے دولہا کے ساتھ رہنا چاہیے۔ یہ تم کہاں بھاگتی پھر رہی ہو؟"

"آپ دیکھ رہے ہیں، میں کار کی پچھلی سیٹ پر ہوں اور یہ جو کار ڈرائیو کر رہا ہے، یہ بہت اچھا بچہ ہے۔ میں اس کے ساتھ ایک ہوٹل میں رات گزاروں گی۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو، تمہیں پارس کے ساتھ رہنا چاہیے۔"

"ابھی آجائے گا۔"

میں نے پارس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں جوجو کو اپنے پاس لے آیا ہوں تم اپنے کاٹیج میں جاؤ اور اس کے دو چار جوڑے لے آؤ۔"

"آپ کہاں ہیں؟"

"ڈائریکٹر جنرل صاحب کے آدمی تمہیں میرے پاس پہنچا دیں گے۔"

پھر میں نے ڈائریکٹر جنرل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اتنی رات کو زحمت دے رہا ہوں، اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ پلیز، کسی سپاہی سے کہہ دیں کہ پارس کو میرے پاس پہنچا دے۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر ملازم سے کافی بنانے کے لیے کہا، پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر رسونتی کے پاس آگیا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے پارس دوم سے باتیں کر رہی تھی۔ میرے مخاطب کرنے پر وہاں سے آگئی۔ پھر بولی "یہ کمبخت لڑکیاں میرے بیٹے کے پیچھے پڑ جاتی ہیں۔"

میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"وہ جوسوئٹی ہے نا، میرے بیٹے کو پھانس رہی ہے۔"

"تم اطمینان رکھو۔ پارس دوم ایسا پتھر ہے جس میں کبھی جونک نہیں لگے گی۔ وہ عورت تو کیا کسی مرد سے بھی غیر ضروری باتیں نہیں کرتا۔ یہ قدرت کا عجیب تماشا ہے۔ ہمارے دونوں بیٹوں کے ذہن ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ایک کے پیچھے لڑکیاں بھاگتی ہیں اور وہ انہیں لفٹ نہیں دیتا۔ دوسرے بیٹے کے سامنے سلاما آئے یا ماریہ آئے یا جوجو آئے، وہ ہر ایک کے ساتھ فراخدلی کے ساتھ پیش آتا ہے اور زندہ دلی کا ثبوت دیتا رہتا ہے۔"

وہ ناگواری سے بولی "ایسی بے حیا زندہ دلی اُسے ہی مبارک ہو۔"

میں نے پوچھا "اگر کسی دن یہ ثابت ہو گیا کہ پارس اوّل تمہارا بیٹا ہے یعنی تم نے اس کو جنم دیا ہے تب اس کے ساتھ تمہارا رویہ کیا ہو گا؟"

"تم پھر الجھانے والی باتیں کر رہے ہو؟"

"میں سمجھانے والی باتیں کر رہا ہوں۔ دونوں کے ساتھ یکساں رویہ رکھو۔ دونوں کو ایک جیسی محبت اور ممتا دو۔ مجھے جب بھی موقع ملتا ہے میں تمہاری بھلائی کے لیے یہ باتیں سمجھاتا ہوں۔ پارس اوّل کی عمر کے ساتھ ساتھ تمہاری نفرت بڑھتی جا رہی ہے۔ تم اسے پارس دوم کا دشمن سمجھنے لگی ہو۔ اگر تمہارے یہی خیالات رہے اور اس دشمنی میں کبھی پارس اوّل کو نقصان پہنچا پھر یہ بھید کھلا کہ تم نے اسے جنم دیا ہے تو تمہارے دماغ کو جو شاک پہنچے گا اُس کا اندازہ تم خود کر سکتی ہو۔"

"تم مجھے شروع سے غلط سمجھتے آرہے ہو۔ نہ میں پارس اوّل سے نفرت کرتی ہوں نہ اسے پارس دوم کا دشمن سمجھتی ہوں۔ کبھی موقع ملا تو پارس اوّل کے لیے بھرپور ممتا کا ثبوت دوں گی۔"

"ابھی موقع آرہا ہے۔ ہمارا بیٹا ہماری بہو کے ساتھ سہاگ رات گزار نہیں سکا۔ ایسا کیوں ہوا؟ مجھے اس سلسلے میں کچھ معلوم نہیں ہے لیکن ہم جوجو کے بچکانہ پن کو سمجھتے ہیں۔ اگر وہ اسی طرح بچی رہی تو ہمارا بیٹا دماغی انتشار میں مبتلا ہو جائے گا۔"

"اگر ایسا ہو رہا ہے تو یہ ہمارے بیٹے کے حق میں بُرا ہو گا۔ ہمارے لیے یہ بات تشویش ناک ہے۔ کسی طرح جوجو کو سمجھانا چاہیے۔"

"میں یہی کہنے تمہارے پاس آیا ہوں۔ میں اور آمر خیال خوانی کے ذریعے اسے پارس کی طرف مائل نہیں کر سکتے۔ یہ بات کچھ معیوب سی ہو گی۔ تم عورت ہو، ایسا کر سکتی ہو۔"

"بیشک میں ایسا کر سکتی ہوں لیکن وہ مجھے بار بار اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔"

"میں اسے اپنے کاٹیج میں لے آیا ہوں۔ ابھی کافی میں دوا ملا کر دوں گا تو وہ کم از کم بارہ گھنٹے تک حساس نہیں رہے گی۔ تم اس کی لاعلمی میں اس کے اندر پہنچ کر بہت کچھ کر سکتی ہو۔"

"اس کا بچکانہ پن دور کرنے کے لیے بارہ گھنٹے ناکافی ہیں۔ اسے ایک ہی دن میں یہ سمجھانا مشکل ہے کہ پارس اس کا شوہر ہے اور شوہر گندہ بچہ نہیں ہوتا۔ اس کی ہر بات مان لینا چاہیے۔ میرا مشورہ ہے، اس پر تنویمی عمل کیا جائے اور اس کے دماغ میں یہی باتیں نقش کر دی جائیں تاکہ وہ پارس کی کسی بات سے انکار نہ کر سکے۔"

"تم اسے مائل کر کے دیکھو۔ اگر وہ ازدواجی رشتے کے لیے آمادہ نہیں ہو گی تو اس پر تنویمی عمل کیا جائے گا۔"

"تم اسے کافی پلاؤ۔ میں تھوڑی دیر بعد پہنچ رہی ہوں۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا "اگر وہ پارس کی طرف مائل نہ ہوئی تو رسونتی کا مشورہ مناسب ہے۔ اس پر تنویمی عمل کرنا چاہیے۔ تھوڑی دیر بعد ملازم کافی کی ٹرے لے آیا۔ میں نے اسے یونہی ایک کام کے لیے دوسرے کمرے میں بھیجا، پھر پیالی میں اعصاب کمزور کرنے والی دوا ڈالی اور اس میں کافی انڈیل دی۔ اسے چمچ سے اچھی طرح حل کیا۔ جب ملازم آیا تو میں نے پیالی اسے دیتے ہوئے کہا "اسے جوجو کو دے دو۔"

وہ کافی لے کر گیا۔ اسی وقت انٹرکام نے متوجہ کیا۔ میں نے ریسیور اُٹھا کر پوچھا "ہیلو کیا بات ہے؟"

کاٹیج کے پچھلے گیٹ کے سپاہی نے کہا "جناب! میں بہت پریشان ہوں۔ میرے ساتھ عجیب سی بات ہو گئی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے جوجو صاحبہ آئی تھیں۔ وہ باہر جانا چاہتی تھیں۔ میں نے کہا صاحب سے اجازت لے لیجیے۔ انھوں نے کہا اجازت لے چکی ہوں۔ پھر اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا۔ جب ہوش آیا تو میں پچھلی گلی کے اس آخری موڑ پر تنہا کھڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ پھر یاد آیا کہ شاید مس جوجو نے مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا ہو گا۔ یہ سمجھتے ہی

میں دوڑتا ہوا ابھی یہاں پہنچا ہوں اور آپ کو اطلاع دے رہا ہوں۔"

ملازم نے واپس آکر کہا۔ "جناب! جوجو صاحبہ کمرے میں نہیں ہیں۔ شاید باتھ روم میں ہیں۔ میں نے کافی کی پیالی رکھ دی ہے۔"

میں نے ملازم کو نظرانداز کرتے ہوئے سپاہی سے پوچھا۔ "کیا تم پچھلے گیٹ پر تنہا تھے۔ کوئی تمہارے ساتھ ڈیوٹی پر نہیں تھا؟"

"آپ جانتے ہیں، ہمیشہ چار آدمیوں کی ڈیوٹی ہوتی ہے۔ میرے جو تین ساتھی ہیں وہ بیان دے رہے ہیں کہ میں نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ یہاں گیٹ پر ڈیوٹی دیتے رہیں، میں ابھی جوجو صاحبہ کے ساتھ واپس آتا ہوں۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ بات سمجھ میں آگئی۔ جوجو نے اس سپاہی کے دماغ پر قبضہ جماکر اس کے ساتھیوں کو حکم دیا ہوگا کہ وہ وہاں ڈیوٹی دیتے رہیں، وہ سپاہی تھوڑی دیر بعد واپس آجائے گا۔ کیونکہ وہ اپنے ہی مسلح سپاہی کے ساتھ جارہی تھی اس لیے باقی تینوں سپاہی مطمئن ہوگئے تھے۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی اور جوجو کے پاس پہنچنا چاہا، اس نے سانس روک لی۔ میں نے پھر کوشش کی تو اس کے دماغ میں جگہ ملی۔ میں نے کہا۔ "یور پاپا آن زیرو چینل۔ بیٹے! سانس نہ روکنا۔ یہ تمھیں کیا ہوگیا ہے؟"

اس نے کہا۔ "میں ماما سونتی کے پاس پارس کی شکایت کرنے گئی تھی تو ان کے دماغ میں فوراً جگہ مل گئی۔ کیونکہ آپ وہاں پہلے سے پہنچے ہوئے تھے، ماما نے مجھے محسوس نہیں کیا۔ میں نے آپ لوگوں کی باتیں سن لی ہیں۔ آپ مجھے کافی میں دوا ملاکر کمزور کرنا چاہتے ہیں اور ماما مجھ پر تنویمی عمل کرنا چاہتی ہیں۔ میں آپ لوگوں کو دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔ بس آپ جایئے۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ میں نے دو چار بار کوششیں کیں۔ اس نے پاس آنے نہیں دیا۔ میں نے فوراً ہی وہاں کے اعلیٰ افسران سے رابطہ قائم کرنا شروع کیا، انھیں بتانے لگا کہ جوجو کے ساتھ کیسے حالات پیش آرہے ہیں اور وہ کس طرح اس شہر میں بھٹک رہی ہے۔ آخری بار میں نے اسے ایک کار کی پچھلی سیٹ پر دیکھا ہے۔

تمام افسران نے وعدہ کیا کہ اس شہر کی ہر سڑک پر سے گزرنے والی ہر گاڑی کو روک کر چیک کیا جائے گا۔ میں نے سوچا، پارس کو بھی اس بات کی اطلاع دے دی جائے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ بڑی آسانی سے جگہ مل گئی۔ دماغ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور جوجو وہاں پہنچی ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "پارس! تم مجھ سے بہت محبت کرتے ہو۔ کیا میرے دماغ کو کمزور بنا سکتے ہو؟"

پارس نے جواب دیا۔ "ہرگز نہیں، ایسا تو دشمن کرتے ہیں۔"

"تو پھر تمہارے پاپا میرے دشمن ہیں۔"

"یہ کیسی باتیں کر رہی ہو؟"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ تمہارے پاپا دماغ کمزور کرنے والی دوا کافی میں ملاکر مجھے پلانا چاہتے تھے۔ میں وہاں سے بھاگ آئی ہوں۔"

"جوجو! تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ تم مجھے بھی دشمن سمجھ کر میرے کاٹیج سے بھاگ گئیں، اب میرے باپ کو دشمن سمجھ کر وہاں بھی رہنا نہیں چاہتیں، آخر تم ایسا کیوں کر رہی ہو؟"

"ارے واہ! مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ اپنی حرکتوں کو نہیں دیکھتے، تمہارے پاپا نے کہا تھا، تمہیں بلاکر میرے سامنے سزا دیں گے لیکن وہاں جانے پر معلوم ہوا وہ میرے دماغ کو کمزور کرنا چاہتے ہیں اور ماما مجھ پر تنویمی عمل کرکے یہ سکھانا چاہتی ہیں کہ شوہر گندہ بچہ نہیں ہوتا۔ اس کی ہر بات مان لینا چاہیے۔ بھلا بتاؤ تو یہ کوئی ماننے والی بات ہوتی ہے۔ کیا زبردستی منوانے کا یہی طریقہ ہوتا ہے کہ میرا دماغ خراب کیا جائے۔ پارس! مجھے کتنی خوشی تھی۔ میری شادی ہوگی۔ میں تمہاری دلہن بنوں گی۔ اب دلہن بن کر مجھے کیا مل رہا ہے۔ میں اپنے بھائی آرمر کے پاس جانا چاہتی ہوں۔"

"ہم تمہیں نہیں روکیں گے۔ ادارے میں واپس چلی جاؤ۔"

"ہرگز نہیں، وہاں ماما ہوں گی۔ وہ مجھ پر تنویمی عمل کریں گی، میرا دماغ خراب ہوجائے گا۔ میں بے وقوف بن جاؤں گی۔ تمہاری ہر بات کو اچھا سمجھوں گی۔ پھر تم مجھے گندے بچے نظر نہیں آؤ گے۔ یہ تو زبردستی ہوئی۔ نہیں نہیں، پارس! مجھے بتاؤ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں کہاں جاؤں۔ مجھے تمہاری ماما اور تمہارے پاپا سے ڈر لگ رہا ہے۔"

"جوجو! کیا مجھ سے بھی ڈر لگتا ہے؟"

"تم خود انصاف سے کہو۔ کیا مجھے ڈرنا نہیں چاہیے؟"

"میں وعدہ کرتا ہوں اب کوئی ایسی بات نہیں کروں گا۔ میری طرف سے کوئی ایسی حرکت نہیں ہوگی جس سے تمہیں شکایت ہو۔ تم ذرا میرے پاس آجاؤ۔"

"نہیں آؤں گی۔ تمہارے پاس آؤں گی تو ماما اور پاپا پکڑ لیں گے۔"

مجھ سے محبت ہے تو میرے پاس آجاؤ۔"

"چلو اپنا پتا بتاؤ۔ میں آرہا ہوں۔"

"ذرا ٹھہرو، انکل سے پوچھ کر بتاتی ہوں۔"

"یہ کس انکل کی بات کر رہی ہو؟"

"انکل نئے نئے انکل ہیں۔ بہت اچھے ہیں۔ ہمارے پاپا سے بھی اچھے ہیں۔ مجھے پیار کرتے ہیں۔ مجھے کھانے کے لیے کوکو چاکلیٹ دی ہے۔ میں ابھی کھا رہی ہوں۔ بڑا مزہ آرہا ہے۔ کیا تم کھاؤ گے؟"

"ڈیئر جوجو! مجھے بتاؤ۔ میں تم سے کہاں آکر مل سکتا ہوں؟"

میں نے چند لمحے پہلے محسوس کیا تھا کہ جوجو کی آواز اور لہجہ کچھ ایسا ہو رہا تھا۔ جیسے اسے نیند آرہی ہو۔ پھر رفتہ رفتہ اس کی سوچ کی لہریں کمزور پڑنے لگیں۔ اس کے بعد بالکل ہی کمزور ہوگئی۔ یعنی اب پارس کے دماغ میں صرف میں تھا۔ وہ جوجو کو آواز دے رہا تھا۔ "تم

خاموش کیوں ہوگئیں۔ بولتیں کیوں نہیں۔ جوجو! جلدی اپنے انکل سے پوچھ کر بتاؤ۔ مجھے تم سے کہاں آکر ملنا چاہیے۔"

میں پارس کے دماغ سے نکل آیا۔ جوجو کے دماغ میں پہنچا تو جگہ مل گئی لیکن وہ گہری نیند میں بلکہ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھی۔ اتنی غافل تھی کہ اس کے کمزور دماغ سے موجودہ پتا ٹھکانا معلوم نہیں کیا جاسکتا تھا۔

میں نے پارس کے پاس آکر کہا۔ "وہ ٹریپ کی گئی ہے۔ کوئی اسے اغوا کر رہا ہے۔ تقریباً بیس پچیس منٹ پہلے میں نے اس سے رابطہ قائم کیا تو وہ ایک کار کی پچھلی سیٹ پر تھی۔ میرا خیال ہے، اسے چاکلیٹ کے ذریعے بے ہوش کیا گیا ہے۔"

"اوہ پاپا! کسی طرح اس کا سراغ لگایئے۔ اگر ٹرانسفارمر مشین کے کسی دیوانے کے ہاتھ لگے گی تو ہماری پریشانیاں بڑھ جائیں گی۔"

"میں انتظامات کرچکا ہوں۔ یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس والے پورے شہر میں پھیل گئے ہیں اور ہر گاڑی کو چیک کر رہے ہیں۔"

"پاپا! آپ نے اور ماما نے یہ کیوں سوچا کہ جوجو کے دماغ کو کمزور بنایا جائے اور اس پر تنویمی عمل کیا جائے؟"

"ظاہر ہے، ہم نے تم دونوں کی بھلائی کے لیے سوچا۔ جوجو جس عمر کو پہنچ گئی ہے اس عمر کی لڑکیاں ذمے دارانہ خیالات اور سوجھ بوجھ کی حامل ہوتی ہیں، ہم جوجو کو اسی مقام پر پہنچانا چاہتے تھے۔"

"آپ مائنڈ نہ کریں۔ آپ تمام خیال خوانی کرنے والوں کے پاس برسوں سے لے دے کر دو چار طریقے رہ گئے ہیں، آپ کسی دشمن تک پہنچنے کے لیے اعصاب کمزور کرنے والی دوا اسے پلاتے ہیں یا انجکشن کرتے ہیں یا اسے پوری طرح اپنی گرفت میں رکھنے کے لیے اس پر تنویمی عمل کرتے ہیں۔ میں جانتا ہوں، آپ جواباً کہیں گے، اپنے دشمن پر قابو پانے کے یہی چند طریقے ہیں۔ میں پھر سوال کروں گا۔ جن کے والدین ٹیلی پیتھی نہیں جانتے وہ اپنے مسائل کس طرح حل کرتے ہیں۔ کیا ہم ساری زندگی آپ کی ٹیلی پیتھی کا سہارا لیتے رہیں گے، کیا میں اپنی شریکِ حیات کو اپنے سانچے میں نہیں ڈھال سکتا۔ کیا اس کے لیے بھی آپ لوگوں کی ٹیلی پیتھی لازمی ہے؟"

"تم اسے ضروری نہیں سمجھتے تو کوئی بات نہیں۔ جب تمہارا اپنا معاملہ ہوگا تو ہم مداخلت نہیں کریں گے لیکن تمہاری شادی کا معاملہ تمہارا اپنا نہیں ہے۔ اسی لیے ہم نے پہلے ہی رازداری سے کام لیا تھا اور یہ سمجھا دیا تھا کہ پیرس آکر کاٹیج میں رہنے کے دوران کبھی یہ ظاہر نہ ہو کہ وہاں پارس اور جوجو ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں۔ ہم نے تم دونوں پر بھروسا کیا اور اب تک تمہارے معاملے میں مداخلت نہیں کی لیکن جوجو نہ جانے کس کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اسے بے ہوش کرکے لے جانے کا مطلب یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کے چاہنے والے ہی ایسا کر رہے ہیں۔ انھیں ایک خیال خوانی کرنے والی ہستی کی ضرورت تھی اور وہ ہستی ان کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ ہم میاں بیوی کے معاملات میں کبھی کچھ نہیں بولیں گے لیکن تمہاری بیوی ٹیلی پیتھی جانتی ہے لہٰذا اس کے معاملات میں ضرور مداخلت کریں گے۔ مجھے امید ہے، جب وہ ہوش میں آئے گی تو میں اس کے دماغ میں پہنچ کر بہت کچھ معلوم کرسکوں گا۔"

پارس خاموش رہا۔ وہ بعض اوقات ٹیلی پیتھی کا فائدہ اٹھانے سے انکار کرتا تھا لیکن یہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ جوجو کا سراغ صرف ہم ہی لگا سکتے ہیں۔ میں چپ چاپ ٹیپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچا۔ اگرچہ اس کے ملک سے ہم نے ٹرانسفارمر مشین کو نابود کردیا تھا اس کے باوجود انھیں ایک خیال خوانی کرنے والی ہستی کی ضرورت تھی بلکہ اس کی ضرورت ہر اس بڑے ملک اور خطرناک تنظیم کے سربراہ کو تھی جو ٹرانسفارمر مشین میں دلچسپی رکھتا تھا اور اسے حاصل کرنے کی ہر ممکن کوششوں میں آج بھی مصروف تھا۔ وہ جانتے تھے، ایک مشین تباہ ہوگئی ہے تو دوسری ابھی کہیں چھپاکر رکھی گئی ہے، کبھی نہ کبھی تو منظرِ عام پر آئے گی۔ ایسے وقت جس کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی ہوگی اسی کا پلڑا بھاری ہوگا۔ اور کوئی بھی ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے والا اس کا محتاج رہے گا۔

اس کے خیالات سے پتا چلا، اسے جوجو کے اغوا ہونے کا علم نہیں ہے۔ میں نے ماسک مین سے رابطہ قائم کیا۔ براہِ راست ماسک مین سے اب رابطہ قائم نہیں ہوتا تھا۔ انھوں نے ایک جونیئر ماسک مین کا عہدہ قائم کیا تھا۔ میں نے اسی جونیئر سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے پوچھا۔ "فرمایئے فرہاد صاحب، میں کیا خدمت کرسکتا ہوں؟ آپ نے کیسے یاد فرمایا؟"

"میں پوچھنے آیا ہوں، جوجو کہاں ہے؟"

"آپ ہم سے پوچھ رہے ہیں! کیا جوجو آپ کے پاس نہیں ہے؟"

"اگر ہوتی تو نہ پوچھتا۔"

"آپ یقین کریں، ہمیں اس سلسلے میں کوئی بات معلوم نہیں ہے۔"

"تم جونیئر ہو۔ تمہیں ہر بات کا علم نہیں ہوسکتا اور یہ تو بہت ہی اہم بات ہے۔ ہوسکتا ہے، تم سے یہ راز چھپایا گیا ہو لہٰذا اپنے ماسک مین سے کہہ دینا اگر انھوں نے جوجو کو اغوا کیا ہے تو بہت بڑی غلطی کی ہے۔ پہلی بار انھوں نے آرمر کو اغوا کیا تھا، میں نے صرف دھمکیاں دے کر معاف کردیا تھا۔ اس بار دھمکیاں نہیں دوں گا، فوراً انتقامی کارروائیاں کروں گا۔"

"آپ ناحق ناراض ہو رہے ہیں، ہم کبھی مس جوجو کو اغوا کرنے کی حماقت نہیں کریں گے۔"

"میں پندرہ منٹ بعد تمہارے پاس آؤں گا۔ تم ماسک مین سے معلوم کرو۔ اس کے بعد نتائج کے ذمے دار تم خود ہوگے۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ سلارا ان کی قید میں تھی۔ وہ ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کے لیے جب اسے قیدی بنا سکتے تھے تو جوجو کو بھی اپنے پاس لاکر رکھ سکتے تھے' اس طرح ان کا پلڑا بھاری ہو جاتا اور جارج فری مین ان کی طرف جھکتا پھر ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں ان سے سمجھوتا کرلیتا۔ اس کے بعد مشین ملک پہنچنا ماسک مین کے لیے کوئی بڑی بات نہ ہوتی۔

میں نے سلارا کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

"میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں پارس سے محبت کرتی ہوں۔ کیا محبت کے اس رشتے سے تمھیں پاپا کہہ سکتی ہوں؟"

"تم جو چاہو کہہ سکتی ہو لیکن محبت نبھانا بہت مشکل ہوتا ہے۔"

"مجھے آزما کر دیکھو۔"

"مجھے بتاؤ کہ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے۔ انھوں نے تمھیں قید کرکے ایک اہم پوائنٹ حاصل کر لیا ہے۔ اب شاید جوجو کو بھی اغوا کیا ہے۔ اس طرح وہ تمھارے بھائی کو ٹرانسفارمر مشین وہاں پہنچانے کے سلسلے میں قائل کر سکتے ہیں یا اس سلسلے میں کوئی مناسب سمجھوتا کر سکتے ہیں۔"

"کیا واقعی جوجو اغوا کی گئی ہے؟"

"ہاں۔ کیا تمھیں اس سلسلے میں کچھ معلوم ہے؟"

"مجھے کچھ نہیں معلوم۔ یہاں انھوں نے مجھے بہت آرام سے رکھا ہے لیکن کیا کرتے پھر رہے ہیں' مجھے اس کا علم نہیں ہے۔"

"کیا تمھارے بھائی سے رابطہ قائم ہوتا ہے؟"

"نہیں برادر جارج پتا نہیں کہاں گم ہو گئے ہیں۔ سب انھیں تلاش کر رہے ہیں مگر ان کا سراغ نہیں مل رہا ہے۔"

"آئندہ بھائی سے رابطہ قائم ہو تو ان سے کہنا بڑے بڑے ملکوں کے خرانٹ جاسوس اور خطرناک تنظیموں سے تعلق رکھنے والے مجرم اسے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ وہ زیادہ عرصے تک روپوش نہیں رہ سکے گا۔ ٹرانسفارمر مشین اس کی موت کا سامان کر رہی ہے۔ اگر وہ زندہ سلامت رہنا چاہتا ہے تو پہلی فرصت میں مجھ سے رابطہ قائم کرے۔"

سلارا نے وعدہ کیا' جیسے ہی بھائی سے رابطہ قائم ہوگا وہ اسے مجبور کرے گی کہ ہم سے دوستی کرے اور کسی پر بھروسا نہ کرے۔ میں اسرائیلی حکام کے دماغوں میں باری باری جانے لگا۔ انھیں میری موجودگی کا پتا نہیں چل رہا تھا لیکن ان کے دماغوں سے یہ معلوم ہوا کہ وہاں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ جتنے اہم عہدے تھے وہاں نئے لوگ آگئے ہیں اور پرانے لوگوں کو ریٹائرڈ کیا گیا ہے یا انھوں نے دوسرے عہدے سنبھال لیے ہیں۔ آمنہ نے بلائنڈ کلب کے تمام ممبروں کو ختم کر دیا تھا۔ ان کی جگہ ایسے نئے آئے تھے لیکن وہاں کے جو اعلیٰ حکام تھے وہ آئندہ الیکشن تک قائم رہنے والے تھے۔ میں نے ایک اعلیٰ حاکم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میری بیٹی جوجو اغوا کی گئی ہے۔ میں جانتا ہوں' ایسا وہی لوگ کر سکتے ہیں جو آئندہ ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کی امید کر رہے ہیں۔ میں نے ایسے تمام متعلقہ لوگوں کو وارننگ دی ہے۔ تم سے بھی کہہ رہا ہوں' اگر تمھارے بلائنڈ کلب والوں نے پھر ہم سے چھیڑ چھاڑ شروع کی ہے اور ہماری بیٹی کو اغوا کیا ہے تو اس کے نتائج بہت برے ہوں گے۔ اس بار ہماری انتقامی کارروائی ادھوری نہیں رہے گی۔ تمھارا یہ ملک دنیا کے نقشے سے مٹ جائے گا۔ اس کے آگے کچھ کہنا نہیں ہے بلکہ کر گزرنا ہے۔ دیٹس آل۔"

میں نے اس سے بھی رابطہ ختم کر دیا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو' کون ہے؟"

دوسری طرف سے ایک اعلیٰ افسر کہہ رہا تھا "جناب! ہم نے ڈمی پارس کو جس بنگلے میں نظر بند رکھا تھا' وہ بنگلا خالی ہے' پارس کہیں غائب ہے۔"

میں نے پریشان ہو کر پوچھا "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ڈمی پارس کو بھی اغوا کیا گیا ہے؟"

"جناب ایسی بات معلوم ہوتی ہے۔ ویسے ہمارے آدمی اسے تلاش کر رہے ہیں۔ پلیز آپ اس سے دماغی رابطہ قائم کریں۔"

میں نے ڈمی پارس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ پتا چلا' وہ بھی بے ہوشی کی حالت میں ہے۔ ہم نے اسے حکومت فرانس کی تحویل میں دیا تھا اور تاکید کی تھی کہ اسے آرام سے رکھا جائے لیکن کہیں جانے کی اجازت نہ دی جائے اور نہ ہی اس سے کوئی ملنے پائے لیکن اس دنیا میں بڑے باکمال جاسوس ہیں۔ پھر یہ محض کہاوت نہیں' حقیقت بھی ہے کہ چرانے والے آنکھ کا سرمہ بھی چرا لے جاتے ہیں۔ جوجو اور ڈمی پارس کو چرانے والوں نے اس کہاوت کو سچ ثابت کر دیا تھا۔

اب ان کی چال سمجھ میں آ رہی تھی۔ وہ جوجو کو بے وقوف بنانے کے لیے اس کے سامنے ڈمی پارس کو پیش کریں گے اور اسے سمجھائیں گے کہ اس کا اپنا پارس اس کے پاس پہنچ گیا ہے اور وہ پگلی واقعی اسے پارس سمجھ کر بہل جائے گی۔ ان کی ہر بات مانتی رہے گی۔

پارس اول میری رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ میں نے اسے بتایا کہ کس طرح ڈمی پارس کو اغوا کر لیا گیا ہے اور اغوا کرنے والوں کے مقاصد کیا ہو سکتے ہیں۔ ہم باپ بیٹے موجودہ حالات پر گھنٹا بھر باتیں کرتے رہے۔ پھر میں نے کہا "رات کے دو بج رہے ہیں۔ ہمیں تھوڑی دیر سونا چاہیے۔ میں سونے سے پہلے جوجو کے پاس پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ اگر ناکامی ہوئی تو ہو سکتا ہے' صبح تک اس کا کوئی سراغ مل جائے۔"

ہم باپ بیٹے دو الگ بیڈ روم میں سونے کے لیے آگئے۔ میں نے سونے سے پہلے جوجو کے پاس پہنچنا چاہا۔ مجھے وہاں جگہ تو مل گئی لیکن دماغ میں سناٹا تھا۔ وہ اپنے طور پر کچھ نہیں سوچ رہی تھی۔ جہاں تھی وہیں

ساکت ہو گئی تھی۔ میں سمجھ گیا' اسے کوما میں رکھا گیا ہے۔ میں نے ڈمی پارس کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ بھی کوما میں تھا۔ دشمن اناڑی نہیں تھے۔ وہ جانتے تھے' جب بھی ہمیں موقع ملے گا' ہم جوجو کے دماغ میں پہنچ کر تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو تقریباً ناکارہ بنا دیں گے یا اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں عارضی طور پر ختم کر دیں گے' جیسا کہ ایک بار پہلے کر چکے تھے۔

ایک طویل مدت سے ہم دشمنوں کے خلاف جتنے داؤ پیچ استعمال کرتے آئے تھے' انھوں نے اب اس کا توڑ کر لیا تھا۔ جوجو کو حاصل کرنے کے بعد وہ جارج فری مین کی ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔ ان کی کامیابی کو ناکامی میں بدلنے کا بس یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ ہم پہلی مشین کی طرح دوسری مشین کو بھی کسی طریقے سے تباہ کر دیں۔

شاید قسمت مہربان ہو رہی تھی۔ ایسا سوچتے ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو' کیا بات ہے؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "جناب! بڑی حیرانی کی بات ہے۔ ابھی جارج فری مین نے ٹیلیفون کے ذریعے ہم سے رابطہ قائم کیا ہے۔ آپ سے ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔ شرط یہی ہے کہ آپ اس کے دماغ میں نہ جائیں' ٹیلیفون کے ذریعے گفتگو کریں۔ کیا میں اسے آپ کا ٹیلیفون نمبر دے دوں؟ وہ پانچ منٹ کے بعد فون کرنے والا ہے۔"

"اسے نمبر ضرور دو بلکہ اپنی طرف سے کچھ باتیں کرو اور اسے یقین دلانے کی کوشش کرو کہ وہ زیادہ عرصے تک روپوش نہیں رہ سکے گا۔ اسے سخت حفاظتی انتظامات میں رہنا چاہیے۔ فرانسیسی حکومت اسے ہر طرح کا تعاون پیش کرے گی۔"

"اچھی بات ہے' ہم اسے پوری طرح اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کریں گے۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ کوئی دس منٹ کے بعد پھر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا تو دوسری طرف سے جارج فری مین کی آواز سنائی دی۔ میں نے پوچھا "ہیلو جارج! تم کہاں ہو۔ کیوں اس طرح چھپتے پھر رہے ہو؟ تمھیں کسی نہ کسی پر بھروسا کرنا ہی پڑے گا۔"

"تم درست کہتے ہو۔ میں بالکل تنہا رہ گیا ہوں۔ جہاں جاتا ہوں' وہاں کا ہر آدمی دشمن نظر آتا ہے۔ یوں لگتا ہے' کوئی ٹرانسفارمر مشین کے لیے اچانک ہی آکر گردن دبوچ لے گا۔ آج مجھ جیسے یار ودگار کوئی نہیں ہے' آج میرے رہنے کا کوئی ٹھکانا بھی نہیں ہے۔"

"مجھ پر بھروسا کرو۔ میں پلک جھپکتے ہی تمھارے رہنے کا ٹھکانا بنا دوں گا اور ہر طرح سے تمھارے تحفظ کا سامان کر دوں گا۔"

"کیا تم جانتے ہو' میری بہن تمھارے بیٹے سے محبت کرتی ہے؟"

"ہاں' جانتا ہوں۔"

"میں ٹرانسفارمر مشین تمھارے حوالے کر سکتا ہوں لیکن چند شرائط ہیں۔"

"تم جو بولو گے وہی ہوگا۔ اپنی شرائط پیش کرو۔"

"پہلی شرط یہ کہ میری بہن کی شادی پارس سے ہوگی۔"

"فری مین! تم جانتے ہو' میں جو زبان دیتا ہوں اسے پورا کرتا ہوں اور جو کام نہیں کر سکتا' اس کے لیے کبھی زبان نہیں دیتا۔ میرے بیٹے کی شادی جوجو سے ہو چکی ہے۔ اب کسی سے نہیں ہو سکتی۔ رہ گیا دلوں کا معاملہ تو سلارا اور پارس زندگی بھر ایک دوسرے کو چاہتے رہیں' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اگر پارس' جوجو سے شادی کرنے کے بعد سلارا کو بھی شریکِ حیات بنانا چاہے یا سلارا ایک بیوی کے ہوتے ہوئے پارس سے شادی کرنا منظور کرے تو میں بھلا کیسے اعتراض کر سکوں گا۔"

"تمھاری بات معقول ہے۔ ہمیں یہ معاملات اُن نوجوانوں پر چھوڑ دینا چاہئیں۔ میری دوسری شرط یہ ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے سب سے پہلے میرے اور سلارا کے دماغوں میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کرائی جائیں۔"

میں پہلی فرصت میں دوسری ٹرانسفارمر مشین کو بھی تباہ کر دینا چاہتا تھا لیکن جارج فری مین کی شرط مان لینا بھی ضروری تھا۔ اس طرح وہ ٹرانسفارمر مشین ہمارے ہاتھ آجاتی۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا کہ وہ بہن بھائی ٹیلی پیتھی کا علم سیکھ لیتے۔ اس میں ہمارا کوئی نقصان نہیں تھا۔ سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ جوجو کو اغوا کرنے والے منہ تکتے رہ جاتے۔ فوری طور پر میرے دماغ میں یہ تدبیر آئی کہ ٹرانسفارمر مشین حاصل ہوتے ہی ہم خود کو ایک تیسری پارٹی ظاہر کریں اور جوجو کو اغوا کرنے والوں سے سودا کریں اور انھیں یہ بتائیں کہ ہمارے پاس مشین ہے لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی نہیں ہے۔ تب وہ جوجو کو پیش کریں گے اور انھیں ایسا

کرنا ہی ہوگا۔ لین دین خواہ شرافت سے ہو یا بدمعاشی سے' ایک دوسرے پر بھروسا کرنا پڑتا ہے اور وہ ہم پر بھروسا کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"
میں نے جارج فری مین سے کہا "مجھے تمہاری دوسری شرط منظور ہے۔ جیسے ہی ٹرانسفارمر مشین ہمارے ہاتھ آئے گی' ہم سب سے پہلے تمہارے اور سلارا کے دماغ میں اپنا علم منتقل کریں گے۔"
اس نے کہا "مسٹر فرہاد! جانتے ہو' میں اس مشین کے سلسلے میں تم پر کیوں بھروسا کر رہا ہوں؟"
"میری سمجھ میں کچھ آ رہا ہے' پھر تم سمجھا دو۔"
"پہلی بات تو یہ کہ میری بہن تمہارے بیٹے کو چاہتی ہے۔ دوسری بنیادی بات یہ کہ اس ٹرانسفارمر مشین کو میں کسی کے بھی حوالے کر دوں گا اور اپنی یہ شرط پیش کروں گا تو وہ فوراً تسلیم کریں گے لیکن اپنا وعدہ پورا نہیں کریں گے۔ ہمیں دھوکا دیا جائے گا بلکہ ہمیں مار ڈالا جائے گا۔ تمہارے بارے میں یہ بات دشمن بھی کہتے ہیں کہ تم زبان کے دھنی ہو لہٰذا میں تم پر بھروسا کر رہا ہوں۔"
"اگر بھروسا کر رہے ہو تو اپنے دماغ کے دروازے کھول دو' میں آ رہا ہوں۔"
"میری ایک اور شرط ہے۔ وہ پوری کر دو' اس کے بعد میرے دماغ کے دروازے ہمیشہ تمہارے لیے کھلے رہیں گے۔"
"تیسری شرط بیان کرو۔"
وہ تیسری شرط پیش کرنے سے پہلے فرینک سیلر گوڈوانی کے متعلق بتانے لگا کہ کس طرح اس سے مالی امداد حاصل کر کے اس نے ٹرانسفارمر مشین تیار کی تھی اور گوڈوانی کس طرح اس کی بہن سلارا کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہتا ہے۔ اب اسے یقین ہو گیا ہے کہ گوڈوانی گہری چال چل رہا ہے۔ اس نے کسی کے ذریعے اس کا بریف کیس ہتھیا لیا ہے جس میں اس مشین کا نقشہ اور پوری تفصیلات تحریری طور پر موجود تھیں۔
جارج فری مین نے مختصر طور پر یہ باتیں بتانے کے بعد کہا "میری تیسری شرط یہی ہے کہ تم اس بلیک میلر تک پہنچو اور وہ بریف کیس مع نقشے اور تفصیلات سمیت واپس لے آؤ۔"
"میرے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ تم جانتے ہو' وہ نقشہ میرے ہاتھ لگے گا مگر میں تمہارے حوالے کس طرح کروں گا۔ تم تو روپوش ہو' میرے سامنے نہیں آ رہے ہو۔"
"میں ٹیلیفون کے ذریعے تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ جب تم گوڈوانی اور اس بلیک میلر تک پہنچ جاؤ گے تو اپنا موجودہ پتا بتاؤں گا۔ تم اس پتے پر ان دونوں بدمعاشوں کو میرے پاس بھیج سکتے ہو اور میری حفاظت کے لیے ان کے دماغوں میں رہ سکتے ہو۔"
"اچھی بات ہے۔ کیا تمہارے پاس گوڈوانی کا فون نمبر ہے؟"
"ہاں اس کے کئی نمبر ہیں۔"
"مجھے نوٹ کراؤ۔"

میں نے کاغذ قلم لے کر لکھنا شروع کیا۔ وہ فون پر بتا رہا تھا' میں لکھتا جا رہا تھا۔ پھر میں نے کہا "تم آدھے گھنٹے بعد مجھ سے رابطہ کرنا۔ میں تمہارے دشمنوں تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"
میں نے ریسیور رکھا' ان نمبروں پر ایک سرسری نظر ڈالی پھر ریسیور اٹھا کر باری باری نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دوسری طرف کوئی نہ کوئی ریسیور اٹھاتا تھا۔ میں اس کی آواز سنتا تھا' اس کے خیالات پڑھتا تھا۔ جب معلوم ہوتا کہ وہ گوڈوانی نہیں ہے یا اسے گوڈوانی کا پتا نہیں ہے تو میں ریسیور رکھ دیتا تھا۔ پھر دوسرا نمبر ڈائل کرتا تھا۔ ایک نمبر پر گوڈوانی سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے پوچھا "ہیلو!"
پہلے تو میں نے اس کے خیالات پڑھے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میرا شکار ہے۔ میں نے کہا "ریسیور رکھ دو۔ اب میں ٹیلیفون کے بغیر بھی باتیں کر سکتا ہوں۔"
"یہ کیا بکواس ہے۔ تم کون ہو' کیا چاہتے ہو؟"
میں نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ ہیلو ہیلو کہہ کر چیخ رہا تھا' پھر اس نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "گوڈوانی! میں نے کہا تھا' میں ٹیلیفون کے بغیر بھی تم سے گفتگو کر سکتا ہوں۔"
اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا تھا۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ وہ ایک طرف خلا میں تکتے ہوئے میری آواز کو سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا' یہ کیسی آوازیں ہیں؟'
"یہ فرہاد علی تیمور کی آواز ہے۔"
وہ ہنسنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی' بھلا فرہاد میرے پاس کیسے پہنچ سکتا ہے جبکہ میرا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ میں بہت محتاط ہوں' اسی لیے جارج فری مین سے بھی دور رہتا ہوں تاکہ خیال خوانی کرنے والے اس کے ذریعے میرے گھر کا پتا نہ کر سکیں۔'
میں نے کہا "خیال خوانی کرنے والوں کو گھر کا نہیں کھوپڑی کا پتا معلوم ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد تمہیں یقین ہو جائے گا کہ میں تمہارے دماغ میں پہنچ چکا ہوں۔"
وہ کچھ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ میں اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ مجھے وہ ساری روداد معلوم ہو گئی کہ کس طرح اس نے دست راست کو بھاری رقم دے کر ایک علیحدہ گینگ بنانے کو کہا تھا اور وہ دست راست ایک بلیک میلر بن کر جارج فری مین کو پریشان کر رہا تھا۔ اس سے وہ بریف کیس بھی لے گیا تھا۔ وہ نقشہ گوڈوانی کے پاس ایک تجوری میں محفوظ تھا۔
میں نے اسے دست راست سے گفتگو کرنے پر مجبور کیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر اس کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے اسی کی آواز سنائی دی "یس باس' حکم دیجیے۔"
گوڈوانی نے کہا "میں بہت پریشان ہوں۔ تھوڑی

دیر پہلے ٹیلیفون اٹینڈ کیا تھا۔ اس فون کرنے والے نے کہا' ریسیور رکھ دو' میں ٹیلیفون کے بغیر بھی باتیں کر سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے اپنے دماغ میں کسی شخص کی آواز سنائی دی اور وہ آواز کہہ رہی تھی کہ وہ فرہاد علی تیمور ہے۔"
دوسری طرف سے اس کے دست راست نے پریشان ہو کر کہا "جناب! اگر ایسی بات ہے تو آپ کو مجھ سے فون پر رابطہ قائم نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ فرہاد ہی ہو گا' میرے دماغ میں بھی پہنچ جائے گا۔"
میں اس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ اس کے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا۔ ویسے تو وہ ہر طرح گوڈوانی کا وفادار تھا لیکن ٹرانسفارمر مشین بڑے بڑوں کا ایمان خراب کر دیتی ہے۔ جب وہ جارج فری مین کے پاس سے بریف کیس لے گیا تو اس کی نیت بدل گئی۔ اس نے سوچا ہو سکتا ہے' یہ نقشہ کبھی میرے کام آئے لہٰذا اس نے پندرہ منٹ کے اندر اس کی تمام تفصیلات کی فوٹو اسٹیٹ کاپی بنوالی تھیں اور اصل گوڈوانی کو واپس کر دیا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد جارج فری مین نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تو میں نے اسے دونوں کے متعلق بتایا۔ وہ خوش ہو کر بولا "تم نے تو کمال کر دیا۔ واقعی ٹیلی پیتھی کمال کا علم ہے۔ کیا تم مجھے اس بلیک میلر کے گھر تک پہنچا سکتے ہو؟"
"تم اس کے گھر کیوں جانا چاہتے ہو؟"
"میں جہاں جا کر چھپتا تھا۔ جس شہر' جس ملک میں پہنچتا تھا' وہ کمبخت وہاں پہنچ جایا کرتا تھا۔ اب میں اسے دکھاؤں گا کہ کس طرح اس کی شہ رگ تک پہنچ رہا ہوں۔"
"میں تمہیں وہاں پہنچا سکتا ہوں۔ تمہارا کھویا ہوا نقشہ بھی واپس دلا سکتا ہوں۔ کیا اب بھی تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے؟"
"بھروسا ہے جیسے ہی میں وہ نقشہ واپس حاصل کر لوں گا' تمہارے لیے دماغ کے دروازے کھول دوں گا۔"
"اگر ایسی بات ہے تو پہلے گوڈوانی کے پاس چلو۔ نقشہ اس کے پاس ہے۔ وہاں سے تم اس بلیک میلر کے پاس جا کر نقشے کی فوٹو اسٹیٹ کاپی حاصل کر سکتے ہو۔"
میں نے اسے گوڈوانی کا موجودہ پتا بتایا۔ پھر کہا "ایک بات یاد رکھو۔ ابھی میں تمہارے دماغ میں نہیں آ سکتا۔ ایسے میں تمہیں کوئی خطرہ پیش آئے گا تو میں تمہارے اندر پہنچ کر اس خطرے کا سامنا نہیں کر سکوں گا۔"
"میں وعدہ کرتا ہوں' جیسے ہی کوئی خطرہ پیش آئے گا' تمہیں دماغ میں آنے کی اجازت دے دوں گا۔"
اس نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ یقیناً گوڈوانی کے پاس جا رہا ہو گا۔ میں تھوڑی دیر بعد فرینک سیلر گوڈوانی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ابھی تک الجھن میں تھا کہ میں اس کے دماغ میں بول رہا تھا یا اس کا وہم تھا۔ وہ سوچ رہا تھا' یہ وہم نہیں ہے۔ خیال خوانی کرنے والوں سے بچاؤ کی تدبیریں کیا ہو سکتی ہیں؟ اس نقشے کی بہت اہمیت تھی۔ اسے جس تجوری میں چھپا رکھا تھا' اس کے نمبر صرف وہی جانتا تھا۔ اب سوچ رہا تھا' کیا فرہاد علی تیمور میرے دماغ سے تجوری کے نمبر بھی معلوم کر سکتا ہے؟ اگر میں اس تجوری والے کمرے کی تمام کھڑکیاں اور دروازے بند کر دوں اور روشندان بھی پوری طرح بند کر دیا جائے تو کیا وہ اس کمرے کے اندر بھی پہنچ جائے گا؟'
اسے ہر سوال کا جواب ہاں میں مل رہا تھا' ہاں وہ کہیں بھی پہنچ سکتا ہے۔ دماغ کے تہ خانے میں چھپے ہوئے راز معلوم کر سکتا ہے۔ مجھے تجوری کھول کر دیکھنا چاہیے۔ وہ نقشہ موجود ہے یا نہیں؟'
اس نے کمرے کی کھڑکیاں اور دروازے بند کر دیے پھر تجوری کے پاس گیا' اسے نمبروں کے ذریعے کھولا۔ اس کے کھلتے ہی میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے اس نقشے کو اور ان تمام کاغذات کو جن میں مشین کے سلسلے میں تفصیلات درج تھیں' وہاں سے اٹھایا اور ایک میز پر لا کر رکھ دیا۔ پھر تجوری کے پاس واپس آیا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ تجوری کھولنے والی پہلی پوزیشن میں تھا۔ جیسے ہی دماغ آزاد ہوا وہ ذرا چونک گیا۔ سوچا یہ ابھی مجھے کیا ہو گیا تھا؟ پھر اس نے تجوری کے اندر نظر ڈالی تو بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں تھیں۔ کچھ قیمتی ہیرے اور موتی تھے لیکن نقشہ نہیں تھا۔ وہ شدید حیرانی سے ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ گھبرا کر سوچنے لگا۔ 'کیا فرہاد علی تیمور نے ایسا کیا ہے؟'
وہ آگے بڑھ کر تجوری کے اندر ہاتھ ڈال کر ادھر ادھر چیزیں الٹ پلٹ کرنے لگا تاکہ نقشہ کہیں چھپا کر رکھا ہو تو نظر آ جائے۔ اس نے نقشے اور کاغذات کو سامنے ہی رکھا تھا۔ پھر الٹ پلٹ کرنے سے کیسے نظر آ سکتا تھا۔ اسے یقین کرنا پڑا کہ فرہاد اس کے قریب ہی موجود ہے۔
اس نے ایک دم سے پلٹ کر دوسری طرف دیکھا جیسے میں اس کے پیچھے موجود ہوں۔ پھر اس نے دائیں بائیں دیکھا' اس کے بعد زور سے مخاطب کرنے لگا "مسٹر فرہاد! میں سمجھ گیا ہوں' تم موجود ہو۔ میری تجوری سے کوئی کاغذات نکال کر لے جا نہیں سکتا۔ فار گاڈ سیک' مجھ سے باتیں کرو۔۔۔ میں تمہارے جیسے۔۔۔۔۔۔ آدمی سے دشمنی مول لینے کی حماقت نہیں کر سکتا۔ وہ نقشہ اور وہ کاغذات کیا چیز ہیں' میں اپنی ساری دولت تمہارے حوالے کر سکتا ہوں۔ پلیز مجھ سے باتیں کرو۔"
اسی وقت ایک ملازم نے آ کر اطلاع دی "مسٹر جارج فری مین تشریف لائے ہیں۔"
اطلاع دینے کے دوران میں نے پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا تھا۔ ملازم کے ساتھ ساتھ اس کی سوچ میں کہتا گیا "مسٹر فرہاد علی تیمور تشریف لائے ہیں۔"

گوڈوانی ایک دم خوش ہو گیا۔ ملازم سے بولا۔ "اسے تو بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ فوراً اُنھیں اندر لے آؤ۔ میں خود ان کے استقبال کے لیے جاتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنے بنگلے کے مختلف حصّوں سے گزرتا ہوا جب برآمدے میں پہنچا تو جارج فری مین کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ ملازم کو غصّے سے دیکھ کر بولا۔ "تم نے تو کہا تھا، مسٹر فرہاد تشریف لائے ہیں؟"

ملازم نے سہم کر ذرا پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "جناب! میں نے جارج فری مین صاحب کا نام لیا تھا۔"

فری مین نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اب تو تمھیں دن میں بھی تارے نظر آئیں گے اور جو بات تمھارے کانوں میں پہنچنی چاہیے، وہ دماغ میں پہنچا کرے گی۔"

وہ پریشانی سے بولا۔ "تمھیں میرا پتا کس نے بتایا؟"

"وہی جو تمھارے دماغ میں رہنے لگا ہے۔ اپنے کسی مسلح باڈی گارڈ کو میرے خلاف کوئی حکم دینے کی حماقت نہ کرنا۔ کیا مجھے اندر آنے کے لیے نہیں کہو گے؟"

وہ تیزی سے پلٹ کر اندر چلا گیا۔ جارج فری مین اس کے پیچھے جانے لگا۔ میں گوڈوانی کو سیدھا اس تجوری والے کمرے کی طرف لے آیا۔ اس نے میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ رہا مشین کا نقشہ۔"

جارج فری مین دوڑتا ہوا اُدھر گیا۔ نقشے کو کھول کر دیکھا پھر دوسرے تمام کاغذات کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے خوش ہو کر کہنے لگا۔ "ہاں یہی ہے، سب کچھ موجود ہے۔ میرے تمام اہم کاغذات مجھے واپس مل گئے۔ تھینکس گاڈ۔"

میں نے گوڈوانی کی زبان سے کہا۔ "اپنا وعدہ پورا کرو، میرے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھول دو۔"

وہ ان تمام کاغذات کو ایک بریف کیس میں رکھتے ہوئے بولا۔ "میں ضرور اپنا وعدہ پورا کروں گا لیکن اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں باقی ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریوالور نکالا، پھر گوڈوانی کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "تم نے میری زندگی حرام کر دی تھی۔ ایسے وقت جبکہ دشمن مجھے تلاش کر رہے تھے، مجھے پناہ کی ضرورت تھی۔ تم نے پناہ دے کر دوغلے پن کا مظاہرہ کیا۔ اپنے آدمی کے ذریعے کہیں مجھے سکون سے رہنے نہیں دیا۔ تم اس طرح میری زبان سے اگلوانا چاہتے تھے کہ میں نے مشین کہاں چھپا کر رکھی ہے۔ یہ تو تمھارا باپ بھی معلوم نہیں کر سکے گا۔"

گوڈوانی نے کہا۔ "تم نے میرے ساتھ فراڈ کیا، میں نے تمھارے ساتھ کیا۔ تم تقریباً آٹھ برس سے مجھے ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں بہلاتے آ رہے ہو۔ میرے ایک کروڑ ڈالر سے زیادہ خرچ ہو گئے لیکن اس مشین سے مجھے فائدہ نہیں پہنچا ہے۔ پھر تم نے اپنی بہن کے سلسلے میں مجھے دھوکا دیا۔"

"بے غیرت، کیا تو سمجھتا ہے کہ میں تجھ سے ایک کروڑ سے زیادہ ڈالر لے کر اپنی بہن کو تیرے حوالے کر دوں گا۔ ہرگز نہیں، میں تجھ جیسے بے غیرت کو زندہ نہیں چھوڑوں گا تاکہ تو آئندہ میری بہن کے متعلق کبھی بُری نیت سے سوچ نہ سکے اور اپنی دولت اور وسیع ذرائع سے مجھے نقصان نہ پہنچا سکے۔"

میں نے گوڈوانی کی زبان سے کہا۔ "جارج فری مین! اسے گولی مارنے کی حماقت نہ کرنا۔ اسے زندہ چھوڑ دو۔"

"نہیں مسٹر فرہاد! یہ میرا شکار ہے۔ میں اس کے ہاتھوں بہت ذلیل ہوا ہوں اور بہت پریشان ہوتا رہا ہوں۔ میں اسے نہیں چھوڑوں گا، میرا تمھارا سودا ہو چکا ہے، لہٰذا تم اس معاملے میں مداخلت نہ کرو۔"

"جب تک تمھیں مشین کا نقشہ اور کاغذات نہیں ملے تھے یہ تمھارا معاملہ تھا۔ تمھاری چیزیں مل چکی ہیں لہٰذا چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ۔ میں شطرنج کی بساط پر جب کوئی چال چلتا ہوں تو اپنے آس پاس کے مہروں کو بچاتا ہوا چلتا ہوں۔ یہ گوڈوانی میرے لیے ایک اہم مہرہ ہے۔"

"مسٹر فرہاد! تم اسے زندہ رکھ کر میرے سر پر مسلط کرنا چاہتے ہو۔ میں یہ نہیں ہونے دوں گا۔ تم ابھی ایک فیصلہ سنا دو، تمھیں ٹرانسفارمر مشین کی ضرورت ہے یا نہیں؟"

"میں ایک ٹرانسفارمر مشین تم سے لینے کے لیے خواہ مخواہ گوڈوانی کی جان نہیں لوں گا۔"

وہ طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔ "مسٹر فرہاد، میں جانتا تھا، کسی مرحلے پر بھی تم اختلاف کا بہانہ ڈھونڈ لو گے اور مجھے نقصان پہنچاؤ گے۔ تم خواہ مخواہ زبان کے دھنی مشہور ہو۔ تم اپنی زبان پر قائم رہنا نہیں جانتے۔ کیا اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کر مجھ سے مخالفت مول لے کر میری مشین تک پہنچ جاؤ گے؟"

میں نے گوڈوانی کے دماغ کو کسی حد تک آزاد رکھا تھا تاکہ وہ میری باتیں سُن سکے اور وہ سُن رہا تھا اور میرا احسان مند ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے ذریعے دونوں ہاتھ انکار کی صورت میں ہلاتے ہوئے کہا۔ "دیکھو جارج! تمھارا اور فرہاد کا اختلاف ہو رہا ہے، مجھے بیچ میں نہ مارو۔ یہ تجوری دیکھو۔ اس میں دُنیا کے قیمتی ہیرے رکھے ہوئے ہیں۔ میں تمھیں دکھاتا ہوں، ابھی تمھیں پیش کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد تم اس تجوری کو کھول نہیں سکو گے کیونکہ اس کے خاص نمبر صرف میں جانتا ہوں۔"

جارج فری مین سوچ میں پڑ گیا۔ اسے آئندہ روپوش رہنے

کے لیے زیادہ سے زیادہ دولت کی ضرورت تھی۔ اگر وہ تجوری بعد میں نہ کھول سکتا تو اس کا افسوس ہوتا۔ اس نے کہا۔ "مسٹر گوڈوانی! تم دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر تجوری کے پاس جاؤ اور اسے کھولو۔"

"تم احمق ہو۔ دونوں ہاتھ اوپر اٹھے ہوں تو تجوری کیسے کھول سکوں گا؟"

"چالاک نہ بنو۔ ایک ہاتھ سے تجوری کھولو۔"

وہ تجوری کے قریب گیا۔ جارج فری مین اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا دو قدم کے فاصلے پر رُک گیا۔ تجوری کھلتے ہی اس نے کہا۔ "خبردار! اندر ہاتھ نہ ڈالنا۔ وہاں ریوالور بھی ہو سکتا ہے۔"

گوڈوانی ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ تجوری کے اندر ہیرے جگمگا رہے تھے۔ قیمتی موتیوں کو دیکھ کر جارج فری مین کی آنکھیں حیرانی سے پھیل گئی تھیں۔ بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ وہ جلدی سے آگے بڑھا۔ اسے اطمینان ہو گیا تھا۔ تجوری کے اندر ریوالور نہیں تھا۔ جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچا، گوڈوانی نے تجوری کے پٹ کو ایک لات ماری۔ جارج فری مین اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ تجوری اور پٹ کے درمیان الجھ گیا۔ اسے چوٹ لگی۔ ساتھ ہی ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔ گوڈوانی نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر گھونسا مارا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑایا۔ پھر آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گیا۔ دونوں گتھم گتھا ہو کر فرش پر گر پڑے اور لڑھکنے لگے۔ دونوں میں سے کوئی لڑنے کا فن نہیں جانتا تھا چونکہ میں گوڈوانی کے اندر موجود تھا، اس لیے وہ ذرا کامیابی سے جارج فری مین کی پٹائی کر رہا تھا۔ پھر اس نے اسے ایک ٹھوکر ماری۔ دوڑتا ہوا ریوالور کے پاس آیا اور اسے اٹھا کر بولا۔ "اب میدان میرے ہاتھ میں ہے۔"

جارج فری مین کے ہوش اُڑ گئے۔ وہ کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ اس طرح بازی پلٹ سکتی ہے۔ وہ جلدی سے انکار کی صورت میں دونوں ہاتھ ہلاتے ہوئے بولا۔ "نہیں نہیں، مسٹر فرہاد! تم ہمارے درمیان موجود ہو۔ تم گوڈوانی کو گولی چلانے سے روکو۔ تم خیال خوانی کے ذریعے اس کے ہاتھ سے ریوالور گرا سکتے ہو۔"

میں نے کہا۔ "جب تم اپنے وعدے سے پھر گئے تو میں اس کا ریوالور کیوں گراؤں۔ ہمارا معاہدہ ختم ہو چکا ہے۔ تم نے سوچا تھا، ٹرانسفارمر مشین کا نقشہ اور اس کے اہم کاغذات مل چکے ہیں۔ تم گوڈوانی کو گولی مارو گے تو تمھارے دماغ میں آنے کے لیے اور تم سے رابطہ قائم کرنے کے لیے مجھے اور کوئی نہیں ملے گا۔"

"نہیں نہیں، تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو۔"

"اگر میری سوچ غلط ہے تو بتاؤ، گوڈوانی کے مرنے کے بعد میں تم سے کس طرح رابطہ قائم کرتا؟"

"میں اسی طرح فون کے ذریعے تم سے باتیں کرنے والا تھا۔"

"یعنی تم اپنا محتاج بنا کر رکھنے والے تھے جبکہ تم نے وعدہ کیا تھا، نقشہ ملتے ہی اپنے دماغ کے دروازے کھول دو گے۔ اگر اب بھی تم بے ایمان نہیں ہو تو اپنے دماغ میں آنے دو یا اس ٹرانسفارمر مشین کا پتا بتا دو۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔ "نہیں، ابھی میں نہیں بتاؤں گا۔ میں قسم کھاتا ہوں، میں تمھیں سب کچھ بتا دوں گا لیکن یہ موقع نہیں ہے۔ میں ہر طرح سے اپنا تحفظ چاہتا ہوں۔"

"تم دوسروں کو بے وقوف کیوں سمجھتے ہو؟ میں ایک بات پوچھتا ہوں۔ تم مجھے ٹرانسفارمر مشین کا پتا بتاتے ہو یا نہیں؟"

"نہیں، تم مجھے جان سے مار ڈالو مگر میں نہیں بتاؤں گا۔"

"بیوقوف کے بچے! مجھے جان سے مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ دیکھو میں تمھارے دماغ میں کیسے پہنچ رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں نے گوڈوانی کے ہاتھ سے فائر کروایا۔ گولی اس کی ٹانگ میں لگی۔ وہ چیخ مار کر اچھلا اور فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ میں نے گوڈوانی سے کہا۔ "تم کہہ چکے ہو، مجھ جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دشمنی کرنے کی حماقت نہیں کرو گے لہٰذا جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔ یہ ریوالور اسی طرح پکڑے رہنا۔ تمھارے آدمی فائرنگ کی آواز سُن کر آئیں گے تو ان سے کہہ دینا کہ واپس چلے جائیں۔ خطرے کی کوئی بات نہیں ہے اور جب تک میں نہ کہوں جارج کو گولی نہ مارنا۔"

میں اسے تاکید کر کے جارج فری مین کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ گولی کے زخم سے تڑپ رہا تھا اور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "تم میرے دماغ میں نہیں آ سکتے۔ کبھی نہیں آ سکتے۔ سچ سچ بتاؤ، کیا تم میرے دماغ میں پہنچ گئے ہو؟ میں تمھیں مشین کا پتا نہیں بتاؤں گا۔ ہرگز نہیں بتاؤں گا۔"

وہ بکواس کر رہا تھا اور میں مشین کا پتا معلوم کر رہا تھا۔ میں تقریباً آدھے گھنٹے تک اس کے دماغ میں رہ کر مشین کے بارے میں ایک ایک تفصیل معلوم کرتا رہا کہ وہ کس طرح زہریلے دھوئیں کے بم پھینک کر شیروں کو ان کے غار سے بھگاتا رہا، پھر اندر جا کر اس نے کس طرح مشین چھپائی اور باہر آ کر کس طرح دو بکروں کو باندھ دیا تاکہ شیر پھر گوشت کھانے کے لیے واپس آئیں اور اس غار میں رہنے لگیں۔ واپسی پر اس نے اپنے دو وفادار اور جانباز ساتھیوں کو گولی مار دی تھی تاکہ کوئی اس مشین کا رازدار زندہ نہ رہے۔

میں نے گوڈوانی کی زبان سے کہا۔ "تم نے ٹرانسفارمر مشین کے لیے پتا نہیں کتنے وفاداروں کی جان لی ہے۔ میں یہ غیر ضروری تفصیل تمھارے دماغ سے معلوم نہیں کرنا چاہتا۔ بس اتنا معلوم ہو گیا ہے کہ تم ایک مہذب قصائی ہو، اپنے مفاد کے لیے کسی کی بھی جان

دے سکتے ہو، لہٰذا اب تمہارا زندہ رہنا فضول ہے۔"
وہ گڑگڑانے لگا: "فارگاڈ سیک، مجھے معاف کر دو۔ میں تمہیں مشین تک پہنچا دوں گا۔ میں تمہیں۔ ۔ ۔"
میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا: "مجھے مشین تک پہنچنے کے لیے تمہاری کوئی ضرورت نہیں رہی۔"
میں نے گوڈوانی کے ہاتھ سے گولی چلا دی۔ وہ گولی ٹھیک اس کے سینے میں جاکر پیوست ہوئی۔ وہ تڑپ تڑپ کر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ میں نے کہا: "گوڈوانی! اس بریف کیس کو حفاظت سے رکھو، ابھی تمہارے پاس دوسرا شکار آ رہا ہے۔ پھر دونوں کی لاش کو چھپانے کے انتظامات کر دینا۔ تم قانون کی گرفت میں نہیں آؤ گے۔ میں تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔"
میں اس کے دست راست کے پاس پہنچا، اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تو اس نے مشین کے نقشے اور اس کے تمام اہم کاغذات کی فوٹو اسٹیٹ کاپی نکالی، اسے اپنے ساتھ لیا، پھر وہاں سے دوڑتا ہوا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ کار کو تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا گوڈوانی کی رہائش گاہ میں پہنچا تو اس کے آدمی جارج فری مین کی لاش کو ایک پلاسٹک کے تھیلے میں پیک کر رہے تھے۔ اس کا دست راست اس کمرے میں پہنچ کر ٹھٹک گیا کیونکہ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ گوڈوانی نے کہا: "آؤ میرے جانباز، میرے وفادار، اس نقشے کو اہم کاغذات کے ساتھ بریف کیس کے نیچے رکھ دو۔"
وہ بری طرح بوکھلایا ہوا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہاں کیسے پہنچ گیا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا: "باس! آپ کو کیسے پتا چلا کہ میرے پاس مشین کے کاغذات ہیں، کیا واقعی مسٹر فرہاد ہمارے درمیان موجود ہیں؟"
گوڈوانی نے کہا: "آج مجھے دنیا کی سب سے بڑی خوشی حاصل ہو رہی ہے۔ میں نے فرہاد علی تیمور کو دوست بنا لیا ہے اور اس سے یہ فائدے حاصل کر رہا ہوں۔ چلو کاغذات وہاں رکھ دو۔"
وہ چپ چاپ آگے بڑھ کر کاغذات کو بریف کیس کے نیچے رکھتے ہوئے بولا: "باس! آپ مجھے پندرہ برس سے جانتے ہیں۔ میں نے کبھی نمک حرامی نہیں کی۔ کبھی آپ کے اعتماد کو دھوکا نہیں دیا۔ ان کاغذات کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں اس لیے رکھیں کہ شاید کبھی اصل آپ کے پاس سے گم ہو جائیں تو یہ آپ کے کام آسکیں۔"
"میرے وفادار! اگر تم نے ایسا کیا تھا تو مجھ سے کہہ سکتے تھے لیکن تم جانتے تھے کہ میں تمہیں اس کی نقل رکھنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ آج فرہاد صاحب کی مہربانی نہ ہوتی تو تم یہ کاغذات کبھی میرے پاس نہ لاتے۔"
میں نے کہا: "گوڈوانی، یہ تمہارا مجرم ہے۔ تم اس کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہو کرو لیکن پہلی فرصت میں ان کاغذات کو آگ لگا دو۔"
اس نے حیرانی سے پوچھا: "فرہاد صاحب! آپ اتنے قیمتی کاغذات اور نقشے کو آگ لگانا چاہتے ہیں؟"
"میں ہر اس برائی کو خاک کر دینا چاہتا ہوں جس سے شیطان پیدا ہوتے ہیں۔ میں جو کہہ رہا ہوں، اس پر عمل کرو۔"
اس نے بے چون و چرا میرے حکم کی تعمیل کی۔ بریف کیس کھول کر اصل کاغذات نکالے، پھر انہیں نقل کے ساتھ ملا کر لائٹر کے ذریعے آگ لگا دی۔ جب تک وہ تمام کاغذات جلتے رہے، میں اس کے دماغ میں موجود رہا۔ جب وہ جل کر راکھ ہو گئے تو میں نے کہا: "گوڈوانی! تم اپنے غدار سے نمٹتے رہو۔ میں جا رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے جلد ہی تمہاری ضرورت پڑے۔ پھر رابطہ قائم کروں گا۔"
میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ پارس اوّل دوسرے کمرے میں گہری نیند سو رہا تھا۔ میں بھی سونے کے لیے اپنے کمرے میں آیا تھا لیکن نیند نصیب میں نہیں تھی۔ بہت سے اہم کام سر پر آ پڑے تھے۔ یہ رات جاگتے ہوئے گزرنے والی تھی۔ میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔ وہ ٹرانسفارمر مشین کو ڈھونڈ نکالنے کے سلسلے میں افریقہ کے اسی جنگل میں تھی۔ جارج فری مین کا قلعہ بری طرح تباہ ہو کر کھنڈر بن چکا تھا۔ اس کھنڈر کے پیچھے ایک بہت بڑی دلدل تھی۔ دلدل سے پرے ایک پہاڑی کے دامن میں سونیا نے کیمپ لگایا تھا۔
وہ مشین کے سلسلے میں میری ایک ایک بات کو توجہ سے سنتی رہی۔ درمیان میں اپنے طور پر سوالات بھی کرتی رہی۔ پھر میری باتیں ختم ہونے کے بعد کہا: "میں اسے جلد سے جلد ٹھکانے لگا دوں گی۔"
"کوشش کرو، اس کا ایک پرزہ بھی کسی کے ہاتھ نہ آئے۔ اس کا ایک ایک حصہ، ایک ایک پرزہ تباہ ہو جائے۔"
"یہی ہوگا۔"
"وہاں شیر ماسٹر، ماسک مین اور یہودی گوریلوں نے بھی جگہ جگہ کیمپ لگا رکھے ہیں۔ جب تم شیروں کے غار کے قریب کسی کارروائی میں مصروف رہو گی تو سب کے سب چوکنے ہو جائیں گے۔ سب کی نظریں تم پر ہوں گی۔"
"میں اس بات کو سمجھتی ہوں۔ چونکہ ہمارا ارادہ شروع سے ہی مشین کو تباہ کرنے کا تھا، لہٰذا میں نے پہلے ہی سوچ رکھا تھا کہ اسے کس طرح تباہ کیا جائے گا۔ اب اس پر عمل کرنا ہے لہٰذا میں ذرا اپنے منصوبے پر غور کرنا چاہتی ہوں۔ جب عمل شروع کروں تو تم آکر دیکھ لینا یہاں کیا کچھ ہو رہا ہے۔"
میں اپنی جگہ واپس آگیا۔ صبح کے چار بج رہے تھے۔ میں نے رسونتی اور آرمر کو مخاطب کیا۔ پھر انہیں خوشخبری سنائی کہ دوسری ٹرانسفارمر مشین کا بھی سراغ مل گیا ہے اور سونیا اسے تباہ کرنے والی ہے، لہٰذا تم دونوں اس کے پاس آتے جاتے رہنا۔ میں تمام رات جاگتا رہا ہوں اس لیے تھوڑی دیر سونا چاہتا ہوں۔
رسونتی نے کہا: "تم آرام سے سو جاؤ اور اطمینان رکھو۔ میں اور آرمر سونیا سے برابر رابطہ رکھیں گے۔"
میں نے واپس آکر اپنے دماغ کو ہدایت دی۔ پھر اطمینان سے چار گھنٹے کے لیے سو گیا۔ ادھر میں سویا، ادھر پارس بیدار ہو گیا۔ میرے دونوں بیٹے صبح چار بجے بیدار ہو جاتے تھے اور ورزش ضرور کرتے تھے۔ اس نے بیدار ہونے کے بعد جب یہ دیکھا کہ میرا کمرا بند ہے، میں سو رہا ہوں تو اس نے ٹیلی فون کے ذریعے آرمر سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اس سے پوچھا: "جوجو کا سراغ ملا؟"
اس نے کہا: "ہم کوششیں کر چکے ہیں۔ اس کے دماغ میں گہرا سناٹا ہے۔ نہ ہماری سوچ کی لہر اسے محسوس ہوتی ہے، نہ وہ خود کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہے۔ تمہارے پاپا نے بتایا ہوگا۔ اسے کوما میں رکھا گیا ہے۔"
"میں باہر جوگنگ کے لیے جا رہا ہوں۔ کوئی اہم بات ہو تو مجھ سے ضرور رابطہ قائم کریں۔"
"ہمیں دوسری ٹرانسفارمر مشین کا سراغ مل گیا ہے۔"
"آپ میرے دماغ میں آجائیں۔ میں ریسیور رکھ رہا ہوں۔"
اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر جوگنگ کے لیے میری رہائش گاہ سے باہر باغیچے میں آگیا۔ آرمر اسے ٹرانسفارمر مشین کے متعلق بتا رہا تھا اور یقین دلا رہا تھا کہ اب جوجو کے لیے زیادہ خطرہ نہیں ہے۔ جب مشین تباہ ہو جائے گی تو اسے اغوا کرنے والے اپنا سا منہ لے کر رہ جائیں گے۔
"آپ یہ بھی تو سوچیں کہ ناکامی کی صورت میں وہ جھنجلا کر جوجو کو جانی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"
"بیٹے! ایسا ممکن نہیں ہے۔ وہ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں، کسی دن بھی یہ بھید کھلا کہ اسے کسی نے اغوا کیا تھا تو ہم صرف اسے ہی نہیں بلکہ اس کے پورے ملک اور پوری قوم کو نیست و نابود کر دیں گے۔"
میں صبح آٹھ بجے بیدار ہو گیا۔ پارس نے کہا: "کیا آپ نے ہر پہلو پر غور کر لیا ہے۔ اگر وہ ٹرانسفارمر مشین تباہ کی گئی تو کیا جوجو کو جانی نقصان نہیں پہنچے گا؟ سلاما، ماسک مین کی قید میں ہے، اسے بھی وہ زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ آرمر صاحب کہتے ہیں، اگر جوجو کو جانی نقصان پہنچا تو ان اغوا کرنے والوں کی پوری قوم اور ملک کے ساتھ نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں، جوجو نہیں رہے گی اور انتقام لیا جائے گا تو میرا کیا بھلا ہوگا۔ کیا انتقامی کارروائی سے وہ واپس مل جائے گی؟"
میں نے کہا: "میں تمہاری باتوں کا جواب تھوڑی دیر بعد دوں گا۔"
میں سونیا کے پاس پہنچا۔ وہ پچھلی رات ہی سے کام شروع کر چکی تھی۔ اس کے پاس جتنے آدمی تھے وہ سب جنریٹر سے چلنے والی آرا مشین سے درخت کاٹ رہے تھے۔ ان درختوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہے تھے تاکہ لکڑیاں جلانے کے کام آسکیں۔
میں نے کہا: "سونیا! ہمارا بیٹا پارس اوّل اس منصوبے سے متفق نہیں ہے۔ اسے اندیشہ ہے کہ مشین تباہ ہو گی تو اغوا کرنے والے جوجو کو جان سے مار ڈالیں گے۔"
سونیا نے کہا: "آج تک ایسا نہیں ہوا۔ ویسے پارس کا اندیشہ ایک پہلو سے درست ہے۔ اگر جوجو کو اغوا کرنے والا کوئی خطرناک تنظیم کا سربراہ نہ ہو، بڑے بڑے ممالک نہ ہوں، کوئی نئی پارٹی ہو، جیسے جارج فری مین تھا۔ ایسے ہی کسی سر پھرے مشین کے دیوانے نے جوجو کو اغوا کیا ہو تو ہم اسے کیا نقصان پہنچا سکیں گے، نہ اس کا کوئی اپنا ملک ہوگا، نہ اسے کسی قوم سے لگاؤ ہوگا۔ وہ زیادہ سے زیادہ اپنی جان سے جائے گا لیکن ہماری جوجو بھی ہمارے ہاتھ نہیں آئے گی۔"

...یا۔ پولیس والے یہاں آئیں ... نکال کر لے جائیں گے تو کیا مجھے ... نے؟ ... نے فرہاد علی تیمور سے دوستی کی ہے۔ دھکا ... بات ہے۔ ویسے بھی میں کہیں

"یعنی تم پارس اوّل کے خیال سے متفق ہو؟"
"جب تک جوجو کو اغوا کرنے والے ہماری نظروں میں نہ آئیں، اس وقت تک ہمیں مشین کو تباہ نہیں کرنا چاہیے۔"
"پھر کیا کرو گی؟"
"میں یہاں مکمل انتظامات کر کے رکھوں گی، جب بھی کوئی مناسب موقع آئے گا، اس مشین کو تباہ کر دیا جائے گا۔"
"کیا اس طرح ہم یہ تسلیم نہیں کر رہے ہیں کہ ہمارا منصوبہ ناقص اور ناقابلِ عمل تھا؟"
"ہرگز نہیں، ہمارے منصوبے میں ایک ذرا سی خامی تھی جس کی طرف ہمارے بیٹے نے اشارہ کیا۔ ہمارے بچے جوان ہو چکے ہیں۔ ماشاءاللہ بہت سمجھدار ہیں۔ ہمیں ان کی بات مان لینے میں اپنی ہتک محسوس نہیں کرنا چاہیے۔"
"تم یہ لکڑیاں کٹوا کر کیا کرو گی؟"
"میں شیروں کے غار سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر ایک پندرہ یا بیس فٹ گہرا گڑھا کھدواؤں گی۔ اس گڑھے کا رقبہ پچاس مربع گز ہوگا۔ اس میں یہ لکڑیاں بھر دی جائیں گی۔ بیچ میں تھوڑا سا خلا رہے گا۔ جب اس مشین کو تباہ کرنے کا وقت آئے گا تو اسے اس خلا میں لا کر ڈال دیا جائے گا اور پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی جائے گی۔ پندرہ یا بیس فٹ گہرے گڑھے میں جب وہ مشین رہے گی اور چاروں طرف آگ ہی آگ ہوگی تو اس میں مشین کا لوہا گل جائے گا۔"
"کیا وہاں کیمپ لگانے والے دوسرے دشمن تمہاری اس کارروائی کو نہیں سمجھیں گے؟"
"میں اس گڑھے کو لکڑیوں سے بھرنے کے بعد اوپر لکڑیوں کے تختوں کا فرش بچھاؤں گی۔ اس کی چار دیواری ہوگی اور چار دیواری پر چھت ڈالی جائے گی۔ اس میں کھڑکیاں اور دروازے بھی ہوں گے۔ ہم اسی طرح لکڑی کے چھوٹے چھوٹے کئی کاٹیج بنائیں گے اور اپنے آدمیوں کی ایک چھوٹی سی بستی آباد کریں گے۔ شاید تمہیں پتا نہیں ہے، سپر ماسٹر اور ماسک مین کے آدمی اور سودی گو بیلے بھی یہی کر رہے ہیں۔ انھوں نے سمجھ لیا ہے، مشین اتنی جلدی آپ نہیں آئے گی۔ پتا نہیں کتنا عرصہ لگے گا لہٰذا وہ لوگ بانس
"میرے وفادار ٹھیے بنا رہے ہیں۔ ایسی صورت میں ہم
لیکن تم جانتے تھے کہ میں تمھیں بستی آباد کریں گے تو انھیں شبہ
دوں گا۔ آج فرہاد صاحب کی مہر
ت سے متفق ہونا پڑا۔ اگرچہ
میرے پاس نہ لاتے۔"
میں نے کہا: "گوڈوانی، یہ تمھ بار، ہم نے ٹرانسفارمر مشین
سابقہ سپر ماسٹر کے گھر میں چھپا
تھے۔ ہم اس مشین کے ذریعے گند

ذہین افراد کو ذہین بنانے کا عزم رکھتے تھے لیکن وہ پھر ہمارے ہاتھ نہیں آئی۔ اس بار بھی ہم ارادہ بدل رہے تھے۔ جوجو اور پارس کی خاطر اس کی تباہی کو کچھ عرصے کے لیے ملتوی کر رہے تھے۔ میں نے پارس سے کہا: "تمہاری سونیا ممّا تم سے متفق ہے۔ وہ مشین کو تباہ نہیں کرے گی۔"
اس نے خوش ہو کر کہا: "میری ممّا بہت گریٹ ہے۔ پلیز پاپا، کسی طرح جوجو تک پہنچنے کی کوشش کیجیے۔"
میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا تو اس نے سانس روک لی۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ حیرانی سے بولا: "وہ کوما میں نہیں ہے۔ سانس روک رہی ہے۔"
"بیٹے! ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اسے کوما میں رکھا گیا ہے۔ میں پھر وہاں سے ہو کر آتا ہوں۔"
پارس سیدھا ہو کر بیٹھ گیا بے چینی سے بولا: "آپ پھر اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کریں۔"
میں نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی اور اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ ہنس رہی تھی اور پوچھ رہی تھی: "کون، پاپا؟ کیا آپ ہیں؟"
"ہاں بیٹے میں ہوں۔ تم جلدی سے بتاؤ، کہاں ہو۔ کن لوگوں نے تمہیں قید کر رکھا ہے؟"
وہ معصومیت سے بولی: "مجھے بھلا کون قید کرے گا۔ میں تو یہاں مزے سے ہوں۔ ابھی ذرا دیر پہلے پارس نے مجھے فون کیا ہے، وہ یہاں پہنچنے والا ہے۔"
"کیسی باتیں کرتی ہو بیٹی، پارس تو میرے سامنے ہے۔"
"وہ آپ کا پارس دوم ہوگا۔"
"نہیں بیٹے، میں سچ کہہ رہا ہوں۔ پارس اوّل یعنی تمہارا شوہر جس سے کل تمہاری شادی ہوئی، وہ میرے سامنے بیٹھا ہے۔ تمہارے لیے بے چین ہے۔ تمہیں یاد کر رہا ہے۔"
وہ بولی: "میرے پیارے پیارے انکل کہتے ہیں، آپ اور ممّا دونوں فراڈ ہیں۔ میرے دشمن ہیں۔ میرا دماغ خراب کرنا چاہتے ہیں۔ مجھ پر تنویمی عمل کر کے اپنے بیٹے کے ساتھ مجھے گندی بچی بنانا چاہتے ہیں۔ جبکہ انکل آپ کے بیٹے کو میرے پاس پہنچا رہے ہیں۔ میں آپ لوگوں کی ایک بات نہیں سنوں گی۔ بس جائیے یہاں سے۔"
اس نے سانس روک لی۔ میں اپنی جگہ واپس آ گیا۔ پارس نے پوچھا: "کیا ہوا؟"
"وہی ہو رہا ہے جس کا ہمیں اندیشہ تھا۔ وہ ڈمی پارس کو پیش کر رہے ہیں۔ جوجو ماننے کو تیار نہیں ہے کہ وہ ڈمی ہے۔ مجھے اور تمہاری ممّا کو فراڈ سمجھ رہی ہے۔ الزام دے رہی ہے کہ ہم اس کا دماغ خراب کرنا چاہتے تھے اور تنویمی عمل کے ذریعے اسے گندی

بچی بنانا چاہتے تھے۔"
"آپ اتنی دیر اس کے دماغ میں رہ کر آئے ہیں۔ کچھ اس کے آس پاس کا ماحول سمجھ میں آیا؟"
"وہ ایک بیڈروم میں تھی۔ ایسے بیڈروم کئی گھروں میں ہوتے ہیں۔ اس کمرے کی سجاوٹ امریکی طرز کی تھی۔ دیوار پر مجسمۂ آزادی کی تصویر بھی لگی ہوئی تھی لیکن ایسا تو کسی دوسرے ملک کے امریکی باشندے بھی کرتے ہیں۔ اپنے ڈرائنگ روم اور بیڈروم کو امریکی طرز پر سجاتے ہیں۔"
"پلیز، آپ سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کر کے دیکھیں۔"
میں نے سپر ماسٹر کے پاس پہنچ کر پہلے تو اس کے چور خیالات پڑھے۔ پتا چلا، اب وہ سپر ماسٹر نہیں رہا ہے۔ اس کی جگہ کوئی دوسرا آ گیا ہے۔ میں نے ایک فوجی جنرل کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ مجھے یقین ہو گیا ہے، میری بیٹی جوجو کو تم لوگوں نے اغوا کیا ہے۔"
وہ حیرانی سے بولا: "فرہاد صاحب! آپ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ ہم اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتے۔"
"اپنی صفائی پیش نہ کرو۔ پہلے میری پوری بات سن لو۔ میں جو کہہ رہا ہوں، وہ بات اپنے تمام اعلیٰ حکام تک پہنچا دو۔ جوجو تمہارے ملک میں پہنچا دی گئی ہے، تم لوگوں کی قید میں ہے۔ وہ جس کمرے میں ہے وہاں تمہارے مجسمۂ آزادی کی تصویر لگی ہوئی ہے۔ اس کمرے کا طرزِ آرائش بھی امریکی ہے۔ تم ہمیں گمراہ نہیں کر سکو گے۔"
"جناب فرہاد صاحب! میں آپ کی یہ بات تمام اعلیٰ حکام تک پہنچا دوں گا لیکن کچھ میری عرض بھی سن لیجیے۔ کیا ہم اتنے نادان ہیں کہ جوجو کو ایسے کمرے میں رکھیں جس کا طرزِ رہائش امریکی ہو اور جہاں امریکا کا مجسمۂ آزادی نظر آتا ہو۔ آپ میری اس بات پر غور فرمائیں۔ جوجو کو اغوا کرنے والے بدمعاش بہت چالاک ہیں۔ وہ آپ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے ایسی چالیں چل رہے ہیں۔"
اس کی یہ بات دل کو لگ رہی تھی۔ اس نے کہا: "آپ نے ہماری ٹرانسفارمر مشین تباہ کر دی۔ ہم نے اُف تک نہیں کی کیونکہ وہ مشین ہم نے آپ سے چھینی تھی ۔۔۔ آپ نے ہم سے ہمیشہ کے لیے چھین لی لیکن یہ تو سوچیے ٹرانسفارمر مشین کے بغیر ہم جوجو کو اپنے ملک میں کیوں لے کر آئیں گے۔ اگر ہم یہ امید کریں کہ جارج فری مین کی ٹرانسفارمر مشین ہمارے ہاتھ لگ جائے گی تو وہ کب لگے گی، اس میں کتنا عرصہ لگے گا، کیا اتنے عرصے تک ہم جوجو کو قید میں رکھ سکتے ہیں اور وہ بھی اس حماقت سے کہ اس کا کمرا اور وہاں لگی ہوئی تصویریں ہماری نشاندہی کرتی رہیں اور آپ ہمارے پیچھے پڑ جائیں؟"
"آپ کی باتوں کو ذہن قبول کرتا ہے۔ بے شک ہمیں گمراہ کرنے کے لیے ایسی حرکتیں کی جا سکتی ہیں لیکن جس حقیقت کو ذہن قبول کرتا ہے، بعض اوقات وہ حقیقت ایک فریب کے طور پر ظاہر ہوتی ہے اور پتا چلتا ہے، ہم دھوکا کھا گئے لہٰذا میں آپ کی بات پر غور تو کروں گا مگر آپ لوگوں پر بھروسا نہیں کروں گا۔"
میں نے واپس آ کر سوچا۔ آخر جوجو کو کون لے گیا ہے؟ لے جانے والا بہت بڑا شاطر ہے کیونکہ جوجو کے مزاج کو سمجھتے ہوئے ڈمی پارس کو بھی ساتھ لے گیا ہے۔ سال، دو سال، دس سال میں بھی وہ مشین اس کے ہاتھ نہیں آئے گی تو جوجو، ڈمی پارس کے ساتھ مطمئن رہے گی۔ اس کے ساتھ ہنستی کھیلتی رہے گی۔ اس بات کا اندیشہ نہیں رہے گا کہ ہم کبھی اس کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں، اسے ٹریپ کر کے واپس لا سکتے ہیں اور اس کے ذریعے اغوا کرنے والے تک بھی رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔
میں نے فرنیک سیلر گوڈوانی کے پاس پہنچ کر پوچھا: "جارج فری مین کی لاش کہاں ہے؟"
اس نے جواب دیا: "ان لاشوں کو کہیں دور لے جا کر پھینکنے یا چھپانے کا موقع نہیں تھا لہٰذا میں نے اپنے بنگلے کے پیچھے ہی زمین کھود کر دفن کر دیا ہے۔"
میں نے پولیس کے اعلیٰ افسر سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا: "میں فرنیک سیلر گوڈوانی کی رہائش گاہ کا پتا بتا رہا ہوں۔ اس بنگلے کے پچھلے حصے میں دو لاشیں دفن کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک جارج فری مین کی لاش ہے۔ اسے نکال کر اپنی تحویل میں لے لو۔ گوڈوانی کو قانونی گرفت میں نہ لینا۔ یہ سب کچھ میرے ایما پر ہوا ہے۔"
اس اعلیٰ افسر نے اپنے ماتحت افسر کو حکم دیا۔ وہ پولیس کی ٹیم لے کر فوراً اُدھر روانہ ہو گیا۔ میں گوڈوانی کے پاس آیا۔ وہ سوچ کے ذریعے مجھے پکار رہا تھا: "فرہاد صاحب! آپ اچانک آئے اور اچانک چلے گئے۔ کیا آپ میرے پاس موجود نہیں ہیں؟"
میں نے کہا: "میں تھوڑی دیر کے لیے گیا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ مجھے جارج فری مین کی لاش کی ضرورت ہے۔ پولیس والے آ رہے ہیں، اسے یہاں سے نکال کر لے جائیں گے۔ تم پریشان نہ ہونا۔"
"جناب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ پولیس والے یہاں آئیں گے اور میرے احاطے سے لاش نکال کر لے جائیں گے تو کیا مجھے قانونی گرفت میں نہیں لیں گے؟"
"میں نے کہا نا، تم نے فرہاد علی تیمور سے دوستی کی ہے۔ دھوکا کبھی نہیں کھاؤ گے۔"
وہ بے بسی سے بولا: "اچھی بات ہے۔ ویسے بھی میں کہیں

بھاگ کر نہیں جا سکتا۔ پولیس والوں سے چھپ سکتا ہوں، آپ سے چھپنا ممکن نہیں ہے لہٰذا خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ رہا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد پولیس والے پہنچ گئے۔ میرے کہنے پر گوڈوانی نے بنگلے کے پیچھے اس جگہ کی نشاندہی کی جہاں دو لاشیں دفن کی گئی تھیں۔ انھوں نے وہ جگہ کھود کر جارج فری مین کی لاش نکالی، پھر زمین کی سطح ہموار کر دی، اس کے بعد اس لاش کو ایک اسٹریچر پر ڈال کر گاڑی کے پیچھے رکھ کر چپ چاپ چلے گئے۔ گوڈوانی نے شدید حیرانی سے کہا۔ "فرہاد صاحب! آپ کیا چیز ہیں! کمال ہے، قانون بھی آپ کی مٹھی میں ہوتا ہے۔ کسی پولیس والے نے مجھ سے ایک سوال بھی نہیں کیا۔"

• "اور نہ ہی آئندہ تم سے کوئی سوال کرے گا۔ تم اطمینان سے رہو۔"

• "آپ میرے دوست بن گئے ہیں، میں ہمیشہ اطمینان سے رہوں گا۔ پلیز، مجھے اپنی خدمت کا موقع دیجیے۔"

• "تم کیا خدمت کرو گے۔ اگر تمہارا کوئی بحری یا فضائی جہاز مال لاتے ہوئے قانون کی دلدل میں پھنس جائے تو مجھ سے رابطہ قائم کر لینا۔ میں اسے دلدل سے نکال دوں گا۔"

• "لیکن آپ سے رابطہ کیسے قائم ہو سکتا ہے؟"

• "پیرس کے کسی بھی اعلیٰ پولیس افسر کا نمبر ڈائل کرنا، اس سے کہنا، مجھ سے بات کرنا چاہتے ہو۔ میں جب تک پیرس میں رہوں گا، مجھ سے رابطہ قائم ہو جائے گا۔"

میں اس اعلیٰ پولیس افسر کے پاس آ گیا جس کے ماتحت، جارج فری مین کی لاش لے کر گئے تھے۔ میں نے کہا: "اس لاش کو اچھی طرح صاف ستھرا کر کے اس کی تصویریں اتاری جائیں اور تمام اخبار والوں کو تاکید کی جائے کہ اس کے قتل ہونے کی خبر پہلے صفحے پر شائع کی جائے، آپ اخبار والوں کو بیان دیں گے کہ ایک ویرانے میں اس کی لاش پائی گئی تھی۔ ایک گولی اس کی ٹانگ پر اور دوسری سینے پر لگی ہے۔ اس کے پاس سے جو سامان برآمد ہوا، اس سے پتا چلا کہ یہ جارج فری مین ہے اور یہ وہی شخص ہے جس نے ٹرانسفارمر مشین تیار کی تھی اور اسے افریقہ کے جنگل میں کہیں چھپا دیا تھا۔"

اس اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ "جناب فرہاد صاحب! ثبوت کے طور پر جارج فری مین کا کچھ سامان مل سکتا ہے؟"

• "میں ابھی بتاتا ہوں۔"

میں نے پھر گوڈوانی کو مخاطب کر کے پوچھا: "کیا جارج فری مین کے کچھ ایسے کاغذات یا کچھ ایسا سامان مل سکتا ہے جس سے پتا چلے کہ اس کی لاش کے پاس وہ سامان پایا گیا تھا اور اس کے ذریعے اس کی شناخت کی گئی ہے؟"

گوڈوانی نے کہا۔ "میرے پاس اس کی دو طرح کی تصویریں ہیں۔ وہ اپنے پاس دو طرح کے پاسپورٹ رکھتا تھا۔ ایک پاسپورٹ میں اس کا نام جارج فری مین اور دوسرے میں اس کا نام، ہارڈی تھا۔ اس کے علاوہ میرے پاس وہ وڈیو کیسٹ ہے جو ماسک مین کی طرف سے ہمیں بھیجا گیا تھا، جس میں سلارا اپنے بھائی سے مخاطب ہے۔"

• "اتنے ثبوت کافی ہیں۔ تمہارے پاس ابھی پولیس کا ایک افسر آئے گا، یہ چیزیں اس کے حوالے کر دینا۔"

میں نے اعلیٰ افسر سے کہا: "اپنے ماتحت کو گوڈوانی کے پاس بھیج دو۔ وہاں سے کچھ ثبوت حاصل ہو جائیں گے۔"

اعلیٰ افسر نے پوچھا۔ "وہ کس قسم کے ثبوت ہیں۔ مجھے بتائیے تاکہ میں پریس والوں کو مناسب بیان دے سکوں۔"

میں نے اسے بتایا: "وہ دو طرح کی تصویریں اور دو طرح کے پاسپورٹ رکھتا تھا۔ پھر آپ وہ وڈیو فلم چلا کر دیکھیں گے تو ساری باتیں معلوم ہو جائیں گی۔ اس کے مطابق آپ پریس والوں کو بیان دے سکیں گے۔ آپ گھنٹے دو گھنٹے بعد ایک پریس کانفرنس منعقد کریں اور اس بات کو زیادہ سے زیادہ اچھالنے کی کوشش کریں۔"

• "آپ جیسا چاہتے ہیں ویسا ہی ہوگا۔"

میں نے اس سے کہا: "جب پریس کانفرنس ہوگی تو میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں موجود رہوں گا اور اپنی مرضی کے مطابق بیان دیتا رہوں گا۔"

میں پارس کو اپنی تمام کارروائیوں کے متعلق بتاتا جا رہا تھا۔ اس نے پوچھا: "جب ماسک مین کو معلوم ہوگا کہ وہ بازی ہار چکا ہے، جارج فری مین مر چکا ہے تو کیا وہ سلارا کو زندہ چھوڑ دے گا؟"

• "میں اسے دھمکی دینے والا ہوں۔ وہ سلارا کے جس بھائی سے مشین کے سلسلے میں سودا کرنا چاہتا تھا، وہ مر چکا ہے لہٰذا اسے سلارا کو نقصان پہنچانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو میری طرف سے مصیبتیں اٹھائے گا۔"

میں شام کے وقت خیال خوانی کے ذریعے پریس کانفرنس میں پہنچ گیا۔ وہ اعلیٰ افسر وہی بیانات دے رہا تھا جو میں سمجھا چکا تھا۔ پھر میں نے اس کی زبان سے کہا: "جارج فری مین کی موت کے بعد اب وہ مشین کسی پُراسرار خزانے کی طرح ہو گئی ہے، جو نہ جانے کہاں دفن کی گئی ہے۔ بہرحال، وہ بڑی بڑی خطرناک تنظیمیں اور بڑے بڑے ممالک جو جارج فری مین کو تلاش کر رہے تھے، اب ان کی تلاش ختم ہو چکی ہے اور جو اس مقتول فری مین سے مشین کے سلسلے میں کسی قسم کا سمجھوتا یا سودے بازی کرنا چاہتے تھے۔ وہ سلسلہ بھی ختم ہو چکا ہے لہٰذا

ہوگی، [ماسک م]ین کے دیوانوں کو اپنی اپنی شطرنج کی بساط پھر بچھانی ہوگی، [اس] بساط سے پرانے مہروں کو ہٹا کر نئے مہرے چلانے ہوں گے۔"

میں نے اس بیان کے آخر میں کہا: "چونکہ مسٹر فرہاد کے [تعل]قات ہماری حکومت سے ہمیشہ دوستانہ رہے ہیں۔ ہم نے [وہ] وڈیو کیسٹ فرہاد صاحب کو دکھایا ہے، اسے دیکھنے کے بعد [فر]ہاد صاحب کا بیان ہے، اب سلارا کو ماسک مین کی قید میں [نہ]یں رہنا چاہیے۔ وہ میرے بیٹے پارس کی ایک اچھی دوست ہے۔ میں اسے کوئی نقصان پہنچتے نہیں دیکھوں گا۔ اگر ماسک مین [جا]رج فری مین کی موت کا یقین کرنا چاہتا ہے تو اس کی لاش اس [کے] پاس روانہ کی جا سکتی ہے۔ اس لاش کے بدلے سلارا کو ہمارے [پا]س بھیج دیا جائے۔"

پریس کانفرنس کے اختتام پر میں جونیئر ماسک مین کے [پا]س پہنچا اور اس سے کہا۔ "جوجو کے متعلق جواب دو۔"

• "جناب، میں نے آپ کا پیغام ماسک مین تک پہنچا دیا تھا۔ [وہ] قسمیں کھا رہے ہیں، آپ جس طرح یقین کرنا چاہیں گے اسی طرح [یق]ین دلانے کی کوشش کریں گے۔ ہم نے جوجو کو اغوا نہیں کیا [ہ]ے۔ ہم اس بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں۔"

• "ماسک مین سے کہو، جو بات پریس والوں کو اور بڑے [بڑ]ے سراغ رسانوں کو معلوم نہیں ہوتی، پہلے میں معلوم کر لیتا ہوں۔ [پی]رس سے شائع ہونے والے کل کے تمام اخبار ضرور دیکھنا۔ ان [میں] جارج فری مین کی موت کی خبر شائع ہو رہی ہے۔ اسے کسی نے قتل کر دیا ہے۔ قاتل کو تلاش کیا جا رہا ہے۔"

• "فرہاد صاحب! ذرا ایک منٹ۔ میں کمپیوٹر کے ذریعے ماسک مین کو یہ ضروری خبر پہنچا رہا ہوں۔"

وہ ایک کمپیوٹر کے سامنے آ کر بیٹھ گیا، اس کے ذریعے ماسک مین سے رابطہ قائم ہو گیا۔ ماسک مین نے یہ باتیں [س]ن کر دوسری طرف سے کمپیوٹر کے ذریعے پوچھا: "یہ کس طرح یقین کیا جائے کہ قتل ہونے والا واقعی جارج فری مین ہے؟"

میں نے جونیئر ماسک مین سے کہا۔ "کل کے اخبارات [میں] اس کی پوری تفصیل ہے اور ماسک مین کو یقین دلانے کے لیے اس کی لاش اس کے پاس بھیجی جا سکتی ہے۔ کل کے [ا]خبارات میں میرا بیان بھی ہے اور وہ بیان یہ ہے کہ سلارا میرے بیٹے کی بہت اچھی دوست ہے۔ میں اسے نقصان پہنچتے نہیں دیکھوں گا لہٰذا ماسک مین اس کے بھائی کی لاش دیکھ کر اچھی طرح مطمئن ہو کر سلارا کو ہمارے پاس روانہ کر دے۔"

ماسک مین کی طرف سے جواب موصول ہوا: "یہ تو فرہاد صاحب کی زیادتی ہے۔ ہمارے معاملے میں مداخلت کر رہے ہیں۔ میں لاش کو دیکھ کر مطمئن ہونے کے بعد بھی اس وقت تک سلارا کو اپنی قید میں رکھنا چاہتا ہوں جب تک اس ٹرانسفارمر مشین کا سراغ نہ ملے۔"

میں نے جواباً کہا: "ٹرانسفارمر مشین کا سراغ لگانا الگ بات ہے لیکن سلارا کے ذریعے جس طرح جارج فری مین پر دباؤ ڈالا جا رہا تھا اب وہ سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ جب تک وہ زندہ تھا، تم اس پر دباؤ ڈال کر اپنے طور پر اس مشین تک پہنچنا چاہتے تھے، میں نے کوئی مداخلت نہیں کی۔ کیونکہ ٹرانسفارمر مشین کسی کی جاگیر نہیں ہے جو اسے حاصل کر لے، وہ اسی کی ملکیت ہے۔ سلارا کو قیدی بنا کر مشین حاصل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ مجھے شبہ ہے کہ اس مقصد کے لیے میری بیٹی جوجو کو بھی اغوا کیا گیا ہے۔ جب یہ بھید کھلے گا تو میں سمجھ لوں گا۔ فی الحال کل شام تک جارج فری مین کی لاش مشرقی جرمنی بھیج دی جائے گی اور کل ہی آدھی رات سے پہلے سلارا کو پیرس پہنچ جانا چاہیے۔ اگر جوجو بھی تمہارے پاس ہو اور اسے پیرس بھیج دو تو یہ تمہارے ملک اور تمہاری قوم کے حق میں بہتر ہوگا۔ اس سے آگے میں کوئی دھمکی نہیں دینا چاہتا۔ دیٹس آل!"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر پارس کو تمام باتیں بتائیں۔ اس نے کہا: "یہ آپ نے اچھا کیا۔ میں نے سلارا کے ساتھ ایک اچھے دوست کی طرح وقت گزارا ہے۔ اب وہ دنیا میں تنہا رہ گئی ہے تو اس کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔"

• "میں تمہاری خاطر ہی ایسا کر رہا ہوں ورنہ سلارا کے سلسلے میں اتنی باتیں کرنا اور وقت ضائع کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ وہ اپنی تمام اہمیت کھو چکی ہے۔ بھائی مر چکا ہے، ٹرانسفارمر مشین جہاں بھی ہے اس کے متعلق اسے کچھ معلوم نہیں ہے۔ وہ ہمارے تمام معاملات سے نکل چکی ہے، پھر بھی ہم اسے ماسک مین کی قید سے رہائی دلائیں گے۔"

"جب وہ پیرس پہنچ جائے تو اسے یہی بتایا جائے کہ میں پیرس میں یا بابا صاحب کے ادارے میں نہیں ہوں۔ کسی اہم معاملے میں دُنیا کے کسی حصّے میں بھٹک رہا ہوں۔"

"ہم دونوں باپ بیٹے اس سے دور رہیں گے اور دور رہ کر بھی اس کی رہائش کا معقول انتظام کر دیں گے تاکہ وہ کسی کی محتاج نہ رہے۔"

دوسرے دن کے اخبارات نے مشین کے تمام دیوانوں کو چونکا دیا۔ کوئی یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ کسی نے جارج فری مین کو کسی ویرانے میں گولی مار دی ہے۔ سب اس کی لاش دیکھنا چاہتے تھے۔ اخبارات میں یہ شائع ہو چکا تھا کہ اس کی لاش شام چار بجے تک رہے گی اس کے بعد مشرقی جرمنی بھیج دی جائے گی۔ دوپہر کو سپر ماسٹر اور اسرائیلی حکام کی طرف سے نمائندے لاش دیکھنے آئے۔ ہر زاویے سے اس کی تصویریں لیں۔ ان کے پاس اینٹی میک اپ کیمرے بھی تھے تاکہ لاش پر میک اپ کیا گیا ہو تو اس کے پیچھے چھپا ہوا چہرہ واضح ہو جائے۔ شام کو وقتِ مقررہ پر اس کی لاش ماسک مین کے پاس روانہ کر دی گئی۔ مجھے واقعی مزید دھمکی دینے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ سلارا آدھی رات سے پہلے ہی پہنچ گئی۔ اخباری رپورٹر اور فوٹو گرافر اسے گھیرے ہوئے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ وہ جواب میں کہہ رہی تھی: "میں نے اخبار میں پڑھا ہے کہ فرہاد علی تیمور نے میری رہائی کا انتظام کیا ہے۔ میں ان کا شکریہ ادا کرتی ہوں اور ان کے بیٹے پارس سے فوراً ملنا چاہتی ہوں۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا: "ہمیں افسوس ہے۔ پارس نہ تو پیرس میں ہے اور نہ ہی بابا صاحب کے ادارے میں۔ وہ کہاں ہے، یہ ہم بھی نہیں جانتے اور فرہاد صاحب کے متعلق تو ساری دنیا جانتی ہے کہ ان کا ٹھکانا کوئی نہیں جانتا۔ جب بھی وہ منظرِ عام پر آتے ہیں تو کسی ڈرامائی مرحلے پر ڈمی ثابت ہوتے ہیں۔"

یہ سُن کر وہ مایوس ہو گئی تھی۔ لیکن اس امید پر وہاں رہ گئی کہ پارس سے شاید جلد ہی ملاقات ہو سکے گی۔ ماسک مین نے سلارا کو واپس بھیج دیا تھا۔ اگر جوجو بھی اس کے پاس ہوتی تو اسے بھی واپس بھیج دیتا کیونکہ ٹرانسفارمر مشین اتنی آسانی سے ہاتھ آنے والی نہیں تھی۔

اور یہی بات دوسروں پر بھی صادق آتی تھی۔ جارج فری مین کی موت کے بعد کوئی اس مشین کو آسانی سے حاصل نہیں کر سکتا تھا، اس لیے مجھے امید تھی، جوجو کو جو بھی لے گیا ہے وہ اگر ہماری دُشمنی سے خوفزدہ ہے تو اسے ہمارے پاس واپس بھیج دے گا۔ اگرچہ یہ میری خام خیالی تھی لیکن کبھی کبھو بچکانہ بات بھی پوری ہو جاتی ہے۔

پارس اپنے بیڈروم میں سو رہا تھا۔ اس نے حسبِ عادت اپنے دماغ کو ہدایت دی تھی۔ اگر کوئی غیر معمولی بات ہو تو آنکھ کھل جائے اور وہ غیر معمولی بات ہو گئی۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے نیند بھری آنکھوں سے دیکھا۔ بستر کے قریب ہی جوجو کھڑی ہوئی تھی۔ اسے یقین نہیں آیا۔ پہلے تو اس نے سمجھا کہ خواب دیکھ رہا ہے۔ وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا، پھر اس نے حیرانی سے پوچھا: "جوجو تم؟"

وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بولی: "جھوٹے، دغاباز، مجھے کہا، ہم پاپا کے پاس چلیں گے اور مجھ سے پہلے ہی یہاں آ کر سو رہے ہو۔"

وہ بستر سے اُچھل کر قلابازی کھاتا ہوا اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا: "اپنا ہاتھ مجھے دو۔ میں یقین کرنا چاہتا ہوں، تم میرے پاس آ گئی ہو۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ کیا میں تمہارے پاس نہیں تھی؟"

پارس نے سمجھ لیا، وہ اب تک اس کی ڈمی کے ساتھ تھی اور اسی کا ذکر کر رہی ہے۔ اس نے جلدی سے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کہا: "میں تمہارے پاس ضرور تھا لیکن تم سے پہلے یہاں پہنچ گیا۔ اب یقین کرنا چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے پاس آ گئی ہو۔"

اس نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ تب اسے یقین آیا کہ وہ خواب نہیں دیکھ رہا ہے، حقیقت ہے۔ اس نے مارے خوشی کے جوجو کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ جوجو نے اونچی ایڑی کی سینڈل پہن ہوئی تھی۔ اس نے وہ ایڑی پارس کے پاؤں پر زور سے ماری تھی پھر الگ ہو کر بولی: "تم اب تک اچھے بچے کی طرح میرے ساتھ ہنستے کھیلتے تھے۔ اپنے پاپا کے گھر آتے ہی گندے بچے بننے لگے۔ میں اسی لیے یہاں آنے سے انکار کر رہی تھی، چلو ہم واپس جائیں گے۔"

"نہیں جوجو، میں پہلے کی طرح اچھا بچّہ ہوں۔ بس ذرا خوشی سے بے قابو ہو گیا تھا۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔ آؤ پاپا سے ملتے ہیں۔"

وہ ذرا پیچھے ہٹ کر بولی: "وہ میرا دماغ تو نہیں خراب کریں گے۔ ماما مجھ پر تنویمی عمل تو نہیں کریں گی؟"

"وہ ایسا کبھی نہیں کریں گے۔ میں نے منع کیا ہے کہ میری جوجو کی مرضی کے خلاف کوئی کچھ نہ کرے۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "تمہارے ہی بھروسے پر آئی ہوں۔

دیکھو مجھے اپنے ماں باپ سے بچا کر رکھنا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کمرے سے نکلا، پھر میرے بیڈروم کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں۔ پوچھا: "کون ہے؟"

پارس نے کہا: "پاپا! جلدی دروازہ کھولیے۔ دیکھیے کون آیا ہے۔"

میں نے فوراً اٹھ کر دروازہ کھولا تو جوجو کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے مجھے ادب سے سلام کیا مگر سہمے ہوئے انداز میں پارس کے پیچھے چلی گئی۔ وہ ہنستے ہوئے بولا: "یہ آپ سے اور ماما سے ڈر رہی ہے۔ اس کے دل سے ڈر نکالیے۔"

میں نے بڑے ہی محبت بھرے انداز میں کہا: "تم تو میری بیٹی ہو، میں بھلا تمہارا دماغ خراب کر سکتا ہوں۔ وہ تو میرا دماغ خراب ہو گیا تھا جو میں ایسی باتیں تمہاری ماما سے کہہ رہا تھا۔ اب میں نے تمہاری ماما کو بھی سختی سے ڈانٹ دیا ہے۔"

"آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں۔ تم تو جانتی ہو۔ اتنی بڑی دنیا میں تمہی تو ایک بیٹی ہو۔ ہم تم سے دُشمنی کبھی نہیں کریں گے۔ ہمیشہ محبت کرتے رہیں گے۔ آؤ، میرے پاس۔"

وہ جھجکتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں نے اس کا سر اپنے سینے سے لگا کر تھپکتے ہوئے کہا: "میری بیٹی بہت سمجھدار ہے۔ اب یہاں اطمینان سے بیٹھ کر ہمیں بتائے گی کہ اتنے دنوں تک کہاں تھی اور اب کہاں سے آ رہی ہے۔"

ہم سب کمرے میں آئے۔ جوجو نے کہا: "آپ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں، پارس سے پوچھ لیجیے۔ یہ بھی تو میرے ساتھ تھا۔"

میں نے بات بناتے ہوئے کہا: "تمہیں یاد ہے، جب آخری بار تم میرے گھر سے نکل کر گئی تھیں تو کوکو چاکلیٹ کھا رہی تھیں۔"

"ہاں یاد ہے۔ وہ بہت مزے کی چاکلیٹ تھی۔"

"مگر اسے کھانے سے آدمی بے ہوش ہو جاتا ہے۔ بہت کچھ بھول جاتا ہے۔ اس طرح وہ شخص جسے تم پیارا پیارا انکل کہتی ہو، اس نے پارس کو بھی وہی چاکلیٹ کھلائی تھی۔ یہ بھول گیا ہے کہ تمہارے ساتھ اتنے دنوں سے کہاں تھا اور اب میرے گھر میں کیسے پہنچ گیا ہے۔"

جوجو نے حیرانی سے پارس کو دیکھتے ہوئے پوچھا: "پارس! کیا تم سچ مچ بھول گئے ہو؟"

"مجھے اچھی طرح یاد نہیں آ رہا ہے۔ تم بتاؤ گی تو پھر یاد آ جائے گا۔"

وہ اپنی عقل کے مطابق بتانے لگی: "وہ میرے بہت پیارے پیارے انکل تھے۔ میں پھر ان سے ملنے جاؤں گی۔ میرا بہت خیال رکھتے تھے۔ مجھے بیٹی کی طرح چاہتے تھے۔ میں نے کہا، میں پارس کے بغیر نہیں رہوں گی تو انھوں نے چند گھنٹوں کے بعد ہی پارس کو میرے پاس پہنچا دیا۔ میں وہاں بہت خوش تھی۔ ہم دونوں ہنستے کھیلتے رہتے تھے۔"

میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا: "کیا تمہیں پتا ہے، تم بہت دیر تک غافل رہی تھیں۔ اپنے ہوش میں نہیں تھیں، یعنی کوما میں تھیں۔"

"میں بے ہوش نہیں ہوئی تھی، سو گئی تھی، ایک دن اور ایک رات تک سوتی رہی۔ جب بیدار ہوئی تو پیارے پیارے انکل نے بتایا کہ آپ لوگوں نے چوری چھپے میرے دماغ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ پھر میرے پیارے انکل نے مجھے اس تنویمی عمل سے نجات دلا دی۔"

"وہ جھوٹ کہتا ہے۔ ہم نے ایسا کوئی کام نہیں کیا تھا۔ تم ہماری پیاری بیٹی ہو، وہ جھوٹ بولتا ہے۔ وہ تمہیں نادان اور بچّی سمجھ کر بے وقوف بنا رہا تھا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ کہتا ہے آپ دُشمنی کر رہے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ وہ دشمنی کر رہا تھا۔"

پارس نے پوچھا: "جوجو! میں تمہارے لیے کیسا ہوں؟"

"تم تو بہت اچھے ہو۔"

"جب میں اچھا ہوں تو میرے پاپا بُرے کیسے ہو سکتے ہیں؟"

میں نے کہا: "تم تقریباً بارہ برس سے ہمارے ساتھ ہو۔ کیا اب سے پہلے ہم نے کبھی دُشمنی کی تھی؟"

"نہیں، آپ لوگوں نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"جب کچھ سمجھ میں نہ آئے، تو بات اپنے بزرگوں پر چھوڑ دینی چاہیے۔ بزرگوں پر نہ سہی تمہیں کم از کم پارس پر تو بھروسا ہے، اس لیے پارس کی بات کا اعتبار کرو۔ یہ بتاؤ، وہ تمہیں کیوں لے گئے تھے اور اتنی آسانی سے واپس کیوں کر دیا؟"

جوجو نے حیرانی سے پوچھا: "کیا آپ نہیں جانتے؟"

"اگر میں جانتا تو تم سے کیوں پوچھتا۔"

"پارس، تم بتا دو۔ تمہیں تو پتا ہے۔"

"میں ابھی کہہ چکا ہوں۔ میری یادداشت کچھ کمزور ہو گئی ہے اور تم جو باتیں بتاتی جا رہی ہو، مجھے یاد آتی جا رہی ہیں۔ آگے بتاؤ کیا ہوا؟"

"ارے اور کیا ہوگا۔ ہمارے پیارے پیارے انکل نے ہمیں اس لیے اپنے پاس بلایا تھا کہ وہ تمہارے دماغ میں بھی ٹیلی پیتھی کا علم ڈالنا چاہتے تھے۔"

میں نے اور پارس نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"ہاں، سچ کہہ رہی ہوں۔ ان کے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ پارس کے دماغ میں بھی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت آجائے گی تو میں خوش ہوگئی۔ سوچنے لگی، پھر تو ہم ہزاروں آدمیوں کے بیچ میں بھی خاموش رہ کر سوچ کے ذریعے خوب باتیں کیا کریں گے۔"

میں نے پریشان ہوکر پوچھا "بیٹی! آگے بتاؤ کیا ہوا؟"

"آگے اور کیا ہونا تھا۔ وہاں ٹرانسفارمر مشین رکھی ہوئی تھی۔ مجھے ایک بستر پر لٹایا گیا۔ پھر میرے سر پر ایک آہنی کیپ پہنائی گئی، اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا۔"

"کیا تم نے دیکھا تھا، دوسرے بیڈ پر پارس کو لٹایا گیا تھا؟"

"ہاں، دوسرے بیڈ پر پارس تھا۔ پوچھ لیجیے، یہ حضرت تو سامنے بیٹھے ہیں۔"

پارس نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "تمہیں بچی سمجھ کر احمق بنایا گیا ہے۔ میں وہاں نہیں تھا، میری ڈمی تھی۔ ذرا یاد کرو، کچھ عرصہ پہلے تم نے سُنا تھا کہ سلارا اور جارج فری مین نے میری ایک ڈمی تیار کی ہے جس کے ذریعے انھوں نے اسرائیلی حکام سے ایک کروڑ ڈالر سے بھی زیادہ رقم حاصل کی۔ اس کے بعد پاپا اسے اپنے پاس لے آئے۔ پھر یہاں سے وہ تمہارا پیارا پیارا انکل اسے اغوا کرکے لے گیا۔"

پارس اسے سمجھا رہا تھا اور میرے دماغ میں سنسناہٹ سی ہو رہی تھی۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ کیا واقعی جوجو کے بیان کے مطابق کہیں ٹرانسفارمر مشین ہے، جس کے ذریعے جوجو کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم کسی دوسرے کے دماغ میں منتقل کیا گیا ہے؟

میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کی۔ سونیا کے پاس پہنچا۔ اسے مختصر طور پر جوجو کے حالات بتلائے۔ وہ بھی حیران ہوکر بولی "یہ کیسے ممکن ہے۔ یہاں شیروں کے غار کے سامنے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر ہم نے وہ بستی آباد کی ہے۔ ہم برابر محتاط رہتے ہیں۔ کسی دشمن کو اس غار کی طرف جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ پھر وہ مشین کسی اور کے ہاتھ کیسے لگ سکتی ہے؟"

"تم ابھی اس غار میں جانے کا انتظام کرو اور دیکھو مشین موجود ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو اسے پہلی فرصت میں تباہ کردو۔"

وہ اسی وقت غار میں جانے کے انتظامات کرنے لگی۔

اچھے خاصے ہتھیار اور زہریلی گیس کے بم گاڑیوں میں رکھ لیے گئے۔ پھر وہ قافلہ شیروں کے غار کی طرف روانہ ہوا۔ قریب پہنچ کر انھوں نے بم کے دھماکے شروع کیے۔ ہر طرف دھواں ہی دھواں پھیلنے لگا۔ شیر اس غار سے نکل نکل کر بھاگ رہے تھے۔ دھماکوں کی آواز جنگل میں دور تک گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد کتنے ہی ہیلی کاپٹر فضا میں پرواز کرتے ہوئے دکھائی دیے۔ اس وقت تک سونیا غار کے اندر پہنچ گئی تھی۔

وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گیس ماسک پہنے ہوئے تھی۔ اندر دھواں ہی دھواں تھا۔ دھواں چھٹنے کا انتظار کیا جاتا تو دشمن سر پر پہنچ جاتے۔ اس نے جیپ کی ہیڈلائٹس روشن کردی تھیں اور اس روشنی میں سنبھل سنبھل کر ڈرائیو کرتی جارہی تھی۔ آخر اس جگہ پہنچ گئی جہاں بڑے بڑے پتھر رکھے ہوئے تھے اور کچھ پتھروں کے پیچھے وہ ٹرانسفارمر مشین چھپائی گئی تھی۔ اس کے وفاداروں نے جیپ سے اتر کر فوراً ہی ان پتھروں کو ایک طرف ہٹانا شروع کیا تو مشین نظر آنے لگی۔

بڑی حیرانی کی بات تھی۔ مشین تو اس جگہ موجود تھی۔ پھر وہ تیسری مشین کہاں سے آگئی جس میں سے جوجو کو گزارا گیا تھا اور اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کا علم کسی دوسرے کے دماغ میں منتقل کیا گیا تھا۔ کیا وہ مشین جو سونیا نکال رہی تھی، جعلی تھی اور اصلی وہاں سے کوئی لے گیا تھا؟

سونیا اس مشین کے ایک ایک حصے کے متعلق مجھے بتلانے لگی اور میں تصدیق کرنے لگا کہ یہ اصلی مشین ہے۔ پوری مشین چیک کرنے کے بعد یقین ہوگیا کہ جارج فری مین کی ٹرانسفارمر مشین وہی ہے اور اسے اب تک کسی نے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ سونیا وہاں سے وہ اصلی مشین لے جارہی تھی۔

غار سے نکلتے ہی ہیلی کاپٹر سے بم کے دھماکے ہونے لگے۔ سونیا کے وفاداروں نے پہاڑی کے اوپر مورچا بنالیا تھا اور وہاں سے ہیلی کاپٹر پر فائرنگ کررہے تھے، سونیا کو وہاں سے مشین کے ساتھ نکل جانے کا موقع دے رہے تھے۔ اس کے آس پاس کئی گاڑیاں تھیں۔ دور ہیلی کاپٹر سے وارننگ دی جارہی تھی "ہم مادام سونیا کو پہلی اور آخری بار سمجھاتے ہیں۔ اس غار سے جو سامان بھی نکالا گیا ہے اسے کھلے میدان میں چھوڑ دیا جائے ورنہ وہ سامان کے ساتھ زندہ سلامت نہیں جاسکیں گی۔"

اس کے جواب میں سونیا کے آس پاس چلنے والی گاڑیوں کی چھتوں پر کھڑے ہوئے مسلح افراد ہیلی کاپٹر کی طرف فائرنگ کررہے تھے۔ پہاڑیوں پر سے بھی فائرنگ ہو رہی

تھی۔ ہیلی کاپٹر کو قریب آنے کا موقع نہیں مل رہا تھا اور سونیا
نی۔ ہیلی کاپٹر کو قریب آنے کا موقع نہیں مل رہا تھا اور سونیا بڑی کامیابی سے ایک فرلانگ کا فاصلہ طے کرتے ہوئے اس ...ے کا بیج میں پہنچ گئی تھی جس کے فرش کے نیچے تقریباً ...س فٹ گہرا گڑھا تھا۔ اس میں صرف لکڑیاں بھری ہوئی ...یں۔ سونیا اور اس کے ساتھیوں نے جلدی جلدی مشین کے ...تمام حصے لاکر اس گڑھے میں پھینک دیے۔ پٹرول چھڑک ...یا گیا، پھر باہر آکر چاروں طرف سے پٹرول چھڑکنے کے بعد ...گ لگادی گئی۔

کھلے میدان میں دشمنوں کی طرف سے فائرنگ ہو رہی ...تی اور اس فائرنگ کا جواب بھی دیا جارہا تھا۔ لکڑی کے بڑے ...ے کا بیج سے اب شعلے اٹھ رہے تھے۔ سونیا کے پاس دو ...یلی کاپٹر تھے۔ اس کے ساتھی ان ہیلی کاپٹروں کے ذریعے ...وسرے ہیلی کاپٹروں سے فضائی جنگ میں مصروف تھے۔ ...ین سے لے کر فضا کی بلندیوں تک دھماکے ہو رہے تھے۔ ...ائرنگ کی آوازیں دور تک جنگلوں میں گونج رہی تھیں۔ جانور ...ہشت زدہ ہوکر بھاگ رہے تھے۔ اس کا بیج میں چھت کی بلندی ...ے لے کر گڑھے کی گہرائی تک آگ ہی آگ تھی۔ اب وہ آگ ...انی سے بجھائی نہیں جاسکتی تھی۔ وہاں اتنا پانی بھی نہیں ...ھا۔ اگر وہ قریب پہنچ بھی جاتے تو اس بڑھتی ہوئی آگ کو ...جھانا ممکن نہ ہوتا۔ لہٰذا مشین کے دیوانے دور ہی دور سے ...رواز کرتے ہوئے اس مشین کے جلنے کا تماشا دیکھ رہے تھے۔

دوسرے دن کے اخبارات نے مشین کی تباہی کے سلسلے ...ں خبریں شائع کیں اور یہ واضح طور پر لکھا کہ اب ہماری دنیا ...ں کوئی ٹرانسفارمر مشین نہیں رہی ہے۔ مشین کے دیوانوں کو ...ایوس ہوجانا چاہیے۔ ہم بھی یہی سمجھ رہے تھے۔ دونوں مشینوں ...و ہم نے تباہ کیا تھا۔ تیسری مشین ہو نہیں سکتی تھی اور جوجو ...نے جو بیان دیا تھا وہ بچکانہ تھا اور ایک بچکانہ ذہن رکھنے والی ...ڑکی کے بیان پر کس حد تک یقین کیا جاسکتا تھا؟

اس سلسلے میں ایک بات کھٹک رہی تھی۔ آخر وہ اغوا ...کرنے والا جوجو کو کس مقصد سے لے گیا تھا۔ پھر اس نے کسی ...طرح کا نقصان پہنچائے بغیر اسے آرام سے واپس کردیا تھا۔ آخر ...اس نے ایسا کیوں کیا تھا؟ ہم دو ہفتے تک اس مسئلے میں الجھتے ...رہے۔ دو مشینوں کو تباہ کرنے کے بعد اگرچہ اطمینان ہوگیا تھا ...لیکن جوجو کے بیان نے اور اس کے اغوا نے ہمیں بُری طرح ...الجھا کر رکھ دیا تھا۔

ٹھیک دو ہفتے بعد میں نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ ...کی لہر محسوس کی۔ پہلے تو میں نے سانس روکی۔ پھر پوچھا "کون رہتی ہو؟"

کسی مرد کا قہقہہ سنائی دیا۔ میں نے پوچھا "ارے! کیا تم ہو۔ اس طرح کیوں ہنس رہے ہو؟"

ایک اجنبی سی آواز نے ہنستے ہوئے پوچھا "مسٹر فرہاد علی تیمور! کیا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے دماغ میں خوش آمدید نہیں کہوگے؟"

میں کھڑا ہوا تھا، دھپ سے صوفے پر گر پڑا۔ یہ میرے لیے بہت بڑا شاک تھا۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہماری دنیا میں آسکتا ہے اور وہ بھی مشین کے ذریعے۔ اس کی آواز سنائی دی "تم درست سوچ رہے ہو۔ قدرتی طور پر ٹیلی پیتھی سیکھنا بہت مشکل ہے۔ ایک ٹرانسفارمر مشین کے کامیاب تجربے نے مجھے تمہارے دماغ میں پہنچا دیا ہے۔"

"تم کون ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "اپنی پیاری پیاری جوجو بیٹی کا پیارا پیارا انکل۔ میں اس معصوم لڑکی کا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ جب تک زندہ رہوں گا، اسے ایک باپ کی طرح چاہتا رہوں گا۔ اس کے دماغ نے ٹیلی پیتھی کا علم مجھے دیا۔ میں نے اپنے دماغ سے ایک دوسرے ساتھی کے دماغ میں یہی علم منتقل کیا۔ میرے دوسرے ساتھی نے تیسرے کے دماغ میں منتقل کیا۔ اس طرح ہم سات ٹیلی پیتھی جاننے والے اس دنیا میں نیا جنم لے چکے ہیں۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "اوہ خدایا! یہ کیا ہوگیا۔ ازل سے اب تک ایک ہی شیطان تھا جو ہر انسان کے دماغ میں گھس جاتا تھا۔ اب تو دماغوں میں گھسنے والے سات شیطان اور پیدا ہوچکے ہیں۔"

بعض حقائق ایسے ہوتے ہیں جو اچانک ہی ظاہر ہوتے ہیں اور دماغ کو شدید جھٹکا پہنچاتے ہیں، جیسے بجلی یکبارگی سیاہ بادلوں سے لپکتی ہے۔ پھر آنکھوں کو خیرہ کرتی ہوئی نہ جانے کہاں گم ہو جاتی ہے لیکن اس کی چمک دیر تک آنکھوں کو چُندھیاتی رہتی ہے۔ بس ایسی ہی وہ حقیقت تھی جو میرے دماغ میں بول رہی تھی۔ اور مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ہماری دنیا میں تیسری ٹرانسفارمر مشین بھی موجود ہے جو ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطانوں کو جنم دیتی جا رہی ہے۔

بڑی حیرانی کی بات تھی۔ آخر وہ تیسری ٹرانسفارمر مشین کہاں سے آ گئی۔ وہ کب تیار ہوئی۔ کس نے تیار کی۔ یہ محض میری ذاتی معلومات نہیں تھیں۔ سب جانتے تھے، ساری دنیا جانتی تھی کہ ایک ٹرانسفارمر مشین سپر ماسٹر کے ملک میں تھی، جسے ہم نے تباہ کر دیا۔ دوسری ٹرانسفارمر مشین جو افریقہ کے جنگل میں تھی، اُسے بھی تباہ کرنے کا سہرا ہمارے سر رہا۔ میں نے گوڈوانی کے ذریعے مشین کا نقشہ اور اُس کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں جلا ڈالی تھیں، البتہ ایک نقشہ سپر ماسٹر کے ملک میں رہ گیا تھا۔ میں نے اپنے دماغ میں آنے والے سے پوچھا "تم کون ہو؟ اپنا تعارف کراؤ۔"

اُس نے ہنستے ہوئے کہا "میں ضرور اپنا تعارف کراؤں گا لیکن یہ بات اچھی طرح سمجھ لو، تم میرا اور میرے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کا ذکر کسی دوسرے سے نہیں کرو گے۔"

"اگر ایسا کروں تو؟"

"ہم تمہارے خلاف کوئی طاقت استعمال نہیں کریں گے۔ تم زبردست قوتِ ارادی کے مالک ہو، سانس بھی روک لیتے ہو۔ ہم تمہارے دماغ میں زلزلہ بھی پیدا نہیں کر سکتے۔"

"پھر کس بل بوتے پر مجھے پابند کرنا چاہتے ہو؟"

"ہم تمہارا مذاق اڑانا نہیں چاہتے۔ تم دنیا والوں سے چیخ چیخ کر کہو گے کہ نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہو گئے ہیں۔ کوئی یقین نہیں کرے گا۔ اس لیے کہ ہم تمہاری طرح احمقانہ انداز میں اپنی خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔"

وہ پھر اپنے مخصوص انداز میں ہنسنے لگا۔ اس کے بعد بولا "ذرا سوچو، ذرا عقل سے کام لو۔ دو ہی ٹرانسفارمر مشینیں تھیں اور دونوں کو تم لوگوں نے تباہ کر دیا اور اُسے تباہ کر کے اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری۔ تم کسی سے کہو گے کہ میں جو کوئی بھی ہوں، تمہارے دماغ میں آتا ہوں تو لوگ تم سے سوال کریں گے۔ بھئی کوئی کیسے تمہارے دماغ میں آتا ہے؟ جبکہ تم لوگوں نے خود ہی ٹرانسفارمر مشین کا وجود اس دنیا سے مٹا دیا ہے۔"

"یہ آئندہ کی باتیں ہیں اور آئندہ کوئی بھی بات بالکل ویسی ہی نہیں ہوتی جیسی ہم تم چاہتے ہیں۔ ابھی تم اپنا نام اور جغرافیہ بتاؤ۔"

کوئی بھی میدان جیت لینے کے بعد اتنی خوشی ہوتی ہے کہ آدمی بات بات پر بے اختیار قہقہے لگاتا ہے۔ وہ بھی قہقہہ لگاتے لگا۔ پھر اُس نے کہا "میرا نام سنو گے تو چونک جاؤ گے۔ ویسے میرا کوئی نام نہیں۔ یہ عہدہ ہے۔ میں سپر ماسٹر ہوں۔"

چشم زدن میں سارا معاملہ سمجھ میں آ گیا۔ میں نے کہا "اب سمجھا۔ تم لوگوں نے مجھ سے وہ ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کے بعد ایک اور مشین تیار کروالی تھی۔"

"تم کڑی سے کڑی ملاتے جاؤ گے۔ سیدھی سی بات ہے، ہمارا ملک سپر پاور ہے۔ ہمارے ہاں دولت کی کمی نہیں ہے۔ جب ہم چاند پر راکٹ بھیجتے ہیں اور ستاروں پر کمند ڈالنے کی کوششیں کر رہے ہیں تو ایسی ٹرانسفارمر مشین کی کیا اہمیت ہے۔ ہم درجنوں مشینیں تیار کر سکتے ہیں۔ فی الحال معاملہ یہ ہے کہ ہم نے تم سے جو مشین حاصل کی تھی وہ ابھی تک ہمارے پاس ہے اور اس کی جو نقل ہم نے تیار کی تھی اُسے تم نے تباہ کر دیا۔ تم بھی خوش ہو گئے، ہم بھی خوش ہیں۔"

بے شک اتنا امیر ترین ملک ایک نہیں درجنوں مشینیں تیار کرا سکتا ہے۔ ہم تو صرف اس نقشے کے متعلق سوچ رہے تھے جو سپر ماسٹر کے ملک میں رہ گیا تھا اور جسے حاصل کر کے جلا ڈالنے کے لیے اعلیٰ بی بی اور پارس دوم ابھی تک نیویارک میں تھے۔ ہم اپنے ارادوں میں بری طرح ناکام رہے تھے۔ نقشہ تو اب ایک معمولی سی بات بن گیا تھا۔ وہاں مکمل ٹرانسفارمر مشین تیار ہو چکی تھی اور آئندہ بھی اس کے امکانات تھے۔

اُس نے کہا "سپر ماسٹر ایک بہت بڑا اور بہت ہی خطرناک عہدہ ہے۔ ایک زمانہ تھا جب سپر ماسٹر کا نام سن کر چھوٹے بڑے تمام ممالک دہشت زدہ ہو جایا کرتے تھے کیونکہ اس عہدے پر جو شخص ہوتا تھا وہ بلا کا مکار سیاست دان ہوتا تھا۔ اپنی سیاسی چالبازیوں سے کسی بھی حکومت کا تختہ اُلٹ دیتا تھا۔ جب سے تم نے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنا شروع کیا ہے تب سے سپر ماسٹر کی اہمیت کم ہوتے ہوتے صفر رہ گئی تھی۔ مسٹر فرہاد، تمہیں وہ ماسٹر یوشے تو ضرور یاد ہو گا؟"

"ہاں، مجھے یاد ہے اور میرے قارئین کو بھی یاد ہو گا۔ وہ پہلا سپر ماسٹر تھا جو دشمن بن کر میری زندگی میں آیا تھا۔ میں اُسے اس لیے بھی نہیں بھلا سکا ہوں کہ ان دنوں سونیا اُس کی آلۂ کار تھی اور میری جانی دشمن تھی اور ماسٹر یوشے اس لیے بھی یاد رہے گا کہ وہ ہی ایک ایسا سپر ماسٹر تھا جو ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔"

"ہاں، ماسٹر یوشے، جسے تم نے مار ڈالا تھا۔ تم میرے باپ کے قاتل ہو۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "باپ؟"

"میں ماسٹر یوشے کا بیٹا ہوں۔ آج سے بیس برس پہلے میں

نے قسم کھائی تھی، میں تمہیں کتے کی موت ماروں گا اور تمہارا مقابلہ کرنے کے لیے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کروں گا، تب سے میں نے یہ علم حاصل کرنے کے ہر مرحلے سے گزرتے رہنے کی کوشش کی۔ برسوں تک شمع بینی اور نہ جانے کیا کچھ کرتا رہا لیکن یہ علم حاصل نہ ہو سکا۔ ایک بزرگ نے کہا اپنے اندر انتقامی جذبہ رکھ کر کوئی بھی علم یا ہنر حاصل کرنا چاہو گے تو کبھی کامیابی نہیں ہو گی۔"

وہ ذرا توقف سے بولا "میں بڑی اُلجھن میں تھا۔ اپنے اندر سے انتقامی جذبہ نہیں نکال سکتا تھا بلکہ ہر رات، ہر دن یہ سوچتا تھا کہ کسی طرح تمہاری شہ رگ تک پہنچ جاؤں۔ بہرحال میں نہیں جانتا کہ یہ میری بدنصیبی تھی یا انتقامی جذبہ تھا، جس نے مجھے ٹیلی پیتھی سیکھنے کا موقع نہیں دیا۔"

میں نے کہا "اس کے باوجود تم سیکھ گئے؟"

"لوگ سچ کہتے ہیں۔ جذبہ اگر صادق ہو، ارادے اگر چٹان کی طرح مضبوط ہوں تو انسان کی خواہش ایک دن ضرور پوری ہوتی ہے۔ جب ٹرانسفارمر مشین کا چکر چلا تو میں اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ میدانِ عمل میں آ گیا، خود کو گمنام رکھا لیکن یہ قسم کھالی کہ وہ مشین ضرور حاصل کروں گا۔ چونکہ میں ماسٹر یوشے کا بیٹا ہوں، اس لیے یہاں کے اعلیٰ حکام میری بہت قدر کرتے ہیں۔ مجھے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرتے ہیں۔ انھوں نے وعدہ کیا تھا اگر میں ٹرانسفارمر مشین حاصل کر لوں اور اس کے ذریعے اپنے باپ کی طرح ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لوں تو مجھے سپر ماسٹر بنا دیا جائے گا۔"

"اور تم سپر ماسٹر بن چکے ہو؟"

"دنیا کے لیے سپر ماسٹر ہوں اور تمہارے لیے موت۔"

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا "کب تک مار ڈالنے کا ارادہ ہے؟"

"میں اتنا نادان نہیں ہوں کہ تمہارے لیے ایک اندھی گولی کسی اندھیرے سے پارسل کر دوں اور تم چند سیکنڈ میں تڑپ تڑپ کر ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاؤ۔ نہیں، میں تمہیں زندہ رکھوں گا اور ایسی موت ماروں گا کہ تم لمحہ لمحہ مرتے رہو گے مگر زندہ رہو گے۔ تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی اور تمہاری ناقابلِ شکست سونیا کی زندگی صرف تمہاری حفاظت کرتے کرتے گزرے گی مگر وہ بھی تمہاری حفاظت نہیں کر سکیں گے۔ میں جس عذاب میں تمہیں مبتلا کروں گا اس عذاب سے کوئی تمہیں نکال نہیں سکے گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی میں کہہ چکا ہوں یہ سب آئندہ کی باتیں ہیں اور آئندہ ہر بات اس طرح نہیں ہوتی جس طرح ہم اور تم سوچتے ہیں۔"

"درست کہتے ہو۔ تمہارے مقابلے پر آنے سے پہلے ہی میں نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ مجھے زیادہ خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیے لہٰذا میں آئندہ کی بات نہیں کروں گا۔"

میں نے پوچھا "تم نے میری بیٹی جوجو کو دو ہفتے پہلے پہنچا دیا تھا یعنی اس وقت تک تم ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر چکے تھے پھر دو ہفتے بعد مجھ سے رابطہ کیوں قائم کر رہے ہو؟"

اُس نے جواب دیا "میں اس عرصے میں یہ یقین کرتا رہا کہ واقعی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل ہو چکا ہے اور یہ عارضی نہیں ہے۔ میرے دماغ میں یہ علم مستقل رہے گا۔ دوسری بات یہ کہ تم میرے ملک کے ہر راز سے واقف ہو، تم جس وقت چاہو، پلک جھپکتے ہی یہاں قیامت جیسی تباہیاں لا سکتے ہو۔ میرے ملک کو دیکھتے ہی دیکھتے کنگال بنا سکتے ہو۔ میری قوم کو مٹا سکتے ہو۔ اس لیے میں نے سوچا پہلے اپنے ملک اور اپنی قوم کے بچاؤ کی تدبیر کر لوں۔ تمہیں فرانس کی حکومت سر پر بٹھاتی ہے، وہاں تمہیں ہر طرح کی آسائشیں اور سہولتیں میسر ہیں لہٰذا میں اس عرصے میں اُس حکومت کے اہم رازوں تک پہنچا رہا۔ اور یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ حکومت فرانس کے اعلیٰ حکام آئے دن ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ کے ذریعے تقریریں کرتے ہیں، اخبارات میں اُن کی تصویریں چھپتی ہیں۔ اُن کے دماغوں تک پہنچنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اسی طرح فوجی جنرل اور کرنل بھی ہم سے چھپے نہیں رہ سکتے۔ مختصر یہ کہ میں نے اس ملک کا ایک ایک راز اسی طرح معلوم کیا ہے جس طرح تم ہمارے تمام رازوں سے واقف ہو۔ اگر تم نے ہمیں ایک ذرا سا بھی نقصان پہنچایا تو ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے حکومت فرانس کو دس جگہ سے نقصان پہنچائیں گے اور اس کا الزام تمہارے سر آئے گا۔ کیونکہ یہ نقصان ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو گا اور ٹیلی پیتھی تمہارے تین ساتھی جانتے ہیں۔ ہم تو بالکل نہیں جانتے۔"

یہ کہتے ہی وہ فاتحانہ انداز میں قہقہے لگانے لگا۔ میں ابھی سانس روک کر اسے دماغ سے باہر نکال سکتا تھا لیکن اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ ابھی اُس نے کہا تھا، میرے مقابلے پر آنے سے پہلے اُس نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ کبھی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہے گا لیکن ایسے دو چار ہی لوگ ہوتے ہیں جو بڑی مشکل سے اپنی کمزوریوں پر قابو پاتے ہیں۔ وہ جتنی ڈینگیں مار رہا تھا، اس سے پتا چل رہا تھا کہ بے حد خوش فہمی میں مبتلا ہے اور یہی چیز اُسے ایک دن لے ڈوبے گی۔

میں نے پوچھا "تمہارے باقی چھ ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی یقیناً تمہارے ماتحت ہوں گے؟"

"بے شک، وہ میرے ماتحت ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے تم نے اُن ماتحتوں کے دماغوں میں ٹیلی پیتھی منتقل کرانے سے پہلے کوئی ایسی کمزوری بھی رکھی ہو گی جس

کے باعث وہ تم سے برتر نہیں ہو سکیں گے۔"

"یہ محض تمھارا خیال ہے کیا تم نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کو کسی طرح کمزور بنا کر رکھا ہے تاکہ وہ کسی موقع پر تمھارا مقابلہ نہ کر سکیں؟"

میں نے جواب دیا۔ "رسونتی میری بیوی ہے۔ وہ ہزار اختلافات کے باوجود میری دشمن نہیں بن سکتی۔ ماضی میں اُس نے دشمنوں کے فریب میں آ کر مجھ سے طرح طرح کے اختلافات کیے لیکن پھر میرے پاس چلی آئی۔ اُس نے کبھی مجھے جانی نقصان نہیں پہنچایا۔ دوسرا آرمر ہے وہ انسان کے روپ میں ایک فرشتہ ہے۔ وہ دوست اور دشمن سب سے محبت کرتا ہے۔ پھر بھلا کسی موقع پر مجھے کیسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ تیسری جوجو ہے جس کے متعلق تم اچھی طرح سمجھ چکے ہو۔ سُپر ماسٹر، میرا تمھارا معاملہ الگ الگ ہے۔ تمھارے پاس جو ماتحت ہیں اُن میں کوئی غدار بھی ہو سکتا ہے۔ کوئی کسی موقع پر دھوکا بھی دے سکتا ہے۔ لہٰذا تم نے اس سلسلے میں ضرور کوئی پیش بندی کی ہو گی۔"

اس بار وہ ذرا پریشان ہوا۔ ذرا سنبھل کر بولا۔ "میں سمجھ گیا، تم میرے ماتحتوں میں کمزوریاں تلاش کر کے اُن کے ذریعے مجھ تک پہنچو گے۔ میں نے کہا تا، کہ میں زیادہ خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہوں گا۔ ہو سکتا ہے تم ایک دن مجھ تک پہنچ جاؤ، لیکن اس سے کیا ہوتا ہے، میرے بعد جو سُپر ماسٹر آئے گا وہ بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہو گا، وہ دن بھول جاؤ جب تم ہر سُپر ماسٹر کو صفر بنا دیا کرتے تھے۔ اب ہم برابر کی صلاحیتوں اور قوتوں کے مالک ہیں۔ اس بار دیکھ لینا تمھارا کیا حشر ہوتا ہے۔ آج کے بعد سے تم سسک سسک کر زندگی گزارتے رہو گے اور میں تمھارے پاس آتا جاتا رہوں گا۔ دیٹس آل۔"

وہ چلا گیا۔ اگرچہ ہماری گفتگو دماغ کے اندر سوچ کے ذریعے ہوتی رہی تھی لیکن میں اپنی زبان سے جواب دیتا رہا تھا تاکہ پارس سنتا رہے اور آنے والی نئی مصیبتوں کے متعلق اپنے طور پر رائے قائم کرتا رہے۔ میں نے رسونتی اور آرمر کو جناب شیخ صاحب کے دماغ میں آنے کے لیے کہا۔ پھر تینوں کو ان سات شیطانوں کے متعلق بتایا۔ وہ حیرانی سے سُن رہے تھے۔ جناب شیخ صاحب نے کہا۔ "یہ بہت بُرا ہوا۔ اگر وہ اسی طرح گمنام رہے اور چپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے فرانسیسی حکومت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہے تو تم ٹیلی پیتھی جاننے والے بدنام ہوتے رہو گے۔ میں ابھی یہاں کے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کرتا ہوں اور انھیں صورتِ حال سے آگاہ کرتا ہوں۔"

رسونتی نے پوچھا۔ "ہمارے لیے کیا حکم ہے؟"

"تم تینوں خیال خوانی کے ذریعے ان تمام ممالک کے سربراہوں تک پہنچو جو ہمارے دوست ہیں۔ ان سے کہو، کل صبح کے اخبارات میں جلی حرفوں سے یہ خبر شائع ہونی چاہیے کہ ایک تیسری ٹرانسفارمر مشین موجود ہے اور اس کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والے سات شیاطین جنم لے چکے ہیں جن میں سے ایک سُپر ماسٹر ہے، سُپر ماسٹر کا ذکر خاص طور پر ہونا چاہیے۔"

جناب شیخ صاحب نے بہترین مشورہ دیا تھا۔ وہ گمنام رہ کر خاموشی سے خیال خوانی کے ذریعے ہمارے خلاف ساری دُنیا میں غلط فہمی پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ان کا توڑ یہی تھا کہ ہم پر بدنامی کی آنچ آنے سے پہلے انھیں بے نقاب کیا جائے۔ رسونتی سونیا کے پاس اور آرمر اعلیٰ بی بی کے پاس چلا گیا تاکہ انھیں موجودہ حالات کے متعلق تفصیلات بتائی جا سکیں۔ اس کے بعد وہ دوست ممالک کے سربراہوں کے پاس پہنچنے لگے۔ میں نے جونیئر ماسک مین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ایک بہت ہی بُری خبر ہے۔ میں جو کہہ رہا ہوں اُسے کمپیوٹر کے ذریعے اپنے ماسک مین تک پہنچاؤ۔"

پھر میں نے اسے بھی سُپر ماسٹر اور اس کے چھ ماتحتوں کے متعلق تفصیل سے بتایا جو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر چکے تھے اور اس خطرے سے آگاہ کیا کہ ٹرانسفارمر مشین ان کے پاس موجود ہے اگر ان سات شیطانوں میں سے کوئی ایک کم ہوا تو پھر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو جائے گا۔ اس طرح ماسک مین کا ملک جو دوسری سُپر طاقت کہلاتا ہے وہ سُپر ماسٹر کے ہاتھوں بُری طرح تباہ ہو گا۔ ماسک مین کے ملک کا کوئی راز راز نہیں رہے گا اور اُسے ایک چھوٹے حقیر ملک کی طرح سُپر ماسٹر کے قدموں میں گرنا ہو گا۔

تھوڑی دیر بعد کمپیوٹر کے ذریعے ماسک مین کا جواب ملا۔ "جناب فرہاد صاحب، واقعی آپ نے بہت بُری خبر سنائی ہے۔ اگر ہمارے ملک پر ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم برسائے جاتے تو وہ بھی ہمارے لیے اتنی دہشتناک بات نہ ہوتی۔ کیونکہ ہم طاقت میں سُپر ماسٹر کے ملک سے کسی طرح کم نہیں ہیں لیکن ان کا ٹیلی پیتھی سیکھ لینا ہمارے لیے موت کا پیغام ہے۔ آپ بُرا نہ مانیں، ہمیں آپ کی اطلاع پر شبہ ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ کی اطلاع درست ہوئی تو ہماری بے یقینی خود ہمیں بہت بڑا نقصان پہنچائے گی تاہم آپ سے درخواست ہے کسی طرح ہمیں پختہ یقین دلانے کی کوشش کریں۔"

"مجھے افسوس ہے، میرے پاس یقین دلانے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ سُپر ماسٹر نے یہ طے کر لیا ہے کہ اپنے چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ کبھی ظاہر نہیں ہو گا۔ چپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے اپنے دشمنوں سے نمٹتا رہے گا اور اس طرح سارا الزام مجھ پر اور میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں پر آتا رہے گا۔"

ماسک مین کی طرف سے جواب ملا۔ "کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آپ ہمیں نقصان پہنچانا چاہتے ہوں اور اس سے پہلے ہی پیش بندی کر رہے ہوں کہ کوئی اور بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو گیا ہے، وہ بھی ایک نہیں سات ہیں۔"

"میں جھوٹ کس لیے بولوں گا۔ کس لیے تمھارے ملک کو تباہ کروں گا جبکہ میں برسوں سے تمھارے ایک ایک راز سے واقف ہوں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ دو ہفتے پہلے جوجو اغوا کی گئی تھی، اُسی کے دماغ سے سُپر ماسٹر نے اپنے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل کرائی ہے۔"

ماسک مین نے جواباً پوچھا۔ "ہم کیسے یقین کریں کہ جوجو واقعی اغوا کی گئی تھی۔ آپ نے ہم سے کہا وہ اغوا کی گئی ہے تو ہم نے یقین کر لیا۔ دیکھیے مسٹر فرہاد، بُرا ماننے کی بات نہیں ہے، ہم سب اپنے درمیان بے اعتمادی کی اونچی اونچی دیواریں اُٹھا چکے ہیں۔ اعتماد قائم کرنے کے لیے پہلے ان دیواروں کو گرانا ہو گا۔ ویسے ایک بات اٹل ہے۔ سُپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد تمھیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ایک محاذ بنانا ہو گا، وَرنہ تمھاری پیشانی سے سُپر پاور کا لیبل ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔"

یہ ماسک مین اور دوسرے تمام بڑے ممالک کے لیے لمحۂ فکریہ تھا۔ سُپر ماسٹر یہ علم سیکھنے کے بعد تمام ملکوں کو اپنے پاؤں تلے روندنے والا تھا۔ ویسے سبھی گومگو میں تھے۔ کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ سُپر ماسٹر اتنا خطرناک ہتھیار حاصل کر چکا ہے۔ جب کوئی ملک کبھی کوئی خطرناک ہتھیار ایجاد کرتا ہے تو ساری دُنیا میں اس کی پبلسٹی کرتا ہے تاکہ دشمنوں کے دلوں میں دہشت بیٹھ جائے لیکن سُپر ماسٹر ٹیلی پیتھی جیسا خطرناک ہتھیار حاصل کرنے کے باوجود خاموش تھا۔ اس کا اظہار نہیں کر رہا تھا۔ ماسک مین اور دوسرے ممالک کے سربراہان اس سے اس سلسلے میں پوچھ گچھ کر رہے تھے اور وہ لاعلمی ظاہر کر رہا تھا۔ اُنھیں ہنستے ہوئے جواب دے رہا تھا۔ "ٹیلی پیتھی اور ہم، بھئی کہاں سے یہ علم حاصل ہو سکتا ہے، جبکہ فرہاد نے ہماری ٹرانسفارمر مشین تباہ کر دی۔"

وہ بڑی زبردست چالیں چل رہا تھا۔ اگر وہ خیال خوانی کا مظاہرہ کرتا تو زیادہ سے زیادہ اس کے دشمن خوفزدہ ہو جاتے۔ اُس کے آگے گھٹنے ٹیک دیتے یا پھر اس کے خلاف محاذ بنانے کے لیے ہماری امداد حاصل کرتے۔ آج نہیں تو کل یہ جوڑ توڑ ہونے ہی والا تھا۔ بڑے بڑے ممالک ہمیں اپنی طرف بُلانے والے تھے۔ اس طرح سُپر ماسٹر کے مقاصد پورے نہ ہوتے۔ دوسری طرف وہ چھپ کر خیال خوانی کے ذریعے تمام ممالک کے راز معلوم کرتا رہتا اور اپنے دشمنوں کو چپکے چپکے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے راستے سے ہٹاتا رہتا یا ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتا تو یہ سارا الزام ہم پر آتا۔

دوسرے لفظوں میں اُس کے سب سے بڑے دشمن ہم تھے۔ ہم سُپر پاور تھے۔ وہ سب سے پہلے ہماری ساکھ بگاڑنا چاہتا تھا۔ دُنیا والوں کی نظروں میں ہمیں ناقابلِ اعتبار ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اس نے چیلنج کیا تھا کہ مجھے ایک ہی وقت میں نہیں مارے گا بلکہ زندہ رکھ کر ہر لمحہ مارتا رہے گا۔ اس کی چال کچھ سمجھ میں آ رہی تھی۔ وہ ہمیں تمام ممالک کی نظروں میں گرا کر نہ گھر کا رہنے دیتا نہ گھاٹ کا۔ اس کی پہلی کوشش یہ ہو گی کہ فرانسیسی حکومت ہمیں پناہ نہ دے، ہمیں اپنے ملک سے نکال دے۔ اس کے بعد کوئی دوسرا ملک ہمیں پناہ دیتے ہوئے خوفزدہ رہے کہ جہاں ہمارے قدم جائیں گے وہاں تباہی پھیلے گی اور یہ تباہی چپ چاپ بڑے ہی پُراسرار طریقے سے سُپر ماسٹر پھیلاتا رہتا۔

رسونتی نے کہا۔ "فرہاد! اس ملک میں سات شیطان ہیں اور وہاں میرا پارس تنہا ہے۔ اسے واپس بلا لو۔"

"اس کا مطلب ہے، وہ تمھارے کہنے سے واپس نہیں آ رہا ہے۔"

"میں اس کی ماں ہوں۔ بھلا وہ میری بات کیسے ٹال سکتا ہے لیکن ایسے دلائل پیش کرتا ہے کہ میں خاموش ہو جاتی ہوں۔"

"میں بھی تو سُنوں کیسے دلائل پیش کرتا ہے۔"

"کیا تم پارس کے پاس جا کر خود اس سے باتیں نہیں کر سکتے؟"

"اچھا جا رہا ہوں۔ تم بھی آؤ۔"

ہم دونوں خیال خوانی کے ذریعے پارس دوم کے پاس جانا چاہتے تھے۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اُٹھا کر کہا۔ "ہیلو، کون ہے؟"

"پاپا! میں آپ کا بیٹا پارس اوّل بول رہا ہوں۔"

"کیا بات ہے بیٹے؟"

"کیا جوجو گھر واپس آ گئی ہے؟"

"نہیں تو۔ بھئی وہ تمھارے ساتھ گئی تھی، بات کیا ہے؟"

"ہم پندرہ منٹ پہلے ایک ساتھ تھے۔ ایفل ٹاور کے قریب اوپن ریسٹورنٹ میں پہنچ کر اُس نے کہا، آئس کریم کھائے گی اور میں کافی پینا چاہتا تھا۔ لہٰذا سیلف سروس کے طور پر یہ چیزیں لانے کے لیے اندر گیا۔ وہاں مجھے کیو میں رہ کر انتظار کرنا پڑا۔ جب یہ چیزیں لے کر باہر آیا تو وہ اپنی میز پر نہیں تھی۔ میں نے دور دور تک نظریں دوڑائیں کبھی فٹ پاتھ پر آ کر دیکھا، کبھی ریستوران کے اندر گیا لیکن وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہی ہے۔"

"تم وہیں رہو، میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور جوجو کے دماغ میں پہنچا۔ پہلے تو اس نے سانس روکی۔ پھر پوچھا۔ "پیارے پیارے انکل! کیا آپ ہیں؟"

"نہیں بیٹی، میں تمھارا پاپا ہوں۔"

"کیا بات ہے پاپا؟"

"تم جس کے ساتھ بیٹھی ہو، اس کی طرف دیکھو۔"

اُس نے میری ہدایت کے مطابق دیکھا تو پارس اس کے ساتھ بیٹھا ہوا کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ فوراً بات سمجھ میں آگئی۔ میں نے کہا "بیٹی، تمھیں دھوکا ہو رہا ہے، یہ تمھارا پارس اوّل نہیں ہے یہ ڈمی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "آپ کیسی باتیں کررہے ہیں۔ میں اپنے پارس کے ساتھ آپ کے گھر سے چل کر یہاں آئی ہوں اور آپ اپنے بیٹے کو ڈمی کہہ رہے ہیں۔"

"بیٹی، تمھیں چکّر دیا گیا ہے۔ جس وقت پارس ریسٹورنٹ میں سیلف سروس کے لیے اندر گیا تو اس کے بعد کیا ہوا مجھے بتاؤ۔"

"اور کیا ہونا تھا۔ پارس اندر سے خالی ہاتھ آیا۔ اُس نے کہا یہاں میری پسند کی جیلی آئس کریم نہیں ہے۔ کسی بڑے سے آئس کریم بار میں کھائیں گے۔"

"بیٹی! اُس نے تم سے جھوٹ کہا ہے۔ وہاں تمھاری پسند کی جیلی آئس کریم ہے۔ پارس تمھارے لیے آئس کریم اور اپنے لیے کافی لایا تھا مگر تم ڈمی کے ساتھ جا چکی تھیں۔"

وہ ہنسنے لگی پھر ڈمی پارس سے بولی "تم نے کچھ سُنا۔ پاپا کیا کہہ رہے ہیں؟"

وہ بولا "اچھا تو ہمارے پاپا ہمارے درمیان موجود ہیں۔ ذرا میں بھی سُنوں، وہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

جوجو نے اُسے میری تمام باتیں بتائیں۔ وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "پاپا بوڑھے ہو گئے ہیں۔ اس سبب کا کیا علاج ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو ڈمی کہہ رہے ہیں۔"

یہ کہہ کر اُس نے قہقہہ لگایا۔ جوجو بھی اُس کے ساتھ ہنسنے لگی۔ میں نے کہا "جوجو! اگر یہ ڈمی نہیں ہے تو اس سے کہو۔ مجھے اپنے دماغ میں آنے دے۔"

جوجو نے کہا "پارس! تم اپنے پاپا کو دماغ میں آنے دو۔"

"اوہ شیور، موسٹ ویلکم۔ پاپا تشریف لائیے۔"

میں نے اُس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اُس نے سانس روک لی۔ میں نے دوبارہ کوشش کی، اُس نے دوبارہ سانس روک لی پھر جوجو سے بولا "واہ، کمال ہے، میں پاپا کا انتظار کر رہا ہوں مگر وہ میرے دماغ میں نہیں آرہے ہیں۔"

میں نے جوجو سے کہا "یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ میں دماغ میں جانا چاہتا ہوں، یہ سانس روک لیتا ہے۔"

جوجو نے کہا "پارس کیا بات ہے، پاپا کہتے ہیں، وہ تمھارے پاس آنا چاہتے ہیں، تم سانس روک لیتے ہو۔"

"ڈمی نے کہا "واہ۔ یہ سفید جھوٹ ہے۔ بلکہ یہ ہمارے پاپا نہیں ہیں۔ جوجو ہمیں دشمنوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ یہ کوئی دشمن ہے جو پاپا بن کر تمھارے پاس آرہا ہے اور یہ تاثر دے رہا ہے کہ میں [illegible] اپنے پاس آنے نہیں دیتا ہوں۔ ذرا تم ہی عقل سے سوچو۔ کہ وہ میرے باپ ہیں۔ بھلا میں کیوں دماغ میں نہیں آنے دوں گا۔"

جوجو نے کہا "اے مسٹر تم کون ہو؟ کیوں پاپا بن کر میرے دماغ میں آرہے ہو۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے سانس روک لی۔ میں نے دوسری بار اُس کے دماغ میں جانے کی کوشش کی تو اُس نے پھر سانس روک لی۔ تیسری بار بھی اُس نے یہی کیا۔ میں نے اپنے پارس سے کہا "اس کے ساتھ ڈمی کا چکّر چل گیا ہے۔ تم یہیں انتظار کرو۔ میں ابھی رابطہ قائم کروں گا۔"

فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ میں نے ریسیور اُٹھا کر کہا "ہیلو کون ہے؟"

کسی اجنبی نے کہا "فرہاد! تم نے کوشش کرلی۔ کیا جوجو کو پارس کے پاس سے واپس لا سکتے ہو؟"

"کون ہو تم؟"

"سپر ماسٹر کا ایک ادنیٰ خادم ہوں اور تمھارے خیال کے مطابق دوسرا شیطان۔"

"تم ایسی حرکتیں کیوں کررہے ہو؟"

"آخر شیطان ٹھہرا، اُلٹی سیدھی حرکتیں کرتا ہی رہوں گا۔"

"میں نہیں مانتا۔ کسی خاص مقصد کے تحت جوجو کو دو پارس کے درمیان اُلجھایا جا رہا ہے۔"

"تم تو سمجھانے سے پہلے ہی سمجھ لیتے ہو۔ پھر پوچھتے کیوں ہو؟"

"میں پوچھ رہا ہوں، اس کا مقصد کیا ہے؟"

"بھئی پچھلے دنوں ہم نے جوجو اور ڈمی پارس کو اپنے مقصد کے لیے اغوا کیا تھا۔ اس عرصے میں ڈمی پارس جوجو سے متاثر ہو گیا ہے اُس سے محبت کرنے لگا ہے۔ اُس کے ساتھ وقت گزارنا چاہتا ہے۔ وہ ڈمی ہمارے بہت کام کی چیز ہے پھر ہم اس کی خواہش کیسے پوری نہ کریں۔"

میں نے غصّے سے تلملا کر کہا "وہ میری بہو ہے۔ اگر ڈمی نے اُسے کبھی میلی نیّت سے ہاتھ لگایا تو میں اُس کے ساتھ تمھیں بھی خاک میں ملا دوں گا۔"

"جب جی چاہے خاک میں ملا دینا۔ فی الحال اپنے بیٹے سے کہو، وہ اپنی عزّت کی حفاظت کرے ورنہ ڈمی کو جب بھی موقع ملے گا وہ اُسے اُڑا لے جائے گا۔"

"شیطان کے بچّے، تمھارا سپر ماسٹر جوجو کو بیٹی کہتا ہے۔ اُس کا احسان مانتا ہے کہ اُس کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم اسے حاصل ہوا اور تم اس کی عزّت کو خطرے میں ڈال رہے ہو۔"

"سپر ماسٹر نے جوجو کو بیٹی کہا ہے۔ میں نے تو نہیں کہا۔ کیا یہ بات اب تک تمھاری سمجھ میں نہیں آئی۔ میں ایسے مواقع پیدا کر رہا ہوں کہ پارس جنون میں مبتلا ہو کر ڈمی سے ٹکرا جائے۔"

"تعجب ہے، کیا تم لوگوں کو یہ خوش فہمی ہے کہ وہ ڈمی میرے بیٹے کے مقابلے پر ایک لمحے کے لیے بھی ٹھہر سکے گا۔"

"کیوں نہیں، کیا تم بھول گئے کہ تمھارے ہی بیٹے پارس اوّل کے دماغ سے تمام صلاحیتیں اُس ڈمی کے دماغ میں منتقل کی گئی ہیں۔ وہ تمھارے بیٹے کے ایک ایک داؤ پیچ اور اُن کے توڑ جانتا ہے۔"

"بے شک یہ دماغی صلاحیتیں تھیں اور ڈمی کے دماغ میں منتقل کردی گئیں۔ لیکن ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جسمانی صلاحیتیں منتقل نہیں ہوتیں۔ ماسٹر دانشورودکی نے میرے دونوں بیٹوں کو جسمانی طور پر فولاد بنا دیا ہے۔ تم کہتے ہو۔ ڈمی پارس تمھارے بہت کام کا آدمی ہے۔ پھر اُس کام کے آدمی کو اپاہج کیوں بنانا چاہتے ہو؟"

اُس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "اُس وقت سے ڈرو جب تمھارے بیٹے کا ٹکراؤ ڈمی سے ہوگا۔ ابھی میں نہیں بتاؤں گا کہ ڈمی اُسے کس طرح اپاہج بنائے گا۔ یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ فی الحال اپنے بیٹے کو سمجھاؤ، ڈمی کے پیچھے نہ جائے۔ ٹھیک دس بجے جوجو اسی ریستوران کی اسی میز پر پہنچا دی جائے گی۔"

اُس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے ہیلو ہیلو کہہ کر دو تین بار کریڈل کو کھٹکھٹایا پھر ریسیور رکھ دیا۔ رسونتی نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے، یہ کیا چکّر چل پڑا ہے۔ تم کہتے ہو، وہ لوگ خیال خوانی جانتے ہیں۔ اُس ٹیلیفون کرنے والے کے بیان کے مطابق وہ دوسرا شیطان ہے۔ لیکن وہ خیال خوانی کے ذریعے تمھارے دماغ میں نہیں آرہا تھا۔ ٹیلی فون سے باتیں کر رہا تھا۔"

"رسونتی! وہ لوگ بہت ہوشیار ہیں۔ یقیناً میرے دماغ میں سپر ماسٹر یا وہ دوسرا شیطان آیا ہوگا۔ چونکہ تم میرے دماغ میں مسلسل موجود ہو لہٰذا اس کی آمد کا پتا نہیں چل سکا۔ میں نے سانس نہیں روکی تو اُس نے سمجھ لیا ہوگا کہ تم یا آرمر موجود ہو۔ لہٰذا انھوں نے مجھے مخاطب نہیں کیا۔ سپر ماسٹر نے اپنے اس ماتحت کو جو ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور جو اس وقت پیرس میں ہے اُسے خیال خوانی کے ذریعے ہدایت کی ہوگی کہ مجھ سے ٹیلی فون کے ذریعے بات کرے اور اُس نے یہی کیا تھا۔"

"اِس وقت سات بجے ہیں اور جوجو رات دس بجے سے پہلے پارس کے پاس واپس نہیں آئے گی۔ تم اس چکّر میں میرے بیٹے کے پاس نہیں جا سکو گے۔"

"تمھارا بیٹا کہیں بھاگا نہیں جا رہا ہے۔ میں اُس سے دس بجے کے بعد رابطہ قائم کروں گا۔ تم جاؤ۔"

"میں جا کر اُسے سمجھاتی ہوں۔ وہ اپنی رہائش گاہ سے باہر نہ نکلے اگر اُن سات شیطانوں میں سے کسی نے پہچان لیا تو وہ مصیبتوں میں پھنس جائے گا۔"

"تم اُسے سمجھا بھی دو اور ہو سکے تو نیو پارک جا کر اُس کے گلے میں تعویذ باندھ دو۔ کسی مزار پر جا کر منّت مان لو کہ تمھارا بیٹا ان سات شیطانوں کی نظروں میں نہ آئے۔ تم جو کر سکتی ہو کرو، مگر یہاں سے چلی جاؤ۔"

وہ چلی گئی، میں نے پارس اوّل کے پاس آکر کہا "بیٹے یہ سارا چکّر سپر ماسٹر نے چلایا ہے۔ اُس کا دوسرا شیطان کہتا ہے کہ ڈمی بھی جوجو کو پسند کرنے لگا ہے۔ اُس کے ساتھ وقت گزارنا چاہتا ہے لہٰذا اُسے موقع دیا جا رہا ہے۔ اس طرح وہ تمھاری غیرت کو للکارنا چاہتے ہیں تاکہ تم جنون میں مبتلا ہو کر ڈمی سے ٹکرا جاؤ۔"

"لیکن ڈمی کا بچّہ ہے کہاں؟ آپ کچھ نشاندہی کریں، میں اُس سے نمٹ لوں گا۔"

"دوسرے شیطان کی باتوں سے پتا چلتا ہے، انھوں نے ڈمی کو بڑی اچھی طرح تیار کیا ہے۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے تمھارے دماغ کی تمام صلاحیتیں اُس کے دماغ میں منتقل کی ہیں وہ تمھارے ہر داؤ پیچ کو اور اُس کے توڑ کو سمجھتا ہے۔ انھوں نے کچھ ایسا منصوبہ بنایا ہے کہ کسی طرح تم دونوں کا ٹکراؤ ہو اور اس ٹکراؤ میں خدا نہ کرے، تم اپاہج بن جاؤ۔ بیٹے میں مشورہ دیتا ہوں، جوش اور جذبات میں نہ آنا۔ سہولت سے کام لو۔ اُس کی چالوں کو سمجھتے ہوئے ڈمی تک پہنچو۔"

"یعنی میں ابھی اُس ڈمی کو تلاش نہ کروں۔ اس ریستوران میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہوں اور دس بجے تک جوجو کی واپسی کا انتظار کرتا رہوں؟"

"کبھی ایسا وقت بھی آتا ہے کہ بڑے بڑے شہ زوروں کو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر چُپ چاپ بیٹھے رہنا پڑتا ہے۔ تمھی بتاؤ، میں کیا کر سکتا ہوں؟ جوجو مجھے اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتی۔ میں یہ معلوم نہیں کر سکتا کہ وہ ڈمی کے ساتھ کہاں جا رہی ہے۔ میں یہاں کے پولیس والوں سے کب تک ایسی خدمات لیتا رہوں کہ جوجو بار بار غائب ہوتی رہے اور وہ بار بار اُسے تلاش کرتے رہیں۔ یہ ہمارا مسئلہ ہے۔ ہمیں اس سے نمٹنا چاہیے۔"

پارس کار ڈرائیو کر رہا تھا اور مختلف ہوٹلوں اور کلبوں میں جا کر اُسے تلاش کر رہا تھا۔ میں نے انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سے کہا "آپ لوگوں کو بار بار زحمت دے رہا ہوں مگر مجبوری ہے۔ یہ میری بہو کی عزّت کا سوال ہے۔ ایک ڈمی پارس اُسے کہیں لے کر اسی شہر میں گھوم رہا ہے۔ وہ کسی ریستوران، کلب یا تھیٹر وغیرہ میں پایا جا سکتا ہے۔ پلیز، آپ اپنے ذرائع استعمال کر کے کسی طرح جوجو کو ڈھونڈ نکالیں۔ اُس کے ساتھ جو بھی پارس ہو اُسے حراست میں لے لیں۔"

"میں ابھی احکامات صادر کرتا ہوں۔"

"ایک بات کا خاص خیال رکھیں۔ جوجو کی تلاش میں جن سراغرسانوں کو بھیج رہے ہیں، وہ یوگا کے ماہر ہوں تو بہتر ہے، اور اگر نہ ہوں تو اُن سے کہیں کہ گونگے بہرے بن کر جوجو کو تلاش کریں اور کسی بھی پارس کے سامنے زبان نہ کھولیں۔"

ڈائریکٹر جنرل نے اپنے ماتحت کو حکم دیا: "اپنے تمام پرائیویٹ سراغرسانوں کو جوجو کی تلاش میں روانہ کر دو اور انھیں خاص طور پر یہ ہدایت کر دو کہ وہ کسی بھی پارس کے سامنے اپنی زبان نہ کھولیں، بلکہ گونگے اور بہرے بن کر رہیں۔"

اُس کا ماتحت ٹیلی فون اور ٹرانسمیٹر کے ذریعے تمام سراغرسانوں کو یہ ہدایات پہنچانے لگا، تقریباً نو بجے فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسیور اٹھایا تو انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل نے کہا: "جناب، ہم نے پارس کو گرفتار کر لیا ہے۔ یہ کہتا ہے، اصلی پارس ہے اور آپ کا بیٹا ہے۔ آپ تصدیق کر لیں۔"

دوسرے ہی لمحے فون پر پارس اوّل کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا: "پاپا! یہ کیا ہو رہا ہے، جسے گرفتار کرنا چاہیے وہ آزاد گھوم رہا ہے اور مجھے یہاں پکڑ کر لایا گیا ہے۔"

"مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔ میں تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔"

اُس نے اپنے دماغ کے دروازے کھول دیے، پھر میں نے ڈائریکٹر جنرل سے کہا: "یہ میرا اپنا بیٹا ہے۔ میں نے آپ سے کہا تھا جو پارس جوجو کے ساتھ دیکھا جائے اُسے گرفتار کیا جائے۔"

ڈائریکٹر جنرل نے اپنے ماتحتوں کو ڈانٹتے ہوئے کہا: "احکامات کو غور سے سنو اور اسی کے مطابق عمل کرو۔ جو پارس جوجو کے ساتھ دیکھا جائے، اُسے حراست میں لو۔ یہ ہمارا اصلی پارس بابا ہے۔"

پارس کو رہا کر دیا گیا۔ وہ پھر اپنی کار میں بیٹھ کر جوجو کی تلاش میں نکل پڑا۔ اس ملک کے سراغرساں بہت ہی ذہین اور تجربہ کار تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر وہ جوجو کو تلاش کرنے میں کیوں ناکام ہو رہے ہیں۔ پارس بھی ناکام ہو رہا تھا۔ آخر تھک ہار کر وہ دس بج کر دس منٹ پر جب اُسی ریستوران میں پہنچا جہاں جوجو اُس سے بچھڑ گئی تھی تو اُس نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی، وہ اُسی میز کے پاس کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا اُس کے پاس پہنچا۔ پھر ایک کرسی کھینچ کر اُس پر بیٹھتے ہوئے بولا: "تم کہاں چلی گئی تھیں؟"

وہ حیرانی سے بولی: "یہ کیسا سوال کر رہے ہو، میں تو تمھارے ساتھ تھی۔ تم ابھی یہ کہہ کر گئے تھے کہ گاڑی کو ایک جگہ پارک کر کے آ رہے ہو۔"

"میں تمھاری تلاش میں کسی ایک جگہ گاڑی کو پارک نہ کر سکا۔ سات بجے سے اس وقت تک تمھیں تلاش کرتا پھر رہا ہوں۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ ہم پاپا کے گھر سے نکل کر ایک ساتھ گھومتے پھرتے رہے ہیں۔ کتنا مزہ آتا رہا۔ سرکس میں وہ جوکر کتنا ہنساتا رہا۔ کیا یہ سب کچھ بھول گئے اور اب آ کر مجھے ڈانٹ رہے ہو۔"

وہ کہتے کہتے رُک گئی۔ پھر منہ پر ہاتھ رکھ کر حیرانی سے پارس کو دیکھتے ہوئے بولی: "اوہ! میں تو بھول ہی گئی تھی۔ تم نے مجھے پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ ہمارے دشمن تمھارے دماغ کو بہکا رہے ہیں۔ کبھی کبھی تمھارے دماغ سے چند منٹ پہلے کی باتیں بھلا دیتے ہیں۔ شاید وہ دشمن یہی کر رہے ہیں، آگ لگے ایسے دشمنوں کو۔ ذرا میں اُن کی آواز سن لوں تو اُن کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کر دوں گی۔"

پارس نے کہا: "اچھا، تو اُس ڈمی کے بچے نے تمھیں پہلے سے ہی یہ سمجھا دیا ہے کہ میرا دماغ اُلٹ سکتا ہے، میں باتیں بھول سکتا ہوں۔ وہ کم بخت خوب چکر چلا رہا ہے۔"

جوجو نے اُس کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے کہا: "پارس خاموش ہو جاؤ۔ میں پاپا سے کہوں گی، وہ تمھارے دماغ میں آ کر اس دشمن کو وہاں سے نکال دیں، پھر تمھیں سب کچھ یاد آ جائے گا۔"

پارس نے کہا: "تم یہ بتاؤ، کیا اُس ڈمی نے تمھارا ہاتھ پکڑا تھا؟"

"تم خواہ مخواہ ڈمی کہے جا رہے ہو جبکہ تم میرے ساتھ تھے۔"

"چلو، میں ہی تمھارے ساتھ تھا مجھے کچھ نہیں یاد آ رہا ہے۔ یہ بتاؤ، کیا میں نے تمھارا ہاتھ پکڑا تھا؟"

"ہاں، تم نے ہاتھ پکڑا تھا۔"

"کیا میں نے تمھیں سینے سے لگایا تھا؟"

"توبہ، توبہ، کیسی گندی باتیں کر رہے ہو، ایسا تو گندے بچے کرتے ہیں۔ اگر تم ایسا کرتے تو میں تم سے دور بھاگ جاتی پھر کبھی تم سے بات نہ کرتی۔"

پارس نے اطمینان کی سانس لی کہ اُس کی معصومیت کو ٹھیس نہیں پہنچی تھی، لیکن ڈمی کا وجود تشویشناک تھا۔ آج ایسا نہیں ہوا، آئندہ ہو سکتا تھا، لہٰذا اب ڈمی تک پہنچنا بہت ضروری ہو گیا تھا۔

اُس نے جوجو کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا: "چلو، ہم گھر چلیں گے۔"

وہ دونوں اُٹھ گئے۔ وہاں سے چلتے ہوئے کار کی طرف آنے لگے تو انٹیلی جنس والوں نے راستہ روک لیا۔ اُن کے ساتھ کچھ مسلح سپاہی بھی تھے۔ ایک سراغرساں نے پارس کو ریوالور دکھاتے ہوئے ایک کاغذ کی پرچی بڑھائی۔ پارس نے اُسے لے کر دیکھا۔ پرچی پر لکھا تھا: "تم زیرِ حراست ہو۔ ہم سے زبان کھلوانے کی ناکام کوشش نہ کرنا۔ ہم جانتے ہیں تمھارے پیچھے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن چھپے ہوئے ہیں، لہٰذا چپ چاپ ہمارے ساتھ چلو۔"

پارس نے وہ پرچی پڑھ کر بے بسی سے اُس سراغرساں کو اور دوسرے سپاہیوں کو دیکھا، پھر کہا: "مسٹر! اب سے ایک گھنٹا پہلے بھی مجھے ہی حراست میں لیا گیا تھا، تمھارے ڈائریکٹر جنرل کے پاس پہنچایا گیا تھا پھر میرے پاپا نے تصدیق کی، میں اصلی پارس ہوں۔"

اُس کے ساتھ کھڑے ہوئے دوسرے سراغرساں نے پرچی پر کچھ لکھا، پھر اُسے پارس کی طرف بڑھا دیا۔ اُس میں لکھا ہوا تھا: "اگر تم اصلی پارس ہو تب بھی ہم تصدیق کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ کم آن۔"

پارس نے ایک گہری سانس لی۔ پھر جوجو سے کہا: "اُف، پتا نہیں تمھاری نادانیاں کیا کیا گُل کھلائیں گی۔"

ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اُٹھا کر سنا۔ ڈائریکٹر جنرل کہہ رہا تھا: "مسٹر فرہاد! ہم نے جوجو کے ساتھ پارس کو پکڑ لیا ہے۔ یقیناً یہ ڈمی ہے لیکن اصل ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ آپ اُس کے دماغ میں پہنچ کر تصدیق کر لیں۔"

تھوڑی دیر بعد پارس کی آواز ریسیور پر سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا: "پاپا! یہ کیا مصیبت ہے۔ مجھے دوبارہ پکڑ لیا گیا ہے۔ میں دماغ کے دروازے کھول چکا ہوں، آپ تشریف لے آئیں۔"

میں نے اُس کے دماغ میں پہنچ کر اُس کے خیالات پڑھے، پھر ڈائریکٹر جنرل سے کہا: "آپ کو پھر غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ میرا اصلی بیٹا ہے۔"

ڈائریکٹر جنرل نے کہا: "کمال ہے صاحب! تھوڑی دیر پہلے آپ نے اُس پارس کو اصلی کہا تھا۔ اب یہ جو جوجو کے ساتھ پکڑا گیا ہے۔ . ."

میں نے اُس کی بات کاٹ کر کہا: "جوجو کے ساتھ گھومنے والا پارس تھوڑی دیر پہلے فرار ہو چکا ہے۔ بہرحال، آپ کا شکریہ، ہمیں جوجو مل گئی۔ آپ اپنے آدمیوں کی نگرانی میں انھیں اُن کے کاٹیج تک پہنچا دیں۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ پارس اور جوجو اُس جھیل کے کنارے اپنے کاٹیج میں رہنے لگے تھے۔ میں چاہتا تھا، دونوں کو زیادہ سے زیادہ تنہائی میسر ہو اور وہ ایک دوسرے سے گھلتے ملتے رہیں تو شاید جوجو ازدواجی وظیفہ ادا کرنے کی طرف مائل ہو جائے۔

میں نے اچانک سانس روک لی پھر آہستہ آہستہ سانس لینے لگا مجھے سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی: "ہیلو فرہاد! یہ چکر کیسا رہا؟"

میں نے کہا: "اس بار وہ ڈمی جوجو کے قریب آئے گا تو بے موت مارا جائے گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "میں تمھاری ہی بات دُہرا رہا ہوں۔ یہ سب آئندہ کی باتیں ہیں اور آئندہ اس طرح نہیں ہوتا جس طرح ہم اور تم سوچتے ہیں۔ میں تم سے کہنے آیا ہوں، یہ ایک معمولی سا نمونہ ہے۔ آج ڈمی نے جوجو کو ہاتھ نہیں لگایا ہے لیکن کل اس کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔"

"تم کس قدر ذلیل اور کمینے ہو۔ جوجو کو بیٹی کہتے ہو اور اُسے ڈمی پارس سے ملوّث کرنا چاہتے ہو؟"

"جوجو ابھی کنواری ہے۔ صرف نکاح پڑھانے سے کیا ہوتا ہے۔ وہ اگر ڈمی سے متاثر ہو جائے گی اور اُس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا چاہے گی تو یہ میرا فرض ہے کہ میں ایک بزرگ کی حیثیت سے اپنی بیٹی کو ڈمی پارس سے منسوب کر دوں۔ اس پر تم اعتراض کرنے والے کون ہوتے ہو؟"

"کیا تم یہی دھمکی دینے آئے ہو؟"

"نہیں، میں تمھیں یہ بتانے آیا ہوں کہ اس ملک کے ایک اہم افسر کے دماغ میں پہنچ چکا ہوں۔ جس وقت تم انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سے درخواست کر رہے تھے کہ جوجو کو تلاش کیا جائے اور اُس کے ساتھ پائے جانے والے پارس کو حراست میں لیا جائے تو میں اُس کے دماغ میں موجود تھا۔ جب ڈائریکٹر جنرل نے اپنے ماتحت کو حکم دیا تو میں ماتحت کے پاس موجود تھا، اور جب ماتحت نے سراغرسانوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ جوجو کے ساتھ پائے جانے والے پارس کے سامنے گونگے اور بہرے بن جائیں تو اُن سب نے یہی کرنے کا وعدہ کیا اور جب زبان سے وعدہ کیا تو میں اُن سب کے دماغوں میں پہنچتا چلا گیا۔ یہ تم جانتے ہو کہ میں تنہا نہیں ہوں۔ میرے ساتھ اور بھی شیطان ہیں۔ لہٰذا اتنے سارے سراغرسانوں کے دماغوں میں وہ بھی پہنچتے رہے ہیں اور انھیں جوجو کی تلاش سے بھٹکاتے رہے ہیں۔ انھوں نے کسی بھی سراغرساں کو اس سرکس کی طرف جانے نہیں دیا جہاں جوجو ڈمی کے ساتھ گئی تھی۔"

"کیا تمھاری بات ختم ہو گئی؟"

"نہیں، ایک بات اور۔ جوجو تمھارے گلے کی ہڈی بن گئی ہے۔ نہ تم اُسے نگل سکتے ہو، نہ اُگل سکتے ہو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمھارا بیٹا پارس ڈمی سے نہ ٹکرائے اور اپاہج نہ بنے تو ایک تیسرا راستہ بھی ہے جوجو کو بابا صاحب کے ادارے میں بھیج دو۔ وہ وہاں محفوظ رہے گی اور ڈمی پارس کبھی وہاں تک پہنچ نہیں سکے گا۔"

دشمن کتنا بہترین مشورہ دے رہا تھا۔ جوجو بابا صاحب کے ادارے میں پناہ لیتی تو ڈمی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا تھا اس طرح ہمیں اُس کی طرف سے آئندہ کوئی پریشانی نہ ہوتی۔ میں نے کہا: "سپر ماسٹر، کیا تم مجھے جوجو کی طرح نادان سمجھتے ہو۔ تم اُسے ادارے میں پہنچانا چاہتے ہو تاکہ اُس کے ذریعے وہاں کی ایک ایک بات سے واقف ہو سکو۔"

"اس کے لیے جوجو ضروری نہیں ہے۔ تمھارے بابا صاحب کے ادارے میں ایسے طلبہ و طالبات ہیں جو نہ تو یوگا کے ماہر ہیں اور نہ ہی اُن کے دماغ حساس ہیں۔ میں ایسے طلبہ و طالبات کے دماغوں تک پہنچ رہا ہوں۔ ایک دن بہت اہم انکشافات کروں گا۔ فی الحال رات زیادہ ہو گئی ہے۔ تمھاری بہو اور بیٹا اپنے کاٹیج میں پہنچ جائیں گے۔ تم بھی آرام سے سو جاؤ۔ سو فار۔"

وہ مجھے آرام سے سونے کا مشورہ دے کر چلا گیا لیکن میری نیند اُڑا گیا۔ ہو سکتا ہے اُس نے جھوٹ کہا ہو۔ لیکن یہ سچ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے ادارے کے طلبہ و طالبات تک پہنچ رہا ہے اور اُن کے ذریعے ادارے کے اہم رازوں تک بھی پہنچتا چلا جائے گا۔ میں نے جناب شیخ صاحب کو مخاطب کیا اور اپنی پریشانی ظاہر کی۔ انھوں نے کہا: "تم ابھی اس مسئلے پر پریشان ہو رہے ہو۔ میں تو اُسی وقت سمجھ گیا تھا جب تم نے بتایا تھا کہ سپر ماسٹر اور اُس کے چند ماتحتوں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لیا ہے۔ میں نے اُسی دن ادارے کے ایسے افراد کی فہرست بنائی جو نہ تو یوگا کے ماہر ہیں اور نہ ہی جن کے دماغ حساس ہیں۔ ایسے ایک سو چالیس افراد کی فہرست تیار ہوئی۔ اُن میں جو بہت زیادہ اہم تھے میں نے انھیں ادارے میں روک لیا تاکہ اُن پر تنویمی عمل کر کے اُن کے دماغ کو حساس بنایا جائے۔ باقی تمام لوگوں کو ادارے سے باہر جانے کا حکم دیا۔ باہر اُن کی رہائش کا معقول انتظام کر دیا گیا ہے اور جن لوگوں کو ادارے میں روکا گیا ہے اُن پر تنویمی عمل ہو چکا ہے۔ تمھیں اس سلسلے میں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ جاؤ آرام سے سو جاؤ۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ پھر میں نے سراغرساں کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ جوجو اور پارس کو اپنی نگرانی میں کاٹیج تک لے گیا تھا۔ پتا چلا، وہ دونوں خیریت سے وہاں پہنچ گئے ہیں اور اُس کاٹیج کے چاروں طرف سخت پہرا لگا دیا گیا ہے۔ میں فی الحال اُن کی طرف سے مطمئن ہو گیا لیکن میرے نصیب میں نیند نہیں تھی۔ سونتی نے کہا تھا: میں پارس ودم سے رابطہ قائم کروں۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو وہ ناراض ہو جاتی۔ لہٰذا اُس کی ناراضگی سے بچنے کے لیے میں پارس ودم کے پاس پہنچ گیا۔

پتھر کو دانتوں سے چبایا نہیں جا سکتا، دانت ٹوٹ جاتے ہیں۔ سوئٹی بھی ہزار کوششوں کے باوجود پارس ودم جیسے پتھر کو تر نوالہ نہ بنا سکی۔ وہ دولت مند باپ کی مغرور بیٹی تھی۔ بہت ضدی تھی۔ پارس نے اُسے بُری طرح متاثر کیا تھا۔ وہ بھی اسے متاثر کرنا چاہتی تھی لیکن اس کا کوئی طریقہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

ایک روز اس نے فون پر پارس کو مخاطب کیا: "ہیلو علی مراد، میں تمھارے پاس ایک وڈیو فلم بھیج رہی ہوں۔ اسے ضرور دیکھنا۔"

پارس وہاں علی مراد کے نام سے آیا تھا۔ اس نے کہا: "میرے پاس اتنا وقت ہے اور نہ ہی مجھے فلموں سے کوئی دلچسپی ہے۔"

"میری خاطر اس فلم کو ضرور دیکھ لینا۔"

اُس نے پیچھا چھڑانے کے لیے کہا: "اچھی بات ہے، میں دیکھ لوں گا۔"

ایک گھنٹے بعد سوئٹی کے ملازم نے وہ فلم اُس کے پاس پہنچا دی۔ اُس نے فلم لے لی اور ایک طرف پھینک کر بھول گیا۔ اس رات سوئٹی نے پھر فون کیا اور پوچھا: "فلم کیسی تھی؟"

پارس نے جواب دیا: "بہت اچھی فلم تھی۔ ایسی عمدہ فلمیں اپنے ماں باپ اور بھائی بہنوں کے ساتھ بیٹھ کر دیکھنی چاہئیں۔"

وہ بگڑ کر بولی: "یہ کیا بکواس کر رہے ہو۔ کیا واقعی تم نے فلم دیکھ لی ہے؟"

وہ گڑبڑا کر بولا: "دراصل بات یہ ہے کہ مجھے وقت نہیں ملا۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، مجھے فلموں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"کیا تم میری خاطر ایک وڈیو فلم نہیں دیکھ سکتے؟ میں ابھی فلم تمھارے پاس بھیج رہی ہوں۔ وہ صرف ایک گھنٹے کا آئٹم ہے۔ کیا میرے لیے اتنا وقت بھی نہیں نکال سکتے؟"

"اگر وہ فلم اچھی ہے تو میں اس کے لیے وقت ضرور نکالوں گا۔"

سوئٹی کا ملازم ایک گھنٹے بعد وہ فلم لے آیا۔ پارس نے اُسے لے کر ایک طرف رکھ دیا۔ ایک گھنٹے بعد سوئٹی نے فون پر پوچھا: "کیا فلم دیکھ لی؟"

وہ ذرا جھجکتے ہوئے بولا: "ہاں، دیکھ لی۔ زندگی میں اتنی خوب صورت فلم پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔"

اُس نے خوش ہو کر پوچھا: "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"بالکل سچ۔ میں اتنی اچھی، اتنی خوب صورت فلم تمھارے باپ کے ساتھ بیٹھ کر دیکھ سکتا ہوں۔"

وہ بھڑک کر بولی: "کیا بکواس کر رہے ہو! اس فلم میں میرے بیوٹی پوز ہیں۔ میں نے اپنے بیڈ روم کے ہر گوشے میں ایک ایک وڈیو کیمرا نصب کر دیا تھا اور اُسے آن کر دیا تھا۔ پھر میں نے اپنی ہر ادا سے اور ہر زاویے سے تمھیں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ میں باہر سے اور اندر سے کتنی حسین ہوں۔ پلیز، میری ایک بات مان لو۔ اس فلم کو ایک بار دیکھ لو۔"

پارس ودم نے کہا: "پہلے تم نے یہ کیوں نہیں بتایا کہ وہ ایسی فلم ہے۔ اسے تو بڑا غضب ہو گیا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی: "کیا غضب ہو گیا ہے؟"

"میں نے سوچا تھا، تمھاری فلم ہے۔ تم نے اچھے اچھے موقعوں پر اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کے ساتھ ایک یادگار فلم بنائی ہوگی، یہ سوچ کر میں نے وہ فلم تمھارے پاپا کو بھیج دی ہے۔"

وہ چیخ کر بولی: "یو نان سنس، کیا تم نے واقعی وہ فلم میرے باپ کے پاس بھیج دی ہے؟"

"میرا خیال ہے، تم اپنے باپ کو پاپا کہتی ہو۔ دیکھو یہ تمھاری غلطی ہے۔ تمھیں پہلے ہی بتا دینا چاہیے تھا کہ وہ فلم کس ٹائپ کی ہے۔ بہرحال اب بھی تم اس غلطی سے بچ سکتی ہو۔ اپنے مکان کے دروازے پر کھڑی ہو جاؤ۔ کوئی بھی وہ فلم لائے اور تمھارے پاپا کے حوالے کرنا چاہے تو اُسے جھپٹ لینا اور اگر پاپا کے ہاتھ لگ جائے تو شرم سے مر جانے کی کوشش کرنا۔"

وہ غصے سے ریسیور پٹخ کر بڑبڑانے لگی۔ اُس نے پارس کے پیچھے جاسوس چھوڑ دیے تھے تاکہ اس کی مصروفیات کے متعلق رپورٹ ملتی رہے۔ وہ اپنی رہائش گاہ میں کب تک رہتا ہے اور باہر کہاں کہاں جاتا ہے۔ اُسے رپورٹ ملی کہ پارس وائٹ ہارس کلب کے قمار خانے میں ہے۔ سوئٹی نے اپنی ایسی سہیلیوں کو بلایا جو اس شہر کی حسین ترین لڑکیاں کہلاتی تھیں۔ پھر اُن کے ساتھ کلب میں پہنچ گئیں۔ انھیں اچھی طرح سمجھا دیا کہ پارس کے سامنے کس انداز سے آنا چاہیے۔ اب وہ اور ضد میں آ گئی تھی۔ پارس کی پارسائی کو ختم کر دینا چاہتی تھی۔ اس نے سوچا، اگر مجھ میں کوئی کمی رہ گئی ہے تو دوسری لڑکیوں میں نہیں ہوگی، آخر وہ مرد ہے، کسی نہ کسی لڑکی کو دیکھ کر ضرور پگھلے گا۔

اُس نے قمار خانے میں پہنچ کر پارس سے کہا: "میں تمھارے ساتھ کھیلنا چاہتی ہوں۔ دیکھتی ہوں، صبح تک کس کی جیت اور کس کی ہار ہوتی ہے۔"

وہ دوسری میز پر آ کر بیٹھ گئے۔ پارس نے تاش کی گڈیاں پھینٹ کر سامنے رکھتے ہوئے کہا: "کیا شرط لگاتی ہو؟"

وہ بولی: "یہاں تو نقد رقم لگائی جاتی ہے لیکن میں داؤ پر اپنا دل لگاتی ہوں۔"

پارس نے کہا: "مجھے منظور ہے۔ اگر تم جیت جاؤ گی تو میں تمھارے دل کے سامنے ہار جاؤں گا اور اگر میں جیت جاؤں تو تم اپنا ہارا ہوا دل اپنے ساتھ لے جاؤ گی۔ پھر کبھی میرے پیچھے نہیں آؤ گی۔"

وہ بولی: "مجھے منظور ہے، پتے بانٹو۔"

"یہ گڈی ابھی میں نے پھینٹ کر رکھی ہے۔ تم اسے دوبارہ پھینٹ لو۔ مجھے الزام نہ دینا کہ میں شاطر ہوں اور میں نے اپنی مرضی کے مطابق پتے ادھر اُدھر کر دیے ہیں۔"

وہ گڈی اٹھا کر پھینٹنے لگی۔ اُسی وقت اُس کی ایک حسین ترین سہیلی اس کے پاس آئی۔ ایک ادائے ناز سے پارس کو دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں۔ وہ مسکراتے ہوئے سوئٹی سے بولی: "اوہ مائی ڈارلنگ سوئٹی! تم یہاں ہو اور میں تمھیں کہاں کہاں تلاش کر رہی ہوں۔"

سوئٹی نے کہا: "آؤ یہاں بیٹھو اور دیکھو، ایک دلچسپ بازی ہو رہی ہے۔"

پارس نے اُس کی سہیلی کو دیکھ کر کہا: "تم بہت حسین ہو۔ کیا تم بھی دل ہارنے آئی ہو؟"

وہ ایک آہ بھرتے ہوئے بولی: "تم بہت ہینڈسم ہو۔ بولو تو ابھی دل ہار جاؤں۔"

"ایسے نہیں، ہمارے درمیان پتے بانٹے جائیں گے۔ تم بھی اس بازی میں شریک ہو جاؤ۔ اب تین طرف پتے جائیں گے۔ جو ہارے گا، وہ اپنا ہارا ہوا دل اپنے ساتھ واپس لے جائے گا اور تم میں سے جو بازی جیت لے گی وہ مجھے بھی جیت جائے گی۔"

سوئٹی نے گڈی اُس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا: "چونکہ تین کھلاڑی ہو گئے ہیں، اس لیے تم یہ نہ سمجھو کہ میں نے پتے لگائے ہیں لہٰذا تم ایک بار اور پھینٹ لو۔"

پارس نے موقع غنیمت جان کر تاش کے پتے پھینٹے۔ وہ زبردست شاطر تھا کہ تین جگہ تین تین پتے بانٹتے وقت سمجھ رہا تھا کہ اس کے پاس اِکا، دُگی اور تگی ہے اور دونوں لڑکیوں کے پاس چھوٹے چھوٹے رنگ کے پتے ہیں۔ سوئٹی نے پہلے ہی اپنے پتے اٹھا کر دیکھے تو اُس کے پاس بادشاہ، بیگم اور غلام تھا۔ وہ خوش ہو گئی۔ اُس کی سہیلی نے اپنے پتے اُٹھا کر دیکھے۔ اُس کے پاس بیگم، غلام اور دہلا تھا۔ وہ بھی خوش ہو گئی۔ اُسی وقت دو سہیلیاں اور آ گئیں۔ وہ بھی حسن و شباب میں کسی سے کم نہیں تھیں۔ پارس نے انھیں دیکھتے ہی کہا: "آؤ، کرسیاں لا کر بیٹھ جاؤ۔ معلوم ہوتا ہے، تم لوگوں کے ساتھ بھی ایک ایک بازی کھیلنا ہوگی۔"

سوئٹی نے ہنستے ہوئے کہا: "میرے پاس اتنا بڑا پتّا ہے کہ تم اس کے بعد کسی کے ساتھ نہیں کھیل سکو گے۔"

یہ کہہ کر اُس نے اپنے تینوں پتّے اُلٹ دیے۔ اُس کی سہیلی نے مایوس ہو کر کہا: "اوہ میرے پاس تو تم سے کمتر ہیں۔"

سوئٹی نے فخر سے کہا: "اس سے بڑے پتّے نہیں ہو سکتے۔"

پارس نے کہا: "تم بھول رہی ہو۔ اس سے بڑے اور بھی کئی پتّے ہیں۔"

اُس نے اپنے تینوں پتّے اُلٹ دیے۔ انھیں دیکھتے ہی سوئٹی جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ پارس نے کہا: "اب بھی عقل سے کام لو، اپنا راستہ الگ کر لو۔ اگر یہ لڑکیاں تمھارے ساتھ آئی ہیں تو انھیں واپس جانے کے لیے کہہ دو۔"

سوئٹی نے ایک سرد آہ بھر کر کہا: "آخر تم نے مجھے شکست دے دی۔ چلو، تم اپنی جیت کی خوشی میں میری ایک بات مان لو۔ میرے ساتھ رات کا کھانا کسی اچھے ریستوران میں کھاؤ۔"

پارس نے اٹھتے ہوئے کہا: "میں تمھاری یہ خواہش ضرور پوری کروں گا۔"

سوئٹی نے اپنی تمام سہیلیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "تم سب اپنے حسن و شباب کے متعلق ڈینگیں مارتی تھیں۔ تمھاری بڑے ہی جذباتی زاویے سے چھپنے والی تصویریں عوام میں مقبول ہوتی ہیں لیکن عام آدمیوں میں اور خاص آدمیوں میں بڑا فرق ہوتا ہے اور تم میرے ساتھ کھڑے ہوئے اس خاص آدمی کو دیکھ رہی ہو۔ لہٰذا یہاں سے جاؤ۔"

وہ پارس کے ساتھ چلتی ہوئی اُس کلب سے باہر آئی پھر اپنی کار میں بیٹھ کر بولی: "کیا واقعی تم میرے ساتھ اس لیے کھانا کھانے جا رہے ہو کہ یہ میری آخری خواہش ہے۔ اس کے بعد ہماری ملاقات نہیں ہوگی؟"

پارس نے خشک لہجے میں کہا: "بازی ہارنے والی کو یہ سوال نہیں کرنا چاہیے، گاڑی آگے بڑھاؤ۔"

اُس نے چُپ چاپ گاڑی اسٹارٹ کی پھر اُسے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک بہت ہی مہنگے ریستوران میں پہنچی۔ وہاں بڑے بڑے کروڑ پتی اور ارب پتی بزنس مین آیا کرتے تھے۔ پارس اس کے ساتھ ریستوران میں داخل ہوا۔ ڈائننگ ہال میں پہنچتے ہی وہ ایک میز کی طرف دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ ایک ادھیڑ عمر شخص کے ساتھ ایک نوخیز دوشیزہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے بہت ہی پیارا پیارا سا لباس پہنا ہوا تھا۔ دو چوٹیاں گوندھ کر انھیں سینے پر سانپ کی طرح لوٹنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ چہرے کے نقوش بہت ہی تیکھے اور جاذبِ نظر تھے۔ سوئٹی نے اُس کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے پوچھا: "کیا وہ لڑکی تمھیں پسند آ رہی ہے؟"

پارس نے اپنے خیال سے چونک کر سوئٹی کو دیکھا۔ پھر کہا: "دیکھو حُسن اسے کہتے ہیں۔"

سوئٹی نے حیرانی سے پوچھا: "اس میں کیا ہے؟"

"اس نے میک اپ نہیں کیا ہے۔ خدا نے اسے جو کچھ عطا کیا ہے، اُسے ویسے کا ویسا ہی رکھا ہے۔"

سوئٹی نے کہا: "میں دعوے سے کہتی ہوں، اس نے لوشن اور کریم استعمال کی ہے۔"

"بعض لوشن اور کریم طبی نقطۂ نگاہ سے استعمال کیے جانے کے قابل ہوتے ہیں اور انھیں ہر لڑکی کو اپنی جلد کی حفاظت کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ اس لڑکی میں یہ خوبی ہے کہ اس نے کوئی چیختا ہوا میک اپ نہیں کیا ہے۔"

پھر وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا: "میں نے اپنا پاکستان نہیں دیکھا ہے لیکن اُس کی تصویریں دیکھی ہیں۔ وہاں کی لڑکیوں کو بہت ساری تصویروں میں دیکھا ہے۔ بس اُنھی میں سے ایک ایسی ہی یہ ہے۔ پتا نہیں، یہ کون ہے؟"

سوئٹی نے کہا: "یہ بہت اونچے سرمایہ دار کی لڑکی ہے۔ اس سے بات کرنا چاہو گے تو اس کے باڈی گارڈ تمھیں گولی مار دیں گے۔"

"آخر معلوم تو ہو، یہ کون ہے؟"

"یہ کنگ فرنانڈو کی بھتیجی فیری ہے۔"

پارس نے پوچھا: "فیری؟ فیری کے معنی ہوتے ہیں پری اور واقعی اِس کا نام اس کے حسن اور اس کی معصومیت کے مطابق ہے۔"

سوئٹی نے جل کر پوچھا: "کیا تم اس پر عاشق ہو رہے ہو؟"

"تم اپنے نقطۂ نظر سے نہ سوچو۔ کسی کے حسن اور اس کی سادگی کو پسند کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اس کے لیے مجنوں بن گئے ہیں۔"

"آگے بڑھو، یہاں تمھاری دال نہیں گلے گی۔"

پارس نے سوئٹی کو طنزیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر اُس سے کہا: "میں ذرا ٹوائلٹ کی طرف جانا چاہتا ہوں۔"

سوئٹی نے اس کی رہنمائی کی، وہ بولا: "تم یہاں ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ایک ٹوائلٹ میں گیا۔ دروازے کو بند کیا۔ پھر جیب سے چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر کنگ فرنانڈو کی مخصوص فریکوئنسی پر رابطہ کرنے لگا۔ پارس کو میری اور فرنانڈو کی دوستی کے بارے میں بہت کچھ معلوم تھا۔ وہ اُس کی بھتیجی فیری کے متعلق بھی بہت کچھ سن چکا تھا۔ اگرچہ فیری بہت پیاری پیاری سی لڑکی تھی، اُسے بہت اچھی لگ رہی تھی لیکن پارس دوم کے مزاج میں عاشقی اور دیوانگی نہیں تھی۔ ایک اچھی لڑکی کو دیکھ کر وہ صاف دلی سے کہہ رہا تھا کہ وہ بہت اچھی ہے۔ بس پسندیدگی یہیں تک تھی۔

کنگ فرنانڈو نے اپنی جیب میں رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول کیا تو اپنی بھتیجی سے بولا: "تم ذرا بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ٹوائلٹ کے دروازے پر آیا۔ وہ دروازہ بند تھا کیونکہ اُس کے پیچھے پارس موجود تھا۔ وہ دوسرے ٹوائلٹ میں گیا۔ پھر جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر اُسے آپریٹ کرتے ہوئے بولا: "ہیلو فرنانڈو اٹینڈنگ۔"

پارس نے میری آواز اور لہجے میں کہا: "ہیلو فرنانڈو! کیا تم مجھے آواز سے پہچان سکتے ہو؟"

وہ خوشی سے اچھل کر بولا: "میری جان! میں تمھیں اپنی قبر میں بھی پہچان سکتا ہوں، تم کہاں ہو؟ جلدی بولو میں آ رہا ہوں۔"

"میرے پاس آنے کی حماقت نہ کرنا۔ انٹیلی جنس والے میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ایک خوش خبری سنا رہا ہوں۔ میرا بیٹا پارس دوم اسی شہر میں ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا: "کیا واقعی، مجھے فوراً اُس کا پتا بتاؤ۔"

"فرنانڈو! یہ تمھاری بہت بری عادت ہے مجھے اپنی بات پوری کرنے دیا کرو۔"

"اوہ! سوری، جلدی سے بولو اور کیا بات ہے؟"

"بات یہ ہے کہ وہ اسی ریستوران میں پہنچ چکا ہے۔ میں اُس کے دماغ میں تھا۔ اُس کے ذریعے میں نے تمھیں پہچان لیا۔ اب وہ تمھاری میز پر آنے والا ہے لیکن خود کو اجنبی ظاہر کرے گا تم بھی اُس سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ ہاں، اگر میرا بیٹا پسند آئے تو اُس سے وقتی طور پر دوستی کر لینا۔ دیٹس آل۔"

فرنانڈو نے جلدی سے کہا: "ارے یار، اتنی جلدی دیٹس آل نہ کہو، کچھ تو باتیں کرو۔"

"کیا تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ٹوائلٹ میں گھس کر زیادہ دیر بات کرو گے تو کوئی وہاں پہنچ جائے گا۔ مجھے جو کہنا تھا کہہ چکا ہوں۔ جب ضرورت ہوگی تمھارے پاس آ جاؤں گا، یا تم سے باتیں کروں گا، فی الحال خدا حافظ۔"

پارس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس ٹرانسمیٹر کو آف کر کے اپنے جیب میں رکھ لیا۔ پھر دروازے کو ذرا سا کھول کر جھانکنے لگا۔ سامنے والے ٹوائلٹ کا دروازہ کھل گیا اور فرنانڈو وہاں سے نکل کر جا رہا تھا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو پارس بھی وہاں سے نکل آیا۔ ٹوائلٹ ایریا سے باہر سوئٹی کھڑی تھی۔ اُس نے پارس کو دیکھ کر کہا: "تعجب ہے، اِدھر تم ٹوائلٹ میں گئے، اُدھر کنگ فرنانڈو بھی دوسرے ٹوائلٹ میں گیا تھا۔ کیا تم نے اُسے دیکھا تھا؟"

پارس نے انجان بن کر کہا: "میں اپنے کام سے گیا تھا۔ کسی دوسرے کے ٹوائلٹ میں جھانکنا اور اُسے ہیلو کہنا حماقت ہے۔"

سوئٹی اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولی: "ہم کسی گوشے والی میز پر بیٹھیں گے۔"

"نہیں، میں اس لڑکی فیری کے پاس جاؤں گا۔"

"کیا تمھارا دماغ خراب ہو رہا ہے؟ کنگ فرنانڈو اتنا دولتمند ہے کہ تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔"

"اگر اتنا ہی دولت مند ہے کہ تمھاری جیسی دولت مند باپ کی بیٹی بھی اس سے متاثر ہے تو آؤ، میں اُسی کی میز پر تمھیں کھانا کھلاؤں گا۔"

وہ ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولی: "تم بات کی گہرائی کو سمجھتے نہیں ہو۔ یہ میرے باپ کا دشمن ہے۔ جب باپ کا دشمن ہے تو میرا بھی دشمن ہے۔"

"بھئی آخر دشمنی کس لیے ہے؟"

"یہ کاروباری معاملات میں میرے باپ کو کئی بار نقصان پہنچا چکا ہے۔"

"بس اتنی سی بات ہے۔ میں اس نقصان کو منافع میں بدل دکھاؤں گا۔"

وہ بے یقینی سے بولی: "کیا تم ایسا کر سکتے ہو؟"

"آزما لینے میں کیا حرج ہے، آؤ۔"

وہ جانا نہیں چاہتی تھی لیکن پارس کا ساتھ بھی چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ لہٰذا جبراً و قہراً اُس کے ساتھ چلتی ہوئی کنگ فرنانڈو کی میز کے پاس آئی۔ فرنانڈو نے سر اُٹھا کر دیکھا، پھر پوچھا: "ینگ مین! کیا اس ڈائننگ ہال میں خالی جگہ نہیں مل رہی ہے؟"

پارس نے مسکرا کر کہا: "آپ یہی سمجھ کر اپنے ساتھ بیٹھنے کی اجازت دے دیں۔"

"بھئی، میں ایسے لوگوں کو ساتھ بٹھاتا ہوں جن میں کچھ خوبیاں ہوتی ہیں اور جو باصلاحیت ہوتے ہیں۔"

کنگ فرنانڈو، پارس کو سر سے پاؤں تک دیکھ رہا تھا۔ دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔ اُس کا جی چاہتا تھا، آگے بڑھ کر اُسے گلے سے لگا لے۔ پارس نے کہا: "مجھ میں بہت ساری خوبیاں ہیں۔ فی الحال اپنی ایک صلاحیت کا مظاہرہ کروں گا جس کے ذریعے آپ کو کاروباری نقصان سے بچا سکتا ہوں اور شاید

زیادہ سے زیادہ منافع دلا سکتا ہوں۔"

"تو برخوردار! دیر کس بات کی ہے۔ سامنے آکر بیٹھو۔ ایک بزنس مین کو نفع پہنچاؤ گے اور رہو گے اتنی دُور سے۔ کم آن ینگ بوائے گیٹ یور سیٹ بی سائیڈ می۔"

وہ اس کے قریب والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سوئٹی کو بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر کہا "پہلے ہمارا تعارف ہو جائے۔ مجھے علی مراد کہتے ہیں۔ میں پیرس سے آیا ہوں اور یہ آپ کے کاروباری حریف جمیز بارڈن کی بیٹی ہے۔"

کنگ فرنانڈو نے اُسے چونک کر دیکھا، پھر مسکرا کر بولا۔ "اچھا تو یہ سوئٹی ہے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ یہ اپنے باپ کی دشمنی کو بھلا کر میری میز پر بیٹھ گئی ہے۔ جو نفرتوں کے درمیان رہ کر محبت کرنے آتا ہے، میں اُس سے بے انتہا محبت کرتا ہوں۔ بولو بیٹی، اپنے انکل سے کیا تحفہ لو گی؟ کیا چاہتی ہو؟ جو چاہتی ہو، وہی ملے گا۔"

فرنانڈو نے کن انکھیوں --- سے پارس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "یوں بھی آج میں بہت خوش ہوں۔ آج میری زندگی میں ایک ایسی ہستی آئی ہے، جس کے لیے میں اپنا سب کچھ لُٹا سکتا ہوں۔"

سوئٹی نے کہا "میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ آپ بزرگوں کے درمیان جو دشمنی ہے وہ ختم ہو جائے۔"

"سمجھو ختم ہو گئی۔"

پارس نے کہا "انکل، ایسے نہیں، آپ نے اِس کے پاپا کو جو نقصان پہنچایا ہے اُس کی تلافی کر دیجیے۔"

"اچھی بات ہے، سوئٹی! تم یہاں سے جاکر اپنے باپ سے کہنا، حکومت بارہ تاریخ کو اسمگلنگ کا ضبط شدہ مال نیلام کر رہی ہے، جس کی مالیت تقریباً پچاس کروڑ ڈالر ہے۔ اس نیلامی میں صرف میں ہی تمھارے باپ کے مقابلے میں اونچی بولی دے سکتا ہوں لیکن تمھاری خاطر نہیں دوں گا۔ اپنے باپ سے کہنا بیس کروڑ سے زیادہ بولی نہ دے، میں اس سے پہلے ہی میدان چھوڑ دوں گا۔ اگر تمھارے باپ نے بیس کروڑ ڈالر میں وہ تمام اسمگل شدہ مال حاصل کر لیا تو اُسے مزید تیس کروڑ ڈالر کا منافع ہو گا۔ کیا تم خوش ہو؟"

سوئٹی خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی۔ اس نے کہا "اوہ انکل! میں آپ کا کس طرح شکریہ ادا کروں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم بزرگوں کے درمیان دوستی چاہتی تھیں، میں اس طرح دوستی کی ابتدا کر رہا ہوں۔ اب دیکھنا چاہتا ہوں، جمیز بارڈن تمھارا باپ کیا کرنا چاہے گا۔"

پارس نے کہا "انکل! میں نے اپنا تعارف کرایا لیکن آپ نے اپنا اور اپنی صاحبزادی کا تعارف نہیں کرایا۔"

کنگ فرنانڈو نے اپنا تعارف کرانے کے بعد کہا "یہ میری بھتیجی فرزانو ہے۔ میں اسے پیار سے فیری کہتا ہوں۔"

فیری نے مسکراتے ہوئے معانقے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے کہا "انکل! آپ کی فیری اُدھر سے ہاتھ بڑھا رہی ہے، میں اِدھر سے ہاتھ بڑھاؤں گا۔ درمیان میں آپ ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ بیچ سے ہٹ جائیں۔"

فرنانڈو ہنستے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ وہ دل ہی دل میں کہہ رہا تھا "میں بھی کیسا احمق ہوں۔ لڑکے لڑکی کو ساتھ بیٹھنے کا موقع پہلے ہی دینا چاہیے تھا۔"

پارس نے فیری کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا پھر پوچھا "کیا رسمی طور پر یہ کہنا ہو گا کہ مجھے تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے؟"

فیری نے ہنستے ہوئے کہا "اگر خوشی نہیں ہو رہی ہے تو ہرگز ایسا نہیں کہنا چاہیے۔"

"تم خوشی کی بات کہہ رہی ہو، مجھ پر تو دیوانگی طاری ہو رہی ہے۔ میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ تمھاری جیسی حسین لڑکی زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھ رہا ہوں۔"

وہ شرما گئی۔ اُس کا چہرہ گلابی تھا، حیا کے مارے سُرخ ہونے لگا۔ پارس نے اس کے قریب جھک کر کان کے قریب سرگوشی میں کہا "میری اِس بے تکلفی کا کوئی اور مطلب نہ لینا۔ دراصل میں سوئٹی سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہوں۔"

دوسری طرف سوئٹی تلملا رہی تھی۔ اسے اپنے باپ کے کاروبار کے سلسلے میں جتنی خوشی ہوئی تھی، پارس کے دوسری طرف جھکنے سے اتنی ہی مایوسی اور شکست کا احساس ہو رہا تھا۔ فیری کا ہاتھ ابھی تک پارس کے ہاتھ میں تھا۔ اس پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "میں لکیریں دیکھ کر قسمت کا حال بتا سکتا ہوں۔"

سوئٹی نے ناگواری سے کہا "علی مراد، فیری کا دایاں ہاتھ تمھارے ہاتھ میں ہے جبکہ لڑکیوں کا بایاں ہاتھ دیکھا جاتا ہے۔"

فیری نے اپنی بڑی بڑی غزالی آنکھوں سے پارس کو دیکھتے ہوئے کہا "واقعی، تم غلط ہاتھ دیکھ رہے ہو۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "تمھارا ہاتھ تو کیا، میں تمھاری کسی چیز کو غلط نہیں کہہ سکتا۔ قدرت نے تمھیں سر سے پاؤں تک غلطی سے پاک رکھا ہے۔"

فیری نے ایک دم سے شرما کر اپنا ہاتھ چھڑا لیا، پارس کو اس حیا کا مشرقی انداز بہت اچھا لگا۔ اُس نے کہا "انکل! یہ مغرب کی پروردہ ہے لیکن مشرقی لڑکیوں کی طرح شرماتی ہے۔"

فرنانڈو نے مسکراتے ہوئے کہا "میری بیٹی مشرقی تہذیب اور وہاں کے آثارِ قدیمہ کے متعلق ایک کتاب لکھ رہی ہے جو عنقریب شائع ہونے والی ہے۔ اس سلسلے میں یہ چار برس تک پاکستان اور بھارت میں رہ کر آئی ہے۔ وہاں کی زبان بھی بول لیتی ہے۔"

پارس نے حیرت اور مسرت سے فیری کو دیکھا پھر اُردو زبان میں پوچھا "کیا واقعی تم ہماری زبان میں گفتگو کر سکتی ہو؟"

اُس نے بھی اُردو زبان میں جواب دیا "جی ہاں، ایک پاکستانی بزرگ میرے گائیڈ رہ چکے ہیں۔ میں نے ان سے یہ زبان سیکھی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "اب میں یہ ضرور کہوں گا کہ تم سے مل کر بے حد خوشی ہو رہی ہے اور یہ کوئی رسمی جملہ نہیں ہے۔"

سوئٹی نے کہا "محفل میں بیٹھ کر محفل کی زبان بولنی چاہیے۔ تم لوگوں نے یہ کون سی زبان شروع کر دی ہے؟"

"ہم وہ زبان بول رہے ہیں جسے پہلے ہندوستان سے نکالا گیا، پھر بنگلہ دیش سے نکالا گیا، اب تم اس محفل سے نکالنا چاہتی ہو۔"

فرنانڈو نے کہا "بھئی باتیں بھی کرتے جاؤ اور کھاتے بھی جاؤ۔"

سوئٹی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "مجھے بھوک نہیں ہے۔ علی! میرے ساتھ چلو۔"

پارس نے کہا "ذرا اپنے لہجے پر غور کرو، تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے میں تمھارے باپ کا نوکر ہوں۔"

"تم نے میرے ساتھ رات کا کھانا کھانے کا وعدہ کیا تھا۔"

"یہ رات کا ہی کھانا ہے اور تم اسے چھوڑ کر اُٹھ رہی ہو۔"

"مگر ہم تنہائی میں کھانا چاہتے تھے۔"

"میں نے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔ اِس محفل سے کھانے کے بغیر اُٹھنا تہذیب کے خلاف ہے۔ پلیز، بیٹھ جاؤ۔"

"میں نہیں بیٹھوں گی۔"

"اگر تم اس طرح اُٹھ کر جاؤ گی تو تمھاری ہی انسلٹ ہو گی کیونکہ میں تمھارا ساتھ نہیں دوں گا۔"

"ہاں ہاں، کیوں میرا ساتھ دو گے۔ ایک حسین لڑکی جو دیکھ لی ہے۔ کیا میں کسی سے کم ہوں؟"

"تم نے اب تک جتنی حسین لڑکیاں مجھے رجھانے کے لیے پیش کیں، وہ بھی کسی سے کم نہیں تھیں۔ تمھیں کب عقل آئے گی تم نے اپنی دولت کی چمک دکھا کر مجھے حاصل کرنا چاہا۔ پھر میرے پیچھے غنڈے لگا دیے۔ جب میں کسی طرح تمھارے حسن کے جال میں پھنس نہ سکا تو تم نے تاش کی بازی کھیلی۔ اُس میں بھی ہار گئیں، یہ میری شرافت اور انسان دوستی ہے کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود تمھارے باپ کو کاروباری نقصان سے بچا رہا ہوں۔ تم اپنی ضد اور غرور میں یہ بھول رہی ہو کہ تمھیں کم از کم کاروباری انداز میں یہاں بیٹھنا چاہیے۔ اپنے باپ کو فائدہ پہنچانے کے لیے ہم سب کے ساتھ محبت اور مسکراہٹ سے کام لینا چاہیے۔"

"اونہہ! کاروباری انداز میں مسکرانے والی عورتیں بازاری ہوتی ہیں۔ اور میں ایسی نہیں ہوں۔"

"بے شک، وہ تو تمھاری وڈیو فلم سے ظاہر ہے۔"

وہ ایک دَم سے تلملا گئی، ہونٹوں کو دانتوں سے چباتی رہی، غصے سے پارس کو دیکھتی رہی، پھر ایک جھٹکے سے پلٹ کر جانے لگی، جانے کا انداز ایسا ہی دھیما دھیما سا تھا جیسے پارس آواز دے گا تو وہ پلٹ کر ذرا نخرے دکھلائے گی، پھر آجائے گی لیکن وہ خاموش بیٹھا رہا۔ آخر وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

فرنانڈو نے پوچھا "یہ تم سے کہاں ٹکرا گئی تھی؟"

"کیا بتاؤں۔ پیرس سے آتے وقت جہاز میں ملاقات ہوئی تھی، تب سے پیچھے پڑ گئی ہے۔ خدا کرے اب پیچھا چھوڑ دے۔"

فرنانڈو نے کہا "بیٹے! اس سے پیچھا چھڑانا کون سی مشکل بات ہے۔ میں تو تمھاری آمد کی خوشی میں اس کے باپ کو فائدہ پہنچانے کا وعدہ کر چکا ہوں۔ اگر اس نے تمھیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو اس کے باپ کا سارا کاروبار چوپٹ کر دوں گا۔ انھیں فٹ پاتھ کا بھکاری بنا دوں گا۔ بہرحال اسے جہنم میں جانے دو۔ اب تم ہمارے ساتھ رہو گے۔"

"انکل! میں جانتا ہوں، آپ مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں لیکن یہ نہ بھولیں کہ انٹیلی جنس والے آپ کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ آپ کے قریب جو بھی آتا ہے۔ اس کے متعلق چھان بین شروع ہو جاتی ہے۔ کیا آپ نے ایک بُری خبر سُنی ہے؟"

وہ چونک کر بولا "کیسی خبر؟"

"سپر ماسٹر نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لیا ہے۔ اب تو انٹیلی جنس والوں کے لیے اور آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ اگر وہ میرے متعلق صرف اتنی رپورٹ پیش کر دیں کہ میں آپ کے ساتھ اس میز پر بیٹھ کر کھا رہا ہوں تو سپر ماسٹر فوراً آپ کے دماغ میں پہنچ کر میرے متعلق پوری تفصیلات معلوم کر لے گا۔"

"اوہ گاڈ! یہ تو بُری سے بھی زیادہ بُری خبر ہے۔ میں تم سے ابھی ملوں اور ابھی تمھیں رخصت کر دوں، میرا دل کبھی یہ نہیں مانے گا۔ میرا یہ اربوں ڈالر کا پھیلا ہوا کاروبار آخر کس کے کام آئے گا۔"

"آپ جذباتی ہو رہے ہیں۔"

"اگر میں جذباتی ہوتا تو یہ جذبات بہت پہلے ختم ہو چکے

ہوتے، جب تم چھوٹے سے تھے تب ہی میں نے فیصلہ کر لیا تھا۔ اگر تمھارے اور فیری کے درمیان انڈر اسٹینڈنگ ہوگی تو میں ساری دولت اور جائیداد تمھارے نام لکھ دوں گا اور اگر تمھارے مزاج ایک دوسرے سے مختلف ہوئے تو اپنا سب کچھ تم دونوں میں آدھا آدھا تقسیم کر دوں گا۔"

پارس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ابھی تو میں دودھ پیتا بچہ ہوں، آپ میری شادی اور میرے نام اپنی جائیداد کی منتقلی کے متعلق ابھی نہ سوچیں۔"

"ٹھیک ہے، یہ وقت کے ساتھ ساتھ ہوتا رہے گا لیکن میں تمھیں کہیں دوسری جگہ کیسے جانے دوں۔ پورے امریکا میں میرا کاروبار پھیلا ہوا ہے۔ ہر بڑے شہر کے فلائنگ کلب میں میرے ایک دو ہیلی کاپٹر موجود ہوتے ہیں۔ ہر جگہ میرے بنگلے اور ایئر کنڈیشنڈ کاریں ہیں۔ یہ سب کچھ تمھارے کام نہیں آئے گا تو پھر ان کا فائدہ کیا ہے، تمھیں یہاں رہ کر نہ جانے کیسے کیسے ذرائع اختیار کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ یہ سب کچھ میں کر سکتا ہوں۔"

فیری نے کہا۔ "انکل! آپ کی باتوں سے اندازہ ہو رہا ہے کہ مسٹر علی مراد درحقیقت کون ہیں۔"

فیری نے پارس کو دیکھا۔ پارس نے جلدی سے نظریں چرا لیں۔ اُس کی خوب صورت غزالی آنکھیں دل کو دھڑکا دیتی تھیں۔ وہ بولی۔ "کیا تم انکل فرہاد کے بیٹے ہو؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔ اُس سے کترانے کے لیے فرنانڈو کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ "آپ کے پاس جو کچھ ہے وہ میرا نہ سہی، فیری کا ضرور ہے۔ اگر کبھی تقدیر نے اجازت دی تو آپ سے ضرور ہر طرح کی مدد حاصل کروں گا۔ فی الحال مجھے اجازت دیجیے۔ میرا آپ لوگوں کے ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے۔"

فرنانڈو نے میز پر جھک کر آہستگی سے کہا۔ "بیٹے! یہ بات تو اب انٹیلی جنس والے دور تک پہنچائیں گے کہ ایک خوبرو نوجوان میری میز پر بیٹھا کھانا کھا رہا تھا اور بے تکلفی سے گفتگو کر رہا تھا۔ جب بات کھل ہی گئی ہے تو مجھ سے دور کیوں جا رہے ہو؟"

"انکل! بات کھل گئی ہے اس لیے جا رہا ہوں۔ یہاں سے جاتے ہی اپنی شناخت بدل دوں گا۔ پاسپورٹ بدل جائے گا۔ نام بدل جائے گا، چہرہ بھی بدل جائے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تمھارے باپ سے بات کروں گا اور ایسا کوئی راستہ نکالوں گا کہ تم ہم سے ملنے کے بعد پھر کبھی جدا نہ ہو سکو۔"

وہ تینوں اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ فرنانڈو نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "فیری تمھیں گھر تک چھوڑ آئے گی۔"

"میں کسی ٹیکسی میں چلا جاؤں گا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ فرنانڈو کا بیٹا اور ٹیکسی میں جائے؟"

فیری نے کہا۔ "شاید تم میرے ساتھ جانا نہیں چاہتے۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔ بھئی میں کوئی غلط فہمی پیدا نہیں کرنا چاہتا۔ چلو، مجھے گھر تک چھوڑ آؤ۔"

وہ مسکراتی ہوئی اُس کے ساتھ ہو گئی۔ وہاں سے جانے لگی۔ فرنانڈو بڑی حسرت سے اور مسرت سے دونوں کو شانہ بشانہ جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "اے او فرہاد کے بچے، میری زندگی کے حسین ترین لمحات میں کہاں غائب ہے۔ ذرا میرے دماغ میں آ اور دیکھ کتنا خوب صورت جوڑا میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ دیکھ میں تجھے صاف طور پر کہہ رہا ہوں، یہ میرا پہلا اور آخری فیصلہ ہے۔ میں نے اسی لمحے تیرے بیٹے کو داماد بنا لیا ہے۔"

وہ دونوں ایک رولس رائس کے سامنے پہنچ گئے۔ فیری اس کے لیے دروازہ کھولنا چاہتی تھی، اُس نے ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "یہ غلط بات ہے۔ ایٹی کیٹ کے مطابق مرد عورت کے لیے دروازہ کھولتا ہے۔"

اُس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ فیری نے کہا۔ "لیکن میں ڈرائیو کروں گی۔ کیا یہ شہر تمھارے لیے اجنبی نہیں ہے؟"

"ہاں، پہلی بار آیا ہوں، لیکن یہاں کے متعلق اچھی خاصی معلومات ہو گئی ہیں۔"

وہ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پارس نے دروازہ بند کیا۔ پھر دوسری طرف گھوم کر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔ اُسے پارک ایریا سے نکال کر مین روڈ پر آ گیا۔ فیری نے پوچھا۔ "تمھارا نام پارس ہے؟"

"ہاں، پارس دوم۔ میرا ایک اور بھائی ہے۔ اسے پارس اوّل کہتے ہیں۔"

"تم دونوں کے نام پارس کیوں ہیں؟"

"دراصل یہ فیصلہ نہیں ہو رہا ہے کہ ہم دونوں میں سے کون فرہاد علی تیمور کی اولاد ہے۔"

فیری نے کہا۔ "ظاہر ہے دو میں سے کوئی ایک ہوگا لیکن دوسرا کیا ہوگا؟"

"یہ بھی ظاہر ہے، دوسرا لاوارث ہوگا۔ اس کے ماں باپ کا نام پتا، ٹھکانا کچھ معلوم نہیں ہو سکے گا۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "بہت سے لاوارث ایسے ہوتے ہیں جنھیں بہت اچھا گھر، بہت اچھے والدین کا سایہ مل جاتا ہے۔ میں تم سے کچھ چھپانا نہیں چاہتی۔ میری کہانی بھی کچھ ایسی ہی ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تم بھی لاوارث ہو؟"

"میں یہی کہنا چاہتی ہوں۔"

پارس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیسی باتیں کر رہی ہو، ہم اچھی طرح جانتے ہیں، تم کنگ فرنانڈو کی بھتیجی ہو۔"

"آج سے کوئی اٹھارہ برس پہلے کنگ فرنانڈو کی بھتیجی ایک ہاسٹل میں رہ کر تعلیم حاصل کرتی تھی۔ انھی دنوں اُسے ایک نوجوان سے محبت ہو گئی۔ یہ محبت بڑھتے بڑھتے شادی کے مرحلے تک پہنچنے والی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ کنگ فرنانڈو کو اپنی محبت کے بارے میں سب کچھ بتا دے اور اس نوجوان کو بھی فرنانڈو کے سامنے لے جائے لیکن اچانک پتا چلا وہ شادی شدہ ہے اور اُس کے دو بچے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "بے چاری کے ساتھ زبردست دھوکا ہوا مجھے جہاں تک یاد آتا ہے، اُن کی بھتیجی کا نام بھی فیری تھا۔"

"ہاں، اُسی کی یاد تازہ رکھنے کے لیے مجھے فیری کہا جاتا ہے۔ اس شادی شدہ عاشق سے تعلقات کے نتیجے میں وہ اُس کی بیٹی کی ماں بن گئی۔ اُس نے بدنامی سے بچنے اور اپنے انکل کو بدنامی سے بچانے کے لیے بچی کے ساتھ کمرے میں بند ہو کر خود کو آگ لگا لی۔ وہ اُس بچی کے ساتھ ہی جل مرنا چاہتی تھی لیکن قدرت نے خطاکار کو سزا دی۔ اُس جلنے والی کو کوئی نہ بچا سکا اور جو بچی بے قصور تھی وہ کسی نہ کسی طرح بچ ہی گئی۔"

پارس نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔ وہ رو رہی تھی۔ اور رومال سے آنکھیں پونچھ رہی تھی۔ پارس نے کہا۔ "یہ کیا پاگل پن ہے۔ بھئی تم تو بہت کمزور لڑکی ہو۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ پارس نے کہا۔ "میری طرف دیکھو۔"

اُس کا سر جھکا ہوا تھا۔ اُس نے صرف نظریں اٹھائیں پارس کا دل بے طرح دھڑکنے لگا۔ وہ آنکھیں آنسوؤں سے دُھل کر کچھ اور دل نشین ہو گئی تھیں۔ وہ سوچنے لگا۔ میں نے خواہ مخواہ اسے اپنی طرف دیکھنے کے لیے کہا۔ انسان خود ہی گرفتار ہونے کی حماقت کر بیٹھتا ہے۔ میرے سامنے ایک بہت طویل پُرخطر راستہ ہے، کوئی منزل نہیں ہے پھر میں کیوں گرفتار ہو رہا ہوں۔ نہیں، مجھے اس سے بچ کر نکل جانا چاہیے۔

اُس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ تھوڑی دیر تک دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔ پارس نے سوچا۔ میں نے اُسے اپنی طرف دیکھنے کے لیے کہا تھا۔ مجھے کچھ کہنا چاہیے تھا۔ یہ کیا سوچ رہی ہوگی۔ پھر اس کے دل پر ایک بوجھ ہے، اسے اتار دینا چاہیے۔

یہ سوچ کر اُس نے کہا۔ "تم لاوارث نہیں ہو۔"

وہ پھر ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "ہاں، جیسے تم میں سے کوئی پارس لاوارث ہے اور کوئی نہیں ہے۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔ دیکھو نا، تم کنگ فرنانڈو کی بھتیجی کی بیٹی ہو۔"

"میرا باپ کون ہے؟"

"وہی شخص جس نے تمھاری ماں کو دھوکا دیا۔"

"لیکن وہ کون تھا، کوئی آج تک اُسے تلاش نہ کر سکا۔ اس کا نام تک معلوم نہ ہو سکا۔ کیا لاوارث اُسے ہی نہیں کہتے جس کے باپ کا کوئی نام نہ ہو۔"

پارس ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے بولا۔ "کبھی یہ انکشاف ہوگا کہ میرے باپ کا بھی نام نہیں معلوم ہے تب میں تمھاری طرح آنسو نہیں بہاؤں گا۔"

"تم مرد ہو۔"

"عورت بھی فولاد بن سکتی ہے، اگر وہ بننا چاہے۔"

"کیا تم میری ایک بات کا یقین کرو گے؟"

"ضرور کروں گا، بولو۔"

"میں نے آج تک کبھی ایک آنسو نہیں بہایا۔ یہ معلوم ہونے کے بعد بھی کہ میری پیدائش کن حالات میں ہوئی ہے، میں تلخی سے مسکرا کر رہ گئی۔ آج تمھارے سامنے بے اختیار آنسو نکل گئے۔ پہلے تو میں خود حیران ہوئی، ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ پھر سمجھ میں آیا، میں تمھیں اپنے آنسو دکھانا چاہتی ہوں۔ شاید میں یہ چاہتی ہوں کبھی تمھارے بارے میں ایسا ہی کوئی انکشاف ہو تو میں بے اختیار تمھیں یاد آ جاؤں۔"

وہ خاموش رہا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ ایسے وقت کیا کہنا چاہیے۔ وہ اندر ہی اندر کشمکش میں مبتلا تھا۔ اپنی بے پناہ سنجیدگی اور خشک مزاجی کے نتیجے میں سوچتا تھا، یہ سب بکواس ہے۔ نہ جانے میری زندگی میں ایسی کتنی روتی مسکراتی ہوئی لڑکیاں آئیں گی۔ مجھے کسی سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن میں کیوں متاثر ہو رہا ہوں، یہ کون سا جذبہ ہے، یہ کیسی کشش ہے، کیوں میں اپنے اصولوں سے ہٹ رہا ہوں۔

وہ آہستگی سے بولی۔ "کیا تمھیں گھر جانے کی جلدی ہے؟"

وہ پیچھا چھڑانے کے لیے کہنا چاہتا تھا، ہاں مجھے فوراً گھر پہنچنا ہے لیکن وہ بولتے بولتے لڑکھڑا گیا۔ "نن!... نہیں، کوئی جلدی نہیں ہے۔"

"کیا تم نے چاندنی رات میں کبھی دریا کی سیر کی ہے؟"

"کبھی اس کا موقع نہیں ملا۔"

"تم اس ملک میں، اس شہر میں ہمارے مہمان ہو۔

مجھے میزبانی کا موقع دو۔ میں تمھیں دریا کی سیر کرانا چاہتی ہوں۔"
"ہمیں کہاں جانا ہوگا؟"
"بیٹری پارک چلیں گے۔ وہاں ہماری ذاتی موٹر بوٹ ہے۔ پھر ہم جزیرہ ایلس جائیں گے۔"
"میں دنیا دیکھنے کے لیے باباصاحب کے ادارے سے نکلا ہوں۔ ماما سے بھی یہی کہا تھا کہ جس کام کو جارہا ہوں، اب تو وہ نہیں ہوسکے گا۔"
"کس کام کے لیے آئے تھے؟"
"یہ ایک لمبا چکر ہے۔ ٹرانسفارمر مشین کا معاملہ ہے۔ میں اس کا نقشہ غائب کرنا چاہتا تھا لیکن یہاں تو مشین موجود ہے۔ نقشے کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔ اب تو راوی چین لکھتا ہے اور تقدیر نے تمھارے پاس پہنچادیا ہے تاکہ مجھے سیروتفریح کراسکو۔"
فیری نے ریسیور اٹھاکر نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم ہوتے ہی کہا: "میں فیری بول رہی ہوں، ریسیور انکل کو دو۔"
ذرا دیر بعد ہی کنگ فرنانڈو کی آواز سنائی دی: "ہیلو مائی ڈاٹر۔ کیا حال ہے۔ کیا پارس تمھارے ساتھ ہے؟"
"جی ہاں، ہم دونوں بیٹری پارک جارہے ہیں۔ وہاں سے دریا کی سیر کا ارادہ ہے۔ آپ فوراً ہمارے لیے موٹر بوٹ ریزرو کرادیں۔"
"وہ ابھی ریزرو ہوجائے گی۔ اس میں تم دونوں کی ضروریات کا سامان موجود ہوگا۔ کیا وہ کار تم ڈرائیو کررہی ہو؟"
"جی نہیں، پارس ڈرائیو کررہے ہیں۔"
"اُس سے کہو، تم کار ڈرائیو کروگی۔ اور وہ آرام سے بیٹھ کر ٹرانسمیٹر کے ذریعے مجھ سے گفتگو کرے گا۔"
پارس نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔ دونوں نے اپنی جگہ بدل لی۔ اب فیری کار ڈرائیو کررہی تھی اور وہ اس کی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اُس نے اپنے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کیا، پھر کہا: "میں علی مراد بول رہا ہوں۔ انکل، آپ کو ٹیلیفون پر میرا نام نہیں لینا چاہیے تھا۔"
"اوہ! سوسوری، مجھ سے بھول ہوگئی تھی۔ تم دونوں کے لیے موٹر بوٹ ریزرو ہوچکی ہے۔ اُس کے ڈیش بورڈ میں ریوالور اور کارتوس بھی رکھے ہوئے ہیں۔ ایک بات یاد رکھو۔ اس بوٹ کو کہیں بھی ساحل کے پاس روکو تو صرف اُسے لاک نہ کرو بلکہ اُس کے انجن کا ایک پُرزہ بھی کھول کر جیب میں رکھ لو۔ یہاں اکثر پرائیویٹ کشتیاں چوری ہوتی رہتی ہیں۔"
"اچھی بات ہے۔ میں یہ احتیاطی تدبیر کروں گا۔"
"ایک بات مجھے کھٹک رہی ہے۔ اگر انٹیلی جنس والوں نے تمھیں میرے ساتھ دیکھا ہے تو وہ تمھارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی فکر میں ہوں گے۔ تم نہیں جانتے، یہاں فیری کو میری بھتیجی کی حیثیت سے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے پیچھے ایک لمبی داستان ہے جو میں کسی وقت سناؤں گا۔"
"فیری نے مجھے ساری باتیں بتادی ہیں۔"
"اوہ یہ لڑکی بڑی جلدباز ہے اور بہت ہی معصوم ہے، کسی کو دھوکا دینا نہیں چاہتی۔ کیا تم اس سے نفرت کروگے؟"
"آپ کیسی باتیں کررہے ہیں۔ کیا آپ ہمارے خاندانی راز نہیں جانتے۔ کیا آپ یہ نہیں سمجھتے کہ کسی دن میرے متعلق بھی ایسا انکشاف ہوسکتا ہے۔"
"نہیں بیٹا، خدا نہ کرے ایسا ہو۔ میری دعا ہے، ایک دن تم فرہاد کے بیٹے ثابت ہوسکو۔"
"آپ انٹیلی جنس والوں کے متعلق کچھ کہہ رہے تھے۔"
"ہاں بیٹے، میں نے فیری کو اپنے سے دور رکھ کر اس کی پرورش کی ہے۔ میں سخت اُلجھن میں تھا کہ اس سے اپنا رشتہ کیا ظاہر کروں اور کس طرح سماج میں اس کی کوئی پوزیشن بنا سکوں۔ آخر میں نے سوچا، میری بھتیجی کی موت کو سولہ برس گزر چکے ہیں۔ دنیا والے شاید اُسے بھول چکے ہیں۔ یوں بھی وہ سوسائٹی میں زیادہ مقبول نہیں تھی۔ یہ سوچ سمجھ کر میں نے فیری کو اپنی بھتیجی بنا لیا اور یہی بیان دیا کہ یہ پاکستان اور بھارت میں رہ کر ایک کتاب لکھ رہی تھی۔ بہت عرصے بعد مجھ سے ملنے آئی ہے۔ یہ بات میں نے اپنے چند خاص لوگوں کو بتائی ہے۔ یہ کوئی پریس کانفرنس والا بیان نہیں ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انٹیلی جنس والے بھی فیری کو مجھ سے منسوب نہیں کرسکتے۔"
"میں آپ کی بات کسی حد تک سمجھ رہا ہوں لیکن انٹیلی جنس والوں نے اگر ہوٹل میں آپ کے ساتھ مجھے دیکھا ہے تو پھر فیری کے ساتھ بھی دیکھا ہے۔"
"یہی تو کہنے جارہا ہوں۔ فیری کے ساتھ تمھیں دیکھنے کے باوجود وہ اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ جس طرح تمھارے بارے میں بالکل نئی تحقیقات ہوں گی اسی طرح فیری کے سلسلے میں بھی ہوں گی۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ جس طرح تم ابھی اپنا پاسپورٹ اور اپنی شناخت بدلنے جارہے ہو، اسی طرح فیری کی بھی شناخت بدل دی جائے اور اس کا نام بدل دیا جائے؟"
"یعنی اب فیری آپ سے دور رہا کرے گی؟"
"ہاں، میرے ساتھ رہے گی تو خواہ مخواہ قانونی گرفت میں آتی رہے گی۔ میں تو ان قانون کے محافظوں سے نمٹتا آرہا ہوں، وہ اس معاملے میں بالکل کوری ہے۔ خواہ مخواہ پریشان ہوتی رہے گی۔"

"لیکن یہ اکیلی کہاں بھٹکے گی؟"
"اس کی فکر نہ کرو۔ میرے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ اگر وہ اس ملک سے نکل جانا چاہے تو بہت اچھی بات ہوگی۔ فرانس ہمارا وطن ہے۔ وہ پیرس پہنچے گی تو وہاں میرے ذرائع بھی کام آئیں گے اور تمھارے پاپا وغیرہ بھی موجود ہیں۔ بہرحال میں نہیں جانتا کہ فیری اس سلسلے میں کیا فیصلہ کرے گی یا تم دونوں متفقہ طور پر کسی نتیجے پر پہنچو گے۔ میں اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں کہ جو بھی فیصلہ کرو، مجھے اس سے آگاہ نہ کرنا اور نہ ہی مجھے اپنی نئی شناخت بتانا تاکہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا سپر ماسٹر چپ چاپ میرے دماغ میں آکر تم لوگوں کے بارے میں کچھ معلوم نہ کرسکے۔"
پارس سمجھ رہا تھا کہ توقع کے بالکل ہی خلاف فیری کی ذمے داری اس کے سر آرہی ہے۔ وہ حیران تھا کہ تقدیر اس کے ساتھ کیا تماشے کررہی ہے۔ اُسے ایک بہت ہی بھولی بھالی، بہت ہی خوب صورت لڑکی کے پاس لے آئی ہے۔ وہ اس سے دور جانا چاہتا ہے لیکن حالات اُسے اور قریب کرتے جارہے ہیں۔ وہ فیری کے سلسلے میں کوئی ذمے داری قبول نہیں کرنا چاہتا تھا اور انکار بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس کی عجیب حالت ہوگئی تھی۔
ٹرانسمیٹر سے کنگ فرنانڈو کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ "اگر فیری کے سلسلے میں تم کوئی پریشانی محسوس کرو تو اسے اپنے پاپا کے پاس روانہ کردینا۔ جب وہ تمھارے والدین کے ساتھ میں پیرس پہنچ جائے گی تو میں یہاں اطمینان سے رہ سکوں گا۔ فی الحال یہ ہماری آخری گفتگو ہے۔ حالات نے اجازت دی تو پھر ملیں گے۔ دیٹس آل۔"
رابطہ ختم ہوگیا۔ اُس نے ٹرانسمیٹر کو جیب میں رکھ لیا۔ پھر ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگا۔ دونوں تھوڑی دیر تک خاموش رہے، پھر وہ بولی: "میں تمھارے لیے مصیبت بن گئی ہوں؟"
"ہاں؟" وہ چونک کر بولا: "نن... نہیں تو، مصیبت کیسی بلکہ میں تمھارے لیے مصیبت ہوں۔ دیکھو نا، میری خاطر تم اپنا وقت ضائع کررہی ہو، مجھے دریا کی سیر کرانے لے جارہی ہو۔"
"میں وعدہ کرتی ہوں، سیروتفریح کے بعد تمھیں گھر پہنچا آؤں گی۔ اس کے بعد کبھی ملاقات نہیں کروں گی۔ میں نے انکل کی بات سن لی ہے۔ وہ چاہتے ہیں، میں پیرس چلی جاؤں۔ یہی بہتر ہے۔ اگر کل کی فلائٹ میں سیٹ مل گئی تو میں کل ہی چلی جاؤں گی۔"
وہ چپ رہا۔ سوچنے لگا: "آخر یہ لڑکی کیا چیز ہے۔ میری مستقل مزاجی کو کمزور بنارہی ہے۔ جاتی ہے تو چلی جائے۔ مجھے اپنی قوت ارادی سے کام لینا چاہیے، سخت بن جانا چاہیے۔ پتھر ہوجانا چاہیے۔"
وہ بیٹری پارک پہنچ گئے۔ وہاں اُن کے لیے ایک موٹر بوٹ تیار تھی۔ کنگ فرنانڈو کے ایک خاص ماتحت نے وہاں تک اُن کی رہنمائی کی۔ پھر پارس کو بتایا کہ وہ موٹر بوٹ کس طرح ہینڈل کی جاسکتی ہے اور اس میں کتنی طرح کے خفیہ مکینزم ہیں۔ اُس نے ایک چھوٹا سا ریموٹ کنٹرولر دیتے ہوئے کہا: "جب ریموٹ کنٹرولر کے اس بٹن کو دباؤ گے تو ایک خفیہ ڈیش بورڈ کھل جائے گا۔"
پارس نے اُس بٹن کو دبا کر دیکھا۔ ڈیش بورڈ ایک طرف سے کھلتا چلا گیا۔ اُس کے اندر ایک ریوالور اور کئی کارتوس رکھے ہوئے تھے۔ نوٹوں کی گڈیاں اور ایک ٹرانسمیٹر بھی تھا۔ اُس نے ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے ڈیش بورڈ کو پھر بند کردیا۔ اس موٹر بوٹ کا انجن خراب ہونے کی صورت میں ایک ایکسٹرا انجن تھا۔ پچھلے خانے میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ پانی کی بوتلیں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ ڈیش بورڈ کا ایک خانہ جو واضح طور پر کھل سکتا تھا، اُس میں دو ٹارچ لائٹ اور اینٹی ڈارک لینس کے گاگلز رکھے ہوئے تھے۔ جنھیں اندھیرے میں پہن لو تو تاریکی بڑی حد تک چھٹ جاتی تھی اور بہت کچھ نظر آنے لگتا تھا۔
کنگ فرنانڈو کا خاص آدمی تمام باتیں سمجھانے کے بعد چلا گیا۔ فیری نے کہا: "آؤ بیٹھو، ہم چلتے ہیں۔"
"ذرا ایک منٹ۔"
یہ کہہ کر پارس نے اپنے دونوں ہاتھ سر سے بلند کیے۔ ان ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں ملایا۔ انھیں ایک دوسرے سے الگ کیا، پھر ایک دوسرے سے ملایا، پھر ہاتھ نیچے کرلیے۔
فیری نے پوچھا: "یہ کیا ہے؟"
"میں اپنی نگرانی کرنے والے ایک شخص کو بلارہا ہوں۔"
اعلیٰ بی بی کے ماتحت اس کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ اُس نے کہہ دیا تھا، جب بھی ان کی ضرورت ہوگی تو وہ اسی طرح ہاتھ اُٹھا کر اشارہ کرے گا تو کوئی بھی ماتحت اُس کے قریب آسکتا ہے۔ صرف چند ہی سیکنڈ کے بعد ایک شخص اس کے قریب آکر بولا: "یس، پارس بابا؟"
اُس نے کہا: "میں ابھی دریا کی سیر کے لیے جارہا ہوں۔ ہم جزیرۂ ایلس تک جائیں گے۔ پھر واپس آجائیں گے۔ اعلیٰ بی بی کو میرا پیغام دو۔ میں نے آج کنگ فرنانڈو سے ملاقات کی ہے اور اُن کی ایک بھتیجی کے ساتھ تفریح کے لیے جارہا ہوں۔ ہوسکتا ہے، انٹیلی جنس والوں نے مجھے فرنانڈو کے ساتھ دیکھ لیا ہو اور ہوسکتا ہے صبح تک میری اور فرنانڈو کی بھتیجی فیری کی شناخت بدلنی پڑے۔ وہ اس بات کے لیے تیار رہیں۔ کسی

وقت بھی ہمارا نیا پاسپورٹ اور اس شہر میں رہنے کے سلسلے میں نئے کاغذات تیار رہنے چاہئیں۔"

اُس شخص نے کہا: "میں آپ کا پیغام پہنچا دوں گا مگر آپ جزیرۂ الس کے بارے میں کچھ جانتے ہیں؟"

"میں کچھ نہیں جانتا۔"

"اسے عرفِ عام میں آئی لینڈ آف ٹیئرز یعنی آنسوؤں کا جزیرہ کہتے ہیں۔ وہاں پہلے امریکا کے قدیم باشندے آباد تھے۔ اب وہ بالکل ویران ہے۔ آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں، ویران جزیروں میں خطرات کی گنجائش ہوتی ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہم میں سے کوئی آپ کے ساتھ چل سکتا ہے۔"

فیری نے کہا: "میں اس جزیرے کے متعلق جانتی ہوں۔ ہم وہاں قدم نہیں رکھیں گے۔ ہم تو صرف جزیرے کے ساحل تک جائیں گے پھر وہاں رُکے بغیر واپس آجائیں گے۔"

اس شخص نے کہا: "پھر تو آپ ضرور جائیں۔ آپ کے لیے کسی باڈی گارڈ کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ چلا گیا۔ پارس موٹر بوٹ کی اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ فیری نے قریب آکر کہا: "تم نے تو کہا تھا، کبھی دریا کی سیر نہیں کی۔ پھر موٹر بوٹ کیسے چلاؤ گے؟"

"میں نے کہا تھا، چاندنی رات میں کبھی سیر نہیں کی ورنہ مجھے سائیکل اور موٹر سے لے کر موٹر بوٹ اور ہوائی جہاز تک چلانا سکھایا گیا ہے۔"

وہ اُس کے ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ دُور تک چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ کتنے ہی رومانی جوڑے چپّو والی کشتی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی کشتی پر دو محبّت کرنے والے چپّو چلا رہے تھے۔ کسی کشتی پر صرف محبوب چپّو چلا رہا تھا اور محبوبہ اُس کے شانے پر سر رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔

فیری اِن مناظر سے نظریں چُرا رہی تھی اور شرماتے ہوئے سر جُھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ پارس کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ امریکا جیسے شہر میں ایسی شرمیلی لڑکی ملے گی۔ پارس کو یہ رومانی ماحول بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اُس نے آج تک خشک مضامین پڑھے تھے، خشک موضوعات پر ریسرچ کرتا رہا تھا۔ اُس نے خصوصاً سانپوں کے زہر اور اُن کے توڑ کے متعلق کافی معلومات حاصل کی تھیں۔ کہاں زہر اور کہاں یہ حُسن۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ وہ زہریلی آب و ہوا سے نکل کر چاندنی میں لہر لہر بہتا جا رہا تھا۔

اُس نے اسٹیچو آف لبرٹی یعنی مجسمۂ آزادی کے قریب پہنچ کر رفتار سُست کر دی، پھر کہا: "یہ آزادی کا مجسمہ امریکی قوم کے لیے قابلِ فخر ہے اور مجسمے والی یہ عورت خاموش رہ کر بھی آزادی کی داستان سُنا رہی ہے۔ لیکن تم اتنی دیر سے خاموش رہ کر [illegible] سنانا چاہتی ہو؟"

وہ جھینپ کر بولی: "میں۔ ۔ ۔ بس یونہی خاموش تھی [illegible] یہ مجسمۂ آزادی ہے۔"

"یہ تو مجسمۂ آزادی ہے، تم مجسمہ کیوں بنی ہوئی ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "میں تقدیر کی ستم ظریفی پر غور کر رہی تھی۔ آخر یہ ایسا کیوں کرتی ہے۔ چٹکی بھر خوشی دیتی ہے اور یہ خوشی بھی چھین لینے کی دھمکی دیتی ہے۔"

"انسان کو ایسا نہیں سوچنا چاہیے، بلکہ قناعت پسند ہونا چاہیے۔ جو اسے مل رہا ہے اسے ہنسی خوشی قبول کرنا چاہیے۔ کل کیا ہوگا، یہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔"

وہ بولی: "انجن بند کر دو۔ ہم چپّو چلائیں گے۔"

پارس نے انجن کو بند کر دیا۔ دونوں نے ایک ایک چپّو پکڑا، پھر اس کے ذریعے آگے بڑھنے لگے۔ پارس نے پوچھا: "اگر ہم جزیرے کا پورا ایک چکّر لگانا چاہیں تو کتنا وقت لگے گا؟"

"انجن اسٹارٹ کر کے چلا جائے تو ہم تین گھنٹے میں جزیرے کا ایک چکّر لگا لیں گے۔"

"اور اگر چپّو چلائیں تو؟"

وہ مُسکراتے ہوئے بولی: "پھر تو بازو تھک جائیں گے، اسی موٹر بوٹ پر گر پڑیں گے۔"

"اگر گرتے وقت کوئی بازو تھام لے تو؟"

اُس کی مسکراہٹ ایک دم سے حیا میں بدل گئی۔ وہ منہ پھیر کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اُس کی یہی ادا مار رہی تھی۔

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا: "یہ غلط بات ہے۔ آزمائش کے اس مرحلے میں مجھے مستقل مزاج رہنا چاہیے۔ اپنی قوتِ ارادی سے کام لے کر اس لڑکی سے بچنا چاہیے۔ اگر آج اس کے ساتھ چند گھنٹے خیریت سے گزار کر دُور ہو جاؤں تو پھر اس کا جادو مجھ پر نہیں چل سکے گا۔"

وہ چپّو چلاتے ہوئے مجسمۂ آزادی سے دُور نکل گئے۔ وہ ہانپتے ہوئے بولی: "میں تو تھک گئی ہوں۔ پلیز! انجن اسٹارٹ کرو۔"

اُس نے انجن اسٹارٹ کیا۔ موٹر بوٹ تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ پارس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ دل کی دھڑکنیں تیز ہیں یا موٹر بوٹ کی رفتار؟

پارس نے خود کو محبت کے اس بے رحم موضوع سے ہٹانے کے لیے پوچھا: "تمھارے انکل اپنی بھتیجی کی یاد تازہ رکھنے کے لیے تمھیں فیری کہتے ہیں، ورنہ تمھارا اصل نام فرزانہ ہے۔ اگر میں تمھیں فرزانہ کہوں تو؟"

وہ ایک دم سے خوش ہو کر بولی: "ہائے! یہ تو کسی پاکستانی [illegible]کی کا نام ہو گیا۔ مجھے یہ نام پسند ہے۔ پھر کہو فرزانہ!"

پارس نے اُسے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا: "فرزانہ۔"

پارس اُس کا نام لے کر کن انکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔ اُس [illegible] آنکھیں خواب ناک ہو گئی تھیں اور یہ قدرتی حیا کا ایک [illegible]ی غزالی آنکھیں خواب ناک ہونے کے باوجود وہ شرما رہی تھی۔ [illegible] واضح ثبوت تھا کہ خواب ناک ہونے کے باوجود وہ شرما رہی تھی، پھر ایک گہری سانس لے کر بولی: "میں کراچی میں رہی، [illegible] بار رہی تھی۔ پشاور گئی، لاہور میں قیام کیا۔ ہر جگہ ایک انفرادی [illegible] کوئٹہ میں رہی، [illegible] تہذیب بھی ملی اور اجتماعی تہذیب بھی۔ میں نے اکثر سوچا، اگر مجھے [illegible]کستان میں رہنا ہوا تو میں کہاں رہوں گی۔ کراچی، کوئٹہ، پشاور، یا لاہور؟"

پارس نے پوچھا: "پھر تم نے کیا فیصلہ کیا؟"

فیری نے شرما کر سر جُھکا لیا۔ پھر آہستگی سے بولی: "فیصلہ عورت نہیں کرتی، اُس کا جیون ساتھی کرتا ہے۔"

آسمان پر چاند مسکرا رہا تھا۔ چاندنی لہر لہر اترا رہی تھی۔ سرد ہوا کے جھونکے یوں لگ رہے تھے جیسے اَن دیکھی محبوبہ گلے لگ رہی ہو اور ہوا کے سرد جھونکوں کو گرما رہی ہو۔ اس نے پوچھا: "ہم کتنی دور آ گئے ہیں؟"

وہ چونک گئی۔ پھر آس پاس دیکھنے کے بعد سامنے دُور تک دیکھتے ہوئے بولی: "وہ دیکھو، ہم جزیرۂ الس یعنی آئی لینڈ آف ٹیئرز کے قریب پہنچ رہے ہیں۔"

پارس نے دور تک نظریں دوڑاتے ہوئے دیکھا۔ آنسوؤں کا جزیرہ دکھائی دے رہا تھا۔ اُس نے سوچا، اتنی خوشیاں ملنے کے بعد آنسوؤں کے قریب جانا کیا دانش مندی ہوگی؟ اس کے دل نے کہا، ہرگز نہیں۔ ہم اِس جزیرے کے قریب سے گزر کر واپس مُڑ جائیں گے۔

اُس نے پوچھا: "تم آنسوؤں کے جزیرے کے متعلق کیا جانتی ہو؟"

"یہی کہ یہاں کبھی امریکا کے قدیم باشندے آباد تھے۔ اُن کے درمیان خانہ جنگی ہوئی اور سب کے سب مارے گئے۔ وہاں نہ کوئی کھیتی باڑی ہو سکتی ہے نہ وہاں کوئی معدنی خزانہ ہے۔ دُور تک ریگستان ہے، پتھریلی پہاڑیاں اور چٹانیں ہیں۔ وہاں عام آدمیوں کا داخلہ ممنوع ہے۔ فوج کے سپاہی دن رات اِس جزیرے کے اطراف گشت کرتے رہتے ہیں۔"

پارس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا: "یہ بات مجھے اعلیٰ بی بی کے ماتحت نے نہیں بتائی۔"

"تم کس ماتحت کی بات کر رہے ہو؟"

"وہی جو ہمیں بیٹری پارک میں ملا تھا۔ جو میرے ساتھ باڈی گارڈ کی حیثیت سے آنا چاہتا تھا۔"

فرزانہ نے کہا: "اِس جزیرے کے متعلق بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ میں اِس لیے جانتی ہوں کہ انکل کی معلومات بہت وسیع ہیں۔ انھوں نے ایک دن مجھے سمجھایا تھا، کبھی کشتی کی سیر کے لیے نکلو تو اس جزیرے کے قریب سے گزر جانا مگر وہاں قدم نہ رکھنا۔ وہ جزیرہ سرکاری تحویل میں ہے۔"

پارس بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا۔ اس نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا: "اِس کا مطلب ہے، اس جزیرے میں کوئی خاص بات ہے۔"

فرزانہ نے کہا: "بھلا خاص بات کیا ہو سکتی ہے؟ سرکاری معاملات ہیں۔ وہاں کوئی فوجی اڈّہ بھی ہو سکتا ہے۔ تم کیا سوچ رہے ہو؟"

"میں جزیرے میں جانے کے متعلق سوچ رہا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی: "یہ ممکن نہیں ہے۔ رات کے وقت کوسٹ گارڈز بہت محتاط رہتے ہیں اور پیٹرولنگ پارٹیز موٹر بوٹ وغیرہ میں چاروں طرف گشت کرتی رہتی ہیں۔"

پارس نے موٹر بوٹ کو واپس موڑتے ہوئے کہا: "چلو، میں تمھیں بیٹری پارک چھوڑ دوں گا۔ وہاں سے پھر واپس آؤں گا۔"

"کیا تنہا آؤ گے، کیا مجھے چھوڑ دو گے؟"

"تم خود کہہ رہی ہو، یہاں ہر قدم پر خطرہ ہے اور سخت پہرا ہے۔ تمھیں خطرات سے کھیلنے کی عادت نہیں ہے۔ یہ عادت مجھے بھی نہیں ہے لیکن مجھے بہت کچھ سکھایا گیا ہے اس لیے خطرات کا عادی ہوتا جاؤں گا۔"

"تمھیں سکھایا گیا ہے اور میں تمھارے ساتھ رہ کر سیکھ سکتی ہوں۔ تمھاری طرح خطرات کی عادی بن سکتی ہوں۔ تمھیں جزیرے میں تنہا نہیں جانے دوں گی۔"

"پاگل نہ بنو۔ تم میرے ساتھ جاؤ گی تو مجھ پر دوہری ذمے داریاں عائد ہو جائیں گی۔ ایک تو مجھے اپنی جان بچانے کی فکر ہوگی، دوسرے، تمھاری حفاظت کا خیال رہے گا۔"

فرزانہ نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ ایک گہری سانس لے کر سوچنے لگی، یہی تو میں دیکھنا چاہتی ہوں، تم خطرات میں میرا کتنا خیال رکھتے ہو، یہی تو مردانگی ہے اور یہی تو محبت ہوگی۔

وہ زبان سے کچھ نہ بولی۔ چپ چاپ اگنیشن کی چابی کو گھما دیا۔ انجن بند ہو گیا۔ پارس نے پوچھا: "یہ کیا کر رہی ہو؟"

"وہی جو کہہ چکی ہوں۔ ہم اس جزیرے میں ساتھ جائیں گے یا پھر نہیں جائیں گے۔"

اُسی وقت ایک موٹر بوٹ تیزی سے چلتی ہوئی آئی۔ اس کی سرچ لائٹ ان پر پڑ رہی تھی۔ میگا فون کے ذریعے کہا جا رہا تھا: "ڈونٹ اسٹے ہیئر، گو بیک ٹو دی اسٹیچو آف لبرٹی۔ یہاں

"ورکو۔ مجسمۂ آزادی کی طرف واپس جاؤ۔"

پارس نے انجن اسٹارٹ کیا، پھر موٹر بوٹ کو واپس لے جانے لگا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد وہ رُک گیا۔ گشت کرنے والی پیٹرولنگ پارٹی جزیرے کی دوسری سمت گھوم گئی تھی اور ان سے بہت دُور نکل گئی تھی۔ وہ بے بسی سے بولا۔ "تم مجھے مجبور نہ کرو۔ واپس چلو۔ مَیں تمھیں چھوڑ کر آؤں گا۔"

"مَیں وعدہ کرتی ہوں، تمھارے لیے مصیبت نہیں بنوں گی۔ تم پر کوئی بوجھ نہیں ہوگا۔ مَیں اپنی حفاظت خود کروں گی لیکن تمھارے ساتھ جزیرے میں جاؤں گی۔"

"ابھی تم چپّو چلا رہی تھیں۔ تمھارے بازو دُکھنے لگے تھے، تم تھک گئی تھیں اور جزیرے کے ساحل تک پہنچنے کے لیے ہمیں موٹر بوٹ کے انجن کو خاموش رکھنا ہوگا۔ چُپ چاپ چپّو چلا کر جانا ہوگا۔"

پارس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی اُس نے ایک چپّو کو اُٹھا لیا، پھر بولی۔ "آؤ، ہم اسی طرح جائیں گے۔"

موٹر بوٹ کا انجن خاموش تھا۔ پارس نے دوسرا چپّو سنبھالا پھر وہ تیزی سے ساحل کی طرف جانے لگے۔ ساحل کے بعض حصّوں میں اونچی مچانیں بنی ہوئی تھیں۔ وہاں سے سرچ لائٹ دائیں سے بائیں گھومتی رہتی تھیں لیکن جزیرے کے ساحل کا کچھ حصّہ ایسا بھی تھا جو چٹانی اور پتھریلا تھا۔ وہاں تک روشنی نہیں پہنچتی تھی۔ پارس ایسے ہی حصّے سے گزرتا ہوا دو چٹانوں کے درمیان بوٹ کو لے آیا۔ اسی وقت ایک پیٹرولنگ پارٹی موٹر بوٹ میں گزر رہی تھی اور سرچ لائٹ کے ذریعے دُور دُور تک دیکھ رہی تھی۔ ان دو چٹانوں کے درمیان ایک بڑا سا پتھر تھا جو موٹر بوٹ کو چھپائے ہوئے تھا۔ پارس نے وہیں لنگر ڈال دیا۔ ڈیش بورڈ کو کھول کر ریوالور اور کارتوس نکالے، تمام کارتوس جیبوں میں ٹھونس لیے۔ ایک ٹارچ اور ایک اینٹی ڈارک گاگلز فرزانہ کو دیا، دوسرا اپنے پاس رکھا۔ پانی کی ایک بوتل شانے سے لٹکائی، پھر موٹر بوٹ سے اُتر کر ساحل کی زمین پر قدم رکھتے ہوئے دور دُور تک دیکھنے لگا۔ چاندنی میں حدِ نظر تک دکھائی دے رہا تھا۔ وہ چٹانوں اور پتھروں کی آڑ لے کر آگے بڑھنے لگے۔ ایک جگہ سرچ لائٹ کی روشنی گزرتی جا رہی تھی۔ پارس نے اس کے ساتھ ایک پتھر کے پیچھے دبک کر پوچھا۔ "ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے؟ سامنے ذرا فاصلے پر مچان دکھائی دے رہی ہے۔ لائٹ وہیں سے آ رہی ہے۔"

فرزانہ نے کہا۔ "تم زیادہ سمجھ دار ہو۔ پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"مَیں دیکھنا چاہتا ہوں، تم کتنی ذہین ہو اور ان حالات میں کیا مشورہ دے سکتی ہو۔"

وہ مچان کی طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگی، پھر بولی۔ "اس مچان پر رہنے والے آدمی اپنے ہیڈ کوارٹر سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے یقیناً رابطہ قائم کرتے ہوں گے۔ اگر تم ان سے ٹکراؤ گے یا انھیں مار ڈالو گے تو رابطہ ختم ہو جائے گا، پھر ہیڈ کوارٹر والوں کو شُبہ ہوگا۔"

پارس نے خوش ہو کر کہا۔ "شاباش، تم نے ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ اسی خیال کے مطابق زمین پر رینگتے ہوئے آگے بڑھتی چلو۔ کہنیاں اور گھٹنے چھلتے رہیں گے، تکلیف ہوگی لیکن ہم کسی سے چھیڑ چھاڑ کیے بغیر آگے نکل جائیں گے۔"

وہ اُس کی مرضی کے مطابق اوندھی زمین پر لیٹ گئی، پھر اُس کی طرح کہنیوں اور گھٹنوں کے بل رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگی۔ ایک جگہ پہنچ کر بولی۔ "آخر ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"مَیں اسی طرح پورے جزیرے کا چکر لگاؤں گا اور یہ معلوم کروں گا کہ یہاں کون سا سرکاری راز ہے جس کی اس طرح حفاظت کی جا رہی ہے۔"

وہ اسی طرح رینگتے ہوئے اس مچان سے دور نکل گئے۔ اس کے بعد اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر جُھک کر دوڑتے ہوئے دُور تک جانے لگے۔ بہت دور جانے کے بعد جب دوسری مچان نظر آئی تو وہ پھر زمین پر لیٹ گئے اور اسی طرح رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔

دوسری مچان کے بعد پارس نے راستہ بدل دیا۔ اس بار وہ جزیرے کے درمیانی حصّے کی طرف رینگتے ہوئے جانے لگا۔ بہت دُور جانے کے بعد وہ پھر فرزانہ کے ساتھ اُٹھ کر کھڑا ہوا۔ اور جُھکتے ہوئے، دوڑتے ہوئے اس چھوٹی سی پہاڑی کی طرف جانے لگا جو چاندنی میں دکھائی دے رہی تھی۔ فرزانہ عُرف فیری کو اپنی زندگی سے بہت پیار تھا۔ وہ موت سے ڈرتی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ پارس کتنا شہ زور، کتنا باصلاحیت اور کتنا حاضر دماغ ہے۔ یہ سب کچھ نہ جاننے کے باوجود اُسے اعتماد تھا کہ یہی وہ مرد ہے جو اس کا محافظ ہو سکتا ہے۔ زندگی ایک بار ملتی ہے اور ایک ہی بار کسی مرد پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ بے شک اُسے زندگی سے پیار تھا لیکن آج موت سے بھی خوف نہیں آ رہا تھا۔ یہ جو لمحات اُس کے ساتھ گزر رہے تھے یہی زندگی کا حاصل تھے۔ اس کے بعد چاہے موت آتی یا قیامت آتی، اُسے کسی بات کی پروا نہیں تھی۔

اچانک پہاڑی کے ایک حصے سے کسی نے للکارتے ہوئے کہا۔ "ہالٹ!"

وہ دونوں رُکے مگر زمین پر لڑھکتے ہوئے ایک پتھر کی آڑ میں چلے گئے۔ چاند پہاڑی کی دوسری طرف تھا۔ اس کی روشنی اِدھر نہیں آ رہی تھی۔ قدرے تاریکی تھی، لہٰذا دونوں نے اینٹی ڈارک گاگلز آنکھوں پر پہن لیے۔ ایسے ہی وقت کہیں سے ٹارچ کی روشنی قریب آ رہی تھی۔ کوئی اُن کی طرف چلا آ رہا تھا۔ پارس نے فرزانہ کے کان کے قریب منہ لا کر کہا۔ "تم یہیں دبک کر رہنا۔ ذرا بھی حرکت نہ کرنا۔ مَیں ابھی آ رہا ہوں۔"

وہ رینگتا ہوا ایک طرف نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد فرزانہ نے کچھ آوازیں سُنیں جیسے دو آدمی ٹکرا گئے ہوں۔ اوں، آں کی آواز نکل رہی تھی۔ پھر یکبارگی خاموشی چھا گئی۔ تھوڑی دیر بعد قریب ہی پارس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "فرزانہ! مَیں تمھارے پاس آ رہا ہوں لیکن اس وقت یہاں کے ایک گارڈ کی وردی میں ہوں مجھے دیکھ کر پریشان نہ ہونا۔"

وہ رینگتا ہوا قریب آ گیا۔ اُسی وقت دُور کہیں سے کسی کی آواز سُنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ "مورگن! ابھی تم کس کو للکار رہے تھے؟ کیا تم نے کسی کو دیکھا ہے؟ تم کہاں ہو؟"

پارس نے فرزانہ کو تھپک کر کہا۔ "یہاں رہو، مَیں ابھی آ رہا ہوں۔"

وہ اُٹھ کر پتھر کی آڑ سے نکلا۔ پھر کھانستے ہوئے بولا۔ "مجھے شُبہ ہوا تھا کہ اِدھر مَیں نے کسی کو حرکت کرتے دیکھا ہے لیکن یہاں کوئی نہیں ہے۔"

وہ ایک بار پھر کھانستے ہوئے آنے والے کے قریب پہنچا۔ پھر ایک گھونسا اُس کے پیٹ میں مارا۔ وہ کراہتے ہوئے جھکا تو اس کے منہ پر دوسرا ہاتھ پڑا۔ آنے والے کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک پھڑپھڑاتا رہا۔ پھر ایک دم سے ساکت ہو گیا۔

فرزانہ پتھر کے پیچھے پارس کا انتظار کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اُسے آہٹ سنائی دی۔ پارس نے کہا۔ "مَیں آ رہا ہوں۔"

اُس نے قریب آ کر اس کے پاس کپڑوں کی ایک گٹھری پھینک دی، پھر کہا۔ "یہ دوسرے گارڈ کی وردی ہے۔ تم اسے پہن لو۔ مَیں دوسری طرف جا رہا ہوں۔ جب پہن لو تو پتھر کی آڑ سے نکل آنا۔"

وہ تھوڑی دیر تک شرماتی رہی، حالانکہ وہاں قدرے تاریکی تھی، کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا اور پارس پتھر کے دوسری طرف چلا گیا تھا۔ اُس کی شرافت پر بھی یقین تھا کہ وہ تاک جھانک نہیں کرے گا۔ وہ تھوڑی دیر تک جھجکتی رہی، پھر اُس نے لباس بدل ہی لیا۔

لباس ڈھیلا ڈھالا تھا۔ وہ اُسے پہن کر پتھر کی آڑ سے نکل آئی۔ پارس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "چلے گا۔ اب یہ بتاؤ، کیا اسٹین گن چلانا جانتی ہو؟"

وہ پھر جھجکنے لگی۔ پارس نے کہا۔ "کوئی بات نہیں، اسٹین گن کو دیکھو، یہ لاک ہے۔ اسے اس طرح ہٹاؤ گی، پھر ٹرائیگر پر انگلی کا دباؤ ڈالو گی تو گولیاں نکلتی چلی جائیں گی۔ لیکن لاک اُس وقت تک نہ ہٹانا، ٹرائیگر اُس وقت تک نہ دبانا جب تک تمھیں اپنی جان کا خطرہ نہ ہو۔ مَیں نہیں چاہتا کہ یہاں فائرنگ کا شور ہو اور دور دُور تک آواز جائے۔"

فرزانہ نے کارتوس کی پیٹی اور اسٹین گن لے لی، پھر اُس کے قریب ہو کر آہستگی سے کہا۔ "مَیں نے یہاں بارود کی بُو محسوس کی ہے۔"

پارس نے چونک کر اُسے دیکھا، پھر پوچھا۔ "تم نے کہاں محسوس کی ہے؟"

وہ زمین پر بیٹھ گئی، پھر لیٹ گئی۔ پارس بھی اُس کے ساتھ لیٹ گیا۔ وہ اوندھے منہ ہو کر زمین سے ناک لگا کر سونگھ رہی تھی۔ پارس بھی سونگھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اُسے بچپن سے تربیت دی گئی تھی کہ پانچوں حواس کو کس طرح زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ وہ تاریکی میں اس حد تک دیکھ سکتا تھا جتنا کہ کوئی عام آدمی نہیں دیکھ پاتا۔ وہ کانوں سے ہلکی سے ہلکی آہٹ سن سکتا تھا۔ اور اس آہٹ کا تجزیہ کر سکتا تھا۔ وہ سونگھ کر بتا سکتا تھا کہ کون سی چیز زہریلی ہے اور کون سی چیز بے ضرر ہے۔ وہ معمولی سے زہر کو بہ آسانی زبان سے چکھ سکتا تھا۔ وہ فرزانہ کے قریب زمین پر اوندھے منہ لیٹ کر زمین کو سونگھ کر بولا۔ "مجھے تو بارود کی بُو محسوس نہیں ہو رہی ہے۔"

وہ بولی۔ "بارود اس مٹی کی بہت گہری تہ میں بچھائی گئی ہے۔ مَیں اس مٹی کو سونگھ کر بارود کا سُراغ لگا سکتی ہوں۔ مَیں آثارِ قدیمہ کی ماہر ہوں۔ مَیں کسی بھی کھنڈر کی ایک اینٹ کو سونگھ کر بتا سکتی ہوں کہ یہ ہزار، دو ہزار یا دس ہزار سال پہلے کس بھٹی میں پکائی گئی تھی۔"

پارس نے اُسے حیرانی سے دیکھا، پھر کہا۔ "اگر تمھاری یہ مہارت درُست ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس پہاڑی کے اندر کوئی بہت اہم چیز چھپا کر رکھ دی گئی ہے اور یہ سوچتے ہوئے میرا دل خوشی سے دھڑک رہا ہے کہ وہ چیز ٹرانسفارمر مشین بھی ہو سکتی ہے۔"

وہ دونوں زمین پر سے اُٹھ گئے۔ ذرا جھک کر دوڑتے ہوئے ایک طرف جانے لگے۔ گویا پہاڑی کا ایک چکر کاٹنے لگے۔ ذرا دُور جا کر انھیں رُکنا پڑا۔ ایک غار کا دہانہ دکھائی دے رہا تھا، وہاں دو مسلح پہرے دار تھے۔ اُن میں سے ایک کہہ رہا تھا۔ "یہ کم بخت کہاں جا کر مر گیا ہے۔"

دوسرا کہہ رہا تھا۔ "وہ مورگن کے ساتھ بیٹھ کر سگریٹ کے

کش لگا رہا ہوگا۔ دونوں ہی ہڈحرام ہیں۔ ذرا تم جا کر دیکھو۔"

پارس نے فرزانہ کا ہاتھ پکڑا، پھر واپس مڑ کر ایک پتھر کی آڑ میں چلا گیا۔ وہاں اُس کے کان کے قریب سرگوشی کی "تم چپ چاپ کھڑی رہنا۔ میں آنے والے سے نمٹ لوں گا۔"

تھوڑی دیر تک گہری خاموشی رہی۔ ہلکے ہلکے قدموں کی آہٹ سنائی دے رہی تھی۔ وہ آ رہا تھا۔ جب اُس بڑے سے پتھر کے قریب سے گزرتے ہوئے جانے لگا تو پارس نے اسٹین گن کے دستے سے اُس کے سر پہ زوردار ضرب لگائی۔ اس کے حلق سے ہلکی سی کراہ نکلی۔ پھر وہ زمین پر گر پڑا۔ پارس نے دوسری ضرب لگائی۔ اس کے بعد وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکا۔ اُس کی طرف سے مطمئن ہو کر وہ اطمینان سے چلتا ہوا غار کے دہانے کی طرف جانے لگا۔ فرزانہ حیران تھی کہ وہ کتنی دیدہ دلیری سے کام لے رہا ہے۔ اُسے ذرا بھی خوف نہیں تھا کہ پہچان لیا جائے گا۔ حالانکہ وہ مسلح افراد کی وردی میں تھا۔ پھر بھی ایسا خطرہ مول لینا مناسب نہیں تھا۔

وہ سوچ رہی تھی اور ڈرتی جا رہی تھی۔ پارس غار کے پاس پہنچ گیا تھا۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے اچانک ہی اسٹین گن کے دستے سے دوسرے مسلح محافظ پر حملہ کیا۔ اُسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ محافظ خاصا تگڑا تھا۔ بڑا جی دار تھا۔ وہ پارس سے لپٹ گیا۔ دونوں گتھم گتھا ہو کر پہاڑی کی ڈھلان سے لڑھکنے لگے۔ پارس کی کوشش یہی تھی کہ وہ منہ سے آواز نہ نکال سکے۔ اِس مقصد کے لیے اس نے ایک ہاتھ سے اُس کی گردن دبوچ لی تھی اور دوسرے ہاتھ سے ضربیں لگا رہا تھا۔ وہ ماسٹر وانشور کی کے بنائے ہوئے فولادی ہاتھ تھے۔ آخر اس کا مخالف کتنی ضربیں کھا سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ٹھنڈا پڑ گیا۔

غار میں داخل ہونے کا راستہ آسان ہو گیا۔ وہ فرزانہ کا ہاتھ پکڑ کر دوڑتا ہوا غار تک آیا۔ پھر دبے قدموں اندر جانے لگا۔ فرزانہ نے سہارے کے طور پر اس کے ایک بازو کو تھام لیا تھا۔ بازو کی مچھلی اُبھری ہوئی تھی اور وہ سوچ رہی تھی "یہی تو وہ فولادی جسم ہے جس کے متعلق لڑکیاں سوچتی ہیں۔ مجھے تو بیٹھے بٹھائے آئیڈیل مل گیا ہے۔ کیا ہوا کہ اِس کے ساتھ ایک خطرناک مہم میں مصروف ہوں۔ جان جائے، کوئی بات نہیں۔ جان کی قدر کرنے والا تو ساتھ ہے۔"

وہ غار کے ایک ایسے حصے میں پہنچے، جہاں راستہ بند ہو گیا تھا، دائیں بائیں کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے ٹارچ روشن کی۔ پھر چاروں طرف روشنی کرتے ہوئے دیکھنے لگا، ایک جگہ ایک آہنی کل نظر آئی۔ اُس نے اس کل کو ادھر سے اُدھر

گھمایا تو اچانک ہی وہ بند راستہ دروازے کی طرح ایک طرف سرکنے لگا۔ اس دروازے کے دوسری طرف دور تک بڑا سا ہال دکھائی دے رہا تھا۔ بہت اونچائی تک کرینیں ... ہوئی اِدھر سے اُدھر جا رہی تھیں۔ نیچے ٹرالیاں سامان سے ... ہوئی گزر رہی تھیں۔ اس ہال کے ایک دور افتادہ حصے میں ... شخص اونچی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ جیسے کوئی شہنشاہ تختِ طلاؤس پر بیٹھا ہو۔ اُس نے تالی بجاتے ہوئے کہا "کم آن، ینگ ... تم نے تو کمال کر دیا۔ ہمارے میان کے سپاہیوں سے ... بچا کر آئے اور ادھر آ کر ہمارے چار آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ یہ تماشا اس اسکرین پر دیکھتے آ رہے ہیں۔"

اُس نے ایک اسکرین کی جانب اشارہ کیا۔ پارس اور فرزانہ نے اُدھر دیکھا۔ غار کے باہر کا حصہ نظر آ رہا تھا۔ شاہانہ کرسی پر بیٹھا ہوا شخص ریموٹ کنٹرولر کا بٹن دبا رہا تھا۔ اُس کے ذریعے اسکرین کا منظر بدلتا جا رہا تھا اور وہ چاروں ہلاک ہونے والے شخص یکے بعد دیگرے نظر آتے جا رہے تھے۔ شاہانہ کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص نے کہا "اپنے ہتھیار پھینک دو۔ تمہاری اسٹین گن کی گولیاں مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گی اور اگر انھیں استعمال کرنا ہی چاہتے ہو تو اپنے آس پاس دیکھ لو۔"

پارس نے دائیں بائیں نظریں گھما کر دیکھا کتنے ہی مسلح افراد تھے جو کلاشنکوف ہاتھوں میں لیے پتھروں کی آڑ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اُس نے ہتھیار پھینک دیے۔ فرزانہ نے اُس کی دیکھا دیکھی اپنی اسٹین گن اور کارتوسوں کی پیٹی بھی پھینک دی۔ وہ شخص کرسی سے اُٹھ کر دونوں ہاتھ پھیلا کر بولا "شاباش! بہت سمجھ دار ہو۔ آؤ میرے قریب آؤ اور بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

پارس نے فرزانہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔ پھر اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے بولا "ہم یہاں کشتی کی سیر کے لیے آئے تھے۔ بھٹک کر اس جزیرے میں پہنچ گئے۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ یہ مت سمجھو کہ تمہارا سچ چھپا رہے گا۔ میں ابھی معلوم کر لیتا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے پارس نے سانس روک لی۔ اسے ... سوچ کی لہر محسوس ہوئی تھی۔ شاہانہ کرسی سے اٹھنے والے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "اچھا تو تمہارا دماغ حساس ہے یا تم ... کے ماہر ہو۔ سانس روک لیتے ہو۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ... دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دیتے یعنی تم بہت خطرناک ہو۔"

پارس نے فرزانہ کے کان کے قریب جھک کر سرگوشی میں کہا "تم کوئی بات نہ کرنا۔ گونگی بن کر رہنا۔"

شاہانہ کرسی کے پاس کھڑے ہوئے شخص نے ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہوئے کہا "فرہاد علی تیمور، ہم ٹیلی پیتھی جاننے

والوں کو شیطان کہتا ہے۔ اس حساب سے میں شیطان نمبر چھ ہوں۔ لڑکی! تم کون ہو؟ خود ہی بتا دو تو بہتر ہے۔"

پارس نے کہا "میری یہ ساتھی گونگی اور بہری ہے۔"

شیطان نمبر چھ نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر کہا "میں تمہاری گونگی محبوبہ کو بولنا سکھا دوں گا۔ بائی دی وے، تمہارے انداز سے پتا چلتا ہے، تم کوئی معمولی جوان نہیں ہو۔ تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ مشرقی ہو، تمہاری گفتگو بتاتی ہے کہ مغربی ہو۔ لہٰذا تم ماسک مین کے ملک سے تعلق نہیں رکھتے ہو اور تم یہودی بھی نہیں ہو۔ میرے حساب سے تم فرہاد علی تیمور سے تعلق رکھتے ہو، کیا تم پارس دوم ہو؟"

پارس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "میرے باپ نے اگر تم لوگوں کو شیطان کہا ہے تو غلط نہیں کہا۔ شیطان اپنے ہتھکنڈوں سے صحیح سمت اور صحیح مقام تک پہنچ جاتا ہے۔"

یہ سنتے ہی شیطان نمبر چھ نے قہقہہ لگانا شروع کیا۔ وہ ہنس رہا تھا اور اِدھر سے اُدھر جا رہا تھا۔ پھر ہنستے ہوئے اُدھر سے اِدھر آ رہا تھا۔ اس کے قہقہے تھے کہ رُکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ اُس نے بڑی مشکلوں سے اپنے قہقہوں پر قابو پاتے ہوئے کہا "یہ مجھ پر بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ سپر ماسٹر مجھ پر بڑا ظلم کر رہا ہے۔ اُس نے حکم دیا ہے، میں فرہاد کو یا اُس کے کسی بھی رشتے دار کو قتل نہ کروں۔ انھیں زندہ رکھوں اور اپاہج بنا کر چھوڑ دوں۔ یہ کتنا ظلم ہے کہ تم میرے چار آدمیوں کو ہلاک کر کے میرے غار میں گھس آئے اور میں تمھیں ہلاک نہیں کر سکتا۔ آہ! کیا کروں۔ سپر ماسٹر آخر سپر ماسٹر ہے۔ اس کی حکم عدولی نہیں کر سکتا۔ چلو کوئی بات نہیں۔ ذرا تمھیں اپاہج بنا کر ہی دیکھتا ہوں، کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔"

پھر اس نے ہنستے ہوئے فرزانہ کی طرف دیکھا اور کہا۔ "ہائے! یہ کیسی نوخیز دوشیزہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی میری دہلیز تک پہنچ گئی ہے۔"

فرزانہ یہ سنتے ہی پارس سے چپک گئی۔ دونوں کے دل ایک دوسرے مل کر دھڑکنے لگے۔ یہ دلوں کا ملاپ تھا۔ یہ خطرات سے آگاہی تھی۔

اب یا تو شیطانوں کی موت آئی تھی یا میرے دونوں بیٹوں کی شامت۔ کیونکہ شیطان نمبر چھ پارس دوم سے ٹکرا گیا تھا اور شیطان نمبر دو پارس اول کے پیچھے پڑا ہوا تھا اور اسے اپاہج بنانے کے لیے ڈمی پارس کو آلۂ کار بنا رہا تھا۔

پارس اول، جوجو کے ساتھ جھیل کے کنارے والے کاٹیج میں تھا۔ اُس نے جوجو کے ہاتھ کو محبت سے تھام کر کہا "میں اپنی جان سے زیادہ تمھیں چاہتا ہوں، تم مجھے کتنا چاہتی ہو؟"

"میں بھی تمھیں جان سے زیادہ چاہتی ہوں۔"

"میں جو پوچھوں گا، اُس کا صحیح جواب دو گی؟"

"کیا میں تمھاری بات کا صحیح جواب نہیں دیتی ہوں؟"

وہ ناراض ہونے والی تھی، پارس نے پھر اُسے سمجھا منا کر کہا "تم اتنی سمجھ دار ہو کہ کبھی غلط جواب نہیں دیتی ہو۔ اچھا یہ بتاؤ، جب میں اُس ریستوراں میں تمھارے لیے آئس کریم اور اپنے لیے کافی لینے کے لیے گیا تو اس کے بعد میں خالی ہاتھ آیا۔ کیا میرا لباس بھی یہی تھا یا بدلا ہوا تھا؟"

جوجو نے تھوڑی دیر سوچ کر جواب دیا "ہاں، لباس بالکل ایسا ہی تھا۔"

پارس نے کہا "کار کی چابی میرے پاس تھی۔ تم اس ڈمی پارس کے ساتھ کس کار میں گئی تھیں؟ کیا وہ میری کار تھی؟"

جوجو نے پھر تھوڑی دیر سوچنے کے بعد پریشان ہو کر کہا "مجھے یاد نہیں آ رہا ہے۔ مگر اتنا سمجھ میں آ رہا ہے کہ وہ تمھاری کار نہیں تھی۔"

"پلیز جوجو! اسی بات سے سمجھ لو کہ وہ ڈمی پارس تھا، میں نہیں تھا۔ وہ کسی دوسری کار میں تمھیں لے گیا تھا۔"

وہ اپنی پیشانی پر ہاتھ مارنے لگی۔ پارس نے پوچھا "یہ کیا کر رہی ہو؟"

"میں اپنی عقل کو طمانچے مار رہی ہوں۔ اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آئی کہ تمھارے ساتھ جس کار میں آئی تھی، اسی کار میں واپس کیوں نہیں گئی۔ کوئی دوسری کار کہاں سے آ گئی؟"

پارس نے کہا "شاباش، تم اپنی پیشانی پہ ہاتھ مار کر عقل کو صحیح راستے پر لے آئی ہو اور صحیح طور پر سوچ رہی ہو۔ تم بہت سمجھ دار ہوتی جا رہی ہو۔ کیا تمھیں یقین آ گیا ہے کہ وہ ڈمی پارس ہی تھا؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی "میں کیسے یقین کروں، وہ تو تم ہی تھے۔ سر سے پاؤں تک تم ہی تھے۔ تمھارا چہرہ بھی وہی تھا، تمھارا جسم بھی وہی تھا، تمھارا لباس بھی وہی تھا۔ تمھاری آواز اور لہجہ بھی وہی تھا۔ پھر میں کیسے یقین کروں کہ وہ ڈمی تھا؟"

"جوجو! سمجھنے کی کوشش کرو۔ ڈمی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کیا تم نے بابا صاحب کے ادارے میں نہیں دیکھا تھا کہ تمھاری بھی دو ڈمیز تیار کی گئی تھیں۔ جو لڑکیاں تمھاری نقل کرتی تھیں، وہ بالکل تمھاری آواز میں اور تمھارے لہجے میں بولتی تھیں۔ وہ تمھارے ہی قد اور قامت کی تھیں، تمھاری طرح حرکتیں کرتی تھیں، تمھاری ہی طرح باتیں کرتی تھیں؟"

"ہاں، یاد آیا۔ وہ لڑکیاں تو بالکل میرے جیسی تھیں، صرف میری جیسی صورت نہیں تھی۔"

"جب تمھاری جگہ انھیں استعمال کرنے کا موقع آتا تو باباصاحب کے ادارے میں اُن کے چہرے پر پلاسٹک سرجری کی جاتی۔ پھر وہ صورت کے اعتبار سے بھی بالکل جوجو ہی نظر آتیں۔"

ایسا کہتے وقت پارس نے سوچا، "اگر ڈمی پارس کو دھوکا دینے کے لیے ایک ڈمی جوجو کو پیش کیا جائے اور اصلی جوجو کو چھپا لیا جائے تو کیسا رہے گا؟"

اُس کے دماغ نے جواب دیا، "یہ احمقانہ اقدامات ہوں گے کیونکہ سپر ماسٹر اور اُس کے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطان اس ڈمی جوجو کے دماغ میں پہنچ کر اصلیت معلوم کرلیں گے۔"

ایسا سوچتے وقت اچانک اُس کی نظر جوجو کی انگلی پر پڑی۔ جوجو اپنی ایک انگلی میں انگوٹھی پہنے ہوئے تھی۔ اُس انگوٹھی کو پارس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اُس نے پوچھا "یہ انگوٹھی کہاں سے آگئی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "یہی تو تم میں خرابی ہے۔ تم بھول جاتے ہو، یہ تم نے ہی ایک دکان سے خرید کردی تھی۔"

پارس نے کہا "پلیز! مجھے یہ انگوٹھی اتار کر دکھاؤ۔"

اُس نے وہ انگوٹھی اپنی انگلی سے اتار کر اُسے دے دی۔ پارس نے اُسے اُلٹ پلٹ کر دیکھا، بات سمجھ میں آگئی۔ وہ انگوٹھی نہیں بلکہ انڈیکیٹر تھا۔ اس کے ذریعے کسی جاسوس کو یہ پتا چلتا تھا کہ جوجو کہاں ہے۔ مشرق میں یا مغرب میں ہے، شمال یا جنوب میں۔ اگر جنوب میں ہے تو کتنے فاصلے پر ہے۔ اس جاسوس کے سامنے یقیناً کمپیوٹر کا ایک مانیٹر اسکرین ہوگا جس پر یہ بات واضح طور پر بتائی جاتی ہوگی کہ وہ انگوٹھی پہننے والی کسی چار دیواری میں ہے یا کھلی جگہ میں ہے اور کتنے فاصلے پر ہے۔

اس انگوٹھی کو سمجھنے کے بعد یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ ڈمی پارس کس طرح جوجو کا سراغ لگا لیتا ہے کہ وہ کہاں ہے۔ کیا وہ سراغ لگاتے ہوئے اس کی شریکِ حیات جوجو کی خواب گاہ میں بھی پہنچ جائے گا؟

یہ ایسی بات تھی جو ایک غیرت مند شوہر کو طیش میں مبتلا کر سکتی تھی۔ پارس نے ضبط سے کام لیا۔ پھر مسکراتے ہوئے کہا "جوجو! کیا یہ انگوٹھی میں پہن لوں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "تمھاری انگلیاں تو موٹی موٹی ہیں۔ یہ انگوٹھی کیسے آئے گی؟"

"اس چھوٹی انگلی میں آجائے گی۔ یہ دیکھو۔"

اُس نے چھوٹی انگلی میں وہ انگوٹھی پہن لی۔ وہ خوش ہو کر بولی "ارے واہ، یہ تو تمھاری انگلی میں آگئی۔ اچھی بات ہے، اسے پہن لو۔"

پارس نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "اب تم آرام سے سوجاؤ، رات بہت زیادہ ہوگئی ہے۔"

وہ تکیے پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ پارس نے اُسے حسرت سے دیکھا۔ اُس کا حسن و شباب اُسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ وہ بڑے ضبط سے کام لیتا رہا۔ پھر پریشان ہوکر بستر سے الگ ہوگیا۔ اُس سے بولا "تم اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سونے کی عادی ہو۔ پلیز آنکھیں بند کر کے سوجاؤ۔"

وہ معصوم تھی۔ اس کے پریشان جذبات کو سمجھ نہیں سکتی تھی۔ اُس نے آنکھیں بند کرلیں۔ پارس وہاں سے چلتا ہوا دوسرے کمرے میں آکر لیٹ گیا۔ بے چینی سے کروٹیں بدلنے لگا۔ دو ہفتے گزر چکے تھے، تیسرا ہفتہ گزرنے والا تھا اور وہ اندر سے پھنک رہا تھا۔ اس کے اندر اور باہر نادیدہ شعلے لپک رہے تھے۔ اگر اس کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو اب تک نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتا اور بہکتا رہتا۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ وہ بستر سے اُٹھ کر دبے قدموں چلتا ہوا جوجو کی خواب گاہ کے پاس پہنچا۔ کھڑکی کے پردے کو ہٹا کر دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ اُس کی نیند اس بات کو جھٹلا رہی تھی کہ ـــ

دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی

دوسری طرف برائے نام بھی آگ نہیں تھی۔ وہ اتنے اطمینان سے سو رہی تھی جیسے اُس کے دولھا پر کوئی قیامت نہیں آرہی ہے۔ اس دنیا میں صرف پریوں کی کہانیاں ہوتی ہیں جو بند آنکھوں کے پیچھے خوابوں میں نظر آتی ہیں اور شاید وہ اپنے پارس کو شہزادے کے روپ میں پریوں کے درمیان دیکھ رہی تھی۔

وہ مایوس ہوکر پھر دوسرے بیڈروم میں آگیا۔ وہاں بستر پر گر کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر اُس نے آنکھیں بند کیں اور اپنے دماغ کو ہدایات دیں کہ وہ صبح چھ بجے تک سوتا رہے۔ اگر غیر معمولی بات ہو تو فوراً آنکھ کھل جائے۔ چونکہ بچپن سے دماغ کو ہدایات دینے کی عادت تھی اور دماغ اس کا تابع فرمان تھا، اس لیے اتنی بے چینی اور اضطراب کے باوجود اُسے نیند آگئی۔

اچانک اُس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے اندھیرے میں ریڈیم ڈائل کو دیکھا۔ رات کا ایک بجا تھا۔ کوئی دروازے کو کھول رہا تھا۔ وہ بڑی آہستگی سے بستر سے اُٹھا۔ پھر دبے قدموں دروازے کی طرف جانے لگا۔ شکار آگیا تھا۔ اُس نے چھوٹی انگلی میں جو انگوٹھی پہنی ہوئی تھی، اُس کا انڈیکیٹر شکار کو یہ بتا رہا تھا کہ جوجو اسی کمرے میں ہے۔

وہ دروازے کے قریب جا کر کھڑا ہوگیا۔ دوسری طرف سے آنے والا ڈمی کسی تار کے ذریعے مقفل دروازے کو کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کامیاب ہوگیا۔ دروازہ کھل گیا۔ کھلتے ہی ڈمی کے مُنہ پر ایک زبردست گھونسا پڑا۔ یہ گھونسا خلافِ توقع تھا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے کوریڈور کی دیوار سے جا کر ٹکرا گیا۔

پارس نے کہا "بیٹے! وہ انڈیکیٹر والی انگوٹھی میری انگلی میں ہے۔ تم میری بیوی کے ساتھ سہاگ رات منانے آئے تھے۔ بے غیرت، ذلیل، کتے۔ میں تمھیں بتاؤں گا کہ سہاگ رات کیسے منائی جاتی ہے۔"

اچانک ہی ڈمی نے اس پر حملہ کیا۔ یہ داؤ پارس بھی جانتا تھا۔ اس نے توڑ کر لیا۔ پارس نے اس پر جوابی حملہ کیا تو ڈمی اس حملے کو سمجھتا تھا اس لیے اس نے بھی توڑ کر لیا۔ تھوڑی دیر تک دونوں کے درمیان ایسا ہی جوڑ توڑ جاری رہا۔ پھر پارس نے سمجھ لیا کہ یہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے میرے دماغ سے سارے ہی داؤ پیچ حاصل کرچکا ہے لہٰذا یہاں واپس آنے کے بعد میں نے ماسٹر والشورزکی سے جو نئے داؤ پیچ سیکھے ہیں انھیں آزمانا چاہیے۔ یقیناً ان کا توڑ اس کے پاس نہیں ہوگا۔

ڈمی نے کہا "میں تم سے ایک فیصلہ کرنا چاہتا ہوں، جوجو یا تو تمھاری ہوگی یا میری، کیوں کہ میں بھی اسے اتنی ہی شدت سے چاہتا ہوں جتنا کہ تم چاہتے ہو۔"

پارس نے ناگواری سے کہا "تم کتنی غیر شریفانہ اور غیر اخلاقی گفتگو کر رہے ہو۔ کیا تمھیں احساس ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطانوں کے اشاروں پر چل رہے ہو اور ایک میاں بیوی کی زندگی کو عذاب بنا رہے ہو؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ڈمی نے اس پر حملہ کیا۔ پارس نے اس حملے کو روک لیا۔ پھر والشورزکی کا ایک داؤ آزمایا تو ڈمی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ فرش پر گرنے کے بعد اُٹھنے میں دقت محسوس کر رہا تھا۔ پارس نے کہا "میں تمھیں مہلت دے رہا ہوں، آرام سے اُٹھو اور آرام سے حملہ کرو، پھر جواب میں آرام سے مار کھاتے رہو۔ تمھاری لاش بھی اس کاٹیج سے باہر بڑے آرام سے جائے گی۔"

وہ بڑی مشکل سے اُٹھا۔ پھر اچانک ہی چاقو نکال کر اسے کھولتے ہوئے پینترا بدلنے لگا۔ پارس کو معلوم نہیں تھا کہ چاقو نکالنے کے پیچھے کیا بات ہے؟ دراصل وہ دوسرا شیطان، ڈمی کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اور اسے ڈانٹ کر کہہ رہا تھا کہ تم میری اجازت کے بغیر یہاں کیوں آئے اور ڈمی سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا "میں جوجو کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آج اُس کے ساتھ وقت گزارنے کے لیے اس نے بیڈروم میں آنا چاہتا تھا لیکن یہ کم بخت پارس پھر کباب میں ہڈی بن رہا ہے۔"

تب دوسرے شیطان نے مشورہ دیا "فوراً چاقو نکالو اور کسی طرح پارس کو زخمی کردو تاکہ میں اس کے دماغ میں پہنچ سکوں۔"

پارس نے جواب میں پینترا بدلتے ہوئے کہا "تمھارے دماغ میں جتنی صلاحیتیں ہیں وہ سب مجھ سے حاصل کی ہوئی ہیں۔ یعنی تمھاری اور میری عادت ایک جیسی ہے لیکن میری عادت یہ نہیں ہے کہ میں کسی نہتے پر چاقو یا کوئی دوسرا ہتھیار اُٹھاؤں، پھر تم یہ ہتھیار میرے خلاف کیوں اُٹھا رہے ہو، تمھارا مقصد کیا ہے؟"

ڈمی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پینترا بدلتے ہوئے اس پر حملہ کیا۔ پارس نے اپنے آپ کو بچا لیا پھر کہا "میں سمجھ رہا ہوں۔ یقیناً وہ دوسرا شیطان تمھارے دماغ میں ہے اور چاہتا ہے کہ کسی طرح مجھے زخمی کر دے اور میرے دماغ میں پہنچ جائے۔"

یہ کہتے ہی پارس نے قہقہہ لگایا پھر کہا "شاید تم یہ نہیں جانتے کہ میرے پاپا میرے دماغ میں موجود ہیں۔ اگر میں نے بھی کسی طرح تمھیں زخمی کر دیا اور وہ تمھارے دماغ میں پہنچ گئے تب تمھارا کیا حشر ہوگا؟"

ڈمی ذرا سہم گیا۔ اس کے دماغ میں دوسرا شیطان بول رہا تھا "پروا مت کرو، کسی طرح اسے زخمی کرو۔"

اور ڈمی کہہ رہا تھا "یہ فولاد ہے۔ اس کا ایک ہاتھ مجھ پر پڑتا ہے تو آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگتے ہیں۔"

دوسرے شیطان نے غصے سے کہا "بکواس مت کرو، کسی طرح اسے زخمی کرو۔ کیا تمام داؤ پیچ بھول رہے ہو؟"

"میں جتنے داؤ پیچ جانتا ہوں، پارس ان کے توڑ جانتا ہے۔ میں کس طرح حملہ کروں، میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

دوسرے شیطان نے کہا "ہم تمھیں پہلے ہی سمجھا چکے ہیں، جب بھی پارس سے مقابلہ ہو اسے پہلی فرصت میں زخمی کرنے کی کوشش کرو۔ تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟"

"میں بھلا کیسے کرتا۔ دروازہ کھولتے ہی اس نے تابڑتوڑ حملے شروع کر دیے تھے۔ اس کے فولادی ہاتھوں نے میرے ہوش اُڑا دیے تھے۔"

"یو نان سنس۔ تم باقاعدہ چاقو پکڑ کر اسے زخمی نہیں کر

سکتے تو نہ سہی، دور سے چاقو پھینک کر تو زخمی کر سکتے ہو۔ فوراً میری ہدایات پر عمل کرو۔"

دور سے چاقو پھینکنے کے لیے لازمی تھا کہ چاقو کو نوک کی طرف سے پکڑا جاتا کیوں کہ دستے کی طرف سے چاقو پھینکنا ہر ایک کا کام نہیں ہوتا۔ ایسا صرف ماہر خنجر زن ہی کر سکتے ہیں۔ جب ڈمی نے اسے نوک کی طرف سے پکڑا تو پارس چوکنا ہو گیا۔ جیسے ہی اس نے چاقو پھینکا، وہ الٹی قلا بازی کھا کر ایک طرف گیا۔ دوسری طرف چاقو لکڑی کے دروازے میں پیوست ہو گیا۔ پارس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "وہ چاقو ہم دونوں کے لیے برابر فاصلے پر ہے۔ اب دیکھو کون اسے اپنی گرفت میں لیتا ہے۔"

یہ سنتے ہی ڈمی چاقو کی طرف لپکا تو اس کے پیٹ پر ایک لات پڑی۔ وہ پیٹ پکڑ کر جھکا، دوسری لات منہ پر پڑی، وہ پھر لڑکھڑاتا ہوا جا کر دیوار سے ٹکرا گیا۔ پارس کا ایک ایک ہاتھ ہتھوڑے کی طرح لگتا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگتے تھے۔ وہ دیر تک اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا۔ جب اس نے خود کو سنبھال کر دیکھا تو پارس کے ہاتھ میں چاقو تھا۔ چاقو کی نوک اس کی چٹکی میں تھی پھر اس نے وہ چاقو اس کی طرف پھینکا۔ وہ فضا میں سنسناتا ہوا آیا۔ اور اس کے سینے میں ٹھیک دل کی جگہ گہرائی میں اتر گیا۔

وہ اطمینان سے چلتا ہوا اپنے بنگلے میں آیا۔ ریسیور اٹھا کر پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کے نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ قائم ہونے کے بعد کہا۔ "میرے کاٹیج کے اطراف آپ کے مسلح سپاہیوں کا پہرا ہے، اس کے باوجود ڈمی پارس یہاں گھس آیا تھا اور مجھ پر قاتلانہ حملے کر رہا تھا۔ خدا کا شکر ہے میں بچ گیا۔ اس کی لاش میرے کاٹیج میں پڑی ہوئی ہے۔ پلیز، یہ لاش اٹھوا لیں اور اپنے لوگوں کا محاسبہ کریں کہ ان کی موجودگی میں کوئی دشمن میرے کاٹیج میں کیسے گھس آیا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر دروازے کی طرف دیکھا، وہاں جوجو کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ "میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی تھی، کوئی غیر معمولی بات ہو تو میری آنکھ کھل جائے۔ تم دونوں کے جھگڑنے کی آواز سنائی دی تو میری آنکھ کھل گئی تھی لیکن یہ کون ہے۔ یہ تو بالکل تمھارا ہم شکل ہے۔"

"میں آج شام سے تمھیں یہی سمجھاتا آ رہا ہوں کہ ایک ڈمی پارس ہے جو تمھیں دھوکا دے رہا ہے۔ اس ریستوران سے یہی ڈمی تمھیں بہلا پھسلا کر لے گیا تھا اور رات دس بجے تک تمھارے ساتھ رہا تھا۔ یہ اس وقت بھی تمھارے بیڈروم میں آنا چاہتا تھا اور تمھارے ساتھ گندی بیہودہ حرکتیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے مار ڈالا۔"

جوجو اس سے آ کر لگ گئی۔ کہنے لگی۔ "میں کتنی احمق ہوں۔ تمھاری باتوں پر یقین نہیں کر رہی تھی۔ اب اس کی لاش دیکھ کر یقین آ رہا ہے۔ آئندہ میں تمھاری کسی بات کو جھوٹ نہیں سمجھوں گی۔"

پارس نے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔ "تم میری باتوں پر عمل کرتی رہو گی تو ہم کسی دشمن سے دھوکا نہیں کھائیں گے۔"

وہ اسے بیڈروم میں لے کر آیا، پھر اس کے بستر پر لٹا کر بولا۔ "ایک بات بتاؤ۔ کیا تم اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہریں محسوس کر رہی ہو؟"

"بالکل نہیں۔ میرا دماغ نارمل ہے، کوئی دوسری سوچ نہیں ہے۔"

"تو پھر اپنی آنکھیں بند کرو اور دماغ کو ہدایت دو کہ آرام سے سوتی رہو گی۔ اگر پاپا تمھارے دماغ میں آئیں گے تو آنکھ نہیں کھلے گی ورنہ کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی تم نیند سے بیدار ہو جاؤ گی۔"

اس نے پارس کی ہدایت کے مطابق اپنے دماغ کو ہدایت دی پھر تھوڑی دیر کے بعد سو گئی۔ پارس نے واپس اپنے بیڈروم میں آ کر ریسیور اٹھایا، میرے نمبر ڈائل کرنے کے بعد مجھ سے رابطہ قائم کیا۔ میں نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو بیٹے! کیا بات ہے؟"

"پاپا! میں نے اسے سلا دیا ہے اور اس کے دماغ کو یہ ہدایت دی ہے کہ آپ کے سوا کوئی بھی پرائی سوچ کی لہر ہو تو اس کی آنکھ کھل جائے۔ لہٰذا ایسی صورت میں آپ اس کے خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل کر سکتے ہیں اور اس کے دماغ کو دوسرے شیطانوں کی خیال خوانی سے محفوظ کر سکتے ہیں!"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ میں اس کے پاس جا رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پولیس کے اعلیٰ افسران کاٹیج کے قریب آ گئے تھے۔ وہاں آس پاس پہرا دینے والوں کو ڈانٹ رہے تھے کہ ان کی موجودگی میں ایک دشمن کس طرح کاٹیج میں گھس آیا تھا۔ ڈمی پارس کی لاش وہاں سے اٹھوا لی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پارس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو، کون ہے؟"

دوسری طرف سے قہقہہ سنائی دیا۔ پھر اس نے کہا۔ "میں ہوں، دوسرا شیطان۔ میں نے تمھارے باپ سے کہہ دیا تھا، تم کبھی ڈمی پارس کو ہلاک نہیں کر سکو گے اور ایک دن وہ ڈمی تمھیں اپاہج بنا دے گا۔ وہ دن ضرور آئے گا کیوں کہ ڈمی پارس ابھی زندہ ہے۔ ایک کے مر جانے سے کیا ہوتا ہے، کیا ٹرانسفارمر مشین ایسے درجنوں ڈمی تیار نہیں کر سکتی؟"

یہ کہتے ہی ریسیور رکھ دیا گیا۔ اس نے اپنے ریسیور کو گھورتے ہوئے دیکھا، پھر اسے کریڈل پر رکھتے ہوئے افسر سے کہا۔ "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرا شیطان تھا۔ چیلنج کر رہا تھا کہ ایسے درجنوں ڈمی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے تیار ہو سکتے ہیں۔"

آفیسر نے پریشان ہو کر کہا۔ "پارس بابا، یہ تو بڑی پریشانی کی بات ہے۔"

"ہے تو پریشانی کی بات لیکن مصیبت جو آنے والی ہے اس سے ہم کترا نہیں سکتے لہٰذا اس کا مردانہ وار مقابلہ کرنا ہی پڑے گا۔ دیکھتے ہیں آئندہ کیا ہونے والا ہے۔"

اعلیٰ افسران نے پارس کو یقین دلایا کہ اب کوئی اس کاٹیج میں داخل نہیں ہو سکے گا کیوں کہ پہرا اور زیادہ سخت کر دیا گیا ہے، اس کاٹیج کے آس پاس ایسے مسلح افراد کا پہرا لگایا گیا ہے جو یوگا کے ماہر ہیں اور ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں نہیں آ سکیں گے۔

پارس نے پوچھا۔ "آفیسر! کیا آپ یوگا کے ماہر ہیں یا آپ کا دماغ حساس ہے؟"

ایک افسر نے کہا۔ "میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتا ہوں۔"

پارس نے کہا۔ "آپ میرے سامنے ٹھہر جائیں، باقی افراد باہر چلے جائیں۔"

پارس کے حکم کے مطابق تمام لوگ باہر چلے گئے، صرف وہ افسر رہ گیا۔ پارس نے کہا۔ "چوں کہ آپ یوگا کے ماہر ہیں اس لیے کاٹیج کے اطراف پہرا دینے والوں کو سمجھا دیجیے کہ میں یہاں سے باہر جاؤں گا اور یہاں واپس آؤں گا تو ہر دفعہ مخصوص کوڈ ورڈز دہراؤں گا۔ وہ کوڈ ورڈز یہ ہیں۔ پارس فار جوجو اینڈ جوجو فار پارس۔"

وہ افسر باہر چلا گیا۔ اس نے تمام پہرے داروں کو یہی کوڈ ورڈز سنا دیے۔ انھیں سختی سے تاکید کی گئی کہ یہ کوڈ ورڈز اپنے گھر کے کسی فرد کے سامنے بھی کبھی نہ دہرائیں۔

آفیسر کے جانے کے بعد میں نے پارس کو مخاطب کیا اور کہا۔ "میں نے جوجو کے دماغ پر تنویمی عمل کیا ہے اور مطمئن ہوں۔ اب سپر ماسٹر اور اس کے باقی چھ شیطان اس کے دماغ میں نہیں آ سکیں گے۔ میں نے اپنے لیے ایک خاص کوڈ ورڈز مقرر کر دیا ہے جسے سن کر وہ مجھے اپنے دماغ میں جگہ دے گی ورنہ کسی بھی سوچ کی لہر کو دھتکار دے گی اور دماغ کو لاک کر لے گی۔"

"وہ مجھے کس طرح پہچانے گی۔ ابھی وہ دوسرا شیطان کہہ رہا تھا کہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے درجنوں ڈمی پارس تیار کیے جا سکتے ہیں بلکہ تیار کیے جا چکے ہوں گے۔"

"فکر نہ کرو۔ میں نے جوجو کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی ہے کہ جس پارس کی چھوٹی انگلی کا ناخن بڑا ہو وہی اصلی ہو گا۔ باقی کو وہ نقلی سمجھ کر دھتکار دے اور کبھی اس کے سامنے یہ ظاہر نہ کرے کہ اس نے اصلی اور نقلی کی پہچان کیسے کی ہے۔"

"تھینکس پاپا! آپ نے ایسی پیش بندی کی ہے کہ اب سپر ماسٹر کی کوئی چال کامیاب نہیں ہو سکے گی۔"

"اب تم آرام سے سو جاؤ۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں اس کے پاس سے واپس آ گیا۔ اس نے جوجو کے بیڈروم کے پاس آ کر کھڑکی کا پردہ ذرا سا ہٹا کر دیکھا، وہ گہری نیند میں تھی۔ وہ پھر سر جھکا کر اپنے بیڈروم میں آ گیا۔ بستر پر چاروں شانے چت لیٹ کر چھت کی طرف تکتے ہوئے سوچنے لگا۔ "کیا میری شادی ہو چکی ہے؟ اگر شادی ہو چکی ہے تو میری دلہن . . . . . . پچھلے دو ہفتوں سے پریوں کے خواب کیوں دیکھ رہی ہے اور میں پریوں کو اغوا کرنے والا جن کیوں بنتا جا رہا ہوں؟"

وہ گھنٹے بھر تک کروٹیں بدلتا رہا۔ بقول شاعر؎

کباب سیخ کے مانند ہم کروٹ بدلتے ہیں
جو جل اٹھتا ہے یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں

وہ رات کے تین بجے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے اندر دھواں بھر گیا تھا۔ وہ ایک دم سے بوکھلایا ہوا تھا۔ تیزی سے چلتا ہوا کاٹیج سے باہر آیا۔ ایک مسلح سپاہی نے اسے روکا۔ اس نے قریب جا کر کہا۔ "پارس فار جوجو اینڈ جوجو فار پارس۔"

سپاہی مطمئن ہو گیا۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا۔ اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی، پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا کاٹیج سے دور ہوتا چلا گیا۔ اب اس پر دیوانگی طاری ہو گئی تھی۔ اس کی نگاہوں کے سامنے صرف سلارا گھوم رہی تھی۔ وہ سلارا جس نے پہلی بار اس کے جذبات کو آوارہ کیا تھا۔ اگرچہ وہ عین وقت پر آوارگی سے بچ گیا تھا تاہم سلارا نے جو نظارہ پیش کیا تھا وہ اسی کا جائز مطالبہ جوجو سے کرتا آ رہا تھا اور ناکام

ہوتا جا رہا تھا۔

سلارا اپنے بستر پر لیٹی ہوئی بے چینی سے کروٹیں بدل رہی تھی۔ وہ ہر رات اسی طرح کبھی جاگتی تھی، کبھی سوتی تھی اور کبھی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتی تھی۔ اسے یوں لگتا تھا جیسے پارس اس کے دروازے پر آپہنچا ہے۔ آہٹ پہ کان ہوتے تھے، در پہ نظر ہوتی تھی اور وہ ہر آہٹ پر چونک کر دوڑتے ہوئے دروازے پر پہنچ جاتی تھی۔ اسے کھول کر دیکھتی تھی، وہاں صرف ہوا کا جھونکا آتا تھا۔

اپنے بھائی کے ساتھ ایک غیر معمولی ٹرانسفارمر مشین تیار کرنے والی سلارا کا اب نہ کوئی دوست رہا تھا نہ کوئی دشمن۔ اس کی کوئی اہمیت نہیں رہی تھی۔ اسے اس بات کی پروا بھی نہیں تھی کہ وہ دوسروں کی نظر میں اہم ہے یا نہیں؟ وہ صرف پارس کی نظروں میں اہمیت اختیار کرنا چاہتی تھی، اسی کے خاطر وہ پیرس میں تھی۔ اس کا دل کہتا تھا، آج نہیں تو کل وہ سنگدل ضرور آئے گا۔

دروازے پر دستک سن کر وہ چونک گئی، بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئی، دماغ نے کہا، دھوکا ہوگا، دروازہ کھلے گا تو ہوا کا جھونکا ہوگا لیکن دل دیوانہ تھا، دماغ کی بات نہیں مانتا تھا۔ وہ دیوانی دوڑتی ہوئی دروازے پر آئی، پھر جب اسے کھولا تو اوپر کی سانس اوپر رہ گئی، سچ مچ اس کی نگاہوں کے سامنے پارس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مارے حیرت کے اپنی انگلی کو دانتوں سے کاٹ لیا، پھر چیخ پڑی، وہ خواب نہیں دیکھ رہی تھی، سچ مچ اس کا محبوب اس کے دروازے پر آگیا تھا۔

آنے والے نے دروازہ بند کر دیا۔

بعض اوقات مصروفیت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ آدمی خود کو بھول جاتا ہے، صرف مصروفیت کو یاد رکھتا ہے، یہ ہماری دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے آرام، سکون اور مسرتیں حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے لیکن اتنی محنت اور اتنی مصروفیت کے باوجود خوشی تھوڑی دیر کے لیے ملتی ہے۔ ہمیشہ یہی ہوتا ہے، مسرتوں کا حصہ بہت کم ہوتا ہے، ابھی ہم خوشیوں سے کھیل رہے ہوتے ہیں کہ اچانک صدمہ ہم پر حملہ آور ہوتا ہے، ہمارے حلق میں قہقہے گھٹ جاتے ہیں اور چیخ نکل پڑتی ہے۔

یکبارگی سلارا کے حلق سے چیخ نکلی، پارس نے ایک دم سے پریشان ہو کر پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ کچھ نہیں بول رہی تھی، مگر بولنے کی کوشش کر رہی تھی۔ دونوں مٹھیاں بھینچی ہوئی تھیں، ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے، دیدے پھیلتے جا رہے تھے، دانت پر دانت جم گئے تھے، پارس

اسے جھنجوڑ کر پوچھ رہا تھا "سلارا! پلیز مجھے بتاؤ تمھیں کیا ہو رہا ہے؟"

اسی لمحے سلارا کے بدن کو ہلکا سا جھٹکا لگا اور وہ ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گئی۔ وہ چند لمحوں کے لیے گم صم رہ کر سوچنے لگا، یہ کیا ہو گیا۔ ابھی تو یہ اچھی بھلی تھی، ہنس رہی تھی، بول رہی تھی، مجھ پر واری واری جا رہی تھی اور اب اپنی جان یوں وار گئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا، یہ اچانک کیا ہو گیا ہے؟

اس نے اس کی کلائی تھام لی۔ نبض کو محسوس کرنا چاہا، پھر دل کی دھڑکن کو بھی محسوس کرنے کی ناکام کوشش کی۔ موت نے اس پر قبضہ جما لیا تھا۔ پارس نے اسے غور سے دیکھا تو حیران رہ گیا، اس کا چہرہ اور اس کے ہاتھ پاؤں نیلے پڑ رہے تھے، وہ ایک دم سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اب اس کی سمجھ میں کچھ آ رہا تھا۔ وہ فوراً ہی ٹیلی فون کے پاس آیا، ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے، پھر رابطہ قائم ہونے پر کہا "ہیلو انسپکٹر! میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس علی تیمور ہوں، میرا پتا نوٹ کرو، یہاں ایک کمرے میں لاش پڑی ہوئی ہے۔ اس لاش کا فوری پوسٹ مارٹم ضروری ہے۔ پلیز، آپ ایمبولینس لے کر چلے آئیں، میں انتظار کر رہا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد پولیس کی ایک گاڑی، ایمبولینس کے ساتھ چلی آئی۔ سلارا کی لاش کو اسپتال پہنچایا گیا۔ پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے مجھے بھی اس بات کی اطلاع دی۔ میں نے پوچھا "آخر وہ کس کی لاش ہے؟"

"جناب! اسی سلارا کی ہے جسے آپ نے ماسک مین کی قید سے رہائی دلائی تھی۔"

"اس کی موت کیسے ہوئی؟"

"پتا نہیں، ابھی ڈاکٹر کی رپورٹ کے بعد معلوم ہوگا۔ ویسے آثار بتا رہے ہیں اس کے جسم میں زہر پھیل گیا ہے۔"

● میں لباس تبدیل کر کے اسپتال پہنچ گیا۔ وہاں پارس موجود تھا، مجھے دیکھتے ہی اس نے نظریں جھکا لیں۔ میں سیدھا ڈاکٹر کے پاس گیا۔ وہ پوسٹ مارٹم کے بعد اپنے چیمبر میں آگیا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی بولا "بہت تشویش ناک رپورٹ ہے۔ ہم اتنے دنوں تک پارس کا علاج کرتے رہے، پھر مطمئن ہو گئے کہ آپ کا بیٹا نارمل ہو گیا ہے، لیکن نہیں مسٹر فرہاد، یہ بظاہر نارمل ہے، زہر اب بھی اس کی رگوں میں موجود ہے جو اسے نقصان تو نہیں پہنچا رہا ہے لیکن دوسروں کے لیے نقصان دہ ہے۔"

پارس نے یہ خبر سنی تو دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ "اوہ ماریہ! یہ تم نے کیا کیا، مجھے زہریلا ناگ بنا کر چھوڑ دیا۔

خدایا، تیری قدرت کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ تو نے اس لیے جوجو کو جوانی میں معصوم اور پارسا رکھا تاکہ وہ میرے زہر سے محفوظ رہے۔

ایک معصوم تھی، وہ بچ گئی۔ ایک گنہگار تھی وہ مر گئی اور میں گناہ کا شریک تھا، ساری زندگی اس عذاب میں مبتلا رہوں گا، کسی کو شریک حیات بنا کر اس کے ساتھ ازدواجی زندگی نہیں گزار سکتا، نہیں گزار سکتا، کبھی نہیں گزار سکتا۔"

☐

پارس اور فرزانہ ایک جان دو قالب ہو گئے تھے۔ وہ کوئی محبت بھرا رومینٹک ماحول نہیں تھا، اور نہ ہی وہ محبت کے مارے تھے بلکہ جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ فرزانہ گھبرا کر پناہ لینا چاہتی تھی، پارس نے اسے بازوؤں میں پناہ دے دی تھی، لیکن دوسرے ہی لمحے دونوں طرف سے مسلح افراد نے دونوں کو پکڑ کر کھینچا اور انھیں ایک دوسرے سے الگ کر دیا۔

ایسے وقت فرزانہ نے کمال اداکاری کا ثبوت دیا۔ خوفزدہ ہونے کے باوجود وہ گونگی بن گئی اور گونگی بن کر ہاتھ کے اشاروں سے کہنے لگی کہ اپنے بوائے فرینڈ کے پاس جائے گی، اس سے الگ نہیں رہے گی۔

شیطان نمبر چھ نے تالی بجاتے ہوئے کہا "لڑکی! تو بہت چالاک ہے، لڑکے پر جان دیتی ہے اور جان دینے کے لیے کوئی جگہ نہیں ملی، ہمارے پاس آگئی ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا فرزانہ کی طرف آنے لگا۔ پارس نے کن انکھیوں سے آس پاس کھڑے ہوئے مسلح افراد کو دیکھا، ان کے پاس سیون ایم ایم کی رائفلیں تھیں اور دو رائفلوں کی نالیں اس کی دو کنپٹیوں سے لگی ہوئی تھیں، اس نے آہستگی سے کہا "آخر اتنی دہشت بھی کیسی، میں یہاں سے بھاگنے کی جرأت نہیں کر سکوں گا۔ رائفل کی نال ذرا ہٹا کر رکھو۔"

ایک مسلح شخص نے کہا "بکواس مت کرو، چپ چاپ کھڑے رہو ورنہ گولی مار دوں گا۔"

اُدھر وہ شیطان نمبر چھ فرزانہ کے سامنے پہنچ گیا تھا، اپنے ایک ماتحت سے کہہ رہا تھا "اس حسین لڑکی کے جسم کے کسی بھی حصے سے ایک چھوٹی سی، بہت ہی چھوٹی بوٹی کاٹ کر نکالو، ذرا ہم دیکھتے ہیں، یہ کچھ بولتی ہے یا نہیں؟"

فرزانہ کا چہرہ سپاٹ تھا، کوئی تاثر نہیں مل رہا تھا۔ وہ یوں چپ چاپ کھڑی تھی جیسے کچھ سنائی نہ دے رہا ہو۔

اس کی بوٹی کاٹ لینے کا جو حکم دیا گیا تھا اس کے نتیجے میں اسے ذرا خوفزدہ ہونا چاہیے تھا لیکن وہ پارس کے مزاج اور اس کے اندازے کے مطابق پوری اتر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک شخص نے چاقو نکال لیا، پھر اس کی طرف بڑھنے لگا۔ اچانک ہی پارس نے میری آواز اور لب و لہجے میں کہا "رک جاؤ۔"

شیطان نمبر چھ نے ایک دم سے چونک کر پارس کی طرف دیکھا۔ وہ بولا "یقیناً تم نے میری آواز اور لب و لہجے سے پہچان لیا ہوگا، تم کوئی غلطی کر رہے ہو تو واضح الفاظ میں سن لو، میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ وہ لڑکی اور یہ نوجوان میرے ۔۔۔۔ آلۂ کار ہیں، میں نے ہی یہاں تک انھیں پہنچایا ہے۔"

شیطان نمبر چھ نے ہنستے ہوئے کہا "اب یہ واپس نہیں جائیں گے اور نہ ہی تم یہاں کے متعلق کوئی معلومات حاصل کر سکو گے۔"

پارس نے کہا "تم نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لیا لیکن عقل حاصل نہیں کی۔ ایک غیر معمولی علم حاصل کرنے کی خوشی میں احتیاطی تدابیر بھول جاتے ہو، کیا تم اپنے ماتحتوں کو یہ حکم نہیں دے سکتے تھے کہ ہمارے یہاں پہنچتے ہی گونگے بہرے بن جائیں۔"

وہ فخر سے سینہ تان کر بولا "مجھے حکم دینے کی ضرورت نہیں ہے، یہ میرا اشارہ سمجھتے ہیں۔ ان میں سے کوئی اپنی زبان نہیں کھولے گا۔"

"بے وقوف میرے پاس کھڑے ہوئے رائفل بردار نے اپنی زبان کھول لی ہے۔"

جس رائفل بردار نے اسے ڈانٹ کر خاموش رہنے کے لیے کہا تھا اور گولی مار دینے کی دھمکی دی تھی، وہ سہم گیا تھا۔ سمجھ رہا تھا، اب فرہاد علی تیمور اس کے دماغ میں آئے گا۔

پارس نے کہا "ذرا اس ماتحت سے پوچھو۔ کیا اس نے مجھے اپنی آواز نہیں سنائی ہے۔ اگر یقین نہیں تو میں اس کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں اور اس کی بندوق کی گولی سیدھی تمھاری طرف آ رہی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایک لمحہ ضائع نہیں کیا۔ دونوں رائفلوں کی نال جو اس کی کنپٹیوں سے لگی ہوئی تھیں، انھیں مٹھیوں میں جکڑ کر ذرا الگ کر کے ایک ہلکا سا جھٹکا دیا۔ دونوں کی انگلیاں ٹرائیگر پر رکھی ہوئی تھیں، وہ فائر نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن رائفل کے جھٹکا کھاتے سے ٹرائیگر پر دباؤ پڑا تو دو فائر ہوئے۔ ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولیاں نکلیں، پارس ایک ایک پوزیشن کو سمجھ رہا تھا۔ اپنے بائیں ہاتھ کی نال کو پکڑتے ہی اس نے اس کا رخ ٹھیک شیطان نمبر چھ کی

طرف کیا تھا۔ ابھی اس کی زندگی تھی۔ اس لیے گولی شانے کو چھیدتی ہوئی نکل گئی۔ اس کی دلخراش چیخ سنائی دی، وہ اچھل کر فرش پر گرا۔ کچھ ماتحت بوکھلا گئے تھے، کچھ بڑے ہی مستعد اور ہوشیار تھے۔ ان میں سے کئی ایک نے پارس کی طرف فائرنگ کی، وہ ایسا اناڑی تو نہیں تھا کہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہ جاتا۔ اس نے پہلے ہی چھلانگ لگائی تھی جس رائفل والے کے ذریعے گولی چلائی تھی اس کے سر کے اوپر سے قلابازی کھاتا ہوا پیچھے آیا پھر اسے پیچھے سے جکڑ لیا۔ اس کی طرف آنے والی کئی گولیاں اس رائفل والے کو لگیں، وہ کھڑے کھڑے لاش بن گیا۔

پارس کو خود سے زیادہ فرزانہ کی فکر تھی، وہ اسی طرح لاش کو جکڑے ہوئے، اپنے سامنے ڈھال بنائے ہوئے اس کی رائفل سے گولی چلا رہا تھا۔ دوسری گولی اس نے اس چاقو والے کو ماری جو پوزیشن بدلتے ہی چاقو پھینک کر رائفل سنبھال رہا تھا وہ رائفل سمیت فرش پر اوندھا ہوا پارس نے چیخ کر کہا "فرزانہ! فوراً پتھر کے پیچھے جاؤ۔"

وہ فائرنگ کے ڈر سے بیٹھ گئی۔ چاقو اس کے قریب ہی فرش پر پڑا ہوا تھا۔ پارس کی بات سنتے ہی وہ چاقو اٹھا کر بھاگتی ہوئی پتھر کے پیچھے چلی گئی۔ دو آدمی، شیطان نمبر چھ کو اٹھا کر لے جا رہے تھے، پارس نے ایک گولی ماری، دوسرے کو نشانہ بنانے کا موقع نہیں ملا کیوں کہ دائیں طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ وہ اپنے سامنے ڈھال بنی ہوئی لاش کو فائرنگ کی زد میں لے آیا۔ وہ تمام گولیاں مُردہ کھا رہا تھا اور اس کے پیچھے زندہ اسے لیے ہوئے ایک چٹان کی آڑ میں پہنچ رہا تھا۔ پھر اس نے وہاں سے للکارتے ہوئے کہا "میں شیطان نمبر چھ سے کہہ رہا ہوں اگر کوئی اسے اٹھا کر لے جائے گا تو اس بار گولی ٹھیک اس کے سینے میں پیوست ہو گی۔"

اسے اُٹھانے والوں میں سے ایک تو گولی کھا کر گر چکا تھا، دوسرا اسے کاندھے پر لاد کر لے جانا چاہتا تھا، یہ سنتے ہی وہ رُک گیا۔ پارس نے پھر میرے لب و لہجے میں کہا۔ "شیطان نمبر چھ! یاد رکھو، کسی وقت بھی تمھارے دماغ میں پہنچ سکتا ہوں لیکن یہاں چاروں طرف گولیاں چلانے والوں کے دماغوں میں پہنچ کر تمھارے حفاظتی انتظامات کو خاک میں ملا رہا ہوں۔ اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو انھیں ہتھیار پھینکنے کا حکم دو۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "پھینک دو، ہتھیار پھینک دو۔ کس بات کا انتظار کر رہے ہو۔ کیا تم لوگ ... ہو میں مر جاؤں۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر ہتھیار پھینکنے لگے۔ وہ ایسا کرنا نہ چاہتے تھے لیکن ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کے حکم سے ... پارس نے شیطان نمبر چھ کے قریب کھڑے ہوئے شخص ... دیا "تم اپنے باس کو اٹھا کر میرے پاس لے آؤ۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ شیطان کی شیطنت دھری کی دھری رہ گئی تھی، وہ شدید تکلیف سے کراہتے ہوئے ... رہا تھا "پلیز مجھے میڈیکل ایڈ پہنچاؤ، نہیں تو میں مر جاؤں گا۔"

وہ قریب لایا گیا۔ پارس نے اسے لانے والے کو گولی مار دی۔ پھر کہا "میں نے حکم دیا تھا کہ ہتھیار ... دیے جائیں لیکن یہ شخص ابھی تک اپنے پاس ہتھیار ... ہوئے تھا۔"

اس نے مرنے والے کے ہولسٹر سے ریوالور نکالا، چیک کیا، شیطان نمبر چھ کو پیچھے سے سہارا دے کر کھڑا ... پھر ریوالور دکھاتے ہوئے پوچھا "میرے متعلق کہاں ... اطلاع پہنچائی گئی ہے؟"

وہ تکلیف سے نڈھال ہو رہا تھا۔ بڑی مشکل سے ... "میں خیال خوانی کے ذریعے سپر ماسٹر سے رابطہ قائم کرنا ... لیکن مجھے موقع نہیں ملا، ہو سکتا ہے، میرے اسسٹنٹ ... اسے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع دی ہو۔"

"تمھارا اسسٹنٹ کہاں ہے، اس کا نام کیا ہے؟"

اس نے نام بتایا۔ پارس نے اس کا نام لے کر ... ہوئے کہا "وہ جہاں بھی ہے سامنے آجائے۔"

وہ تھوڑی دیر میں ہاتھ اٹھائے سامنے کچھ ... پر آکر کھڑا ہو گیا۔ پارس نے پوچھا "تم نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے سپر ماسٹر کو کیا اطلاع دی ہے؟"

"سپر ماسٹر سے براہِ راست رابطہ قائم نہ ہو ... میں نے اس کے لیے پیغام چھوڑ دیا ہے۔"

پارس نے اسے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا "... دور جاؤ۔"

وہ دور جانے لگا۔ پارس نے شیطان کے قریب ... سرگوشی کرتے ہوئے پوچھا "کیا یہاں ٹرانسفارمر مشین ..."

وہ چپ رہا، تکلیف سے کراہتا رہا۔ پارس نے کہا "دوسری بار سوال نہیں کروں گا، گولی ماروں گا۔ اگر تم چاہتے ... تمھیں طبی امداد پہنچائی جائے تو فوراً جواب دو۔"

اس نے جواب دیا "ہاں، ٹرانسفارمر مشین ہے ...

... بھی ہے مگر تم وہاں تک پہنچ نہیں سکو گے۔"

"میں نہیں پہنچ سکوں گا لیکن جو بارودی سرنگ بچھائی گئی ... وہ پہنچ سکے گی۔"

وہ حیرانی سے دیدے پھیلائے خلا میں تکنے لگا۔ پارس ... معلوم ہوتا ہے تم اپنا علاج نہیں کرانا چاہتے، زندہ ... رہنا چاہتے۔"

"میں چاہتا ہوں، پلیز فوراً طبی امداد پہنچاؤ۔"

"آخری سوال کر رہا ہوں، صحیح جواب دو گے تو زندہ رہنے ... دوں گا، بارودی سرنگ کا سوئچ کہاں ہے؟"

"نن نہیں، مجھ سے نہ پوچھو، پلیز مجھے چھوڑ دو۔"

"اگر چھوڑ دیا تو فرش پر گر جاؤ گے، پھر کبھی نہیں اٹھ سکو گے۔"

"سپر ماسٹر میرے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کرلے گا ... نے بتا دیا ہے تو وہ مجھے مار ڈالے گا۔"

"میں فرہاد علی تیمور ہوں، تمھارے دماغ کو اس طرح ... کروں گا کہ سپر ماسٹر کبھی پہنچ نہیں سکے گا۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"تم یہ سوال کرکے وقت ضائع کر رہے ہو۔"

پھر اس نے بتا دیا کہ بارودی سرنگ کا مین سوئچ کہاں ... پارس نے اسے اٹھا کر فوراً ہی اپنے کاندھے پر لاد لیا پھر ... آواز میں کہا "میں تمھارے باس کو علاج کے لیے لے ... ہوں، اگر کوئی مجھ پر گولی چلائے گا تو میرے ساتھ یہ ... رے گا، لہٰذا ہمارے پیچھے کوئی اس غار سے باہر نہ آئے۔"

پھر اس نے کہا "فرزانہ، میرے آگے آگے چلو۔"

وہ دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی اور اس کے آگے آگے ... ہوئی غار سے باہر پہنچ گئی، پھر وہ تیزی سے دوڑتے ... سامنے والی چھوٹی سی پہاڑی کی طرف جانے لگے، پارس ... تا جا رہا تھا اور پلٹ پلٹ کر غار کی طرف دیکھتا جا رہا تھا۔ ... کوئی نظر نہیں آ رہا تھا، سب کو اپنے باس کی فکر تھی۔ فرزانہ ... یرانی سے پوچھا "تم اس کا وزن اٹھائے کہاں تک ... گے؟"

"تم فکر نہ کرو، اب میرے پیچھے آجاؤ، ہو سکتا ہے سامنے ... پہاڑی سے فائرنگ شروع ہو جائے۔"

وہ اسے کاندھوں پر اٹھائے دوڑتا ہوا پہاڑی کے ... آیا تو کسی نے للکار کر کہا "ہالٹ! کون ہے اور اس غار ... فائرنگ کی آوازیں کیسی آ رہی تھیں؟"

پارس نے کہا "اس غار کے اندر ٹیلی پیتھی کا چکر چل گیا ہے، ... کے محافظ آپس میں ایک دوسرے پر گولیاں چلانے لگے ہیں۔ باس زخمی ہو گیا ہے۔ میں اسے کسی طرح بچا کر یہاں لے آیا ہوں، اسے فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

پھر کسی نے چیخ کر کہا "باس کو فوراً لے آؤ۔"

پارس نے تیزی سے پہاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "فرزانہ، وہ سامنے جو بڑا سا پتھر نظر آ رہا ہے، تم اس کی آڑ میں جا کر چھپ جانا، سامنے نہ آنا، اس لیے کہ دور سے تمھاری وردی انھیں دھوکا دے رہی ہے۔ جب وہ قریب سے ایک لڑکی کو دیکھیں گے تو بھید کھل جائے گا۔"

فرزانہ نے اس کی ہدایت پر عمل کیا، وہ زخمی شیطان کو اپنے کاندھے پر اٹھائے اس پہاڑی کے دامن میں پہنچا۔ وہاں بھی ایک مصنوعی غار بنایا گیا تھا۔ اس کا دروازہ اس کے لیے کھولا گیا۔ ٹرانسفارمر مشین والے غار تک جو بارودی سرنگ بچھائی گئی تھی، اس کا سوئچ اس دُور والی پہاڑی میں رکھا گیا تھا تاکہ یہاں سوئچ دبانے والوں پر دھماکوں کا اثر نہ ہو اور وہ جان بچا کر فوراً وہاں سے دور نکل سکیں۔ پارس پہاڑی کے مصنوعی غار میں داخل ہوتے ہوئے آدمیوں کو گن رہا تھا۔ وہ تعداد میں چھ تھے، ان سے بھی زیادہ ہو سکتے تھے لیکن نظر نہیں آ رہے تھے، شاید اس پہاڑی کے دوسرے مقامات پر ان کی ڈیوٹی ہوگی۔ ایک مسلح شخص نے کہا "باس کو فوراً یہاں لٹا دو۔"

دوسرے نے پوچھا "گولی کہاں لگی ہے؟"

پارس نے اسے کاندھوں سے اُتارا، پھر اپنے سامنے ڈھال بنا کر بولا "گولی تو ایک ہی لگی تھی لیکن اب پتا نہیں کتنی گولیاں اس کے جسم میں پیوست ہوں گی کیوں کہ تم اُدھر سے فائر کرو گے اِدھر سے یہ مجھے ڈھال بن کر بچائے گا۔"

ایسا کہتے ہوئے وہ کن انکھیوں سے بڑے سے سوئچ بورڈ کو دیکھ رہا تھا۔ ایک شخص نے اسٹین گن سنبھالتے ہوئے کہا "اچھا تو تم ہی وہ دشمن ہو جس نے اس پہاڑی میں فائرنگ کرائی ہے اور اب یہاں آئے ہو۔ کیا باس نے تمھیں بتا دیا ہے کہ اس پہاڑی میں کیا خاص بات ہے؟"

پارس نے کہا "ہاں، اب میں اس سوئچ بورڈ کی طرف جا رہا ہوں۔"

اس نے اسٹین گن کا رُخ اپنے باس کی طرف کرتے ہوئے کہا "اس پہاڑی والے احمق تھے، ایک شخص کو بچانے کے لیے تمھیں یہاں تک آنے کا موقع دیا تاکہ تم اس سوئچ کے ذریعے پوری پہاڑی کو تباہ کر سکو اور وہاں جو راز چھپا ہوا ہے وہ بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے لیکن یہ اتنا آسان نہیں ہے، تم اسے بچوں کا کھیل سمجھ کے آئے ہو تو یہ لو۔"

اس نے تڑتڑا تڑ فائرنگ شروع کی، اس شیطان نمبر چھ کے حلق سے صرف ایک ہی چیخ نکلی اور وہ ٹھنڈا ہو گیا، مگر ساری گولیاں اپنے جسم پر کھاتا رہا، فائرنگ صرف دو چار سیکنڈ تک رہی۔ پارس نے جواباً صرف ایک گولی چلائی اور وہ اسٹین گن والا اچھل کر پچھلی دیوار سے جا ٹکرایا، اس میں توازن برقرار رکھنے کی سکت نہیں تھی، وہ ٹکرا کر آگے آیا اور فرش پر اوندھے منہ گر پڑا۔

پارس نے دوسری گولی چلائی، دوسرا آدمی گرا۔ باقی چاروں نے چھلانگیں لگاتے ہوئے دوسری طرف جاتے ہوئے اپنی اپنی پوزیشن کسی نہ کسی پتھر یا دیوار کی آڑ میں کرلی۔ پارس کے ریوالور میں چار گولیاں رہ گئی تھیں، اس کے مقابلے پر دشمنوں کے پاس ہتھیاروں اور کارتوسوں کی کمی نہیں تھی۔ اس نے سر اٹھا کر چھت کو اور دیوار کو دیکھا۔ چھت پتھریلی تھی دیواروں کو تراش کر ہموار کرنے کی کوشش کی گئی تھی، اس غار میں مختلف دیواروں پر تین بلب لگے ہوئے تھے جن سے دور دور تک روشنی پھیل رہی تھی۔

اس نے ایک بلب کا نشانہ لیا، وہ ایک چھناکے سے ٹوٹ کر بجھ گیا۔ اس کی یہ حرکت دیکھ کر دوسری طرف چھپے ہوئے لوگوں نے اس پر فائرنگ کی لیکن ایک لاش اس کی حفاظت کر رہی تھی۔ اس نے دوسرے بلب کو بھی توڑا، پھر تیسرے بلب کو توڑتے ہی تاریکی چھا گئی۔ اس نے لاش کو ایک طرف ڈالا، پھر زمین پر لیٹ گیا، اوندھے منہ رینگتے ہوئے ان دو مسلح افراد کی طرف جانے لگا جو اس کی گولی کا نشانہ بن کر ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکے تھے۔ وہاں پہنچ کر اس نے اسٹین گن اٹھائی، کارتوس کی پیٹی سنبھالی۔ اس وقت تک دشمن سوئچ بورڈ کی طرف فائرنگ کر رہے تھے۔ ان کا خیال تھا پارس اندھیرا کرتے ہی اس بورڈ کی طرف جائے گا لیکن وہ رینگتا ہوا اس پتھر کی طرف جا رہا تھا جہاں ایک شخص چھپا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے ایک دیوار کی آڑ میں دو شخص فائرنگ کر رہے تھے۔ پھر فائرنگ بند ہو گئی۔ وہ سوچ رہے تھے ان کے خفیہ اڈے میں آنے والا وہ تنہا دشمن کہاں ہوگا؟ سوئچ بورڈ کے پاس ہوتا تو گولیوں کا نشانہ بن چکا ہوتا!

انھوں نے رخ بدل کر فائر کیا، شاید وہ دوسری طرف سے آ رہا ہو، اندھیرے میں ان کی بندوقوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ انہی شعلوں کو نشانہ بناتے ہوئے پارس نے پھر اسٹین گن کا ایک برسٹ مارا، دو ختم ہو گئے، تیسرا بدحواس ہو کر بھاگ رہا تھا۔ پارس نے اس کے قدموں کی آواز پر فائرنگ کی۔ وہ بھی اپنی آخری چیخ کے ساتھ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ اب اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی، وہ آسانی سے سوئچ بورڈ کی طرف پہنچ سکتا تھا۔ اس نے جیسے ہی ادھر قدم بڑھایا کسی کی للکار سنائی دی "اندر جو کوئی بھی ہے وہ اپنے ہتھیار پھینک دے اور ہاتھ اٹھا کر باہر آ جائے۔"

پارس خاموش رہا۔ اس بڑے سے پتھر کی آڑ میں کھڑا رہا۔ پھر آنے والے نے کہا "دیکھو، تم جو کوئی بھی ہو، تمھارے سا آنے والی لڑکی ہماری حراست میں ہے۔ یقین نہ ہو تو اپنی آ سے دیکھ لو، ہم اسے ٹارچ کی روشنی میں دکھا رہے ہیں۔ لڑکی، تم بھی اس غار کے اندر جاؤ۔"

اسی وقت ٹارچ روشن ہوئی، فرزانہ سہمی ہوئی دے رہی تھی۔ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی ہوئی اسی طرف آ رہی جدھر پارس چھپ کر کھڑا ہوا تھا۔ وہ ٹارچ روشن کرنے والے کو دیکھ رہا تھا جو ایک سائے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ کے پیچھے اور بھی چار مسلح افراد ہو سکتے تھے۔ اس نے ایک ہا سے اسٹین گن سنبھالی، پھر دوسرے ہاتھ سے ریوالور نکالا۔ اب اس ریوالور میں صرف ایک گولی رہ گئی تھی۔ ٹارچ روشن کرنے والے نے کہا "میں تین تک گن رہا ہوں، اگر تم نے ہتھیار نہ پھینکے اور خود کو گرفتاری کے لیے پیش نہ کیا تو ہم لڑکی کو گولی مار دیں گے۔ ایک...!"

پارس نے سوچ لیا تھا، اس کے پاس ایک گولی رہ ہے، وہ سب سے اہم ٹارگٹ پر چلائے گی۔ پھر اس کے ہی اس نے ٹرائیگر دبایا۔ گولی سیدھی ٹارچ لائٹ پر جا کر لگی، ایک چھناکا ہوا، دوبارہ تاریکی چھا گئی۔ پارس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ریوالور کو ایک طرف پھینکا، دونوں ہاتھوں اسٹین گن سنبھالی۔ فرزانہ اس سے ذرا فاصلے پر تھی۔ اس وہ اندھا دھند اسٹین گن کا برسٹ مارتا چلا گیا۔ تقریباً تین مخ چیخیں سنائی دیں۔ اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔

اس وقت ایک ایک لمحہ قیمتی تھا، اس نے فوراً جیب سے اینٹی ڈارک گاگلز نکالا۔ اسے آنکھوں پر پہنا تک چیزیں واضح طور پر نظر آنے لگیں۔ اب کوئی مقابلے تھا۔ ایک طرف فرزانہ سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ اس نے کہا "وقت دماغ کو قابو میں رکھا کرو۔ فوراً اینٹی ڈارک کا گاگلز پہنو بہت کچھ نظر آئے گا۔ میں تمھارے پاس آ رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی وہ پہلے سوئچ بورڈ کی طرف گیا۔ وہاں سوئچ تھے، اس نے سب کو آن کر دیا۔ ایک آہنی کل تھا، اسے اوپر سے نیچے کی طرف دبایا، اس کے ساتھ ہی جیسے زلزلہ آ لگا، پاؤں تلے زمین لرزنے لگی۔ وہ دوڑتا ہوا فرزانہ کے پا

آیا، پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسی طرح دوڑتا ہوا مصنوعی غار سے باہر نکل گیا۔ ساحل کی طرف دوڑ لگاتے ہوئے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک قیامت کا دھماکا ہوا، وہ دونوں چلتے چلتے گرے اور زمین پر اوندھے لیٹ گئے۔ پارس فری پر چھا گیا تاکہ دھماکے کے نتیجے میں پتھر وغیرہ اڑ کر آئیں تو وہ محفوظ رہے۔ پہلے تو وہ سہمی ہوئی تھی، پھر اچانک ہی کوئی اندیشہ، کوئی خوف نہ رہا۔ دل دھڑک دھڑک کر کہنے لگا "ایسے ہی دھماکے ہوتے رہیں۔ وہ پتھروں سے بچاتا رہے میں اس پار چٹان تلے دب کر رہ جاؤں۔"

پارس نے کہا "ذرا اور حوصلے سے کام لو اور یہاں سے اٹھ کر دوڑتی رہو، ہمیں زیادہ سے زیادہ دور جانا چاہیے۔"

اس نے اٹھتے ہوئے اسے سہارا دیا۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئی، پھر دوڑتے ہوئے اس کے ساتھ جانے لگی۔ جزیرے میں ہلچل مچ گئی تھی۔ خطرے کا سائرن بج رہا تھا۔ کتنے ہی مسلح افراد دور دور تک دوڑتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ جس پہاڑی میں دھماکا ہوا تھا وہاں سے شعلے بلند ہو رہے تھے جس کے نتیجے میں جزیرہ دور تک روشن ہوتا جا رہا تھا۔

پھر دوسرا قیامت خیز دھماکا ہوا، وہ دوڑتے دوڑتے پھر لڑکھڑا کر گر پڑی۔ پارس نے جھک کر اسے اٹھایا، اچانک ہی اسے کاندھے پر لاد لیا۔ وہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ شرماتے ہوئے کہنے لگی "چھوڑو، پلیز مجھے چھوڑ دو، میں تمھارے ساتھ دوڑتی ہوئی جاؤں گی۔"

وہ بدستور دوڑتے ہوئے بولا "تم جس طرح میرے ساتھ دوڑتی آ رہی تھیں، اسے میں چلنا کہتا ہوں اور دوڑنا کسے کہتے ہیں، یہ تم دیکھ رہی ہو۔"

واقعی وہ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہی تھی کہ جواں مرد کیا ہوتے ہیں۔ وہ اسے ایک تنکے کی طرح اٹھائے پوری رفتار سے دوڑتا جا رہا تھا۔ ساحلی مچانوں پر سے مسلح افراد اتر آئے تھے، وہ بھی بھاگنے کی فکر میں تھے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا "تم کون ہو، اور کسے اٹھا کر لے جا رہے ہو؟"

پارس نے کہا "ہمارا ایک ساتھی زخمی ہو گیا ہے، اسے طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

"تو پھر اسے کیمپ کی طرف لے جاؤ۔"

"چٹانیں ٹوٹ کر کیمپ کی طرف آ رہی ہیں، وہاں بھی خطرہ بڑھ گیا ہے۔"

اس کے ساتھ ساتھ تین مسلح افراد دوڑتے چلے آ رہے تھے۔ ایک نے کہا "تم تھک گئے ہو، ہم سب کو یہ بوجھ اٹھانا چاہیے، آخر یہ ہمارا زخمی ساتھی ہے۔"

فرزانہ پریشان ہو گئی۔ وہ کبھی گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ کوئی اس کے بدن کو ہاتھ لگائے۔ پارس اسے اٹھا کر لے جا رہا تھا تو شرم آ رہی تھی لیکن اچھا بھی لگ رہا تھا، یہ احساس بڑا ہی خوش کن تھا کہ کوئی محبت سے اس کا بوجھ اٹھانے والا ہے، دوسرے تو اسے زخمی سمجھ کر ہمدردی سے اٹھانا چاہتے تھے اور وہ ہمدردی کے نام پر کسی کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔

پارس بھی نہیں چاہتا تھا کہ فرزانہ کو ہاتھ لگانے والا کوئی اور ہو، پھر یہ کہ اسے ہاتھ لگاتے ہی پتا چل جاتا کہ وہ لڑکی ہے۔ وہ دوڑتے ہوئے اور ہانپتے ہوئے کہہ رہا تھا "کوئی خاص بوجھ نہیں ہے، بس اب ہم ساحل کے قریب پہنچ رہے ہیں۔"

ایک نے اس کا بازو پکڑ کر روک لیا، دوسرے نے کہا۔ "لاؤ اسے مجھے دو۔"

تیسرے نے کہا "تعجب ہے! تم دور سے زخمی ساتھی کو اس طرح اٹھائے لا رہے ہو جیسے یہ کوئی معشوقہ ہو، تم تو تھکنے کا نام نہیں لے رہے ہو۔"

اس نے مجبور ہو کر فرزانہ کو کاندھے سے اتارا، وہ کھڑی ہو گئی۔ اگر اس کی زلفیں کھلی ہوتیں تو بہت پہلے پہچان لی جاتی۔ اس نے دو چوٹیاں گوندھی ہوئی تھیں۔ جنھیں وردی کے گریبان میں ٹھونس لیا تھا۔ پارس کے کاندھے پر جھولنے کے باعث اس کا چہرہ جھکا ہوا تھا۔ ایک تو چاند کی روشنی تھی، دوسرے دھماکوں کے باعث بھڑکتے ہوئے شعلے دور دور تک جزیرے کو روشن کر رہے تھے، ان شعلوں کا عکس اس کے حسین چہرے پر پڑ رہا تھا۔ وہ تینوں حیرانی سے دیکھ رہے تھے، کوئی بات خلاف توقع ہو تو دیکھنے والا چند لمحوں کے لیے اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ بس اس لمحے سے پارس نے فائدہ اٹھایا، اس نے اسٹین گن سنبھالی، دوسرے بھی چونک گئے۔ پارس نے ایک برسٹ مارا، تڑتڑ کی آواز کے ساتھ دو آدمی چیختے ہوئے گرے، تیسرے نے پارس کو نشانے پر رکھا۔ اگر فرزانہ سے ذرا بھی چوک ہوتی تو پارس کی چیخیں بھی آسمان تک جاتیں، پھر واپس نہ آتیں۔ اسے خطرے میں دیکھتے ہی وہ ایک دم سے تڑپ گئی تھی، چیختی ہوئی دوڑتی ہوئی آئی اور اس تیسرے آدمی سے لپٹ گئی۔ بھلا ایک نازک اندام میں اتنی قوت کہاں ہوتی ہے کہ ایک سپاہی کو جکڑ کر رکھ سکے۔ سپاہی نے ایک جھٹکے سے الگ کیا۔ پیچھے دھکا دیا پھر اسٹین گن سنبھالنا چاہی

تو دیر ہو چکی تھی، اس کے منہ پر ایک گھونسا پڑا۔ دوسری لگ ہاتھوں پر پڑی، اسٹین گن ہاتھ سے نکل کر دور چلی گئی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا فرزانہ کے پاس آکر گرا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ وہیں گر کر تڑپنے لگا۔ پہلے تو پارس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، جب وہ تڑپتا ہوا اوندھا ہوا تو اس کی پشت میں وہ چاقو پیوست تھا جو غار میں فرزانہ کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

اس نے فرزانہ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ وہ اٹھ تو گئی، پھر جلدی سے ہاتھ چھڑا کر بولی "میں خود ہی دوڑتی چلوں گی۔"

وہ پھر دوڑنے لگے۔ ہیلی کاپٹروں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ان دھماکوں کی خبر یقیناً دور دور تک پھیل گئی تھی، اس لیے ہیلی کاپٹر جزیرے کے آس پاس پرواز کر رہے تھے۔ ان کی پرواز بہت اونچی تھی تاکہ دھماکوں سے اڑنے والے پتھر ان تک نہ پہنچ سکیں۔ وہ اپنی موٹر بوٹ تک پہنچ گئے۔ پارس نے کہا "فوراً وردی اتار دو۔"

وہ خود وردی اتارنے لگا۔ اس وردی کے نیچے اپنا لباس تھا۔ وہ شرماتے ہوئے بولی "میں نہیں اتار سکتی۔"

پارس نے اسے دیکھا، پھر سمجھ گیا، کہنے لگا "مجھ سے ہی غلطی ہوئی۔ مجھے پہلے سمجھانا چاہیے تھا کہ تمھیں اپنے لباس کے اوپر وردی پہننی چاہیے۔ کیا اس موٹر بوٹ میں کوئی ایسا کپڑا ہوگا جس میں تم اپنے آپ کو چھپا سکو۔ اس وردی سے نجات پانا بہت ضروری ہے، امدادی فوج ہیلی کاپٹر کے ذریعے پہنچنا چاہتی ہے۔ دریائی راستوں سے بھی فوجی جوان آ رہے ہوں گے اور یہاں سے گزرنے والوں کو روکتے ٹوکتے رہیں گے۔ تمھیں وردی میں دیکھ کر گرفتار کیا جا سکتا ہے۔"

وہ موٹر بوٹ پر آ گئے، وہ بولی "میں دیکھتی ہوں، شاید کوئی ایسا کپڑا مل جائے۔"

پارس نے لنگر کو کھولا، پھر انجن اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔ وہ پریشان تھی، شرما رہی تھی۔ کس طرح وردی اتارے اور کس طرح کوئی کپڑا لپیٹ کر اپنا تن ڈھانپے۔ پارس نے انجن کے شور میں چیختے ہوئے کہا "فرزانہ! جلدی کرو۔ کوئی بھی پیٹرولنگ پارٹی اس طرف آ سکتی ہے۔"

بوٹ کے پچھلے حصے میں جہاں کھانے پینے کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں، وہاں ایک بڑا سا، چادر نما کپڑا تہ کیا ہوا رکھا تھا۔ شاید وہ اس لیے تھا کہ کہیں پکنک منانے کے لیے زمین پر بیٹھنا ہو تو اسے بچھایا جا سکے۔ وہ بولی "ایک کپڑا ہے، میں اسے وردی کے اوپر لپیٹ لیتی ہوں۔"

"ہرگز نہیں، وردی ہر حال میں اتار کر پھینکو۔"

"میں ایسا نہیں کر سکتی۔ یہاں لباس بدلنے کی جگہ کوئی نہیں ہے۔"

"پلیز عقل سے کام لو، ابھی اس طرف ویرانی ہے، تم فوراً لباس بدل سکتی ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں، پلٹ کر نہیں دیکھوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک بوٹ پتا نہیں کس طرف سے نکل آئی۔ اس میں مسلح فوجی بیٹھے ہوئے تھے۔ پارس نے کہا "فوراً چادر لپیٹ لو۔"

ادھر سے للکار کر پوچھا جا رہا تھا "ہالٹ! کون ہے؟ اپنی شناخت کراؤ۔"

دونوں کشتیاں ایک دوسرے کے قریب آ رہی تھیں۔ پھر آنے والوں نے ان دونوں کو غور سے دیکھا۔ پارس نے کہا "ہم بیٹری پارک سے آ رہے ہیں۔ ادھر سے گزر رہے تھے، راستے سے بھٹک گئے۔"

ایک فوجی نے ڈانٹ کر پوچھا "کیا تمھیں جزیرے سے شعلے دکھائی نہیں دے رہے ہیں، دھماکے سنائی نہیں دے رہے ہیں؟"

"انھی دھماکوں کے باعث ہم بدحواس ہو گئے، ہمیں راستہ سجھائی نہیں دے رہا ہے۔"

ایک فوجی نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اس طرف جاؤ۔ کیا تمھاری موٹر بوٹ میں قطب نما نہیں ہے، کیا تم اس سے رہنمائی حاصل نہیں کر سکتے؟"

پارس نے اپنے سر پر ہاتھ مار کر کہا "اوہ سو سوری! میں بدحواسی میں قطب نما سے کام لینا ہی بھول گیا تھا۔"

وہ فوجی، پارس سے باتیں کر رہے تھے اور فرزانہ کو دیکھے جا رہے تھے۔ ایک حسین نوجوان لڑکی صرف چادر میں چھپی ہو تو بے اختیار نگاہیں اس کی طرف اٹھنے لگتی ہیں۔ پارس نے بوٹ کی رفتار بڑھائی، پھر ان کے قریب سے گزرتا چلا گیا۔ کچھ دور نکلنے کے بعد اس نے کہا "دیکھو، میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ اب بھی پلٹ کر نہیں دیکھ رہا ہوں، پلیز کسی طرح اس وردی سے نجات حاصل کرو۔"

پارس اسے سمجھا بھی رہا تھا اور اس پر غصہ بھی آ رہا تھا۔ وہ حالات کی نزاکت کو نہیں سمجھ رہی تھی۔ اگر وہ بیٹری پارک بخیریت پہنچ جاتے تب بھی وہ وردی ان کے لیے مصیبت بن جاتی۔ بے شک اسے غصہ آ رہا تھا لیکن اس کے شرمانے کی ادا دل کو بھا رہی تھی۔ پارس کو شاید اس بات کا پوری طرح احساس نہیں تھا کہ فرزانہ کی شرمیلی ادائیں اسے چپکے چپکے لوٹ رہی ہیں۔

اب وہ دریا کے ایسے حصے سے گزر رہے تھے جہاں کتنی ہی کشتیاں آتی جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ سب افراتفری میں تھے اور اپنی اپنی موٹر بوٹ تیز رفتاری سے دوڑاتے جا رہے تھے۔ اگرچہ وہ سب جزیرے سے دور نکل گئے تھے لیکن دھماکے سنائی دے رہے تھے۔ پیٹرولنگ پارٹی میگا فون کے ذریعے ہدایات دیتی پھر رہی تھی یا لانگ آئی لینڈ کی طرف رخ کرنے کے لیے کہہ رہی تھی۔

آخر وہ بیٹری پارک پہنچ گئے۔ پہلے ہی دھماکے کی آواز نیویارک میں دور دور تک سنی گئی تھی۔ اعلیٰ بی بی کے ماتحت اس جزیرے کی طرف جانا چاہتے تھے لیکن فوراً ہی پابندیاں عائد کر دی گئی تھیں۔ کسی موٹر بوٹ کو وہاں سے جانے کی اجازت نہیں مل رہی تھی۔ کنگ فرنانڈو بھی اپنے خاص آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تھا۔ سب ہی تشویش میں مبتلا تھے۔ ساحل پر پولیس کے علاوہ فوجی جوان اور جاسوس بھی تھے۔ وہ تمام موٹر بوٹس کو چیک کر رہے تھے۔ جو بھی دریا کی طرف سے واپس آ رہا تھا، اس کا نام، پتا اور اس کے کاغذات دیکھ رہے تھے۔

ان کی موٹر بوٹ ساحل سے آ کر لگی۔ ہر طرف لوگوں کی بھیڑ تھی، ان میں عورتیں زیادہ نظر آ رہی تھیں۔ جب ان کی موٹر بوٹ پہنچی تو عورتوں اور مردوں کی نظریں فرزانہ پر جم گئیں۔ وہ صرف ایک چادر لپیٹے ہوئے تھی۔ پارس موٹر بوٹ سے اترا لیکن وہ اتر نہ سکی۔ چادر لپیٹنے کی وجہ موٹر بوٹ پر کھڑے رہ کر توازن نہیں سنبھال سکتی تھی۔ پارس نے اسے سہارا دے کر کھڑا کیا، پھر اچانک ہی اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ اس کی اوپر کی سانس اوپر رہ گئی۔ اگر اسے معلوم ہوتا کہ وہ اس طرح بازوؤں میں اٹھائے گا تو فوراً بیٹھ جاتی۔ لیکن اب تو وہ سارے لوگوں کے سامنے تماشا بن گئی تھی۔

فرزانہ کے بدن پر لپٹی ہوئی چادر سوالیہ نشان بن گئی تھی۔ عورتیں مسکرا رہی تھیں، مرد بھی ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ جب پارس نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھایا تو سب کے سب تالیاں بجانے لگے۔

فرزانہ نے آنکھیں بند کر لی تھیں، دونوں ہاتھوں سے چہرے کو چھپا لیا تھا۔ شرم سے مری جا رہی تھی۔ پارس اسے بازوؤں میں اٹھائے دو سپاہیوں کے درمیان چل رہا تھا مگر زمین میں گڑا جا رہا تھا۔ وہ بے چاری مفت میں بدنام ہو رہی تھی۔ اگر وہ اسے وردی اتار پھینکنے اور چادر لپیٹنے پر مجبور نہ کرتا تو لوگوں کو غلط فہمی نہ ہوتی۔

وہ ایک دفتر میں پہنچے۔ اعلیٰ بی بی کے دو ماتحت دفتر کے باہر کھڑے ہوئے تھے، کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں تھی، صرف کنگ فرنانڈو اپنے وسیع تعلقات کی بنا پر پہلے ہی اندر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ باہر سے تالیوں کی آوازیں ابھی تک آ رہی تھیں۔ پارس نے اس کے کان کے قریب منہ لے جا کر کہا "جو کچھ ہو رہا ہے اس کا مجھے بہت افسوس ہے۔ میں بہت شرمندہ ہوں، کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا، ایسے حالات ہوں گے۔ دیکھو ہم دفتر کی چار دیواری میں آ گئے ہیں۔ ہاتھ ہٹاؤ، آنکھیں کھولو، میں تمھیں زمین پر اتار رہا ہوں۔"

اس نے اتار دیا۔ وہ کھڑی تو ہو گئی لیکن اس کے ہاتھ اسی طرح چہرے پر تھے، وہ منہ چھپائے ہوئے تھی۔ پارس ایک آفیسر کو اپنے کاغذات دکھانے لگا۔ کنگ فرنانڈو نے کہا۔ "فیری! کیا تم ابھی تک ان دھماکوں سے ڈر رہی ہو۔ ہاتھ ہٹاؤ، خوفزدہ ہونے کی کوئی بات نہیں ہے، تم بالکل محفوظ ہو۔"

پھر وہ پارس کے شانے کو تھپک کر بولا "بیٹے! تم نے میرا برسوں کا خواب پورا کر دیا۔ ویسے تو میں تمھارے باپ سے دونوں کے رشتے کی بات کروں گا لیکن یہ شادی سے پہلے..."

وہ اپنی بات چھوڑ کر قہقہہ لگانے لگا۔ فرزانہ رشتے میں اس کی نواسی تھی، اس کی بھتیجی کی بیٹی تھی اور وہ اپنی تہذیب کے مطابق بہت خوش ہو کر قہقہہ لگاتے ہوئے ایسی باتیں کر رہا تھا۔ یک بیک فرزانہ نے چیخ کر کہا "نہیں۔" اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے چہرے پر سے ہاتھ ہٹایا۔ چہرہ آنسوؤں سے بھیگ رہا تھا۔ وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی "ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں تمھاری بھتیجی فیری کی طرح بے غیرت نہیں ہوں۔ وہ میری ماما ہوئی تو کیا ہوا۔ اس نے بزرگوں کے اعتماد کو دھوکا دیا۔ وہ جسم، وہ جان، وہ دل اور وہ ارمان جو ایک عورت صرف اپنے مرد کے لیے بچا کر رکھتی ہے، اسے کسی دوسرے کے حوالے کیا۔ میں ایسی بے غیرت نہیں ہوں، میں کسی پائیدار رشتے کے بغیر کبھی کسی کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ یہ میری بدنصیبی ہے کہ میں یہ چادر لپیٹ کر گناہ گار کہلانے لگی جب کہ یہ چادر عورت کی عزت اور اس کا تن ڈھانپتی ہے۔ میں نے کچھ نہیں کیا ہے، میں نے کچھ نہیں کیا ہے۔ مجھے بدنام نہ کرو۔ تم عورت کو میلی نظروں سے دیکھتے ہو۔ خدا کے لیے چادر کو تو میلی نظر سے نہ دیکھو۔"

وہ بول رہی تھی اور رو رہی تھی۔ تمام آفیسر اسے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ وہ لوگ فرزانہ کو ایسی نظروں سے

دیکھ رہے تھے جیسے کسی احمق لڑکی کو دیکھ رہے ہوں۔ کنگ فرنانڈو کی نظریں جھک گئی تھیں۔ اسے اپنی بھتیجی کی گمراہی یاد آگئی تھی اور پارس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا، کس طرح فرزانہ کو دلاسا دے، کس طرح اس کے آنسو پونچھے۔ وہ جزیرے سے ایک بہت بڑی بازی جیت کر آیا تھا اور ایک لڑکی کے آنسوؤں سے مات کھا رہا تھا۔

جب جزیرے میں پہلا دھماکا ہوا، اسی وقت اعلیٰ بی بی نے ہاٹ لائن پر فرانس کے ایک اعلیٰ حاکم کو اطلاع دی کہ فرہاد کو رابطہ قائم کرنے کے لیے کہا جائے۔ اس حاکم کے ذریعے میرے فون نمبر پر یہ پیغام بھیج دیا گیا تھا لیکن میں گھر میں موجود نہیں تھا۔ پارس اوّل کے ساتھ اسپتال میں تھا۔ پھر اس کا علاج ہو رہا تھا۔ اس کے اندر سے زہر ختم کر دینے کے سلسلے میں کئی ڈاکٹر سر جوڑ کر بیٹھ گئے تھے۔ اور اس سلسلے میں بحث کر رہے تھے۔ جب مجھے اطلاع ملی تو کافی دیر ہو چکی تھی۔

میں نے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ "ہیلو خیریت تو ہے؟"

"ہاں، ابھی تک میں گھبرائی ہوئی تھی، پارس کا کچھ پتا نہیں تھا۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ بخیریت واپس آگیا ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کہاں سے واپس آگیا ہے؟"

اس نے مجھے مختصر طور پر بتایا کہ کس طرح پارس، کنگ فرنانڈو کی بھتیجی فیری کے ساتھ جزیرہ ایلس گیا تھا۔ وہاں دھماکے ہونے لگے۔ اب اُدھر ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ فوجی جوان ہیلی کاپٹروں میں جزیرے کے اطراف منڈلا رہے ہیں۔ جو کشتیاں اُدھر سیر و تفریح کی غرض سے گئی تھیں انھیں فوراً واپس بھیجا جارہا ہے۔ بہرحال اب مجھے اطمینان ہے۔ میرے ایک ماتحت نے اطلاع دی ہے کہ پارس فیری کے ساتھ بخیریت واپس آگیا ہے۔"

"جزیرے میں دھماکے کیسے ہو رہے ہیں؟"

"میں حیران ہوں، ہمارے بیٹے نے وہاں قدم رکھا ہے اور یہ سب کچھ ہونے لگا ہے۔ تم اس سے رابطہ قائم کر کے معلوم کر سکتے ہو۔"

میں خیال خوانی کی پرواز کر کے اپنے بیٹے کے پاس جانا چاہتا تھا، اسی وقت مجھے پرائی سوچ کی لہر محسوس ہوئی۔ میں نے پوچھا "کون ہے؟"

سپر ماسٹر کی آواز سنائی دی "فرہاد! بہت پچھتاؤ گے۔ میں تمھارے ایک ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اور تمھارے خاندان کے ایک ایک فرد کو چُن چُن کر قتل کروں گا۔ میں چاہتا تھا، تم لوگوں کو تڑپا تڑپا کر زندہ رکھوں لیکن تم سب میرے لیے خطرناک ہوتے جارہے ہو۔"

میں نے پوچھا "آخر بات کیا ہے؟"

"جان بوجھ کر انجان نہ بنو۔ تم نے جزیرۂ ایلس میں تباہی مچا دی ہے۔ میری ٹرانسفارمر مشین اور نقشے کو تباہ کر دیا ہے۔"

میں نے ایک دم سے خوش ہو کر پوچھا "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"یوں ایکٹنگ نہ کرو۔ میں تمھارے فراڈ کو خوب سمجھتا ہوں۔"

"دیکھو سپر ماسٹر! یہ اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ میں نے اسے انجام دیا ہوتا تو سینہ تان کر تم سے کہتا کہ ٹرانسفارمر مشین کسی کے باپ کی جاگیر نہیں ہے۔ یہ ہمارے درمیان طے ہو چکا ہے، جو بھی اسے حاصل کرلے، جو بھی اسے تباہ کرلے لہٰذا اگر میں نے اسے تباہ کیا ہوتا تو تم سے ڈرنے یا کسی طرح دبنے کی کوئی بات نہیں تھی۔ تم طیش میں نہ آؤ۔ ذرا سہولت سے بتاؤ۔ آخر مجھے کیوں الزام دے رہے ہو؟"

"اس ٹرانسفارمر مشین کو اور ہمارے خفیہ اڈے کو صرف ٹیلی پیتھی جاننے والا ہی تباہ کر سکتا ہے۔"

"تمھارا یہ الزام بے بنیاد اور بہت ہی کمزور ہے۔ پچھلی جنگِ عظیم میں بہت سے نامور سراغرسانوں نے بہت سے خفیہ اور خطرناک اڈوں کو تباہ کر دیا۔ وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتے تھے۔ تم کوئی ثبوت پیش کرو گے؟"

"اس اڈے سے چار آدمی زخمی حالت میں ملے ہیں۔ انھیں طبی امداد پہنچائی جارہی ہے۔ اُن کا خیال ہے، تم خیال خوانی کے ذریعے اپنے دو آلۂ کاروں کے دماغوں میں موجود تھے۔ ان دو آلۂ کاروں میں ایک نوجوان لڑکی اور ایک نوجوان لڑکا تھا۔"

اس کی بات سنتے ہی میرا دل کنگ فرنانڈو کی بھتیجی اور اور اپنے بیٹے پارس کی طرف گیا۔ چوں کہ یہ میرا چور خیال تھا، اس لیے میں نے فوراً اس پر قابو پایا تاکہ سپر ماسٹر، کنگ فرنانڈو پر چڑھ نہ دوڑے۔ میں نے پوچھا "سپر ماسٹر! میں تمھیں کیسے یقین دلاؤں کہ میں خیال خوانی کے ذریعے تمھارے کسی خفیہ اڈے میں موجود نہیں تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا چکر ہے۔ ذرا عقل سے سوچو۔ اگر مجھے اس خفیہ اڈے کے بارے میں معلوم ہوتا تو میں کسی بھی آلۂ کار کو وہاں بھیجنے کی زحمت کیوں گوارا کرتا۔ تمھارے ہی کسی آدمی کو اپنا آلۂ کار بنا لیتا۔"

"وہ چار زخمی جو اس جزیرے سے لائے گئے ہیں، کیا وہ غلط بیان دے رہے ہیں جب کہ وہ پورے ہوش و حواس میں ہیں۔"

میں نے کہا "میں تم سے کسی طرح کم تر نہیں ہوں، تم سے خوف زدہ نہیں ہوں۔ تمھارے رُعب و دبدبے میں نہیں آسکتا۔ اگر تم مجھ پر جھوٹا الزام دے کر کوئی انتقامی کارروائی کرنا چاہتے ہو تو میں اس کے لیے تیار ہوں۔ لیکن یہ بات خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں، میں یا میرا کوئی خیال خوانی کرنے والا ساتھی کبھی اس خفیہ اڈے میں نہیں گیا اور نہ ہی ہم میں سے کسی نے اپنے آلۂ کار کو وہاں بھیجا ہے اور وہاں خیال خوانی کا مظاہرہ کیا ہے۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر سپر ماسٹر نے کہا "میں جانتا ہوں، تم کسی کے دباؤ میں نہیں آتے، نہ ہی کسی کی دھمکی سے خوف زدہ ہوتے ہو۔ اس ٹرانسفارمر مشین اور نقشے کی تباہی کا مشن تمھارے لیے بہت اہم تھا۔ اس اہم کامیابی کو تم کبھی چھپانے والے نہیں تھے، لیکن میں حیران ہوں، یہاں خیال خوانی کا مظاہرہ کس نے کیا؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ تمھارے آدمیوں کو غلط فہمی ہو سکتی ہے۔ میرے پاس تین خیال خوانی کرنے والے ساتھی ہیں۔ تمھارے پاس چھ ساتھی ہیں۔ کیا ہم ان کے علاوہ بھی کسی نئے دشمن خیال خوانی کرنے والے کے متعلق سوچ سکتے ہیں یا یقین کر سکتے ہیں؟"

سپر ماسٹر نے کہا "ہرگز نہیں۔ وہ آخری ٹرانسفارمر مشین تھی جو تباہ ہو چکی ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف دو خیال خوانی کرنے والوں کی ٹیمیں ہیں۔ ایک تمھاری، ایک میری۔ تیسرا کوئی ہو نہیں سکتا۔"

میں نے کہا "اگر ایسی بات ہے تو پھر میری بات یاد رکھو، آج نہیں تو کل تم پر اس بات کا انکشاف ہوگا کہ تمھارے ہی کسی خیال خوانی کرنے والے ساتھی نے تمھارے ساتھ دوغلی چال چلی ہے۔"

"میں نہیں مانتا۔"

"نہ مانو لیکن عقل ساتھ دینا چاہے تو ذرا غور کرنا اور یہ سوچنا کہ تمھارے بعد کس شخص کو سپر ماسٹر بنایا جائے گا اور اس کے کیا مفادات ہوں گے؟"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"تم سمجھنا چاہو تو خود سمجھ سکتے ہو۔ تمھارے بعد جو شخص سپر ماسٹر بننے کا چانس رکھتا ہے وہ کبھی یہ نہیں چاہے گا کہ ٹرانسفارمر مشین سے کوئی ایسا شخص ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرے جو اس غیر معمولی علم کے علاوہ دوسری صلاحیتوں میں بھی اس سے برتر ہو۔ اگر تمھیں موت کو ٹالنے کا ہنر آجائے، حالانکہ ایسا ناممکن ہے لیکن فرض کر لیا جائے کہ تمھیں موت کو ٹالنے کا ہنر آگیا ہے تو کیا تم چاہو گے کہ کوئی دوسرا بھی سیکھ لے؟"

"ہم کبھی ایسا نہیں چاہتے کہ کوئی ہم سے کچھ زیادہ سیکھ کر برتر ہو جائے۔" اس نے کہا۔

"لہٰذا تمھاری اس آخری ٹرانسفارمر مشین اور نقشے کی تباہی کا ذمے دار وہی شخص ہے جو آئندہ سپر ماسٹر بننے والا ہے۔"

وہ پھر چُپ رہا۔ شاید کچھ سوچ رہا تھا۔ میں نے کہا "تم شکایت کرنے میرے پاس چلے آئے۔ میں کس سے شکایت کروں، تمھارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت یہاں آکر میری بہو کو دو پارس کے درمیان الجھاتا رہا۔ آخر اسے کیا فائدہ حاصل ہوا۔ وہ دعویٰ کر رہا تھا کہ ڈمی پارس اس کے لیے بہت اہم ہے اور وہ ڈمی مارا گیا ہے۔"

اس نے جواب دیا "فرہاد! پہلے تو میں نے فیصلہ کیا تھا کہ تمام بڑے بڑے ممالک کو خیال خوانی کے ذریعے نقصان پہنچاتا جاؤں اور اس کا الزام تم پر آتا جائے۔ پھر میں نے سوچا، پہلے تمھارے رشتے داروں سے نمٹنا چاہیے۔ رشتے داروں میں سونیا، اعلیٰ بی بی، پومی کے علاوہ تمھارے خیال خوانی کرنے والے ساتھی ہیں۔ پھر تمھاری شریکِ حیات رسونتی ہے اور اس کے دو بیٹے۔ میں نے سوچا ہے، پہلے تمھارے ان خون کے رشتوں کو چھیڑا جائے اور انھیں اس حد تک نقصان پہنچایا جائے کہ یہ اپاہجوں جیسی زندگی گزارنے لگیں۔ تمھارا ایک بیٹا پارس اوّل ہماری نظروں میں آگیا ہے لیکن پارس دوم کا سراغ ابھی تک ہمیں نہیں مل سکا۔ اسے بھی ہم ڈھونڈ نکالیں گے۔ پھر اسے ایسے خطرات سے گزاریں گے کہ تم لوگوں کی نیندیں حرام ہو جائیں گی۔ تم میرے پاس آؤ گے اور گڑگڑا گڑگڑا کر ان کی زندگی کی بھیک مانگو گے۔ پھر میں پوچھوں گا، میرے باپ ماسٹر پوشے کو ہلاک کرتے وقت تمھارے دل میں ہمدردی کیوں نہ پیدا ہوئی؟"

"میں نے تمھارے باپ کو نہیں چھیڑا تھا۔ تمھارا باپ خود میرے ملک میں آیا تھا اور میرے پیچھے پڑ گیا تھا۔ بہرحال، میں اپنی طرف سے صفائی پیش نہیں کروں گا۔ تمھارے جو جی میں آتا ہے کرو۔ میں جوابی اقدامات کے لیے تیار ہوں۔ جس طرح ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں اسی طرح اس دنیا میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والی پارٹیاں نہیں رہ سکیں گی۔ کسی ایک کو فنا ہونا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "تم اپنی پوری ٹیم کے ساتھ فنا ہو جاؤ گے۔"

"اور میں کہتا ہوں، ہم دونوں ہی فنا ہوں گے. بقا صرف خدائے بزرگ و برتر کے لیے ہے۔ اب جاؤ یہاں سے۔"

میں نے سانس روک لی. تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر اندر مسرتوں کا ایک سمندر تھا جو موجیں مار رہا تھا، اگرچہ اس بات کی تصدیق نہیں ہوئی تھی کہ میرے بیٹے نے ہی وہ ٹرانسفارمر مشین تباہ کی ہے لیکن مجھے یقین تھا۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی، اپنے بیٹے کے دماغ میں پہنچا، آسانی سے جگہ مل گئی کیوں کہ رسونتی وہاں پہلے سے موجود تھی، وہ وقتاً فوقتاً اپنے بیٹے کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اس کے پاس پہنچ جایا کرتی تھی، وہ پوچھ رہی تھی: "بیٹے! کیا وہ لڑکی بہت خوبصورت ہے؟"

"ماما! اسے مقابلہ حسن میں بھیجنے کا ارادہ نہیں ہے، میں نہیں جانتا، حسن کسے کہتے ہیں، ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ اس میں حسن سیرت ہے۔"

"مجھے اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ بتاؤ۔"

پارس بتانے لگا، کس طرح اس نے پہلی بار اسے کنگ فرنانڈو کے ساتھ دیکھا تھا پھر کس طرح اس سے دوستی ہوئی اور وہ جزیرہ ایلس کی طرف گئے تھے، اس ویران جزیرے میں شیطان نمبر چھ سے ٹکراؤ ہوگیا، وہاں انکشاف ہوا کہ اس خفیہ اڈے میں ٹرانسفارمر مشین چھپا کر رکھی گئی ہے اور وہاں اس کا نقشہ بھی موجود ہے۔ اس نے جان کی بازی لگائی اور اس اڈے کو ٹرانسفارمر مشین سمیت تباہ کر دیا۔

جب پارس نے اس بات کی وضاحت کی کہ فرزانہ کس طرح چادر کی وجہ سے بدنام ہو رہی ہے تو رسونتی نے کہا۔ "واقعی وہ مفت میں بدنام ہو رہی ہے، کیا تم نے اسے تسلیاں دی ہیں؟"

"میں نے زندگی میں کبھی کسی لڑکی سے بات نہیں کی۔ مجھے نہیں معلوم، ایسے وقت کیا کرنا چاہیے، کیا کہنا چاہیے، میں نے اپنی دانست میں اسے سمجھایا ہے، اگرچہ اس کے آنسو تھم گئے ہیں لیکن وہ بہت اداس اور دل برداشتہ ہے، اس کے دل پر بدنامی کا بوجھ ہے۔"

"کیا وہ تمھیں بہت پسند ہے؟"

وہ خاموش رہا۔ سونتی نے مسکرا کر کہا۔ "اس سے بات کرو، اس کی آواز سن کر میں اس کے پاس جاؤں گی اور اسے پیار سے سمجھاؤں گی۔"

"اشیلی جنس والے کنگ فرنانڈو کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، اگر سپر ماسٹر کنگ فرنانڈو کے دماغ میں پہنچ گیا تو اس کے ذریعے معلوم کر لے گا کہ فرہاد علی تیمور کا بیٹا اس کی بھتیجی کے ساتھ گھومتا پھرتا رہا ہے اور وہی جزیرے میں گیا تھا۔"

"تمھارے ذمے جو اہم کام تھا وہ تم نے انجام دے دیا، اب واپس آجانا چاہیے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں لیکن فرزانہ کو چھوڑ کر نہیں آؤں گا۔"

"میں کب کہتی ہوں، اسے چھوڑ دو۔ میں تم دونوں کی واپسی کا انتظام کرتی ہوں۔ تمھارے پاپا سے بات کروں گی، ہو سکتا ہے وہ بڑے بڑے ذرائع اختیار کرکے کل کی فلائٹ سے تمھیں اپنے پاس بلوالیں۔"

میں نے کہا۔ "اپنی ماں کو فرزانہ کی آواز سنا دو اور مجھے اپنے دماغ میں رہنے دو، کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے فرزانہ کو مخاطب کیا اور کہا۔ "میری ماما اور بابا ہمارے درمیان موجود ہیں، وہ تمھاری آواز سن کر تمھارے پاس آنا چاہتے ہیں۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر سر جھکا کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے مشرقی انداز میں آداب کہا۔ یقیناً رسونتی نے اس کے دماغ میں پہنچتے ہی ڈھیر ساری دعائیں دی ہوں گی۔ اس کی بلائیں لیتی رہی ہوگی۔ میں نے پارس سے کہا۔ "تھوڑی دیر پہلے سپر ماسٹر میرے پاس آیا تھا۔ وہ الزام دے رہا تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے اس غار میں موجود تھا اور میں نے ہی وہ ٹرانسفارمر مشین تباہ کی ہے۔"

پارس نے مسکرا کر کہا۔ "آپ پر الزام آنا ہی تھا، سو آگیا۔"

"کیا مطلب؟"

پارس نے مجھے وہاں کے متعلق تفصیل سے سب کچھ بتایا۔ میں نے خوش ہو کر کہا۔ "تم بروقت ایسی حاضر دماغی کا ثبوت دیتے ہو جس کی پہلے سے توقع نہیں کی جا سکتی۔ میں تم سے بہت خوش ہوں، پہلی بار تم نے ایک مُردے کو گولی مار کر زندہ شخص کی زبان کھلوائی اور آج تم نے میرے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلائی۔ ٹیلی پیتھی نہ جانتے ہوئے بھی ٹیلی پیتھی کی دہشت طاری کر دی۔ شاباش، اللہ تمھیں ہر بلا سے محفوظ رکھے اور باقی عمر بھی تم دونوں بیٹوں کو لگ جائے، آمین۔"

☐

یہ سوچ لینا سراسر نادانی ہوتی ہے کہ سپر ماسٹر خاموش بیٹھا ہوگا۔ کسی کو ایک شعبے میں اختیارات مل جائیں تو وہ خاموش نہیں بیٹھتا۔ ان تمام اختیارات کو استعمال کرکے اپنے دل کا غبار نکالتا ہے پھر سپر ماسٹر کو تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ساری دنیا پر حکومت کرنے کے اختیارات حاصل ہو گئے تھے، میں اس کے راستے کا کانٹا تھا۔ وہ مجھ سے اپنے باپ کے قتل کا انتقام ہر حال میں لینا چاہتا تھا، میری پوری ٹیم کو تباہ کر دینا چاہتا تھا، ایسی صورت میں وہ بھلا خاموش کیسے رہ سکتا تھا۔

ہم نے اسرائیلی حکومت سے بارہا دوستی کرنے کی بھرپور کوششیں کر ڈالیں اور ہر بار ناکام رہے، آخری بار شیبا کی موت نے ہمیں یہ اچھی طرح سمجھا دیا کہ یہودی کبھی مسلمان کے ہوئے ہیں نہ ہوں گے اور ان سے دوستی بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی آگ سے دوستی کرے۔

موجودہ سپر ماسٹر نے سب سے پہلے اسرائیلی حکام کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ یوں تو روز اول سے ہی دونوں ملکوں کے درمیان گہرے تعلقات، گہری دوستی اور گہرا رشتہ چلا آ رہا تھا، رشتہ اس طرح کہ اس ملک نے اسرائیلی حکومت کو جنم دیا تھا اور اسے قرب و جوار کی اسلامی حکومتوں کے سروں پر ننگی تلوار کی طرح لٹکا کر چھوڑ دیا تھا۔

موجودہ سپر ماسٹر کا باپ ماسٹر لوشے یہودی تھا۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی یہودی قوم کو فائدے پہنچائے گا لیکن اس سے پہلے ہی وہ میرے ہاتھوں سے مارا گیا تھا۔ اب اس بات کا عہد اس کا بیٹا کر چکا تھا اپنی یہودی قوم کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانے کے لیے ان سے دوستانہ معاہدہ کر چکا تھا۔

معاہدے کی سب سے پہلی شرط یہ تھی کہ اعلیٰ حکام اور بلانڈ کلب والے کبھی اس بات کا اعتراف نہیں کریں گے کہ سپر ماسٹر ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور اس سے اسرائیلیوں کے خاص مراسم ہیں۔

اگر فرہاد یا اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں نے کبھی اسرائیلیوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تو اس کے جواب میں سپر ماسٹر خیال خوانی کے ذریعے فرانس کی حکومت کو یا ایسی کسی بھی حکومت کو جو فرہاد کی حمایتی ہے، زبردست نقصان پہنچائے گا اس سلسلے میں اسرائیلی حکام یہ بیان دیں گے کہ فرہاد اور اس کے ساتھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمیں نقصان پہنچاتے ہیں اور ہم ٹیلی پیتھی نہ جانتے ہوئے اپنی حکمت عملی کے ذریعے انتقامی کارروائی کرتے ہیں۔

معاہدے کی رو سے اگر اسرائیلی ایجنٹ، فرہاد علی تیمور یا بابا صاحب کے ادارے سے متعلق کوئی اہم معلومات فراہم کریں گے تو سپر ماسٹر اس کے بدلے اسرائیلی حکومت کے لیے کسی دشمن ملک کا راز معلوم کرے گا۔

اگر وہ فرہاد علی تیمور کی کسی ساتھی عورت کو یا اس کے بیٹوں میں سے کسی کو اغوا کریں گے تو سپر ماسٹر اس کے بدلے اسرائیل کی اہم شخصیتوں کو دشمن ملکوں کی قید سے رہائی دلائے گا۔

فرہاد علی تیمور کی ساتھی عورتوں اور اس کے دونوں بیٹوں کے متعلق سپر ماسٹر کی خاص ہدایت یہ تھی کہ انھیں اغوا کرنے کے بعد کبھی جان سے نہ مارا جائے بلکہ ایسی اذیتیں دی جاتی رہیں کہ وہ زندگی کی بھیک مانگتے رہیں اور انھیں زندگی ملے نہ موت۔

سپر ماسٹر نے جزیرہ ایلس میں ٹرانسفارمر مشین کی تباہی کے بعد فیصلہ کر لیا تھا، اب اپنے کسی ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ایسی کوئی ذمے داری نہیں دے گا جسے سنبھالتے وقت کسی نہ کسی موقع پر فرہاد یا اس کے ساتھیوں سے ٹکرانے کا امکان ہو۔ اگرچہ اس بات کا ثبوت نہیں مل رہا تھا کہ وہ آخری ٹرانسفارمر مشین بھی فرہاد نے تباہ کی ہے تاہم اس ٹرانسفارمر مشین......

کے ساتھ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطان کی موت نے اسے چوکنا کر دیا تھا۔ باقی پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطانوں کو وہ بے موت مرنے کے لیے کہیں سوچے سمجھے بغیر آگے نہیں بڑھا سکتا تھا، پیرس میں جو ٹیلی پیتھی جاننے والا، پارس اوّل اور جوجو کے پیچھے پڑ گیا تھا، سپر ماسٹر نے اسے بھی واپس بلا لیا تھا۔

اب اس کی حکمت عملی یہی تھی کہ اسرائیلی ایجنٹوں اور جاسوسوں کے ذریعے میری ساتھی عورتوں اور میرے دونوں بیٹوں کو پریشان

کیا جائے۔ اس نے حکومتِ برطانیہ سے درخواست کی کہ فرہاد علی تیمور اور اس کے تمام ساتھیوں کو برطانیہ کی زمین پر قدم رکھنے کی اجازت نہ دی جائے۔ برطانوی حکومت نے جواب دیا، فرہاد سے نہ ہماری دوستی ہے نہ دشمنی ہے، ہم خواہ مخواہ اس سے چھیڑ چھاڑ کرنا نہیں چاہتے۔

سپر ماسٹر نے کہا "میری معلومات بہت وسیع ہیں، میرے جاسوس بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں، ان کی اطلاع کے مطابق فرہاد علی تیمور تمھارے ملک کے کسی اہم شعبے کو زبردست نقصان پہنچانے والا ہے، اس نقصان سے صرف میں ہی بچا سکتا ہوں۔"

"ہم کیسے یقین کرلیں کہ فرہاد خواہ مخواہ ہمیں نقصان پہنچانے والا ہے؟"

"جب وہ نقصان پہنچائے گا تب تمھیں یقین آئے گا پھر میں پوچھوں گا، کیا مجھ سے دوستی کرتے ہو۔ اگر دوستی کرو گے تو میں تمھاری طرف سے انتقامی کارروائی شروع کروں گا اور اس یقین کے ساتھ کہ وہ آئندہ تمھیں کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

حکومتِ برطانیہ خواہ مخواہ مجھ سے دشمنی مول لینے کو تیار نہیں تھی لیکن سپر ماسٹر نے مجبور کر دیا۔ اس کا ایک مسافر بردار طیارہ لندن سے بنکاک جا رہا تھا اچانک اس کے پائلٹ نے کنٹرول ٹاور کو اطلاع دی کہ فرہاد علی تیمور اس کے دماغ میں گھس آیا ہے وہ دھمکی دے رہا ہے۔ اگر حکومتِ برطانیہ نے اس کا مطالبہ پورا نہیں کیا تو اس جہاز کو تباہ کر دیا جائے گا۔"

یہ خبر پارلیمنٹ کے ذمے دار افراد تک پہنچائی گئی۔ انھوں نے پوچھا "فرہاد کا مطالبہ کیا ہے؟"

طیارے کے پائلٹ نے کہا "فرہاد کہتا ہے، اسرائیلی حکام نے اس کی محبوبہ شیبا کو حرام موت مرنے پر مجبور کر دیا۔ اب وہ انتقام لینا چاہتا ہے اور حکومتِ برطانیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے ملک سے تمام یہودیوں کو نکال دے۔"

جواب ملا "یہ ناممکن ہے۔ یہودی یہاں کے کاروبار میں چھائے ہوئے ہیں، انھیں نکالا جائے گا تو یہاں کی معیشت تباہ ہو جائے گی۔ بہت ہنگامہ ہوگا، خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ فرہاد کو ذرا عقل سے کام لینا چاہیے۔ ایک طیارے کے پائلٹ کے ذریعے اپنا مطالبہ منوانے کا یہ کوئی دانشمندانہ طریقہ نہیں ہے، ہم فرہاد علی تیمور سے درخواست کرتے ہیں وہ ہمارے پاس خیال خوانی کے ذریعے آئے اور اس سلسلے میں کوئی مناسب سمجھوتا کرے۔"

پائلٹ نے کہا "فرہاد علی تیمور کہتا ہے، یہ طیارہ چھ گھنٹے میں بنکاک پہنچے گا۔ اس دوران اس کی جہاں بھی بریک جرنی ہے، اسے اُترنے نہیں دیا جائے گا، اگر پانچ گھنٹے کے اندر مطالبہ پورا نہ کیا گیا تو پانچواں گھنٹا ختم ہوتے ہی یہ جہاز تباہ کر دیا جائے گا۔"

برطانوی پارلیمنٹ کے ممبران بوکھلا گئے تھے۔ وہ ہاٹ لائن پر فرانسیسی حکام سے رابطہ قائم کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے، وہ فرہاد علی تیمور کو اس بے جا مطالبے سے باز رکھیں۔ جب مجھے یہ اطلاع ملی تو میں نے حیرانی سے کہا "میں نے کوئی مطالبہ نہیں کیا ہے۔ میں یہاں پیرس میں فرانسیسی حکام کی پناہ میں ہوں۔ میں ایسا مطالبہ بھلا کیوں کروں گا جب کہ میں براہِ راست انگلینڈ میں کاروبار کرنے والے تمام یہودیوں کے دماغوں میں پہنچ سکتا ہوں، انھیں وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر سکتا ہوں۔ صرف اتنا نہیں اسرائیل میں جتنے یہودی ہیں ان سب کو تگنی کا ناچ نچا سکتا ہوں پھر بھلا برطانوی حکومت کو پریشان کر کے کیا ملے گا؟"

میری طرف سے فرانسیسی حکام نے بھی برطانوی پارلیمنٹ کے ممبران کو یقین دلایا لیکن وہ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھے وہ ایک ہی بات کہہ رہے تھے "اگر فرہاد ایسا نہیں کر رہا ہے تو اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی ایسا کر رہے ہوں گے کیوں کہ ان کے سوا کوئی اور ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔"

اس کے جواب میں انھیں پھر سمجھایا گیا کہ سپر ماسٹر بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے لیکن وہ اپنی اس صلاحیت کو چھپائے ہوئے ہے۔ وہ ہمارے تمھارے ملک میں جو بھی تباہیاں پھیلائے گا اس کا الزام فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں پر رکھے گا۔ وہ اپنے علم کو راز میں رکھ کر فرہاد کو ساری دنیا میں بدنام کرنا چاہتا ہے۔ اس کا منصوبہ ہے کہ فرہاد اور اس کے ساتھی عورتوں کو اور ان کے بچوں کو کسی ملک میں پناہ نہ ملے۔ وہ جس ملک میں قدم رکھے وہاں تباہیاں پھیلتی جائیں اور اس ملک کے حکمران دہشت زدہ ہو کر فرہاد کو اس کے خاندان سمیت اپنے ہاں سے نکال دیں۔

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی، سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچنا چاہا، اس نے سانس روک لی۔ میں نے پھر دوسری بار کوشش کی۔ اس نے پوچھا "کیا فرہاد تم ہو؟"

"ہاں، تم میرا ہی انتظار کر رہے ہو۔ ابھی تم پانچ گھنٹے کا الٹی میٹم دے چکے ہو، کیا تم میں ذرا بھی انسانیت نہیں ہے؟ اس طیارے میں کتنی ہی مائیں، بہنیں، بھائی اور باپ ہیں۔ کتنے معصوم بچے سفر کر رہے ہیں؟"

"کیا تم واقعی اس طیارے کی بات کر رہے ہو؟ پتا نہیں وہ کہاں پرواز کر رہا ہے، مجھ جیسا معمولی آدمی یہاں بیٹھے بٹھائے اسے کیسے تباہ کر سکتا ہے؟"

"تم بہت کمینے ہو۔ اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کو چھپا کر سارا الزام مجھ پر دھرنا چاہتے ہو۔ دیکھو، مجھے مجبور نہ کرو۔ میں تمھیں سمجھا رہا ہوں۔ اس طیارے کو تباہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"تو پھر تباہ نہیں ہوگا۔ تم بچا سکتے ہو تو بچا لو۔"

میں نے ایک فرانسیسی حاکم سے کہا "میں اس طیارے کے پائلٹ کی آواز سننا چاہتا ہوں۔"

اس کے لیے فوری طور پر انتظامات کیے گئے۔ مجھے اس کنٹرول ٹاور کے آفیسر کی آواز سنائی گئی جو وہاں ڈیوٹی پر تھا۔ پھر اس نے طیارے کے پائلٹ سے رابطہ قائم کیا۔ اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ اسے بار بار مخاطب کیا جا رہا تھا لیکن وہ گونگا یا بہرا بن گیا تھا۔ اتنی خبر تھی کہ طیارہ ابھی صحیح سلامت پرواز کر رہا ہے۔ میں نے کہا "وہ شیطان اپنی مکارانہ چالیں چل رہا ہے...... اس نے پائلٹ کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا ہے، اسے بولنے سے روک رہا ہے تاکہ میں اس کی آواز سن کر اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکوں۔"

فرانسیسی افسران نے کہا "مسٹر فرہاد! ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آپ ہم سے گفتگو میں مصروف ہیں۔ ایسے میں آپ اس پائلٹ کے دماغ پر قبضہ نہیں جما سکتے۔ آپ ایک ہی وقت میں دو طرف مصروف نہیں رہ سکتے لیکن ہم برطانوی حکومت کو یقین نہیں دلا سکیں گے۔ سپر ماسٹر واقعی مکاری دکھا رہا ہے، آپ کوئی تدبیر سوچیے، کسی طرح اس طیارے کو بچا لیجیے۔"

"ایک صورت ہے۔ آپ فوراً ان سے کہیں کہ اس پائلٹ کی تصویر خلائی سیارے کے ذریعے ہمارے ٹی وی تک ارسال کریں۔ میں اس کی تصویر کا کلوز اپ دیکھ کر اس کی آنکھوں میں جھانک کر دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔ اس کے ساتھ جتنے ایئر ہوسٹس اور اسٹیورڈز وغیرہ ہیں، ان کی تصویریں بھی ہمارے ٹیلی ویژن پر پہنچائی جائیں۔"

اس سلسلے میں بھی انتظامات ہونے لگے۔ تقریباً تین گھنٹے گزر چکے تھے، دو گھنٹے باقی تھے۔ میں نے رسونتی اور آرمر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میرے دماغ میں موجود رہو۔ سپر ماسٹر ہمارے خلاف بہت زبردست چالیں چل رہا ہے۔ ہمیں اس کا توڑ تو کرنا ہے۔"

آدھے گھنٹے کے اندر ہی ہم ٹی وی اسکرین کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور باری باری پائلٹ، کو پائلٹ، تین ایئر ہوسٹسز اور دو اسٹیورڈز کی تصویریں دیکھتے جا رہے تھے۔ یہ تصویریں وی سی آر کے ذریعے ریکارڈ بھی کی جا رہی تھیں۔ سب سے پہلے میں نے پائلٹ کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مجھے محسوس ہوا جیسے اس کا دماغ پتھر کا ہو گیا ہے۔ وہ ونڈ اسکرین کے پار نظریں جمائے ہوئے تھا۔ میں نے کہا "کسی قریبی ملک کا نام بتاؤ جہاں سے یہ طیارہ گزرنے والا ہے۔"

وہ بالکل خاموش رہا۔ میں اس کی سوچ کو ٹٹول رہا تھا اور سمجھ رہا تھا، اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا گیا ہے۔ اگر سپر ماسٹر کی گرفت ذرا بھی کمزور ہوتی تو میں اپنے لیے جگہ بنا لیتا اور اپنے حکم کی تعمیل ضرور کراتا۔ میں نے دماغی طور پر واپس آکر رسونتی سے پوچھا "کیا تم میرے ساتھ تھیں؟"

"ہاں، میں اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔"

"تم وقتاً فوقتاً اس کے دماغ میں جاتی رہو۔ مسٹر آرمر! تم میرے دماغ میں رہو۔ اب میں کو پائلٹ کے دماغ میں جا رہا ہوں۔"

اس کے دماغ میں پہنچنے پر بھی یہی معلوم ہوا کہ کسی نے قبضہ جمایا ہوا ہے۔ سپر ماسٹر بیک وقت دو آدمیوں کے دماغوں پر قبضہ نہیں جما سکتا تھا۔ اس کا ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت ایسا کر رہا تھا۔ میں نے آرمر سے کہا "تم اس کے دماغ میں برابر موجود رہو جیسے ہی کوئی کمزوری محسوس کرو اسے فوراً دماغی جھٹکا پہنچاؤ، اس طرح دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کی گرفت ذرا کمزور ہو جائے گی۔"

میں نے ایک اسٹیورڈ کی تصویر دیکھی، اس کی آنکھوں میں جھانکا پھر دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پریشان تھا۔ اپنے ایک اسٹیورڈ ساتھی اور تین ایئر ہوسٹسز کے درمیان کھڑا ہوا سرگوشی میں کہہ رہا تھا "پتا نہیں کیا ہو گیا ہے، پائلٹ اور کو پائلٹ دونوں نے کیبن کا دروازہ بند کر لیا ہے۔ ہم پائلٹ کیبن میں نہیں جا سکتے، یہاں ٹیلی فون سے رابطہ قائم کر رہے ہیں مگر ادھر سے وہ جواب نہیں دے رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا، کیا گڑبڑ ہے آخر وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟"

میں نے اسٹیورڈ کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اس کے ذریعے پوچھا "یہاں کوئی ڈرل مشین ہے؟ میں پائلٹ کیبن کے دروازے میں سوراخ کرنا چاہتا ہوں۔"

ایک ایئر ہوسٹس نے کہا "مسافر اس طرح دروازے پر سوراخ کرتے ہوئے دیکھیں گے تو پریشان ہو جائیں گے۔ اس کی وجوہات دریافت کریں گے۔"

"ابھی مسافروں کے لیے پریشان ہونے کی بات نہیں ہے۔ ابھی مسافروں کو بچانے کی کوشش کی جارہی ہے، یقیناً اس پائلٹ کیبن میں کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔"

ایک ایئر ہوسٹس نے پوچھا "آخر تم سوراخ کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"ہمارے اسٹور میں ایک گیس سلنڈر رکھا ہوا ہے میں ایک نلکی کے ذریعے اس پائلٹ کیبن میں گیس خارج کراؤں گا۔ اس طرح وہ کھانسنے لگیں گے، مجبور ہو کر دروازہ ضرور کھولیں گے۔"

ایئر ہوسٹس نے خوش ہو کر کہا "بڑی اچھی تدبیر ہے۔ اس کے لیے سوراخ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، پائلٹ کیبن کے دروازے کے نچلے حصے میں اتنا سا خلاء ضرور ہے کہ ایک باریک سی نلکی وہاں سے گزاری جاسکتی ہے۔"

میں نے ان لوگوں کے ساتھ مل کر فوراً ہی نلکی اور گیس سلنڈر لیا، نلکی کو اس گیس سلنڈر سے منسلک کیا، پھر تیزی سے چلتا ہوا اس پائلٹ کیبن کے دروازے کے پاس آیا، وہاں گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا، نلکی کو اس دروازے کے نچلے حصے سے گزار کر سلنڈر کی چابی گھمادی۔ اسٹیورڈ کے دماغ کو صرف ایک لمحے کے لیے آزاد چھوڑا اور آرمر کو مخاطب کیا "میرے دماغ میں آؤ۔"

پھر میں نے اسٹیورڈ کے دماغ پر قبضہ جمالیا، آرمر نے آکر پوچھا "کیا بات ہے؟"

میں نے کہا "کیبن کے اندر گیس چھوڑی جارہی ہے۔ رسونتی سے جا کر کہو، ہوشیار رہے۔ گیس کے اثر سے ان کا دماغ کمزور ہوگا۔ وہ پریشان ہوں گے اور ان کے دماغ پر قبضہ جمانے والے بھی پوری طرح انھیں گرفت میں نہیں رکھ سکیں گے، ایسی صورت میں انھیں مار ڈالنے کی کوشش کریں گے۔ ایسے ہی وقت تمھیں اپنی خیال خوانی کی بھرپوری قوت سے ان دونوں کے دماغوں پر قبضہ جمانا ہے اور ان شیطانوں کے ارادوں کو ناکام بنانا ہے۔ میں بھی ایسے وقت پہنچ جاؤں گا، اب جاؤ اور رسونتی کو یہ باتیں سمجھادو۔"

آرمر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی دروازے کے دوسری طرف سے کھانسنے کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ میں نے اسٹیورڈ سے کہا "ہیلو مسٹر، میں فرہاد علی تیمور تمھارے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ اب اسے تھوڑا تھوڑا آزاد چھوڑ رہا ہوں، تم میری باتیں غور سے سنو، تمھارا طیارہ بہت ہی خطرے میں ہے، دشمن اسے تباہ کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا میں تمھارے دماغ پر قبضہ جما کر یہ گیس کیبن کے اندر خارج کر رہا ہوں۔ یہاں سے پائلٹ اور کو پائلٹ بُری حالت میں باہر نکلیں گے۔ تمھارا فرض ہے کہ ان دونوں کے ہاتھ پیر باندھ دو اور انھیں بے بس کر دو، جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہی بات اپنے ساتھی اسٹیورڈ سے کہتے جاؤ۔"

وہ اپنے ساتھی اسٹیورڈ سے یہی باتیں کہنے لگا۔ وہ حیران اور پریشان تھا اور بے یقینی سے اپنے ساتھی کو دیکھ رہا تھا، میں نے کہا "اس وقت بے یقینی تم سب کو تباہ کر دے گی، میری سچائی کا ثبوت یہی ہے کہ یہ پائلٹ کیبن کا دروازہ کئی گھنٹے سے بند ہے اور میں اسے گیس سلنڈر کے ذریعے کھلوا رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں پھر کو پائلٹ کے دماغ میں پہنچا، وہاں وہ دونوں کھانس رہے تھے، رسونتی، پائلٹ کے دماغ میں اور آرمر کو پائلٹ کے دماغ میں تھا اور اس جدوجہد میں تھا کہ کو پائلٹ کو دروازے کے پاس لے جا کر کسی طرح اسے کھول دے۔ دوسری طرف ٹیلی پیتھی جاننے والا شیطان بھی اپنی جدوجہد میں مصروف تھا، مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ سپر ماسٹر، پائلٹ کے دماغ میں ہے اور وہ اس طیارے کو کہیں بھی گرا سکتا ہے، میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچا اور رسونتی سے کہا "تم آرمر کی مدد کرو۔"

پھر میں نے کہا "سپر ماسٹر، میں تمھاری چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔"

یہ کہتے ہی میں نے پائلٹ کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا! تو اس کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی، سپر ماسٹر کی گرفت ذرا اور کمزور پڑ گئی، اس نے بھی اس کے دماغ کو جوابی جھٹکا پہنچایا، اب اس کی چال یہ تھی کہ پائلٹ بالکل ہی ناکارہ ہو جائے، اس جہاز کو کنٹرول نہ کر سکے۔ وہ دراصل میرے فریب میں آگیا تھا، میں بھی یہی چاہتا تھا کہ پائلٹ ناکارہ ہو جائے، میں نے اسے پھر ایک دماغی جھٹکا پہنچا کر اس کی سیٹ سے اٹھایا اور دروازے کے پاس لے کر دروازہ کھلوا دیا، پھر میں نے فوراً ہی اسٹیورڈ کے دماغ پر قبضہ جمایا، پھر اسے دوڑاتا ہوا لا کر پائلٹ کی کرسی پر بٹھا دیا، اس کے بعد چیخ کر بولا "رسونتی! آرمر! ان دونوں شیطانوں سے خاصی جنگ ہوگی لیکن ہمت نہ ہارنا بلکہ اسٹیورڈ وغیرہ کے دماغ پر قبضہ جما کر مسافروں سے کہو کہ وہ ان دونوں کو قابو میں کریں تو طیارہ صحیح سلامت زمین پر اتر سکتا ہے۔"

ان دونوں نے یہی کیا۔ وہ سپر ماسٹر اور اس کے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں رہ کر جنگ کرتے رہے۔ سپر ماسٹر کسی طرح اس پائلٹ کو اسٹیورڈ کی طرف پہنچا کر اسے اس کی جگہ سے ہٹانا چاہتا تھا لیکن رسونتی خیال خوانی کرتی آرہی تھی وہ اس کی چال کو کامیاب ہونے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔

آرمر نے اس کو پائلٹ کے ذریعے چیخ چیخ کر مسافروں سے کہا "ان پائلٹ اور کو پائلٹ کو اپنے قابو میں کرو۔ انھیں باندھ کر رکھو ورنہ جہاز تباہ ہو جائے گا۔"

دوسرے اسٹیورڈ اور ایئر ہوسٹس نے یہ تماشا اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ اپنے ساتھی اسٹیورڈ کو پائلٹ کی سیٹ پر بیٹھ کر جہاز کو کنٹرول کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے، لہٰذا وہ مسافروں سے درخواست کرنے لگے کہ انھیں اپنے قابو میں کیا جائے۔

مسافروں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ بہت سے کمزور دل کے تھے چیخنے چلانے لگے تھے۔ بہت سے دلیر تھے، وہ آگے بڑھ کر ان دونوں کو اپنے قابو میں کر چکے تھے، اس دوران میں اسٹیورڈ سے کہہ رہا تھا "شاباش تم اسی طرح جہاز کنٹرول کرتے رہو، میں کبھی کبھی تمھارے دماغ سے جاؤں گا پھر آجاؤں گا اور تمھیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

میں نے رسونتی کے پاس آکر کہا "اب ان کی فکر نہ کرو۔ وہ دونوں شیطان مسافروں کو اپنا آلۂ کار بنائیں گے لہٰذا تم اور آرمر دوسرے مسافروں کے دماغوں میں پہنچنے کی کوششیں کرتے رہو، جب بھی دوسرے مسافر، پائلٹ روم کی طرف آنے کی کوشش کریں تو ان کا راستہ روکتے رہو۔"

میں پھر اسٹیورڈ کے پاس آگیا۔ اس کے ذریعے کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کرتے ہوئے بولا "ہمارا طیارہ مصیبت میں ہے، ہم آپ کے ایئرپورٹ پر اترنا چاہتے ہیں، پلیز ہماری ہیلپ کریں۔"

آدھے گھنٹے بعد ہی وہ طیارہ دہلی کے ایئرپورٹ پر اترنے لگا۔ اسٹیورڈ نے میری ہدایات کے مطابق اطلاع دی تھی کہ اس طیارے میں کچھ مجرم ہیں جنھیں حراست میں لیا جائے اور وہ مجرم پائلٹ اور کو پائلٹ ہیں جو دراصل بے قصور ہیں ان پر چند ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے قبضہ جما رکھا ہے۔ مادام رسونتی، مسٹر فرہاد علی تیمور اور مسٹر آرمر نے ہماری مدد کی اور اس طرح ہم مسافروں کی جان بچانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

طیارہ رن وے پر رُکا تو سب سے پہلے مسافروں کو اتارنے کے انتظامات کیے گئے۔ میں نے اور فرانس کے اعلیٰ افسران نے ایک دوسرے سے خوش ہو کر مصافحہ کیا، ہم نے تقریباً بارہ سو مسافروں کی جان بچائی تھی، جن میں معصوم بچے بھی شامل تھے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ میں نے اپنے آپ کو بدنام ہونے سے بچا لیا تھا

سپر ماسٹر نے میرے دماغ میں آکر کہا "کامیابی مبارک ہو لیکن یہ کیسے ثابت کرو گے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا سپر ماسٹر ہے، تم نے شاید ایک بات پر غور نہیں کیا، میں نے اس طیارے کی روانگی سے پہلے ہی پائلٹ اور کو پائلٹ کو اچھی خاصی پلا دی تھی۔ وہ نشے میں تھے، یقیناً نشہ سر چڑھ کر بول رہا ہوگا اور وہ اپنے فرائض سے غافل ہو گئے ہوں گے۔ نشے کی حالت میں کنٹرول ٹاور والوں سے فرہاد کا ذکر کر رہے ہوں گے جب کہ بے چارہ فرہاد تو خدائی خدمت گار ہے، اس نے اسٹیورڈ کے ذریعے اس طیارے کو تباہی سے بچا لیا، بے شک تم بدنامی سے بچ گئے۔ لیکن مجھے بے نقاب نہیں کر سکے اور نہ ہی کبھی کر سکو گے۔"

اسی وقت ایک آفیسر نے آکر کہا "مسٹر فرہاد! برطانوی پارلیمنٹ کے ممبران کہہ رہے ہیں، یہ کیا تماشا ہے، فرہاد علی تیمور نجانے ہمیں احمق بنا رہا ہے۔ پہلے تو پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جما رکھا، پھر خود کو بدنامی سے بچانے کے لیے اسٹیورڈ کو آلۂ کار بنایا، پائلٹ اور کو پائلٹ کو مار ڈالا تاکہ وہ اس کے خلاف بیان نہ دے سکیں، اسٹیورڈ کو اپنے قابو میں رکھا تاکہ وہ... دہشت میں مبتلا ہو کر اس کی حمایت میں بیان دیتا ہے، کیا ہم فرہاد کی اس بچکانہ چال کو سمجھ نہیں سکتے۔"

سپر ماسٹر نے میرے دماغ میں قہقہہ لگایا اور کہا "لو میں سمجھ رہا تھا، تم بدنامی سے بچ گئے اور میں بے نقاب نہیں ہوا، واہ، اسے کہتے ہیں کمال، میں تو نقاب میں ہی ہوں، کوئی مجھے الزام نہیں دے سکتا، سارا الزام تم پر آرہا ہے۔"

میں نے ناگواری سے کہا "مجھے الزام کی پروا نہیں ہے۔ آج نہیں تو کل میں اپنی طرف سے پوری طرح صفائی پیش کرنے کی کوشش کروں گا اور انھیں اپنے اعتماد میں لے لوں گا لیکن مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میں نے مسافروں کی جان بچائی، طیارے کو تباہ نہیں ہونے دیا۔"

"فرہاد! ذرا حساب لگا کر بتاؤ، تم نے مسافروں کی جان بچانے کے لیے کتنے گھنٹے ضائع کیے؟"

میں نے کہا "تقریباً دو گھنٹے۔"

اس نے پھر قہقہہ لگایا، اس کے بعد کہا "میں یہی چاہتا تھا تم اگر ایک جگہ سے کامیاب ہو جاؤ تو دوسری جگہ ناکام رہو، میں تمھیں دو گھنٹے تک غافل رکھنا چاہتا تھا کیوں کہ دو گھنٹے میں ہیلی کاپٹر پیرس سے پرواز کرتا ہوا یورپ کی کسی بھی سرحد کو پار کر سکتا ہے۔"

میں نے چونک کر پوچھا "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"مجھ سے نہ پوچھو۔ ذرا یہ دیکھو، جوجو اور پارس آول کہاں ہیں؟"

میں نے ایک دم سے تڑپ کر خیال خوانی کی۔ جوجو کے دماغ میں پہنچا تو وہ بے ہوش تھی۔ اس کے دماغ سے کچھ معلوم نہیں کیا جاسکتا تھا "کہاں ہے؟" میں نے اعلیٰ افسر سے پوچھا "جوجو آپ لوگوں کی حفاظت میں تھی، وہ بے ہوش کیسے

ہوگئی ہے؟ کیا اب تک آپ لوگوں کی نگرانی میں ہے یا دشمن کی چال کامیاب ہوگئی ہے؟"

اعلیٰ افسر نے کہا "جناب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ جوجو صاحبہ ہماری نگرانی میں ہیں۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

"میں تم سے پہلے معلوم کرلوں گا، بہرحال تم ٹیلیفون کے ذریعے اپنی تسلی کرلو۔"

میں ایک ماتحت افسر کے دماغ میں پہنچا، وہ جوجو کی نگرانی پر مامور تھا۔ اپنے کئی مسلح سپاہیوں کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ اس کے کچھ سپاہی مارے گئے تھے اور کچھ سپاہیوں کے ساتھ وہ ایک جگہ بندھا پڑا تھا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بج رہی تھی لیکن وہ ریسیور تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہوکر کہا "تمہارا افسر اپنے سپاہیوں کے ساتھ بندھا پڑا ہے۔ وہ ریسیور نہیں اٹھا سکے گا۔"

یہ کہہ کر میں نے پارس اوّل کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی پھر ایک دم سے بے چین ہوگیا، وہ بھی غافل تھا اس کے دماغ سے بھی بے ہوشی کا پتا چلتا تھا۔ میں دماغی طور پر حاضر ہوکر سوچنے لگا۔ یہ اچانک کیا ہو رہا ہے اور ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

سپر ماسٹر قہقہہ لگاتا ہوا میرے دماغ میں آیا۔ میں نے اسے آنے دیا۔ اس نے کہا "اب بھی اعتراف کرلو، ہماری آخری ٹرانسفارمر مشین تمہارے بیٹے نے تباہ کی ہے اور تم اس کے ذریعے خیال خوانی کر رہے تھے، اس کی مدد کر رہے تھے۔"

"میں نے کوئی خیال خوانی نہیں کی، میں نے کسی کی مدد نہیں کی، میں غلط بات کبھی تسلیم نہیں کروں گا۔"

"کیا تمھیں پتا ہے، اس ٹرانسفارمر مشین کے ساتھ میرا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت مارا گیا ہے؟"

"میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا۔ اگر جانتا تو مسرت کا اظہار کرتا کیوں کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا شیطان کم ہوچکا ہے۔ دیکھو سپر ماسٹر، تم خواہ مخواہ مجھ سے دشمنی مول لینا چاہتے ہو۔ تم اپنے باپ کا انتقام لینے کے لیے مجھ سے ٹکراؤ مگر میرے بچوں کے پیچھے نہ پڑو۔ اس کا انجام بہت برا ہوگا۔"

"یہی تو دیکھنا چاہتا ہوں، انجام کتنا برا ہوگا۔ تم نے اب تک دوسروں کو انجام تک پہنچایا ہے۔ کوئی ایسا بھی تو ہو کہ تمھیں انجام تک پہنچائے اور وہ میں ہوں۔"

"میں نے اب تک تمہارے چیلنج کو بچکانہ سمجھا، ایک دلوانے کی بڑ یا ایک ایسے طالب علم کی خوش فہمی جس نے نیا نیا ٹیلی پیتھی کا علم سیکھا ہو لیکن تم حد سے بڑھ رہے ہو لہٰذا آج سے یہ ٹھن گئی۔ میں تمہارے مقابلے پر آ رہا ہوں اور اس لمحے کے بعد تم کبھی میرے دماغ میں نہیں آسکو گے۔ ناؤ گیٹ آؤٹ۔"

میں نے سانس روک لی۔ اسے ایک کچرے کی طرح دماغ سے نکال دیا۔ اب اس کی ایک ایک چال کو زیادہ توجہ سے سمجھنا ضروری تھا۔ اس نے جوجو اور پارس کو کس طرح اغوا کیا؟ یہ مجھے بعد میں معلوم ہوا لیکن میں قارئین کو ابھی بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ داستان کا تسلسل قائم رہے۔

ہم نے پارس اوّل کو پھر ملٹری اسپتال پہنچا دیا تھا تاکہ تمام ڈاکٹر توجہ سے اس کا علاج کریں اور کسی طرح اس کے اندر کے سارے زہر کو ختم کردیں۔ سپر ماسٹر فرانس کے ہر شعبے میں دُور دُور تک پہنچ چکا تھا۔ وہ جانتا تھا، میرے بیٹے کا علاج ہو رہا ہے۔ اس نے اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں سے کہا، ان میں سے ایک جوجو کے پاس رہے گا اور دوسرا اس ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے دماغ میں رہے گا جو ان دونوں کو یہاں سے لے جائے گا۔

خود سپر ماسٹر نے اس فوجی افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا جو پارس کی نگرانی پر مامور تھا۔ اس افسر نے ڈاکٹروں سے کہا "ابھی ابھی فرہاد صاحب کا فون آیا ہے کہ پارس اوّل کے لیے بہت زیادہ خطرات پیدا ہوگئے ہیں لہٰذا انھیں ایک خفیہ پناہ گاہ میں لے جا رہے ہیں۔ آپ لوگ وہیں آکر اس کا علاج کریں گے۔"

جب اتنا بڑا فوجی افسر کہہ رہا تھا تو بھلا کون شبہ کرسکتا تھا۔ ایک ایمبولینس منگوائی گئی، پارس اس آفیسر کے ساتھ چلتا ہوا ایمبولینس کے پچھلے حصے میں آیا۔ آفیسر نے کہا "یہاں لیٹ جاؤ۔"

پارس نے مسکراتے ہوئے کہا "کون سا بیمار ہوں، میرا تو صرف زہر کا علاج ہو رہا ہے۔"

اسی وقت ایک فوجی جوان نے کسی آہنی چیز سے اس کے سر پر ایک زوردار ضرب لگائی، پارس کا سر چکرایا لیکن وہ بھی بلا کا فولاد تھا۔ ایک ضرب سے کچھ بگڑ نہیں سکتا تھا۔ اس نے ایک الٹا ہاتھ اس جوان کو لگایا، وہ لڑکھڑاتا ہوا ایمبولینس کی دیوار سے جاکر ٹکرا گیا۔ آفیسر نے اس پر چھلانگ لگائی، پارس نے ایک ہاتھ سے اس کی کمر دبوچی، دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن پکڑ لی۔ اگر وہ پہلی ہی فرصت میں ٹانگوں پر رکھ کر اسے اچھال دیتا اور آفیسر الگ ہوجاتا تو پارس کا بھلا ہوتا یہی اس سے چوک ہوگئی۔ آفیسر کو جتنی دیر تک اس سے لپٹ کر رہنے کا موقع ملا، اتنی دیر میں اس نے انجکشن کی سوئی اس کے بازو میں پیوست کردی تھی پھر اسے ہوش نہیں رہا کہ کون اس سے لپٹا ہوا ہے اور اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ میں بھی اس

دماغ میں پہنچا تو اس نے مجھے محسوس نہیں کیا، وہ اپنی ذات سے بالکل غافل ہوچکا تھا۔

جوجو کو اغوا کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا۔ سپر ماسٹر نے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت کو اس کی نگرانی پر مامور کیا تھا، اسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ جب بھی وہ جوجو سے گا کہ وہ اس کا پیارا پیارا انکل ہے تو وہ اس کی ہر بات پر عمل کرے گی۔

لہٰذا جب اس نے ایک ہیلی کاپٹر کی آواز سنی تو اس نے جوجو سے اس کے انکل کی آواز میں کہا "ہیلو جوجو! میں تمہارا پیارا پیارا انکل بول رہا ہوں، کیا مجھ سے ملنا چاہتی ہو؟"

"ہائے انکل، آپ کہاں ہیں۔ میں آپ کو بہت یاد کر رہی تھی، میرے ساتھ جانے کیا کیا چکر چل رہا ہے، میرا پارس اسپتال میں ہے۔ ایک ناگن اس کے اندر زہر بھرتی جا رہی ہے کیا آپ اس کا زہر نکال سکتے ہیں؟"

"میری پیاری بیٹی، میں اسی لیے تمہارے پاس آیا ہوں کہ وہ ناگن کہیں تمہارے اندر زہر نہ بھر دے۔ اگر تم اس زہر سے بچنا چاہتی ہو تو تمہارے بستر کے سرہانے والی میز کی دراز میں ایک انجکشن رکھا ہوا ہے، تم اس کی سوئی اپنے بازو میں پیوست کرلو اور اس کی تمام دوا اپنے اندر انجیکٹ کرلو۔ اس کے بعد کسی بھی ناگن کا زہر تم پر اثر نہیں کرے گا۔"

وہ خوش ہوکر بستر پر بیٹھ گئی، پھر بولی "سچ انکل کیا میں اس ناگن سے محفوظ رہوں گی؟"

"میں تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا۔ تم وہ انجکشن اپنے بازو میں لگاؤ۔"

اس نے میز کی دراز کو کھولا، وہاں ایک سرنج بھری ہوئی رکھی تھی۔ اس نے اپنے پیارے انکل کی ہدایت کے مطابق اس کی سوئی کو اپنے بازو میں پیوست کیا، پھر اس کی ساری دوا اپنے اندر انجیکٹ کرلی۔ اس کے بعد اسے کوئی ہوش نہ رہا۔

نہ وہ دونوں ہوش میں تھے، نہ میں فرہاد علی تیمور کسی طرح ان کا سراغ لگا سکتا تھا۔ ویسے ایک حقیقت کو میں بچپن سے آزماتا آ رہا ہوں۔ وہ یہ کہ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ مجھ پر بچپن ہی سے قیامتیں ٹوٹتی رہی تھیں، بچپن میں میری چچی اور ان کی اولاد نے مجھے مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ میری زندگی تھی، اس لیے آج تک جی رہا ہوں۔ کتنے ہی سرپھرے دشمن میرے مقابلے پر آئے، کتنے ہی ناقابلِ شکست دشمن شکست کھاکر ہمیشہ کے لیے فنا ہوگئے۔ میری طرح آج میرے بچے بھی مصائب کا شکار ہو رہے تھے اور ان کے ساتھ بھی وہی کہاوت صادق آ رہی تھی کہ جسے خدا رکھے اسے کون چکھے۔

یوں تو سپر ماسٹر کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت پارس اور جوجو کو اغوا کرکے لے جا رہے تھے لیکن اغوا کرنے والے دوسرے آلۂ کاروں میں تمام کے تمام یہودی تھے اور وہ ان دونوں کو اسرائیل لے جانا چاہتے تھے۔ استنبول کے قریب پہنچتے ہی ہیلی کاپٹر میں اچانک کوئی ٹیکنیکل خرابی پیدا ہوگئی جب تک وہ اسے زمین پر نہ اتارتا، اس کی خرابی معلوم نہیں ہوسکتی تھی۔ اس نے حتی الامکان کوشش کی کہ ہیلی کاپٹر کو زیادہ سے زیادہ دور تک پرواز کراتے ہوئے لے جائے۔ آخر وہ اسے پرنس آئی لینڈ تک لے ہی گیا۔

یہ سب کچھ ایسے وقت ہو رہا تھا جب میں طیارے کے مسافروں کو بچانے میں مصروف تھا اور جب مجھے ان کے اغوا کا علم ہوا تو میں یہ معلوم نہیں کرسکتا تھا کہ جوجو اور پارس اوّل پرنس آئی لینڈ پہنچائے گئے ہیں۔ وہ دونوں بے ہوش تھے اور میری کوئی رہنمائی نہیں کرسکتے تھے۔

سپر ماسٹر نے حکم دیا "جو تماشا ان دونوں کے ساتھ کرنا ہے وہ اسی جزیرے میں کیا جائے۔ زیادہ خطرہ مول لینا مناسب نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے پارس ہوش میں آنے کے بعد مصیبت بن جائے یا فرہاد ان کے ذریعے تم لوگوں تک پہنچ جائے، پھر تم انھیں اسرائیل تک نہیں لے جاسکو گے۔"

ایک بار میں پارس کے دماغ میں پہنچا تو وہ ہوش میں آچکا تھا۔ وہ اور جوجو دو کرسیوں پر بندھے ہوئے تھے اور دونوں ایک دوسرے سے دُور بٹھائے گئے تھے، ان دونوں کے سامنے ایک بڑا سا اسکرین تھا۔ میں نے جیسے ہی اسے مخاطب کیا اس نے کہا "پاپا! آپ یہاں سے فوراً چلے جائیں۔"

"کیا بات ہے بیٹے؟"

"یہ لوگ صحیح معنوں میں شیطان ہیں، یہ سامنے والے اسکرین پر ابھی ایک اخلاق سوز فلم دکھا رہے تھے اور اس کے بعد پھر دوسری فلم چلانے والے ہیں۔ پلیز آپ یہاں سے

چلے جائیں۔"

"اتنا بتادو، تم کہاں ہو؟"

"مجھے کچھ پتا نہیں ہے۔ میں یہاں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہوں۔ پلیز، آپ میرے دماغ میں نہ رہیں۔ میں اپنے حالات سے نمٹ لوں گا۔ آپ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے بعد آکر میری خیریت معلوم کرلیں۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ مجھے سپر ماسٹر پر غصہ آرہا تھا۔ وہ کم بخت ایسی چالیں چل رہا تھا کہ میں اپنی اولاد کے دماغوں میں پہنچ کر بھی ان کی مدد نہیں کرسکتا تھا۔ وہاں وہ بے شرمی کی انتہا کر رہا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ اب پارس اور جوجو کے ساتھ کیا ہو رہا ہے لیکن بعد میں دوسرے ذرائع سے جو کچھ معلوم ہوا اسے میں بیان کر رہا ہوں۔ وہ دو الگ کرسیوں پر بندھے ہوئے تھے۔ وہ ایک بڑا سا ہال تھا ان کے سامنے ایک اسکرین پر فلم چل رہی تھی۔ جوجو نے آنکھیں بند کرلی تھیں اور کہہ رہی تھی "پیارے پیارے انکل تم بھی گندے بچے ہوگئے ہو، تمھیں شرم نہیں آتی؟"

پارس نے بھی آنکھیں بند رکھی تھیں اور کہہ رہا تھا۔ "جوجو، جب تک تم نادان بچی بن کر رہو گی، ہم نئی نئی مصیبتوں میں مبتلا ہوتے رہیں گے۔ تم فوراً ہر ایک اعتماد کرلیتی ہو۔ دشمن کو اب بھی پیارا پیارا انکل کہہ رہی ہو۔"

وہ جہاں تھے اس بڑے سے ہال میں ایک بہت بڑا پلنگ بچھا ہوا تھا۔ ایک شخص نے آکر کہا "تم دونوں کو آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں ورنہ..."

ایک طمانچہ مارنے کی آواز آئی۔ جوجو کے حلق سے چیخ نکلی، اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ پارس نے آنکھیں کھول کر اُدھر دیکھا تو وہ رو رہی تھی "تم بہت خراب بچے ہو۔ لڑکی کو تھپڑ مارتے ہو، تمھیں شرم نہیں آتی۔"

پارس بندھا ہوا تھا اور زور لگا کر رسی توڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "مرد کے بچے ہو تو رسی کھولو۔ تم نے جوجو کو ایک طمانچہ مارا ہے، میں تمھارے ہاتھ کاٹ کر پھینک دوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "اپنے ماں باپ کو بلاؤ تاکہ وہ میرے دماغ میں پہنچنے کی ناکام کوشش کریں۔ انھیں یہ کبھی معلوم نہیں ہوسکے گا کہ تم دونوں کو کہاں سے لایا گیا ہے۔ بہرحال وہ سامنے بہت ہی خوب صورت اور آرام دہ پلنگ دیکھ رہے ہو۔ یہ تم میاں بیوی کے لیے ہے۔ اس میں کوئی شرم کی بات نہیں ہے۔ سنا ہے جب سے شادی ہوئی ہے تم نے ازدواجی وظیفہ ادا نہیں کیا ہے اور تم کر بھی کیسے سکتے ہو، تم تو زہریلے ہو۔ جس کے پاس جاؤ گے وہ بے چاری سلارا کی طرح زہریلی محبت سے مر جائے گی۔"

پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر کسی کو حکم دیا "انجکشن لے آؤ۔"

ایک ملازم ایک ٹرے پر سرنج اور انجکشن کی چھوٹی سی شیشی لے کر آگیا۔ وہ شخص کہنے لگا "دراصل جوجو جذبات کو نہیں سمجھتی ہے۔ یہ ذہنی طور پر ابھی تک بچی ہے لیکن یہ انجکشن اس بچی کو اچانک جوان بنا دے گا۔"

اس نے سرنج میں کوئی دوا بھری۔ پھر جوجو کے پاس آکر اس کے ایک بازو کی آستین کو پکڑ کر ایک جھٹکے سے پھاڑ دیا۔ سرنج کی سوئی اس کے بازو میں چبھوئی پھر دوا اس کے اندر انجیکٹ کردی۔ جوجو کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے۔ وہ بڑبڑا رہی تھی، انھیں برا بھلا کہہ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ چپ ہوگئی۔ اس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ پارس اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ذرا آگے پیچھے جھوم رہی تھی۔ اس شخص نے اس کی رسیاں کھول دیں۔ وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے آنکھیں کھول کر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی "کتنا اچھا لگ رہا ہے۔ یہ سامنے کی دیوار ادھر سے اُدھر گھوم رہی ہے۔ آہا، میرے اندر کیا ہو رہا ہے، جی چاہتا ہے، ہوا میں اُڑنے لگوں۔"

وہ کرسی سے اچھل کر کھڑی ہوگئی جیسے اچھل کر ہوا میں اڑنا چاہتی ہو لیکن ڈگمگا گئی۔ گرتے گرتے سنبھل گئی، پھر شرابیوں کی طرح ادھر سے اُدھر جاتے ہوئے ہنسنے لگی۔ ہنستے ہنستے اس نے اپنے لباس کا ایک حصہ پھاڑ دیا۔ پارس نے چیخ کر کہا "جوجو! یہ کیا کر رہی ہو؟ ہوش میں آؤ۔ دیکھو، تمھارا بدن کھل رہا ہے۔"

اس ہال کا ایک دروازہ کھلنے لگا۔ اس دروازے میں چار پہلوان قسم کے ہٹے کٹے مرد نظر آئے۔ وہ صرف لنگوٹ پہنے ہوئے تھے۔ ان کے کسرتی جسم چٹان کی طرح سخت دکھائی دے رہے تھے۔ اس شخص نے کہا "یہ چار پہلوان بہت ہی بدمعاش ہیں، کسی بہن یا بیٹی کی عزت کا خیال نہیں کرتے۔ یہ بھی نہیں سوچیں گے کہ جوجو تمھاری شریکِ حیات ہے۔"

اس نے ایک پہلوان سے کہا "پارس کی رسیاں کھول دو۔"

پارس آزاد ہوگیا لیکن ان پہلوانوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ وہ شخص کہہ رہا تھا "یہ گونگے اور بہرے ہیں۔ تمھارا باپ ان کے دماغوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ مگر تم میں دم خم ہے تو ان چاروں کی ہڈیاں پسلیاں توڑ ڈالو۔ اگر لڑائی جھگڑا نہیں کرنا چاہتے تو ایک شریف آدمی کی طرح اپنی بیوی کے پاس جاؤ اور شوہر ہونے کا حق ادا کرو۔"

اُدھر جوجو دیوانہ وار قہقہے لگا رہی تھی اور اپنا لباس نوچ نوچ کر پھینک رہی تھی۔ اس شخص نے کمرے سے جاتے ہوئے کہا "میں جا رہا ہوں۔ دروازہ کھلا رہے گا اور یہ چاروں پہلوان اس بات کے چشم دید گواہ رہیں گے کہ تم نے ہمارے حکم کی تعمیل کی ہے۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو پھر یہ چاروں پہلوان میدان میں آئیں گے۔ فیصلہ تمھارے ہاتھ میں ہے، تم اپنی بیوی کی عزت ان چاروں سے بچانا چاہتے ہو تو جاؤ، اپنی بیوی کو سنبھالو، وہ دیوانی ہو رہی ہے۔"

وہ اس ہال سے باہر چلا گیا۔ پارس نے غصے سے چیخ کر کہا "اے او ذلیل، شیطان کے بچے، میں زہریلا ضرور ہوں، لیکن جوجو کو اپنے زہر سے کبھی نہیں ماروں گا۔"

اس کی بات سنتے ہی ایک پہلوان نے لپک کر جوجو کو پکڑ لیا پھر اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر پلنگ کے اوپر پھینک دیا۔ پارس ایک دم سے تڑپ کر آگے بڑھا تو اس کے منہ پر ایک پہلوان کا گھونسا پڑا۔ ابھی وہ نہ تو مار کھانے میں اپنی توہین سمجھ رہا تھا اور نہ ہی کسی پر جوابی حملہ کرنا چاہتا تھا۔ اسے جوجو کی فکر تھی۔ وہ پہلوانوں سے کترا کر اسے بچانے کے لیے جانا چاہتا تھا لیکن پیچھے سے ایک لات پڑی۔ وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ سامنے فرش پر جا کر اوندھے منہ گر پڑا۔ اس سے پہلے کہ وہ اُٹھتا، چاروں پہلوانوں نے اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں پکڑ لیے۔ پھر اسے جھلاتے ہوئے جوجو کے پاس پلنگ پر پھینک دیا۔

کانوں میں اسی شخص کی آواز گونج رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ صرف چار پہلوان ہیں۔ اوّل تو یہ تمھاری ہڈیاں پسلیاں توڑ دیں گے۔ اگر کسی طرح بچ نکلنے میں کامیاب ہو بھی گئے تو اس ہال کے باہر تمھیں گولیوں سے چھلنی کردیا جائے گا۔"

جوجو دیوانہ وار قہقہے لگاتے ہوئے اس پر چھا گئی تھی۔ وہ حیران و پریشان اپنی بچپن کی ساتھی کو، اپنی شریکِ حیات کو، اپنی جان کو ایسے روپ میں دیکھ رہا تھا جس کی وہ کبھی توقع نہیں کرسکتا تھا۔

واقعی نجات کا راستہ نہیں تھا۔ اگر وہ جوجو کو اپنے زہر سے محفوظ رکھنا چاہتا تو وہ چاروں پہلوان اس کی عزت کے دشمن بن جاتے۔

اس شیطان کے بچے سپر ماسٹر نے انتہائی زہریلی چال چلی تھی، واقعی نجات کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

یوں تو دشمنی ہر کوئی کرلیتا ہے، مگر سلیقے سے کوئی کوئی کرتا ہے کیونکہ دوستی کرنے کے لیے زیادہ سوچنے سمجھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ دوستی کے لیے صرف جذبہ کافی ہوتا ہے، لیکن دشمنی کے لیے ہوش و حواس میں رہنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ یہ غصے کا نتیجہ ہوتی ہے اور غصے کے وقت آدمی کبھی ہوش میں نہیں رہتا۔

سپر ماسٹر تقریباً بیس برس سے غصے میں تھا۔ اپنے باپ کی موت کا انتقام مجھ سے لینا چاہتا تھا۔ انتقامی کارروائی کے لیے آدمی چاہے کتنا ہی ٹھوس اور جامع منصوبہ بنالے، اس منصوبے کی بنیاد میں غصہ اور تھوڑی بہت حماقت موجود رہتی ہے۔ وہ پارس اور جوجو کو ایک چار دیواری میں قید کرکے انھیں ازدواجی وظیفہ ادا کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ دیکھا جائے تو وہ بڑی دانشمندانہ چال چل رہا تھا۔ ایک دلہن کو اس کے دولھا کی محبت سے قتل کرانا چاہتا تھا۔ اگر اس کا منصوبہ یہیں تک ہوتا تو شاید وہ کامیاب ہو جاتا لیکن اس نے چار پہلوانوں کو مقابلے پر بھیج کر پارس کو اس نتیجے پر پہنچا دیا تھا کہ اسے ایسے بھی مرنا ہے ویسے بھی مرنا ہے تو پھر اپنی جوجو کی جان کا دشمن کیوں بنے؟ جب مرنا ہی ٹھہرا تو پھر دشمنوں سے دو دو ہاتھ کرکے جان دے گا یا جان لے گا۔

سپر ماسٹر کے منصوبے کا کامیاب پہلو یہ ہوتا کہ وہ پارس کو اس بات کی ضمانت دیتا کہ ازدواجی رشتے کے بعد بلا سے جوجو مر جائے مگر پارس کو رہا کردیا جائے گا۔ حالانکہ پارس کبھی جوجو کی ہلاکت گوارا نہ کرتا لیکن یہ بات سپر ماسٹر کے نقطۂ نظر سے کہہ رہا ہوں۔ وہ یہ خیال قائم کرسکتا تھا کہ پارس اپنی جان بچانے کے لیے خود غرض بن سکتا ہے۔ جوجو کو مار کر اپنی نجات کا راستہ بنا سکتا ہے، لیکن اس کی پلاننگ میں خرابی رہ گئی تھی۔ اس نے پارس کے فرار کا راستہ بند کردیا تھا۔ وہ بھول گئے تھے کہ اس کی رگوں میں سانپ کا زہر دوڑ رہا ہے اور سانپ کا راستہ ہر طرف سے روکا جائے، اسے نکلنے کا موقع نہ دیا جائے تو وہ پھنکارتا ہے اور ڈسنا شروع کردیتا ہے۔

دوا کے اثر سے جوجو پر دیوانگی طاری تھی۔ وہ اپنے بالوں کو نوچ رہی تھی، لباس کو تار تار کر رہی تھی۔ پارس نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اسے ایسی حالت میں دیکھے، لیکن وہ قابو میں نہیں آرہی تھی۔ اس نے مجبور ہوکر اس کے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ اور دونوں کنپٹیوں کی مخصوص رگوں پر اپنے انگوٹھوں کا دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ اچانک جوجو کے قہقہے گھٹ گئے۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی، دیدے پھیل گئے، پھر آنکھیں بند ہونے لگیں، جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ پارس نے اسے آہستگی سے لٹا دیا۔ وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔ اس نے بستر کی چادر کھینچ کر اس پر ڈال دی۔

وہ اپنی شریکِ حیات کو اچھی طرح چادر میں چھپانے کے بعد پہلوانوں کی طرف گھوم گیا۔ ان چاروں کو باری باری دیکھ کر بولا "یہ لڑکی اتنی معصوم ہے، اتنی معصوم ہے جتنی کوئی نوزائیدہ بچی ہوسکتی ہے۔ تم نے اس

بچی کو ایسے مقام تک پہنچایا جہاں اس کا لباس تار تار ہو گیا۔ اگر تم لوگوں نے شادیاں کی ہیں تو تمہارے گھروں میں بیٹیاں ضرور ہوں گی اور اگر شادیاں نہیں کیں تو بہنیں یقیناً ہوں گی۔ ایک لمحے کے لیئے صرف ایک لمحے کے لیے باپ یا بھائی کی آنکھ سے دیکھو۔ تمہیں اپنی بیٹی یا بہن یہاں بستر پر چارپائی میں لیٹی پڑی نظر آنے گی پھر تمہیں یہ بھی نظر آئے گا کہ خوں ناک درندے اسے نوچنے کھسوٹنے آ رہے ہیں۔ خدا کے لیے ایک لمحے کے لیے اسے صرف باپ یا بھائی کی آنکھ سے دیکھو۔"

وہ چاروں قہقہے لگانے لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا "الو کا پٹھا ہماری بیٹیوں اور بہنوں کا حوالہ دے رہا ہے۔ ارے وہ ہمارے مضبوط بازوؤں کی پناہ میں رہتی ہیں۔ انھیں یہاں لانا تو دور کی بات ہے، کوئی ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہیں کر سکتا۔"

پارس نے کہا "اپنے اپنے گھر کا پتا بتاؤ۔ میں چند گھنٹوں میں تمہاری گھر والیوں کو اس چار دیواری میں لے آؤں گا۔"

پارس کے یہ الفاظ ان شہ زوروں کے لیے گالی سے کم نہیں تھے۔ ان میں سے ایک نے مشتعل ہو کر تیزی سے پینترا بدلا۔ پھرتی سے قریب آکر ایک زبردست داؤ آزمانے کی کوشش کی۔ لیکن اس کی حسرت دل میں ہی رہ گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سامنے والا کھڑے کھڑے فضا میں اچھلے گا اور حملہ کرنے والے کے سر پر ہاتھ رکھ کر اوپر ہی اوپر قلابازی کھاتا ہوا دوسری طرف چلا جائے گا اور سامنے میدان خالی رہ جائے گا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا جسے جوان بچہ سمجھا جا رہا تھا اس نے پیچھے پہنچتے ہی دوسرے پہلوان کو کک ماری تھی۔ وہ لات کھا کر لڑکھڑایا تیسرے پہلوان نے اسے سنبھال لیا۔ پہلے پہلوان نے جیسے ہی پلٹ کر دیکھا، منہ پر زبردست کراٹے کا ہاتھ پڑا۔ اس ہاتھ نے سمجھا دیا کہ وہ ہاتھ نہیں ہے، آہنی سلاخ پر انسانی کھال منڈھی ہوئی ہے۔

لات کھانے والا غصے سے آگے بڑھا۔ پہلوانوں میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ وہ بھاری بھرکم ہوتے ہیں، تیزی سے حرکت نہیں کر سکتے۔ ان کے مقابلے میں پارس چیتے کی طرح پھرتیلا تھا۔ اس نے سمجھ لیا تھا، وہاں یوگی آنٹی کا فائٹنگ اسٹائل کام آئے گا۔ اسی لیے وہ ایک جگہ نہیں ٹھہرتا تھا۔ بجلی کی طرح لپکتا تھا۔ ایک طرف سے چھلانگ لگاتا تھا۔ دوسری طرف پہنچنے سے پہلے ہی فضا میں سمرسالٹ کے ذریعے سمت بدل دیتا تھا۔ پہلوانوں کو اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ بجلی کس پر گرے گی۔ جب وہ ہتھوڑے کی طرح آکر برستا تھا اور برس کر گزر جاتا تھا تو وہ چوٹوں کو سہلاتے ہوئے گرجتے تھے۔ "ابے او بندر کی اولاد! مردوں کی طرح ایک جگہ کھڑا رہ کر مقابلہ کیوں نہیں کرتا؟"

پارس نے پوچھا "کیا ایک تنہا شخص سے لڑنے والے چار پہلوانوں کو مرد کہا جاتا ہے؟"

پارس نے اتنی دیر تک لڑنے کے دوران چوتھے پہلوان کو بار بار دیکھا تھا۔ وہ ابتدا ہی سے دور جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس مقابلے میں حصہ نہیں، لے رہا تھا۔ تین پہلوانوں میں سے کوئی مار کھا کر اس کی طرف پہنچتا تھا تو وہاں سے دور ہو کر دوسری جگہ ہاتھ باندھ کر تماشا دیکھنے لگتا تھا۔ نہ اپنے ساتھیوں کی مدد کر رہا تھا اور نہ ہی پارس سے زبانی ہمدردی کر رہا تھا۔ شاید وہ اس کے لڑنے کے انداز کو دیکھ رہا تھا، سمجھ رہا تھا، اچھی طرح پرکھ رہا تھا اور آخر میں اس کے لیے دھماکا ثابت ہونے والا تھا۔

ایک پہلوان نے بڑے زخم کھانے کے بعد جھنجلا کر پوچھا "کیا تم یہاں تماشائی بن کر آئے ہو؟"

دوسرا پہلوان ملکما کر لڑکھڑاتا ہوا تماشائی پہلوان کے قریب آگرا پھر جلدی سے اٹھ کر غراتے ہوئے بولا "کیا دس ہزار ڈالر میں صرف ہم تینوں مار کھائیں گے؟ کیا تم اس انتظار میں ہو کہ ہم اس چھوکرے کے ہاتھوں سے مر جائیں اور تم تنہا معاوضے کی ساری رقم لے جاؤ؟"

تماشائی پہلوان نے پوچھا "کیا اتنی دیر لڑنے کے بعد تم لوگوں کو یقین ہو گیا ہے کہ یہ جوان تم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا اور مجھے معاوضے کی رقم لے جانے کے لیے زندہ چھوڑ دے گا؟"

"ہم اور کیا سمجھیں؟ آثار تو یہی نظر آ رہے ہیں۔"

"بے شک یہی ہونے والا ہے۔ یہ غالب آئے گا، اسی لیے میں غیر جانبدار رہوں۔"

"تم نے مقابلہ ہونے سے پہلے یہ کیسے سمجھ لیا تھا؟"

اس نے پلنگ پر پڑی ہوئی جوجو کو دیکھا پھر کہا "مجھے اس جوان کی شہ زوری نے نہیں اس کی باتوں نے ہلا دیا ہے۔ آج سے دس برس پہلے کچھ غنڈے میری بہن کو اٹھا کر لے گئے تھے۔ میں موجود تھا مگر ان کا مقابلہ نہ کر سکا۔ ان دنوں میں بہت کمزور تھا، اپنی بہن کو نہ بچا سکا۔ وہ بے چاری کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہی، اس نے خودکشی کر لی۔ اس روز میری سمجھ میں آیا کہ کمزوری انسان کو جیتے جی مردہ بنا دیتی ہے اور میں ایک مردے کی طرح زندگی نہیں گزاروں گا۔ طاقت حاصل کروں گا طاقت۔"

اس نے پارس کو دیکھا پھر کہا "میں نے پہلوانی شروع کی، اپنا جسم بنانے لگا، اپنے اندر زیادہ سے زیادہ طاقت اور حوصلہ پیدا کرنے لگا۔ کتنے ہی پہلوانوں سے مار کھاتا رہا اور ان سے طرح طرح کے داؤ پیچ سیکھتا رہا۔ میں نے چار برس میں اتنی قوت حاصل کر لی کہ اپنی بہن کے قاتلوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مارنے لگا۔ وہ مجھ سے معافیاں مانگتے تھے میرے قدموں میں سر رکھتے تھے اور میں ان کے سر کچلتا جاتا تھا۔ آخر میں نے انھیں تڑپا تڑپا کر ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔"

پارس نے پوچھا "جب تم ایک بہن کا زخم کھا چکے تھے تو دوسری لڑکی کی مجبوری اور بے بسی سے فائدہ اٹھانے کیوں آگئے؟"

"میں نے ان دس برسوں میں اتنی زیادہ قوت حاصل کر لی کہ مجبوری، بے بسی اور کمزوری کو بھولتا چلا گیا۔ میں یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ اپنی بہن کا انتقام لے چکا ہوں، میرا فرض ادا ہو چکا ہے۔ میں نے ساری دنیا کی کمزور

عورتوں کی حفاظت کا ٹھیکا نہیں لیا ہے۔ ویسے بھی بدمعاشی کمزوروں پر کی جاتی ہے۔ میں ان سے ہمدردی کروں گا تو بدمعاشی کس سے کروں گا۔" اس نے کچھ توقف کیا پھر ایک گہری سانس لی اور کہا "طاقت بُری بلا ہے۔ یہ انسان کو بے حس ظالم اور بے غیرت بنا دیتی ہے۔ میں بھی مغرور اور بے غیرت بن گیا کمزور عورتوں سے کھیلنے لگا۔ ان کے رشتے داروں کو اسی طرح ٹھوکریں مارنے لگا جس طرح میری بہن کو اٹھانے والوں نے مجھے ٹھوکریں ماری تھیں۔ آدمی یا تو اپنا بُرا وقت بھول جاتا ہے یا پھر بُرا بن کر بُرے وقت کا انتقام دوسروں سے لیتا ہے، لیکن نوجوان! آج تمہاری باتوں نے مجھے جھنجوڑ ڈالا ہے۔ میں جب بھی تمہاری شریکِ حیات کو دیکھتا ہوں تو میری بہن نظر آنے لگتی ہے۔ تمہاری دلیری اور جواں مردی نے مجھے متاثر کیا ہے۔ مجھے بتاؤ، تم کون ہو؟ کوئی تمہارے ہاتھوں تمہاری شریکِ حیات کو کیوں قتل کرانا چاہتا ہے؟"

پارس نے کہا "میری روداد بہت طویل ہے۔ کیا اتنا کہہ دینا کافی ہو گا کہ میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں؟"

ان چاروں کو جیسے بجلی کا جھٹکا پہنچا۔ وہ پیچھے ہٹ گئے۔ ایک نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

پارس نے پوچھا "کیا تم اپنے باپ کا نام غلط بتا کر اپنی ماں کی توہین کر سکتے ہو؟"

وہ جھینپ گیا۔ دوسرے نے پوچھا "تم نے پہلے کیوں نہ بتایا؟ جن کتوں نے ہمیں تمہارے پیچھے لگایا ہے انھوں نے بھی تمہاری اصلیت نہیں بتائی۔"

تیسرے نے پریشان ہو کر کہا "ارے باپ رے۔ ہم انجانے میں اپنے اوپر ٹیلی پیتھی کا عذاب نازل کر رہے تھے۔"

تماشائی پہلوان نے کہا "اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ ہم اس کی تلافی کر سکتے ہیں۔ غضب خدا کا! وہ کتے ہمارا اڈا بھی استعمال کر رہے ہیں اور ہمیں فرہاد صاحب کا دشمن بھی بنا رہے ہیں اور ہم دس ہزار ڈالر کے لالچ میں اپنی اپنی قبر کھود رہے ہیں۔ لعنت ہے ہماری عقل پر۔"

پارس نے پوچھا "اس اڈے میں میرے دشمن کے کتنے مسلح افراد ہیں؟"

"وہ لوگ ہیلی کاپٹر میں آئے تھے۔ کہیں دوسری جگہ جانے والے تھے، ہیلی کاپٹر میں خرابی پیدا ہونے کے باعث اس جزیرے میں اتر گئے۔ ان میں سے ایک پائلٹ ہے، دوسرا وہ شخص ہے جسے تم نے تھوڑی دیر پہلے اس چار دیواری میں دیکھا تھا۔ باقی چار مسلح افراد اس بند دروازے کے باہر ہیں۔ ان کی تو ہم ایسی کی تیسی کر دیں گے۔ یہ ہمارا اڈا ہے۔ یہاں ہمارے آدمی زیادہ ہیں۔"

وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ خلا میں یوں تکنے لگا جیسے کسی سوچ میں گم ہو گیا ہو یا سوچ کی لہروں کو سن رہا ہو۔ پارس نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

اس نے کہا "کوئی میرے دماغ میں کہہ رہا ہے، تم جھوٹ بول رہے ہو، تم فرہاد صاحب کے بیٹے نہیں ہو۔"

پارس نے کہا "وہ یقیناً ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارا دشمن سپر ماسٹر ہے۔"

سپر ماسٹر نے اس زخمی پہلوان کے دماغ میں کہا "میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ یہ ساری دنیا جانتی ہے کہ صرف میں اور میرے ساتھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں ہمارا کوئی دشمن یہ علم نہیں جانتا۔ یہ نوجوان صرف دلیر ہی نہیں، مکار بھی ہے۔"

زخمی پہلوان نے پارس سے کہا "تم مکار ہو۔ فرہاد صاحب کا کوئی دشمن ٹیلی پیتھی نہیں جانتا۔"

پارس سوچ میں پڑ گیا۔ سپر ماسٹر ٹیلی پیتھی کا سہارا لے کر ان پہلوانوں کو پھر اس کا دشمن بنا رہا تھا۔ وہ ایک ایک کر کے پھر تیور بدل رہے تھے۔ صرف تماشائی پہلوان خاموش تھا۔ چونکہ وہ زخمی نہیں تھا اس لیے سپر ماسٹر اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے ورغلا نہیں سکتا تھا۔ پارس نے پوچھا "تم سب مجھے اس طرح گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے ہو۔ کیا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا شیطان تم لوگوں کو بہکانے میں کامیاب ہو گیا ہے؟"

ان میں سے ایک نے کہا "شرم کرو۔ تھوڑی دیر پہلے جس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو باپ کہہ رہے تھے، اسی زبان سے اسے شیطان کہہ رہے ہو۔"

وہ تماشائی کبھی پارس کو اور کبھی اپنے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے ایک ساتھی سے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا واقعی تم تینوں کے دماغوں میں کوئی بول رہا ہے؟"

"ہاں، فرہاد صاحب بول رہے ہیں۔"

پارس نے کہا "یہ جھوٹ ہے۔ ان کے دماغوں میں بولنے والا وہی دشمن ہے جس کے ایک ماتحت نے تم لوگوں کو میرے خلاف کرائے پر حاصل کیا ہے۔"

"وہ میرے دماغ میں کیوں نہیں آ رہا ہے؟"

"وہ جانتا ہے کہ تم زخمی نہیں ہو۔ سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لو گے۔ پھر اس نے ان زخمیوں کے دماغوں میں رہ کر معلوم کر لیا ہے کہ تم میرے حمایتی ہو۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان تینوں کو جبراً اپنا آلۂ کار بنا سکتا ہے، تمھیں نہیں بنا سکے گا۔"

اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا "کیا وہ خود کو فرہاد کہتا ہے؟"

"بے شک، خیال خوانی کرنے والا فرہاد ہی ہو سکتا ہے۔"

"فرہاد صاحب کے متعلق ہماری معلومات محدود ہیں، مگر اتنا سب جانتے ہیں کہ انھوں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے نہ کسی کی دولت پر قبضہ جمایا، نہ کسی عورت کی عزت پر جبراً ہاتھ ڈالا۔ پھر وہ اس جوان کی شریکِ حیات پر جبر کیوں کر رہے ہیں؟ کیوں اس کی عزت اور جان کے دشمن ہو گئے ہیں؟ کیا تمہارے دماغوں میں بولنے والا میری اس بات کا جواب دے گا؟"

سپر ماسٹر نے زخمی پہلوانوں کو سمجھایا "میں دوست عورتوں کی عزت کرتا ہوں اور دشمن عورتوں کو معاف نہیں کرتا۔ میرے فرہاد ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ میں سوچ کے ذریعے بول رہا ہوں اور

اس فراڈ نوجوان کا پول کھول رہا ہوں۔"

زخمی پہلوانوں نے سُپر ماسٹر کا جواب سنایا۔ پارس کے حمایتی نے کہا۔ "جو نوجوان اتنا غیرت مند ہو کہ اپنی شریکِ حیات کے لیے جان کی بازی لگا کر تم سے مقابلہ کرے، وہ خواہ مخواہ بے غیرت بن کر فرہاد صاحب کو اپنا باپ نہیں کہے گا۔"

سُپر ماسٹر نے کہا "تمھارا یہ ساتھی فضول بحث کر رہا ہے۔ تم تینوں مل کر اس کی پٹائی کرو۔ اسے کسی طرح زخمی کرو پھر میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے بھی دوست بنالوں گا۔"

ایک پہلوان نے کہا "کیسی باتیں کرتے ہو؟ ہم تینوں اس جوان سے مقابلہ کرکے آدھے ہو چکے ہیں۔ اپنے تازہ دم ساتھی سے مقابلہ کرکے زمین سے اُٹھنے کے قابل بھی نہیں رہیں گے۔"

دوسرے پہلوان نے پوچھا "آخر تم ہمیں آپس میں کیوں لڑانا چاہتے ہو؟"

"میں تمھیں اس جوان کے فریب سے بچانا چاہتا ہوں اور تمھارے معاوضے کی رقم بڑھا کر بیس ہزار ڈالر کرنا چاہتا ہوں، چلو تم تینوں کو دس دس ہزار دوں گا۔"

تینوں کے منہ حیرت سے کھل گئے۔ ایک نے پوچھا "کیا تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری کچھ مدد کرسکتے ہو؟"

"ہاں کرسکتا ہوں۔ تم کسی طرح اچانک ہی حملہ کرکے اس جوان کو زخمی کردو، پھر میں اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے تمھارے مقابلے میں کمزور بنادوں گا۔"

"یہ تو بلی کے گلے میں گھنٹی باندھنے والی بات ہے۔ ہم اپنے تمام داؤ پیچ آزما چکے ہیں، وہ کسی طرح ہاتھ نہیں آتا، بجلی کی طرح اِدھر سے اُدھر لپکتا ہے۔ جب یہ ہاتھ نہیں آئے گا تو ہم کس طرح اسے زخمی کریں گے؟"

دوسرے نے کہا "اے بھائی ٹیلی پیتھی جاننے والے! تم ہماری اوقات سے زیادہ دے کر ہماری طاقت سے کام لینا چاہتے ہو، لیکن اگر ہم اس چھوکرے کو نقصان پہنچا سکتے تو ٹیلی پیتھی کی مدد کیوں مانگتے؟"

"اچھی بات ہے۔ مدد پہنچ رہی ہے۔ جیسے ہی دروازے پر دستک ہو، فوراً آگے بڑھ کر کھول دینا۔ میرے مسلح آدمی آرہے ہیں۔ وہ اندر آتے ہی نوجوان کو گولی ماردیں گے۔"

یہ کہہ کر سُپر ماسٹر نے اپنے اس ماتحت کے دماغ پر دستک دی جو پارس اور جوجو کو ہیلی کاپٹر میں وہاں لایا تھا۔ پہلے تو اس ماتحت نے سانس روک لی، پھر پوچھا "کون ہے؟"

"تمھارا باپ، سُپر ماسٹر۔"

وہ فوراً اُٹھ کر اٹینشن ہوتے ہوئے بولا "یس سر!"

وہ غصے سے بولا "یہودی کے بچے! تم نے میرے شکار کو کہاں پہنچا دیا ہے۔ وہاں پارس بازی پلٹ رہا ہے۔ اس نے تین پہلوانوں کو زخمی کردیا۔ تم نے کیسے چوہوں کا انتخاب کیا ہے؟ کیا تمھیں یہی اڈا ملا تھا؟"

"سر! آپ جانتے ہیں، ہیلی کاپٹر میں پیدا ہونے والی خرابی نے ہمیں اس جزیرے میں پہنچا دیا۔ میری فوری معلومات کے مطابق یہاں میں یہی لوگ خطرناک بدمعاش سمجھے جاتے ہیں۔ اتنے خطرناک کہ پولیس بھی کبھی ان کے اڈے پر چھاپا نہیں مارتے۔ میں نے مجبوری اور عجلت میں ان کی خدمات حاصل کی ہیں۔ بہرحال، میں بگڑے ہوئے کام کو بنانے کی کوشش کروں گا۔ آپ مجھے ایک موقع اور دیں۔"

"مجھے تین پہلوانوں کے دماغوں میں جگہ مل گئی ہے۔ چوتھا روک لیتا ہے اور وہ پارس کا حمایتی ہے۔ تم مسلح آلۂ کاروں کے ساتھ اس دروازے پر دستک دو۔ ایک پہلوان دروازہ کھولے گا، تم لوگ آتے ہی پارس کو گولی ماردینا۔"

"جناب! پہلے تو اسے گولی مارنے کی بات نہیں ہوئی تھی۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ اسے زندہ سلامت ہمارے حوالے کریں گے اور ہم اسرائیل میں اسے قیدی بنا کر رکھیں گے۔"

"بے شک میں نے وعدہ کیا تھا، لیکن تمھاری حماقتوں نے کھیل بگاڑ دیا ہے۔ اگر پارس نے اس حمایتی پہلوان کے ذریعے تمھیں وہاں سے مار بھگایا تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ اس کے زندہ رہنے سے یہ راز فاش ہو جائے گا کہ اس کے اور جوجو کے اغوا میں اسرائیلیوں کا بھی ہاتھ ہے۔ فرہاد کو معلوم ہوگا تو اس بار وہ تم یہودیوں سے زبردست انتقام لے گا۔"

اس نے پریشان ہو کر کہا "نہیں جناب! یہ راز فاش نہیں ہونا چاہیے۔ میں خود ریوالور لے کر اپنے آدمیوں کے ساتھ آرہا ہوں۔ دروازہ کھلتے ہی اسے گولی ماردوں گا۔"

سُپر ماسٹر پھر اس چار دیواری میں آگیا۔ ایک زخمی کے ذریعے پارس کے حمایتی پہلوان سے کہا "تم جذباتی انداز میں اس نوجوان سے متاثر ہو گئے ہو۔ جب تمھیں یقین ہوگا کہ یہ فراڈ ہے اور میں فرہاد علی تیمور ہوں تو تم اپنی سلامتی کے لیے مجھ سے معافیاں مانگو گے، لیکن جو میرے مشکل وقت میں کام نہیں آتا، میں اسے کبھی معاف نہیں کرتا۔"

پارس نے کہا "سُپر ماسٹر! تم میرے ایک حمایتی کو میرے خلاف بھڑکا کر یہ دروازہ کھلوانا چاہتے ہو۔ تمھاری چال آسانی سے سمجھ میں آرہی ہے۔ اب تمھارے سامنے یہی ایک دروازہ رہ گیا ہے جہاں سے تمھارے مسلح افراد آکر مجھے اور میرے حمایتی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

اس کی بات پوری ہوتے ہی دروازے پر دستک سنائی دی۔ ایک آلۂ کار پہلوان تیزی سے آگے بڑھا۔ پارس نے اچانک چھلانگ لگائی پھر اس کے سامنے دیوار بن کر بولا "سُپر ماسٹر! تمھارے یہ تینوں آلۂ کار کبھی دروازے تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ یہ تینوں پٹے ہوئے مُہرے ہیں۔"

زخمی پہلوان نے دروازے کی طرف منہ اٹھا کر چیختے ہوئے کہا "فائر کرو، دروازے کا لاک توڑ دو۔"

پارس فوراً ہی اچھل کر وہاں سے ہٹ گیا۔ ایک دیوار کی آڑ میں پہنچ کر اپنے حمایتی سے بولا "فوراً اِدھر آجاؤ۔"

وہ دوڑتا ہوا دیوار کی طرف آیا۔ اسی لمحے کئی رائفلوں سے گولیاں چلنے کی آوازیں گونجنے لگیں۔ کئی گولیاں لکڑی کے دروازے کو چھید کر اندر آرہی تھیں۔ ایک گولی زخمی پہلوان کو لگی، وہ چیخ مار کر اچھلا، پھر زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ پارس نے کہا "پہلوانو! تم جسمانی قوت بڑھانے میں عمر گزار دیتے ہو، ذرا دماغی قوت کو بھی بڑھایا کرو۔ دیکھو، وہ شیطان اِدھر تمھارا دوست بن رہا تھا اور اُدھر اپنے آدمیوں سے اندھا دھند فائرنگ کروا رہا ہے۔ اسے اس بات کی پروا نہیں ہے کہ اس فائرنگ سے تمھاری جانیں بھی جائیں گی۔"

وہ پہلوان زمین پر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ پارس اپنی جگہ سے چھلانگ لگا کر دوسرے پہلوان کے پاس پہنچا۔ وہ پریشان ہو کر بولا "بھائی! اب حملہ نہ کرنا۔ ہمیں عقل آگئی ہے، ہم دوست ہیں۔"

پارس اس کے پیچھے آکر اسے ڈھال بناتے ہوئے بولا "دوست ہو تو آنے والوں کو روکو۔ جو بولا ہے، اسے کاٹو۔"

اسی وقت فائرنگ سے لاک ٹوٹ گیا۔ دروازے کے پٹ پر باہر سے ٹھوکر ماری گئی۔ اُدھر وہ کھلا، اِدھر حمایتی پہلوان نے وہ کرسی اٹھائی، جس پر پارس کو بٹھا کر باندھا گیا تھا۔ اس نے آنے والے پر کرسی دے ماری۔ جس کے نتیجے میں وہ آتے ہی فائرنگ نہ کرسکا۔ کرسی کی زد میں آکر وہ پیچھے چلے گئے۔ حمایتی پہلوان نے بڑی بے باکی سے ان پر چھلانگ لگائی۔ پارس نے دوسرے پہلوان کو پیچھے سے ایک لات مار کر کہا "جاؤ اپنے ساتھی کی مدد کرو۔"

وہ لات کھا کر لڑکھڑاتا ہوا نہ چاہنے کے باوجود آنے والوں پر خود بخود جاگرا۔ حمایتی پہلوان انھیں فائرنگ سے باز رکھنے کی کوشش کررہا تھا اور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "اپنی سلامتی چاہتے ہو تو اب گولی نہ چلانا۔ یہ میرا اڈا ہے، یہاں سے کوئی زندہ واپس نہیں جائے گا۔"

ایسی صورت میں جب دو پہلوان ان سے الجھے ہوئے تھے، وہ صحیح ٹارگٹ پر فائر نہیں کرسکتے تھے اور پہلوانوں کو گولی مار کر اڈے کے مسلح افراد سے دشمنی مول لینا نہیں چاہتے تھے۔ وہ یہودی ماتحت، پارس کا نشانہ لینے کا موقع دیکھ رہا تھا۔ پارس نے ان کی جانب چھلانگ لگائی، اس نے گولی چلادی، لیکن مدِمقابل یہ نہیں سمجھ پائے تھے کہ وہ چھلانگ لگانے کے دوران کس طرح سمت بدل دیتا ہے۔ فائر خالی گیا، اس نے سر گھما کر پارس کو ڈھونڈا، اسی وقت ہاتھ پر ٹھوکر پڑی۔ ریوالور چھوٹ کر فضا میں اچھلا، پارس نے اسے کیچ کرلیا۔ دوسرے نے اس پر گولی چلائی، مگر اسے تو یہ تربیت دی گئی تھی کہ ہتھیاروں کے سامنے کبھی ایک جگہ نہ ٹھہرو، پارے کی طرح جگہ بدلتے رہو، اس نے جگہ بدل کر فائر کرنے والے کو گولی ماردی۔ پھر وہاں سے پلک جھپکتے ہی دوسری جگہ آیا۔ دوسرے رائفل بردار کو ٹارگٹ بنالیا۔ ان پہلوانوں کے مسلح ماتحت اب تک یہ سمجھ نہیں پائے تھے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ کیونکہ انھوں نے اپنے پہلوانوں کو پارس کے خلاف سودا کرتے دیکھا تھا اور مسلح یہودیوں کو مہمان سمجھا ہوا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ بازی یوں پلٹ سکتی ہے۔ سودے کے خلاف یہودی مہمانوں سے جھگڑا ہوسکتا ہے۔ بہرحال، اتنی دیر میں وہ سچویشن کو سمجھ گئے۔ اب تین مسلح یہودی رہ گئے تھے۔ انھیں نشانے پر رکھتے ہوئے حکم دیا "ہتھیار پھینک دو۔"

وہ حکم کی تعمیل پر مجبور ہوگئے۔ انھوں نے ہتھیار پھینک دیے۔

پارس نے اپنے حمایتی سے کہا "اپنے آدمیوں کو حکم دو، اب کوئی منہ سے آواز نہ نکالے۔ وہ شیطان کسی کے دماغ میں پہنچ کر تمھیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہ دو زخمی پہلوان اس کی خیال خوانی کے سامنے مجبور ہیں۔ ان سے بھی ہمیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔ انھیں فی الحال کسی کمرے میں بند کردو۔"

"تم درست کہتے ہو۔ اس شیطان نے میرے ساتھیوں کی دماغی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کی ناکام کوشش کی تھی۔"

پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا "تم دونوں بُرا نہ ماننا۔ اس شیطان سے دوستی کا انجام اپنے ایک ساتھی کی موت کی صورت میں دیکھ چکے ہو۔ میں تمھاری بھلائی کے لیے تمھیں قید کررہا ہوں۔"

ایک زخمی نے کہا "ہمارے دماغ میں آنے والا شیطان نہیں فرہاد ہے۔ تم اتنی سی بات نہیں سمجھتے کہ اگر فرہاد اس کا باپ ہے تو اس کے دماغ میں کیوں نہیں آرہا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمھاری مدد کیوں نہیں کررہا؟"

حمایتی نے پارس کو دیکھ کر کہا "یہ خیال مجھے بھی آیا تھا مگر اس ہنگامے میں تم سے پوچھنا بھول گیا۔ فرہاد صاحب تمھارے والد ہیں۔ انھیں خیال خوانی کے ذریعے تمھاری مدد کرنا چاہیے، مگر وہ ہم میں سے کسی کے دماغ میں نہیں آرہے ہیں، آخر بات کیا ہے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ میرے پاپا دوسرے معاملات میں مصروف ہیں۔ چونکہ میں اپنے معاملات سے خود نمٹنا جانتا ہوں۔ اس لیے وہ کبھی کبھی میرے دماغ میں آتے ہیں۔ تم ذرا صبر کرو، وہ فرصت پاتے ہی ہمارے پاس آئیں گے۔"

سُپر ماسٹر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "یہ چھوکرا تمھیں خوب اُلّو بنا رہا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ کیا باپ کو اپنے معاملات سے اتنی دلچسپی ہے کہ اولاد خطرات میں گھر جائے تب بھی وہ اس کی پروا نہیں کرتا؟ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ میرا بیٹا پارس میرے پاس موجود ہے۔ یہ نوجوان بہت ہی خطرناک ہے۔ میں پھر سمجھاتا ہوں، میرے آدمیوں کو چھوڑ دو اور اس نوجوان کو ہمارے حوالے کردو۔ دُنیا فرہاد سے دوستی کرنا چاہتی ہے، تم دشمنی کی حماقت نہ کرو۔"

حمایتی نے پریشان ہو کر کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کسے فرہاد سمجھوں

اور کسے شیطان؟ یہ بات دل کو لگتی ہے کہ تم اس لڑکی کے ساتھ نہ جانے کب سے ان کی قید میں ہو۔ ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں لائے گئے ہو۔ پھر چار گھنٹے سے ہمارے اڈے میں ہو۔ کیا اب تک تمہارے باپ کو تمہاری خیریت معلوم کرنے کی فرصت نہیں ملی ہے؟"

پارس نے کہا "بعض حالات میں ایسا ہوتا ہے، میرے پاپا دن رات کسی ایک ہی معاملے میں مصروف رہتے ہیں۔ تمہیں مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے..."

اس نے انکار میں ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا "میں کسی پر بھروسا نہیں کروں گا۔ چونکہ میں تمہاری دلیری اور جوانمردی سے متاثر ہوں اس لیے تمہیں دو گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں۔ اس عرصے میں فرہاد صاحب کو میرے دماغ میں آنا چاہیے۔"

سُپر ماسٹر نے آلۂ کار کے ذریعے کہا "میں فرہاد ہوں۔ اپنے دماغ کا دروازہ کھولو۔ میں آرہا ہوں۔"

اس نے پھر انکار میں ہاتھ ہلا کر کہا "نہیں، میں تمہاری باتیں سن چکا ہوں۔ تمہارے علاوہ کوئی دوسرا میرے دماغ میں آ کر اس نوجوان کی حمایت کرے گا تو وہی فرہاد ہوگا۔ اگر دو گھنٹے کے اندر کسی نے مجھ سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم نہ کیا تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ فرہاد اور اس کے ساتھیوں کے سوا کوئی ٹیلی پیتھی نہیں جانتا اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد تم ہی ہو۔"

سُپر ماسٹر اس کی یہ باتیں سن کر پریشان ہو گیا تھا۔ دو گھنٹے بہت ہوتے ہیں۔ اسے اندیشہ تھا کہ میں اتنی دیر میں ضرور اپنے بیٹے تک پہنچوں گا پھر اس کی تمام چالیں ناکام ہو جائیں گی۔ اس کا اندیشہ غلط نہیں تھا۔ میں نے پارس کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے سانس روک لی پھر سانس لیتے ہوئے پوچھا "کون؟"

میں نے کوڈ ورڈز میں کہا "یور پاپا نوکس یور مائنڈ۔"

"اوہ پاپا، خدا کا شکر ہے، آپ آ گئے۔ یہاں سُپر ماسٹر خود کو فرہاد بنا کر میری کوششیں ناکام بنا رہا ہے۔ میں آپ کو اپنے حمایتی کی آواز سنا رہا ہوں، آپ اس کے دماغ میں پہنچ کر یقین دلائیں کہ میں آپ کا بیٹا ہوں اور اتنی دیر سے فرہاد بننے والا سُپر ماسٹر ہے۔"

"اس کی آواز سناؤ۔"

پارس نے اپنے حمایتی سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"مجھے مائٹی پاشا کہتے ہیں۔"

میں اس کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں آیا۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "میں فرہاد علی تیمور ہوں، سانس نہ روکنا۔"

اس نے پوچھا "میں کیسے یقین کروں؟ کیا یہ نوجوان تمہارا بیٹا ہے؟"

"بے شک، یہ میرا بیٹا پارس ہے۔ اتنی دیر سے ٹیلی پیتھی کے ذریعے دھوکا دینے والا سُپر ماسٹر ہے۔ اس کم بخت نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے یہ علم حاصل کر لیا ہے۔ میں اسے بے نقاب کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ پھر بھی یہ شیطان کہیں نہ کہیں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ میرے بیٹے اور بہو کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ خدا کا شکر ہے، میں دیر سے پہنچا پھر بھی درست پہنچا۔ تم ہمارے ساتھ تعاون کرو۔"

"جناب فرہاد صاحب! آپ تعاون کی بات کرتے ہیں، میری تو جان بھی حاضر ہے۔ حکم دیجیے۔"

"تم اس شخص سے بات کرو جو میرے بیٹے اور بہو کو یہاں لایا ہے۔ میں تمہارے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر یہ انھیں اغوا کر کے کہاں پہنچانا چاہتے تھے۔"

سُپر ماسٹر کے یہودی ماتحت کو دو آدمیوں نے پکڑ کر ایک طرف بٹھا دیا تھا لیکن وہ ایسے تڑپ رہا تھا جیسے گرفت سے نکلنا چاہتا ہو۔ مائٹی پاشا نے آگے بڑھ کر گرجتے ہوئے حکم دیا "آرام سے بیٹھو ورنہ بُری طرح پیش آؤں گا۔"

وہ اچانک سر جھکا کر آرام سے بیٹھ گیا۔ مائٹی پاشا نے پوچھا "تم انھیں اغوا کر کے کہاں لے جا رہے تھے؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ پاشا نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر سر کو ایک جھٹکے سے اٹھایا۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ وہ بالکل ساکت تھا۔ میں نے کہا "یہ مر چکا ہے۔"

مائٹی پاشا نے تعجب سے پوچھا "کیا واقعی! مگر کیسے؟ ابھی تو یہ گرفت سے نکلنے کی جدوجہد کر رہا تھا۔"

"یہ تمہارے آدمیوں کی گرفت سے نکلنے کے لیے نہیں، بلکہ سانس لینے کی کوشش میں تڑپ رہا تھا۔ سُپر ماسٹر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے سانس لینے سے روکتا رہا، آخر دم گھٹ جانے سے یہ مر گیا۔"

"اوہ گاڈ! کیا دماغ میں آنے والے یوں سانس روک کر مار دیتے ہیں!"

میں نے کہا "اس کے دوسرے ساتھیوں سے معلوم کرو، یہ ہیلی کاپٹر میں کہاں جانے والے تھے؟"

وہ دوسرے قیدیوں سے پوچھنے لگا۔ سب نے ایک ہی جواب دیا "ہم نہیں جانتے۔ ہم سے کام لیا جا رہا تھا، منزل نہیں بتائی گئی تھی۔"

میں نے ایک ایک کے دماغ میں پہنچ کر حقیقت معلوم کی، وہ سچ کہہ رہے تھے۔ ان کے دماغوں سے صرف ایک بات معلوم ہوئی کہ سُپر ماسٹر نے جسے دم گھونٹ کر مارا تھا، وہ یہودی تھا۔ میں نے مائٹی پاشا سے کہا "یہ لوگ درست کہہ رہے ہیں، انھیں منزل کا پتا نہیں بتایا گیا تھا۔ فی الحال انھیں قیدی بنا کر رکھو۔"

اس نے اپنے آدمیوں کو کہا "انھیں ایک کمرے میں لے جا کر بند کر دو۔"

اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ میں نے پارس سے پوچھا "کیا ہیلی کاپٹر میں اتنے ہی افراد تھے؟"

"جی ہاں۔" اس نے جواب دیا پھر چونک کر بولا "ہیلی کاپٹر کا پائلٹ یہاں نہیں ہے۔"

"معلوم کرو، وہ کہاں ہے۔ اتنا تو معلوم ہو چکا ہے کہ ان میں سے ایک یہودی تھا۔ تم دونوں کے اغوا میں اسرائیلیوں کا بھی ہاتھ ہو سکتا ہے۔ میں تصدیق چاہتا ہوں۔"

پارس نے مائٹی پاشا سے پوچھا "ہیلی کاپٹر کا پائلٹ کہاں ہے؟"

مائٹی پاشا نے یہی سوال اپنے خاص ماتحت سے کیا۔ اس نے جواب دیا "وہ جزیرے میں کہیں تفریح کے لیے گیا ہے۔ کسی بار یا کلب میں ہوگا۔"

وہ خاص ماتحت ایک بڑا سا پیکٹ لایا تھا، اسے پارس کو دیتے ہوئے بولا "اس میں زنانہ لباس ہے، اپنی شریک حیات کے لیے لے جائیے۔"

پارس نے وہ پیکٹ لے کر کہا "کسی اچھے ڈاکٹر کو بلواؤ، میری وائف کو طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

وہ ڈاکٹر کو بلانے چلا گیا۔ میں نے کہا "بیٹے! تم جوجو کے پاس رہو۔ میں اس پائلٹ کے پاس پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ جوجو ہوش میں آئے گی تو اس کا دماغ قدرے کمزور ہوگا۔ سُپر ماسٹر اسے آلۂ کار بنا سکتا ہے۔ تمہیں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ میں تمہارے پاس آتا رہوں گا۔"

میں نے مائٹی پاشا سے کہا "تم یہاں سے نکلو اور جزیرے کے بار اور تفریح گاہوں میں چلو۔ اس پائلٹ تک پہنچنا ضروری ہے۔ میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔"

وہ اڈے سے باہر جانے لگا۔ میں نے کہا "ذرا ٹھہرو۔"

وہ رُک گیا میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پھر چند سیکنڈ کے بعد اس کے اندر پہنچا تو اس نے میری سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کیا۔ میں نے کہا "مائٹی پاشا! تم ٹیلی پیتھی کی چالوں کو رفتہ رفتہ سمجھو گے۔ میں تمہیں سمجھاتا جاؤں گا۔ جب ایک خیال خوانی کرنے والا تمہارے دماغ میں موجود ہو تو تم دوسرے خیال خوانی کرنے والے کو محسوس نہیں کر سکو گے۔"

اس نے پوچھا "کیوں محسوس نہیں کر سکوں گا؟"

"اس لیے کہ تمہارے دماغ کا دروازہ پہلے خیال خوانی کرنے والے کے لیے کھلا رہے گا۔ دوسرا چُپ چاپ آ کر تمہارا خیال پڑھتا رہے گا۔ ابھی تمہارے دماغ میں میرے علاوہ سُپر ماسٹر بھی موجود ہے۔"

اس نے چونک کر پوچھا "کیا واقعی؟"

"ہاں، ابھی میں چند سیکنڈ کے لیے تمہارے دماغ سے باہر گیا تھا تو تم نے مجھے نہ جاتے ہوئے محسوس کیا نہ آتے ہوئے، کیونکہ دوسرا یہاں موجود تھا۔"

اس نے پوچھا "فرہاد صاحب! شیطان کو بھگانے کے لیے لاحول پڑھا جاتا ہے، سُپر ماسٹر کے لیے کیا پڑھوں؟"

"ٹھہرو، میں ابھی بتاتا ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے نکلا، پھر آ گیا۔ اس بار وہ سانس روکنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "میں فرہاد ہوں۔ ذرا سی دیر کے لیے گیا تھا پھر آ گیا ہوں۔ یہ تصدیق ہو گئی ہے کہ وہ شیطان لاحول پڑھنے سے پہلے ہی بھاگ گیا ہے۔"

"یہ تو عجیب چکر ہے۔ آئندہ میں اسے دماغ میں کس طرح محسوس کر سکتا ہوں؟"

"میری موجودگی میں کبھی محسوس نہیں کر سکو گے۔ فی الحال بچاؤ کی ایک تدبیر ہے۔ اپنے ساتھ ایک ماتحت رکھو۔ مجھے اس کی آواز سناؤ۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر جزیرے میں تمہارے ساتھ گھومتا رہوں گا۔ کوئی ضرورت ہوئی تو اس ماتحت کی زبان سے تمہیں مخاطب کروں گا۔"

اس نے فوراً ایک ماتحت کو طلب کیا۔ اس کی آواز سنوائی پھر میری ہدایت کے مطابق اسے حکم دیا کہ وہ ہمیشہ گونگا بنا رہے گا۔ اس کی زبان سے صرف فرہاد صاحب بولا کریں گے۔ میں نے اس احتیاطی تدبیر سے سُپر ماسٹر کو مائٹی پاشا کے دماغ میں جانے سے روک دیا۔ اسے سمجھا دیا کہ فی الحال وہ مجھے بھی دماغ میں نہ آنے دے۔ اس کے بعد کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر آئے گا تو وہ دشمن ہی ہوگا۔

مائٹی پاشا اپنے ماتحت کے ساتھ ایک کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا "ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مناسب سمجھیں تو جواب دیں۔ کیا سُپر ماسٹر اس پائلٹ کے دماغ میں نہیں پہنچا ہوگا؟"

کار ساحلی علاقے کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے کہا "ابھی گاڑی میں تم دونوں ہو، کوئی تیسرا سننے والا نہیں ہے، اس لیے تمہارے ماتحت کی زبان سے جواب دے رہا ہوں۔ سُپر ماسٹر شاید پائلٹ کے دماغ میں پہنچ چکا ہوگا اور شاید نہ بھی پہنچا ہو۔ ہم خیال خوانی کرنے والے بیک وقت درجنوں افراد کے لب و لہجے کو یاد نہیں رکھ سکتے۔ اگر ایک ٹیم ہو تو ٹیم کے تمام افراد تک پہنچنا ضروری نہیں ہوتا۔ ان کے سربراہ اور دو چار خاص لوگوں کے دماغوں میں جگہ بنانا کافی ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے، سُپر ماسٹر نے اس یہودی ماتحت کے دماغ میں جگہ بنائی ہو باقی سب کو نظر انداز کر دیا ہو۔"

مائٹی پاشا نے کہا "ہاں، یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ اگر وہ شیطان سب کے دماغوں میں پہنچتا تو اس کے جن آدمیوں کو ہم نے قیدی بنا کر رکھا ہے، انھیں بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے قتل کر دیتا۔ اس معاملے میں وہ ناکام رہا۔ آپ کو ان کے ذریعے یہ تو معلوم ہو گیا کہ اس کے لیے کام کرنے والا اور اس کے ہاتھوں مرنے والا یہودی تھا۔ خدا کرے وہ پائلٹ بھی اس کی ٹیلی پیتھی سے محفوظ ہو۔"

میں نے کہا "تمہارے نام سے پتا چلتا ہے کہ تم آدھے مسلمان اور

آدھے عیسائی ہو۔"

"الحمدللہ میں صرف مسلمان ہوں۔"

"پھر یہ مائٹی پاشا کا کیا مطلب ہوا؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "میرا اصل نام اکبر پاشا ہے۔ چونکہ میں نے اس جزیرے میں کافی طاقت حاصل کرلی ہے اس لیے لوگ مجھے مائٹی پاشا کہتے ہیں۔ صرف ہمارا خدا آلمائٹی ہے میں تو محض مائٹی ہوں۔"

میں اس دوران کسی بیڈروم میں آرام سے لیٹ کر خیال خوانی نہیں کر رہا تھا۔ میری اولاد مصیبت میں ہو اور میں آرام کروں، بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ میں نے فرانسیسی افسران کے تعاون سے ایک ہیلی کاپٹر حاصل کیا تھا، اس میں سفر کرتا ہوا مائٹی پاشا سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھا۔ میری منزل وہی پرنسس آئی لینڈ تھی۔

اس نے پوچھا۔ "فرہاد صاحب! خیال خوانی کرنے والے کتنی دور بیٹھ کر کسی کے دماغ میں پہنچ جاتے ہیں؟"

"دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس وقت میں ایک ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہا ہوں اور دو گھنٹے کے اندر جزیرے میں تمھارے پاس پہنچنے والا ہوں۔"

اس نے خوش ہو کر کہا۔ "کیا واقعی آپ آرہے ہیں؟ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں آپ کو قریب سے دیکھ سکوں گا۔"

میں اس سے باتیں کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا، سپر ماسٹر ناکام ہونے کے بعد کیا کر رہا ہوگا؟ یہ بات موٹی سی عقل سے بھی سوچی جا سکتی ہے کہ اس نے اس ناکامی کی رپورٹ اپنے بڑوں کو دی ہوگی۔ ابھی تصدیق نہیں ہوئی تھی کہ اسرائیلی اس معاملے میں کس حد تک ملوث ہیں۔ اگر ہیں تو سپر ماسٹر نے اسرائیلی حکام پر یہ کہہ کر غصہ اتارا ہوگا کہ ان کا یہودی ایجنٹ ناکارہ نکلا۔ اس کی حماقتوں کے باعث پارس اور رجو ہاتھ سے نکل گئے۔

ناکام ہونے والے خاموش نہیں بیٹھیں گے۔ اب بڑے پیمانے پر سپر ماسٹر کے خاص آلۂ کار اور اسرائیلی ایجنٹ جزیرے میں پہنچیں گے، بلکہ پہنچ رہے ہوں گے۔ ان سے نمٹنے کے لیے جزیرے کے تمام جرائم پیشہ افراد کو اپنی مٹھی میں رکھنا ضروری ہوگیا تھا۔ میں نے ماتحت کی زبان سے پوچھا۔ "مائٹی پاشا! اس جزیرے میں کتنے ایسے وفادار مل سکتے ہیں، جو یوگا کے ماہر ہوں یا جسمانی اور دماغی طور پر اتنے صحت مند ہوں کہ دماغ میں پرائی سوچ کی لہریں آنے سے بے چینی محسوس کر کے تمھاری طرح بے اختیار سانس روک لیتے ہوں؟"

اس نے جواب دیا۔ "میں نہیں جانتا یوگا کے ماہر کون لوگ ہوتے ہیں، لیکن میرے جیسے صحت مند بیس پچیس وفادار ضرور مل جائیں گے۔"

"یہاں چھوٹے بڑے کتنے غنڈے بدمعاش ہوں گے؟"

اس نے مسکرا کر کہا۔ "آپ نے دنیا دیکھی ہے۔ یہ تو جانتے ہی ہیں کہ ایسے چھوٹے چھوٹے جزیرے دولت مندوں کی عیاشی کے لیے ہوتے ہیں۔ یہاں ایسے لوگوں کی آبادی ہے جو بڑے لوگوں کی عیاشی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ یوں سمجھیے ڈھونڈنے سے شاید دو چار شریف آدمی مل جائیں، ورنہ امیر سے لے کر غریب تک سب ہی شیطان ہیں۔"

"تم ایسے تمام شیطانوں کو خریدو جو بکنے پر آمادہ ہوں۔"

"جناب! اس کے لیے کافی رقم کی ضرورت ہوگی۔"

"تمھیں دو چار گھنٹوں میں لاکھوں ڈالر مل جائیں گے۔"

"لاکھوں ڈالر؟" اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ وہ بڑی مشکل سے سانس لیتے ہوئے بولا۔ "جناب! کیسے ملیں گے؟"

"میں تمھیں بتاؤں گا۔ فی الحال کام کی بات کرو۔ سپر ماسٹر ناکام ہونے کے بعد یہاں خطرناک لوگوں کو بھیج رہا ہوگا۔ تمھارے پاس بھی وفاداروں کی فوج ہونا چاہیے۔"

"فرہاد صاحب... بدمعاش آخر بدمعاش ہوتے ہیں۔ رقم کے لالچ میں دھوکا دیتے ہیں۔ ہم سے بھی معاوضہ لیں گے، دشمن سے بھی اپنا اُلّو سیدھا کریں گے۔ میری نظروں میں صرف پچیس ایسے صحت مند جوان ہیں، جو اصولوں کے پکے ہیں، ہمارے وفادار رہیں گے۔"

"اس سے پہلے کہ سپر ماسٹر انھیں خریدے، تم ہر قیمت پر انھیں حاصل کرلو۔ ابھی کہیں سے فون پر معاملات طے کرو۔ ان سے کہو، رقم کی ادائیگی چھ گھنٹے بعد ہوگی۔"

"کیا بیس پچیس وفاداروں سے کام چل جائے گا؟"

"باقی بدمعاشوں سے بھی رابطہ قائم کرتے رہو۔ میں ان کے دماغوں میں پہنچ کر معلومات حاصل کروں گا۔ جو وفادار رہیں گے انھیں معاوضہ دیا جائے گا، جو فریبی ہوں گے انھیں سزا ملے گی۔"

"جناب! میں یہ سوچ سوچ کر حیران ہو رہا ہوں کہ مجھے دو چار گھنٹوں میں لاکھوں ڈالر ملنے والے ہیں۔"

"یہ تو وفاداروں کا معاوضہ اور ہتھیار خریدنے کی رقم ہوگی۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں تمھیں کیا انعام دوں گا۔"

اس نے جلدی سے پوچھا۔ "کک... کیا انعام دیں گے؟"

"میرا بیٹا اور بہو خیریت سے پیرس پہنچ جائیں گے تو اس جزیرے میں سب سے بڑے سرمایہ دار کا نام ابھرے گا اور وہ نام ہوگا مائٹی پاشا۔"

وہ خوشی سے کانپ رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں اسٹیئرنگ بہک رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "خود کو سنبھالو، کیا دولتمند بننے سے پہلے مرجانے کا ارادہ ہے؟"

اس نے کہا۔ "جناب! میری سمجھ میں نہیں آتا، میں کس طرح آپ پر قربان ہو جاؤں۔"

"فی الحال صرف میرے بیٹے اور بہو کی حفاظت کرو۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، قسم کھاتا ہوں، آخری سانس تک ان کی حفاظت کروں گا۔"

"اس جزیرے میں کتنے نامور دولتمند ہیں؟"

"یہاں تین ارب پتی سرمایہ دار ہیں۔ ان میں ایک جوان بیوہ ہے جو نہایت مغرور اور سنگدل ہے۔ مردوں سے سخت نفرت کرتی ہے۔ ایسی ناک چڑھی ہے کہ ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی۔"

"اس کی ناک پر ٹیلی پیتھی کی مکھی بیٹھے گی۔ اس سے فون پر رابطہ قائم کرو۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ لیکن یہ بتانا میرا فرض ہے کہ وہ بہت خطرناک ہے۔ اگر اسے معلوم ہوگا، میں نے اس کا فون نمبر ڈائل کیا تھا تو وہ اپنے وسیع ذرائع اختیار کرکے مجھے جزیرے سے نکلوا دے گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اس سے ڈرتا ہوں۔ پہلے ڈرتا تھا، اب تو مجھے آپ کی سرپرستی حاصل ہے۔"

"پاشا تم باتوں میں اپنا کام بھول جاتے ہو۔ میں نے کہا تھا، ان پچیس صحت مند نوجوانوں سے فوراً رابطہ قائم کرو۔ انھیں پہلی فرصت میں اپنی وفاداری پر آمادہ کرو۔"

اس نے ایک بار کے سامنے کار روک کر کہا۔ "میں ابھی ان سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

وہ اپنے ماتحت کے ساتھ بار میں آیا۔ دو پیگ کا آرڈر دیا۔ پھر بارمین کی اجازت سے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ مائٹی پاشا جس بار یا تفریح گاہ میں جاتا تھا، وہاں ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کا حلیہ بتا کر اس کے متعلق پوچھتا تھا۔ وہاں بھی اس نے بارمین سے پوچھا۔ "کیا تم نے کسی ایسے شخص کو دیکھا ہے جس کی آنکھیں نیلی اور بھویں گھنی ہیں، سر پر ایک بھی بال نہیں ہے۔ اس نے خاکی رنگ کی پتلون اور جیکٹ پہنی ہوئی ہے۔"

بارمین نے جواب دیا۔ "ایسا ایک آدمی تقریباً پون گھنٹا پہلے اُدھر ایک میز پر بیٹھ کر پی رہا تھا۔ اچانک وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا، لمبی لمبی سانسیں لینے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کوشش میں وہ کبھی میز پر اوندھا ہو رہا تھا، کبھی کرسیوں کا سہارا لے کر سنبھلنا چاہتا تھا۔ بار کے ملازموں نے اسے پکڑ کر پوچھا، اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے لیکن جواب دینے سے پہلے ہی وہ دم توڑ چکا تھا۔"

میں نے ماتحت کی زبان سے کہا۔ "پاشا! سپر ماسٹر یہاں بھی وہی کام دکھا گیا ہے۔ بہرحال تم اپنے کام کی رپورٹ دو۔"

"دو صحت مند جوانوں سے رابطہ قائم ہوچکا ہے۔ وہ میرا کام کرنے پر راضی ہیں۔ میں نے ان سے کہا ہے، وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی اپنی رہائش گاہ پر بلائیں، میں آدھے گھنٹے میں ان کے پاس آرہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، ان سے رُوبرو بیٹھ کر معاملہ طے کرو۔ اور ہاں، اس مغرور ارب پتی بیوہ کو بھول رہے ہو۔ اس کا نام کیا ہے؟"

"اسے مادام سلطانہ آفندی کہتے ہیں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے پوچھا۔ "مجھے فون پر کیا کہنا ہوگا؟"

"تم خاموش رہو گے۔ میں تمھارے دماغ میں آرہا ہوں۔"

میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ نمبر ڈائل کرنے کے بعد انتظار کر رہا تھا۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی۔ پھر کسی نے کہا۔ "ہیلو!"

میں نے مائٹی پاشا کی زبان سے پوچھا۔ "کیا میں مادام کے پرسنل سیکریٹری سے مخاطب ہوں؟"

"جی ہاں، فرمائیے۔"

"سیکریٹری صاحب! تمھاری آواز بیٹھی ہوئی ہے۔ ذرا کھنکھار کر گلا صاف کرو، پھر بولو۔"

یہ کہہ کر میں نے پاشا سے ریسیور رکھوا دیا اور سیکریٹری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس بے چارے نے کھنکھار کر گلا صاف کیا پھر کہا۔ "مسٹر! میری آواز ٹھیک ہے۔ شاید آپ کے ریسیور میں کچھ خرابی ہے۔ ہیلو، ہیلو۔"

اس نے ریسیور کان سے ہٹا کر دیکھا پھر کان سے لگا کر ہیلو ہیلو کہا۔ پتا چلا لائن کٹ گئی ہے۔ اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کی سوچ نے بتایا۔ مادام سلطانہ آفندی محل میں ہے۔ شام کو گھڑسواری کے لباس میں باہر آئے گی۔ میں اس سیکریٹری کو سلطانہ تک پہنچانا چاہتا تھا۔ اس خیال سے ہی اس کے دماغ نے سہم کر کہا۔ "یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ محل میں مادام کا جو مخصوص رہائشی حصہ ہے، وہاں آج تک کسی مرد نے قدم نہیں رکھا۔ بےشک مجھے تجسس ہے، میں وہاں جانا چاہتا ہوں، لیکن زندگی سے بیزار ہونے کے بعد ہی جا سکتا ہوں۔"

اس محل کے متعلق سیکریٹری کی معلومات محدود تھیں۔ وہ اتنا جانتا تھا کہ ایک آہنی سلاخوں کی دیوار ہے جو محل کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ سلاخوں کے اس پار جہاں سلطانہ رہتی ہے، وہاں دو چیتے آزادی سے گھومتے رہتے ہیں۔ ان میں ایک نر ہے دوسری مادہ ہے۔ ان کے بچے بھی ہیں۔ وہ بچے رات کو سلطانہ کے ساتھ بستر پر سوتے ہیں۔

وہ روزانہ ایک گائے یا چار بکرے ان چیتوں کے آگے ڈالتی تھی۔ محل کے پیچھے مختلف نسل کے خونخوار کتے تھے۔ جو صرف سلطانہ کو پہچانتے تھے اور اس کے ایک اشارے پر کسی بھی دشمن کی بوٹیاں نوچ کر صرف ہڈیوں کا ڈھانچا چھوڑ دیتے تھے۔ محل کے ایک حصے میں ایک ایسی چار دیواری تھی جو آہنی جالیوں سے بنائی گئی تھی۔ اس میں درجنوں زہریلے سانپ تھے، جنھیں وہ اپنے ہاتھوں سے دودھ پلاتی تھی۔ جو سانپ اُسے پسند آتا تھا۔ اس کے ساتھ کھیلنے کے لیے خود اس کے منہ سے زہر نکالتی تھی پھر دل بہلانے کے لیے اسے بیڈروم میں لے جاتی تھی۔

ان عادات سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کیسی درندہ صفت عورت ہے۔ محل کے ملازم ہوں یا محل کی ضروریات کا سامان سپلائی کرنے والے لوگ ہوں یا پولیس افسران ہوں۔ سب اس کے سامنے سر جھکا کر بات کرتے تھے۔ اس سے نظریں ملاتے وقت یوں لگتا تھا جیسے اس کی آنکھوں سے سانپ پھنکار رہے ہوں۔

وہ کبھی مسکراتی نہیں تھی۔ لیکن کسی کو ٹھوکریں مارتے وقت قہقہے لگاتی تھی۔ یوں تو بڑے لوگ چھوٹے لوگوں کو ٹھوکریں مارتے ہی ہیں لیکن اس عورت کے مزاج میں درندگی اور بے رحمی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ ضرورت مندوں کو سو ڈالر سے لے کر ہزار ڈالر تک دیتی تھی۔ مگر شرط یہ ہوتی تھی کہ رقم لینے والے لہولہان ہونے تک اس سے مار کھاتے رہیں۔ وہ غریبوں اور حاجت مندوں کی ہمدرد تھی اور بے درد بھی تھی۔ ایک مشغلے کے طور پر ان سے پولو کے میدان میں کھیلتی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک پولو اسٹک ہوتی تھی۔ وہ گھوڑے پر سوار رہتی تھی اور کسی بھی ضرورت مند سے کہتی تھی: "دیکھو، یہ میدان بہت وسیع و عریض ہے۔ تم خود کو بچانے کے لیے بھاگتے رہو۔ میں تمہارے پیچھے گھوڑے کو دوڑاؤں گی اور اس چھڑی سے مارتی جاؤں گی۔ اگر تم نے آدھے گھنٹے تک خود بچا لیا تو میں تمہیں پانچ سو ڈالر دوں گی اور خود کو نہ بچا سکے تو میرے ہاتھوں لہولہان بھی ہو گے اور رقم بھی صرف سو ڈالر حاصل کرو گے۔"

وہ زبردست شکاری تھی۔ گھڑ سواری میں اسے مہارت حاصل تھی۔ میدان میں آنے والے حاجت مند آدھے گھنٹے تک خود کو بچا نہیں پاتے تھے۔ اس سے مار کھاتے کھاتے اپنے ہی لہو میں ڈوب جاتے تھے۔ وہ پرسنل سیکرٹری ایسے خونیں مناظر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ نظریں پھیر لیتا تھا۔ اب تک میدان میں ایک ہی شخص ایسا آیا تھا، جس نے خود کو آدھے گھنٹے تک اس کے ظلم سے بچائے رکھا تھا۔ مادام سلطانہ آفندی نے خوش ہو کر اسے پانچ سو ڈالر دیے اور انعام دیتے ہی اچانک اس کی پٹائی شروع کر دی۔ وہ اپنی شکست برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے آدمیوں نے اس بازی جیتنے والے کو باندھ دیا تھا۔ سلطانہ نے جی بھر کے پٹائی کرنے کے بعد اسے اور پانچ سو ڈالر دیے اور حکم دیا: "چلے جاؤ یہاں سے۔ آئندہ کبھی جزیرے میں نظر نہ آنا۔ اگر میرے غلاموں نے تمہیں دیکھ لیا تو گولی مار کے سمندر میں پھینک دیں گے۔ میں جسے شکار کرتی ہوں، اس کی لاش پولیس والوں کو کبھی نہیں ملتی۔"

میں پرسنل سیکرٹری کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ ایک دم سے چونک گیا۔ انٹرکام سے آواز آ رہی تھی۔ اس نے فوراً ریسیور اٹھا کر کہا: "یس مادام!"

مادام سلطانہ آفندی کی پتھر جیسی آواز سنائی دی: "میں اجازت نامہ بھیج رہی ہوں، اس کے مطابق سفید عربی گھوڑے کی قیمت ادا کر دو۔"

میری مراد پوری ہو گئی۔ میں نے اس کی آواز سن لی کہ بخت لیے بول رہی تھی جیسے فون کے ذریعے سننے والے کے دماغ میں پتھر مار رہی ہو۔ میں نے پرسنل سیکرٹری کے پاس سے پرواز کی اور اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے کچھ بے چینی سی محسوس کی۔ آخر زہریلے سانپوں اور درندوں کے ساتھ کھیلنے والی عورت تھی، یقیناً مضبوط دماغ اور مستحکم قوتِ ارادی کی مالک تھی۔ اس کی چھٹی حس نے کہا: "کوئی غیر معمولی بات ہے۔"

میں نے اس کے لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا: "بھلا غیر معمولی بات کیا ہو سکتی ہے۔ کیا میں ایک کمزور عورت کی طرح اپنے اندر کبھی کمزوری محسوس کر سکتی ہوں۔ میں تو شیرنی ہوں۔"

وہ خوش ہو گئی مسکرانے لگی۔ میں نے اسے بہلا دیا تھا۔ وہ ایک ہینگنگ چیئر پر بیٹھی آہستہ آہستہ جھول رہی تھی۔ قریب ہی ایک ادھیڑ عمر کی عورت ادب سے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے [illegible] کی طرف ایک لیٹر پیڈ بڑھایا۔ اس لیٹر پیڈ کا کاغذ مادام کے لیے خاص طور پر تیار کیا جاتا تھا۔ اس کا رنگ ہلکا آسمانی ہوتا تھا۔ اور اس میں سے بھینی بھینی خوشبو ابھرتی تھی۔ اس نے پیڈ پر لکھا تھا۔ 'سفید عربی گھوڑے کی قیمت چھ ہزار ڈالر ادا کر دی جائے۔'

وہ اجازت نامہ بھی تھا، ادائیگی کے لیے رسید بھی تھی تاکہ دولت کی آمد و رفت کا حساب رہے۔ میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔ اس کے ہاتھ سے دوسرا اجازت نامہ لکھوایا۔ اس نے لکھا 'ایک بریف کیس میں پانچ لاکھ ڈالر رکھ کر اسے اسسٹنٹ سیکرٹری کے حوالے کرو اور اسے ہدایت کرو، وہ یہ رقم لے کر کار میں ساؤتھ بار کے سامنے انتظار کرے۔ ایک شخص آکر یہ الفاظ ادا کرے گا۔ 'دولت صرف موت کے بعد ساتھ نہیں چھوڑتی، زندگی میں بھی ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔' ایسے الفاظ ادا کرنے والے کو وہ بریف کیس دے دیا جائے۔ اس سے اور کوئی بات نہ کی جائے۔ وہ بریف کیس دے کر چپ چاپ وہاں سے چلا آئے۔'

اس نے یہ تحریر لکھی، نیچے دستخط کیے، پھر اسے ادھیڑ عمر کی عورت کے حوالے کر دیا۔ وہ ادب سے اُلٹے پاؤں چلتی ہوئی خوابگاہ سے باہر آئی۔ باہر چیتے ٹہل رہے تھے جو اسے پہچانتے تھے۔ وہ آہنی سلاخوں والی دیوار کے پاس آئی، دروازے کے تالے کو کھولا پھر باہر آکر اسے دوسری طرف سے لاک کر دیا۔ وہاں سے چلتی ہوئی محل کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی پرسنل سیکرٹری کے پاس آئی اور وہ دو رسیدیں اس کے سامنے پیش کر دیں۔

سیکرٹری نے دوسری رسید کو پڑھ کر تعجب سے سوچا: 'پانچ لاکھ ڈالر اتنے پُراسرار انداز میں کیوں ادا کیے جا رہے ہیں؟'

وہ سوچ سکتا تھا، شبہ بھی کر سکتا تھا، مگر مادام کے تحریری حکم کے بعد کوئی سوال کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جہاں بیٹھ کر دفتری کام کرتا تھا، وہاں اس کے پیچھے ایک بڑا سا آہنی دروازہ تھا۔ وہ ایک تجوری کا دروازہ تھا اور تجوری کا سائز ایک بڑے کمرے کے برابر تھا۔ اس نے ایک رجسٹر میں دونوں رسیدوں کا حوالہ دے کر رقم کی تفصیلات درج کیں، پھر اس آہنی دروازے کے پاس جا کر اس کے مخصوص نمبر ڈائل کیے۔ اس کے بعد دوسری طرف منہ گھما کر کھڑا ہو گیا۔ وہ ادھیڑ عمر کی عورت دروازے کے پاس آئی۔ اس نے بھی چند مخصوص نمبر ڈائل کیے پھر ایک بٹن دبایا۔ اس کے ساتھ ہی وہ دروازہ خود بہ خود کھلتا چلا گیا۔

پرسنل سیکرٹری اور ادھیڑ عمر کی عورت، دونوں ہی سلطانہ آفندی کے بھروسے کے ملازم تھے۔ ان میں سے کوئی تنہا وہ دروازہ نہیں کھول سکتا تھا۔ دونوں کو ایک دوسرے کے مخصوص نمبروں کی ترتیب معلوم نہیں ہوتی تھی۔ وہ کھلے ہوئے دروازے سے اندر آئے۔ چاروں طرف دیواروں پر بڑے بڑے ریک بنے ہوئے تھے۔ ایک ریک میں اوپر سے نیچے تک نوٹوں کی بھاری گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ دوسری دیوار کے ایک ریک میں اسی طرح اوپر سے نیچے تک ہیرے جواہرات جگمگا رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی علی بابا چالیس چوروں کے خزانے تک پہنچ گیا ہو۔ ایک ریک میں اس دولت، زمین اور جائیداد سے تعلق رکھنے والی دستاویزات رکھی ہوئی تھیں۔

سیکرٹری نے عربی گھوڑے کی ادائیگی کے لیے چھ ہزار ڈالر نکال کر ایک لفافے میں رکھے۔ پھر ایک بریف کیس میں پانچ لاکھ ڈالر رکھ کر اسے بند کیا۔ اس کے بعد باہر آگیا۔ اس نے ایک بٹن کو دبایا، تو دروازہ پہلے کی طرح خود بہ خود بند ہو گیا۔ اسے اپنے مخصوص نمبروں کی ترتیب سے لاک کرنے کے بعد وہ کرسی پر آگیا۔ اس عورت نے بھی اسے اپنے مخصوص نمبروں سے لاک کیا، پھر وہاں سے چلی گئی۔ پرسنل سیکرٹری نے اپنے اسسٹنٹ کو طلب کیا اور کہا: "یہ بریف کیس لے جاؤ اور ساؤتھ بار کے سامنے اپنی گاڑی میں بیٹھے رہو۔ ایک شخص تمہارے پاس آئے گا، مخصوص کوڈ ورڈز ادا کرے گا۔ تم یہ بریف کیس اس کے حوالے کر کے چپ چاپ چلے آنا۔ اس شخص سے کوئی بات نہ کرنا۔"

اس نے اپنے اسسٹنٹ کو مخصوص کوڈ ورڈز یاد کرا دیے، وہ بریف کیس لے کر روانہ ہو گیا۔ جب وہ محل سے باہر آکر اپنی گاڑی میں بیٹھا تو میں نے اس گاڑی کا رنگ، ماڈل اور نمبر معلوم کیا پھر مائٹی پاشا کے پاس آگیا۔ وہ ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں ایسے جوانوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا جو سب کے سب باڈی بلڈر تھے۔ وہ ان سے کہہ رہا تھا: "میں ایک ماہ کے لیے تم سب کی خدمات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے تم میں سے ہر جوان کو دس ہزار ڈالر دوں گا۔"

ایک جوان نے کہا: "فرہاد صاحب کے کام آنا ہماری خوش قسمتی ہے۔ اور پھر دس ہزار ڈالر ہماری توقع سے بہت زیادہ ہیں۔"

دوسرے جوان نے کہا: "ہم ان کے بیٹے اور بہو کے لیے جان کی بازی لگا دیں گے۔"

تیسرے نے کہا: "تم ایک ماہ کی بات کر رہے ہو، ہم زندگی ان کے لیے وقف کرنے کو تیار ہیں۔ کیا فرہاد صاحب ہم سے گفتگو کرنا پسند کریں گے؟"

میں نے پاشا کے ماتحت کی زبان سے کہا: "میں فرہاد علی تیمور تم سب سے مخاطب ہوں، ابھی تم سے باتیں کروں گا۔ پہلے مائٹی پاشا کو یہ بتا دوں کہ ساحل پر ساؤتھ بار کے سامنے ایک نیلے رنگ کی کار کھڑی ہوئی ہے۔ اس کا نمبر ڈی پی ۸۰۸۷۰۷ ہے۔ اس کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ تم اس کے پاس جا کر یہ کوڈ ورڈز ادا کرو: 'دولت صرف موت کے بعد ساتھ نہیں چھوڑتی، زندگی میں بھی ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔' مسٹر پاشا! تمہاری یہ بات سن کر وہ شخص تمہیں بریف کیس دے گا۔ تم وہ بریف کیس لے کر اس سے کچھ کہے سنے بغیر چلے آؤ۔"

پاشا نے کہا: "جناب! آپ نے تجسس پیدا کر دیا ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں اس بریف کیس میں کیا ہے؟"

"پانچ لاکھ ڈالر ہیں۔"

یہ سنتے ہی سب کے سب حیرانی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ پاشا مارے حیرت کے کھڑا بھی نہ ہو سکا۔ میں نے کہا: "وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً ساؤتھ بار کے سامنے جاؤ۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا، دوڑتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں نے دوسروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "شاید تم سوچ رہے ہو کہ تمہارے سامنے مائٹی پاشا کا ماتحت بول رہا ہے، یہ فرہاد نہیں ہے۔ ذرا غور کرو تو اس کی آواز اور لب و لہجہ بدلا ہوا محسوس ہو گا۔"

ایک جوان نے کہا: "یہ درست ہے، پھر بھی ہمارے لیے یہ بالکل انوکھی بات ہے کہ ایک شخص دوسرے کے دماغ سے اور زبان سے بول رہا ہے۔"

دوسرے نے پوچھا: "کیا آپ ہمارے دماغ میں آئیں گے؟"

میں باری باری ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان سے عجیب عجیب سی حرکتیں کرانے لگا۔ وہ حیرت اور مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔ میں نے کہا: "تم سب یہیں انتظار کرو۔ میں مائٹی پاشا کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

میں اس سیکرٹری کے دماغ میں پہنچا، جو ساؤتھ بار کے سامنے

انتظار کر رہا تھا۔ میں ماٹی پاشا کے دماغ میں نہیں گیا۔ ہمارے درمیان پہلے ہو چکا تھا کہ سپر ماسٹر کو اپنے منصوبوں سے دور رکھنے کے لیے اسے پاشا کے دماغ سے بھی دور رکھنا ہوگا۔ لہٰذا فی الحال میں بھی پاشا سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم نہیں کروں گا۔ دس منٹ کے بعد ہی وہ بار کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے سیکریٹری کی کار کو پہچانا پھر ادھر آنے لگا۔ میں سیکریٹری کی نظروں کو پاشا سے ہٹائے رکھنا چاہتا تھا تاکہ وہ کسی موقع پر اسے پہچان نہ سکے۔ اس نے قریب آکر وہی کوڈ ورڈز دہرائے۔ سیکریٹری نے ساتھ والی سیٹ پر رکھا ہوا بریف کیس اٹھا کر اسے تھما دیا۔ وہ مزید کچھ کہے سُنے بغیر اسے لے کر چلا گیا۔ میں نے تھوڑی دیر تک اسے اسٹیئرنگ سیٹ پر بٹھائے رکھا۔ پھر اس سے کار اسٹارٹ کرا کے آگے بڑھا دی۔ اس کے بعد اسے ادھر اُدھر دیکھنے کا موقع دیا۔ اس وقت تک ماٹی پاشا جا چکا تھا۔ سیکریٹری پریشان ہو کر سوچ رہا تھا: میں بریف کیس لے جانے والے کو دیکھنا اور پہچاننا چاہتا تھا، مگر مجھے کیا ہو گیا تھا؟ میں اسے ایک نظر بھی نہ دیکھ سکا!

اس نے کار ایک جانب روک دی۔ اتر کر دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ اول تو پاشا وہاں نہیں تھا، اگر ہوتا اور اس کے سامنے سے گزرتا، تب بھی وہ اسے پہچان نہ پاتا کیونکہ اس نے بریف کیس دیتے وقت اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ پریشان ہو کر کار میں بیٹھ گیا۔ پھر محل کی طرف جانے لگا۔ میں نے سلطانہ کی خبر لی، وہ گہری نیند میں تھی۔ اسی طرح ہینگنگ چیئر پر جھولتے جھولتے سو گئی تھی۔ میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر اس سے پانچ لاکھ ڈالر کی ادائیگی کا اجازت نامہ لکھوایا تھا۔ اگر میں اس کے دماغ کو بعد میں آزاد چھوڑ دیتا تو اسے یقین ہو جاتا کہ یقیناً اس کے ساتھ غیر معمولی بات ہو رہی ہے۔ وہ جھولنے والی کرسی پر بیٹھے بیٹھے غائب دماغ ہو گئی تھی۔ وہ اس ادھیڑ عمر کی خاص ملازمہ کو بلا کر اس سلسلے میں سوالات کرتی تب اسے معلوم ہو جاتا کہ اس نے ایک نہیں دو رسیدیں لکھ کر دی ہیں۔

جب وہ خاص ملازمہ رسیدیں لے کر گئی تو میں نے سلطانہ کے دماغ کو آزاد نہیں چھوڑا، اسی طرح قابض رہ کر اسے ہینگنگ چیئر پر سُلا دیا تاکہ وہ ماٹی پاشا کو رقم ملنے تک بیدار ہو کر کوئی ہنگامہ نہ کرے۔ اس وقت بھی وہ آرام سے سو رہی تھی۔ میں ان جوانوں کے پاس آیا۔ پاشا وہاں بریف کیس لے کر پہنچ گیا تھا۔ چونکہ وہ لاک کیا ہوا تھا۔ اس لیے سب میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے اس کے ماتحت کی زبان سے کہا۔ "جب کھانا سامنے رکھا ہو تو کسی کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا لاک توڑ دو۔"

ماٹی پاشا پہلے ہی بے چین ہو رہا تھا۔ میری بات سنتے ہی اس نے لاک توڑ دیا۔ سب لوگ قریب آگئے تھے۔ بریف کیس کھلتے ہی سب کے سب چند لمحوں کے لیے ساکت رہ گئے، وہ بڑے بڑے بدمعاش تھے۔ رقم حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتے تھے لیکن انھوں نے آج تک پانچ لاکھ ڈالر ایک ساتھ نہیں دیکھے تھے۔ ایک نے نوٹوں کی بڑی بڑی گڈیاں دیکھ کر پوچھا۔ "کیا یہ پورے پانچ لاکھ ڈالر ہیں؟"

دوسرے نے کہا۔ "مجھے تو پانچ سے زیادہ نظر آ رہے ہیں۔"

تیسرے نے کہا۔ "جتنے بھی ہوں، ہم حساب میں کمزور ہیں، گننے بیٹھیں گے تو صبح سے شام اور شام سے صبح ہو جائے گی۔"

میں نے کہا۔ "پاشا! بریف کیس خالی کر کے کسی کو ساحل کی طرف ابھی روانہ کرو، تاکہ وہ اسے سمندر میں پھینک آئے۔ صرف یہ بریف کیس ایسا ہے جس کے ذریعے کسی کو بھی اس رقم کا سراغ مل سکتا ہے۔"

پاشا نے اسے خالی کیا، پھر ایک جوان سے کہا۔ "تم اسے سمندر میں پھینک آؤ۔"

اس جوان نے پوچھا۔ "فرہاد صاحب! ہمارے اس کاٹیج کے پیچھے ایک گہرا کنواں ہے۔ کیا اس میں اسے پھینکا جا سکتا ہے؟"

"ہاں، پھینک آؤ۔"

وہ خالی بریف کیس لے کر چلا گیا۔ پاشا نے کہا۔ "فرہاد صاحب! میری حیرانی دور کیجیے۔ آپ نے اتنی جلدی اتنی بڑی رقم کیسے حاصل کر لی؟"

"جب میں کسی کے دماغ میں پہنچ جاتا ہوں تو کیا کسی کی تجوری میں نہیں پہنچ سکتا؟"

"بے شک، اس میں کیا شک ہے۔ آپ دنیا کی ہر تجوری اور خزانے تک پہنچ سکتے ہیں۔ آپ کس قدر دولت مند ہوں گے اس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بھائی! میری جیب میں ایک پھوٹی کوڑی نہیں رہتی۔ دنیا کے کسی بھی چھوٹے بڑے بینک میں میرا کوئی اکاؤنٹ نہیں ہے۔"

"آپ دنیا کے ہر ملک میں جاتے ہیں اور آپ کا کہیں اکاؤنٹ نہیں ہے؟ تعجب ہے! اچھا سمجھ گیا۔ آپ کے گھر میں آپ کی ذاتی تجوری میں دنیا کے قیمتی ہیرے جواہرات ضرور ہوں گے!"

"میرا کوئی گھر نہیں ہے تو ذاتی تجوری کہاں سے آئے گی؟"

پاشا نے پوچھا۔ "لیکن ایسا کب تک ہوگا؟ کیا آپ کے بڑے بچوں کو اپنے گھر کی اور دولت کی خواہش نہیں ہوتی؟"

"خواہش کیسے نہیں ہوتی؟ جب تک ٹیلی پیتھی کا علم ہمارے ساتھ ہے، مصیبتیں بھی ہمارے ساتھ رہیں گی۔ یہ بڑے ممالک اور خطرناک تنظیموں کے جرائم پیشہ افراد ہمیں سکون سے کبھی گھر میں نہیں رہنے دیں گے۔ ہمارا گھر ہوگا تو اسے کھنڈر بنا دیا جائے گا۔ دولت ہوگی تو لوٹ لی جائے گی۔"

"آپ نے کبھی سوچا کہ بڑھاپے میں کیا ہوگا؟"

"ہاں، سوچا ہے۔ میرا دماغ دوسرے بوڑھوں کی طرح کمزور ہوگا، میں خیال خوانی نہیں کر سکوں گا۔ دنیا کا ہر بوڑھا اپنی اولاد کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ اولاد سعادت مند ہو تو اس کا بڑھاپا آرام سے گزر جاتا ہے۔ ورنہ وہ کسی خیراتی ادارے میں کھانستے کھانستے اور بلغم تھوکتے تھوکتے مر جاتا ہے۔"

"لیکن آپ کا بڑھاپا دوسروں سے مختلف ہوگا۔ دشمنوں کو جیسے ہی علم ہوگا کہ آپ بوڑھے اور کمزور ہو چلے ہیں تو وہ خدانخواستہ پہلی فرصت میں آپ کو ختم کر دیں گے۔"

"مارنے والے سے بچانے والا زیادہ طاقتور ہے۔ خداوند کریم نے مجھے دو بیٹے دیے ہیں۔ دونوں سعادت مند ہیں۔ دونوں ہی دلیر، ذہین اور ہر طرح کے علوم و فنون سے مالا مال ہیں۔ میرا خیال ہے، اولاد اچھی اور مضبوط ہو تو بوڑھے باپ کے لیے اس سے مضبوط قلعہ کوئی نہیں ہوتا۔"

وہ جوان بریف کیس کنوئیں میں پھینک کر آگیا۔ میں نے کہا۔ "پاشا! میں ان تمام جوانوں کے دماغوں میں جا کر انھیں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ یہ میرے وفادار رہیں گے۔ تم اپنے وعدے کے مطابق ہر جوان کو دس ہزار ڈالر ادا کر دو۔ جب میں اپنے بچوں کے ساتھ یہاں سے جاؤں گا تو انھیں کچھ اور رقم بھی انعام کے طور پر ملے گی۔"

ماٹی پاشا نے دو لاکھ ڈالر الگ کر کے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ "تم بیس جوان ہو۔ دس ہزار کے حساب سے بانٹ لو۔"

ایک جوان نے کہا۔ "یہ ہماری زندگی کا پہلا سودا ہے، کام سے پہلے ہی دام مل رہے ہیں۔ بہتر ہوتا، اگر ہمیں کوئی کام بتایا جاتا۔"

میں نے کہا۔ "سپر ماسٹر، ماٹی پاشا کے اڈے کو جانتا ہے۔ وہاں میرے بچے زیادہ دیر محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔ یہ بتاؤ ان کے لیے یہاں محفوظ جگہ کون سی ہو سکتی ہے؟ مجھے صرف ایک رات کے لیے جگہ چاہیے۔"

"صرف ایک رات کے لیے کیوں؟"

"کل سے وہ سلطانہ آفندی کے محل میں رہیں گے۔"

سب نے چونک کر پاشا کے ماتحت کو دیکھا کیونکہ میں اسی کی زبان سے بول رہا تھا۔ پاشا نے کہا۔ "جناب! ہم بات بات پر حیران ہو رہے ہیں۔ یہ مانتے ہیں کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے حیرت انگیز کارنامے انجام دیے جاتے ہیں لیکن مادام سلطانہ آفندی نہایت مغرور اور ظالم عورت ہے۔ دوست ہوں یا دشمن یا قانون کے محافظ ہوں، کوئی اس کی اجازت کے بغیر اس محل کے احاطے میں بھی قدم نہیں رکھ سکتا۔"

"چونکہ وہاں کوئی قدم نہیں رکھ سکتا، لہٰذا وہاں میرے بچے محفوظ رہیں گے۔ اس سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔"

ایک جوان نے کہا۔ "اگر ایک ہی رات کی بات ہے تو وہ دونوں اسی کاٹیج میں رہ سکتے ہیں۔ ہم سب اس کاٹیج کے باہر جاگتے رہیں گے۔ ایک چیونٹی کو بھی اِدھر نہیں آنے دیں گے۔"

ایک نے پوچھا۔ "کیا انھیں یہاں چھپا کر لایا جائے گا؟"

میں نے کہا۔ "سپر ماسٹر اتنی دیر میں بہت دور تک جال پھیلا چکا ہوگا۔ اس کے آدمیوں کی نظر ماٹی پاشا پر ہوگی کہ یہ کہاں کہاں جا رہا ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے۔ اس کے اڈے کے آس پاس نگرانی کرنے والے موجود ہوں گے۔ میرا بیٹا اور بہو خواہ کسی میک اپ میں آئیں، اڈے سے نکلتے ہی پہچان لیے جائیں گے۔ لہٰذا وہ چھپ کر نہیں آئیں گے۔ انھیں کہیں سے آنے والی اندھی گولیوں سے بچانا تمھارا کام ہے۔"

"آپ ہم پر بھروسا کریں۔ ہم انھیں بہ حفاظت یہاں لے آئیں گے۔"

انھوں نے تین ویگن کاریں لیں۔ پھر پاشا کے ساتھ اس کے اڈے میں پہنچ گئے۔ جوجو ہوش میں تھی، ایک بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ وہ بہت کمزور لگ رہی تھی۔ اسے یاد نہیں تھا کہ کس طرح اسے ایک انجکشن کے ذریعے دیوانگی میں مبتلا کیا گیا تھا۔ اور اس کی بے ہوشی کے دوران پارس پر کیا گزرتی رہی تھی۔ میں نے کوڈ ورڈز کے ساتھ پارس کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا۔ "یس پاپا!"

میں نے کہا۔ "جوجو بہت کمزور ہے۔ سپر ماسٹر اس کے دماغ میں ہر وقت آسکتا ہے اور اسے آلۂ کار بنا کر ہماری پریشانیوں میں اضافہ کر سکتا ہے۔"

"یہی پریشانی مجھے بھی ہے۔"

"میں اسے جلد سے جلد بابا صاحب کے ادارے میں پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ فی الحال تم پاشا اور دوسرے وفاداروں کے ساتھ ایک کاٹیج میں جاؤ۔"

"پاپا! یہاں اور وہاں میں کیا فرق ہے۔ سپر ماسٹر جوجو کے دماغ میں رہ کر معلوم کرے گا کہ وہ دوسری جگہ کہاں ہے۔ حملہ یہاں بھی ہو سکتا ہے، وہاں بھی ہو سکتا ہے۔"

"فرق ہے بیٹے! یہ اڈا بدنام ہے۔ سپر ماسٹر یہاں قانون کی مدد سے حملہ کر سکتا ہے۔ کسی کاٹیج وغیرہ پر صرف اس کے آلۂ کار ہی حملہ کر سکتے ہیں۔ ان سے ہمارے وفادار نمٹ لیں گے۔"

اسی وقت ماٹی پاشا نے وہاں پہنچ کر کہا۔ "پارس بابا! آپ کے پاپا نے..."

پارس نے بات کاٹ کر کہا۔ "دوسری جگہ ہماری رہائش کا انتظام کیا ہے؟"

وہ جھینپ کر بولا۔ "میں بھول گیا تھا کہ ٹیلی پیتھی مجھ سے پہلے آپ کے پاس پہنچ سکتی ہے۔"

"مسٹر پاشا! مجھے یہ بتائیں، ہم یہاں سے کس طرح دوسری جگہ جائیں گے؟"

"آپ اپنی شریکِ حیات کے ساتھ ایک وگن کار میں بیٹھیں گے۔ ہماری گاڑیاں آپ کے آگے پیچھے ہوں گی۔"

پارس نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "پاپا! اسے سمجھا لینے۔ یہاں سے اس کا ایک آدمی زنانہ لباس پہن کر اس وگن کار میں بیٹھے گا۔ دوسرا آدمی میرا لباس پہن کر اس کے ساتھ جائے گا۔ ان کے جانے کے بعد میں جوجو کے ساتھ تنہا کسی گاڑی میں جاؤں گا۔"

میں نے کہا۔ "پلاننگ اچھی ہے لیکن یہ بھول رہے ہو کہ سُپر ماسٹر جوجو کے پاس رہ کر تمھارے فراڈ کو سمجھ لے گا۔"

"وہ نہیں سمجھ پائے گا۔ آپ جوجو کے دماغ پر قبضہ جما کر رہیں گے، اس کے دماغ کو لاک رکھیں گے۔ کیا میرا آئیڈیا غلط ہے؟"

"ونڈر فل آئیڈیا۔ میں بھول گیا تھا کہ میں اس کے دماغ کو کچھ دیر تک لاک رکھ سکتا ہوں۔"

"کیا سُپر ماسٹر، پاشا کے دوسرے آدمیوں کو ٹریپ کر سکتا ہے؟"

"نہیں، وہ سب باڈی بلڈر ہیں۔ وہ سوچ کی لہروں کو دماغ میں جگہ نہیں دیں گے۔"

میں نے پاشا کو سمجھایا کہ اب پارس اور جوجو کی جگہ ان کے لباس میں اس کے دو آدمی جائیں گے۔ اس کے حکم پر اس کے ایک آدمی نے زنانہ لباس پہنا، دوسرے نے پارس کا لباس پہن لیا۔ میں نے جوجو کے دماغ میں آ کر ایک ساعت کے لیے اس کی سانس روکی تاکہ سُپر ماسٹر چُھپا ہو تو سانس روکتے ہی نکل جائے۔ پھر میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔

اب سُپر ماسٹر، جوجو کے پاس جگہ نہ ملنے سے یہی سوچے گا کہ ہم اس کے دماغ کو لاک کر کے پارس کے ساتھ کسی دوسری جگہ منتقل کر رہے ہیں۔ ان حالات میں اسے اپنے ان آدمیوں پر تکیہ کرنا پڑے گا جو اڈے کے باہر نگرانی میں مصروف ہوں گے۔ تھوڑی دیر بعد یہی ہوا۔ پاشا اور دوسرے وفادار اس وگن کو اپنے گھیرے میں لے کر اڈے سے چلے۔ نگرانی کرنے والوں نے اس وگن میں ایک عورت اور ایک مرد کو بیٹھتے دیکھا۔ سُپر ماسٹر نے بہت پہلے جوجو کے ذریعے اس کے اور پارس کے لباس کو دیکھا تھا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو ان کے لباس کا رنگ اور ڈیزائن سمجھا دیا تھا۔ پھر وہ دھوکا کیسے نہ کھاتے؟ جیسے ہی وہ گاڑیاں اڈے سے نکل کر تھوڑی دور گئیں، ان پر فائرنگ شروع ہو گئی۔

ماٹی پاشا پوری تیاریوں کے ساتھ آیا تھا۔ اس کے آدمی جوابی فائرنگ کرتے ہوئے گاڑیاں تیز رفتاری سے نکال لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ کوشش دشمنوں کو اور یقین دلا رہی تھی کہ پارس اور جوجو اسی وگن میں موجود ہیں۔ وہ جس راستے سے گزر رہے تھے وہاں کے لوگ راستہ چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ دوسری گاڑیوں والے

اپنی سمتیں بدل رہے تھے۔ دشمنوں کو اس بات کی پروا نہیں تھی کہ دہشت پھیلے گی۔ وہ کسی بھی طرح جوجو اور پارس کو ہلاک کر دینا چاہتے تھے۔ انھیں اس سے اچھا موقع پھر شاید مشکل ہی سے ملتا۔

دشمنوں کی ایک گاڑی کا پہیہ برسٹ ہو گیا تھا۔ ڈرائیور اسے قابو میں نہ رکھ سکا۔ وہ گاڑی تیزی سے گھوم کر ایک دکان کے شیشے کو توڑتی ہوئی اندر گھس گئی۔ پاشا کی بھی ایک گاڑی کو نقصان پہنچا۔ وہ سامنے سے آنے والی گاڑی سے ٹکرا کر دوسری طرف گھوم گئی۔ اس کے باوجود دونوں طرف سے فائرنگ جاری تھی۔ گاڑیاں ایک دوسرے سے آگے پیچھے دوڑتی جا رہی تھیں۔ کاٹیج پہنچنے سے پہلے پولیس کی گاڑیاں آ گئی تھیں۔ وہ دور ہی دور سے انھیں للکار رہی تھیں۔ میگا فون کے ذریعے انھیں وارننگ دی جا رہی تھی کہ فائرنگ بند نہ کی اور انھوں نے خود کو پولیس کے حوالے نہ کیا تو دہشت گردوں کے ساتھ سختی سے نمٹا جائے گا۔

ماٹی پاشا اپنی گاڑی میں لگے ہوئے لاؤڈ اسپیکر سے کہہ رہا تھا: "میں ماٹی پاشا قانون کا احترام کرتا ہوں۔ یہ نامعلوم دہشت گرد نہ جانے کیوں مجھے اور میرے آدمیوں کو مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں دفاع کر رہا ہوں۔ قانون کے محافظ ان دہشت گردوں کو روکنے کی کوشش کریں۔"

جو غنڈے پاشا وغیرہ کا تعاقب کر رہے تھے، وہ اتنے دلیر نہیں ہو سکتے تھے کہ پولیس کی آمد پر فائرنگ اور تعاقب جاری رکھتے۔ سُپر ماسٹر ان کے دماغوں میں جا کر انھیں مجبور کر رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ موقع ہاتھ سے نکل رہا ہے تو اس نے ایک آلۂ کار سے کہا:

"ایک ہینڈ گرینیڈ تیار رکھو، میں ابھی تمھارے پاس آؤں گا۔"

وہ اس کے دماغ سے نکل کر اسی گاڑی کے ڈرائیور کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ بڑی خطرناک حد تک رفتار بڑھاتے ہوئے اسے وگن کے قریب لے جانے لگا جس میں اسے یقین تھا کہ پارس اور جوجو موجود ہیں۔ قریب پہنچتے ہی اس نے ڈرائیور کے دماغ سے نکل کر پیچھے بیٹھے ہوئے شخص کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ ہینڈ گرینیڈ اس کے منہ کے پاس لے جا کر اس کی چابی نکالی، پھر ایک دو تین چار پانچ چھ تک گن کر ہینڈ گرینیڈ کو اس وگن کے اندر پھینک دیا۔ چار سیکنڈ کے اندر ہی زبردست دھماکا ہوا۔ وگن کے کچھ ٹکڑے فضا میں اُڑے اور انسانی چیخیں سنائی دیں۔ آگے پیچھے جانے والی گاڑیاں اِدھر اُدھر ہو کر رُک گئیں۔ اب نہ کسی کو بھاگنے کی ضرورت تھی اور نہ کوئی تعاقب کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنی دانست میں پارس اور جوجو کو ہلاک کر چکے تھے۔

مسلح سپاہیوں نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ سب نے ہتھیار پھینک دیے۔ ماٹی پاشا نے کہا۔ "مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ ان غنڈوں نے میری وگن میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ مجھے انصاف دیا

جائے، ان سے پوچھا جائے، آخر یہ کون لوگ ہیں؟"

پولیس افسران نے کہا۔ "تم سب تھانے چلو۔ وہاں تمھارا بیان لیا جائے گا۔"

وہ انھیں پولیس اسٹیشن لے جانے لگے۔ ایسے ہی وقت مجھے پرائی سوچ کی لہر محسوس ہوئی۔ میں نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

سُپر ماسٹر کی آواز سنائی دی۔ "تم مکاری میں شیطان کے بھی باپ ہو۔"

"ابھی میں نے تمھارا باپ بننے کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ کام کی بات کرو۔"

"میں نے سوچا تھا، ہینڈ گرینیڈ کے دھماکے سے جوجو اور پارس یا تو ہلاک ہوں گے یا پھر زخمی ہوں گے، مجھے دماغ میں جگہ مل جائے گی۔ لیکن میرے پہنچتے ہی پارس نے سانس روک لی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ پوری وگن دھماکے سے اُڑ گئی ہو اور تمھارا بیٹا زخمی ہو کر دماغی طور پر کمزور نہ ہوا ہو۔"

"آگے بولو۔"

"میں نے جوجو کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ اس کا دماغ پہلے کی طرح لاک ہے۔ اگر وہ بھی زخمی ہوتی تو میرا راستہ صاف ہو جاتا۔ مر چکی ہوتی تو اس کے مقفل دماغ کا پتا نہ چلتا۔ تم نے اس وگن میں ڈمی جوجو اور پارس کو بھیجا تھا۔"

"میں نے کیا کیا تھا اور کیا کر رہا ہوں، یہ تمھیں رفتہ رفتہ معلوم ہو جائے گا۔ ویسے تم حد سے بڑھ گئے ہو۔ آج تم نے میرے بیٹے اور بہو کو ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اب میری انتقامی کارروائی کتنی بھیانک ہو گی، یہ تمھیں تھوڑی دیر بعد معلوم ہو جائے گا۔ ناؤ گیٹ آؤٹ!"

وہ شاید کچھ اور کہنا چاہتا تھا، میں نے سانس روک لی۔ وہ باہر نکل گیا۔ میں ایک باڈی بلڈر کے پاس پہنچا۔ وہ سب تھانے میں تھے۔ سُپر ماسٹر کے جن آدمیوں نے تعاقب کیا تھا، وہ بیان دے رہے تھے۔ "جناب! ہم فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی سے مجبور تھے۔ وہ ہمارے دماغوں میں آ کر ہمیں ان کا تعاقب کرنے اور فائرنگ کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔"

ماٹی پاشا نے پولیس آفیسر سے کہا۔ "جناب! یہ سراسر جھوٹ ہے۔ یہ لوگ سُپر ماسٹر کے غنڈے ہیں۔ سُپر ماسٹر ٹیلی پیتھی جانتا ہے مگر خود کو ظاہر نہیں کرتا۔ فرہاد صاحب کے نام سے ایسی واردات کر کے انھیں بدنام کرنا چاہتا ہے۔"

پولیس افسر نے پوچھا۔ "کیا مسٹر فرہاد تمھارے بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں؟"

میں نے باڈی بلڈر کی زبان سے کہا۔ "جی ہاں، میں فرہاد علی تیمور اس شخص کی زبان سے بول رہا ہوں۔"

افسر نے تعجب سے باڈی بلڈر کو دیکھا، پھر کہا۔ "یہ تو کھیل تماشا لگتا ہے۔ میں کیسے یقین کروں کہ مسٹر فرہاد بول رہے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "آپ کی کیپ میز پر رکھی ہے اور آپ کرسی پر بیٹھے ہیں۔ پختہ ارادہ کر لیں کہ کیپ سر پر نہیں رکھیں گے اور کرسی نہیں چھوڑیں گے۔ میں آپ کے دماغ میں آ کر آپ کے ارادے کے خلاف ایسا کراؤں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں پختہ ارادہ کرتا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے کیپ اٹھا کر سر پر رکھی، پھر کرسی چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے تعجب سے خود کو دیکھا، پھر کرسی پر نظر ڈالی۔ اس کے بعد میز پر کیپ نظر نہیں آئی۔ اس نے جلدی سے سر پر ہاتھ رکھا، پھر کہا۔ "کمال ہے! مجھے بس یوں لگا جیسے میں چند ساعتوں کے لیے گم ہو گیا ہوں، اب دیکھ رہا ہوں، اپنے ارادے کے خلاف کرسی چھوڑ چکا ہوں اور کیپ سر پر ہے۔"

میں نے کہا۔ "آپ یقین کر لیں کہ فرہاد آپ کے دماغ میں بول رہا ہے۔"

"مسٹر فرہاد! میں بہت خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ اپنے دماغ میں آپ کی آواز عجیب سی لگ رہی ہے۔"

"اب آپ یقین کریں کہ سُپر ماسٹر بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور میرے نام سے ان غنڈوں کو ٹریپ کرتا رہا ہے۔"

"بے شک، مجھے یقین کرنا چاہیے۔ ان غنڈوں کی زیادتی بھی ہے۔ انھوں نے ماٹی پاشا کی وگن برباد کی اور اس میں بیٹھے ہوئے ڈرائیور سمیت تین افراد کو ہلاک کیا ہے۔"

"کیا میں امید کروں کہ آپ ماٹی پاشا اور میرے تمام وفاداروں کو رہا کر دیں گے؟"

"میں ان کے تحریری بیانات لے کر جانے کی اجازت دے دوں گا۔ بائی دی وے، سُپر ماسٹر آپ کا دشمن کیوں ہے؟"

"یہ بین الاقوامی طرز کی دشمنی ہے۔ تمام بڑے ممالک کے حکمرانوں کو یہ سوچ کر نیند نہیں آتی کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی وقت بھی کسی ملک کو بھی تباہ کر سکتا ہوں۔ یا شاید ان کے دماغوں میں پہنچ کر ایک ملک کے راز معلوم کرتا ہوں اور دوسرے ملک تک پہنچا دیتا ہوں۔ میری خیال خوانی کو برسوں گزر چکے ہیں، لیکن نہ تو میں نے کسی ملک کو تباہ کیا اور نہ ہی کسی نے یہ ثابت کیا ہے کہ میں کسی ملک کے اہم راز چُرایا کرتا ہوں۔"

افسر نے پوچھا۔ "وگن میں ہلاک ہونے والے کون ہیں؟"

"بے چارے میرے بیٹے اور بہو پر قربان ہو گئے۔ کرائے کے

لوگ تھے۔ میں ان قربانی دینے والوں کے پسماندگان کو آرام سے زندگی گزارنے کے لیے بڑی بڑی رقمیں دوں گا۔ مرنے والوں کے لیے افسوس ظاہر کروں گا۔ مجھے واقعی ان کے لیے افسوس ہے۔"

میں نے تھوڑی دیر تک اس سے باتیں کیں، پھر سپر ماسٹر کے ملک کے ایک سربراہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا۔ "مسٹر فرہاد! آپ نے کبھی میرے پاس آنے کی زحمت نہیں کی آج کیا بات ہے؟"

"آج خاص بات ہے۔ آپ جانتے ہیں، میں کوئی سیاسی آدمی نہیں ہوں۔ اگر ہوتا تو آپ کے ملک کے اہم راز میرے سینے میں دفن نہ رہتے، یہ دوسری سپر طاقت تک پہنچ جاتے۔"

"بے شک کسی بھی ملک کا راز ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے لیے راز نہیں رہتا۔ آپ تمام ممالک کے راز جانتے ہیں، مگر کسی کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرتے۔"

"میں صرف آپ کے ملک کی بات کر رہا ہوں۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں، آپ نے میرے ملک کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا..."

"اب پہنچاؤں گا۔"

وہ چونک کر بولا "کیا آپ سنجیدہ ہیں؟"

"میرا آپ سے مذاق کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔"

"لیکن آپ اچانک ہی ہمارے خلاف کیوں ہو گئے؟ کیا ماسک مین سے کوئی بڑا سودا طے ہو گیا ہے؟"

میں نے پوچھا "کوئی بھی سودا کتنا بڑا ہو سکتا ہے؟ کوئی مجھے کتنی دولت دے سکتا ہے؟ جبکہ میں ایک دن میں ساری دنیا کی دولت جبراً حاصل کر سکتا ہوں۔ جو جبر کرنے کی طاقت رکھتا ہے، وہ کسی سے سودا نہیں کرتا۔"

"پھر آپ نقصان کیوں پہنچانا چاہتے ہیں؟"

"میں اس کا جواب بھی دوں گا۔ پہلے آپ اپنی حکومت کے تمام عہدیداروں اور مشیروں کو ایک گھنٹے کے اندر ہنگامی اجلاس کے لیے طلب کریں۔ میں ٹھیک ایک گھنٹے بعد آؤں گا۔ اگر ہنگامی اجلاس نہ ہوا تو میں وجہ بتائے بغیر اس ملک میں ایسی تباہی لاؤں گا کہ آپ برسوں تک اپنا نقصان پورا نہیں کر سکیں گے۔ سو فلمہ"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ ماٹی پاشا کے ماتحت کے دماغ میں پہنچا۔ پاشا اور دوسرے وفادار تھانے سے واپس آ گئے تھے۔ اس کاٹیج میں داخل ہوتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ ایک نے کہا "ہم نے جان کی بازی لگا دی۔ دشمنوں کی فائرنگ کا منہ توڑ جواب دیا... فرہاد صاحب نے تھانے پہنچ کر ہماری طرف سے صفائی پیش کر دی۔ ان کے پاس غضب کا علم ہے، سبھی متاثر ہو جاتے ہیں۔ لیکن اتنی بھاگ دوڑ کا فائدہ کیا ہوا؟"

وہ بڑے سے ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے۔ ماٹی پاشا نے

"اس دنگے میں میرے تین آدمی مارے گئے، ان کا افسوس نہیں سب مرنے مارنے والی زندگی گزار رہے ہیں۔ مگر واقعی اتنی بھاگ دوڑ کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بات جہاں تھی، وہیں رہ گئی۔ ان کے اور بہو اس محفوظ پناہ گاہ تک نہ آ سکے۔ میرے اڈے میں

پارس نے ایک کمرے سے نکل کر کہا "ہم آ گئے ہیں۔"

سب کے سب حیرانی سے اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ ماٹی نے پوچھا "آپ اور یہاں؟"

"جی ہاں، میں اکیلا نہیں ہوں۔ میری شریکِ حیات بھی اس کمرے میں آرام سے لیٹی ہوئی ہے۔"

"لیکن آپ یہاں کس طرح آ گئے؟"

"جیسے عام لوگ آتے ہیں۔ کھلے عام فائرنگ ہو رہی تھی۔ جان بچانے کے لیے ادھر سے اُدھر بھاگ رہے تھے۔ میں نے اور نے ایک گاڑی والے سے لفٹ مانگی۔ اس کے انکار پر سو ڈالر کا نوٹ دکھایا۔ اس نے پھر انکار کیا تو ریوالور دکھایا۔ اس نے بڑی سے یہاں پہنچا دیا۔"

"کیا اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ دشمن آپ کو دیکھ سکتے"

"کیسے دیکھتے؟ اڈے کے پاس نگرانی کرنے والے سب تم لوگوں کا تعاقب کر رہے تھے۔ وہاں کوئی دشمن نہیں رہا تھا دو چار ہوتے تو میں ان سے نمٹ کر چلا آتا۔ بہرحال آ چکا ہوں"

پاشا نے تمام وفاداروں سے کہا "اب اس کاٹیج کے صرف دو آدمی رہیں گے۔ ایک وہ جو یہاں کی صفائی کرے گا پارس صاحب کی ضرورت کا خیال رکھے گا۔ دوسرا ان کے لیے گا۔ فرہاد صاحب خیال خوانی کے ذریعے دونوں کو چیک کریں گے اس طرح دشمن ان کے خلاف کوئی چال نہیں چل سکے گا کیونکہ"

میں نے کہا "تم ٹھیک کہتے ہو۔ باقی آدمی باہر رہ کر باری پہرا دیتے رہیں گے۔"

میں نے آرمی کے پاس پہنچ کر جوجو اور پارس کی مختصر روداد سنائی، پھر کہا "تم خیال خوانی کے ذریعے کبھی جوجو کے پاس اور کبھی وفاداروں کے پاس آتے جاتے رہو۔ کوئی خطرہ محسوس کرو تو مجھے اطلاع دو۔"

میں نے اسے ایک وفادار کے دماغ میں پہنچایا۔ ان کا آپس میں تعارف کرایا تاکہ وہ بھی کوڈ ورڈز کے ذریعے رابطہ قائم رکھ سکے۔ اس کے بعد آرمی خود ہی تمام وفاداروں کے دماغوں تک پہنچے گا۔ میں اس ہنگامی اجلاس میں پہنچ گیا۔ وہاں بری، بحری اور فضائی افواج کے سربراہ اور میری توقع کے مطابق سپر ماسٹر بھی موجود تھا۔

میں نے ایک عہدیدار کی زبان سے کہا "میں فرہاد علی تیمور آپ لوگوں کے درمیان موجود ہوں۔ سپر ماسٹر کی موجودگی بتا رہی ہے کہ آپ لوگوں کو میرے اشتعال میں آنے کا سبب معلوم ہو چکا ہے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "ہاں میں نے بتا دیا ہے، تمہارا بیٹا اور بہو میرے ہاتھوں فنا ہونے والے تھے۔ تمہاری بروقت تدبیر نے انھیں بچا لیا۔ تم مشتعل ہونے میں حق بجانب ہو، یہی ایسا تو ہوتا ہے۔ یہ سبھی کہتے ہیں کہ محبت اور جنگ میں سب جائز ہے۔ کیا تمہاری ٹیلی پیتھی سے ہمیں کبھی نقصان نہیں پہنچا؟"

میں نے جواب دیا۔ "اب تک میں نے تمہارے معمولی مہروں کو نقصان پہنچایا ہے۔ ایک بار پھر میری ہسٹری پڑھو، تمہیں معلوم ہوگا کہ آج تک میں نے کسی مخالفت کرنے والے کی ماں، بہن، بھائی، بیٹی، یا بیٹے کو نقصان نہیں پہنچایا۔ اگر اس اجلاس میں طے ہو جائے کہ واقعی محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے تو یہاں بیٹھے ہوئے تمام عہدیدار اپنے اپنے گھروں میں جا کر ماتم کریں گے۔ میں ان میں سے ہر ایک کی ماں، بہن، بھائی، بیٹی اور بیٹے کے دماغوں میں پلک جھپکتے ہی پہنچ سکتا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "مسٹر فرہاد! ایسا تمہارے عزیزوں کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ تمہارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والے تین ہیں۔ میرے پاس پانچ ہیں۔"

"تم میرے عزیزوں کے ساتھ ایسا کر ہی رہے ہو۔ پھر دھمکی دینے کے لیے اور کیا رہ گیا ہے؟"

"فرانسیسی حکومت برسوں سے تمہاری دوست اور محافظ ہے۔ میں وہاں تباہیاں پھیلا کر اس حکومت کو تمہارے خلاف کر سکتا ہوں۔"

میں نے پوچھا "اس حکومت کی دشمنی سے میرا کیا بگڑے گا؟"

"تمہارے رشتے داروں اور چاہنے والوں کی پناہ گاہیں ختم ہو جائیں گی۔ اس حکومت کے ایک نوٹس پر تم لوگوں کو بابا صاحب کے ادارے سے نکال دیا جائے گا۔"

میں نے کہا "شاید یہ بات اب تک تمہارے علم میں نہیں آئی ہے کہ میرے تمام رشتے دار اور چاہنے والے پیرس سے نکل چکے ہیں۔ تم اور تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں کر سکیں گے۔"

میری بات سن کر اسے چپ لگ گئی۔ میں نے کہا "اب ذرا غور کرو، تم فرانس میں تباہیاں پھیلاؤ گے تو میرے باپ کا کیا جائے گا البتہ میں تمہارے ملک میں تباہیاں پھیلاؤں گا تو تمہارے باپ کا بھی جائے گا، تمہاری قوم کا بھی جائے گا اور تمہارے ملک کا سپر پاور ہونا ماضی کا ایک فسانہ بن جائے گا۔"

وہاں بیٹھا ہوا کوئی عہدیدار اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ میرا کوئی گھر نہیں تھا، کوئی ملک نہیں تھا، کوئی سرزمین نہیں تھی وہ

میری کسی چیز کو تباہ کرنے کی دھمکی دے کر نہ تو مرعوب کر سکتے تھے، نہ اپنا پابند بنا سکتے تھے۔ ایک عہدیدار نے کھنکھار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ "ایک دوسرے کو چیلنج کرنا محض بچکانہ پن ہے۔ ہمیں دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنا چاہیے۔"

میں نے کہا۔ "میری احتیاطی تدابیر کے نتیجے میں آپ لوگ دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن سپر ماسٹر نے جو کچھ کیا اس کے نتیجے میں میری طرف سے تھوڑی دشمنی ضرور ہوگی۔"

وہ سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ سپر ماسٹر نے کہا۔ "تم بہت اکڑتے ہو۔ اگر میں بھی یہ ملک چھوڑ دوں، میرا کوئی گھر نہ ہو اور سپر ماسٹر کی ذمے داری نہ ہو تو مجھے بھی پروا نہیں ہوگی کہ تم اس ملک کا کیا حشر کرتے ہو۔ میں ہر طرح سے آزاد ہو کر تم سے نمٹنا شروع کردوں گا تو تمھاری راتوں کی نیند حرام ہو جائے گی، دن کا سکون غارت ہو جائے گا۔ تمھیں کسی ملک میں پناہ نہیں ملے گی۔ تم اپنے اور اپنے خون کے رشتوں کی حفاظت کے لیے مارے مارے پھرتے رہو گے۔ میں نے بھی سوچ رکھا ہے، جب پانی سر سے گزر جائے گا تو ایسے ہی اقدامات کروں گا۔"

ایک اعلیٰ عہدیدار نے سپر ماسٹر سے سخت لہجے میں کہا۔ "بکواس بند کرو، تم جوش میں آکر یہ کہہ رہے ہو کہ سپر ماسٹر کے عہدے سے استعفا دو گے۔ اس کے بعد تمھیں ہمارے ملک کی تباہی کی کوئی پروا نہیں ہوگی۔ کیا اسی دن کے لیے تمھیں ٹرانسفارمر مشین سے گزارا گیا ہے؟ کیا تم اس طرح محبِ وطن ہونے کا ثبوت دے رہے ہو؟"

سپر ماسٹر نے کہا۔ "میں محبِ وطن ہوں، میں نے صرف فرہاد کی دھمکی کے جواب میں دھمکی دی ہے۔"

"مسٹر فرہاد اپنی دھمکیوں پر کسی وقت بھی عمل کرسکتے ہیں، کیا تم ایسا کرسکتے ہو؟"

وہ چپ رہا۔ ایک فوجی جنرل نے کہا۔ "سپر ماسٹر! تم نے مسٹر فرہاد کے بیٹے اور بہو پر قاتلانہ حملہ کرا کے بہت بڑی حماقت کا ثبوت دیا ہے۔"

دوسرے عہدیدار نے کہا۔ "تمھیں اس کے لیے تحریری طور پر معافی مانگنا ہوگی اور یہ عہد کرنا ہوگا کہ آئندہ تم مسٹر فرہاد کے کسی بھی فیملی ممبر پر قاتلانہ حملہ نہ کرو گے، نہ کراؤ گے۔"

میں نے کہا۔ "یہ آپ کا سپر ماسٹر ہے۔ اس کے تحریری معافی مانگنے سے آپ معاف کردیں گے لیکن میں نہیں کروں گا۔"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"میں اس کی حسرت پوری کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اسے سپر ماسٹر کے عہدے سے سبکدوش کردیں تاکہ یہ ہر طرح سے آزاد ہو کر میرا جینا حرام کردے۔"

"مسٹر فرہاد! یہ اس کی پہلی غلطی ہے۔ ہم اسے عہدے سے ہٹا نہیں سکتے۔"

"اسے ہٹا دینے میں آپ کے ملک کا فائدہ ہے۔ میں آپ کے ملک سے نہیں، اس سے انتقام لوں گا۔"

"پلیز! آپ سپر ماسٹر کے چیلنج کو بھول جائیں۔ کچھ اس طرح انتقام لیں کہ ہمارا نقصان نہ ہو اور آپ کے دل کی بھڑاس نکل جائے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیوں سپر ماسٹر! ہم آپس میں نمٹ لیں؟"

اس نے حقارت سے کہا۔ "میں تیار ہوں۔ دیکھتا ہوں تم میرا کیا بگاڑ لوگے۔"

میں جس عہدیدار کی زبان سے بول رہا تھا، اس نے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ اس کانفرنس ہال کا دروازہ کھلا۔ ایک مسلح باڈی گارڈ اندر آکر ادب سے کھڑا ہوگیا۔ عہدیدار نے کہا۔ "ایک گلاس پانی لاؤ۔"

باڈی گارڈ یس سر کہہ کر جانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکالتے ہی چشم زدن میں پلٹ کر فائر کیا۔ سپر ماسٹر کے حلق سے چیخ نکلی۔ گولی اس کے بازو میں پیوست ہو گئی تھی۔ تمام عہدیدار اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑے ہو گئے تھے۔ باہر سے کتنے ہی مسلح سپاہی دوڑتے ہوئے آ گئے تھے۔ میں نے کہا۔ "ہالٹ!"

آنے والے رک گئے۔ اس باڈی گارڈ کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا۔ میں نے کہا۔ "اس باڈی گارڈ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں اس کے دماغ میں ہوں۔ میں نے اس کے ہاتھ سے گولی چلائی ہے۔ سپر ماسٹر نے آپ سب کے سامنے ابھی کہا تھا، 'دیکھتا ہوں تم میرا کیا بگاڑ لوگے۔' تو بھائیو! تم اپنے سپر ماسٹر سے محروم ہو چکے ہو۔ یہ زندہ ہے اور پتا نہیں کب تک زندہ رہے گا، لیکن خیال خوانی نہیں کرسکے گا۔ ہم خیال خوانی کرنے والے باری باری اس کے دماغ میں آئیں گے اور گولی کے زخم کو کبھی بھرنے نہیں دیں گے۔"

پھر میں نے سپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "کیا مجھے آنے سے روک سکتے ہو؟"

وہ تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "بول میاں مٹھو! کیا میرے بچوں کے اغوا میں اسرائیلی شامل تھے؟"

وہ بولنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے دماغی جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیختا ہوا فرش پر تڑپنے لگا۔ کچھ سپاہی اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "ایک تو گولی کا زخم ہے، دوسرے دماغی جھٹکے کھانا چاہتے ہو۔ تمھاری مرضی ہے، تو میں ایک اور جھٹکا پہنچا رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے تڑپ کر چیختے ہوئے بولا۔ "تمھیں میں بتا رہا ہوں۔ مجھے جھٹکے نہ دو۔ میں پارس اور جوجو کو قیدی بنا کر تل ابیب میں رکھنا چاہتا تھا۔ میرے اس منصوبے میں اسرائیلی حکومت شامل تھی۔ جب ہم نے دیکھا، ناکامی ہو رہی ہے تو میں نے دونوں کو ہلاک کرنا چاہا۔ مجھے معاف کردو، پلیز! دماغی جھٹکے نہ پہنچاؤ۔"

میں نے ایک عہدیدار کی زبان سے کہا۔ "سن لیا آپ لوگوں نے! میں ان یہودیوں سے جس طرح انتقام لوں گا... اس کے نتیجے میں وہ توبہ توبہ کریں گے۔ میں جانے سے پہلے آپ لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیتا ہوں، آئندہ خوب سوچ سمجھ کر دوسرے سپر ماسٹر کا انتخاب کریں اور اسے سمجھا دیں، میرے بیوی بچوں اور دوسرے چاہنے والوں پر قاتلانہ حملہ کرنا اپنے ملک کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہوگا۔ اس بار میں اس کمبخت سے انتقام لینے پر اکتفا کر رہا ہوں۔ آئندہ حد سے بڑھ جاؤں گا۔ ویٹس آل۔"

چند سپاہی سپر ماسٹر کو اسٹریچر پر ڈال کر لے جا رہے تھے۔ میں اس کے دماغ میں بیٹھ گیا۔ گولی بازو کے آر پار نہیں ہوئی تھی۔ وہ تکلیف کی شدت سے بے حال ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے دوسرے... ہاتھ کی انگلیوں سے بازو کے زخم کو کریدنا شروع کیا تو اس نے ایک فلک شگاف چیخ ماری۔ اسٹریچر سے اچھل کر نیچے گر پڑا۔ یہ تکلیف کی انتہا تھی۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔

یہ بات طے شدہ تھی کہ اب اس کا زخم بڑھتا جائے گا۔ دماغ کمزور ہوتے ہوتے سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہے گا اور جو دماغ سمجھنے کے قابل نہ رہے وہ بھلا خیال خوانی کیا کرسکے گا۔ میں اس حال میں اسے زندہ رکھ کر دشمنوں کو عبرت ناک سبق سکھانا چاہتا تھا۔ میں نے سونتی کو اس کے متعلق بتایا اور کہا۔ "وہ ابھی بے ہوش ہے، یقیناً آپریشن تھیٹر لے جایا جائے گا۔ اس کے بازو سے گولی نکالی جائے گی جب وہ ہوش میں آئے تو مجھے اطلاع دینا۔ میں پھر اسے اذیت میں مبتلا کروں گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ میرا ہیلی کاپٹر پرنس آئی لینڈ میں اتر رہا تھا۔ میں جانتا تھا، سپر ماسٹر اور اسرائیلیوں کے آلۂ کار فلائنگ کلب اور ساحلی علاقوں پر نظر رکھیں گے۔ ہر آنے والے کا پیچھا کریں گے، اس کے متعلق پوری تفصیلات معلوم کریں گے۔ انھیں یقین ہوگا کہ جوجو اور پارس کی حفاظت کے لیے ہم میں سے کوئی اس جزیرے میں آئے گا۔ اگرچہ سپر ماسٹر ناکارہ ہوگیا تھا، لیکن بے کار ہونے سے پہلے جو بیج وہ بو گیا تھا اس کی فصل مجھے کاٹنا تھی۔

میری زندگی میں ایسے مجرم یاد شمن آتے ہیں جو اپنی جسمانی اور دماغی طاقت اور صلاحیتوں سے، اپنے وسیع ذرائع سے اور اپنے خوفناک ارادوں سے زبردست اور ناقابلِ شکست نظر آتے ہیں لیکن اپنی بے پناہ طاقت کے زعم میں ایسی حماقتیں کرتے ہیں کہ میری گرفت میں پہنچتے پہنچتے چوہے بن جاتے ہیں۔ اب یہ سپر ماسٹر کیا تھا؟ تمام سابقہ سپر ماسٹرز کے مقابلے میں سخت تھا۔ میرے دماغ میں پہلی بار آتے ہی یہ دہشت طاری کرتا رہا تھا کہ وہ ماسٹر لوشے کا بیٹا ہے اور پچھلے بیس برس سے مجھے قتل کرنے کے منصوبے پر عمل کرتے کرتے آج ٹیلی پیتھی جیسا علم حاصل کرکے میری روح قبض کرنے آگیا ہے۔

وہ بہا زبردست وسیع ذرائع کا مالک اور میرے پورے خاندان کو ختم کردینے کا ارادہ رکھنے والا اب میرے رحم و کرم پر تھا۔ ذرا دیر نک بگڑنے سے وہ مر جاتا۔ انسان کی زندگی میں بڑی مہلک بیماریاں آتی ہیں۔ یوں لگتا ہے وہ بیماریاں غالب آجائیں گی اور آدمی مر جائے گا۔ لیکن ہمت نہ ہارنے والے بیماریوں پر غالب آجاتے ہیں۔ صحت مند ہونے کے بعد وہ مہلک بیماریاں بس یونہی سی لگتی ہیں۔ میرے اکثر قارئین کہتے ہیں، اتنا زبردست دشمن چیونٹی کی موت مارا گیا، مزہ نہیں آیا۔ یقین کریں مجھے بھی مزہ نہیں آتا۔ بڑے بڑے دعوے کرنے والے زبان ہلائے بغیر مر جاتے ہیں تو بڑی شدت سے وقت ضائع ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ کمبخت چار چھ مہینے مجھے خوب دوڑاتے ہیں، شیطان کی طرح ہلکان کرتے ہیں پھر میرے ہاتھوں فنا ہو جاتے ہیں۔

بہرحال ٹیلی پیتھی جاننے والا سپر ماسٹر اپنے عبرتناک انجام کو پہنچ گیا۔ اپنے باپ ماسٹر لوشے کا انتقام مجھ سے نہ لے سکا۔ رسونتی نے آکر کہا۔ "فرہاد! وہ تو آپریشن تھیٹر تک نہ پہنچ سکا۔ اس نے راستے میں ہی دم توڑ دیا۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ اتنا کمزور نہیں تھا۔"

رسونتی نے کہا۔ "اس کا دماغ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے کھل چکا تھا۔ اس کے ہی کسی خیال خوانی کرنے والے ساتھی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کی سانس روک دی۔"

یعنی جزیرے میں اس نے اپنے آلۂ کاروں کے نصیب میں جیسی موت لکھی، ویسی ہی موت اسے بھی نصیب ہوئی۔ اس کے ملک کے تمام اعلیٰ حکام نے سمجھ لیا تھا کہ میں اس کے دماغ میں جگہ بنانے کے بعد اور نہ جانے کیسی کیسی خفیہ معلومات حاصل کروں گا اور ان کے ملک کی کمزوریاں معلوم کرتا رہوں گا۔ یہی سوچ کر انھوں نے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اسے مار ڈالنے کا حکم دیا ہوگا۔ اور اب جو نیا سپر ماسٹر آئے گا، وہ بھی یقیناً ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوگا۔

میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑا۔ ایک شیطان گیا، دوسرا شیطان آگیا۔ البتہ پہلے سے زیادہ مشکلات پیدا ہوگئیں۔ ایک تو جزیرے میں پارس اور جوجو کے خلاف جو کچھ ہونے والا تھا اس سلسلے میں سپر ماسٹر کے ملک کو الزام نہیں دیا جاسکتا تھا کیونکہ بیج بونے والا مر چکا تھا اور نیا سپر ماسٹر اس معاملے میں کھل کر حصہ نہیں لے گا۔ بظاہر غیر جانبدار رہے گا۔ وہ کیسا مزاج رکھتا ہے اور آئندہ کیا کرنے والا ہے، یہ سمجھنے کے لیے مجھے انتظار کرنا ہوگا۔

فرانس کے جس اعلیٰ افسر نے میرے لیے ہیلی کاپٹر کا انتظام کیا تھا، صرف وہی میرے متعلق جانتا تھا کہ میں پیرس چھوڑ چکا ہوں۔ ورنہ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ بھی میری اصلیت نہیں جانتا تھا۔ جزیرے میں ایک چھوٹا سا فلائنگ کلب تھا، جہاں سے بڑے بڑے سرمایہ دار پرواز کرتے

تھے یا اس ملک کے حکمران اور ذمے دار افسران سرکاری ہیلی کاپٹروں میں آیا کرتے تھے۔ فلائنگ کلب کے باہر ان کی ایئر کنڈیشنڈ کاریں یا بڑے ہوٹلوں کی گاڑیاں موجود رہتی تھیں۔ میں فرہاد کی حیثیت سے اپنے لیے کسی شاندار گاڑی کا انتظام نہیں کرا سکتا تھا، لہٰذا ایک گاڑی میں بیٹھ کر ہوٹل سی بریز پہنچ گیا۔ میرا موجودہ نام حشمت بیگ تھا۔ اس نام سے جو کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ بنوائے تھے انھیں فلائنگ کلب کے امیگریشن کاؤنٹر اور ہوٹل کے کاؤنٹر پر دکھایا اور ایک کمرا حاصل کر لیا۔

میں کسی بھی ہوٹل میں پہنچ کر وہاں کے منیجر، کچن کے سپروائزر اور دوسرے ہیڈ ویٹرز اور باورچیوں کے دماغ میں جگہ بناتا ہوں۔ جب بھی کھانے پینے کی کسی چیز کا آرڈر دیتا ہوں، اچھی طرح اطمینان کر لیتا ہوں کہ میری مطلوبہ چیزوں میں کوئی مضر ادویات تو ملا نہیں دی گئیں۔ میں اس طرف سے مطمئن ہو کر جوجو کے دماغ میں پہنچا۔ میں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ جہاں میں کسی معاملے میں چوک جاتا ہوں، وہاں تقدیر مہربان ہو جاتی ہے۔ میں جوجو کے پاس صحیح وقت پر پہنچا۔ وہاں کوئی خیال خوانی کرنے والا اجنبی موجود تھا۔

وہ جوجو کو نیند کی حالت میں ٹریپ کر کے ٹرانس میں لا رہا تھا اور وہ اس کی معمول بننے ہی والی تھی۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ کو گرفت میں لے لیا۔ تنویمی عمل کرنے والے کی طرف سے اس کے کان بہرے کر دیے۔ اب وہ اس کی آواز نہیں سن رہی تھی۔ جب آواز ہی کانوں تک نہ پہنچے تو تنویمی عمل ممکن نہیں ہوتا۔ وہ دھیرے دھیرے نارمل ہو کر معمول کے مطابق سکون سے سونے لگی۔

میں خیال خوانی کرنے والے اجنبی کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح سن چکا تھا۔ جوجو کو اس کے طلسم سے نکالنے کے بعد پھر اس کی آواز سنی۔ وہ حیرانی سے پوچھ رہا تھا "تم خاموش کیوں ہو؟ میری باتوں کا جواب دو۔"

میں نے جوجو کی زبان سے کہا "میں ابھی تک سمجھ رہی تھی، تم میرے بھائی آرمر ہو، لیکن تمھارا لہجہ کچھ بدلا ہوا ہے۔ پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو؟ مجھ پر یہ عمل کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

اس نے جواب دیا "مجھے غلط نہ سمجھو، میں تمھارا بھائی ہوں، زکام کے باعث آواز بدل گئی ہے۔ فرہاد نے کہا ہے، تمھارے دماغ کو فوراً تنویمی عمل کے ذریعے لاک کر دیا جائے۔"

"تم میرے بھائی ہو تو پاپا تمھارے دماغ میں آکر باتیں کرتے ہوں گے؟"

"بے شک، وہ میرے پاس آتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ دماغ کے دروازے کھلے رکھو، پاپا آ رہے ہیں۔"

میں نے یہ کہتے ہی اس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی۔ اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ میں نے چند سیکنڈ کے بعد پھر یہی کوشش کی، اس نے پھر سانس روک لی۔ ایک خیال تھا کہ وہ شاید ایک آدھ منٹ سے زیادہ سانس نہیں روکتا ہوگا۔ پہلے چند سیکنڈ کا وقفہ دیا۔ پھر ایک منٹ کے وقفے سے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ وہ چالاک تھا، پرائی سوچ کی لہر کے نکلتے ہی سانس لینے لگتا تھا۔ اس طرح آئندہ اسے سانس روکنے میں دشواری نہیں ہوتی تھی۔

اگر میں اسے موقع نہ دیتا اور ایک ایک سیکنڈ میں اس کے پاس پہنچتا تو وہ بھی ایک ایک سیکنڈ کے وقفے سے سانس روکتا جاتا۔ میں نے اندازہ کر لیا، وہ یوگا کا ماہر ہے اور کئی منٹ تک سانس پر قابو پا سکتا ہے۔ لہٰذا اس کا پیچھا چھوڑ کر پھر جوجو کے دماغ میں آگیا۔ ایک اندیشہ تھا کہ وہ پھر آسکتا ہے۔

میں نے پارس کو بتایا، ابھی جوجو کو کس طرح ٹریپ کیا جا رہا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا "پاپا! کچھ کیجیے اور فوراً کیجیے۔ میں جوجو کی وجہ سے ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہوں۔ کسی دشمن کے گریبان تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیا آپ یہاں پہنچ گئے ہیں؟"

"ہاں، میں ہوٹل میں ہوں۔"

"مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوگی، لیکن یہاں آپ کی موجودگی بتا رہی ہے کہ میدان کے اصل کھلاڑی آپ ہوں گے اور میں آپ کے ماتحت رہ کر کام کروں گا۔ مجھے یہ منظور نہیں ہے۔ اگر آپ نے صبح ہونے تک جوجو کو پیرس نہ پہنچایا تو پھر میں اپنی صلاحیتوں کے بل پر اسے یہاں سے نکال لے جاؤں گا۔ آپ کی تھوڑی سی مدد اس لیے چاہتا ہوں کہ جوجو کے ساتھ خود نہیں جانا چاہتا۔ جن لوگوں نے میری شریکِ حیات کو میرے ہی زہر سے مارنے کی سازش کی ہے ان سے اسی جزیرے میں نمٹنا چاہتا ہوں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "تم بہت بھرے بیٹھے ہو۔ میں مانتا ہوں، جوجو کی وجہ سے تمھیں کچھ کرنے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔ میں کل صبح تک اسے پیرس بھیجنے کی کوشش کروں گا۔"

"اور یہ وعدہ کریں کہ آپ بھی یہاں سے چلے جائیں گے۔"

"بیٹے! ایسی ضد نہ کرو۔ تمھارے مقابلے میں ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن ہیں۔ لوہے کو لوہا کاٹ سکتا ہے۔ میں ہی انھیں کاٹ سکتا ہوں۔"

"سوری ٹو سے پاپا! یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔ میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بھی نمٹ کر دکھاؤں گا۔ دیکھیے، آپ ایسے باپ نہیں... جو جوان بچوں کو بھی اپنی انگلی پکڑ کر چلاتے ہیں۔ پلیز، لیو ہیڈ ٹو گو فرام ہیئر۔"

"اچھی بات ہے، میں بھی چلا جاؤں گا۔ فی الحال جوجو کے پاس جا رہا ہوں۔ اس کے دماغ کو مستقل لاک رکھنا ضروری ہو گیا ہے۔"

میں چپ چاپ جوجو کے دماغ میں آیا، تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا۔ پھر یقین ہو گیا کہ وہ خیال خوانی کرنے والا اجنبی وہاں موجود نہیں ہے۔ اس کے متعلق یقین سے کہا جا سکتا تھا کہ سپر ماسٹر کے بعد جو پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے تھے، ان میں سے وہ ایک ہوگا۔ کیونکہ مشین نے اب تک اتنے ہی خیال خوانی کرنے والے پیدا کیے تھے۔ ہمارے دانست میں ایک ٹرانسفارمر مشین افریقہ میں تباہ کی گئی تھی، دوسری مشین کو میں نے تباہ کیا تھا اور یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ ساری مشینیں ختم ہو چکی ہیں لیکن سپر ماسٹر نے چالاکی دکھائی تھی۔ اس نے دو مشینیں تیار کی تھیں۔ یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ پارس دوم اس دوسری مشین تک پہنچ گیا تھا اور بڑے ڈرامائی انداز میں اسے بھی ختم کر چکا تھا۔ اس حساب سے اب ہماری دنیا میں کوئی ٹرانسفارمر مشین نہیں رہی تھی۔ البتہ سپر ماسٹر کے اعلیٰ افسران نے اس مشین کا نقشہ بلکہ اصل نقشے کی کئی نقلیں مختلف مقامات میں چھپا رکھی ہوں گی۔ وہ کسی وقت بھی ایک نئی ٹرانسفارمر مشین تیار کر سکتے ہیں۔ فی الحال جو بھی خیال خوانی کرنے والا جوجو کے دماغ میں آیا تھا، وہ سپر ماسٹر کے ملک سے ہی آیا تھا۔

میں نے جوجو کو آہستہ آہستہ ٹرانس میں لا کر اپنی معمولہ بنایا۔ اس کے دماغ کو اس حد تک حساس رہنے کا حکم دیا کہ وہ کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو محسوس کر کے فوراً سانس روک لے۔ یوں ایک ہفتے تک وہ کسی کو بھی دماغ میں نہ آنے دے۔ پھر میں نے اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ ابھی مجھے اطمینان نہیں تھا۔ جس طرح میں اس خیال خوانی کرنے والے کے تنویمی عمل کے دوران پہنچ گیا تھا اور اس کے عمل میں چپ چاپ رکاوٹ ڈالی تھی، اسی طرح وہ میرے عمل کے دوران کر سکتا تھا۔

میں جس ہیلی کاپٹر میں آیا تھا، وہ ابھی فیلڈ میں موجود تھا۔ میری حیثیت ایک بہت بڑے بزنس مین کی تھی۔ میں فرانس کے مشہور و معروف مختلف پرفیومز کے نمونے لایا تھا تاکہ یہاں کے سرمایہ داروں یا دکانداروں سے سودا کروں۔ اس طرح میرے بزنس مین ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ میں نے فلائنگ کلب کے قوانین کے مطابق اپنے ہیلی کاپٹر کو چوبیس گھنٹے تک وہاں رکھنے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ اب میں کسی تدبیر سے جوجو کو اسی کے ذریعے یہاں سے لے جانا چاہتا تھا۔

میں نے جوجو کی تنویمی نیند پوری ہونے کے بعد اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ میرے سر سے ایک بوجھ اتر گیا۔ اب دشمن اسے ٹریپ نہیں کر سکتے تھے۔

***

سلطانہ آفندی کی آنکھ کھلی تو وہ چونک گئی۔ اس نے حیرانی سے سوچا "میں ہینگنگ چیئر پر جھولتے جھولتے کیسے سو گئی؟"

وہ فوراً ہی اچھل کر جھولنے والی کرسی سے اتر گئی، پھر نیند کے خمار کو دور کرنے کے لیے پنجوں کے بل اچھلتی ہوئی سوچنے لگی "ایسا کبھی نہیں ہوا۔ مجھے اپنے دماغ پر پورا قابو ہے۔ میں مسلسل دو راتیں جاگ سکتی ہوں۔ اور جب چاہوں دماغ کو ہدایات دے کر گہری نیند سو سکتی ہوں پھر آج آپ ہی آپ اپنی مرضی کے بغیر کیسے سو گئی؟"

وہ پنجوں کے بل اچھلتی ہوئی خواب گاہ سے باہر آئی۔ ایک چیتا لپک کر اس کے پاس آیا، وہ بولی "ویل ٹائیگر! کیا تم میری خواب گاہ میں آئے تھے؟ کیا تم بتا سکتے ہو، میں بے وقت کیسے سو گئی تھی؟"

ٹائیگر نے ایک پنجہ مارا، اس نے ایک ہاتھ سے روک لیا پھر اسے گلے لگا کر بولی "میں تم سے کھیلنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ آج میرے ساتھ ایک غیر معمولی بات ہوئی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹائیگر نے اسے فرش پر پٹخ دیا۔ وہ چیخ مار کر ہنستے ہوئے بولی "شریر کہیں کے، تم میرے بغیر رہ نہیں سکتے۔"

اس نے پوری قوت سے کروٹ بدل کر ٹائیگر کو چت کر دیا۔ دونوں میں کشمکش ہونے لگی، پھر ٹائیگر اس پر چھا گیا۔ وہ اس کے غلبے سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ دونوں کچھ دیر تک ایک دوسرے سے کبھی زیر ہوتے رہے کبھی زبر ہوتے رہے۔ چیتے کی مادہ ذرا فاصلے پر کھڑی انھیں لڑتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ سلطانہ آفندی نے ہنستے ہوئے اس مادہ کو مخاطب کیا "اے روزی! اپنے ٹائیگر کو روکو، یہ بہت شریر ہو گیا ہے۔"

روزی غراتی ہوئی قریب آئی۔ اپنے نر کو ایک پنجہ مارا۔ نر نے پلٹ کر حملہ کیا پھر وہ ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ سلطانہ کو نجات مل گئی۔ وہ دونوں کو لڑتے ہوئے دیکھنے لگی۔ ان کی حرکتوں پر کبھی مسکرانے اور کبھی ہنسنے لگتی۔ محل کے اس خاص حصے سے باہر آج تک کسی نے اسے ہنسنا تو کجا مسکراتے ہوئے بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ تھوڑی دیر بعد ایک چابک لہراتے ہوئے بولی "دیٹس آل، کم آن! الگ ہو جاؤ۔ بہت ہو چکا۔ میں کہتی ہوں الگ ہو جاؤ۔"

اس نے نر کو ایک چابک رسید کیا، وہ الگ ہو کر دور چلا گیا۔ بوڑھی خادمہ آہنی سلاخوں والا دروازہ کھول کر اندر آئی۔ سلطانہ نے پوچھا "کیا میں تمھاری موجودگی میں سو گئی تھی؟"

"ہماری زندگی کی مالکہ! آپ نے ادائیگی کے سلسلے میں دو اجازت نامے دیے، پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے بعد میں چلی گئی۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ آپ سو گئی تھیں یا آپ نے صرف آنکھیں بند کی تھیں۔"

سلطانہ نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا "ابھی تم نے کیا کہا؟ دو اجازت نامے؟"

"جی ہاں، مادام!"

"نان سنس! میرا دماغ کمزور نہیں ہے۔ میں نے صرف عربی گھوڑے کی ادائیگی کا اجازت نامہ دیا تھا۔"

"مادام! میں جھوٹ بولوں گی تو آپ کے قدموں میں جان جائے گی۔"

سلطانہ نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا، پھر حکم دیا: "جاؤ، وہ اجازت نامے ابھی لے کر آؤ۔"

بوڑھی خادمہ چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئی۔ سلطانہ آفندی اسی جھولنے والی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ خادمہ نے وہ دونوں کاغذ ادب سے اس کی طرف بڑھائے۔ اس نے کاغذات ہاتھ میں لیے۔ پہلا کاغذ عربی گھوڑے کی قیمت ادا کرنے کے سلسلے میں تھا۔ اس نے وہ کاغذ واپس کر دیا۔ دوسرے کو تعجب سے پڑھنے لگی۔ پھر جھولے سے اُتر کر بولی: "کیا یہ میں نے لکھا ہے؟"

"جی ہاں مادام! آپ اپنی تحریر پہچان سکتی ہیں۔"

"کیا میں نے تمہارے سامنے لکھا ہے؟"

"جی ہاں، میری آنکھوں کے سامنے لکھا ہے۔"

"کیا تم نے اسے پڑھا ہے؟"

"میری کیا مجال کہ آپ کی تحریر اجازت کے بغیر پڑھ لوں۔"

"پرسنل سیکریٹری سے رابطہ قائم کرو۔"

خادمہ نے واکی ٹاکی کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ سلطانہ نے واکی ٹاکی ہاتھ میں لے کر پوچھا: "کیا میری تحریر کے مطابق پانچ لاکھ ادا کر دیے گئے ہیں؟"

"جی ہاں مادام!"

"کیا تمہارا اسسٹنٹ اس شخص کو پہچان سکتا ہے جو اس سے پانچ لاکھ لے گیا ہے؟"

"نو مادام! وہ پہچان نہیں سکے گا۔ اس نے اس شخص کا چہرہ نہیں دیکھا۔"

وہ غرا کر بولی: "کیوں نہیں دیکھا؟ کیا وہ اندھا ہو گیا تھا؟"

"مادام! جان کی امان چاہتا ہوں۔ آپ کی تحریر نہایت پراسرار تھی۔ اس شخص کو صرف کوڈ ورڈز کے ذریعے رابطہ قائم کرنے اور رقم ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ہم آپ کے غلام ہیں۔ آپ کے ہر حکم کی تعمیل نظریں جھکا کر اور سر جھکا کر کرتے ہیں۔ اسسٹنٹ نے بھی یہی کیا تھا۔"

"اسسٹنٹ کو بلاؤ۔" وہ حکم دے کر سوچ میں پڑ گئی۔ ذرا دیر بعد ہی اسسٹنٹ کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔ وہ بولی: "تمہارے سچ بولنے پر مجھے کروڑوں کا نقصان ہو جائے پھر بھی میں تمہیں معاف کر دوں گی۔ بلکہ انعام بھی دوں گی۔ بتاؤ، کیا تم نے اس شخص کی صورت دیکھی تھی؟"

"میں سچ کہتا ہوں، اس کے آنے اور بریف کیس لے جانے تک میری نظریں جھکی رہیں۔"

"سچ بتاؤ، کیا یہ تجسس پیدا نہیں ہوا کہ پراسرار انداز میں رقم لے جانے والے کی صورت ایک بار ہی دیکھو؟"

"جی ہاں مادام! کئی بار تجسس پیدا ہوا۔ میں نے کئی بار چاہا، نظریں اٹھا کر دیکھوں، مگر میں قسم کھا کر کہتا ہوں، کوئی انجانی قوت مجھے میرے ارادے سے باز رکھ رہی تھی۔ جب وہ شخص قریب آیا تو یوں لگا جیسے میں دماغی طور پر غائب ہو گیا ہوں۔ پھر دماغی طور پر حاضر ہوا تو پتا چلا میں کارڈ ریکارڈ کر رہا ہوں اور حسب مقام پر اسے بریف کیس دیا تھا وہاں سے ذرا دور آ گیا ہوں۔ میں نے جلدی سے کار روکی، اتر کر دور تک نظریں دوڑائیں۔ لیکن میں اس شخص کو دیکھ بھی لیتا تو پہچان نہ پاتا کیونکہ میں اسے دیکھ نہیں پایا تھا۔ میری یہ باتیں بے تکی لگ رہی ہوں گی لیکن آپ نے جان بخشنے کا وعدہ کیا تھا اس لیے میں وہی کہہ رہا ہوں جو میرے ساتھ پیش آیا۔ میری ایک ایک بات سچ ہے۔"

وہ اپنے پتھر جیسے لہجے میں بولی: "مجھے یقین ہے تم سچ بول رہے ہو۔"

اس نے رابطہ ختم کر کے واکی ٹاکی کو بستر پر پھینک دیا۔ غرا کر خادمہ سے کہا: "جاؤ یہاں سے۔"

وہ جانے لگی۔ اس نے سخت لہجے میں کہا: "سنو، یہ معلوم کرو، میرے غلاموں میں ایسا کون ہے جو ٹیلی پیتھی کے متعلق خاص معلومات رکھتا ہے۔ ایسا کوئی ہو تو اسے آدھے گھنٹے میں سٹنگ روم میں طلب کرو۔"

خادمہ چلی گئی۔ وہ سوچ رہی تھی: میں جادو ٹونے پر یقین نہیں رکھتی۔ ٹیلی پیتھی کے متعلق بھی یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ یہ علم جاننے والا اپنے معمول کو کس طرح ٹریپ کرتا ہے۔ کوئی اچھی معلومات رکھنے والا ہی اس پر روشنی ڈال سکتا ہے۔

وہ آدھے گھنٹے بعد محل کے خاص حصے سے نکل کر سٹنگ روم میں آئی۔ خادمہ نے کہا: "ہمارے محل میں ایسے تین افراد ہیں جو اس علم کو معلومات حاصل کرنے کی حد تک پڑھتے ہیں اور اس سلسلے میں تازہ ترین معلومات رکھتے ہیں۔"

"ان تینوں کو حاضر کرو۔"

وہ حاضر ہوئے، جھک کر سلام کیا پھر ادب سے ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ سلطانہ نے ایک غلام کی طرف انگلی اٹھا کر سوال کیا: "کیا ٹیلی پیتھی جاننے والا دوسرے کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھ کر اس سے اپنی مرضی کے مطابق عمل کرا سکتا ہے؟"

اس نے جواب دیا: "جی ہاں مادام! یہ علم جاننے والا دوسرے کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے غائب دماغ بنا سکتا ہے اور اس کے غائب دماغ رہنے کے دوران اس سے اپنی مرضی کے مطابق اچھے کام بھی کرا سکتا ہے اور بُرے کام بھی۔"

"وہ جس کے دماغ میں آتا ہے کیا اس کے گھر میں خود اس سے چوری کرا سکتا ہے؟"

"جی ہاں مادام! یہ تو معمولی بات ہے۔ وہ اپنے معمول سے قتل بھی کرا سکتا ہے۔ اپنے معمول کو اس کی جگہ چھوڑ کر اپنے گھر میں آنے پر مائل کر سکتا ہے۔"

"اگر معمول عامل کے گھر نہ جانا چاہے تو؟"

"تو وہ معمول کو غائب دماغ بنا دے گا۔ جب وہ حاضر دماغ ہو گا تو خود کو اپنے عامل کے گھر میں پائے گا۔ اسے پتا نہیں چلے گا کہ وہ کتنا فاصلہ طے کر کے وہاں پہنچا ہے۔"

"کیا اس جزیرے میں کوئی ایسا علم جاننے والا ہے؟"

دوسرے غلام نے کہا: "فرہاد علی تیمور صاحب ہیں۔"

وہ بولی: "میں یہ نام بارہا سن چکی ہوں، لیکن یقین نہیں آتا کہ وہ ایسا غیر معمولی علم جانتا ہوگا لیکن آج میں تسلیم کرتی ہوں۔ کیا تم نے فرہاد کو یہاں دیکھا ہے؟"

"جی نہیں مادام! آج ساحلی شاہراہ پر دو گروہوں کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ ہوا پھر وہ سب تھانے پہنچائے گئے۔ میں اتفاق سے وہاں موجود تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے پولیس افسر کو خلا میں تکتے دیکھا اور اپنے کانوں سے بار بار فرہاد صاحب کا نام سنا۔ ان دونوں کے درمیان خیال خوانی کے ذریعے گفتگو ہو رہی تھی۔"

سلطانہ آفندی نے حکم دیا: "اس پولیس افسر سے رابطہ قائم کرو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ ایک منٹ کے اندر رابطہ قائم ہو گیا۔ پولیس افسر نے کہا: "مادام! آپ نے مجھے یاد فرمایا، یہ میری خوش نصیبی ہے۔ میرے لائق کوئی خدمت؟"

"کیا آج فرہاد علی تیمور سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم ہوا تھا؟"

"جی ہاں مادام! یہ بھی میری خوش نصیبی ہے، فرہاد صاحب ایک عظیم انسان ہیں۔"

"کیا مجھ سے رابطہ قائم ہو سکتا ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ آپ نے یہاں کے سب سے بڑے بدمعاش ماسٹی پاشا کا نام سنا ہوگا۔ فرہاد صاحب سے اس کی شناسائی ہے۔ میں پاشا سے معلوم کروں گا، ان سے کس طرح رابطہ قائم ہو سکتا ہے۔"

"کیا فرہاد جزیرے میں موجود ہے؟"

"میں یہ بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کیونکہ خیال خوانی کرنے والا دنیا کے ایک سرے پر بیٹھ کر دوسرے سرے والوں سے رابطہ قائم کر لیتا ہے۔"

"ابھی تم نے کہا تھا، فرہاد ایک عظیم انسان ہے۔ کیا ماسٹی پاشا سے شناسائی یا دوستی رکھنے والا عظیم ہوتا ہے؟"

"یہی تو ان کی عظمت ہے۔ ایک بدمعاش بے قصور پھنس جائے تو اسے بے قصور ثابت کرنے کے لیے مجھ جیسے معمولی افسر کے پاس بھی پہنچ جاتے ہیں۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ میرے پانچ لاکھ ڈالر خیال خوانی کے ذریعے چرائے گئے ہیں تم یقین کرو گے؟"

"آپ جیسی عظیم ہستی کو جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں آنکھ بند کر کے یقین کروں گا۔"

"خیال خوانی کے ذریعے چوری ہوئی ہے، لہٰذا چور فرہاد ہوا۔"

"جی نہیں مادام! ہماری دنیا میں خیال خوانی کرنے والے شیطان بھی ہیں۔ ایسے ہی ایک شیطان نے اپنے آلۂ کاروں کو ماسٹی پاشا کے تعاقب میں لگایا تھا، لیکن اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ آپ کے ہاں خیال خوانی کے ذریعے چوری کرنے والا وہی شیطان ہوگا۔"

"اس کا نام کیا ہے؟"

"دنیا اسے سپر ماسٹر کے نام سے جانتی ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی: "مائی گاڈ! تم اتنے بڑے ملک کے سپر ماسٹر کو شیطان کہہ رہے ہو۔ وہ جس ملک میں قدم رکھے گا، وہاں اس کے قدموں میں دولت چلی آئے گی، پھر اسے پانچ لاکھ ڈالر چرانے کی کیا ضرورت پڑ سکتی ہے؟"

"مادام! وہ دنیا والوں سے خیال خوانی کے علم کو چھپاتا ہے اور فرہاد بن کر جگہ جگہ واردات کرتا ہے تاکہ فرہاد صاحب بدنام ہوتے رہیں۔"

وہ حقارت سے بولی: "تم آج تک اسی لیے معمولی افسر ہو۔ پولیس والے ہو کر اچھے بُرے کی تمیز نہیں کر سکتے۔ جو دنیا کے سب سے بڑے ملک کا سپر ماسٹر ہے، اسے شیطان کہتے ہو اور جو بدمعاشوں کی حمایت کرتا ہے اسے عظیم انسان سمجھتے ہو۔ بہتر ہوگا، تم پہلی فرصت میں پولیس کی ملازمت چھوڑ دو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا پھر خادمہ سے کہا: "میں آدھے گھنٹے کے اندر ماسٹی پاشا کو یہاں دیکھنا چاہتی ہوں۔"

یہ حکم دے کر وہ سٹنگ روم سے چلی گئی۔ اپنے بیڈ روم میں پہنچ کر اس نے ریسیور اٹھایا، نمبر ڈائل کر کے سپر ماسٹر کے ملک کے ایک سفیر سے رابطہ قائم کیا پھر کہا: "میں سلطانہ آفندی بول رہی ہوں۔"

سفیر نے کہا: "یس مادام! آپ نے کیسے یاد کیا؟"

"میں آپ کے سپر ماسٹر سے فرہاد علی تیمور کے متعلق گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ یہ بہت ضروری ہے۔"

"میں اپنے اعلیٰ حکام سے ابھی رابطہ قائم کروں گا۔ جیسے ہی سپر ماسٹر سے رابطہ قائم ہوگا، میں آپ سے بات کرا دوں گا۔"

سلطانہ نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے ابھی تک ماسٹی پاشا اور دوسرے وفاداروں کو اپنے وہاں پہنچنے کی اطلاع نہیں دی تھی۔ تمام ضروری کاموں سے نمٹ کر اس کے پاس پہنچا تو وہاں سلطانہ آفندی کے مسلح افراد پہنچے ہوئے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا: "پاشا! تمہیں ہماری مادام نے طلب کیا ہے۔ فوراً چلو۔"

"مادام نے مجھے کیوں طلب کیا ہے؟"

"یہ ہم نہیں جانتے۔ ہمیں صرف اتنا حکم دیا گیا ہے کہ تمہیں آدھے گھنٹے کے اندر محل میں پہنچایا جائے۔ تمہیں صرف تلاش کرنے میں ایک گھنٹہ گزر گیا ہے۔"

"پھر تو مادام تمھیں سزا دیں گی؟"
"نہیں، ہم نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر کے محل میں یہ خبر پہنچا دی تھی کہ تمھیں تلاش کیا جا رہا ہے۔"
"اچھی بات ہے۔ میں لباس بدل کر آ رہا ہوں۔"
پاشا گھبرایا ہوا تھا۔ دوسرے وفاداروں نے کاٹیج کے دروازے پر اسے روک کر کہا: "اگر تم نہ جانا چاہو تو ہم مادام کے آدمیوں کو فائرنگ کر کے بھگا سکتے ہیں۔"
وہ پریشان ہو کر بولا: "بات بڑھ جائے گی۔ دونوں طرف سے فائرنگ ہو گی، پولیس آئے گی اور یہاں کی پولیس مادام کے خلاف کچھ نہیں کرے گی۔ پتا نہیں فرہاد صاحب کہاں ہیں۔"
وہ کاٹیج کے اندر آیا۔ پارس نے پوچھا: "کیا بات ہے؟ یہ باہر کون لوگ ہیں؟"
"مادام سلطانہ آفندی کے آدمی ہیں۔ مجھے مادام کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا۔ اگر انکار کروں گا تو یہ زبردستی لے جائیں گے۔"
"معاملہ کیا ہے؟"
"یہ تو وہاں جانے کے بعد ہی معلوم ہو گا۔"
"تو پھر جاؤ، ڈرتے کیوں ہو؟"
"وہ بہت خطرناک عورت ہے۔"
"تم اس جزیرے کے سب سے بڑے بدمعاش ہو کر ایک عورت سے ڈرتے ہو؟"
"وہ غلطی سے عورت بن کر پیدا ہوئی ہے۔ اصل میں بدمعاشوں کی بدمعاش ہے۔"
"جب اتنی ہی زبردست بدمعاش ہے، تو پھر تمھیں جانا ہی ہو گا۔"
"جی ہاں، مادام اور موت کا حکم ٹل نہیں سکتا۔ میں کسی بہانے دیر سے جانا چاہتا ہوں، شاید اس وقت تک فرہاد صاحب آ جائیں۔"
"میرا مشورہ ہے، دیر نہ کرو۔ یہاں میں نے اور جوجو نے پناہ لی ہے۔ ادھر ہنگامہ ہو گا تو ہم دشمنوں کی نظر میں آ جائیں گے۔"
وہ بے دلی سے بولا: "اچھی بات ہے، میں آپ دونوں پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔ میں جا رہا ہوں، لیکن میری عقل کام نہیں کر رہی ہے۔ آپ مشورہ دیں، اگر مادام نے مجھ پر پانچ لاکھ ڈالر کی چوری کا الزام لگایا تو مجھے کیا کہنا چاہیے، کیا کرنا چاہیے؟"
"کیا تم نے چوری کی ہے؟"
"میں نے نہیں کی۔ آپ کے پاپا نے وہ رقم اس محل سے نکال کر ہم تک پہنچا دی تھی۔ یہ جو وفادار نظر آ رہے ہیں یہ سب اسی رقم سے حاصل کیے گئے ہیں۔"
"اچھا تو یہ چکر ہے۔ بہرحال تمھیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ رقم تم نے تو محل سے غائب نہیں کی۔ ایک راز کی بات پوچھتا ہوں۔ کیا تم مرد ہو؟"
"جی! جی ہاں۔ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟"
"تو پھر مرد کی طرح جاؤ۔ مرد کی طرح اس عورت سے بات کرو۔ وہ خواہ کتنی ہی خطرناک ہو، آخر عورت ہی ہو گی۔"
وہ سر جھکا کر باہر آیا۔ پھر سلطانہ کے آدمیوں کے ساتھ ایک کار میں بیٹھ گیا۔ ایسے ہی وقت میں اس کے ماتحت کے پاس آیا۔ اس نے بتایا کہ مادام کے آدمی، پاشا کو پکڑ کر لے جا رہے ہیں۔ پاشا سے یہ طے پایا تھا کہ میں اس کے دماغ میں نہیں آؤں گا۔ اگرچہ وہ سپر ماسٹر ختم ہو چکا تھا لیکن دوسرے خیال خوانی کرنے والے کی طرف سے خطرہ تھا۔ میں پاشا کے پاس نہیں گیا۔ سلطانہ کے پاس پہنچ گیا۔
وہ پھر بے چینی محسوس کرنے لگی۔ میں یہ معلوم کرنے لگا کہ وہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد اب تک کیا کرتی رہی ہے۔ مجھے معلوم ہو گیا۔ وہ مجھے بدمعاش اور سپر ماسٹر کو ایک عظیم انسان سمجھ رہی تھی۔ ادھر میں خیالات پڑھ رہا تھا، ادھر وہ اضطراب کے عالم میں ٹہل رہی تھی۔ پھر وہ قدِ آدم آئینے کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے بولی: "کون ہو تم؟ میں اپنے آپ سے نہیں، تم سے پوچھ رہی ہوں۔ مجھے کوئی غیر معمولی سی بات پہلے بھی محسوس ہوئی تھی، میں نے پہلی بار اسے نظر انداز کیا، جس کے نتیجے میں میرے پانچ لاکھ ڈالر گئے اور میں خلافِ معمول بے وقت سو گئی۔ اب میں یقین سے کہتی ہوں، تم میرے دماغ میں ہو، اسی لیے میں بے چینی سی محسوس کر رہی ہوں، بتاؤ تم کون ہو؟"
میں نے جواب نہیں دیا۔ اس نے چند لمحوں کے بعد کہا: "تم خاموش رہ کر دھوکا نہیں دے سکتے۔ تم نے میرے دماغ میں رہ کر معلوم کر لیا ہو گا کہ مجھے مرد ذات سے سخت نفرت ہے۔ تم لوگ مرد کہلاتے ہو اور عورت سے کم تر ہو کر بزدلوں کی طرح خود کو چھپاتے ہو۔ مرد ہو تو سامنے آؤ، اپنا نام بتاؤ۔"
اس نے پرفیوم کی ایک بوتل اٹھائی پھر آئینے میں اپنا نشانہ لیتے ہوئے کہا: "میرے سامنے آنے والا اور مجھ سے برتر کہلانے والا کبھی صحیح سلامت نہیں رہتا۔ میں اس کے چیتھڑے اُڑا دیتی ہوں۔"
اس نے بوتل کھینچ کر ماری۔ ایک چھناکے کی آواز ابھری۔ آئینہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "میں پاگل ہو گئی ہوں، اپنی ہی چیز کو نقصان پہنچا رہی ہوں۔ اس سے دشمن کا کیا بگڑے گا!"
وہ غصے سے چیخ کر بولی: "میں اور پاگل؟ یہ میں خود کو کیا کہہ رہی ہوں؟ میں پاگل نہیں ہوں۔ اچھی طرح سمجھ رہی ہوں کہ دشمن موجود ہے۔ میں نے اسے دکھایا ہے کہ جس طرح آئینے کے ٹکڑے نظر آ رہے ہیں۔ اسی طرح اس کی ہڈیوں کے ٹکڑے نظر آئیں گے۔ گوشت میرے کتے کھا چکے ہوں گے۔"
میں نے اس کی سوچ میں بازگشت پیدا کی: "کتے کھا چکے ہوں

گے... ہوں گے... گے... گے..."
وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر خلا میں تکنے لگی۔ پھر چیخ کر بولی: "نہیں، میرے دماغ میں اتنی دیر تک میری آواز کیسے گردش کر سکتی ہے؟"
میں نے اس کی سوچ میں پریشانی سے کہا: "مگر کر رہی تھی۔ اوہ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا اسے بھی میں ٹیلی پیتھی کا عمل سمجھوں؟ نہیں، مجھے کوئی دوا یا مشروب استعمال کرنا چاہیے۔ شاید میرے دماغ کو سکون مل سکے۔"
وہ تیزی سے چلتی ہوئی فریج کے پاس گئی۔ اسے کھولا۔ ایک جگ میں فروٹ جوس بھرا ہوا تھا۔ اس نے جگ کو منہ لگا کر غٹاغٹ پیا۔ پھر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ ایسے وقت میں چپ چاپ اس کے دماغ سے نکل گیا۔ وہ یقیناً یہی سمجھ رہی ہو گی کہ ٹھنڈے گھونٹ پینے سے دماغ کو سکون مل رہا ہے۔ میں نے ایک وفادار کے پاس پہنچ کر کہا: "اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ساؤتھ بار کے باہر کھڑے رہو اور میرے اگلے حکم کا انتظار کرو۔"
اس نے کہا: "ابھی یہاں سے جا رہا ہوں جناب!"
میں نے وفادار سے بات کرنے میں صرف پندرہ سیکنڈ صرف کیے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ ابھی جوس پی رہی ہو گی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچتے ہی ٹھسکا لگایا۔ جوس اس کے حلق سے ناک میں آ گیا۔ جگ ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ ایک ہاتھ سینے پر رکھ کر کھانسنے لگی۔ اس کا دوسرا ہاتھ ناک سے بہتے ہوئے جوس کو پونچھ رہا تھا۔ وہ ایسی حالت میں میری سوچ کی لہروں کے باعث بے چینی محسوس نہیں کر رہی تھی۔ اپنے آپ کو سنبھالنے میں لگی ہوئی تھی۔
تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ کچھ آرام مل رہا تھا۔ اس نے انٹرکام کے ذریعے خادمہ کو طلب کیا۔ وہ فوراً حاضر ہو گئی۔ اس نے کہا: "شیشے کے ٹکڑے قالین سے صاف کر دو۔"
وہ جلدی جلدی صفائی کرنے لگی۔ مغرور مادام آنکھیں بند کیے سوچ رہی تھی: "کیا اب بھی وہ میرے دماغ میں موجود ہے؟ میں حیران ہوں میرے ساتھ اتنی دیر تک کیا ہوتا رہا۔ کیا اس نے میرے دماغ میں رہ کر مجھے آئینہ توڑنے پر مجبور کیا تھا؟ نہیں، ایسا میں نے خود کیا تھا۔ اب ٹھسکا لگے یا کھانسی ہونے لگے تو کیا میں اس کا الزام بھی اسے دوں گی، جبکہ ٹھسکا، کھانسی یا چھینکیں قدرتی طور پر بے اختیار ہوتی ہیں۔ او گاڈ! میں کیسے معلوم کروں کہ خیال خوانی کرنے والا کوئی موجود ہے یا نہیں؟"
میں اس کے ذریعے خادمہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ صفائی کرنے کے بعد ادب سے سر جھکا کر بولی: "مادام! آپ کے حکم سے ہمارے آدمی ماٹی پاشا کو لے آئے ہیں۔"
میں نے سلطانہ کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔ اس کے لیے اس کے وجود کو ختم کر دیا۔ وہ بولی: "میں تھوڑی دیر کے لیے باہر جا رہی ہوں۔ پرسنل سیکریٹری سے کہو، میری موجودگی میں آہنی سیف کھولا جائے گا۔"
"یس مادام! آپ کی سواری کے لیے ہنڈا ایکارڈ نکالی جائے یا رولس رائس؟"
"میں کسی معمولی گاڑی کو خود ڈرائیو کروں گی۔ میرے ساتھ کوئی باڈی گارڈ نہیں ہو گا۔"
"یس مادام!"
"میرے واپس آنے تک ماٹی پاشا کو قید میں رکھو، اب جاؤ یہاں سے۔"
وہ چلی گئی۔ سلطانہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر لباس تبدیل کیا۔ پھر اپنا لیٹر پیڈ اور قلم لے کر لکھنے لگی: "میں آج کی تاریخ میں جتنے ہیرے اور جواہرات لے جا رہی ہوں، اس کے ذمے دار میری خاص خادمہ اور پرسنل سیکریٹری نہیں ہیں۔ میں یہ تحریر اپنے ہوش و حواس میں لکھ رہی ہوں۔"
اس نے یہ لکھ کر دستخط کیے، پھر وہ کاغذ لے کر اپنے مخصوص رہائشی حصے سے باہر آئی۔ محل کی تمام کنیزیں اور خادم مستعد ہو گئے تھے۔ وہ جہاں سے گزرتی تھی سب جھک کر سلام کرتے تھے۔ مسلح گارڈ اٹینشن ہو رہے تھے۔ اس نے پرسنل سیکریٹری کے پاس آ کر وہ کاغذ دیا پھر کہا: "اسے رجسٹر میں درج کرو اور سیف کھولو۔"
اس نے اپنی مالکہ کی تحریر کو ایک رجسٹر میں نوٹ کیا۔ پھر بوڑھی خادمہ کے ساتھ اس آہنی سیف کو کھولا۔ وہ دونوں اپنی مالکہ کے پیچھے کمرا نما سیف میں داخل ہوئے۔ اس نے حکم دیا: "ایک اٹیچی لاؤ۔"
اٹیچی حاضر ہو گیا۔ میں نے مادام کے ذریعے سب سے قیمتی ہیرے جواہرات نکالے اور انھیں اٹیچی میں ڈال دیا۔ پھر بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں نکالیں، انھیں بھی اٹیچی میں رکھ کر بند کر دیا۔ وہ پچیس لاکھ ڈالر تھے۔ سلطانہ نے کہا: "یہ اٹیچی میری گاڑی میں رکھ دو۔"
وہ وہاں سے چلتی ہوئی، محل کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی باہر آئی۔ ایک باڈی گارڈ نے اس کے لیے اسٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ حکم دے چکی تھی کہ اس کے ساتھ کوئی نہیں جائے گا۔ پرسنل سیکریٹری نے اٹیچی لا کر اس کے ساتھ والی سیٹ پر رکھ دیا۔ دروازے کو بند کر دیا۔ وہ بولی: "میں نے جو تحریری اجازت نامہ دیا ہے اسے میں واپسی پر دیکھنا چاہتی ہوں۔"
اس نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے آگے بڑھا دیا۔ میں نے اس کے ذریعے ایک معمولی گاڑی کے لیے حکم دیا تھا تاکہ کوئی اس گاڑی کو دیکھ کر دور سے معلوم نہ کر سکے کہ ان کے سامنے سے مادام سلطانہ آفندی گزر رہی ہے۔ میں چاہتا تھا کوئی اسے پہلی نظر میں نہ پہچانے، اس طرح کوئی اٹیچی لے جانے والے کو بھی نہیں دیکھے گا۔ وہ وفادار اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ساؤتھ بار کے سامنے اپنی کار کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ سلطانہ نے اس کے قریب گاڑی روکی۔ وہ دونوں مادام کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ میں نے اس کی زبان سے کہا: "کیوں جان نکلی جا رہی ہے۔ میں فرہاد ہوں، مادام سلطانہ آفندی کی زبان سے بول رہا ہوں۔ ساتھ والی سیٹ پر رکھا

ہوا اٹیچی کیس اٹھاؤ اور یہاں سے چلے جاؤ۔ کم آن، بی فاسٹ۔"

وہ دوڑتا ہوا کار کی دوسری طرف آیا۔ دروازہ کھول کر اٹیچی لے کر پھر دروازے کو بند کر کے اسی طرح دوڑتا ہوا گیا اور اپنی گاڑی میں جا بیٹھا۔ اس کا ساتھی گاڑی کو ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ ایک منٹ بعد سلطانہ نے کار اسٹارٹ کی۔ اسے ڈرائیو کرتی ہوئی سمندر کے ساحل پر آئی۔ میں نے اس کے دماغ کو ذرا ڈھیل دی۔ وہ ایک دم سے چونک گئی۔ خود کو کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر دیکھ کر بوکھلا گئی۔ کھڑکی کے باہر سمندر دکھ رہا تھا۔ وہ بے اختیار بڑبڑانے لگی "میں تو اپنی خوابگاہ میں تھی۔ یہاں کیسے آگئی؟"

ابھی اسے جواب دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے پھر پوری طرح قبضہ جما لیا۔ وہ آرام سے ڈرائیو کرتی ہوئی محل کے احاطے میں داخل ہو گئی۔ کار کو ایک جگہ روکا، کتنے ہی ملازم دوڑتے ہوئے آئے۔ ایک نے کار کا دروازہ کھولا۔ میں اسے اس کے ہی پُرغرور انداز میں چلاتا ہوا محل کے اندر لے گیا۔ پرسنل سیکریٹری نے آکر کہا "مادام! آپ نے حکم دیا تھا کہ آپ کی واپسی پر آپ کی یہ تحریر پیش کروں۔"

میں نے سلطانہ کو آزاد کر دیا۔ وہ پھر چونک گئی۔ شدید حیرانی سے دیکھا، نہ اس کی خواب گاہ تھی، نہ سمندر کا کنارہ تھا اور نہ ہی وہ کار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ خود کو محل کے اندر دیکھ رہی تھی۔ پرسنل سیکریٹری اس کے سامنے ادب سے جھکا ہوا ایک کاغذ پیش کر رہا تھا۔ وہ چند لمحوں تک سکتے کے عالم میں رہی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ ٹیلی پیتھی کے چکر میں آگئی ہے۔ کوئی اسے غائب دماغ بنا کر محل سے باہر لے گیا تھا۔ وہ اپنے باڈی گارڈز اور غلاموں کے سامنے یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ ایک مرد اسے اپنی مرضی کے مطابق نچا رہا ہے، وہ اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ یہ ظاہر ہونے سے پہلے مر جانا پسند کرتی۔

اس نے پیشانی پر بل ڈال کر سیکریٹری سے پوچھا "یہ کیا ہے؟"

اس نے اپنی بات دہرائی۔ سلطانہ یقین نہیں کرنا چاہتی تھی اور سیکریٹری کو جھوٹا بھی نہیں کہہ سکتی تھی کیونکہ وہ ایسا پہلے بھی کر چکی تھی۔ اس نے سیکریٹری کے ہاتھ سے کاغذ کو جھپٹ کر دیکھا۔ اپنی تحریر کو پڑھ کر اپنی حیرانی کو نہ چھپا سکی۔ جلدی سے آگے بڑھ کر بولی "ادھر آؤ۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس دفتری کمرے میں پہنچی، جہاں ایک بڑے کمرے کے برابر آئرن سیف تھا۔ اور جس میں قارون کی دولت چھپی ہوئی تھی۔ اس نے مسلح گارڈز کو وہاں سے جانے کا حکم دیا۔ پھر ان کے جانے کے بعد سیکریٹری اور اپنی خاص خادمہ پر ایک نظر ڈالی۔ اس کے بعد خادمہ سے پوچھا "تم قالین کی صفائی کے بعد چلی گئی تھیں، اس کے بعد کیا ہوا؟"

"میری جان کی مالکہ! میں نے آپ کے حکم کے مطابق سیکریٹری کو اطلاع دی کہ آپ یہاں تشریف لانے والی ہیں۔ محل کے باہر جا کر آپ کا حکم سنایا کہ آپ کے لیے ایک عام سی کار لائی جائے آپ کہیں تشریف لے جائیں گی اور آپ کے ساتھ کوئی نہیں جائے گا۔"

"کیا یہ تمام احکامات میں نے دیے تھے؟"

"جی ہاں، مادام! میں غلط بیانی سے پہلے آپ کے قدموں میں جان دے دوں گی۔"

وہ سیکریٹری سے بولی "تم بتاؤ، کیا میں یہاں آئی تھی؟"

"یس مادام! آپ یہاں تشریف لائی تھیں۔"

"میں نے یہاں کیا کہا تھا اور کیا کیا تھا؟"

پرسنل سیکریٹری تفصیل سے ایک ایک بات بتانے لگا۔ بوڑھی خادمہ اس کی تائید کر رہی تھی۔ سلطانہ آفندی نے تمام باتیں سننے کے بعد پوچھا "میں اٹیچی میں کتنی رقم اور ہیرے جواہرات لے گئی تھی؟"

سیکریٹری نے جواب دیا "رقم گڈیوں کی صورت میں تھی۔ میں نے اسی وقت حساب لگایا تھا، وہ پچیس لاکھ ڈالر تھے۔ ہیرے جواہرات تقریباً آدھی اٹیچی میں تھے، میں ان کی قیمت کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔"

وہ سمجھ رہی تھی ہیرے جواہرات ملا کر تقریباً ایک کروڑ ڈالر کے برابر رقم ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ اسے اتنے بڑے نقصان کا ذرا ملال نہ تھا، وہ اس سے زیادہ دولت پھر حاصل کر سکتی تھی اسے فکر تھی کہ یہی سلسلہ رہا تو ٹیلی پیتھی جاننے والا اسے کنگال بنا دے گا اور کنگال ہونے کی فکر سے بھی زیادہ اسے توہین کا احساس ہو رہا تھا۔ ایک مرد اسے اپنے اشاروں پر نچا رہا تھا۔ اگر یہ بات دوسروں کو معلوم ہو گئی تو توہین کا شدید احساس اسے مار ڈالے گا۔

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے پرسنل سیکریٹری اور اپنی خاص خادمہ کو دیکھے جا رہی تھی اور مارے خوف کے ان دونوں کی جان نکلی جا رہی تھی۔

اس نے حکم دیا "یہ بات اس کمرے سے باہر نہیں جائے گی۔"

دونوں نے جھک کر کہا "یس مادام!"

اس نے خادمہ سے کہا "ماٹی پاشا کو سٹنگ روم میں حاضر کرو۔ اس سے پہلے میرے خاص سراغرسانوں کو پیش کرو۔"

وہ سر جھکائے اُلٹے قدموں وہاں سے چلی گئی۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سیکریٹری نے ریسیور اٹھایا، دوسری طرف کی باتیں سُنیں، پھر کہا "مادام! سفیر صاحب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

سلطانہ آفندی نے ریسیور لے کر پوچھا "ہیلو! کیا سپر ماسٹر سے بات ہو سکتی ہے؟"

دوسری طرف سے جواب ملا "سوری مادام! ابھی اطلاع ملی ہے کہ فرہاد علی تیمور نے ہمارے اعلیٰ حکام کی موجودگی میں سپر ماسٹر کو ہلاک کرا دیا ہے۔"

وہ بولی "یہ کتنے تعجب کی بات ہے۔ تمہارا ملک دنیا کا نمبر وَن سپر پاور ہے اور تم کہتے ہو، تمہارے اعلیٰ حکام کی موجودگی میں فرہاد نے کسی ایرے غیرے کو نہیں سپر ماسٹر کو قتل کیا ہے۔ جیسے یہ کوئی بچوں کا کھیل ہو۔ کیا فرہاد کو گرفتار کیا گیا ہے؟"

"مادام! آپ شاید ٹیلی پیتھی کے متعلق زیادہ نہیں جانتیں۔ فرہاد کو پکڑنا، ہوا کو مٹھی میں پکڑنے کی نادانی ہے۔ دنیا کا کوئی ملک، کوئی سپر طاقت، فرہاد کو دشمن بنانے کی حماقت نہیں کرتی۔"

"کیا مقتول سپر ماسٹر ٹیلی پیتھی جانتا تھا؟"

"سوری مادام! میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ خادمہ پانچ افراد کے ساتھ وہاں آئی۔ ان میں دو بوڑھے اور تین جوان تھے۔ وہ سب سلطانہ آفندی کے بہت ہی ذہین اور تجربہ کار جاسوس تھے۔ اس کے سامنے آکر ادب سے جھک کر سلام کر رہے تھے۔ وہ ایک ریوالونگ چیئر پر بیٹھ کر بولی۔ "میں جو بات کہنے جا رہی ہوں، وہ بات یہاں سے باہر نہ جائے۔ یہ ایک راز ہے جسے تم سب اپنے سینے میں چھپا کر رکھو گے اور جو کام تمہیں سونپا جا رہا ہے، اسے بخوبی انجام دو گے۔"

ان سب نے خاموشی سے ہاتھ باندھ کر سر کو جھکا لیا جب تک مالکہ سوال نہ کرتی۔ ان میں سے کوئی زبان ہلانے کی جرأت نہ کرتا۔ وہ بولی "کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آتا ہے۔ ابھی وہ مجھے مالی طور پر نقصان پہنچا رہا ہے۔ آئندہ نہ جانے اس کے ہاتھوں اور کیسے کیسے نقصانات اٹھاؤں گی۔ اس سے پہلے میں حفاظتی اقدامات کرنا چاہتی ہوں۔ اور اس سے بھی پہلے یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں، تم لوگ ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کس طرح محفوظ رہ سکتے ہو۔ جب تک تم اپنی حفاظت نہیں کرو گے، میری حفاظت بھی نہیں کر سکو گے۔"

مادام نے ان سے سوال کیا تھا، وہ جواب دینے والے تھے۔ اچانک بوڑھے جاسوس نے ہاتھ اٹھا کر اپنے جاسوس ساتھیوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ آگے بڑھ کر ایک کاغذ پر لکھا "مادام! ہمارا پہلا حفاظتی اقدام یہی ہے کہ آج سے ہم تمام جاسوس گونگے بن جائیں اور آپ کے ہر سوال کا تحریری جواب دیں کیونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے مقابل کی آنکھوں میں جھانک کر یا اس کی آواز اور لب و لہجے کو سن کر دماغ میں پہنچتا ہے۔ ہم گونگے رہیں گے اور آنکھوں پر لینس چڑھائے رکھیں گے تو وہ ہمارے دماغوں میں کبھی نہیں آسکے گا۔"

اس نے وہ تحریر مادام کو پیش کی۔ وہ اسے پڑھ کر بولی "مجھے خوشی ہے، تم نے بروقت حفاظتی اقدام کیا ہے۔ کیا تم مجھے کسی طرح اس کی ٹیلی پیتھی سے محفوظ رکھ سکتے ہو؟"

اس نے وہ تحریر مادام سے لے کر اپنے ساتھیوں کو پڑھنے کے لیے دی تاکہ وہ بھی گونگے بن جائیں پھر اس نے دوسرے کاغذ پر لکھا "کسی کی خیال خوانی سے بچنے کے لیے دماغ کا بہت زیادہ حساس ہونا ضروری ہے۔ ماشاءاللہ آپ جسمانی اور دماغی طور پر کافی صحت مند ہیں کہ آپ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتی ہیں۔"

"ہاں، میں بے چینی سی محسوس کرتی ہوں۔ اب بھی کر رہی ہوں۔"

اس نے لکھا "آپ فوراً سانس روک لیں۔"

اس نے سانس روکی، میں اس کے دماغ سے نکل گیا۔ اگر میں چاہتا تو سلطانہ کی زبان سے حکم دیتا کہ کوئی گونگا بن کر نہیں رہے گا۔ پھر وہ ٹیلی پیتھی کا شکار ہو جانا منظور کر لیتے، لیکن مادام کے حکم سے انکار نہ کرتے۔ فوراً بول پڑتے۔ مگر میں نے جان بوجھ کر ڈھیل دی۔ میں اس مغرور عورت کو ہر طرح بچاؤ کا موقع دے کر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہ فولاد کے حفاظتی قلعے میں بیٹھ کر بھی مجھ سے برتر نہیں رہے گی۔ ایک نہ ایک دن اسے کسی مرد کے تابع ہونا پڑے گا۔

میں نے وفاداروں کے پاس آکر دیکھا۔ انھوں نے بڑی دیانتداری سے وہ اٹیچی لا کر پارس کے حوالے کر دیا تھا۔ میں نے کہا "وہ اٹیچی وفاداروں کو واپس کر کے انھیں تاکید کرو، اسے ایسی جگہ چھپایا جائے جہاں تلاش کرنے والے نہ پہنچ سکیں۔"

"پاپا! ہمارے معاملات ہی کچھ کم پریشان کن نہیں تھے۔ آپ اب مادام سلطانہ آفندی کو ایک نیا مسئلہ بنا رہے ہیں۔ کیا اس سے چھیڑ چھاڑ کرنا ضروری ہے؟"

میں نے کہا "اس جزیرے میں سپر ماسٹر اور اسرائیلی ایجنٹوں سے نمٹنے کے لیے ہمیں بھی وفاداروں کی ضرورت تھی اور دوسروں کو وفادار بنائے رکھنے کے لیے بڑی بڑی رقموں کی ضرورت پڑتی ہے۔ سلطانہ نہایت ہی مغرور اور بے رحم عورت ہے۔ وہ غریبوں اور حاجت مندوں سے وحشیانہ سلوک کرتی ہے۔ انھیں طرح طرح سے اذیتیں پہنچاتی ہے، پھر انھیں کچھ رقم دیتی ہے۔ جس دولت کے بل پر وہ ایسے مظالم ڈھاتی ہے، میں وہی دولت اس سے حاصل کر کے اپنے ضرورت مند وفاداروں کو دے رہا ہوں۔"

"کیا آپ جوجو کے لیے کچھ کر رہے ہیں؟"

"انشاءاللہ وہ آج رات یہاں سے روانہ ہو جائے گی۔"

"آپ نے وعدہ کیا ہے، آپ بھی جائیں گے۔"

"ہاں، مگر میں کہیں اور جاؤں گا۔ جوجو کی روانگی کے بعد تمہارے معاملات سے الگ ہو جاؤں گا۔"

میں اس سے باتیں کرنے کے بعد پھر سلطانہ کے پاس پہنچا۔ اس نے سانس روک لی۔ میں اس کے پرسنل سیکریٹری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب وہ آہستہ آہستہ سانس لے رہی تھی اور خوش ہو کر اس بوڑھے جاسوس سے کہہ رہی تھی "ابھی وہ آیا تھا۔ میں نے سانس روکی تو چلا گیا۔ میں اپنے اندر اسے محسوس نہیں کر رہی ہوں۔ تم نے مجھے محفوظ رہنے کی بہت اچھی تدبیر بتائی ہے۔ میں آج سے تمہیں اپنا

خاص باڈی گارڈ مقرر کرتی ہوں۔ سیکریٹری! جاسوس جواد کو پچیس ہزار ڈالر انعام دو۔"

بوڑھے جاسوس جواد نے جھک کر سلام کیا، پھر ایک کاغذ پر لکھا۔ "خیال خوانی کرنے والے سے محفوظ رہنے کی ایک اور تدبیر ہے۔ اگر کوئی تنویمی عمل کرنے والا آپ کو معمولہ بنا کر آپ کے دماغ کو حساس رہنے کا حکم دے تو آپ ہفتے دو ہفتے یا ایک ماہ تک ٹیلی پیتھی کے حملوں سے محفوظ رہیں گی۔ کوئی آپ کو نیند کی حالت میں بھی ٹریپ نہیں کر سکے گا۔"

سلطانہ نے وہ تحریر پڑھ کر کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "یہ تدبیر واقعی عمدہ ہے، لیکن میں تنویمی عمل کے ذریعے بھی کسی کو خود پر حاوی نہیں ہونے دوں گی۔ کوئی مجھے اپنی معمولہ بنائے، یہ میں برداشت نہیں کر سکتی۔ کوئی اور تدبیر سوچ کر بتاؤ۔"

اس نے لکھا۔ "ایک آخری تدبیر یہی ہے کہ آپ صبح و شام یوگا کی مشقیں کریں اور ہر دوسرے تیسرے دن سانس روکنے کا وقت بڑھاتی جائیں۔ اگر آپ پانچ منٹ بھی سانس روکنے کی عادی ہو جائیں گی تو آپ کو کسی کی ٹیلی پیتھی سے کبھی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"یہ معقول تدبیر ہے۔ میں اس پر عمل کروں گی۔ اب تمھیں یہ معلوم کرنا ہے کہ فرہاد اس جزیرے میں موجود ہے یا نہیں؟ آج خیال خوانی کے ذریعے میرے ہیرے جواہرات چرائے گئے ہیں نقد رقم ملا کر تقریباً ایک کروڑ کی چوری ہو چکی ہے۔ اتنی دولت، اتنی جلدی جزیرے سے باہر نہیں جا سکے گی۔ اگر فرہاد یہاں نہیں ہے تو معلوم کرو۔ اتنا مال کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ اس نے کسی کو اپنا آلۂ کار ضرور بنایا ہوگا۔ تم لوگ مائٹی پاشا کو اچھی طرح جانتے ہو۔ پتا چلا ہے، فرہاد سے اس کی شناسائی ہے۔ وہ سٹنگ روم میں موجود ہے۔ اس سے کچھ اگلوانے کی کوشش کرو۔"

میں پاشا کے پاس آیا۔ اس نے بے اختیار سانس روک لی۔ چونکہ وہ اپنی گرفتاری سے پریشان تھا اور کئی گھنٹوں سے میرا انتظار کر رہا تھا، اس لیے سانس لیتے ہوئے بولا۔ "آپ نے تو کہا تھا میرے دماغ میں نہیں آئیں گے۔ میں کیسے یقین کروں، آپ ہیں؟"

"کیونکہ تمھارے ساتھ کوڈ ورڈز مقرر نہیں ہوئے تھے لہٰذا تمھاری تسلی کے لیے کچھ ایسی باتیں بتا رہا ہوں جو دشمن خیال خوانی کرنے والوں کے علم میں نہیں ہیں۔ میں تمھارے ماتحت کے ذریعے تم سے باتیں کرتا تھا تم نے مادام کے ماتحت سے بریف کیس لیتے ہوئے کوڈ ورڈز میں کہا تھا: دولت صرف موت کے بعد پیچھا نہیں چھوڑتی زندگی میں بھی ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔"

اس نے کہا۔ "بس فرہاد صاحب! مجھے یقین ہو گیا ہے۔ خدا کا شکر ہے آپ آ گئے۔ میں اس جلاد عورت کی قید میں ہوں۔ آپ ہی مجھے یہاں سے نکال سکتے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "یہاں تم سے پوچھ گچھ ہو گی۔ تم کبھی خیال خوانی کے ذریعے ہونے والی چوری کا اعتراف نہ کرنا۔ صرف یہ بیان دینا کہ تم فرہاد کے بچوں کے محافظ ہو۔ اس لیے ہمارے درمیان دوستی ہے۔"

"میں یہی بیان دوں گا لیکن وہ حقیقت اگلوانے کے لیے مجھ پر ظلم کرے گی۔"

"میں تمھارے پاس رہوں گا۔ تم پر آنچ نہیں آئے گی۔"

جاسوس جواد ایک شخص کے ساتھ اس کمرے میں آیا۔ اس شخص نے کہا۔ "پاشا! کھڑے ہو جاؤ۔ مادام تشریف لا رہی ہیں۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس دروازے کی طرف دیکھنے لگا جہاں سے وہ داخل ہونے والی تھی، لیکن وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ چند لمحوں اور چند منٹوں کا انتظار بھی ایسے وقت جان لیوا ہوتا ہے، جب جان سُولی پر لٹکی ہو۔ محل کے دور افتادہ حصے سے اچانک کتوں کے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔ پاشا نے سہم کر کہا۔ "فرہاد صاحب! ان کتوں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ انسانی گوشت کھاتے ہیں۔"

"اپنے دل سے خوف نکال دو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔"

میں سلطانہ کے ایک باڈی گارڈ کے دماغ میں پہنچا۔ پھر اسے دوڑاتا ہوا سٹنگ روم کے دروازے تک لے آیا۔ محل کے اندرونی دروازے سے سلطانہ آفندی داخل ہو رہی تھی۔ اس کے آگے دو کتے تھے جن کی زنجیریں وہ تھامے ہوئے تھی۔ میرا خیال ہے، مائٹی پاشا کی حالت غیر ہو رہی ہو گی۔ میں اس کے پاس نہیں جا سکتا تھا۔ باڈی گارڈ کے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ اسے دروازے کی آڑ میں چھپا کر روک رکھا تھا۔ سلطانہ اسے دیکھ نہیں سکتی تھی۔

وہ کمرے میں آتے ہی پاشا کو حقارت سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "تمھارے جیسے بدمعاش مائٹی کہلاتے ہیں، جب کہ تمھیں کتا بھی نہیں کہلانا چاہیے، کیونکہ کتے تم سے زیادہ بدمعاش ہوتے ہیں۔ ابھی زنجیریں چھوڑ دوں تو تمھاری ایک بوٹی بھی نظر نہیں آئے گی۔"

وہ عاجزی سے بولا۔ "مادام! میرا قصور کیا ہے؟"

ایک شخص نے ڈانٹ کر کہا۔ "یو شٹ اپ! کیا تم نہیں جانتے، جب تک مادام کوئی سوال نہ کریں، ہر ہائنس کے سامنے کوئی زبان کھولنے کی جرأت نہیں کرتا۔ آئندہ یہ بات یاد رکھنا۔"

سلطانہ نے پوچھا۔ "فرہاد کہاں ہے؟"

"تھوڑی دیر پہلے میرے دماغ میں تھے۔ ابھی آنے کے لیے کہہ گئے ہیں۔"

"کیا وہ اسی جزیرے میں ہے؟"

"وہ یہاں آنے والے تھے۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا وہ آ چکے ہیں یا نہیں۔"

"اس سے تمھاری شناسائی کیسے ہوئی؟"

"پیٹر ماسٹران کے بچوں کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ میں نے بچوں کی جان بچائی اور اب ان کی حفاظت کر رہا ہوں۔ اس لیے وہ مجھ سے خوش ہیں۔"

"اور اس خوشی میں وہ تمھیں لاکھوں ڈالر اور ہیرے جواہرات دے رہا ہے!"

"آپ کیا فرما رہی ہیں! میں نے ان سے دوستی کی ہے اور دوستی میں معاوضہ نہیں لیا جاتا۔"

"بکواس مت کرو۔ میں صرف تین تک گنتی ہوں۔ اتنی دیر میں تم نے چوری کے مال کی نشاندہی نہ کی تو کتے چھوڑ دوں گی۔ ایک۔"

"میں سچ کہتا ہوں۔ میرے پاس چوری کا مال نہیں ہے۔"

"دو، تین۔" وہ بڑی ظالم عورت تھی۔ اس نے تین کہتے ہی زنجیریں چھوڑ دیں۔ کتے خوفناک غراہٹ کے ساتھ یوں پاشا کی طرف لپکے جیسے بہت دنوں بعد انسانی گوشت مل رہا ہو لیکن وہ محض لپک کر رہ گئے۔ ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ دو گولیاں چلیں۔ دونوں فرش پر گر کر تڑپنے لگے۔ باڈی گارڈ نے کمرے میں داخل ہو کر ریوالور دکھاتے ہوئے کہا۔ "خبردار! کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔"

سلطانہ آفندی نے چیخ کر کہا۔ "تم میرا نمک کھاتے ہو اور مجھ پر ریوالور تان رہے ہو؟ یہ جانتے ہو، یہ کتے تم جیسے کتوں سے زیادہ مہنگے تھے۔ اور تم نے انھیں گولی مار دی۔"

باڈی گارڈ نے کہا۔ "اس وقت تیرے سامنے تیرا نمک خوار باڈی گارڈ نہیں، فرہاد علی تیمور ہے۔"

"فرہاد؟" اس نے بے یقینی سے کہا۔ "تم میرے غلام کی زبان سے بول رہے ہو؟"

"ہاں، میں نے تیرے جیسی کُتیا پہلی بار دیکھی ہے جو اپنے کتوں کو بے قصور انسانوں کا گوشت کھلاتی ہے۔"

"یو شٹ اپ!" وہ حلق پھاڑ کر چیختی ہوئی بولی۔ "کوئی میرے سامنے اونچی آواز میں نہیں بولتا اور تو نے مجھے کتیا کہا ہے۔ بلاؤ تمام باڈی گارڈز کو، اسے گولیوں سے چھلنی کر دو۔ نہیں نہیں، اسے زنجیروں سے جکڑ دو۔ میں اسے ٹھوکریں ماروں گی، میں اس پر تھوکوں گی۔"

وہ شدید غصے میں چیختے وقت مجھے اپنے دماغ میں محسوس نہ کر سکی۔ بات پوری کرتے ہی جب اس نے بے چینی سی محسوس کی تو میں نے سانس روکنے سے پہلے ہی دماغی جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتی ہوئی دیوار سے ٹکرائی، پھر فرش پر گری۔ اس کے غلام اسے سنبھالنے کے لیے لپکے۔ میں نے دوسرا جھٹکا پہنچایا۔ وہ تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگی۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر یوں ایڑیاں رگڑنے لگی جیسے دم نکل رہا ہو۔

اس محل کے لوگ بہت مستعد تھے، فوراً ہی محل کے ڈاکٹر کو لے آئے تھے۔ مادام کو سہارا دے کر صوفے پر بٹھایا گیا تھا۔ ڈاکٹر پوچھ رہا تھا۔ "مادام! پلیز اپنی تکلیف بتائیں۔"

وہ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولی۔ "میرا سر پھوڑے کی طرح دُکھ رہا ہے، میرے سر کی تکلیف فوراً دُور کرو۔"

میں نے ڈاکٹر کے ذریعے اعصاب شکن دوا کا ایک انجکشن تیار کیا۔ پھر سرنج کی نوک اس کے بازو میں پیوست کر کے وہ دوا اس کی رگوں میں پہنچا دی۔ وہ تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کیے بیٹھی رہی۔ دماغی تکلیف قدرے کم ہو گئی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اس کے حکم کے مطابق بے چارے باڈی گارڈ کو زنجیروں میں جکڑ دیا گیا تھا۔ میں نے کہا۔ "سلطانہ! تو مجھے زنجیروں میں جکڑ کر ٹھوکریں مارنا چاہتی تھی، مجھ پر تھوکنا چاہتی تھی۔ لیکن میں تو تیرے اندر ہوں۔ مجھ پر تھوکنے کے لیے اپنے آپ پر تھوکنا ہوگا۔"

اس نے سانس روکنے کی ناکام کوشش کی، میں نے کہا۔ "میں تیرے محل کے ایک ایک فرد کے اندر پہنچ سکتا ہوں۔ میں نے تیرے ڈاکٹر کے ذریعے تیرے اعصاب کو کمزور بنا دیا ہے۔ تو سانس نہیں روک سکے گی اور جس نے تجھے سانس روکنے کی تدبیر سمجھائی ہے، میں اس کے دماغ میں بھی پہنچ سکتا ہوں۔ یہ دیکھ۔"

میں نے باڈی گارڈ کے اندر پہنچ کر اس کا زنجیروں والا ہاتھ زور سے جاسوس جواد کے مُنہ پر مارا۔ وہ چیختا ہوا پیچھے گیا۔ دوسرے مسلح افراد نے باڈی گارڈ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ میرا کام بن گیا۔ آہنی زنجیر مُنہ پر لگنے سے جواد بُری طرح زخمی ہوا تھا بے اختیار اس نے باڈی گارڈ کو چیلنج کیا۔ میں نے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچا کر اسے مادام کے پاس پہنچا دیا۔ پھر اس کی زبان سے کہا۔ "میں فرہاد بول رہا ہوں، اگر یہ جاسوس مار کھا کر بے اختیار نہ بولتا اور محتاط رہنا چاہتا تو میں تیرے کسی باڈی گارڈ کے ذریعے اسے گولی مار کر زخمی کر دیتا۔ اب بتا تیرے محل میں تیرا کون محافظ رہ گیا ہے؟"

وہاں خاموشی چھا گئی۔ اس محل میں مادام سلطانہ آفندی کا خوف چھایا رہتا تھا، آج ٹیلی پیتھی کی دہشت طاری تھی۔ جاسوس جواد نے پوچھا۔ "مسٹر فرہاد! آپ خواہ مخواہ ہماری مادام کے دشمن کیوں بن گئے ہیں؟"

میں نے کہا۔ "یہی سوال میں کرتا ہوں۔ مائٹی پاشا کا کوئی جرم ثابت کیے بغیر کیوں دشمنی کی جا رہی ہے؟ یہ میرے بچوں کا محافظ ہے، میرا محسن ہے، اس پر کتے کیوں چھوڑے گئے؟"

"محل سے تقریباً ایک کروڑ ڈالر خیال خوانی کے ذریعے چرائے گئے ہیں۔ آپ بُرا نہ مانیں، شبہ آپ پر ہی ہو سکتا ہے۔"

"میں ابھی تمھاری بات کا جواب دوں گا، پہلے میرے سوال کا جواب دو۔ پاشا پر کتے کیوں چھوڑے گئے؟"

جوآدنے پریشان ہوکر اپنی مادام کو دیکھا۔ وہ بولی: "اس جزیرے پر میری حکومت ہے۔ مجھے جس پر غصہ آتا ہے میں اسے کتوں سے نچوا دیتی ہوں۔"

"تو جزیرے پر حکومت کرتی ہے۔ میں تیرے دماغ پر حکومت کر رہا ہوں۔ میری حکمرانی سے انکار کرے گی تو تجھے تیرے ہی کتوں سے نچوا دوں گا۔ تو گھڑسواری کرتی ہے، غریبوں اور محتاجوں کو پولو اسٹک سے مار مار کر لہولہان کرتی ہے، پھر ان کے سامنے کچھ سکے پھینک دیتی ہے۔ جب دولت کے غرور میں تو ایسا کرتی ہے، میں وہ دولت یہاں سے ٹرانسفر کر رہا ہوں۔ بہت جلد تجھے کنگال بنا دوں گا۔ پھر گھوڑے پر بیٹھ کر ہاتھ میں پولو اسٹک لے کر تجھے مارتے مارتے لہولہان کر کے پوچھوں گا۔ بول محتاج عورت! تجھے کتنی رقم کی ضرورت ہے؟"

وہ چیخ کر بولی: "تو ایسا نہیں کر سکتا۔ ایسا ہونے سے پہلے میں جان دے دوں گی۔"

"تو اپنی موت سے پہلے نہیں مرے گی۔ یقین نہ ہو تو خودکشی کی کوشش کر کے دیکھ لے۔"

"تو مرد نہیں ہے، مرد عورت کو فتح کرتا ہے، اس کے دماغ کو کمزور نہیں بناتا ـــ اگر مرد ہے تو سامنے آ۔ یہ ٹیلی پیتھی کا ہتھیار کیا استعمال کرتا ہے، اپنے بازو استعمال کر۔"

"ہماری دنیا میں لوگ طاقت کے بل پر غالب آتے ہیں۔ کسی کے پاس جسمانی قوت ہوتی ہے، کسی کے پاس دماغی توانائی۔ کسی کے پاس ہتھیاروں کا زور ہوتا ہے، کسی کے پاس دولت کی بے پناہ طاقت ہوتی ہے۔ تیرے پاس دولت ہے، میرے پاس ٹیلی پیتھی ہے۔ اگر ہم اپنی اپنی طاقت سے خالی ہو جائیں گے تو سارے جھگڑے خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ ہم دونوں عام انسانوں کی طرح محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ بھریں گے۔ میں تیرے کہنے کے مطابق ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال نہیں کروں گا۔ تو اپنی دولت استعمال نہ کر۔ سب کچھ چھوڑ کر محل سے باہر آجا۔ میں اس رب العزت کی قسم کھاتا ہوں جس نے مجھے عزت دی، میں تیرے دماغ میں کبھی نہیں آؤں گا اور تو دیکھے گی کہ خدا تجھے اس محل سے زیادہ عزت دے گا کیونکہ یہاں خوف و دہشت کے باعث تجھے جبراً عزت دی جاتی ہے۔ محل سے باہر تیرا کردار اچھا ہوگا تو لوگ راضی خوشی سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ کیا میری بات تیرے پلے پڑ رہی ہے؟"

"کیا تو مجھے نادان عورت سمجھتا ہے؟ کیا میں تیری نصیحت سن کر اربوں ڈالر سے محروم ہو جاؤں گی اور یہ محل چھوڑ دوں گی؟"

"کیا تو مجھے احمق سمجھتی ہے کہ میں ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال نہیں کروں گا اور ایک کمزور آدمی کی طرح تیری پولو اسٹک کی مار کھانے آجاؤں گا؟ مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے تجھے اچھی باتیں سمجھائیں۔ مجھے یہ سمجھ لینا چاہیے تھا کہ تو کتوں کے ساتھ رہتی ہے۔ تیری دُم بھی ٹیڑھی ہی ہوگی۔"

وہ توہین کے احساس سے تلملا رہی تھی۔ غصے سے پھنکنے کے لیے اٹھنا چاہتی تھی، مگر چکرا کر بیٹھ گئی۔ دوا اپنا اثر دکھا رہی تھی۔ اعصاب کمزور ہو چکے تھے۔ ایسی حالت میں بھی وہ غصے میں گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولی: "تم سب یہاں کیا تماشا دیکھ رہے ہو؟ جاؤ دفع ہو جاؤ۔ تم میں سے کوئی میرے کام نہیں آسکتا۔ جاؤ یہاں سے، مگر یاد رکھو میرے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے اس کا ذکر باہر نہ کرنا، ورنہ میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

سب وہاں سے جانے لگے۔ میں نے کہا: "رُک جاؤ۔"

مادام کا حکم سننے کے بعد کوئی وہاں رکنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے سلطانہ کی زبان سے کہا: "رک جاؤ، ماسٹر پاشا کو عزت سے لے جاؤ اور آرام سے اس کی رہائش گاہ تک پہنچا دو۔"

پاشا شکریہ ادا کر کے ان کے ساتھ چلا گیا۔ وہ تنہا بیٹھی رہ گئی۔ میں نے کہا: "تیرے اعصاب کمزور ہیں تو مجھے اپنے اندر محسوس نہیں کر سکتی۔ کوئی تیری اجازت کے بغیر محل کے اندر داخل نہیں ہوتا۔ تیری خواب گاہ تک جانے کی جرأت کرنے والا چیتوں کا لقمہ بن جاتا ہے۔ تو کتنی رعب اور دبدبے والی ہے اور تو کتنی معمولی عورت ہے کہ میں اجازت کے بغیر تیرے اندر موجود ہوں۔ جب چاہوں گا آؤں گا اور جاؤں گا اور تیرے ساتھ جو سلوک چاہوں گا کروں گا۔ کیا تو مجھے روک سکے گی؟ ہاں اگر نہیں تو پھر مان لے، دنیا کی ہر طاقت کو زوال آتا ہے۔"

وہ بولی: "تو بھی مان لے، طاقت ور اسے کہتے ہیں جو جھکنے سے پہلے خود کو فنا کر دے تاکہ اس کی داستان میں زوال کا ذکر نہ آئے اور طاقت کی انتہا پر وہ داستان تمام ہو جائے۔ تو مجھے ہر طرح سے کمزور بنا کر آزما لے، میں تیرے سامنے جھکنے سے پہلے ٹوٹ جاؤں گی۔"

"میں مانتا ہوں تو ایسی ہی زبردست عورت ہے۔ تو بھی تسلیم کر لے گی کہ میں تجھے ٹوٹنے اور فنا ہونے کا موقع نہیں دوں گا۔ تیری داستان میں زوال کا ذکر آئے گا۔ تاکہ طاقت کے نشے میں چُور رہنے والوں کو عبرت حاصل ہو۔"

اس نے میری مرضی کے مطابق پرسنل سیکریٹری کو طلب کیا، پھر کہا: "میں آج رات کے دس بجے ہیلی کاپٹر کے ذریعے پیرس جاؤں گی۔ میرے ساتھ بوڑھی خادمہ، ایک نوجوان لڑکی اور دو باڈی گارڈز ہوں گے۔ خادمہ میری اپنی ہوگی۔ باقی ایک جوان لڑکی اور باڈی گارڈز باہر سے آئیں گے اور فلائنگ کلب میں مجھ سے ملیں گے۔ اس سفر کے سلسلے میں ضروری کاغذی تیاری مکمل کر دو۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ سلطانہ یہ سب کچھ بولتی رہی تھی مگر اندر سے پریشان تھی کہ کیوں ایسا حکم دے رہی ہے؟ وہ اپنی زبان بند رکھنا چاہتی تھی، مگر زبان بے اختیار چل رہی تھی۔ سیکریٹری کے جانے کے بعد میں نے کہا: "اسی لیے عورتوں کو سمجھایا جاتا ہے، زیادہ نہ بولو۔ اب دیکھ، تو بے اختیار بولتی جارہی تھی۔"

"ہاں، میں بے اختیار ہو گئی ہوں، مگر آخری سانس تک حوصلہ ہارنے والی عورت نہیں ہوں۔ تو مجھے پیرس کیوں بھیجنا چاہتا ہے؟"

"میرا ایک ضروری کام ہے جو تجھ سے ہی ہو سکتا ہے۔"

"کیا ایک عورت سے زبردستی تیرے شایانِ شان ہے؟"

"تو خود کو ایک نارمل اور سیدھی سادی عورت ثابت کر دے، میں تیرا پیچھا چھوڑ دوں گا۔"

"میں بحث نہیں کرنا چاہتی۔ فی الحال خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ رہی ہوں، مگر یاد رکھ، میں ناگن ہوں، موقع ملتے ہی ڈس لوں گی۔"

"میں یاد رکھوں گا، چل اُٹھ جا۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ اتنی سیدھی نہیں تھی کہ میرے کہنے سے اٹھ جاتی۔ اسے ٹیلی پیتھی نے اٹھایا تھا۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں چلتی ہوئی محل کے مختلف حصوں سے گزر رہی تھی۔ تمام کنیزیں، غلام اور مسلح گارڈز جھک کر سلام کر رہے تھے۔ اس نے مخصوص رہائشی حصے میں آکر آہنی سلاخوں والے دروازے کو مقفل کر لیا۔ چیتے بھاگ کر اس کے پاس آگئے۔ نر اس کے پاؤں چاٹ رہا تھا۔ مادہ اپنے اگلے پنجے اٹھا کر اس کے گلے لگنا چاہتی تھی۔ بچے بھی اچھل کود کر رہے تھے۔

وہ وہاں سے چلتی ہوئی خواب گاہ کے دروازے تک آئی، پھر اس نے اندر آکر دروازے کو بند کر لیا۔ اپنے شاہانہ طرز کے وسیع و عریض بستر پر آکر لیٹ گئی۔ پریشان ہو کر بولی: "مجھے یہاں کیوں لے آئے ہو؟ تمھارا ارادہ کیا ہے؟"

"نیک ارادہ ہے۔ تمھیں تھوڑی دیر کے لیے آرام کی نیند لے لینی چاہیے۔"

"فرہاد! میں خوشامد کرنے یا گڑگڑا کر فریاد کرنے والی نہیں ہوں، لیکن مصلحتاً ایک سمجھوتا کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیسا سمجھوتا؟"

"تم میری تنہائی میں جتنی دشمنی چاہو کرو، لیکن دوسروں کی موجودگی میں میرے دماغ کے اندر اور میرے محل کے اندر نہ آؤ۔"

"ایک شرط پر سمجھوتا ہو سکتا ہے۔"

"میں تمھاری کڑی سے کڑی شرط مان لوں گی۔ بولو۔"

"بالکل معمولی سی شرط ہے۔ غرور اور سنگدلی سے باز آجاؤ۔"

"میری امارت اور شان و شوکت کے جو تقاضے ہیں، انھیں میں پورا کرتی ہوں۔ تم بلند و بالا درخت کو تن کر کھڑا رہنے سے اور سمندر کی منہ زور لہروں کو چٹانوں سے ٹکرانے سے منع نہیں کر سکتے۔ انسان ہو یا بے جان، کوئی خلافِ فطرت اپنے وجود کو قائم نہیں رکھ سکتا۔"

"انسان اسی لیے اشرف المخلوقات کہلاتا ہے کہ وہ گناہ و جرائم سے بچنے کے لیے بعض فطری تقاضوں کو مارتا ہے۔"

"تم پھر مجھے نصیحت کر رہے ہو۔"

"میں پھر بھول گیا تھا کہ دُم سیدھی نہیں ہوتی۔"

میں نے اس کی آنکھیں بند کر دیں۔ اسے ٹیلی پیتھی کی لوری سنا کر سلا دیا۔ پھر تنویمی عمل شروع کیا۔ اس کے خوابیدہ دماغ کو ٹرانس میں لا کر پوری طرح اسے اپنی معمولہ بنایا۔ اس کے بعد کہا: "تم میری معمولہ ہو۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گی۔"

وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی: "میں تمھاری معمولہ ہوں، تمھارے ہر حکم کی تعمیل کروں گی۔"

"تم میرے پروگرام کے مطابق آج رات پیرس جاؤ گی۔ فلائنگ کلب میں ایک جوان لڑکی اور دو باڈی گارڈز تم سے ملیں گے اور تمھارے ساتھ پیرس تک سفر کریں گے۔ پھر اپنی منزل پر پہنچ کر تم سے الگ ہو جائیں گے۔ تم ان کے متعلق کچھ دریافت نہیں کرو گی۔"

اس نے میری باتیں دہرائیں، وعدہ کیا، کسی سے کچھ دریافت نہیں کرے گی۔ میں نے حکم دیا: "تم مجھے دشمن نہیں، دوست سمجھو گی۔"

"میں تمھیں دشمن نہیں، دوست سمجھوں گی۔"

"تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد میرے تنویمی عمل کو بھول جاؤ گی۔ میری ہر بات کو بے چون و چرا تسلیم کرو گی اور راضی خوشی میرے تمام احکامات کی تعمیل کرو گی۔"

اس نے وعدہ کیا، کسی حیل و حجت کے بغیر میری ہر بات تسلیم کرے گی۔ کسی اعتراض کے بغیر میرے احکامات کی تعمیل کرے گی اور تنویمی نیند کے بعد میرے تنویمی عمل کو بھول جائے گی۔ میں نے اسے حکم دیا: "دو گھنٹے تک آرام سے سوتی رہو۔ اس کے بعد تمھاری آنکھ کھل جائے گی۔"

میں نے تھوڑی دیر اس کے دماغ میں رہ کر دیکھا، وہ نیند میں ڈوب گئی تھی۔ میں نے اسے کوڈ ورڈز سمجھا دیے تھے۔ میں ان کوڈ ورڈز کے ذریعے کسی وقت بھی اس کے پاس پہنچ سکتا تھا۔ میں دماغی طور پر ہوٹل کے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ صوفے سے اٹھ کر بستر پر آیا، پھر آرام سے لیٹ گیا۔ میں پچھلی رات خیال خوانی میں مصروف رہا تھا۔ دماغ پر بوجھ اور تھکن سی محسوس کر رہا تھا۔ غسل کرنے سے تھکن دور ہو سکتی تھی، دماغ بھی تازہ دم ہو جاتا۔ اس کے بعد گھنٹے بھر تک خیال خوانی نہ کرتا، تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ ابھی سب سے اہم کام جوجو کو پیرس روانہ کرنا تھا۔ اس کا انتظام ہو چکا تھا۔ میں دو گھنٹے بعد بھی پارس کو اس کی روانگی کے متعلق بتاتا تو وہ عین وقت پر جوجو کو لے کر فلائنگ کلب پہنچ جاتا۔

میں بستر پر خاموش پڑا چھت کو تک رہا تھا اور دماغ کو ہر طرح کی سوچ سے خالی رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایسا ممکن تو نہیں ہے کہ دماغ ایک لمحے کو بھی سوچ سے خالی ہو، لیکن کوشش کرنے سے پریشان کن خیالات سے نجات مل جاتی ہے۔ یوں چپ چاپ لیٹے رہنے کے دوران مجھے کنگ فرنانڈو کی بھتیجی، فرزانہ اور پارس ودم یاد آ رہے تھے۔ پارس ودم سے آخری ملاقات اس وقت ہوئی تھی جب وہ ٹرانسفار مشین کو تباہ کرنے اور اچھا خاصا ہنگامہ برپا کرنے کے بعد نیویارک پہنچ گیا تھا۔ رسونتی نے کہا تھا: "میرے بیٹے نے اپنے باپ کے برابر کارنامہ انجام دیا ہے۔ باپ نے ایک مشین تباہ کی، بیٹے نے دوسری۔ اب میں اپنے بیٹے اور ہونے والی بہو فرزانہ کو لوارے میں بلا لوں گی۔"

اب پتا نہیں، پارس ودم اور فرزانہ پیرس پہنچ گئے تھے یا اب تک نیویارک میں تھے۔ میں معلوم کر سکتا تھا لیکن میں نے خود کو مزید خیال خوانی سے باز رکھا۔ اس کی نگرانی اور حفاظت کے لیے رسونتی کافی تھی۔ اگر کوئی ایسی ویسی بات ہوتی تو وہ مجھے ضرور بلاتی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ لیٹے رہنے سے خواہ مخواہ کوئی رشتہ اور کوئی دوستی یاد آتی اور میں خیال خوانی پر مجبور ہو جاتا۔

میں نے اٹیچی سے اپنا لباس نکالا، باتھ روم میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کیا، آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر شیو کی پھر شاور کھول کر ٹھنڈے پانی سے جسمانی تھکن اتارنے لگا۔ مجھے بہت لطف آ رہا تھا۔ میں دیر تک پانی میں بھیگتا رہا۔ پھر اچانک ہی میں نے غیر معمولی سی بات محسوس کی۔ یہ بات شاور بند کرنے کے بعد محسوس ہوئی تھی۔ میں نے تیزی سے باتھ روم کی چار دیواری پر نظریں دوڑائیں۔ کچھ عجیب سی بو محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے دروازے کی طرف دیکھا، اس کے نچلے حصے سے سفید رنگ کا دھواں اندر آ رہا تھا۔ میں لپک کر دروازے پر آیا، اس کے ہینڈل کو گھما کر کھولنا چاہا۔ پتا چلا اسے باہر سے بند کر دیا گیا ہے۔ دشمن مجھے پہچان گئے تھے اور جزیرے میں یہ ان کی طرف سے پہلا جان لیوا حملہ تھا۔

میں نے دروازے پر زور زور سے گھونسے مارے۔ ہونٹوں کو سختی سے بند رکھا۔ سانس بھی روک لی۔ ورنہ وہ زہریلا دھواں اب تک میرے پھیپھڑوں تک پہنچ چکا ہوتا۔ دروازے پر لات اور گھونسے مارنا حماقت تھی۔ انھوں نے اسے کھولنا اور مجھ پر رحم کھانے کے لیے بند نہیں کیا تھا۔ میں پیچھے ہٹ کر باتھ روم کی ایک ایک چیز کو سہارے کے لیے دیکھ رہا تھا۔ وہاں ایسی کوئی مضبوط چیز نہیں تھی جس سے دروازے کو توڑا جا سکتا۔ بدقسمتی سے روشن دان بھی نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو روشندان سے منہ لگا کر باہر کی تازہ ہوا میں سانس لیتا۔

مجھ پر برا وقت آ گیا تھا اور یہ میرا آخری وقت بھی ہو سکتا تھا۔ مجھے چاروں طرف سے بند کر دیا گیا تھا۔ فرار کا راستہ نہیں تھا۔ مجھے مارنے کے لیے ایسا منصوبہ بنایا گیا تھا کہ میں دم نہیں مار سکتا تھا یعنی سانس بھی نہیں لے سکتا تھا۔ سانس لیتا تو زہریلی گیس مار ڈالتی، لیکن میں کتنی دیر تک سانس روک سکتا تھا۔ تقریباً تین منٹ گزر چکے تھے۔ مزید دو منٹ تک زہریلی گیس کو اپنے پھیپھڑوں تک پہنچنے سے روک سکتا تھا۔ اس کے بعد؟

اس کے بعد اگر مجھے چند سیکنڈ تک سانس لینے کا موقع ملتا تو میں پھر دو چار منٹ تک سانس روک سکتا تھا لیکن باتھ روم میں ہر طرف گیس پھیل رہی تھی۔ اچانک ایک تدبیر سمجھ میں آئی۔ میں نے لپک کر شاور کو پوری طرح کھول دیا۔ پانی موسلا دھار بارش کی طرح مجھ پر گرنے لگا۔ میں نے ہولے سے سانس لی تو زہریلی گیس محسوس نہیں ہوئی۔

یہ پانی اور گیس کی تکرار کو سمجھنے کی بات ہے۔ گیس میری طرف آ رہی تھی مگر پانی کی تیز بوچھار سے ٹکرا کر منتشر ہو رہی تھی، اس حد میں نہیں پہنچ رہی تھی جہاں تک شاور کا پانی میرے اطراف تھا۔ ایسے میں مجھے سانس لینے کا موقع مل رہا تھا۔ وہ گیس یقیناً پانی میں حل ہو کر یا اپنا راستہ بنا کر مجھ تک پہنچ سکتی تھی، لیکن وہ شاور کا پانی تھا، اوپر سے نیچے جا رہا تھا۔ ادھر وہ گیس پانی میں راستہ بناتی تھی اور وہ پانی نیچے چلا جاتا تھا اور میرے چہرے تک دوسرا تازہ پانی پہنچنے لگتا تھا۔

اب مجھے اتنی مہلت مل رہی تھی کہ میں خیال خوانی کر سکوں۔ ہوٹل کے منیجر اور ملازموں کے دماغوں میں پہنچ کر انھیں دوڑاتا ہوا کمرے میں لا سکوں۔ منیجر کے ذریعے قانون کے محافظوں کو طلب کر سکوں۔ میں باتھ روم کا دروازہ آسانی سے کھلوا سکتا تھا۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ مجھے خود ہی دشمنوں سے نمٹنے کا یقین ہو گیا تھا۔ میں نے سانس روکی، شاور کے نیچے سے نکل کر دروازے کے قریب آیا، پھر ایسی آوازیں نکالنے لگا جیسے میرا دم گھٹ رہا ہو۔ میری آواز بتدریج کم ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے انھیں یقین دلانا تھا کہ میری آواز اور میری سانس ڈوبتی جا رہی ہے۔

میں واپس شاور کے نیچے آ کر سانس لینے لگا۔ دروازے کی جانب دیکھا۔ اب اس کے نچلے حصے سے دھواں نہیں آ رہا تھا، لیکن باتھ روم کے اندر بدستور پھیلا ہوا تھا۔ دشمنوں کا یہ حملہ تقریباً آدھے گھنٹے سے جاری تھا۔ انھیں یقین ہو گیا کہ میں دم توڑ چکا ہوں۔ شاید انھیں میرا موجودہ ریکارڈ معلوم تھا کہ میں پانچ چھ منٹ سے زیادہ سانس نہیں روک سکتا۔ میری نظریں دروازے کے ہینڈل پر تھیں۔ جیسے ہی اس میں حرکت ہوئی، میں سانس روک کر گیلے فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔

دروازہ کھلا۔ یکے بعد دیگرے چار افراد اندر داخل ہوئے۔ انھوں نے گیس سے محفوظ رہنے کے لیے ناک اور منہ پر کپڑا لپیٹ رکھا تھا۔ وہ

میرے دونوں پاؤں پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے کمرے میں لے آئے، باتھ روم کو بند کر دیا۔ کھڑکیاں کھول دیں۔ سیلنگ فین کو تیز رفتاری سے آن رکھا تاکہ کمرے میں تھوڑی سی بھی گیس ہو تو باہر نکل جائے۔

وہ مجھے دیکھ رہے تھے۔ میرے دیدے پھیل کر ساکت ہو گئے تھے۔ میں انھیں دیکھ رہا تھا۔ اُن میں سے دو کے ہاتھ میں سائلنسر لگے ہوئے ریوالور تھے۔ ایک ریوالور والے نے کہا: "یہ تو مر چکا ہے۔"

دوسرے نے کہا: "مرنے دو۔ یہ تمھارا باپ تو نہیں ہے۔"

"بکواس مت کرو، ہم نے اسے قتل کرنے کا معاوضہ نہیں لیا ہے۔"

تیسرے نے کہا: "ٹھیک تو ہے۔ باس نے کہا تھا، اسے بے ہوش کر کے چہرے کو ٹٹولا جائے۔ اگر یہ میک اپ میں ہو تو میک اپ اتار کر اس کی اصلیت معلوم کی جائے۔"

چوتھے نے کہا: "اب اصلیت کیا معلوم کریں۔ تم نے باتھ روم کو آدھے گھنٹے تک گیس چیمبر بنائے رکھا۔ ایسے میں کوئی بے ہوش نہیں ہوتا، مر جاتا ہے۔"

ایک نے میرے قریب آ کر گھٹنے ٹیک دیے، پھر جھک کر میرے سینے سے کان لگا کر دھڑکنوں کو محسوس کرنے لگا۔ میں نے کہا: "کیوں سینے سے لگ کر مردے کا ایمان خراب کرتے ہو؟"

وہ ایک دم سے اچھل کر پیچھے چلا گیا۔ ریوالور والوں نے فوراً ہی تن کر حکم دیا: "خبردار! جہاں ہو وہیں پڑے رہو، ذرا بھی حرکت کرو گے تو گولی چل جائے گی۔"

میں نے لیٹے ہی لیٹے پوچھا: "کیوں مذاق کرتے ہو؟ بچوں کے کھلونے کا ریوالور دکھا کر ڈرا رہے ہو۔"

ایک ریوالور والے نے بگڑ کر کہا: "اپنا سے بچوں کا ریوالور کہہ رہا ہے۔ ابھی ٹھائیں سے گولی چلے گی اور ہائے کہہ کر مر جائے گا۔"

میں نے اٹھتے ہوئے کہا: "میں احمق نہیں ہوں۔ پہلے تم لوگوں نے مجھے ڈرانے کے لیے باتھ روم میں میٹھا میٹھا سا دھواں چھوڑ دیا۔ میں تو سہم گیا تھا، سمجھ رہا تھا شاید کوئی زہریلا دھواں ہے۔ مگر واہ بھئی واہ، زندگی میں پہلی بار میٹھے دھوئیں کا مزہ بھی چکھ لیا۔"

وہ ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ایک نے پوچھا: "کیا وہ بیہوش کرنے والی گیس نہیں تھی؟"

میں نے پوچھا: "ارے عقل کے اندھو! کیا میں بے ہوش ہو گیا تھا؟"

دوسرے نے کہا: "اس کا مطلب ہے، اس دکاندار نے ہمیں دھوکے سے نقلی گیس دے دی ہے۔"

تیسرے نے کہا: "ہم دکاندار سے بعد میں نمٹ لیں گے مگر ہمارے یہ ریوالور اصلی ہیں۔"

"میں ابھی دیکھ کر بتاتا ہوں۔ یہ اصلی ہیں یا نقلی۔"

میں نے یہ کہتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر ریوالور کو ہاتھ سے اچھالا۔ وہ اچھل کر میری طرف آیا۔ میں نے اسے کیچ کر لیا۔ پھر دوسرے ریوالور والے کو نشانے پر رکھتے ہی گولی چلا دی۔ گولی اس کے بازو کی ہڈی کو توڑتی ہوئی گزر گئی۔ ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر میرے قدموں میں آ گیا۔ میں نے تعجب سے کہا: "ارے یہ تو اصلی ہے! کمال ہے، استعمال کرنے کے بعد اصلی اور نقلی کا پتا چلتا ہے!"

وہ اپنے بازو کو تھام کر کراہ رہا تھا۔ باقی تینوں پریشان ہو کر میرے ہاتھ میں ریوالور کو دیکھ رہے تھے۔ میں ان سے سوالات کرنا چاہتا تھا۔ اس زخمی نے مجھے بے خبر سمجھ کر چھلانگ لگائی۔ اس کا دایاں بازو زخمی تھا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے ریوالور اٹھانا چاہا۔ میں نے بائیں بازو پر گولی ماری، وہ چیخ مار کر الٹ گیا۔ وہ تینوں سہم کر ذرا دور ہو گئے۔ میں نے فرش پر الٹنے والے کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر بٹھا دیا۔ پھر دوسرا ریوالور اس کے سامنے رکھ کر کہا: "اب میں تمھیں گولی نہیں ماروں گا۔ تم یہ ریوالور استعمال کر سکتے ہو۔"

میں ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ گیا۔ میرے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ تینوں اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے تھے اور جس کے سامنے ریوالور رکھا ہوا تھا، وہ دونوں زخمی بازو ہلا نہیں سکتا تھا۔ تکلیف سے کراہتے ہوئے کہہ رہا تھا: "مجھ پر رحم کرو۔ مجھے طبی امداد پہنچاؤ، نہیں تو میں مر جاؤں گا۔"

"اتنی جلدی مرنے کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے مارنے آئے ہو۔ ریوالور سامنے پڑا ہے، اٹھاؤ اور مجھے گولی مار دو۔"

اس نے نظریں جھکا کر فرش پر پڑے ہوئے ریوالور کو بے بسی سے دیکھا۔ ایسی حالت میں یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ انسان کو ہتھیار نہیں مارتے، انسانی ہاتھ مارتے ہیں۔ دنیا جہان میں ہتھیار بنتے ہیں، بننے دو۔ ہتھیار اٹھانے والے ہاتھ توڑ دو۔ کہیں سے کوئی گولی نہیں چلے گی۔

میں نے صوفے سے اٹھ کر اپنا ریوالور بھی اس کے آگے ڈال دیا۔ میرے خالی ہاتھ ہوتے ہی وہ تینوں دوڑتے ہوئے ریوالوروں کی طرف آئے۔ جو سب سے پہلے اٹھانے کے لیے جھکا، اس کے منہ پر لات پڑی۔ دوسرے کے پیٹ پر گھونسا اور تیسرے کی گردن پر کراٹے کا ہاتھ پڑا۔ وہ مار کھا کر پیچھے گئے۔ میں نے کہا: "ہماری غلطی یہ ہے کہ ہم ہتھیاروں کو غلط ہاتھوں میں پہنچنے دیتے ہیں۔ میں یہ غلطی نہیں کروں گا۔ ویسے تم میں سے کوئی ریوالور تک پہنچ سکتا ہے تو پہنچ کر دکھائے۔"

وہ دس منٹ تک لڑتے رہے۔ کسی نہ کسی طرح ریوالوروں تک پہنچنے کی سر توڑ کوشش کرتے رہے۔ آخر تھک کر ہانپنے لگے۔ وہ کمزور نہیں تھے۔ چھٹے ہوئے بدمعاش تھے، لیکن لڑنے کا ہنر نہیں جانتے تھے۔ اکثر بدمعاش صرف دھونس جمانے کا ہنر جانتے

ہیں۔ ان میں سے ایک نے جھنجلا کر زخمی ساتھی سے کہا: "ابے او کاٹھ کے اُلّو! ایک جگہ بیٹھ گیا ہے۔ دونوں ہاتھ زخمی ہیں تو کیا ریوالوروں کو پاؤں سے ٹھوکر مار کر ہمارے پاس نہیں پہنچا سکتا۔"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا: "بے شک، میں ایسا کر سکتا ہوں، لیکن نہیں کروں گا۔ مجھے شرم آرہی ہے۔ تم بھی ذرا سوچو۔ یہ چاہتا تو ان ریوالوروں سے ہمیں ہلاک کر دیتا یا پھر ہمیں نشانے پر رکھ کر پولیس کو طلب کرتا۔ مگر یہ ہم پر مہربان ہے، ہمیں توبہ کا موقع دے رہا ہے۔"

وہ تینوں مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ میں چاہتا تو پہلے ہی خیال خوانی کے ذریعے انھیں سوچنے یا وہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیتا۔ مگر اپنے ہاتھ پاؤں کا زنگ چھڑانا چاہتا تھا اس لیے تھوڑی سی ورزش کر لی۔ میں نے کہا: "تم لوگ ہتھیار تک نہیں پہنچ سکے۔ اب میں تمھاری جیبوں تک پہنچ کر باقی کارتوس نکالوں گا۔"

انھوں نے جلدی سے اپنی اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر کارتوس کے ساتھ دوسری چیزیں بھی نکال کر سامنے ڈال دیں۔ تمام جیبیں خالی کر دیں۔ میں نے تمام کارتوس اُٹھا لیے۔ دونوں ریوالورز کے چیمبر بھی خالی کر دیے، پھر باتھ روم میں آکر وہ کارتوس کموڈ میں ڈال کر بہا دیے۔ کمرے میں آکر اٹیچی کھولا۔ اس میں سے فرسٹ ایڈ کا سامان نکال کر اس کے دونوں بازوؤں کے زخم پر ایک دوا اسپرے کی جس سے خون بہنا بند ہو گیا۔ اس کے بعد دونوں بازوؤں کی مرہم پٹی کرنے لگا۔ وہ تینوں میرے اس رویے پر حیران اور پریشان تھے۔ وہ مجھے مار ڈالنے یا نقصان پہنچانے آئے تھے۔ اس کے برعکس میں دوستوں جیسا برتاؤ کر رہا تھا۔ جس کی وہ کبھی توقع نہیں کر سکتے تھے۔

اس دوران خیال خوانی جاری تھی۔ ان کی سوچ نے بتایا ایک شخص نے ٹیلیفون کے ذریعے میرے متعلق سودا کیا تھا۔ ان سے کہا تھا کہ وہ ہوٹل کے کمرے میں آکر کسی طرح مجھ پر قابو پائیں گے اور میری اصلیت معلوم کریں گے تو ان چاروں کو دو ہزار ڈالر دیے جائیں گے۔ وہ شخص میرے ہی کمرے میں فون کر کے ان سے میری اصلیت پوچھنے والا تھا۔ میں نے یہ معلوم کرنے کے بعد ان سے پوچھا: "تم لوگ کس کے لیے کام کر رہے ہو؟"

انھوں نے سچ سچ بتا دیا کہ وہ چاروں اسے صورت سے نہیں پہچانتے.... فون پر سودا ہوا تھا۔ فون کرنے والے نے کہا تھا: "اگر یہ سودا منظور ہے تو اپنے مکان کے باہر جاؤ۔ دروازے کے پاس پھولوں کا ایک گملا ہے۔ اس کے نیچے ایک لفافہ ہے۔ لفافے میں پیشگی کے طور پر پانچ سو ڈالر ہیں۔ کام ہونے کے بعد کامیابی کا یقین ہوا تو میں خود ہوٹل کے اس کمرے میں آؤں گا اور تمھارا باقی معاوضہ ادا کروں گا۔"

میں نے انھیں سمجھایا: "ابھی اس کا فون آئے گا۔ اس سے کہنا، تمھارا شکار گیس کے ذریعے بے ہوش ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے وہ نیم بے ہوشی میں پارس اور رسونتی کا نام بڑبڑا رہا تھا۔ اس کے چہرے کا میک اَپ اُتار دیا گیا ہے لیکن ہم میک اَپ اترنے کے بعد بھی اسے پہچان نہیں سکتے۔ پتا نہیں، یہ کون ہے؟"

تھوڑی دیر بعد ٹیلیفون کی گھنٹی سنائی دی۔ ان میں سے ایک نے ریسیور اُٹھایا، میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ دوسری طرف خاموشی تھی۔ میں نے اس کی زبان سے کہا: "میں کمرا نمبر بائیس سے بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی: "میں سُن رہا ہوں۔"

"اس کے چہرے پر میک اَپ تھا، ہم نے اتار دیا ہے۔"

"کون ہے وہ؟"

"ہم چہرے سے اسے پہچان نہیں سکتے۔ وہ ہمارے لیے اجنبی ہے۔"

"تم لوگوں نے اس پر کس طرح قابو پایا؟"

"وہ باتھ روم کے اندر تھا۔ ہم نے دروازے کو باہر سے بند کر کے بے ہوش کرنے والی گیس چھوڑ دی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھول کر دیکھا، اس پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔ وہ بڑبڑا رہا تھا۔"

"بڑبڑا رہا تھا! جلدی بتاؤ، کیا بڑبڑا رہا تھا؟"

"کچھ اچھی طرح سمجھ میں نہیں آیا، مگر دو نام ایسے تھے جو بار بار اس کی زبان پر آرہے تھے۔ وہ کبھی پارس کہہ رہا تھا اور کبھی رسونتی۔"

دوسری طرف سے خوش ہو کر کہا گیا: "شاباش! واقعی تم لوگوں نے کام دکھایا ہے۔ کیا وہ بے ہوش ہے؟"

"جی ہاں، ہم نے اسے مضبوطی سے باندھ رکھا ہے۔"

"ویل ڈن، ویل ڈن۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ میں دوسری طرف سے بولنے والے کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا لیکن وہ سانس روک لیتا تو سارا کھیل بگڑ جاتا۔ جب وہ آ ہی رہا تھا تو مجھے اس کے پاس جانے کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے ان تینوں سے کہا: "اپنے زخمی ساتھی کو اٹھا کر باتھ روم میں لے جاؤ۔ اس آنے والے کو یہاں کوئی زخمی نظر نہیں آنا چاہیے۔"

انھوں نے اپنے زخمی ساتھی کو باتھ روم میں پہنچا دیا۔ باہر آکر دروازے کو بند کر دیا۔ میں نے ان سے کہا: "وہ جیسے ہی آئے گا میں بے ہوش بن کر فرش پر لیٹ جاؤں گا۔ تم میں سے ایک میری بائیں اور دوسرا دائیں جانب کھڑا رہے گا۔"

پھر میں نے تیسرے سے کہا: "تم کمرے سے باہر جاؤ۔ دروازے کے پاس کھڑے رہو۔ جب وہ آئے تو اسے روک لینا اور اسے اپنی شناخت کرانے کے لیے کہنا۔ وہ فون پر ہونے والی گفتگو کا حوالہ دے گا۔ تم کہہ سکتے ہو کہ فون پر ہونے والی گفتگو کوئی بھی سُن کر یہاں آسکتا ہے۔ غرض یہ کہ تم تھوڑی دیر اسے باتوں میں لگانے کے بعد کمرے میں لے آنا۔"

وہ باہر چلا گیا۔ میں اس لیے آنے والے کو تھوڑی دیر باتوں میں لگانا چاہتا تھا تاکہ اس کے ساتھ دوسرے آنے والوں کو بھی سمجھ سکوں۔ ہوئے تو ان کے دماغوں میں پہنچ سکوں۔ میں صوفے پر بیٹھا ہوا تھا اور باہر کھڑے ہوئے شخص کے دماغ میں تھا۔ اس نے دو آدمیوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ ان میں سے ایک بہترین سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ آنکھوں پر سنہرے فریم کی عینک تھی۔ دوسرا پتلون اور جیکٹ میں اس کا باڈی گارڈ ہو سکتا تھا۔ میں صوفے سے اُٹھ کر قالین پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ سوٹ والے نے میرے معمول کے پاس آکر حکم دیا: "دروازہ کھولو اور اندر چلو۔"

میرے معمول نے پوچھا: "تم کون ہو؟"

"وہی ہوں، جس نے ابھی فون پر گفتگو کی تھی۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق اسے باتوں میں لگا تا رہا۔ میں نے سوچا تھا، زیادہ لوگ آئیں گے تو مجھے ان کے دماغوں میں پہنچنا ہو گا۔ لیکن آنے والے صرف دو تھے۔ میرا معمول میری مرضی کے مطابق دروازہ کھول کر انھیں اندر لے آیا۔ دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد وہیں کھڑا رہا تاکہ کسی کو فرار کا راستہ آسانی سے نہ ملے۔ میں نے فون پر باتیں کرنے والے شخص کے دماغ میں جگہ بنائی۔ وہ سوٹ پہنے، عینک لگائے آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ اس کا ہاتھ جیب میں تھا اور جیب میں ریوالور تھا۔

اسے خطرے کا احساس ہو گیا تھا۔ اس نے کرائے کے بدمعاشوں کو گھورتے ہوئے کہا: "تم نے فون پر بتایا تھا، اس کا میک اَپ اتارا گیا ہے، لیکن چہرہ تو وہی ہے جو فلائنگ کلب سے یہاں ہوٹل تک ہماری نظر میں تھا۔"

باڈی گارڈ نے کہا: "باس! کچھ گڑبڑ ہے۔"

وہ باڈی گارڈ ریوالور نکال کر باس کے سامنے ڈھال بن گیا۔ میں نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس نے سانس روک لی۔ پھر جلدی سے سانس لیتے ہوئے پوچھا: "یس کوڈ ورڈز پلیز؟"

کسی کو بھی کوڈ ورڈز ادا کرنے میں جتنا وقت لگتا، اتنے وقت میں میں نے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ پیچھے کھڑا ہوا باس بہت پہلے ہی خطرہ محسوس کر چکا تھا۔ اپنے باڈی گارڈ کو چیختے اور اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹتے دیکھ کر اس نے فوراً جیب سے ریوالور نکالا۔ میں نے باڈی گارڈ کو دوسرا دماغی جھٹکا پہنچا کر اس سے ٹکرا دیا۔ وہ میرا نشانہ نہ لے سکا۔ لڑکھڑا کر پیچھے گیا۔ میں اس کی کھوپڑی میں پہنچ گیا۔ اس نے ریوالور کے چیمبر سے گولیاں نکال کر ایک غنڈے کو دیتے ہوئے کہا: "انھیں اپنی جیب میں ڈال لو۔"

وہ غنڈے میرے تابعدار تھے۔ میں نے کہا: "اس کی جیب سے بھی گولیاں نکال کر رکھ لو۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ میں نے قالین پر پڑے ہوئے ریوالور کو اُٹھا کر خالی کر دیا۔ پھر باڈی گارڈ کو دیکھا، وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے فرش پر دوزانو ہو گیا تھا۔ میں نے کہا: "تم اپنے باس کی حفاظت کرنے آئے تھے۔ تم ایک اچھے فائٹر بھی ہو سکتے ہو مگر میرے پاس تمھاری جنگی صلاحیتوں کو آزمانے کا وقت نہیں ہے۔ لہٰذا ایک جھٹکا اور....."

وہ تیسرے جھٹکے پر چیخیں مارتا ہوا فرش پر سے اُچھلا پھر فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کے باس نے میرا نشانہ لے کر بار بار ٹریگر دبایا پھر حیرانی سے ریوالور کو دیکھنے لگا۔ اسے پتا نہیں تھا کہ کس طرح خیال خوانی کے ذریعے ریوالور خالی ہو چکا ہے۔ میں نے دوسرا ریوالور اس کی طرف پھینکا۔ اس نے تعجب سے دیکھا، اسے جلدی سے اُٹھایا۔ اس کے چیمبر کو دیکھا، پھر جھنجلا کر وہ اسے میرے منہ پر مارنا چاہتا تھا۔ میں نے اسے اسی کے منہ پر مارنے پر مجبور کیا۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگا۔ باڈی گارڈ کی بہت بُری حالت تھی۔ وہ فرش پر پڑا ایک ہاتھ انکار میں ہلا کر کہہ رہا تھا: "فار گاڈ سیک! مجھے معاف کر دو، مجھے فوراً مار ڈالو۔ میرا دماغ پھٹ رہا ہے، میں یہ اذیت برداشت نہیں کر سکوں گا۔ خدا کے لیے میرے دماغ میں نہ آنا۔"

"اگر تم سچ بولو گے تو نہیں آؤں گا۔ بتاؤ۔ تمھارے دماغ میں کون آتا ہے۔ تم ابھی کس سے کوڈ ورڈز پوچھ رہے تھے؟"

وہ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا: "ایک گمنام شخص ہے۔ وہ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاتا۔ جس کے بھی دماغ کو اپنے قابو میں کرتا ہے، اس سے اپنی مرضی کے مطابق زبردستی کام کرواتا ہے۔"

"مگر تم تو سانس روک لیتے ہو۔ اس نے تم پر کیسے جبر کیا؟"

"وہ میرے باس کو پریشان کرتا ہے۔ میں اپنے باس کا وفادار ہوں۔ انھوں نے حکم دیا کہ میں اس ٹیلی پیتھی والے کو دماغ میں آنے دیا کروں۔ اس نے میرے پاس آکر کوڈ ورڈز مقرر کیے تاکہ تم میرے دماغ میں آکر دھوکا نہ دے سکو۔"

میں نے اس کے باس سے پوچھا: "کیا تم بھی اُسے گمنام شخص کہو گے؟"

وہ اپنے دونوں کانوں کو پکڑتے ہوئے بولا: "میں کہوں گا تو یقین نہیں آئے گا۔ آپ میری سوچ پڑھ کر معلوم کر سکتے ہیں۔ وہ میرے لیے بالکل اجنبی ہے۔ زبردستی میری دولت اور میرے ذرائع استعمال کر رہا ہے۔"

وہ اس جزیرے میں مادام سلطانہ آفندی کے بعد دوسرا ارب پتی سرمایہ دار تھا۔ اس کا نام کریم بیگ تھا۔ اسے مجھ سے کوئی ذاتی دشمنی

نہیں تھی۔ وہ اتنا بڑا آدمی تھا کہ کہیں بھی جاتا تھا تو اس کے قدموں تلے قالین بچھائے جاتے تھے۔ وہ ننگی زمین پر قدم نہیں رکھتا تھا۔ ایسا شخص میرے دشمن کی خیال خوانی سے مجبور ہو کر مجھے قتل کرنے ہوٹل کے کمرے میں آیا تھا۔

دشمنوں کو اب یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میں ہوٹل کے اس کمرے میں ہوں۔ خیال خوانی کرنے والا اجنبی ہوٹل کے باہر بلکہ اس کمرے کے باہر میری موت کا سامان کر رہا ہوگا۔ پتا نہیں کتنے انجانے لوگ میری گھات میں ہوں گے۔ میں نے فوراً ہی مائیکی پاشا سے رابطہ قائم کر کے اسے بتایا کہ میں کس ہوٹل کے کس کمرے میں ہوں۔ باہر میرے لیے خطرہ ہے۔ اپنے وفاداروں کے ساتھ ہوٹل کے بیرونی دروازے سے میرے کمرے تک محاذ بنا لو۔ دشمنوں کو تلاشنے کی کوشش کرو۔ میں ابھی پھر رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا "مسٹر کریم بیگ! میں تمھیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تم اور تمھارا باڈی گارڈ دونوں ہی بے قصور ہو۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تم لوگوں کو یہاں سے جانے دوں گا تو وہ کمبخت پھر خیال خوانی کے ذریعے تم لوگوں کو میرے خلاف اقدامات کرنے پر مجبور کرے گا۔"

کریم بیگ نے کہا "میں بُری طرح پھنس گیا ہوں۔ آپ کا دوست بن سکتا ہوں، مگر وہ بننے نہیں دے گا۔ اگر چاہوں کہ آپ سے دشمنی نہ کروں تو وہ جبراً کرائے گا۔ پلیز، مجھے کسی طرح اس سے نجات دلا دیجیے۔"

"میں اپنے معاملات سے نمٹنے کے بعد تمھیں نجات دلانے کی تدبیر سوچوں گا۔ آئندہ وہ تمھیں آلۂ کار بنائے تو میں تمھارے خلاف انتقامی کارروائی نہیں کروں گا۔ اب تم لوگ یہاں سے ایک ایک کر کے باہر جاؤ۔ میں تنہائی چاہتا ہوں۔"

وہ میرا شکریہ ادا کر کے باڈی گارڈ کے ساتھ چلا گیا۔ وہ تینوں باتھ روم میں گئے، پھر اپنے زخمی ساتھی کو سہارا دے کر جانے لگے۔ میں نے دو ہزار ڈالر دے کر کہا "یہ تم آپس میں بانٹ لو۔"

وہ میرے حسنِ سلوک سے بے حد شرمندہ تھے۔ سر جھکا کر چلے گئے۔ میں نے مائیکی پاشا سے رابطہ قائم کیا۔ وہ ہوٹل کے باہر موجود تھا۔ اس نے کہا "آپ دوسرے وفاداروں کے پاس پہنچ کر دیکھیں، انھوں نے آپ کی مرضی کے مطابق محاذ بنایا ہے یا نہیں۔"

"میں اُن کے پاس جا رہا ہوں۔ یاد رکھو، آئندہ میں دماغ میں آتے ہی کہوں گا 'مسٹر فاد فرہاد'۔ اگر یہ کوڈ ورڈز ادا نہ کیا جائے تو فوراً سانس روک لینا۔"

میں نے دوسرے وفاداروں کے پاس پہنچ کر یہی کوڈ ورڈز مقرر کیے۔ ان میں سے ایک نے کہا "وہ شخص ہوٹل کے بار کاؤنٹر پر ہیں۔ مجھے ان پر شبہ ہے۔ وہ بار بار گھڑی دیکھ رہے تھے ہی یہاں کا ایک بہت بڑا سرمایہ دار کریم بیگ اوپری منزلوں آیا، ایک شخص اس کے پیچھے چلا گیا۔ دوسرا ابھی تک بار کاؤنٹر

میں نے کہا "شاباش! اسی طرح آنکھیں کھلی رکھو۔ تک میں نہ کہوں کسی سے نہ الجھو۔"

میں فوراً ہی کریم بیگ کے دماغ میں پہنچا۔ جو شخص تعاقب کر رہا تھا، وہ ہوٹل کے باہر آ کر کہہ رہا تھا "ہیلو مسٹر بیگ میں وہی ٹیلی پیتھی کا ماسٹر ہوں جو تمھارے دماغ میں آتا ہے۔ اس آلۂ کار کی زبان سے پوچھ رہا ہوں۔ تمھارے باڈی گارڈ نے میں جا کر کیوں نہیں دیکھا۔ وہاں فرہاد کا کوئی اور آدمی ہو سکتا ہے۔"

کریم بیگ نے کہا "جب تک ہم فرہاد صاحب کے کمرے میں رہے، تم یقیناً ہمارے دماغوں میں آتے جاتے رہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے کسی کو بھی باتھ روم میں جھانکنے کو بھیج سکتے تھے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں یہ دیکھنے میں محو ہو گیا تھا کہ فرہاد کس طرح میٹھی باتیں کر کے تمھارا دل جیت رہا تھا۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں تمھیں ڈھیل دوں گا تو تم اس کے قدموں میں پہنچ جاؤ گے۔"

"میں تم دونوں میں سے کسی کے ساتھ نہ دوستی چاہتا ہوں نہ دشمنی خدا کے لیے میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

"تم پیچھا چھوڑنے کی بات کر رہے ہو، میں تو تمھیں موت کی سزا دوں گا۔ فرہاد آسانی سے ہاتھ آ سکتا تھا۔ اس کمرے سے اس کی لاش نکل سکتی تھی، مگر تمھاری حماقتوں کے باعث وہ مزید کچھ زندہ رہے گا۔ اگر تم سزائے موت سے بچنا چاہتے ہو تو اسے آج رات کسی طرح ٹھکانے لگا دو، ورنہ کل صبح تم ٹھکانے لگ جاؤ گے۔"

وہ جس آلۂ کار کی زبان سے بول رہا تھا، میں اس کے دماغ میں چپ چاپ پہنچ کر معلوم کر رہا تھا کہ ان کے کتنے آدمیوں نے ہوٹل کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ کس کے پاس کس قسم کے ہتھیار ہیں۔ میں نے ایک وفادار کو لفٹ کے پاس پہنچایا۔ وہاں میرے چار دشمن تھے۔ وہ جانتے تھے کہ میں کمرے سے نکل کر لفٹ کے ذریعے ہی نیچے جاؤں گا۔

میرے وفادار نے ایک شخص کے پاس جا کر سخت لہجے میں کہا "نمبر دو سو دس سے روم سروس کو کال کیا جا رہا ہے۔ تم کیسے ویٹر ہو؟ یہاں بیٹھ کر حرام خوری کر رہے ہو۔"

وہ بھڑک کر بولا "اپنے ویٹر ہوگا تیرا باپ! کیا میں تجھے ہوٹل کا ملازم دکھائی دے رہا ہوں؟"

میں نے بولنے والے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ چاروں مجھے گھیر کر پہلے گولی مارنے کی کوشش کریں گے۔ ان کے خیال کے مطابق اگر میں بچ گیا اور لفٹ سے فرار ہونا چاہا تو وہ لفٹ کا دروازہ بند ہوتے ہوتے ایک ہینڈ گرینیڈ اندر پھینک

دیں گے، جس کے نتیجے میں وہ لفٹ میری قبر بن جائے گی۔ میں باہر نہیں نکل پاؤں گا۔ دوبارہ دروازہ کھولنا چاہوں گا تو باہر سے فائرنگ کی جائے گی۔

اس کے تین ساتھیوں نے میرے وفادار کو گھورتے ہوئے اپنے ساتھی سے پوچھا "کیا بات ہے؟"

میرے معمول نے کہا "یہ باس کا ایک اہم پیغام لایا ہے۔ ہمیں ابھی نیچے جانا ہوگا۔ فرہاد سے نمٹنے کے لیے دوسرے ساتھی اوپر آ رہے ہیں۔"

ان میں سے ایک نے لفٹ کا بٹن دبایا۔ تھوڑی دیر انتظار کیا۔ میں نے اتنی دیر میں رسونتی کو بلا کر ایک شخص کے دماغ میں پہنچایا۔ لفٹ کا دروازہ کھل گیا۔ وہ چاروں اندر گئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ میرے معمول نے جیب سے ہینڈ گرینیڈ نکال کر دانتوں سے اس کی چابی نکالی۔ ایک نے چیخ کر پوچھا "یہ کیا کر رہے ہو؟"

وہ اسے روکنے کے لیے آگے بڑھا۔ رسونتی کے معمول نے اس کے منہ پر گھونسا مارا۔ پھر اس کی گردن دبوچ کر لفٹ کے گوشے میں لے جا کر کہا "یہاں فرہاد کی نہیں تمھاری مشترکہ قبر بن رہی ہے۔"

میرے معمول نے ہینڈ گرینیڈ کو لفٹ کے فرش پر پھینک کر دوسرے ساتھی کو دبوچ لیا تھا۔ وہ اسے دروازے کے بٹن تک پہنچنے سے روک رہا تھا۔ یہ سب چند سیکنڈ کا کھیل تھا۔ پھر زبردست دھماکا ہوا۔ میں اور رسونتی باہر آ گئے۔

ہوٹل میں جیسے قیامت آ گئی تھی۔ عورتوں، مردوں، بچوں اور بوڑھوں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ سب اپنے اپنے کمروں سے نکل کر بھاگ رہے تھے۔ میں بھی اٹیچی لے کر باہر آ گیا۔ دشمنوں نے خاص خاص جگہ محاذ بنا رکھا تھا۔ لفٹ کے بعد میرے فرار کا راستہ زینہ ہو سکتا تھا۔ وہاں وہ ریوالوروں اور اسٹین گنوں کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ انھیں ہدایات دی گئی تھیں کہ میرے حلیے سے ملتا جلتا کوئی بھی شخص زینے کے راستے سے آئے تو اسے روک کر اس کے چہرے کو ٹٹول کر دیکھیں۔ میک اپ کا ذرا بھی شبہ ہو تو گولی مار دیں۔

لیکن اب زینے کا راستہ روکنے والے اُلجھ کر رہ گئے تھے۔ لفٹ میں دھماکے کے سبب تمام لوگ زینے پر سے دوڑتے ہوئے، چھلانگیں لگاتے ہوئے جلد سے جلد باہر نکل جانا چاہتے تھے۔ مسافروں کا ریلا سیلاب کی طرح رُکنے میں نہیں آ رہا تھا۔ بھاگنے والے ایک دوسرے سے ٹکراتے جا رہے تھے۔ میں ان کے درمیان دھکے کھاتا ہوا آگے بڑھتا ہوا مسلح افراد کو دیکھتا جا رہا تھا۔ وہ پریشان ہو کر مطلوبہ شکار کو پہچاننے کی کوشش کر رہے تھے۔ لوگ ایسے گڈمڈ ہو کر تیزی سے گزر رہے تھے کہ ان کی نظریں کہیں ٹھہرنے نہیں پاتی تھیں۔ میں ان کے سامنے سے گزر کر ہوٹل کے باہر آ گیا۔

دشمن باہر بھی موجود تھے۔ ہوٹل کا عملہ مسافروں کو روکنے اور بہلانے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن سب پر دہشت طاری تھی۔ وہ محفوظ رہنے کے لیے ہوٹل سے باہر بہت دور نکل جانا چاہتے تھے۔ ایک عورت ننھے سے بچے کو گود میں اٹھائے ہوئے تھی۔ دوسری بغل میں تقریباً پانچ برس کی بچی کو دبائے بھاگ رہی تھی۔ دوسروں سے ٹکریں کھا رہی تھی۔ میں نے ایک بار اسے گرنے سے بچایا۔ پانچ برس کی بچی کو خود اٹھایا۔ دوسرے ہاتھ سے عورت کا ہاتھ پکڑا، پھر اسے سہارا دے کر چلنے لگا۔ یوں میں ایک بیوی اور دو بچوں والا نظر آ رہا تھا۔ کوئی مجھ پر شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ ہم فٹ پاتھ پر دوڑتے ہوئے دور تک گئے۔ پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا "تم کہاں جاؤ گی؟"

وہ ہانپتی ہوئی بولی "میں نہیں جانتی، کہاں جانا چاہیے۔ میرا تمام سامان ہوٹل کے کمرے میں ہے۔ اگر سامان کے ساتھ نکلنے کا موقع ملتا تو میں انقرہ واپس چلی جاتی۔"

"خاتون! آپ فکر نہ کریں۔ میرا خیال ہے، وہ اتفاقیہ دھماکا تھا۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔ آپ تھوڑی دیر بعد واپس جائیں گی تو تمام سامان مل جائے گا۔"

میں نے ٹیکسی روکنے کے لیے کہا۔ خاتون نے میرا شکریہ ادا کیا۔ اتنی دیر میں اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ ہوٹل کے کمرے میں اچھی خاصی رقم چھوڑ آئی ہے۔ میں نے اسے ایک ہزار ڈالر دیے۔ وہ انکار کرنے لگی۔ میں نے کہا "میں ہوٹل میں آ کر اپنی رقم واپس لے لوں گا۔ ابھی آپ کو اس کی ضرورت ہے۔"

اس نے ایک بار پھر شکریہ ادا کرتے ہوئے رقم لے لی۔ میں ٹیکسی سے اُتر گیا۔ میرے سامنے حدِ نظر تک نیلگوں سمندر تھا۔ میں سڑک چھوڑ کر ساحلی ریت پر آ گیا۔ پھر ایک طرف آہستہ آہستہ چلتے ہوئے مائیکی پاشا اور دوسرے وفاداروں کو باری باری مخاطب کیا۔ انھیں ہوٹل سے واپس آ جانے کے لیے کہا۔ وہ حیران تھے کہ میں کس طرح ہوٹل سے نکل گیا۔ پاشا نے پوچھا "جناب! آپ کہاں ہیں؟ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"مجھ سے ملنے کی حماقت نہ کرنا۔ دشمن جانتے ہیں، تم میرے لیے کام کر رہے ہو۔ وہ تمھارا پیچھا کرتے ہوئے میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔ میں نہیں چاہتا، آئندہ انھیں میرا ٹھکانا معلوم ہو۔"

"جناب! میں نے نوٹوں اور ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا اٹیچی دیکھا ہے۔ اسے ایسی جگہ چھپایا ہے کہ کوئی وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ کیا آئندہ بھی آپ مادام کی دولت پر ہاتھ صاف کریں گے؟"

"میں نہیں جانتا، آئندہ کیا ہوگا۔ فی الحال وہ نوٹوں اور ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا اٹیچی تمھارا ہے۔"

اس کی اوپر کی سانس اوپر رہ گئی۔ میں نے پوچھا "حیران

کیوں ہو؟ میں نے تم سے کہا تھا، اس جزیرے کو چھوڑنے سے پہلے تمھیں دولت مند بنا دوں گا۔"

"بے شک! آپ زبان کے دھنی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا میں آپ کے لیے کیا کروں؟"

"میرے بچوں کی حفاظت کرتے رہو، یہی کافی ہے۔"

"بچے؟ جناب! وہ آپ کے بیٹے اور بہو تو چلے گئے۔"

میں نے چونک کر پوچھا "کیا بکتے ہو؟ وہ کہاں گئے؟ کب گئے؟"

"میں تو پہلے ہی آپ کو بتانا چاہتا تھا لیکن آپ مجھ سے رابطہ قائم نہیں کر رہے تھے۔ جب رابطہ قائم کیا تو آپ خطرے میں تھے، ہم سب کچھ بھول کر ہوٹل کی طرف دوڑ پڑے۔ اب موقع مل رہا ہے تو بتا رہا ہوں۔ پہلے پارس صاحب کہیں تنہا گئے تھے۔ دو گھنٹے بعد واپس آکر اپنی شریکِ حیات کو بھی لے گئے۔ ہمارے دو وفادار ان کے پیچھے فلائنگ کلب گئے تھے۔ ان کے بیان کے مطابق وہ ایک ہیلی کاپٹر میں کہیں گئے ہیں۔"

آخر وہ جوجو کو لے کر کہاں چلا گیا؟ میں نے فوراً خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ پارس کے دماغ میں پہنچتے ہی کوڈ ورڈز ادا کیے۔ اس نے سانس نہیں روکی۔ وہ جوجو کو سہارا دیتا ہوا ہیلی کاپٹر سے اتر رہا تھا میں نے پوچھا "تم کہاں آگئے ہو؟"

"یہ مغربی استنبول ہے۔"

"یہ تمھارے ساتھ کون لوگ ہیں؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا، یہ دوست بھی ہو سکتے ہیں اور دشمن بھی۔"

"کیا تمھارا دماغ چل گیا ہے؟ تم نے میرا انتظار کیوں نہ کیا؟"

"جو ضرورت مند یا بے بس ہوتے ہیں، وہ آپ کا انتظار کرتے ہیں۔ میں سمجھ گیا تھا، آپ کو سلطانہ آفندی سے گھنٹوں فرصت نہیں ملے گی۔ ایک کے بعد ایک مسئلہ پیش آئے گا۔ وہاں سے نکلیں گے تو آپ کو ایک نئی مصیبت کا دعوت نامہ ملے گا۔ جب آپ کو مصائب کی تقریبات اٹینڈ کرنے سے فرصت ملے گی تو ہماری طرف توجہ دیں گے۔"

"میں تم دونوں کی حفاظت کا مکمل انتظام کر چکا تھا۔ تمھیں شکایت کیا ہے؟"

"آپ نے اپنی حفاظت کے لیے کبھی وفاداروں کی فوج نہیں بنائی۔ عین وقت پر دو چار لوگوں کو آلۂ کار بنا لیتے ہیں۔ میں کیا آپ سے کم ہوں؟"

"بیٹے! تم سمجھتے کیوں نہیں، ہزار مصروفیات کے باوجود میں نے جوجو کو یہاں سے روانہ کرنے کے انتظامات کر لیے تھے۔ تم نے دوسروں پر بھروسا کر کے خطرہ مول لیا ہے۔ مجھے بتاؤ، وہ کون لوگ ہیں؟ مجھے ان کی آوازیں سناؤ۔"

"میں ان کے بارے میں اچھی طرح نہیں جانتا۔ ایک بار میں ان سے دوستی ہو گئی۔ وہاں ایک کاؤنٹر گرل نے مجھے شراب پیش کی۔ میں نے انکار کر دیا۔ میرے انکار پر سب لوگ قہقہے لگانے لگے۔ ایک نے کہا، 'اس حسینہ کے ہاتھ سے ایک جام پینے کے لیے اس بار میں بھیڑ لگی رہتی ہے اور تم انکار کر رہے ہو؟'

دوسرے نے ہنستے ہوئے کہا۔ 'یہ تو کسی مولوی کی اولاد ہے، بھول کر یہاں آگیا ہے۔'

وہاں استنبول کا ایک امیر کبیر شخص بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس کاؤنٹر پر آگیا۔ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔ 'نوجوان! میرا نام الفریڈ مونوزو ہے۔ میں استنبول سے آیا ہوں۔'

میں نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا، 'مجھے علی تیمور کہتے ہیں۔ میں لندن سے آیا ہوں۔'

'تم پیتے نہیں، پھر یہاں کیوں آئے ہو؟'

'آپ بار کی بات پوچھ رہے ہیں، میں اس جزیرے میں اکیلا بھٹک رہا ہوں۔ یہاں کوئی ایسی جگہ تلاش کر رہا ہوں۔ جہاں کم از کم پینے والا نہ ملے۔ آپ کہیں گے، شراب خانے میں سبھی پیتے ہیں۔ میں کہوں گا، نہیں صاحب، جن کے ارادے مضبوط ہوتے ہیں وہ شراب خانے میں آکر بھی توبہ نہیں توڑتے۔ میں ایسا ہی مضبوط ارادہ رکھنے والے کو تلاش کر رہا ہوں۔'

'کیا یہاں کوئی ملا؟'

'جی ہاں، مل گیا۔'

'میں ایسے شخص سے ضرور ملوں گا۔ کہاں ہے وہ؟'

وہ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ میں نے کہا، 'وہ آپ کے سامنے کھڑا ہے۔'

اس نے مجھے چونک کر دیکھا پھر زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا، 'بھئی کمال کر دیا۔ مجھے اُلّو بنا دیا۔ میں بھی کیسا احمق ہوں۔ آنکھوں سے دیکھ چکا تھا کہ تم نے حسینہ کا جام ٹھکرا دیا پھر بھی پوچھ رہا ہوں۔ کہ وہ مضبوط ارادے والا کون ہے۔ نان سنس، تم مجھے نان سنس کہو۔'

'پینے کے دوران کوئی سنس میں نہیں رہتا۔ مجھے صرف آپ کو نہیں سب کو نان سنس کہنا چاہیے۔'

'واہ، کیا بات سے بات مارتے ہو۔ مزہ آگیا۔ مجھے کمپنی دوگے؟'

میں نے دوستی کر لی۔ باتوں باتوں میں پتا چلا، وہ دو گھنٹے بعد اپنے ہیلی کاپٹر میں پہلے استنبول جائے گا۔ وہاں سے ایک چارٹرڈ طیارے میں پہلے پیرس اور پھر لندن جائے گا۔ میں نے کہا، 'میں اپنی وائف کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ کیا ہیلی کاپٹر اور طیارے میں ہمارے لیے گنجائش ہو گی؟'

'تم گنجائش کی بات کرتے ہو، میں تو تمھارے ساتھ بہت اچھا وقت گزار دوں گا۔'

'لیکن جزیرے سے باہر جانے کے سلسلے میں ہمارے پاس ضروری کاغذات اور پاسپورٹ نہیں ہیں۔'

'پھر یہاں کیسے آئے؟'

'یوں سمجھ لیں، آسمان سے ٹپک گئے۔'

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ 'بہت سے لوگ سمندری راستے سے یہاں چھپ کر آتے ہیں۔ یہاں سے استنبول جانے کے لیے صرف ایک فارم پُر کرنا ہو گا۔ یہ کام میں کر دوں گا۔ لیکن پاسپورٹ کے بغیر استنبول سے لندن نہیں جا سکو گے۔'

'میں وائف کے ساتھ استنبول پہنچ جاؤں گا، یہی کافی ہے۔'

وہ راضی ہو گیا۔ میں نے ایک گھنٹے بعد فلائنگ کلب پہنچنے کا وعدہ کیا اور رخصت ہو گیا۔ اس کی نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد میں نے اس کا تعاقب کیا۔ اس نے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ میں نے ہوٹل کے ایک ملازم کو سو ڈالر دیے۔ اس نے کہا۔ 'یہ الفریڈ مونوزو صاحب بہت اچھا دل والا ہے۔ اپنے ایک سیکریٹری اور دو باڈی گارڈز کے ساتھ آیا ہے۔ جب بھی جزیرے میں آتا ہے، ہمارے ہوٹل میں ٹھہرتا ہے۔ شراب پیتا ہے، خوب عیاشی کرتا ہے پھر چلا جاتا ہے۔'

اس رپورٹ سے پتا چلا، وہ اپنی ذات میں مگن رہنے والا شخص ہے۔ بہت کم لوگوں سے ملتا ہے۔ جس سے خوش ہو جاتا ہے اسے ہر طرح سے خوش کر دیتا ہے۔ میں جوجو کے ساتھ فلائنگ کلب پہنچا۔ اس نے جوجو کو تعریفی نظروں سے دیکھا، میں اس کی عیاشی کی رپورٹ پہلے ہی سن چکا تھا، لیکن انجان بنا ہوا تھا۔ وہ ہمیں استنبول تک لے جانے کے سلسلے میں کاغذات مکمل کر چکا تھا۔ وسیع ذرائع کا مالک تھا۔ قانون کے کسی محافظ نے ہم سے کوئی سوال نہیں کیا۔ جب ہیلی کاپٹر پرواز کرنے لگا تو اس نے کہا۔ 'رات کے دس بج چکے ہیں۔ ہم آدھے گھنٹے میں استنبول پہنچ جائیں گے۔ میں نہیں چاہتا، تم اتنی حسین بیوی کے ساتھ کسی ہوٹل میں رہو۔ تم میری شاندار کوٹھی میں رہو گے۔'

'لیکن آپ تو چارٹرڈ طیارے میں پیرس اور لندن جانے والے تھے!'

'بھئی! تم دونوں کی خاطر پروگرام کینسل کر دیا۔ کل تم لوگوں کے جعلی پاسپورٹ بنوا کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ میرے ساتھ جہاں جاؤ گے، جہاں رہو گے، عیش کرو گے۔ بائی دا وے، تمھاری وائف کچھ بولتی نہیں ہے؟'

میں نے کہا۔ 'اتنی بڑی دنیا میں ایک عورت تو ایسی رہنے دیں، جو بولتی نہ ہو۔'

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ 'تم بہت سی باتوں کو مذاق میں ٹال دیتے ہو۔'

'آپ میرے مذاق پر غور فرمائیں۔ کیا دنیا میں کوئی ایسی عورت ہو گی جو بولتی نہ ہو؟'

'کوئی ایسی عورت نہیں ہے۔ اگر ہو گی تو گونگی ہو گی۔'

'اب آپ کو میرا جواب سمجھ میں آیا؟'

اس نے تعجب سے کہا۔ 'اوہ گاڈ! اتنی حسین لڑکی اور گونگی؟ قدرت نے اس پر ظلم کیا ہے۔'

'اس سے بھی زیادہ ظلم یہ ہے کہ میں بیوی سے محبت نہیں کر سکتا، اس کے قریب نہیں جا سکتا۔'

'کیوں؟ ایسی کیا بات ہے؟'

'اس پر جنات کا سایہ ہے۔'

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ 'یہ فضول سی باتیں ہیں۔ جنات کا کوئی وجود نہیں ہے۔'

'وجود ہے، میں ثابت کر دوں گا۔ میں تنہائی میں اس کے پاس جاؤں گا۔ آپ چھپ کر دیکھیں گے۔ اس پر عاشق ہونے والا جن مجھے اٹھا اٹھا کر پٹخنے گا۔'

'میں کیسے یقین کر دوں گا۔ تم خود ہی اچھل اچھل کر گرو گے اور کسی جن کو بدنام کرو گے۔ بات تو تب ہے کہ...' وہ ذرا ہچکچایا، پھر بولا۔ 'دیکھو، بُرا نہ ماننا۔ میں صرف جن کا وجود معلوم کرنے کے لیے تمھاری وائف کے پاس جاؤں گا۔ اگر وہ میری پٹائی کرے گا تو مان جاؤں گا۔'

'میں اس پہ غور کروں گا۔ تمھارے گھر پہنچ کر اس کا فیصلہ ہو گا۔'

پارس مجھے اپنی روداد سنا رہا تھا۔ میں نے کہا "بیٹے! جان بوجھ کر خطرہ مول لینا دانشمندی نہیں ہے۔ جب تم جانتے ہو کہ [illegible] کا عیاش ہے، تمھارے لیے مصیبتیں کھڑی کر سکتا ہے تو [illegible] کی کوٹھی میں نہ جاؤ۔ وہ تمھارے باہر نکلنے کے تمام راستے [illegible] گا یا پھر مجھے وہاں موجود رہنے دو۔ میں جن بن کر اس کی [illegible] میں آؤں گا۔"

"سوری پاپا! آپ صرف ہماری خیریت معلوم [illegible] لیکن مجھے ٹیلی پیتھی کا محتاج نہ بنائیں۔"

وہ ہیلی کاپٹر سے اترنے کے بعد فلائنگ کلب [illegible] آگئے تھے۔ ایک قیمتی کار کی پچھلی سیٹ پر جوجو اور پارس [illegible] میزبان الفریڈ مونوزو کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں [illegible] دماغ سے نکل آیا۔ میں اسے خطرات میں چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ یہ سوچ لیا تھا کہ ان کے کوٹھی پہنچنے کے بعد چُپ چاپ الفریڈ مونوزو

کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا اور اس وقت تک مداخلت نہیں کروں گا جب تک پانی سر سے اونچا نہ ہونے لگے۔

میں ساحل کی ریت پر بیٹھا ہوا تھا۔ سمندر کے کنارے پینے پلانے اور عیاشی کرنے والے، چاندنی رات سے لطف اُٹھا رہے تھے۔ پورے چاند کی روشنی میں سمندر کی منہ زور لہریں بڑے جوش و خروش میں آتی تھیں، پھر ساحل پر دور تک پھیلتی ہوئی، آہستہ پڑ کر واپس چلی جاتی تھیں۔ قدرت کا یہ تماشا ہمیں سبق سکھاتا ہے کہ جو غصے اور جوش میں آتا ہے۔ وہ جلد ہی اپنی توانائی کھو دیتا ہے۔

اب میرا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ یہاں کے تمام ہوٹلوں اور کرائے کے کاٹیجوں پر دشمن کی نظر ہوگی۔ میں صرف سلطانہ کے محل میں پناہ لے سکتا تھا۔ میں نے اسے سمجھا دیا تھا کہ تنویمی عمل کے نتیجے میں اس کا دماغ حساس رہے گا اور وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی، صرف میرے کوڈ ورڈز سن کر مجھے اپنے دماغ میں جگہ دے گی۔

میں نے اس کے پاس پہنچتے ہی کوڈ ورڈز ادا کیے: "این ان وانٹڈ گیسٹ اِن دی ہاؤس آف یور مائنڈ۔" (تمہارے دماغ میں بن بلایا مہمان ہوں۔)

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "تم کہاں رہ گئے تھے۔ میں پیرس جانے کی تیاری کر چکی ہوں، محل سے نکلنے ہی والی ہوں۔"

"اب کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم محل میں رہو۔ میں تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ تھینکس گاڈ، میں تھکن محسوس کر رہی تھی، تمہارے حکم پر مجبوراً سفر کرنے والی تھی۔ میں تمہارا ابھی شکریہ ادا کرتی ہوں۔ تم نے سفر کی صعوبت سے بچایا اور میرے مہمان بھی بن رہے ہو۔ میں ابھی گاڑی بھیجتی ہوں۔ بولو کہاں ہو؟"

"یعنی میں خاص مہمان نہیں ہوں تمہارا؟ کوئی ملازم مجھے لینے آئے گا!"

وہ جلدی سے بولی: "مجھ سے غلطی ہوگئی۔ دراصل میں اپنے مزاج سے مجبور ہوں۔ خود آگے بڑھ کر کسی کا استقبال کرنے میں توہین محسوس کرتی ہوں۔ مجھے معاف کردو۔ میں خود تمہیں لینے آؤں گی۔"

"کسی ایک قابلِ اعتماد باڈی گارڈ کے ساتھ آؤ اور اس باڈی گارڈ کی آواز مجھے سنا دو۔ یہ بات کسی کو معلوم نہ ہو کہ میں ساحلی روشنی کے مینار کے پاس کھڑا ہوں۔"

وہ محل سے باہر نکلنے کے لیے تیار ہونے لگی۔ اس نے فون کے ذریعے خاص باڈی گارڈ سے رابطہ قائم کر کے کہا۔ "میں ابھی پانچ منٹ بعد تمہارے ساتھ کہیں محل سے باہر جاؤں گی۔ کار گیراج سے نکالو۔"

اس نے جواب دیا: "یس مادام! ابھی کار نکالتا ہوں اور اسے اچھی طرح چیک کرتا ہوں۔"

میں نے باڈی گارڈ کے دماغ میں پہنچ کر اطمینان حاصل کیا۔ الفریڈ مونزو کے پاس پہنچا۔ وہ جوجو اور پارس کے ساتھ کھانے کی میز پر تھا۔ وہ برائے نام کھا رہا تھا کیونکہ تھوڑی دیر بعد پینا چاہتا تھا تاکہ سرور میں رہ کر کسی جن کا مقابلہ کر سکے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ پارس نے اس سلسلے میں کیا سوچ رکھا ہے؟ وہ میری مداخلت نہیں چاہتا تھا لہٰذا میں اسے مخاطب نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے مجھے اطمینان تھا جو اصل دشمن بن سکتا تھا، میں کسی وقت بھی اس کا دماغ درست کر سکتا تھا۔

میں نے سوچا، محل میں پہنچ کر اطمینان سے الفریڈ مونزو کے دماغ میں جاؤں گا۔ سلطانہ آفندی محل سے نکل چکی تھی۔ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ باڈی گارڈ ڈرائیو کر رہا تھا۔ میں نے پرسنل سیکرٹری اور سلطانہ کی خاص ملازمہ کے خیالات پڑھے۔ صرف خاص ملازمہ کو معلوم تھا کہ میں آرہا ہوں اور رات کا کھانا اس کی مادام کے ساتھ کھانے والا ہوں۔ محل کے جن باڈی گارڈز اور جاسوسوں کے دماغ میں پہلے پہنچ چکا تھا، ان کے دماغوں میں پہنچ کر پھر اطمینان حاصل کیا۔ وہاں میرے لیے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ جب وہاں کی مالکہ میری تابعدار تھی تو اس کا کوئی ملازم یا مسلح گارڈ بھلا مجھے کیسے نقصان پہنچا سکتا تھا۔

میں نے کار ڈرائیو کرنے والے کی رہنمائی کی۔ اس نے گاڑی میرے قریب لا کر روک دی۔ اپنی سیٹ سے اُتر کر میرے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ میرے ہاتھ سے اٹیچی لیا۔ میں سلطانہ کے پاس آکر بیٹھ گیا، دروازہ بند ہوگیا۔ باڈی گارڈ نے اسٹیرنگ سیٹ سنبھالی، پھر گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہ مجھے خاموشی سے تک رہی تھی۔ میں نے کہا: "یہ میرا اصلی چہرہ نہیں ہے۔"

اس نے ذرا دور ہو کر پوچھا: "کیا میرے پاس تمہارا کوئی آلۂ کار بیٹھا ہوا ہے؟ کیا تم اس کی زبان سے بول رہے ہو؟"

"میں خود تمہارے پاس ہوں۔ محل میں پہنچ کر اطمینان سے میک اَپ اتاروں گا۔"

"دیکھو فرہاد! میرے اسٹیٹس کا خیال کرو۔ میں کسی کے ساتھ نہیں بیٹھتی، سچ بتاؤ، یہ تم ہی ہو نا؟"

"بے شک میں ہوں، یقین کرلو۔"

وہ پھر قریب آگئی۔ اس نے پوچھا: "کیا چاندنی میں جزیرے کی سیر کرو گے؟"

"آج نہیں۔ آج دشمن شکاری کتوں کی طرح پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ میں محل میں پہنچ کر ذرا اطمینان سے وقت گزارنا چاہتا ہوں۔"

تھوڑی دیر کے بعد گاڑی محل کے احاطے میں داخل ہوگئی۔ محل کے داخلی صدر دروازے کے سامنے پہنچ کر رُک گئی۔ دور تک نظر آنے والے تمام ملازمین اور مسلح گارڈز الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ ہمارے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا گیا۔ ہم کار سے اُتر کر محل میں داخل ہوگئے۔ سلطانہ آفندی نے میری ہدایات کے مطابق حکم دیا۔ "جب تک میرے یہ مہمان محل میں قیام کریں گے، تب تک کسی کو محل میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔ میں گھوڑے اور ہیرے جواہرات خریدنے کے سلسلے میں بھی کسی سے ملاقات نہیں کروں گی۔ کوئی سرکاری افسر بھی یہاں قدم نہیں رکھے گا۔ اگر کسی طرح کا قانونی مسئلہ درپیش ہوگا تو میں محل کے باہر متعلقہ افسران سے ملاقات کروں گی۔"

اس نے ضروری احکامات دے کر پوچھا: "فرہاد! تم مطمئن ہو؟"

"ہاں، اب یہ محل اندر سے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

میں نے رسونتی اور آرمر کو بلا لیا تاکہ وہ دونوں محل کے چند افراد کے لب و لہجے کو یاد رکھیں۔ میں سلطانہ کے ساتھ محل کے مختلف حصوں سے گزر رہا تھا۔ جس کنیز، غلام یا مسلح گارڈ کو ضروری سمجھتا تھا، اس کے سامنے رُک کر دو باتیں کرتا تھا۔ وہ جواب میں کچھ کہتا تھا، میں سن کر آگے بڑھ جاتا تھا۔ پھر میں سلطانہ کے خاص رہائشی حصے میں پہنچ گیا۔ آہنی سلاخوں والی دیوار کے پیچھے چیتے آزادی سے گھوم رہے تھے۔ سلطانہ کو دیکھ کر قریب آگئے تھے۔ کوئی اس کے قدموں میں لوٹ رہا تھا، کوئی اس کی ہتھیلی کی پشت کو چاٹ رہا تھا لیکن وہ کمبخت مجھے غرّاتی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

رسونتی نے کہا: "مجھے ڈر لگ رہا ہے، کیا تم محل کے دوسرے حصے میں نہیں رہ سکتے؟"

"میں نے یہاں آنے سے پہلے ہی معلوم کر لیا تھا، تمام شیروں کے دانت نکال لیے گئے ہیں اور تمام ناخن تراش دیے گئے ہیں۔ یہ پنجہ مار کر میرے جسم کا گوشت نہیں نوچ سکتے اور نہ ہی مجھے منہ میں بھر کر چبا سکتے ہیں۔ البتہ میری مخالفت میں لڑتے وقت بھرپور قوت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ ایسا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ اب تم آرام کرو، رات زیادہ ہوگئی ہے۔"

وہ چلی گئی۔ میں سلطانہ کے ساتھ اس کی شاہانہ طرز کی خوابگاہ میں داخل ہوا۔ چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ میں زندگی میں پہلی بار اتنی خوبصورت اور مہنگی خوابگاہ دیکھ رہا ہوں۔ وہ فخریہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔ اِدھر میں ایک ایک چیز کا جائزہ لے رہا تھا اور سمجھنا چاہتا تھا کہ خدانخواستہ بُرا وقت آیا تو کتنی چیزوں کو ڈھال کے طور پر استعمال کر سکوں گا۔

وہ مسکراتے ہوئے بولی: "میرے محل کی ایک ایک چیز دیکھو گے اور معلوم کرو گے کہ وہ چیز کس ملک سے آئی ہے اور کس طرح حاصل کی گئی ہے تو تمام معلومات حاصل کرنے میں ہفتوں لگ جائیں گے۔ فی الحال بھوک لگ رہی ہے۔ میں چاہتی ہوں، تم جلدی سے میک اَپ اتارو، غسل کرو، پھر ہم ڈرائنگ روم میں جائیں گے۔"

میں شام کو ہوٹل میں غسل کرنا چاہتا تھا۔ وہاں بے ہوش کرنے والی گیس چھوڑی گئی تھی، غسل ادھورا رہ گیا تھا۔ میں نے اٹیچی سے لباس نکالا، پھر پوچھا: "غسل خانہ کہاں ہے؟"

وہ بولی: "یہاں میرے سنگھار میز پر میک اَپ اتارنے کا سامان ہے اور اُدھر غسل خانہ ہے۔ میں تمہارا اصلی چہرہ دیکھنے کے لیے بے تاب ہوں۔"

میں سنگھار میز کے پاس آیا۔ آئینے کے سامنے بیٹھ کر میک اَپ اتارنے لگا۔ وہ مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا: "جو چہرہ تمہارے سامنے آئے گا۔ اسے تم فرہاد کیسے تسلیم کرو گی؟"

اس نے میز کی دراز سے میری ایک بڑے سائز کی تصویر نکالی، پھر اسے دکھاتے ہوئے کہا: "یہ تم ہی ہو نا؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "یہ تصویر کہاں سے آئی؟ تمہاری سوچ نے بتایا تھا کہ آج تک تم نے میری تصویر بھی نہیں دیکھی ہے۔ پھر یہ کہاں سے آگئی؟"

اس نے کہا: "تعجب ہے! یہ تم نے ہی آج شام بھیجی تھی۔"

میں اُٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا۔ میرا میک اَپ اُتر چکا تھا۔ یہ نیا معاملہ مجھے پریشان کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا: "کس نے تمہیں تصویر لا کر دی ہے؟"

"میری خاص ملازمہ لائی تھی۔"

میں نے ملازمہ کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس کی سوچ نے بتایا۔ محل کے احاطے کے مین گیٹ پر چیک پوسٹ ہے۔ وہاں مسلح گارڈز آنے جانے والوں کو چیک کرتے ہیں، جو سامان محل میں آتا ہے، اسے بھی اچھی طرح دیکھنے کے بعد محل کے اندر جانے دیتے ہیں۔ کسی نے میری تصویر بھی یہ کہہ کر دی تھی کہ اسے فرہاد صاحب نے مادام کے لیے بھیجا ہے۔ چونکہ ایک تصویر سے کسی کو نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا، اس لیے اسے مادام تک پہنچا دیا گیا تھا۔

سوال یہ پیدا ہوتا تھا کسی نے میری تصویر سلطانہ کے پاس کیوں بھیجی؟ کیا اس لیے کہ میک اَپ اتارنے کے بعد سلطانہ میرا اصلی روپ دیکھ لے؟ لیکن اس کے دیکھ لینے سے کسی دوسرے کا کیا بھلا ہوگا!

اس کا جواب مشکل نہیں تھا۔ اگر ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن کو سلطانہ کے دماغ میں جگہ مل جاتی تو اسے یقین ہو جاتا کہ فرہاد محل میں ہے۔ لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے سلطانہ کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ مخصوص کوڈ ورڈز کے ذریعے صرف میں ہی اس کے دماغ میں جا سکتا تھا، پھر بھی میں نے سلطانہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا، پھر پوچھا: "کیا تمہارے دماغ میں کوئی اور آتا ہے؟"

"نہیں، اور کون آسکتا ہے؟ میں تو بے اختیار سانس روکنے لگی ہوں۔ جب تم کوڈ ورڈز سناتے ہو تو میں تم سے بولنے لگتی ہوں۔"

مجھے اس کی طرف سے اطمینان ہوا لیکن وہ خیال خوانی کرنے والا شخص کوئی چال چل رہا تھا اور وہ چال ابھی میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ میں نے کہا "سلطانہ! میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ تم محتاط رہو۔ اپنے اندر کوئی بھی غیر معمولی بات محسوس کرو تو مجھے فوراً آگاہ کرو۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر ساکت ہوگئی تھی۔ ایک سمت خلا میں تک رہی تھی۔ مجھے نہیں دیکھ رہی، شاید میری بات بھی نہیں سن رہی تھی۔ میں نے آواز دی "سلطانہ! تم خاموش کیوں ہو؟"

اس نے جواب نہیں دیا۔ بدستور سکتے کے عالم میں رہی۔ میں نے قریب آکر جھکتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ پھر دیکھتے دیکھتے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ مجھے کوڈ ورڈز ادا کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ میں نے دیکھا، ذرا دیر بعد وہ سانس لے رہی تھی۔ اس بار میں نے اس کی آواز اور لب و لہجے کا سہارا لیا، خیال خوانی کی پرواز کی، پھر بھی بات نہ بنی۔ اس نے سانس روک لی۔

میں نے اس کے دونوں بازوؤں کو تھام لیا پھر جھنجوڑتے ہوئے پوچھا "تمھیں کیا ہوگیا ہے؟ مجھے دماغ میں آنے دو۔ میں تمھارے سامنے موجود ہوں اور زبان سے کوڈ ورڈز سنا رہا ہوں۔ این آن وانٹڈ گیسٹ ان دی ہاؤس آف یو ریا تنڈ۔ دیکھو میں انہی کوڈ ورڈز کے ساتھ دماغ میں آرہا ہوں، پلیز سانس نہ روکنا۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ کمبخت نے پھر سانس روک لی۔ اس بار اس نے قہقہہ لگایا پھر بے تحاشا قہقہے لگاتی چلی گئی۔ اس نے ایک جھٹکے سے اپنے بازو چھڑا لیے۔ کرسی سے اٹھ کر بدستور ہنستی ہوئی مجھ سے ذرا دور گئی، پھر میری طرف انگلی اٹھائی، جیسے میں کوئی عجوبہ ہوں جسے دیکھ کر ہنسی آرہی ہو۔ یہ اس کے لیے ہنسنے کا اور میرے لیے خیر منانے کا مقام تھا۔ وہ بات جو میں نے کبھی سوچی نہیں تھی، اب ہونے والی تھی۔

وہ قہقہہ لگاتی ہوئی ذرا اور دور گئی پھر بولی "تم نے حالات کی مناسبت سے نہایت موزوں کوڈ ورڈز کا انتخاب کیا تھا۔ واقعی تم بن بلائے مہمان ہو۔ عموماً ایسے مہمانوں کا انجام شرمناک ہوتا ہے۔ لیکن تمھارے انجام کی روداد کوئی نہیں لکھ سکے گا کیونکہ یہاں کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔"

صاف سمجھ میں آگیا، بازی پلٹ گئی تھی۔ وہ میرے تنویمی عمل کے زیر اثر نہیں تھی اور یہ شدید حیرانی کی بات تھی۔ مگر حیرانی کیوں؟ کیا اب سے پہلے ایسا نہیں ہوا؟ ابھی کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے جب شیباز زندہ تھی، آخری بار عامل اسے ٹرانس میں لا کر معمولہ بنانا چاہتا تھا۔ ۔۔۔ پہلے ہی میں نے اور رسونتی نے شیبا کے دماغ کو گرفت میں لے لیا تھا۔ رسونتی اُس کی زبان سے معمولہ بن کر بولتی رہی تھی۔ عامل اس خوش فہمی میں تھا کہ تنویمی عمل کامیاب ہو رہا ہے۔ اسی طرح میں نے سلطانہ آفندی کو ٹرانس میں لا کر اسے معمولہ بنایا تھا۔ کیا واقعی وہ میری معمولہ بن گئی تھی؟ یا اس خیال خوانی کرنے والے شخص نے چپ چاپ سلطانہ کے دماغ کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا؟ اس کی زبان سے خود معمولہ بن کر بولتا رہا تھا اور یوں مجھے خوش فہمی میں اب تک مبتلا رکھا تھا؟

ایسی ہی کوئی بات تھی، جس کی وضاحت ہونے والی تھی۔ مادام سلطانہ آفندی کے قہقہے رُک گئے تھے۔ اس کے تیور بدل گئے تھے۔ وہ حقارت سے کہہ رہی تھی "تُو نے محل میں میرے غلاموں کے سامنے میری توہین کی۔ مجھے کُتیا کہا۔ اب دیکھ، تیرا انجام کیا ہوتا ہے؟ تُو کُتّے کی موت مرے گا۔ ٹائیگر۔۔۔!"

اس کی آواز سنتے ہی خواب گاہ کے باہر سے نر اور مادہ کے غرّانے کی آواز سنائی دی۔ وہاں سے فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ خواب گاہ کے باہر آہنی سلاخوں والی دیواریں تھیں۔ سلطانہ کا دماغ میرے بس میں نہیں تھا۔ اور خونخوار درندے ٹیلی پیتھی سے زیر ہونے والے نہیں تھے۔ اگرچہ ان کے دانت اور ناخن نہیں تھے لیکن وہ بے پناہ طاقتور تھے، مجھ سے گھنٹوں لڑ سکتے تھے، مجھے اس حد تک زخمی کردیتے کہ جسمانی اور دماغی کمزوری کے باعث میں سانس روکنے کے قابل نہیں رہتا اور وہ خیال خوانی کرنے والا میرے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے تڑپا تڑپا کر مار ڈالتا۔

سلطانہ نے غرّاتے ہوئے حکم دیا "ٹائیگرز! کم آن۔ آج میں دیکھنا چاہتی ہوں، یہ شہ زور کتنے گھنٹوں تک تمھارا مقابلہ کرتا رہے گا۔ کم آن۔"

پھر جیسے زلزلہ سا آگیا۔ نر اور مادہ کے دھاڑنے کے ساتھ ہی خواب گاہ کا دروازہ زوردار آواز کے ساتھ کھلا۔ دونوں نے ہی دروازے پر سے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ درندے اپنے شکار پر جھپٹنا جانتے ہیں اور وہ جھپٹ رہے تھے۔

میں کوئی بے جان مجسمہ نہیں تھا کہ جہاں کھڑا ہوا تھا وہیں کھڑا رہ جاتا۔ ویسے اکثر حالات میں جاندار لوگ بے جان بُت بن کر رہ جاتے ہیں، اپنی جگہ سے ہل نہیں پاتے۔ ایسا تب ہوتا ہے جب بدحواسی طاری ہوتی ہے، دماغ کام نہیں کرتا، حاضر دماغی جواب دے دیتی ہے لیکن جو لوگ ذہانت کو تیز تر کرنے اور حاضر دماغی سے کام لینے کی باقاعدہ تربیت حاصل کرتے ہیں یا میری طرح حالات کے مطابق دن رات حاضر دماغ رہتے ہیں، وہ خطرناک لمحات میں پلک جھپکتے ہی اپنے بچاؤ کی تدبیر کرلیتے ہیں۔ انسان کا دماغ ایک پل میں تدبیر بھی سوچ لیتا ہے اور اس پر عمل بھی کرلیتا ہے۔

دونوں خونخوار درندوں نے دروازے پر سے ہی مجھ پر چھلانگ لگائی تھی۔ بے اختیار میں نے بھی چھلانگ لگائی۔ وہ میری طرف آئے، میں سلطانہ کی طرف گیا۔ سلطانہ کم چالاک نہیں تھی۔ جہاں میں پہنچا وہاں سے اچھل کر دور چلی گئی۔ شیروں کو میری طرف پلٹ کر آنے میں ذرا وقت لگا۔ میں فضا میں اچھلا، فضا میں قلابازی کھائی پھر سلطانہ کے سر پر سے ہوتا ہوا پیچھے آکر اس کی گردن دبوچ لی۔

مجھ پر حملہ کرنے والے درندے رک گئے۔ پوزیشن بدل کر اپنی مالکہ کے پیچھے آنا چاہتے تھے۔ آگے سے حملہ کرتے تو مالکہ کو نقصان پہنچتا۔ میں نے کہا "سلطانہ! مجھے نادان نہ سمجھو۔ میں نے محل میں قدم رکھنے سے پہلے اپنے بچاؤ کی تدابیر کرلی تھیں۔ یہ درندے تمھیں بہت عزیز ہیں، فیصلہ کرو، انھیں زندہ رہنا چاہیے یا ابھی میرے ہاتھوں مرجانا چاہیے۔"

وہ حقارت سے بولی "تمھارے ہاتھ فولاد کے نہیں ہیں اور یہ شیر مٹی کے نہیں ہیں۔ جاؤ، ان کی خوراک بنو۔"

اس نے یہ کہتے ہی دھوبی پاٹ والا ویسی داؤ آزمایا۔ میں بھول گیا تھا کہ وہ بعض اوقات موڈ میں آکر شیروں سے لڑتی ہے۔ ان کے ساتھ ہنستی کھیلتی ہے۔ شیروں کے ساتھ کھیل ہی کھیل میں لڑنے کے لیے بھی جسمانی قوت لازمی ہے۔ اس نے پوری قوت سے مجھے اچھالا۔ میں اس کے کاندھے پر سے ہوتا ہوا سامنے آکر فرش پر چاروں شانے چت ہوگیا۔ ایک لمحے کی تاخیر میری موت کا سبب بن سکتی تھی۔ میں نے فرش پر چت ہوتے ہی الٹی قلابازی کھائی۔ نر اور مادہ ایک ساتھ میری طرف لپکے۔ میں فرش پر سر کے بل الٹا کھڑا ہوا۔ سلطانہ کی گردن پر دونوں پاؤں کی قینچی بنائی پھر اسے اوپر گرا لیا۔ درندے جو مجھ پر آرہے تھے، وہ سلطانہ پر آئے کیونکہ وہ اوپر تھی میں نیچے۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ اس کے پالتو درندے فوراً پیچھے ہٹ گئے۔ بڑے وفادار جانور تھے۔

سلطانہ میری گرفت سے نکلنا چاہتی تھی۔ اس کی گردن میری ٹانگوں میں پھنسی ہوئی تھی اور اس کی ٹانگیں میرے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں تھیں۔ میں اسے گرفت میں لیے فرش پر لڑھکتا ہوا پلنگ کے پاس آیا پھر اسے شیروں کی طرف اچھال کر پلنگ کے نیچے چلا گیا۔ وہ دونوں دہاڑتے ہوئے آئے۔ وہ جسامت کے لحاظ سے اتنے قد آور تھے کہ پلنگ کے نیچے گھس نہیں سکتے تھے۔ میں لیٹ کر سرکتا ہوا اندر گیا تھا۔ اس کے باوجود پھنس رہا تھا۔ بڑی مشکل سے سر کو دائیں بائیں گھما کر دیکھ رہا تھا۔ مادہ بائیں طرف سے اور نر دائیں طرف سے اپنے سر جھکا کر دیکھ رہے تھے۔ مجھ تک پہنچ نہیں سکتے تھے۔

پلنگ کے پائے فرش میں گڑے ہوئے تھے۔ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے تھے۔ اس پلنگ کو توڑا جا سکتا تھا مگر ہٹایا نہیں جا سکتا تھا۔ جن محلوں میں ایسے پلنگ ہوتے ہیں ان کے نیچے تہ خانہ یا چور راستہ لازمی ہوتا ہے۔ میں بہت پہلے ہی سلطانہ کے دماغی تہ خانہ میں پہنچ کر بہت کچھ معلوم کرچکا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں اس کے دماغ میں پہنچنے کے بعد کہاں کہاں تک پہنچ چکا ہوں۔ وہ مجھے پلنگ کے نیچے دیکھ کر پنجرے میں پھڑپھڑاتا ہوا شکار سمجھ کر قہقہے لگا رہی تھی اور کہہ رہی تھی "ایسے وقت تمھاری ویڈیو فلم تیار ہونی چاہیے اور دنیا کو دکھانا چاہیے۔ دیکھو دنیا والو! یہ فرہاد علی تیمور ہے۔ ٹیلی پیتھی کی دنیا کا بے تاج بادشاہ ہے مگر ایک چوہے کی طرح پلنگ کے نیچے چھپا ہوا ہے مگر کب تک چھپا رہے گا۔ میرے دونوں ٹائیگر پلنگ کے دو طرف ہیں۔ یہ ساری رات، سارا دن اور ساری زندگی اس کی تاک میں بیٹھے رہیں گے۔"

پلنگ کے نچلے حصے میں ایک کیل تھی۔ یوں لگتا تھا کسی وجہ سے وہ کیل وہاں ٹھونک کر چھوڑ دی گئی ہو۔ میں نے اس کیل کو کھینچا۔ یکبارگی گڑگڑاہٹ کی آواز ہوئی۔ میں جہاں لیٹا ہوا تھا وہاں کا فرش نیچے دھنسنے لگا۔ سلطانہ کے قہقہے رک گئے تھے۔ وہ چیخ کر کہہ رہی تھی "نہیں! تم چور راستہ دریافت نہیں کرسکتے۔ میں تمھیں فرار ہونے نہیں دوں گی۔"

وہ چیختی ہوئی ایک ٹائیگر کے پاس آئی پھر فرش پر اوندھی لیٹ کر پلنگ کے نیچے دیکھنے لگی۔ میں لیٹے ہی لیٹے جہاں پہنچا وہاں ایک بڑا سا کمرا تھا۔ دیواروں پر بنی ہوئی الماریوں میں طرح طرح کے ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ میں نے ایک رائفل لی۔ اسے لوڈ کیا۔ اس دیوار کے سوئچ بورڈ پر کئی بٹن تھے۔ ان میں سے ایک بٹن کو دبانے سے فرش کا وہ حصہ اوپر اپنی

جگہ چلا جاتا تھا، جس پر میں لیٹ کر تہ خانے میں پہنچا تھا۔ میں نے اُس بٹن کو دبایا پھر جلدی سے آکر وہاں لیٹ گیا۔ پھر گڑگڑاہٹ کی آواز اُبھری۔ میں لیٹے ہی لیٹے پھر پلنگ کے نیچے پہنچ گیا۔ وہ نر اور مادہ اپنی ڈیوٹی پر تھے۔ پلنگ کے دونوں طرف سے جھانک رہے تھے۔ سلطانہ نظر نہیں آئی۔ اس کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ وہ فون پر کسی سے بات کر رہی تھی۔ میں نے ٹھائیں سے گولی چلا دی۔ ایک درندہ غراتا ہوا فرش پر سے اچھلا۔ پھر فرش پر گر کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

سلطانہ کے حلق سے چیخ نکلی "نہیں! نہیں! تم میرے وفاداروں کو نہیں مار سکتے۔ میں تمھیں گولی مار دوں گی۔ تمھیں کتوں کے آگے ڈال دوں گی۔ تمھیں زندہ جلا دوں گی۔"

ٹھائیں کی دوسری آواز گونجی۔ دوسرا درندہ بھی ٹھنڈا پڑ گیا۔ میں نے پلنگ کے نیچے سے جھانک کر کہا "میں نے پہلے ہی وارننگ دی تھی، یہ میرے ہاتھوں مر جائیں گے اور تم نے کہا تھا، یہ مٹی کے شیر نہیں ہیں۔ دیکھ لو، یہ مٹی ہو گئے۔"

میں پلنگ کے نیچے سے سرکتا ہوا باہر آگیا۔ وہ غصے سے گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ مٹھیاں بھینچ کر کہہ رہی تھی "تم دو کو مار کر یہ نہ سمجھنا کہ میرے تمام درندوں پر قابو پا لو گے۔ تہ خانے سے سرنگ کا جو راستہ دوسری طرف نکلتا ہے، وہاں سے میرے وفادار آ رہے ہیں۔ دوسری بار تم تہ خانے میں جا کر واپس نہیں آسکو گے۔ اور نہ ہی دوسرا ہتھیار حاصل کر سکو گے۔"

"تم میری فکر نہ کرو۔ فی الحال اطمینان ہے۔ تمھاری رہائش گاہ کے اس خاص حصے میں اب شیروں کے صرف بچے رہ گئے ہیں۔ میں تمھیں محل کے پچھلے حصے سے کتوں کی فوج بُلانے کی مہلت نہیں دوں گا۔"

"تم میرا کیا بگاڑ لو گے؟ کیا گولی مار دو گے؟"

"میں کتے کو گولی مارتا ہوں اور کتیا کو بھونکنے کے لیے چھوڑ دیتا ہوں۔"

اس بات پر وہ مجھے گالی دینا چاہتی تھی۔ مجھے اس کے دماغ میں جگہ ملتی تو اسے ذہنی اذیت میں مبتلا کرتا لیکن میں خیال خوانی کے ذریعے اسے گالی دینے سے روک نہیں سکتا تھا اور ایک عورت سے گالی سن نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا فوراً ہی پاؤں میں گولی مار دی۔ وہ چیخیں مارتی ہوئی فرش پر گر پڑی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں نے بہت مجبور ہو کر تمھارے دماغ میں آنے کا یہ راستہ اختیار کیا ہے۔ ورنہ جو بھی شخص تمھارے اندر ہے، میں اس سے باہر رہ کر بھی نمٹ سکتا تھا۔"

محل کے مسلح افراد آہنی سلاخوں والی دیوار کے پاس آگئے تھے۔ ایک گارڈ پوچھ رہا تھا "مادام! ہم آپ کی چیخیں سن رہے ہیں۔ کوئی ہمارے دماغوں میں آکر کہہ رہا ہے کہ فرہاد علی تیمور آپ پر ظلم کر رہا ہے۔ اگر آپ آہنی دروازہ نہیں کھولیں گی تو ہم لاک توڑ کر آجائیں گے۔ ہمیں حکم دیجیے کیا کرنا چاہیے؟"

میں سلطانہ کی زبان سے حکم دینا چاہتا تھا کہ مسلح گارڈز واپس چلے جائیں لیکن وہ خیال خوانی کرنے والا اُسے روک رہا تھا۔ اس کا ہم دو خیال خوانی کرنے والوں کے درمیان اُلجھا ہوا تھا۔ ہماری اس رسا کشی میں وہ دماغی مریضہ بن سکتی تھی۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ دشمن کی مرضی کے مطابق چیخ کر بولنے لگی "میں مصیبت میں ہوں۔ تالا توڑ دو۔ اندر آؤ اور فرہاد کو گولی مار دو۔"

میں نے خواب گاہ کے دروازے پر آکر بلند آواز سے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ اچھی طرح کان کھول کر سن لو۔ اُدھر تالا ٹوٹے گا، اِدھر تمھاری مالکن کے ٹکڑے ہو جائیں گے۔"

وہ تالا توڑنے جا رہے تھے، رُک گئے۔ دشمن نے سلطانہ کی زبان سے کہا "میری پروا نہ کرو۔ یہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ تم سب یہاں آؤ۔"

میں نے بلند آواز سے کہا "میں تمھاری مالکن کا کچھ بگاڑ سکتا ہوں یا نہیں، یہ آواز سنو اور اپنی عقل سے فیصلہ کرو۔"

میں نے چھت کی جانب ایک فائر کیا۔ وہ پھر تالا توڑنے سے باز آگئے۔ سیکیورٹی گارڈ نے کہا "مادام! آپ کی جان جا سکتی ہے۔ ہم آنے کی حماقت نہیں کریں گے۔"

دشمن کی خیال خوانی ناکام ہو رہی تھی۔ وہ سلطانہ کے دماغ پر رہ کر مسلح گارڈز کو اندر بلا سکتا تھا نہ مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتا تھا۔ یہ کہ میں اسے پوری طرح قبضہ جمانے کا موقع نہیں دیتا تھا۔ اس طرح اس کو پہلی بار عقل آئی کہ دوسرے خیال خوانی کرنے والے کو اس کی جان کی پروا نہیں ہے۔ وہ ہر حال میں مسلح گارڈز کو اندر بلانا چاہتا ہے۔ چاہے فرہاد ان کی مالکہ کو گولی کیوں نہ مار دے۔

وہ مجھے تو دشمن سمجھ ہی رہی تھی، اب دوسرے کی حقیقت بھی واضح ہو گئی تھی کہ وہ فرہاد کو جان سے مارنے کے لیے اس کی جان کا دشمن بن گیا ہے۔ میں اس کے دماغ میں تھا۔ میری گولی کے زخم سے بڑی تکلیف ہو رہی تھی۔ اس نے سرنگ کے راستے سے آنے والوں کو حکم دیا تھا کہ تہ خانے میں پہنچ کر وہاں کا تمام اسلحہ اپنے قبضے میں لے لیں اور اس کے اگلے حکم کا انتظار کریں۔ اب اس کے دماغ میں یہ بات پیدا ہو رہی تھی کہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے تہ خانے کے گارڈز کو خواب گاہ میں بلا لے۔

وہ فوراً انکار میں سر ہلا کر بولی "اے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے خبیث! تو کون ہے؟ کیا تہ خانے کے گارڈز کو میرے حکم سے بلا کر مجھے فرہاد کے ہاتھوں ہلاک کرانا چاہتا ہے۔ تو نے دیکھا ہے، یہ کتنا ظالم ہے۔ اس نے وارننگ کے طور پر پاؤں میں گولی ماری ہے۔ یہ اگلی گولی میرے سینے میں اتار سکتا ہے۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر خواب گاہ میں رکھے ہوئے ایک فرسٹ ایڈ بکس کو اٹھا لایا۔ پھر اس کے زخم کی مرہم پٹی کرتے ہوئے بولا

"وہ خبیث ہے، تمھیں مارنا چاہتا ہے۔ میں انسان ہوں، زخموں پر مرہم رکھتا ہوں۔ اگر تم مجھ سے دشمنی نہ کرتیں تو میں تمھیں زخمی نہ کرتا۔"

وہ تکلیف سے کراہتی ہوئی بولی "مجھ سے ہمدردی نہ کرو۔ مجھے یہ دونوں چیتے بہت عزیز تھے۔ تم نے انھیں نہیں، مجھے مار ڈالا ہے۔"

"کیا میں ان کا لقمہ بن جاتا؟"

"ہاں! بن جاتے۔ میرے ان وفادار جانوروں کے آگے تمھارے جیسے کیڑے مکوڑوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

"رسی جل رہی ہے مگر بل نہیں جا رہے ہیں۔"

دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کی زبان سے کہا "جب تک میں رہوں گا اس کے بل نہیں جائیں گے۔ دیکھنا یہ ہے تم کب تک یہاں رہ سکو گے۔ تمھارا ساتھی تمھاری مدد کے لیے محل میں یا تہ خانے میں قدم نہیں رکھ سکے گا۔ محل کے تمام دروازوں پر اور تہ خانے کے سرنگ والے دروازے پر میرے آدمیوں کا قبضہ ہے۔"

میں نے کہا "جب تمھیں یقین ہے کہ میں گرفتار ہو جاؤں گا یا تمھارے ہاتھوں مر جاؤں گا تو پھر وقت کا انتظار کرو۔ اس موضوع پر بات نہ کرو۔ یہ بتاؤ کیا اُس وقت تم سلطانہ کے دماغ میں موجود تھے جب میں اس پر تنویمی عمل کر رہا تھا؟"

"ہاں! میں موجود تھا۔ تم اس پر عمل کر رہے تھے اور میں اس کی زبان سے ایک معمولہ بن کر جواب دے رہا تھا۔ تم میرے فریب میں آگئے کہ عمل کے بعد سلطانہ تنویمی نیند سو رہی ہے۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے دماغ پر قابض رہا۔ جب یقین ہو گیا کہ تم چلے گئے ہو تو میں نے سلطانہ کے خوابیدہ دماغ کو ٹرانس میں لا کر اپنی معمولہ بنایا پھر اسے حکم دیا کہ وہ آج رات گیارہ بجے تک فرہاد کے تمام احکامات بلا چون و چرا تعمیل کرتی رہے۔ اس کے بعد وہ تمھاری جانی دشمن بن جائے گی۔ تم نے اس کے دماغ میں آنے کے لیے جو کوڈ ورڈز مقرر کیے ہیں، وہ انھیں بھول جائے گی اور تمھیں دماغ میں آنے کی اجازت نہیں دے گی۔"

میں نے پوچھا "کیا تم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ میں اسے زخمی کر کے دماغ میں آسکتا ہوں اور تمھارے تنویمی عمل کے سحر کو توڑ سکتا ہوں؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میرے سحر کو توڑ کر کون سا کمال کر رہے ہو؟ یہ رات گیارہ بجے تک تمھارے احکامات کی پابند تھی۔ اب نہ رہے اور نہ کبھی رہے گی۔ تمھارا آخری وقت آگیا ہے۔ تم یہاں سے زندہ سلامت نہیں جا سکو گے۔ بہتر ہے، اپنا دماغ میرے حوالے..."

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ میں نے انتظار کیا شاید وہ بات پوری کرے گا، آگے بھی کچھ کہے گا لیکن اُدھر خاموشی رہی۔ میں نے پوچھا "کیا مجھے مارنے والے کو اچانک موت آگئی ہے۔ یہ زبان بند کیوں ہو گئی؟ جبکہ عورت کی زبان سے بول رہے تھے، جو کبھی بند نہیں ہوتی۔"

سلطانہ چپ تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر سنا۔ وہ سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی "میرے دماغ سے اور میری زبان سے بولنے والے خبیث! تجھے موت آجائے تو ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائے۔ کم از کم ایک ٹیلی پیتھی والے سے تو نجات ملے گی۔ دوسرے سے میں نمٹ لوں گی۔ مجھے سوچنے سمجھنے کی تھوڑی سی مہلت مل جائے تو میں فرہاد کو یہاں سے زندہ نہیں جانے دوں گی۔"

اس کی بات پوری ہوئی تو دشمن کی آواز سنائی دی۔ وہ بڑی جلدی میں تھا۔ کہہ رہا تھا "سلطانہ! میں ایک پرابلم میں پڑ گیا ہوں۔ صرف اتنا سمجھانے آیا ہوں، تمھاری سلامتی کا بس وہی ایک طریقہ ہے، جو میں تمھیں بتا چکا ہوں۔ کسی طرح اُس پر عمل کرو۔ میں فرصت ملتے ہی آؤں گا۔"

وہ چلا گیا۔ اس کی دانست میں میرا آخری وقت آگیا تھا۔ وہ سلطانہ کا ساتھ دے کر مجھے ختم کر سکتا تھا لیکن مجھ جیسے اہم شکار کو اچانک ہی چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ جہاں کہیں بھی تھا، وہاں خود اس کی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ کیونکہ اپنی جان بچانے کے لیے ہی کوئی بھی دشمن میدان چھوڑ کر جاتا ہے اور وہ جا چکا تھا۔

اس نے سلطانہ کو ایک طریقہ سمجھایا تھا، جس پر وہ عمل کر کے مجھ پر قابو پا سکتی تھی اور یہ وہی طریقہ تھا، جس کے ذریعے میں نے سلطانہ کے دماغ میں جگہ بنائی تھی۔ یعنی اب وہ مجھے کسی طرح زخمی کرنے کی فکر میں تھی۔ میرے دشمن نے اسے سمجھایا تھا کہ میں زخمی ہونے کے بعد خیال خوانی کے قابل نہیں رہوں گا۔ میرا سب سے بڑا ہتھیار یہی تھا، یہ نہ ہوتا تو وہ اپنے خیال کے مطابق مجھے ایک چٹکی میں مسل سکتی تھی۔ اس نے کئی بار ذرا فاصلے پر رکھی ہوئی رائفل کو دیکھا۔ اگر فاصلہ کچھ کم ہوتا تو وہ رائفل تک پہنچنے کی ضرور کوشش کرتی۔

میں فرسٹ ایڈ باکس رکھنے کے بہانے وہاں سے ہٹ گیا۔ جب اسے دوسری جگہ رکھ کر پلٹا تو رائفل اس کے ہاتھوں میں آگئی تھی۔ وہ کچھ کہے سنے بغیر فوراً ہی مجھے زخمی کرنا چاہتی تھی۔ اس نے پہلے سوچا رائفل کے کندے کو دائیں شانے سے لگا کر میرا نشانہ لے۔ پھر سوچا نہیں، بائیں شانے سے لگا کر گولی مارنا چاہیے۔ پھر دماغ نے سمجھایا، رائفل کی مکھی سے آنکھ لگا کر نشانہ لگانے کے لیے ایک آنکھ بند کرنی پڑتی ہے۔ اس کی دوسری سوچ نے کہا "ہرگز نہیں، میں ایک آنکھ بند کروں گی تو وہ سمجھے گا آنکھ مار رہی ہوں۔ میں ہرگز ایسا نہیں کروں گی۔"

وہ رائفل کے کندے کو کبھی دائیں شانے کی طرف لا رہی تھی کبھی بائیں شانے کی طرف، کبھی ایک آنکھ بند کر رہی تھی اور کبھی آنکھ نہ مارنے کے خیال سے فوراً دونوں آنکھیں پوری طرح کھول دیتی تھی۔ آخر اس نے جھنجلا کر کہا "تم مجھے اُلّو بنا رہے ہو۔ میں اتنی دیر سے اُلٹی سیدھی حرکتیں

کر رہی ہوں؟ ہاتھوں میں رائفل ہوتے ہوئے بھی تمھیں گولی نہیں مار رہی ہوں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے مجھے اُلجھا رہے ہو۔ کیا تم جانتے ہو کہ تمھارا دشمن اچانک یہاں سے کہاں چلا گیا تھا؟ میں بتاتی ہوں۔ وہ تمھاری رسونتی کو ٹریپ کرنے گیا تھا۔ اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا ہے۔ یقین نہ ہو تو رسونتی کو پکار کر دیکھ لو۔"

اُس نے چونکا دینے والی بات کہہ دی تھی۔ میں پریشان ہو کر فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کرتا۔ یہاں سے عجلت میں رسونتی کی حفاظت کے لیے جاتا۔ اِدھر ایک لمحے کی دماغی غیر حاضری میں وہ مجھے گولی مار دیتی۔ خدا کا شکر ہے کہ اِن حالات میں ہمارے تجربات کام آتے ہیں۔ اِن تجربات کی روشنی میں ہم اچانک کوئی قدم نہیں اُٹھاتے۔ بعض اوقات انسان سے بے اختیار کوئی حرکت سرزد ہو جاتی ہے۔ ہم ایسے بے اختیاری عمل سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ میں نے فوراً ہی رسونتی کی خبر لینے سے پہلے سلطانہ کو رائفل میری طرف اچھالنے پر مجبور کیا۔ وہ مجبور ہوئی۔ میں نے رائفل کو کیچ کرتے ہوئے کہا "جسٹ اے منٹ، میں ابھی آیا۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی، رسونتی سے کہا "میرے پاس آؤ۔"

یہ کہتے ہی دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سلطانہ پیچ و تاب کھا رہی تھی۔ رسونتی نے آ کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

میں نے پوچھا "تم خیریت سے ہو؟"

"بالکل خیریت ہوں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ ہمارے دونوں بیٹے بھی بخیریت ہیں مگر دشمنوں کے چکروں میں ہیں۔ فرصت ملے تو اُن کی خبر لینا۔"

"میں جلد ہی اُن کے پاس جاؤں گا۔ تم جا سکتی ہو۔ آرمر کو بھیج دو۔"

وہ چلی گئی۔ آمر آ گیا۔ میں نے پوچھا "کیا کر رہے ہو؟"

اس نے جواب دیا "مادام رسونتی پارس دوم کے پاس ہیں۔ میں پارس اوّل کے پاس آتا جاتا ہوں۔ میرے لائق کوئی خدمت؟"

"اگر پارس اوّل اور جوجو کے پاس رہنا ضروری نہ ہو تو سلطانہ کے دماغ میں رہو۔"

"آپ اپنے بیٹے کو جانتے ہی ہیں۔ وہ ہم خیال خوانی کرنے والوں کا احسان لینا نہیں چاہتا۔ میں تو چُپ چاپ جوجو کے دماغ میں جا کر خیریت معلوم کرتا ہوں بہرحال میں سلطانہ کے پاس رہوں گا۔"

میں نے آمر کو بتایا "وہ خیال خوانی کرنے والا دشمن ابھی سلطانہ کے دماغ میں نہیں ہے لیکن کسی وقت بھی آ سکتا ہے اور کوئی نئی چال چل سکتا ہے۔ تم مجھے سلطانہ کے چور خیالات سے آگاہ کرتے رہو۔"

وہ اُس کے دماغ میں چلا گیا۔ میں نے مائٹی پاشا کو مخاطب کرتے ہوئے وہ جگہ بتائی جہاں سُرنگ کے راستے سے باہر نکلا جا سکتا تھا۔ میں نے کہا "تمام وفاداروں کے ساتھ وہاں پہنچو اور میری اگلی ہدایات کا انتظار کرو۔"

پھر میں نے سلطانہ سے کہا "ٹرانسمیٹر اُٹھاؤ۔ تہ خانے میں جو مسلح افراد ہیں انھیں حکم دو کہ ہتھیار وہیں چھوڑ کر باہر چلے جائیں اور سے محل کے احاطے میں آ جائیں۔"

"میں یہ حکم نہیں دوں گی۔"

"کیوں خیال خوانی پر مجبور کرتی ہو؟"

"میں دانستہ اپنی مرضی کے خلاف کوئی حکم نہیں دوں گی۔"

میں نے آمر سے کہا "اس کی زبان سے احکامات جاری کرو۔"

دوسرے ہی لمحے وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اپنی الماری کے پاس جا کر اس کے ایک خفیہ خانے سے چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا۔ پھر رابطہ قائم کر کے میری مرضی کے مطابق حکم دیا۔ دوسری طرف سے حکم سننے والا سیکیورٹی گارڈ کہہ رہا تھا "مادام! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ لیکن یہ حکم فرہاد کا بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے سُنا ہے وہ ایک کے ذریعے دوسرے کی آواز سُن کر اس دوسرے کو بھی اپنا محکوم بنا لیتا ہے!"

آمر نے سلطانہ کی زبان سے ڈانٹ کر کہا "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں فرہاد کی محکوم ہوں۔ یو بلڈی فول تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں اپنی ذات پر کسی کی حکمرانی برداشت کر سکتی ہوں۔"

وہ سہم کر بولا "سوری مادام! میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں تو صرف آپ کی سلامتی چاہتا ہوں۔ آپ واقعی عظیم ہیں کوئی آپ کو محکوم نہیں بنا سکتا۔ ہم آپ کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں۔ ہتھیار یہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔"

سلطانہ نے اُس سے رابطہ ختم کیا۔ پھر اُس جگہ کے انچارج کو ٹرانسمیٹر پر مخاطب کیا جو سُرنگ سے باہر جانے والے چور دروازے پر چار مسلح گارڈز کے ساتھ ڈیوٹی پر رہتا تھا۔ اُس نے کہا "میں حکم دیتی ہوں، یہ جگہ فوراً چھوڑ دو اور محل کے احاطے میں چلے آؤ۔ وہاں دوسرے گارڈز ڈیوٹی پر آئیں گے۔"

انچارج نے کہا "مادام! آپ کے حکم پر ہم جان دے سکتے ہیں لیکن کسی نے میرے دماغ میں کہا ہے کہ آپ خطرات میں گھری ہوئی ہیں۔ کوئی آپ کے دماغ پر قبضہ جما کر۔۔۔"

وہ بات کاٹ کر دہاڑتی ہوئی بولی "یو شٹ اپ! کیا تم میرے دماغ کو کمزور یا کسی کی جاگیر سمجھتے ہو۔ یو سن آف اے بچ! میرے حکم کی فوراً تعمیل کرو ورنہ میرا قہر تم پر نازل ہو گا۔"

"معافی چاہتا ہوں مادام! ہم ابھی ڈیوٹی چھوڑ کر یہاں سے جا رہے ہیں۔"

میں نے مائٹی پاشا سے کہا "تمھارے سامنے سُرنگ کے دہانے پر جو گرین کاٹیج ہے وہاں اپنے وفاداروں کے ساتھ چلے جاؤ۔ کوئی مداخلت نہیں کرے گا۔ اگر کوئی کرے تو گولی مار دینا۔"

میں نے تہ خانے کے سیکیورٹی گارڈ کے پاس آ کر دیکھا۔ وہ اپنے تمام ماتحتوں کے ساتھ ہتھیار وہیں چھوڑنے کے بعد سُرنگ کے راستے سے گزر رہا تھا۔ جب مائٹی پاشا گرین کاٹیج میں پہنچا تو وہ جگہ خالی ملی۔ وہاں ڈیوٹی دینے والے جا چکے تھے۔ میں نے کہا "پاشا! ابھی ایک درجن نہتے لوگ گرین کاٹیج کے ایک چور دروازے سے باہر آنے ہی والے ہیں۔ انھیں ایک کمرے میں بند کر دینا۔ میں تھوڑی دیر بعد سلطانہ آفندی کے ساتھ آؤں گا۔ محتاط رہو۔ گرین کاٹیج کے باہر بھی دور تک نظر رکھو۔"

میں اسے ضروری ہدایات دے کر دماغی طور پر حاضر ہوا۔ سلطانہ مجھے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ مجھ سے نظریں ملتے ہی ذرا نرم پڑ گئی۔ مسکراتے ہوئے بولی "میں ہار گئی، تم جیت گئے۔ در اصل میری زندگی میں تمھارے جیسا ناقابلِ شکست مرد نہیں آیا تھا۔ اس لیے میں مردوں کو حقیر سمجھتی تھی۔ آج میں دل و جان سے خود کو تمھارے حوالے کرتی ہوں۔"

وہ دونوں بانہیں پھیلا کر میری طرف بڑھنا چاہتی تھی۔ آمر نے اسے روک دیا۔ اس کی زبان سے کہا "بھائی فرہاد! یہ فراڈ ہے۔ سوچتی کچھ ہے، زبان سے بولتی کچھ ہے۔ کم بخت کی سمجھ میں ابھی تک یہ بات نہیں آئی کہ ہم چور خیالات بھی پڑھ لیتے ہیں۔"

سلطانہ اپنی زبان سے اپنے ہی خلاف بول بھی رہی تھی اور سُن بھی رہی تھی۔ غصّے سے بولی "فرہاد! یہ تم نے کسے میرے دماغ میں بٹھایا ہے؟ یہ جھوٹا ہے۔ میرے دل میں تمھارے لیے جو سچی محبت ہے، یہ اس محبت کی توہین کر رہا ہے۔"

میں نے کہا "میں تمھاری سچی محبت کی قدر کرتا ہوں۔ جو شخص تمھارے دماغ میں ہے اسے ابھی نکال رہا ہوں۔ اس کے جانے کے بعد میں اچھی طرح تمھاری قدر کروں گا۔"

میں نے آمر سے کہا "میں تمھیں اس ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے پاس پہنچا رہا ہوں جس میں بیرس سے یہاں تک آیا تھا۔ تم اس کے ذریعے فلائنگ کلب کے ماہر انجینئر کے دماغ میں پہنچو اور اس کے ذریعے ہیلی کاپٹر کو اچھی طرح چیک کرو۔ کسی دشمن نے کوئی خرابی پیدا کی ہو تو اُسے دور کراؤ۔"

دنیا کی پہلی ٹرانسفارمر مشین بنانے والا آمر ایک ذہین مکینک تھا۔ وہ اپنی نگرانی میں ہیلی کاپٹر کو اچھی چیک کرا سکتا تھا۔ وہ اپنا فرض ادا کرنے چلا گیا۔ سلطانہ نے پوچھا "کیا تم جزیرے سے جا رہے ہو؟"

میں نے مسکرا کر پوچھا "تم کیا چاہتی ہو؟"

وہ قاتلانہ انداز میں مسکرائی۔ پھر بیٹھے ہی بیٹھے دونوں بانہیں پھیلا دیں۔ اپنی اداؤں سے کہہ رہی تھی: "نہ جاؤ، ادھر چلے آؤ۔"

میں نے اس کے دماغ میں ذرا غصّے سے کہا "میں رسونتی بول رہی ہوں۔ یہ نہ سمجھنا میں اپنے میاں کو تمھاری جیسی عورتوں کے پاس چھوڑ کر غافل ہو جاتی ہوں۔ اپنی بانہیں گرا لو۔ ورنہ دماغ میں زلزلہ پیدا کر دوں گی۔"

میں رسونتی بن کر ایسا کہتے وقت مسکرا رہا تھا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر عاشقانہ انداز میں اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔ وہ جلدی سے بانہیں گرا کر بولی "نن نہیں۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ ہمیں فاصلہ رکھنا چاہیے۔"

"لیکن ابھی تو تم مجھ سے سچی محبت کر رہی تھیں۔ خیر کوئی بات نہیں۔ میں تمھاری قدر کروں گا۔ اور قدر کرنے کے لیے ابھی یہاں سے تمھیں لے جاؤں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "مم، میں نہیں جاؤں گی۔ تم مجھے کہاں لے جاؤ گے؟"

"دنیا دے اُس نکڑے، جتھے بندہ نہ بندے دی ذات ہووے۔"

"یہ تم کون سی زبان بول رہے ہو؟"

"میں اُس نکڑے کی زبان بول رہا ہوں جہاں سے میں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے۔ چلو تمھیں بھی یہ علم سکھا دوں گا۔"

وہ جانا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے رائفل کو ایک طرف پھینکا پھر اطمینان سے چلتا ہوا پلنگ کے نیچے پہنچ گیا۔ رائفل اس کے سامنے تھی لیکن وہ اٹھا نہیں سکتی تھی۔ چپ چاپ اٹھ کر میرے پاس پلنگ کے نیچے آ گئی۔ عاجزی سے کہنے لگی "مجھے چھوڑ دو۔"

"میں نے پکڑا کب ہے؟ میں تمھیں ہاتھ لگانا اپنی توہین سمجھتا ہوں۔"

"تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

"شریف عورت کو ہاتھ نہ لگاؤ تو وہ خوش ہوتی ہے۔ اس کے برعکس تمھاری جیسی عورتیں اپنی انسلٹ سمجھتی ہیں۔"

میں نے ایک بٹن دبایا۔ ہم پلنگ کے نچلے فرش پر لیٹے ہی لیٹے تہ خانے میں پہنچ گئے۔ وہاں دور تک ہتھیار بکھرے پڑے تھے۔ مسلح گارڈز اپنی مالکہ کے حکم کے مطابق وہ تمام ہتھیار چھوڑ گئے تھے۔ میں چاروں طرف سے گھرا ہوا تھا۔ اگرچہ آسانی سے سلطانہ کو یرغمال بنا کرلے جارہا تھا۔ تاہم دشمن خیال خوانی کرنے والا کسی وقت بھی آکر یا نسا بیٹ سکتا تھا یا اس کے منصوبے کے مطابق اس کا کوئی معمول مجھے کہیں سے چھپ کر گولی مار سکتا تھا۔ اِن حالات میں ایک ہتھیار ضروری ہوگیا تھا۔ میں نے ایک بھرا ہوا ریوالور اور چند کارتوس اٹھا کر رکھ لیے۔ پھر سلطانہ سے کہا: "میں ہر وقت تمہارے دماغ میں نہیں رہ سکتا۔ سیدھی طرح میرے آگے آگے چلتی رہو۔ اگر سونتی دوبلند آئے گی تو تمھیں میرے ساتھ دیکھ کر تمھاری کھوپڑی الٹا دے گی۔"

وہ چپ چاپ میرے آگے آگے سرنگ میں داخل ہوئی۔ میں نے مائٹی پاشا سے معلوم کیا۔ جو لوگ یہاں ہتھیار چھوڑ کر گئے تھے ان سب کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا تھا۔ میرے لیے باہر ایک گاڑی تیار تھی۔ پاشا یقین سے کہہ رہا تھا کہ گرین کاٹیج کے باہر آس پاس نہ کوئی ہے، نہ کسی قسم کا خطرہ ہے۔ لیکن میرا دل نہیں مان رہا تھا۔ وہ دشمن خیال خوانی کرنے والا ضرور کوئی جال بچھا کر گیا ہوگا۔

میں سرنگ سے گزرتا ہوا خیال خوانی میں مصروف تھا لیکن راستے کا بھی دھیان تھا۔ سلطانہ آگے جارہی تھی، اس کی طرف سے فی الحال کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ میں نے آرمر کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا: "ہیلی کاپٹر میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ میں پوری طرح مطمئن ہوں۔"

میں نے کہا: "اب تم فلائنگ کلب کے دو چار اہم اور ذمے دار افراد کے دماغوں میں آتے جاتے رہو۔ میں بھی انھیں ٹریپ کروں گا۔ کیونکہ فلائنگ کلب کی ضروری کارروائیوں پر عمل کیے بغیر یہاں سے جارہا ہوں۔"

ہم سرنگ کے آخری سرے پر آگئے۔ جب دروازے کو کھولا تو دوسری طرف مائٹی پاشا استقبال کے لیے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے ایک کمرے میں آکر کہا: "میں پانچ منٹ بعد یہاں سے نکلوں گا۔ لیکن مادام ابھی جائیں گی۔ اِن کے ساتھ تم میں سے کوئی جائے گا اور جو بھی جائے گا اس کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جائے گی۔"

تمام وفادار میرے حکم پر جان دینے کو تیار تھے۔ ان میں سے ایک سلطانہ کے ساتھ اس کمرے سے نکلا۔ پھر کاٹیج کے باہر آیا۔ باہر بھی طرح نگرانی ہورہی تھی۔ دور دور تک کوئی دشمن نظر نہیں آرہا تھا۔ ہمیں فلائنگ کلب تک لے جانے والی گاڑی کاٹیج سے دس قدم کے فاصلے پر تھی۔ اس گاڑی کو بھی اچھی طرح چیک کر لیا گیا تھا۔ اتنی احتیاط کے باوجود اچانک ہی کاٹیج کے قریب والی ڈرین لائن یعنی گٹر کا آہنی ڈھکن اوپر کو اٹھا۔ اندر سے ایک سر اور دو ہاتھ باہر آئے۔

اُن ہاتھوں میں ٹیلی اسکوپ لگی ہوئی رائفل تھی۔ اس نے سلطانہ کے جانے والے کا صحیح نشانہ لیا پھر گولی چلا دی۔ وہ وفادار چیخ مار کر پھر زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ دوسرے وفاداروں نے فائرنگ سمت کا اندازہ کرتے ہی تڑاتڑ فائرنگ شروع کردی۔ گولی ساتھی کو اٹھا کر کاٹیج میں لے آئے۔ وہ بال بال بچا تھا۔ مکار چیخ مار کر زمین پر گرا تھا تاکہ گولی چلانے والا مطمئن ہو جائے اور دوبارہ فائر نہ کرے۔

میری خیال خوانی کے مطابق چار وفادار سلطانہ کو اٹھا کر کے اندر لے گئے۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے وہاں سے جانے لگے۔ گٹر کا ڈھکن بند ہو چکا تھا۔ وہ فائر کرنے والا واقعی مطمئن ہو کر ہوگیا تھا۔ میرے ایک وفادار نے قریب جا کر ڈھکن کو اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا۔ اندر سے فائرنگ ہوئی۔ اس وفادار نے ہینڈ گرینیڈ کی چابی دانتوں سے دبا کر کھینچی، اسے گٹر میں ڈالا پھر دوڑتا ہوا دور جا کر اوندھے منہ لیٹ گیا۔ رات کی خاموشی میں زوردار دھماکا دور تک گونجا۔

سلطانہ کی گاڑی تھوڑی دور تک خیریت سے گئی۔ دشمن خیال خوانی کرنے والے نے نہ جانے کہاں کہاں مسلح آلۂ کاروں کو چھپا رکھا تھا۔ انھیں اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ سلطانہ کے ساتھ کوئی بھی آنے والا فرار ہی ہوگا۔ لہٰذا اسے گولیوں سے بھون دیا جائے۔ اس کا پہلا آلۂ کار دھوکے میں میرے وفادار کو گولی مارنے میں ناکام رہا تھا۔ دوسرے آلۂ کار اب سلطانہ کی گاڑی پر فائرنگ کر رہے تھے۔ اسے ہاتھ سے نکلتے دیکھ کر انھوں نے بھی کئی بم کے دھماکے کیے۔ ظاہر ہے ان حالات میں گاڑی بچ نہیں سکتی تھی۔ دھماکوں سے اس کے چیتھڑے اُڑ گئے۔ میں نے سلطانہ اور چار وفاداروں کے دماغوں میں پہنچنے کی ناکام کوشش کی۔ پھر چند ساعتوں کے لیے ماتمی انداز میں سر کو جھکا لیا۔ یہ نہیں تھی۔ مجھے اپنے وفاداروں کی موت کا دلی صدمہ پہنچ رہا تھا اور اس وقت مادام سلطانہ آفندی کے لیے ایک ذرا افسوس نہیں ہو رہا تھا۔

میں نے چپ چاپ وہ گرین کاٹیج چھوڑ دیا۔ اس گاڑی کی تباہی سے دشمنوں کو یقین ہو چکا ہوگا کہ مادام کے ساتھ ضرور فرہاد بھی مارا گیا ہے۔ میں چھپ چھپا کر سمندر کے ساحل تک آگیا۔ وہاں ایک گاڑی سے لفٹ حاصل کی۔ پھر فلائنگ کلب پہنچ گیا۔ پورے جزیرے میں ہلچل سی مچ گئی تھی۔ مسلسل فائرنگ کے علاوہ بم کے کئی دھماکے ہوئے تھے۔ سبھی تجسس میں مبتلا تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اور کہاں ہو رہا ہے؟ وہاں والے ہر ایک کو سونگھتے پھر رہے تھے۔ مجھے کچھ کہنے سے پہلے خیال خوانی انھیں سانپ کی طرح سونگھ لیتی تھی۔

ہیلی کاپٹر کا پائلٹ میرا منتظر تھا۔ میں نے اور آرمر نے وہاں دو انچارج افسران کو قابو میں کیا۔ انھیں اپنے ساتھ ہیلی کاپٹر تک لے آئے۔ میں دونوں سے مصافحہ کر کے اس میں سوار ہوا۔ میرے ہیلی کاپٹر نے

پرواز شروع کی۔ دوسرے ذمے دار لوگ دوڑتے ہوئے آرہے تھے۔ افسران سے کہہ رہے تھے کہ یہ غیر قانونی پرواز ہے۔ اُن میں سے ایک افسر نے کہا: "ہم نادان نہیں ہیں۔ ہم بھی غیر قانونی پرواز کو سمجھتے ہیں۔" "پھر آپ نے پرواز کی اجازت کیوں دی؟"

دوسرے افسر نے جواب دیا: "ہم فلائنگ کلب کے افسران ہیں۔ یہاں سے کسی بھی ہیلی کاپٹر کو جانے سے روک سکتے ہیں لیکن خیال خوانی کی پرواز کو روک نہیں سکتے۔ کیونکہ ٹیلی پیتھی کا طیارہ ہمیشہ دماغوں کے راستے سے پرواز کرتا ہے اور اس کے لیے کوئی قانون نہیں ہے۔"

اُن کی بحث کے دوران میرا ہیلی کاپٹر جزیرے سے بہت دور نکل گیا تھا۔ میں اور آرمر وہاں کے تمام افسران کے دماغوں میں پہنچ رہے تھے، جس کے نتیجے میں وہ آس پاس کے دوسرے ممالک کو اس غیر قانونی پرواز کی اطلاع نہیں دے پا رہے تھے۔ میں نے پاشا سے کہا: "اب اپنے اپنے گھروں میں جا کر آرام کرو۔ جن چار وفاداروں نے میرے لیے جان دی ہے، اُن کے وارثوں کو صبح تک ایک ایک لاکھ ڈالر ادا کر دینا۔ میں جزیرے سے نکل چکا ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا: "جناب! آپ کے جانے کے بعد یہاں کے پولیس والے اور دوسرے خیال خوانی کرنے والے دشمن مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"تم جزیرے کے سب سے بڑے بدمعاش کہلاتے ہو اور سب سے زیادہ ڈرپوک ہو۔"

"جناب! میں پہلے ڈرپوک نہیں تھا۔ آپ نے میری توقع سے زیادہ دولت اور ہیرے جواہرات دیے ہیں۔ اب یہ سوچ کر ڈرتا ہوں کہ مر جاؤں گا تو اتنی ساری دولت کا کیا بنے گا؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "فکر نہ کرو۔ تم میں سے کسی وفادار پر آنچ نہیں آئے گی۔"

میں نے آرمر سے کہا: "اب میں اپنے دونوں بیٹوں کی خبر لوں گا۔ تم ذرا مائٹی پاشا اور دوسرے وفاداروں کا خیال رکھنا۔ انھیں پریشان کرنے والوں کو فرہاد بن کر سمجھانا کہ جزیرے میں جو کچھ ہوا اس کا ذمے دار فرہاد تھا۔ اس کے باقی ساتھیوں کو قانونی گرفت میں نہ لایا جائے۔ ورنہ اس جزیرے میں دن رات تباہیاں آتی رہیں گی۔"

میں اسے ضروری ہدایات دے کر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ ہیلی کاپٹر یونان کی سرحد پار کر رہا تھا۔ میں جلد ہی پیرس پہنچنے والا تھا۔ وہاں کے ذمے دار افسران کو اپنی آمد کی اطلاع دینے کے بعد وہاں سے پیرس کی رہائش گاہ میں پہنچ کر آرام سے دونوں بیٹوں کے پاس جاؤں گا۔ ویسے بھی ان دونوں کی ضد اور حوصلوں نے یہ اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ مجھے ان کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ ★★

الفریڈ مونو زو رات کے کھانے کے بعد پی رہا تھا اور پارس اور جوجو کو بور کر رہا تھا۔ بڑے سرور میں کہہ رہا تھا: "میں جنات کے وجود کو تسلیم نہیں کرتا۔ اگر وجود ہوا بھی تو میں خود بہت بڑا جن ہوں۔ استنبول کے بڑے بڑے سورما میرا نام سن کر کانپ جاتے ہیں۔ تم فکر نہ کرو۔ میں تمھاری بیوی پر جن کا سایہ نہیں رہنے دوں گا۔ اسے بھگا دوں گا۔"

پارس نے الفریڈ سے کہا تھا کہ جوجو پر کسی کا سایہ ہے۔ شاید کوئی جن اس پر عاشق ہوگیا ہے۔ اسی لیے اس کے شوہر کو بھی پاس آنے نہیں دیتا۔ الفریڈ بلا کا عیاش تھا۔ جوجو کو دیکھ کر للچا رہا تھا۔ اس نے موقع سے فائدہ اٹھا کر کہا: "میں جوجو کے پاس جاؤں گا اور اس جن کو بھگا دوں گا۔"

پارس نے کچھ سوچ کر ہی اس کے سامنے جنات کا مسئلہ چھیڑا تھا۔ اس نے کہا: "مسٹر مونو زو! آپ جانتے ہیں، ہمیں شراب سے نفرت ہے لہٰذا ہم خواب گاہ میں جارہے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "میرے بغیر جاؤ گے تو وہ جن اُٹھ کر چمٹنے گا۔"

پارس نے کہا: "خواب گاہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ تمھارے آنے کے بعد بند ہوگا۔"

وہ جوجو کے ساتھ جانے لگا۔ الفریڈ مونو زو نے کہا: "میں یہاں تمھارے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔ ابھی دس پندرہ منٹ میں آرہا ہوں۔"

پارس نے خواب گاہ میں آکر جوجو سے کہا: "آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ۔"

وہ بولی: "مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ یہ آدمی اچھا نہیں ہے۔ ابھی یہاں آنے کو کہہ رہا تھا۔"

"آنے دو۔ میں اس کے سر سے عیاشی کا جن اُتار دوں گا۔ تم اطمینان سے لیٹ کر آنکھیں بند کرو اور دماغ کو ہدایات دے کر سو جاؤ۔"

اُس نے مسکرا کر پارس کو دیکھا۔ پھر آرام سے لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں۔ پارس نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر بابا صاحب کے ادارے

کا ایک نمبر ڈائل کیا۔ وہ نمبر صرف فرہاد کی فیملی کے لیے مخصوص تھا۔ سراغ لگانے والے یہ معلوم نہیں کر سکتے تھے کہ وہ نمبر کس کا ہے اور پیرس کے کس علاقے میں بات کی گئی ہے۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ لومی کی آواز سنائی دی۔ پارس نے کہا ”میں ہوں علی تیمور۔ آپ انکل آرمر سے رابطہ کرا دیں۔ شکریہ۔“

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی پارس نے پہلے سانس ردکی پھر کوڈ ورڈز دریافت کیے۔ آرمر نے کہا۔ ”یور انکل ٹو کس یور مائنڈ۔ کیا بات ہے بیٹے؟“

”انکل! میں جوجو کو لے کر استنبول پہنچ گیا ہوں۔ آپ فوراً فرانسیسی سفیر سے رابطہ قائم کریں اسے بتائیں کہ ہم استنبول میں الفریڈ مونوزو کے مہمان ہیں۔ لیکن ہمارا میزبان شیطان ہے کسی وقت بھی بات بگڑنے والی ہے۔ سفیر صاحب پولیس کے اعلیٰ افسران کو یہاں بھیج کر جوجو کو بحفاظت اپنی رہائش گاہ میں بلا سکتے ہیں اور اسے یہاں سے آپ کے پاس بھیج سکتے ہیں۔“

”اور تم؟ کیا تم نہیں آؤ گے؟“

”میں کچھ دنوں بعد آؤں گا۔“

”تمہارے پاپا کہاں ہیں؟ تم جزیرے سے کیسے آ گئے؟ اور اب یہاں کیوں نہیں آنا چاہتے؟“

”یہ سوالات بعد میں بھی کیے جا سکتے ہیں۔ مجھے ٹیلی پیتھی کی صرف اسی حد تک ضرورت تھی۔ میں مجبور تھا۔ فون پر پولیس کے افسران کو یہاں بلاتا تو میرا میزبان محتاط ہو جاتا۔ بہرحال میں آئندہ آپ کو زحمت نہیں دوں گا۔“

”بیٹے! یہ غیروں جیسی باتیں کیوں کر رہے ہو؟“

”اس میں غیریت کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں اپنی زندگی اپنے طور پر گزارنا چاہتا ہوں۔ پلیز آپ دیر نہ کریں۔ میرا میزبان الفریڈ مونوزو آ رہا ہے۔“

آرمر چلا گیا۔ مونوزو نشے میں جھومتا ہوا خواب گاہ میں آیا۔ پھر مسکراتے ہوئے بولا ”کیا دروازہ بند کر دوں؟“

پارس نے کہا ”تمہارے گھر کا دروازہ ہے، کھلا رکھو یا بند کر دو۔ مگر یاد رکھو، دروازہ بند ہو گا تو بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔“

اس نے چونک کر پوچھا ”کیا مطلب؟ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”یہی کہ تم جن کو بھگانے آئے ہو۔ دروازہ بند ہو گا تو کہاں سے بھاگے گا؟“

وہ زوردار قہقہہ لگا کر بولا ”جوان! تم باتیں ایسی کرتے ہو کہ چکرا کر رکھ دیتے ہو۔“

وہ لڑکھڑاتے ہوئے ذرا آگے بڑھا۔ پھر جوجو کی طرف دیکھ کر بولا ”ارے یہ تو سو رہی ہے۔ بھئی اسے فوراً جگاؤ۔ حسن نیند میں اور قیامت جگاتا ہے۔“

”مسٹر مونوزو! تمہارے بیوی بچے تو ہوں گے۔“

”بالکل نہیں۔ کون یہ مصیبت پالتا ہے۔ میں جب چاہتا ہوں شادی رچاتا ہوں پھر دو چار دن میں اس شادی کو بھلا کر ایک نئی کر لیتا ہوں۔“

”اگر تم شادی کرتے تو آج تمہاری بیٹی میری بیوی کی ہم عمر ہوتی۔“

”یہ کیا بکواس ہے؟ نہ میری بیوی ہے نہ بیٹی ہے نہ میں کسی کی عمر پوچھتا ہوں۔ میں آم کھاتا ہوں، پیڑ نہیں گنتا۔“

”آج سے تم گنو گے، دوسروں کی بہنوں اور بیٹیوں کی عزت کرو گے اور آج کے بعد تم مہمان نوازی کے بہانے کسی مہمان کی عزت سے نہیں کھیلو گے۔“

وہ ہنستے ہوئے بولا ”کیا تم میری آئندہ زندگی کا ٹائم ٹیبل بنا رہے ہو؟“

”ہاں۔ میں چاہتا تو استنبول کے فلائنگ کلب میں ہی تم سے الگ ہو جاتا اور بیوی کے ساتھ کسی ہوٹل میں قیام کرتا لیکن میں نے سوچا تو دشمن میرے پیچھے ہیں، ہوٹل میں قیام کرنا مناسب نہ ہو گا۔ دوسرے عیاش ہو، آج سے تمہارا مزاج بدلنا ہو گا۔“

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہوئے بولا ”تم اتنے اعتماد سے کہہ رہے ہو جیسے اپنے باپ کے گھر میں ہو۔ ابے الو کے پٹھے، یہ میرا محل نہیں میرا قلعہ ہے۔ ایک چیونٹی بھی اندر نہیں آ سکتی اور تمہارے جیسے چیونٹے میری اجازت کے بغیر باہر نہیں جا سکتے۔“

وہ پلٹ کر دروازے کی طرف جانا چاہتا تھا۔ پارس نے ایک الٹا ہاتھ منہ پر جمایا۔ وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ ایک صوفے سے جا کر ٹکرایا پھر اس صوفے کے ساتھ فرش پر گر پڑا۔ ایک ہی ہاتھ میں نشہ ہرن ہو گیا تھا۔ وہ ایک نوجوان سے فولادی چوٹ کھانے کی توقع نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی ناک اور باچھوں سے خون رسنے لگا تھا۔ پہلے تو اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پارس کو دیکھا پھر آستین سے لہو پونچھتے ہوئے کہا ”تو نے مجھ پر ہاتھ اٹھا کر اپنی موت کو دعوت دی ہے تو یہاں سے زندہ نہیں جائے گا۔“

وہ تکلیف سے کراہتا ہوا فرش پر سے اٹھا۔ دوسری بار دروازے کی طرف جانا چاہتا تھا۔ پارس نے پیچھے سے کالر پکڑ کر کہا ”تم لڑنے والے آدمی نہیں ہو، صرف دولت کا رعب اور دبدبہ ہے۔ میں دوسرا ہاتھ جماؤں گا تو مر جاؤ گے۔“

وہ خود کو چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولا ”تم مجھے کتنی دیر روک سکو گے؟ تمہیں دروازہ کھولنا ہی ہو گا۔“

”میں نے پہلے ہی سمجھایا تھا سوچ سمجھ کر دروازہ بند کرو۔ بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔“

”اس کا مطلب ہے، وہ جن والی بات جھوٹی تھی۔“

”بالکل سچی ہے۔ میری بیوی پر جس کا سایہ ہے، وہ کسی کو قریب نہیں آنے دیتا۔ صرف ایک ہاتھ جما کر بھاگنے کا راستہ یاد دلاتا ہے۔ کیا

تم اب بھی جن کے وجود سے انکار کرو گے؟“

وہ یکبارگی چیخنے لگا ”ہیلپ۔ ہیلپ۔ مجھے بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔“

پارس نے ایک ہاتھ کے شکنجے میں اس کے جبڑوں کو جکڑ لیا۔ اس کی آواز بند ہو گئی۔ دیدے پھیلنے لگے۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے جبڑے آہنی شکنجے میں ہیں اور اب ٹوٹنے ہی والے ہیں۔ کوئی دروازے پر دستک دیتے ہوئے پوچھ رہا تھا ”باس! آپ کے چیخنے کی آواز آئی ہے۔ آپ خیریت سے ہیں؟ دروازہ کھولیے یا جواب دیجیے۔“

پارس نے جبڑوں پر سے گرفت ڈھیلی کر دی۔ پھر کہا ”کسی کو مدد کے لیے بلاؤ گے تو آنے والے تمہاری لاش ہی لے کے جائیں گے۔“

اسے پارس کی قوت اور بے رحمی کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اس نے اونچی آواز میں کہا ”مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔ جاؤ یہاں سے کیا میں نشے میں چیختا ہوں۔ کیا تم لوگ سمجھتے ہو میں نشے میں ہوں۔“

دروازے کے اس پار جاتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ الفریڈ مونوزو کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولا ”ہم تو بہت اچھے دوست ہیں۔ آئندہ بھی اچھے دوست بن کر رہ سکتے ہیں۔ بھئی غلطی ہر انسان سے ہوتی ہے۔ بلکہ ہر پینے والا تھوڑی بہت بدمعاشی کرتا ہے۔ پھر ہوش میں آ کر توبہ کرتا ہے۔ میں ہوش میں آ گیا ہوں۔ تم آرام کرو۔ مجھے جانے دو۔“

”ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ آرام سے صوفے پر بیٹھو اور اپنے پچھلے گناہوں کو یاد کرو۔ تم نے اپنی دولت سے اور کرائے کے بدمعاشوں سے کتنی ہی معصوم لڑکیوں کو اٹھوایا ہے۔ تمہارے جیسا شیطان دو چار لات گھونسے کھا کر انسان نہیں بن سکتا۔“

”تم میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟“

”اس سے بدتر سلوک اور کیا ہو سکتا ہے کہ تم اپنے گھر میں بے بس ہو۔ اپنی دولت سے اور مسلح محافظوں سے مدد حاصل نہیں کر سکتے۔ تم اپنی خواب گاہ میں آنے والی مجبور لڑکیوں سے زیادہ مجبور ہو۔ میں نے تمہاری پٹائی کی تم کمزور عورتوں کی طرح مار کھا کر رہ گئے۔“

”تم درست کہتے ہو لیکن تم کب تک غالب رہو گے۔ ابھی نہ سہی صبح تو دروازہ کھولنا ہی ہو گا۔ تم مجھے کب تک مجبور قیدی بنا کر رکھو گے؟“

”ایک شرم والے کی بے عزتی تنہائی میں بھی ہو تو وہ شرم سے مر جاتا ہے مگر تم انتظار کر رہے ہو کہ دروازہ کھلے گا تو مسلح محافظوں کے سامنے میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا۔ وہاں تمہاری عزت رہ جائے گی اور تم مجھ سے انتقام لے سکو گے۔ لیکن تمہاری عزت نہیں رہے گی۔ تمہارا بگڑا ہوا حلیہ لوگوں کو بتائے گا کہ آج رات تم نے کسی لڑکی کو نہیں اپنی بدنصیبی کو خواب گاہ میں بلایا تھا۔“

وہ بولا ”مجھے رپورٹ ملی ہے کہ تم نے خواب گاہ میں آ کر فون کے ذریعے پیرس میں کسی سے رابطہ قائم کیا تھا مگر لائن کٹ گئی۔ اس کے بعد تم نے دوبارہ فون نہیں کیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تم کس بنا پر مجھے یہاں قید کر رہے ہو جبکہ تمہیں کہیں سے امداد نہیں پہنچے گی۔“

پارس نے اس کے منہ میں ایک کپڑا ٹھونسنا چاہا۔ وہ انکار میں جدوجہد کرنے لگا۔ پارس نے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑا تو اس نے چیخنے کے لیے منہ کھولا۔ چیخ نکلنے سے پہلے ہی کپڑا منہ میں بھر گیا۔ ایک دوسرا کپڑا اس کے منہ سے باندھ دیا گیا۔ وہ کپڑے کو کھولنے کے لیے اپنے ہاتھ استعمال کرنا چاہتا تھا۔ پارس نے اس کا ہاتھ پیچھے کی طرف موڑا۔ وہ چپ چاپ خود کو بندھوانا نہیں چاہتا تھا۔ رہائی پانے کے لیے بھرپور جدوجہد کر رہا تھا مگر ناکام ہو رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ بھی پشت پر بندھ گئے۔ پارس اسے دھکے دیتا ہوا باتھ روم میں لے گیا۔ وہاں شیو کرنے کا سامان رکھا ہوا تھا۔ اس نے بلیڈ سے اس کا آدھا سر مونڈ دیا۔ آدھی مونچھ صاف کر دی۔ قمیص کو جگہ جگہ سے پھاڑ دیا۔ پتلون کو گھٹنے سے پھاڑ کر الگ کر دیا۔ وہ گڑگڑا کر کہہ رہا تھا ”مجھے معاف کر دو۔ میں اس حلیے میں باہر نہیں جا سکوں گا۔ کسی کو منہ نہیں دکھا سکوں گا۔“

”تمہیں شرم دلانے کا یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔ تم چاہو تو اب باہر جا سکتے ہو۔ یا اسی خواب گاہ میں چھپ کر رہ سکتے ہو۔“

دروازے پر دستک ہونے لگی۔ پارس اسے باتھ روم سے نکال کر خواب گاہ میں لایا پھر دروازے کے پاس آ کر پوچھا ”کون ہے؟“

جواب ملا ”میں یہاں کا پولیس آفیسر ہوں۔ اگر تم علی تیمور ہو تو دروازہ کھول دو۔ ہم تمہاری حفاظت کے لیے آئے ہیں۔“

مونوزو نے گڑگڑا کر کہا ”فار گاڈ سیک! ابھی دروازہ نہ کھولنا۔ یہ پولیس والے یہاں کیسے پہنچ گئے۔ میں باتھ روم میں چھپنے جا رہا ہوں۔“

اس کے جانے سے پہلے ہی پارس نے دروازہ کھول دیا۔ پولیس والوں کے پیچھے الفریڈ مونوزو کے محافظ بھی تھے مگر پولیس افسر نے انہیں نہتا کر دیا تھا۔ کسی کے پاس ہتھیار نہیں تھا۔ وہ سب اپنے باس کو شدید حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ پولیس افسر نے بھی تعجب سے پوچھا ”مسٹر مونوزو! کیا یہ آپ ہیں؟“

پارس نے کہا ”جی ہاں۔ یہ عیاش میری بیوی کی خواب گاہ میں آیا تھا۔ میں اسے عبرت کا سامان بنا کر باہر بھیج رہا ہوں۔“

الفریڈ مونوزو نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا ”یہ تمہاری بیوی کی نہیں میری خواب گاہ ہے یہ میرا محل ہے۔ تم نے میرے گھر میں گھس کر مجھ پر زیادتی کی ہے۔ مجھے ذلیل کرنے کے لیے میرا یہ حلیہ بنا دیا ہے۔ میں ایک شریف اور معزز شہری ہوں۔ قانون تمہیں اس زیادتی کی سزا دے گا۔ اچھا ہوا جو پولیس وقت پر آ پہنچی، ورنہ یہ مجھے جان سے مار ڈالتا۔ آفیسر! اسے ہتھکڑی پہنا دو۔“

پولیس افسر نے کہا ”ہتھکڑی تمہیں پہنائی جائے گی۔ تم ان میاں بیوی کو جزیرے سے غیر قانونی طور پر لائے ہو۔ یہاں کے فلائنگ کلب

میں اِن کے جعلی کاغذات موجود ہیں۔ان کاغذات پر تمھارے دستخط ہیں اور یہ تمھارے ہیلی کاپٹر میں آئے ہیں۔"

الفریڈ مونوزو بوکھلا کر پولیس والوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر جلدی سے بولا۔"ہم۔ میرا خیال ہے۔ ہمیں گھر کا معاملہ گھر میں ہی نمٹا لینا چاہیے آفیسر! میں آپ سے تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کی کچھ خدمت کرنا چاہتا ہوں۔"

افسر نے کہا۔"میں تمھاری خدمات حاصل کیے بغیر تمھاری غلطی معاف کرتا ہوں اور اِن دونوں کو حراست میں لے کر جا رہا ہوں۔ اگر تم مسٹر علی تیمور کی زیادتیوں کے خلاف رپورٹ درج کراؤ گے تو تمھارے خلاف بھی..."

وہ جلدی سے بات کاٹ کر بولا۔"میں کسی کے خلاف کوئی رپورٹ درج نہیں کراؤں گا۔ آپ میرے اس مہمان کو بلاتے جان کو نے جائیں' بڑی مہربانی ہوگی۔"

خواب گاہ کا دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی جوجو بیدار ہوگئی تھی۔ وہ پارس کے ساتھ پولیس والوں کی حفاظت میں وہاں سے نکلی۔ راستے میں پوچھا۔"ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

پولیس افسر نے کہا۔"ہمیں اوپر سے احکامات ملے ہیں۔ آپ دونوں اس کے مطابق فرانس کے ایک مشہور تاجر کے ہاں رات گزاریں گے۔ کل آپ دونوں کو پیرس بھیج دیا جائے گا۔"

پارس نے کہا۔"صرف میری شریکِ حیات پیرس جائیں گی۔ میں کچھ روز یہاں قیام کروں گا۔"

جوجو نے پوچھا۔"کیا تم یہاں رہو گے؟ کیا تم سمجھتے ہو، میں تمھیں چھوڑ کر چلی جاؤں گی؟"

"ہم اس مسئلے پر کہیں اطمینان سے باتیں کریں گے۔ ابھی خاموش رہو۔"

"میں خاموش نہیں رہوں گی۔ تم نے یہ کیسے کہہ دیا کہ میں جاؤں گی اور تم رہ جاؤ گے؟"

"میں نے غلطی سے کہہ دیا تھا۔ مجھے معاف کر دو۔"

وہ خوش ہو کر تالی بجانے کے انداز میں ہتھیلیوں کو ملاتے ہوئے بولی۔"بڑے تیس مار خان بنتے تھے، کبھی مجھ سے معافی نہیں مانگتے تھے۔ آج منگوا لی نا!"

افسر نے حیرانی سے جوجو کو دیکھا پھر پارس سے کہا۔"آپ کی وائف ایک ننھی بچی کی طرح گفتگو کرتی ہیں۔"

پارس نے کہا۔"آپ کو یقین نہیں آئے گا۔ یہ سچ مچ ننھی سی بچی ہے۔"

"کیا آپ ایک پولیس افسر کو احمق سمجھتے ہیں؟"

پارس نے اس سلسلے میں بحث نہیں کی۔ اگر وہ تھوڑی دیر تک جوجو کے ساتھ رہتا تو اس کی باتوں اور حرکتوں کو دیکھ کر یقین کر لیتا لیکن وہ جلدی سے فرانس کے تاجر کے ہاں پہنچ گئے۔ تاجر نے بڑی گرم جوشی سے استقبال کرتے ہوئے کہا۔"مسٹر علی تیمور! مجھ ناچیز کو البرٹو کہتے ہیں۔ آپ نے میرے غریب خانے میں آ کر میری عزت بڑھا دی ہے۔ تشریف لائیے۔"

پارس اور جوجو اس کے ساتھ ایک شاندار بنگلے میں داخل ہوئے۔ پولیس والے رخصت ہو گئے۔ پارس نے کہا۔"مسٹر البرٹو! کوئی تکلف نہ کرنا۔ ہم تھکے ہوئے ہیں اور رات کے دو بج چکے ہیں۔ ہم سیدھے کسی بیڈ روم میں جا کر سو جائیں گے۔"

انھیں ایک خوبصورتی سے سجی ہوئی خواب گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ پارس نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد کہا۔"جوجو! تم دیکھ رہی ہو، دشمن نے ہمیں کتنی چالاکی سے اغوا کیا تھا۔ جزیرے میں تمھیں پہنچا کر کس طرح انجکشن کے ذریعے پاگل بنا دیا تھا۔ اگر میں ان کا مقابلہ نہ کرتا تو وہ تمھیں جان سے مار ڈالتے۔ کیا تم بُرے حالات کو سمجھ رہی ہو؟"

وہ بولی۔"جو بُرا کرتا ہے اس کے بُرے حالات ہوتے ہیں۔ ہم دونوں تو نیک بچے ہیں۔"

"ہمارے نیک ہونے سے دشمن اپنی دشمنی سے باز نہیں آئیں گے۔ وہ تمھیں مار ڈالنا چاہتے ہیں یا تمھیں میری کمزوری بنا کر اپنے مقصد کے لیے مجھے ٹریپ کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہم انھیں سمجھائیں گے کہ اچھے بچے ایسی حرکتیں نہیں کرتے۔"

"یا اللہ! تو نے اتنی اچھی بچی میرے گلے میں کیوں باندھ دی۔ خدا کے لیے جوجو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگر تم یہاں سے نہیں جاؤ گی تو دشمن مجھے نئی نئی مصیبتوں میں گرفتار کریں گے۔"

"میں اکیلی نہیں جاؤں گی۔"

"ضد نہ کرو۔ میں بعد میں چھپ کر تمھارے پاس آ جاؤں گا۔"

"میں بھی تمھارے ساتھ چھپ کر جاؤں گی۔"

وہ مشکل میں پڑ گیا۔ اگر ڈانٹ کر اس سے بات منواتا تو وہ رونا شروع کر دیتی۔ پھر اُسے چپ کرانے میں صبح ہو جاتی۔ اس نے چند لمحوں تک سوچنے کے بعد کہا۔"میں تم سے ایک بات چھپا رہا تھا۔ اب نہیں چھپاؤں گا۔ وعدہ کرو، وہ بات کسی کو نہیں بتاؤ گی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں، کسی کو نہیں بتاؤں گی۔"

"دیکھو! اصل بات یہ ہے کہ ہم دونوں ایک ہی طیارے میں جائیں گے لیکن میں دوسرے بھیس میں رہوں گا۔ کسی دشمن کو تمھارے قریب نہیں آنے دوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی۔"بڑا مزہ آئے گا۔ تم دوسرے بھیس میں رہو گے، دشمن تمھیں پہچان نہیں سکیں گے۔ سب اتو بن جائیں گے لیکن میں تمھیں کیسے پہچانوں گی؟"

"تم طیارے میں پہچاننا چاہو گی تو بھید کھل جائے گا۔ میں پیرس پہنچ کر میک اپ اتاروں گا۔ وہاں سے ہم ایک کار میں بیٹھ کر بابا صاحب

کے ادارے میں جائیں گے۔"

"وہاں ہم ساری زندگی ساتھ رہیں گے۔ میں تمھیں کہیں جانے نہیں دوں گی۔"

"بھلا میں تمھیں چھوڑ کر کہاں جاؤں گا۔ میری دنیا تم ہو، میری زندگی تم ہو۔ مگر ایک بات یاد رکھنا۔ طیارے میں مجھے تلاش نہ کرنا۔"

"میں کوئی نادان لڑکی نہیں ہوں۔ کیا اتنا نہیں جانتی کہ تمھیں تلاش کروں گی اور ڈھونڈ نکالوں گی تو دشمن پہچان لیں گے اور ہم دونوں کو نقصان پہنچائیں گے۔ دشمن تو گندے بچے ہوتے ہیں نا؟"

"ارے واہ! تم تو بہت زیادہ سمجھ دار ہو گئی ہو۔"

وہ خوش ہو گئی۔ دوسرے دن جانے کے لیے راضی ہو گئی۔ پارس نے اپنے میزبان تاجر البرٹو کو سمجھا دیا کہ وہ جوجو کے سامنے بھیس بدل کر بظاہر رخصت ہو جائے گا۔ جب وہ چلی جائے گی تو واپس آ جائے گا۔ آرمر نے اس کے پاس آ کر کہا۔"جوجو پیرس پہنچ کر تمھیں نہیں پائے گی تو دن رات روتی رہے گی اور ہمیں پریشان کرتی رہے گی۔"

پارس نے کہا۔"ادارے کے جو نوجوان میری ڈمی بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں، ان میں سے کسی کو پارس بنا کر جوجو کو بہلایا جا سکتا ہے۔ وہ ڈمی پیرس ایئرپورٹ پر موجود رہے گا اور جوجو کے ساتھ ایسا رول ادا کرے گا جیسے پارس اسی طیارے میں آیا ہو۔ اب اس کے ساتھ ادارے میں جا کر ساری زندگی ساتھ رہے گا اور اسے چھوڑ کر نہیں جائے گا۔"

پارس کو اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ ایک ڈمی پارس ادارے میں جوجو کے ساتھ طویل عرصہ گزارے گا تو دنیا بدنام کرے گی۔ ادارے کے تمام افراد جوجو کے دلھن بننے کے بعد بھی اس کے بچکانہ ذہن اور معصومیت کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ بہرحال دوسرے دن پارس اور جوجو اپنے میزبان کے ہاں سے دو الگ گاڑیوں میں روانہ ہوئے۔ جوجو کو سمجھایا گیا کہ وہ بھیس بدلنے کے بعد اس کے ساتھ ایئرپورٹ نہیں جائے گا لیکن دوسری گاڑی میں پیچھے پیچھے آئے گا۔ اب پیرس کے ایئرپورٹ پر ہی اس سے ملاقات ہوگی۔

اس طرح اس نے جوجو کو سمجھا منا کر رخصت کر دیا۔ البرٹو نے کہا۔"مجھے خوشی ہے کہ آپ یہاں رہ کر مجھے مہمان نوازی کا موقع دے رہے ہیں۔"

پارس نے کہا۔"فرانس کے اعلیٰ حکام نے آپ پر بھروسا کیا اور مجھے آپ کے پاس بھیج دیا۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے آپ پر کس حد تک اعتماد کرنا چاہیے۔"

"مسٹر علی تیمور! میں فرہاد صاحب کی پوری فیملی اور فیملی کی پوری ہسٹری کو جانتا ہوں۔ آپ کی ماما اور پاپا میرے دماغ میں آئیں گے تو ان سے میری اصلیت چھپی نہیں رہے گی۔ اس سے پہلے کہ وہ آپ کو میری اصلیت بتائیں، میں ہی آپ کو بتا دوں کہ میں اپنے ملک کا سیکرٹ ایجنٹ ہوں۔ یہاں ایک تاجر کی حیثیت سے اونچی سوسائٹی میں اور بڑی بڑی سرکاری تقریبات میں مدعو کیا جاتا ہوں۔ آپ جوجو صاحبہ کے ساتھ نہیں گئے۔ اس کا کوئی خاص مقصد ہوگا۔ اگر آپ مجھ پر اعتماد کریں اور اپنا مقصد بتائیں تو میں بہت کام آ سکتا ہوں۔"

پارس نے پوچھا۔"آپ عیسائی ہیں؟"

"جی ہاں۔ کٹر کیتھولک ہوں۔"

"یہودیوں سے دوستی ہے؟"

"ایک سیکرٹ ایجنٹ جس سے دوستی کرتا ہے، اپنے ملکی مفادات کی خاطر اس سے دشمنی بھی کر لیتا ہے اور جو دشمن ہوتے ہیں، ان سے اپنا کام نکالنے کے لیے دوستی کر لیتا ہے۔ یہودیوں سے میری ایسی ہی دوستی ہے۔ یہ دوستی آپ کی خاطر دشمنی میں بدل سکتی ہے۔"

"میں آپ کے تمام یہودی دوستوں کے متعلق تفصیلی معلومات چاہتا ہوں اور ایسے یہودیوں کے متعلق بھی جن سے دوستی نہ ہو لیکن کسی وجہ سے وہ آپ کی نظروں میں ہوں۔"

وہ دونوں ایئرپورٹ سے واپس آ رہے تھے۔ البرٹو کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔"آج ہم کار میں بیٹھ کر پورے استنبول کی سیر کریں گے۔ جن یہودیوں کے متعلق میں بہت کچھ جانتا ہوں، ان کے بارے میں بتاتا بھی جاؤں گا، انھیں دُور سے دکھاتا بھی جاؤں گا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں گے تو ان سے ملاتا بھی جاؤں گا۔"

"اگر کوئی کام کا آدمی نظر آیا تو اس سے ملاقات کر سکتا ہوں۔ میں میک اپ میں ہوں۔ تم میرا تعارف کسی بھی حیثیت سے کرا سکتے ہو۔"

وہ دوپہر سے آدھی رات تک گھومتے رہے۔ ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں میں وہاں کی رنگینیوں کا نظارہ کرتے رہے۔ شراب خانوں اور قمار خانوں میں بدمست یہودیوں سے ملتے رہے۔ مگر کوئی کام کا آدمی نظر نہیں آیا۔ البرٹو نے اپنے بنگلے میں پہنچ کر کہا۔"ابھی کچھ یہودی فیملیز باقی ہیں، انھیں کل دیکھا جائے گا۔"

پارس نے جماہی لے کر کہا۔"ہاں، مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔"

البرٹو اس کی خواب گاہ تک چلتے ہوئے بولا۔"آپ نے اب تک اپنا مقصد نہیں بتایا ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کس لیے یہودیوں کے متعلق معلومات حاصل کر رہے ہیں تو شاید میں آپ کے مطلوبہ شخص کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو سکوں۔"

وہ خواب گاہ کے دروازے پر پہنچ کر بولا۔"یہودیوں نے سابقہ سُپر ماسٹر کی مدد سے مجھے اور جوجو کو اغوا کیا تھا۔ اغوا کرنے والے تمام لوگ حرام موت مر چکے ہیں مگر میں مطمئن نہیں ہوں۔ ان مرنے والے یہودیوں کے پیچھے جو لوگ چھپے ہوئے ہیں، میں ان لوگوں تک پہنچنا چاہتا ہوں اور انھیں عبرت ناک سزا دے کر دوسرے دشمنوں کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ میری جوجو کو ہاتھ لگانے والا جیتے جی

جہنم میں پہنچا دیا جاتا ہے۔"

"میں سمجھ گیا، آپ اسرائیلی ایجنٹوں کو موت کی سزا دینا چاہتے ہیں۔"

"جی ہاں، آپ کے لیے اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے۔ شب بخیر۔"

اس نے دروازے کو بند کیا۔ جوتے اتارے، لباس تبدیل کیا۔ پھر بستر پر آکر لیٹ گیا۔ آرمر نے اس سے کہا تھا، جوجو کے پیرس پہنچنے کے بعد اس کی خیریت کی اطلاع دے گا۔ کسی وجہ سے اطلاع دینے میں دیر ہو تو وہ اطمینان رکھے، جوجو خیریت سے ہی ہوگی۔ خدانخواستہ اُسے کچھ ہوا تو اپنوں میں سے کوئی بھی خیال خوانی کے ذریعے فوراً اسے صورتِ حال سے آگاہ کرے گا۔

اب رات آدھی سے زیادہ ہو چکی تھی۔ آرمر کہیں مصروف ہوگیا تھا۔ پارس بے چین ہو رہا تھا۔ وہ دماغ کو ہدایت دے کر آسانی سے سو سکتا تھا لیکن جوجو کی خیریت معلوم کیے بغیر سونا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے سرہانے رکھے ہوئے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا۔ پھر ذرا وقت گزارنے کے لیے ماتتی پاشا کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی۔ کسی نے ریسیور نہیں اٹھایا۔ اس نے بیزار ہو کر ریسیور رکھ دیا۔ وہ سمجھ رہا تھا پاشا اس وقت اس کے پاپا کے کسی کام میں مصروف ہوگا۔

اس نے اچانک سانس روک لی پھر آہستہ آہستہ سانس لی تو آرمر نے کوڈ ورڈز ادا کیے اس کے بعد کہا: "میں تمہارے پاپا کے معاملات میں مصروف ہوں۔ صرف اتنا کہنے آیا ہوں کہ جوجو ادارے میں خیریت سے ہے۔ میری ضرورت ہو تو بتاؤ۔"

"ماتتی پاشا سے کہہ دیں، وہ کل تک اپنے وفاداروں کے ساتھ استنبول آجائے اور البرٹو کی رہائش گاہ میں مجھ سے ملاقات کرے۔"

"میں اسے جلد از جلد تمہارے پاس بھیجنے کی کوشش کروں گا۔ شب بخیر۔"

آرمر چلا گیا۔ پارس نے گھڑی دیکھی۔ پھر آنکھیں بند کرکے دماغ کو ہدایات دیں: "میں صبح چھ بجے تک گہری نیند میں رہوں گا۔ چھ بجے آنکھ کھل جائے گی۔ میری گہری نیند کے دوران کمرے میں کوئی آنا چاہے یا کوئی غیر معمولی بات ہو تو میری آنکھ کھل جائے گی۔ میں سو رہا ہوں اب میرے دماغ میں نیند کو روکنے والا کوئی پریشان کن خیال نہیں آئے گا۔"

وہ دماغ کو ہدایات دینے کے بعد آدھے گھنٹے کے اندر ہی سو گیا۔ پچھلی دو راتوں سے اچھی طرح سونے کا موقع نہیں ملا تھا۔ جوجو کی ذمے داری اس کے سر پر تھی۔ آج وہ پہاڑ سر سے اتر گیا تھا اس لیے اور بھی گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔ دماغ کو ہدایات دے کر سونے کی عادت بچپن سے تھی۔ اس کے کئی فوائد تھے۔

ایک تو یہ کہ انسانی ذہن خواہ کتنے ہی مسائل میں اُلجھا ہوا اس کا دماغ ہدایات پاتے ہی پریشان کن مسائل سے اس طرح خالی ہو جاتا ہے جیسے خواب آور گولیاں کھانے کے بعد خالی ہوتا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ کہ گہری نیند آتی ہے۔ بیدار ہونے کے بعد ساری تھکن اُتر جاتی ہے۔ دماغ ہلکا پھلکا سا ہو جاتا ہے۔ پھر سب سے بڑا فائدہ یہ کہ گہری نیند کے باوجود انسان غافل نہیں رہتا۔ کسی کی مداخلت سے فوراً آنکھ کھل جاتی ہے۔

اچانک ہی پارس کی آنکھ کھل گئی۔ کمرے میں تاریکی تھی۔ وہ بستر پر لڑھکتا ہوا فرش پر آیا۔ پھر وہاں سے کھسکتا ہوا پلنگ کے نیچے چلا گیا۔ یہ ایک احتیاطی تدبیر تھی۔ اگر کوئی دشمن آیا تھا تو اُسے بستر خالی ملے گا۔ اتنی دیر میں پارس بہت کچھ کر سکتا تھا۔ دماغ نے وقت سے پہلے بیدار کرکے یہ سمجھا دیا تھا کہ کوئی غیر معمولی بات ہے۔ اور بات کیا ہے؟ یہ فوراً سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

اس نے ریڈیم ڈائل کو دیکھا۔ چار بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔ تاریکی صرف کمرے میں نہیں تھی۔ کھڑکی کے شیشوں کے پار بھی تھی۔ شاید بجلی چلی گئی تھی اور شاید اسی لیے آنکھ کھل گئی تھی۔ اس نے پلنگ کے نیچے رہ کر تھوڑی دیر انتظار کیا۔ پھر وہاں سے نکلنا چاہا تھا کہ کھڑکی کے پاس ہلکی سی آواز سنائی دی۔ شیشوں کے پار ستاروں بھرا آسمان دکھائی دے رہا تھا اور وہیں ایک انسانی سایہ بھی نظر آرہا تھا۔

پارس بڑی پھرتی سے نکلا۔ فرش پر تیزی سے رینگتا ہوا مختلف صوفوں کے پیچھے سے گزرتا ہوا کھڑکی کے قریب دیوار سے جا کر لگ گیا۔ اب وہ سایہ بہت قریب سے نظر آرہا تھا۔ باہر سے کھڑکی کو کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور بار بار سہمے ہوئے انداز میں یا محتاط انداز میں پلٹ کر دوسری طرف دیکھتا تھا۔ پھر کھڑکی کو دھکیلنے کی ناکام کوشش کرتا تھا۔ آخر اس نے جھک کر ایک پتھر اٹھایا۔ پھر کھڑکی کے شیشے کو توڑ دیا۔

صبحِ کاذب کے سناٹے میں شیشوں کے ٹوٹنے کی آواز دور تک گئی ہوگی۔ آنے والا اگر دشمن ہوتا، چوری کرنے یا جانی نقصان پہنچانے کے خیال سے آتا تو یوں دور تک آواز نہ پہنچاتا۔ بات کچھ اور تھی اور وہ بات ابھی معلوم ہونے والی تھی۔ جہاں شیشہ ٹوٹا تھا وہاں وہ ہاتھ ڈال کر چٹخنی گرا رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں کھڑکی کے پٹ کھل گئے۔ پارس نے باہر سے آنے والی جو پہلی آواز سنی وہ اس کے رونے کی آواز تھی۔ وہ بچوں کی طرح اُوں اُوں اُوں اُوں کی آواز نکالتا ہوا آیا۔ جلدی سے کھڑکی کے پٹ بند کیے۔ پھر ایک آستین سے آنسو پونچھتا ہوا کھڑکی کے نچلے حصے میں دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔

وہ پارس سے صرف ایک ہاتھ کے فاصلے پر تھا۔ ستاروں بھرے آسمان کی برائے نام روشنی میں وہ نظر آرہا تھا لیکن وہ پارس کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ شاید اس لیے کہ باہر کی روشنی سے اندر کی تاریکی میں آیا تھا یا آنسوؤں سے دھندلی ہوئی آنکھیں دیکھ نہیں پا رہی تھیں۔ اس کے منہ سے برابر 'اوں اوں' کی آواز نکل رہی تھی۔ وہ بہت دھیمی آواز میں کہنے لگا: "چُپ ہو جاؤ ڈان مورس، چُپ ہو جاؤ۔ اگر روتے رہو گے تو وہ لوگ آواز سن کر اندر آجائیں گے۔ تم بہادر ہو، سمجھدار ہو، چُپ ہو جاؤ، آنسو پونچھ لو۔"

وہ پھر آستین سے بھیگی آنکھیں پونچھنے لگا۔ پارس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

اندھیرے میں پارس کی آواز سن کر اس نے یکبارگی چیخ ماری۔ اُچھل کر کھڑا ہوا پھر کھڑکی سے باہر کود کر جانا چاہتا تھا۔ پارس نے پیچھے سے پکڑ لیا۔ وہ روتے اور گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگا: "میں بہادر اور سمجھدار نہیں ہوں۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں رہوں گا۔ میں ڈرپوک اور بزدل ہوں۔ مجھے کہیں جا کر مر جانے دو۔"

پارس نے کہا: "میں تمہارا دشمن نہیں ہوں، دوست ہوں۔ اگر کوئی تمہارا پیچھا کر رہا ہے تو منہ سے آواز نہ نکالو۔ کھڑکی کے پاس سے ہٹ کر میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں چھپاؤں گا۔ کوئی تلاش کرنے آئے گا تو کہہ دوں گا، تم ادھر نہیں آئے ہو۔"

"کیا تم ایسا کہو گے؟"

"ضرور کہوں گا۔"

"کیا تم میرے دوست بنو گے؟"

"ضرور بنوں گا۔ اِدھر آؤ۔"

پارس اسے کھڑکی کے پاس سے ہٹا کر کمرے میں ایک جگہ لایا۔ پھر اسے ایک صوفے پر بٹھا کر بولا: "بالکل خاموش بیٹھے رہو۔ میں تمہارے کسی دشمن کو یہاں نہیں آنے دوں گا۔"

"مگر وہ آجائے گی۔"

"نہ کوئی آئے گی نہ کوئی آئے گا۔ تم اپنے دل سے خوف نکال دو۔"

وہ کھڑکی کے پاس آیا۔ دور تک دیکھتے رہنے کے بعد باہر کوئی شخص نظر آیا۔ وہ محتاط انداز میں چلتا ہوا کھڑکی کے پاس آرہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ پارس نے پہچان کر کہا: "مسٹر البرٹو! گولی نہ چلانا۔ میں ہوں۔"

البرٹو نے پوچھا: "کیا تمہاری کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا ہے؟ میں آواز سن کر آیا ہوں۔"

"ہاں اس کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا ہے۔ میرے کمرے میں ایک سہما ہوا نوجوان ہے۔ شاید کچھ لوگ اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔ تم تھوڑی دیر باہر رہو۔ اگر کوئی آئے تو کہہ دینا اِدھر کوئی نہیں آیا ہے۔ ان سے نمٹنے کے بعد میرے کمرے میں آجانا۔"

البرٹو مین گیٹ کی طرف جانے لگا۔ پارس نے پہلے کھڑکی کے جالی دار پٹ بند کیے پھر شیشے کے پٹ لگائے۔ پردہ برابر کیا۔ پھر سوئچ آن کیا۔ کمرا روشن ہوگیا۔ وہ صحت مند خوبرو جوان تھا۔ سہمے ہوئے انداز میں صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ پارس اس کے پاس آیا۔ اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے بولا: "ارے تم تو صورت سے بہادر لگتے ہو۔ تمہاری آنکھیں کہہ رہی ہیں تم سمجھدار بھی ہو۔ چلو آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

شاید اپنی تعریفیں سن کر اسے حوصلہ ملا تھا۔ وہ صوفے پر آرام سے بیٹھ گیا۔ پارس نے پوچھا: "کیا تمہارا نام ڈان مورس ہے؟"

اس نے گھبرا کر پوچھا: "کیا تم مجھے جانتے ہو؟ کیا مجھے ان کے پاس واپس لے جاؤ گے؟"

"تم کن لوگوں کی بات کر رہے ہو؟"

"وہ میرے انکل ٹام مورس اور سام مورس ہیں۔ آنٹی اپنی بیٹی سمارتھا کے ساتھ میری شادی کرنا چاہتی ہیں۔ میں ان کی کسی بات سے انکار کرتا ہوں تو چار غنڈے میری پٹائی کرتے ہیں۔ مجھے چوٹ لگتی ہے۔ میں رونے لگتا ہوں۔"

"کیا تم شادی سے انکار کرتے ہو؟ سمارتھا اچھی لڑکی نہیں ہے؟"

"وہ تو بہت اچھی ہے۔ بہت حسین ہے۔ لیکن کوئی آدھی رات کے بعد ٹیلی فون کے ذریعے مجھے جگاتی ہے اور کہتی ہے۔ خبردار! سمارتھا سے شادی نہ کرنا۔ بڑی بڑی رقموں کے چیک پر یا کسی دستاویز پر دستخط نہ کرنا۔ اور کسی کو نہ بتانا کہ میں تم سے آدھی رات کے بعد رابطہ قائم کرتی ہوں اور تمہیں عقل کی باتیں سمجھاتی ہوں۔"

"کیا تم فون کرنے والی کو نہیں جانتے؟"

"نہیں! میں نے کبھی اُسے نہیں دیکھا۔ صرف اس کی آواز سنتا ہوں۔ کبھی اس کی بات مان کر کسی چیک پر دستخط کرنے سے انکار کرتا ہوں تو مجھے مار پڑتی ہے۔"

"کیا تم بہت دولت مند ہو؟"

"مجھے تو کچھ پتا نہیں ہے۔ مگر سب لوگ کہتے ہیں، میرے باپ نے میرے لیے اتنی دولت اور ایسا منافع بخش کاروبار چھوڑا ہے کہ بدنصیبی کبھی میرے دروازے پر نہیں آئے گی۔ وہ فون والی کہتی ہے میں بہت بدنصیب ہوں جب تک عقل سے اور ہمت سے کام نہیں لوں گا، تب تک بدنصیب رہوں گا۔"

"کیا تم اپنی آنٹی اور دونوں انکل سے فون والی لڑکی کا ذکر نہیں کرتے ہو؟"

"میری ماں کہتی تھی ایک کی بات دوسرے کو نہ بولو۔ کسی کی چغلی کھانے سے گناہ ہوتا ہے۔"

"کیا تم فون والی کا مشورہ مان کر سمارتھا سے شادی نہیں کر

رہے ہو؟"

"ہاں، وہ اچھا مشورہ دیتی ہے۔ بھلا میری شادی کیسے ہو سکتی ہے؟ ابھی تو میں بچّہ ہوں۔"

پارس نے اُس قد آور جوان کو سر سے پاؤں تک دیکھا پھر کہا: "تم جوجو کے بھائی لگتے ہو۔"

"کون جوجو؟"

"میری بیوی ہے۔ شادی کے بعد بھی بچّی ہے۔ کل صبح اُس بچّی کو روانہ کیا۔ آج صبح یہ بچّہ مل گیا۔ تقدیر چاہتی ہے میں بچّے پالنا شروع کر دوں۔"

وہ

خوش ہو کر بولا "کیا تم مجھے پالنا چاہتے ہو؟ پلیز! تم ہی میری پرورش کرو، تم مجھے بہت اچھے، بہت نیک لگتے ہو۔ تم جب بھی چیک پر یا دستاویز پر دستخط کرنے کے لیے کہو گے، میں انکار نہیں کروں گا، فوراً دستخط کر دوں گا۔"

اس کی باتوں سے معلوم ہو رہا تھا کہ کچھ لوگ اہم دستاویزات پر اس سے دستخط کرانا چاہتے ہیں اور اس سے بھاری رقم کا چیک وصول کیا کرتے ہیں۔ پارس نے پوچھا "کیا تم اپنے گھر سے بھاگ کر آئے ہو؟"

"جی ہاں، وہ لوگ مجھ سے کچھ اہم کاغذات پر دستخط کرانا چاہتے تھے۔"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا، وہ ایسا کرنے والے ہیں؟"

"میں ابھی رات کو سو رہا تھا، مجھے کان کے پاس گھنٹی سنائی دی۔ میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے ریسیور اُٹھا کر پوچھا 'ہیلو، کیا تم وہی فون والی ہو؟' اُس کی آواز میرے کان میں آئی 'ہاں، میں وہی ہوں۔ کل صبح تمھاری آنٹی اور دونوں انکل تمھارے فیملی ڈاکٹر اور وکیل کو یہاں بلا رہے ہیں۔ ڈاکٹر یہ سرٹیفکیٹ دینے والا ہے کہ تمھاری ذہنی حالت درست ہے۔ تم اہم دستاویزات پر دستخط کر سکتے ہو۔ ڈان موریس! تم بہت اچھے، بہت نیک ہو۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ تمھاری بھلائی چاہتی ہوں۔ ابھی رات کے تین بجے ہیں، فوراً یہ گھر چھوڑ دو، کہیں بھاگ جاؤ۔ میں تمھیں کہیں راستے میں ملوں گی اور تمھیں ایک محفوظ پناہ گاہ میں پہنچا دوں گی۔'"

پارس نے کہا "اچھا تو تم اس کی بات مان کر گھر سے بھاگ آئے ہو۔"

"میں بھاگنا نہیں چاہتا تھا مگر اُس نے سمجھایا..... اگر میں وہاں رہوں گا اور کاغذات پر دستخط نہیں کروں گا تو وہ میری پٹائی کریں گے۔ مار کھانے کے خیال سے میری روح کانپ جاتی ہے۔ انکل ٹام موریس مجھے تہ خانے میں اُلٹا لٹکا کر چابک سے مارتا ہے۔"

"تم مار کے ڈر سے بھاگ آئے۔ وہ فون والی تمھیں محفوظ پناہ گاہ میں پہنچانا چاہتی تھی، وہ کہاں ہے؟ کیا اس سے ملاقات نہیں ہوئی؟"

"میں گھر سے نکل کر باغیچے میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ پتا نہیں، انکل سام موریس کہاں سے آ گیا۔ میں اُسے دیکھتے ہی بھاگنے لگا۔ پتا نہیں، میں کتنی دیر تک بھاگتا رہا اور کن راستوں سے گزرتا رہا۔ میں ایک بنگلے کے احاطے میں چھپنا چاہتا تھا، وہاں کُتّے بھونکنے لگے۔ ایک جگہ نائٹ چوکیدار نے مجھے ڈانٹ کر بھگا دیا۔ تم بہت اچھے ہو۔ تم نے مجھے نہیں بھگایا۔ تم مجھے پناہ دے رہے ہو۔ تم میری پرورش کرو گے نا؟"

دروازے پر دستک ہوئی پھر آواز آئی "میں ہوں، البرٹو۔"

ڈان نے پارس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "دروازہ مت کھولو، وہ لوگ آ جائیں گے۔"

"گھبراؤ نہیں، یہاں کوئی نہیں آئے گا۔ یہاں ہم سب دوست ہیں۔"

پارس نے دروازہ کھولا۔ البرٹو کو اس کے بچگانہ ذہن کے متعلق بتایا، اس کی روداد سنائی پھر کہا "اس نوجوان کے لیے کچھ کرو، بے چارہ مظلوم ہے۔"

البرٹو نے ڈان کے قریب آ کر کہا "ہم تمھاری مدد کر سکتے ہیں۔ اس سے پہلے ہمیں اس فون کرنے والی کو ڈھونڈنا ہوگا۔ تم اس کے بارے میں کچھ بتاؤ؟"

"میں کیا بتاؤں۔ میں اسے نہیں جانتا۔ میں صرف اس کی آواز سنتا ہوں۔"

"کیا وہ تم سے محبت کرتی ہے؟"

"ہاں، وہ اکثر فون پر یہی کہتی ہے۔"

البرٹو نے پارس سے کہا "اس کا مطلب ہے، وہ لڑکی ڈان کو قریب سے جانتی ہے اور اسی گھر میں رہتی ہے اور چھپ چھپ کر ٹام موریس اور سام موریس کی باتیں سنتی ہے۔ اس طرح اسے معلوم ہو گیا کہ وہ خود غرض رشتے دار میڈیکل سرٹیفکیٹ کی بنیاد پر اس سے اہم دستاویزات پر دستخط کرانا چاہتے ہیں۔"

پارس نے ڈان سے پوچھا "تمھارے رشتے داروں میں... کتنی جوان لڑکیاں ہیں؟"

"بہت سی جوان لڑکیاں ہیں۔"

"تمھارے گھر میں کتنی ہیں؟"

"صرف سمارتھا ہے۔ وہ کسی کو میرے پاس آنے نہیں دیتی۔ کوئی رشتے دار مجھ سے ملنے نہیں آتا۔"

"کیا تم بھی ملنے نہیں جاتے؟"

"میں جانا چاہتا ہوں، مگر انکل ٹام موریس کہتے ہیں، میں اُن کی بیٹی سمارتھا سے شادی کر لوں گا تو مجھے دوسرے رشتے داروں سے ملانے لے جائیں گے۔"

"کیا وہ لوگ کہیں دور رہتے ہیں؟"

"ہاں، بہت دور، تل ابیب میں رہتے ہیں۔"

پارس ایک دم سے چونک کر سیدھا بیٹھ گیا۔ اس نے البرٹو پر ایک نظر ڈالی پھر ڈان سے پوچھا "تم یہودی ہو؟"

"ہاں، میں یہودی ہوں۔ وہ فون والی کہتی ہے، تل ابیب کے مضافات میں فولاد کا بہت بڑا کارخانہ ہے، میں اس کا مالک ہوں۔ اسی شہر میں میرے دوسرے رشتے دار رہتے ہیں۔"

پارس اُسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے اور ڈان کے قد اور جسامت میں اُنّیس بیس کا فرق تھا۔ اتنا سا فرق قابلِ غور نہیں ہوتا۔ وہ پچھلے دن سے آدھی رات تک کسی کام کے یہودی کو تلاش کرتا رہا تھا اور ناکام رہا تھا۔ بعض اوقات گھر بیٹھے کام بن جاتا ہے۔ ڈان سو فیصد اس کے منصوبے کے مطابق تھا۔

البرٹو نے کہا "مسٹر علی تیمور! تلاش ختم ہو گئی ہے۔ آپ کا مقصد آپ کے سامنے ہے لیکن آپ کا مقصد کیا ہے؟ کیا مجھے بھی نہیں بتائیں گے؟"

"کوئی خاص مقصد نہیں ہے۔ ڈان کو پناہ کی ضرورت ہے، میں اسے پیرس لے جاؤں گا۔ اس کے ساتھ فون والی بھی جائے گی۔ ہمیں اس لڑکی کو تلاش کرنا چاہیے۔"

البرٹو نے ڈان سے پوچھا "تمھارے گھر میں خادمائیں ضرور ہوں گی اور ایک آدھ تمھاری خدمت کے لیے بھی وقف ہوگی؟"

"میرے لیے کوئی خادمہ مخصوص نہیں ہے، البتہ ایک نرس ہے۔"

"نرس کیوں ہے؟"

"وہ لوگ کہتے ہیں، میں بیمار ہوں۔ وہ نرس میرے بیڈ روم کے ساتھ والے کمرے میں رہتی ہے۔"

"کیا تم دونوں کے کمروں میں ٹیلی فون ہے؟"

"ہاں، میں نرس سے فون پر بھی بات کرتا ہوں۔"

"تم اپنے گھر کا پتا بتاؤ۔"

"گھر کا پتا معلوم نہیں ہے۔"

"پھر تو بڑی مشکل ہوگی۔ ہم اس نرس سے مفید معلومات حاصل کریں گے۔ اس سے ملاقات کرنا ضروری ہے۔ تم اپنے گھر کا ٹیلی فون نمبر بتا سکتے ہو؟"

"ہاں، میرے ٹیلی فون پر چھ سات چھ پھر چھ سات چھ لکھا ہوا ہے۔"

البرٹو نے ٹیلی فون کے پاس آ کر ریسیور اُٹھایا پھر وہی نمبر ڈائل کیے۔ کچھ دیر تک انتظار کرنا پڑا پھر کسی کی آواز سنائی دی "ہیلو انسپکٹر! کیا یہ آپ ہیں، کیا ڈان کا پتا چلا؟"

"جی ہاں، پتا چل گیا۔ آپ اپنے مکان کا پتا بتائیں۔"

"انسپکٹر! آپ میرے گھر آ چکے ہیں پھر بھی پتا پوچھ رہے ہیں!"

"مسٹر! ڈان کے بھاگ جانے سے تم کچھ زیادہ بوکھلا گئے ہو، میں انسپکٹر نہیں ہوں۔"

"تم کون ہو؟"

"میں کوئی بھی ہوں، اگر یہ چاہتے ہو کہ تمھاری امانت پہنچا دوں تو پتا بتاؤ۔"

اُس نے پتا بتا دیا۔ البرٹو نے ریسیور رکھ کر کہا "مسٹر علی تیمور! پتا معلوم ہو گیا۔ اب بتائیں کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

پارس نے کہا "میرا خیال ہے، میری طرح تم بھی نرس کو فون والی سمجھ رہے ہو۔"

"ہاں، یہی ایک عورت ہے جو ڈان کے بہت قریب رہتی ہے اور گھر والوں کی باتیں بھی چھپ کر سنتی ہوگی۔ اُس سے مل کر ہی ہم کسی نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں۔"

پارس نے اس سے پتا پوچھ کر اُٹھتے ہوئے کہا "میں جا رہا ہوں، تم ڈان کا خیال رکھنا۔"

ڈان نے قریب آ کر کہا "مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ، وہ لوگ آ جائیں گے۔"

"میں تمھاری بھلائی کے لیے جا رہا ہوں۔ مسٹر البرٹو تمھارے محافظ ہیں۔ تم آرام سے اس بستر پر سو جاؤ۔ یہاں کوئی نہیں آئے گا۔"

پارس اسے تسلیاں دیتے ہوئے بستر کے پاس لے گیا۔ اسے وہاں لٹا کر البرٹو کے ساتھ کمرے سے باہر آیا۔ اس سے بولا "مجھے ڈان کے گھر تک پہنچا دو۔ میں کسی وقت بھی فون پر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے بنگلے سے باہر آئے۔ اُسی وقت آمر نے دماغ میں آ کر گوڈ مورننگ کہا۔ پھر کہا "ماسٹر! پاشا فی الحال جزیرے سے نہیں آ سکے گا۔ وہاں زبردست فائرنگ اور دھماکے ہوئے ہیں۔ سلطانہ آفندی ماری گئی ہے۔ تمام غنڈے بدمعاشوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے۔ میں پاشا کو کسی طرح رہائی دلاؤں گا۔ تمھارے پاپا جزیرے سے جا چکے ہیں۔ میں نے جزیرے کے چار وفاداروں کو تمھارے پاس پہنچا دیا ہے۔ وہ مین گیٹ کے باہر تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔"

پارس تیزی سے چلتا ہوا مین گیٹ کے پاس آیا۔ دربان نے گیٹ کو کھولا۔ باہر ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ پارس کو دیکھتے ہی چاروں وفادار کار سے باہر آئے۔ اُس کے سامنے اٹینشن ہو گئے۔ اُس نے البرٹو سے کہا "میرا کام بن گیا۔ میں ان کے ساتھ جا رہا ہوں۔ شام تک آنے کی کوشش کروں گا۔ ڈان موریس کو ہاتھ سے نہ نکلنے دینا۔ ہو سکے تو میک اپ کے ذریعے اس کا چہرہ تبدیل کر دو۔ میں اپنے ذرائع سے اس کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کرا لوں گا۔"

وہ البرٹو کو ضروری باتیں سمجھا کر کار میں آگیا۔ دو وفادار اس کے آس پاس بیٹھ گئے۔ دو اگلی سیٹ پر چلے گئے گاڑی آگے بڑھی تو پارس نے پتا بتا کر کہا: "مجھے ایک گاڑی اور خفیہ رہائش گاہ کی ضرورت ہے۔"

"ہم ایک گھنٹے میں اس کا انتظام کرلیں گے۔"

اُس نے ڈان کی رہائش گاہ سے سو قدم کے فاصلے پر گاڑی رکوا کر کہا: "میں اس سامنے والی کوٹھی میں جاؤں گا۔ تم میں سے ایک یہاں انتظار کرے گا۔ باقی میرے لیے گاڑی اور خفیہ رہائش گاہ کا انتظام کرنے جائیں۔ جب میں کوٹھی سے نکلوں تو ہرگز میرے قریب نہ آنا، مجھ سے دور ہی دور چلتے رہنا۔ اگر میں سر کھجاؤں تو فوراً ٹیکسی لے کر میرے پاس آجانا۔ میں اس میں آکر بیٹھوں گا۔ اس کے بعد بتاؤں گا کہ آگے کیا کرنا ہے۔"

وہ کار سے اُتر کر کوٹھی کی طرف جانے لگا۔ ایک وفادار وہیں کھڑا رہا، باقی تین اپنی کار میں چلے گئے۔ کوٹھی میں ٹام مورس، سام مورس، ٹام کی بیوی اور بیٹی سمارتھا سب پریشان تھے۔ البرٹو سے فون پر باتیں کرنے کے بعد اُمید ہو چلی تھی کہ کوئی ڈان کو ان کی امانت سمجھ کر واپس کرنے والا ہے، اسی لیے گھر کا پتا پوچھ رہا تھا۔ ایک ملازم نے آکر کہا: "جناب! کوئی صاحب آپ لوگوں سے ملنا چاہتے ہیں۔"

ٹام مورس تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ پارس کو دیکھ کر بولا: "تم کون ہو؟ کس سلسلے میں آئے ہو؟"

"تمہاری ایک امانت میرے پاس ہے۔"

"کیسی امانت؟"

"جیتی چلتی پھرتی اور بولتی ہوئی امانت ہے لیکن میں باہر کھڑے ہو کر بات نہیں کروں گا۔"

"اچھی بات ہے، اندر آؤ۔"

پارس نے اُس کے پیچھے پیچھے کوٹھی میں داخل ہو کر وہاں کے ایک ایک فرد کو دیکھا۔ اُسے وہ نرس دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ ٹام نے اپنی بیوی، بیٹی اور بھائی سے کہا: "یہ وہی فون پر بات کرنے والا شخص ہے جو ہماری امانت کا ذکر کر رہا تھا۔ اے مسٹر! کھل کر بتاؤ، کیا ہمارا بھتیجا ڈان مورس تمہارے پاس ہے؟"

"ہاں، وہ سرخ رنگ کی شرٹ، سفید پتلون اور چمڑے کی بلیک جیکٹ پہنے ہوئے ہے۔ میں اُسے ایک تہ خانے میں باندھ کر آیا ہوں۔"

"کیا بکواس کرتے ہو! میں تمہیں گولی ماردوں گا، پولیس کے حوالے کردوں گا۔"

"عجیب احمق ہو، گولی مار کر پولیس کے حوالے کرنا چاہتے ہو۔ ویسے میں کسی کو اپنے خلاف کوئی قدم اُٹھانے سے نہیں روکوں گا لیکن یہ ذہن نشین کرلو، مجھے ذرا بھی نقصان پہنچے گا تو میرے آدمی، ڈان کو جان سے مار ڈالیں گے۔"

"تم چاہتے کیا ہو؟"

"میں ایک سوداگر ہوں۔ اپنی ضرورت کے لوگوں کو خریدتا ہوں۔ جس کی ضرورت نہ ہو اس کے بدلے کسی دوسری ہستی کا سودا کرلیتا ہوں۔ مثلاً ڈان مورس میرے کسی کام کا لڑکا نہیں ہے، مجھے ایک لڑکی کی ضرورت ہے۔ اگر تمہارے گھر میں کوئی اچھی لڑکی ہے تو میں اسے لے کر ڈان کو تمہارے حوالے کردوں گا۔"

"تم لڑکی لے کر کیا کرو گے؟"

"اُسے گھر کی خادمہ بناؤں گا، اگر صورت شکل اچھی ہوگی تو میری سیکرٹری بن سکتی ہے اور اگر بہت زیادہ اچھی ہوگی، مجھے پسند آئے گی تو شادی کرلوں گا۔"

ٹام مورس نے کہا: "خادمہ، سیکرٹری یا بیوی بنانے کے لیے شہر میں لڑکیاں بھری پڑی ہیں پھر ڈان کے بدلے ہم سے کسی لڑکی کا مطالبہ کیوں کر رہے ہو؟ آخر چکر کیا ہے؟"

"کیا میں نے تم سے پوچھا کہ ڈان مورس کے ساتھ تم لوگوں کا چکر کیا ہے؟ اگر وہ گھر سے چلا گیا ہے تو بے شک جاسکتا ہے۔ جوان ہے، بالغ ہے۔ اُسے قانوناً اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق ہے پھر تم لوگ اس کے لیے پریشان کیوں ہو؟ آخر کیا چکر ہے؟"

انھوں نے ہچکچاتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ایک نے کہا: "کوئی چکر وکر نہیں ہے، یہ ہمارا گھریلو معاملہ ہے۔"

"پھر میرا بھی یہ ذاتی معاملہ ہے۔ مجھے ایک لڑکی دو اور ایک لڑکا لے لو۔"

انھوں نے سوچتی ہوئی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر وہ سب ذرا دور گئے اور آپس میں سر جوڑ کر باتیں کرنے لگے۔ اُسی وقت پارس نے ایک جوان لڑکی کو دیکھا۔ وہ پریشان نظر آرہی تھی۔ زینے کی آڑ میں کھڑی غصے سے دیکھ رہی تھی۔ سام، ٹام، اس کی بیوی اور بیٹی سمارتھا کچھ فیصلہ کرنے کے بعد قریب آئے پھر سام نے کہا: "ہمارے ہاں کچھ کام کرنے والی لڑکیاں ہیں، ہم انھیں یہاں بلاتے ہیں، تم کسی ایک کو پسند کرسکتے ہو۔"

پارس نے زینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا: "اُدھر ایک لڑکی ہے۔ صاف چھپتی بھی نہیں، سامنے آتی بھی نہیں، میں اُسے صاف دیکھنا چاہتا ہوں۔"

ان سب نے زینے کی طرف دیکھا پھر سمارتھا بولی: "اوہ! یہ نرس ہے، ڈان کی دیکھ بھال کے لیے یہیں رہتی ہے۔"

ٹام مورس نے کہا: "ہم اسے ماہانہ ایک ہزار ڈالر دیتے ہیں، یہ تنخواہ پر تمہارے ہاں بھی کام کرسکتی ہے۔ کیا پسند ہے؟"

"پہلے میں تنہائی میں اُس سے دو باتیں کروں گا۔ اگر میرے معیار کے مطابق ہوگی تو تم سے سودا ہوجائے گا۔"

ٹام مورس نے نرس کو مخاطب کیا: "مس رُوما! یہاں آؤ، اس جوان سے باتیں کرو، یہ تمہیں یہاں سے زیادہ تنخواہ کی آفر دے سکتا ہے۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے دوسرے کمرے میں جارہے ہیں۔"

وہ سب چلے گئے۔ روما زینے کے پیچھے سے آئی پھر اُس کے سامنے صوفے پر بیٹھ کر بولی: "میں تمہاری باتیں سن چکی ہوں، اگر تم مجھے پسند کرو اور میں تمہارے ساتھ جاؤں تو تم مجھ سے کیا فائدہ حاصل کرو گے؟"

پارس نے کہا: "تم بہت خوبصورت ہو، میں تمہیں ایک ماڈل گرل بنا کر خوب کما سکتا ہوں۔"

"تم زیادہ سے زیادہ کتنا کما سکتے ہو؟"

"تمہاری جیسی لڑکی کی ویڈیو فلمیں بنا کر تیس چالیس ہزار بلکہ پچاس ہزار ڈالر حاصل کرسکتا ہوں۔"

وہ صوفے پر پہلے سیدھی بیٹھی ہوئی تھی پھر پارس کی طرف جھک کر آہستگی سے بولی: "میں تمہیں ایک لاکھ ڈالر دوں گی، مجھ سے ایک سودا کرو گے؟"

پارس نے حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "ایک لاکھ ڈالر میں نے ایک ساتھ کبھی نہیں دیکھے مگر تم تو ہزار ڈالر کی نوکری کرتی ہو، مجھے ایک لاکھ کیسے ادا کرو گی؟"

"پہلے ہمارے درمیان معاملہ طے پائے گا پھر میں ایک لاکھ ڈالر کی ادائیگی کا یقین دلاؤں گی۔"

"سمجھ لو، معاملہ طے ہوگیا، تم کس قسم کا سودا کرنا چاہتی ہو؟"

"تم ڈان مورس کو یہاں واپس نہ لاؤ، اس بے چارے کو اس کی آنٹی اور دونوں انکل کے ہاتھ نہ لگنے دو۔ ایک لاکھ کے عوض اُسے میرے حوالے کردو۔"

"میں اتنی بڑی رقم نہیں ٹھکراؤں گا، مجھے منظور ہے۔ اب بولو، رقم کیسے ادا کرو گی؟"

روما نے آس پاس محتاط نظروں سے دیکھا پھر بولی: "یہ لوگ اُس سے زبردستی چیک پر دستخط کراتے ہیں اور بڑی بڑی رقمیں حاصل کرکے عیش کرتے ہیں۔ میں تھوڑی دیر میں اُس چیک بک سے ایک سادہ چیک نکال کر چھپالوں گی۔ دو گھنٹے بعد جہاں کہو گے، وہاں ملوں گی، تمہارے ساتھ ڈان کے پاس جاؤں گی، وہ ایک لاکھ کی رقم لکھ کر دستخط کرے گا، تم مجھے بھی اُس کے ساتھ قید کردینا، جب وہ چیک کیش ہوجائے، تمہاری رقم مل جائے تو ہم دونوں کو آزاد کردینا۔"

پارس نے کہا: "یہ مناسب طریقہ ہے، میں رقم ملتے ہی تم دونوں کو آزاد کردوں گا۔ تم بتاؤ، دو گھنٹے بعد کہاں ملو گی؟"

"اتاترک ایونیو کے پارک میں ایک قطعہ ایسا ہے جہاں صرف گلاب کھلتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے لازمی ہے کہ تم مجھے ناپسند کرو اور ڈان کے عوض مجھے طلب نہ کرو۔"

پارس نے اونچی آواز میں کہا: "تم خود کو سمجھتی کیا ہو؟ کیا تم حور پری ہو؟ تم سے اچھی تو وہ لڑکی ہے جو ابھی یہاں کھڑی ہوئی تھی، تم جاسکتی ہو۔"

وہ پاؤں پٹختے ہوئے جانے لگی۔ ٹام مورس نے جلدی سے ڈرائنگ روم میں آکر پوچھا: "کیا ہوگیا؟ مس روما کیا بات ہے؟"

روما نے پلٹ کر کہا: "یہ مسٹر اشتہاری فلمیں بناتے ہیں، آپ لوگ جانتے ہیں، آج کل کی اشتہاری فلموں میں عورتیں کس قدر بے حیائی سے اسکرین پر آتی ہیں، میں ہرگز یہ کام نہیں کروں گی۔"

وہ غصے سے چلی گئی۔ ٹام کی بیوی نے کہا: "مسٹر! تم اشتہاری فلمیں بناتے ہو، تمہیں اس کے لیے حسین لڑکی کی ضرورت ہے۔ اتنی چھوٹی سی بات کے لیے تم نے میرے بھتیجے کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ میری بیٹی کو دیکھو کیا یہ کسی سے کم ہے۔ مس یونیورس کے مقابلۂ حسن میں شریک ہونے والی ہے۔ ڈان کی سلامتی اور واپسی کی خاطر یہ تمہاری فلموں میں ماڈل بن سکتی ہے۔"

پارس نے سمارتھا کو دیکھ کر کہا: "ٹھیک ہے، اگر تمہاری بیٹی اسکرین پر اوکے ہوگی تو میں کچھ دن بعد ڈان کو تمہارے گھر پہنچادوں گا۔"

وہ سب غصے سے بھڑک گئے۔ سام نے گھونسا دکھا کر کہا: "تم کچھ دن تک ہمارے بھتیجے کو یرغمال بنا کر رکھنا چاہتے ہو، ہم تمہارا منہ توڑ دیں گے۔"

"اُدھر تمہارے بھتیجے کا منہ ٹوٹے گا۔ جو بھی کرو، سوچ سمجھ کر کرو۔"

سمارتھا کی ماں نے کہا: "مجھے تو یہ کوئی چکر باز لگتا ہے۔ پہلے یہ تصدیق کرو کہ ہمارا ڈان اس کے قبضے میں ہے بھی یا نہیں؟"

ٹام نے پوچھا: "کیا تم ڈان سے ہماری ملاقات کرا سکتے ہو؟"

پارس نے پوچھا: "کیا تم مجھے احمق سمجھتے ہو؟ جو لباس وہ پہن کر گیا ہے، میں اس کی تفصیل بتا چکا ہوں۔"

"لباس کا کیا ہے؟ لباس دنیا میں رہ جاتا ہے، پہننے والا ہمیشہ کے لیے رخصت ہوجاتا ہے۔ ہوسکتا ہے تم نے اسے قتل کردیا ہو۔"

پارس نے کہا: "تم لوگوں کے اطمینان کے لیے ابھی فون پر اُس کی آواز سنوا سکتا ہوں۔"

"ہاں ضرور، ہم اس کی آواز سن کر تم پر یقین کریں گے۔"

پارس نے ٹیلی فون کا ریسیور اُٹھایا، سب کے سب قریب چلے آئے۔ اُس نے ریسیور رکھ دیا پھر کہا "تم لوگ دیکھنا چاہتے ہو، میں کون سے نمبر ڈائل کر رہا ہوں آخر تم لوگ اتنے احمق کیوں ہو؟"

وہ سب فوراً پیچھے چلے گئے۔ پارس نے کہا "تم سب دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑے ہو جاؤ۔"

اُنھوں نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ اُس نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ جلد ہی البرٹو سے رابطہ قائم ہو گیا، اُس نے کہا "ڈان کے انکل وغیرہ اس کی آواز سُننا چاہتے ہیں، ریسیور اُس سہمے ہوئے جوان کو دو۔"

چند لمحوں کے بعد ڈان نے فون پر پوچھا "ہیلو دوست! یہ تم ہو؟"

"ہاں میں ہوں۔ تم نے گھر سے فرار ہوتے وقت اپنے انکل وغیرہ کے نام کوئی خط نہیں چھوڑا۔ انہیں تمھارے فرار ہونے کا یقین نہیں آرہا ہے۔ میں ریسیور تمھارے ٹام انکل کو دے رہا ہوں، تم ان لوگوں کو بتا دو کہ گھر سے کیوں بھاگے، آئندہ واپس آؤ گے یا نہیں؟"

"میں کبھی واپس نہیں جاؤں گا، میں انکل سے بات نہیں کروں گا، مجھے ڈر لگتا ہے۔"

پارس نے ٹام مورس کو اشارے سے پاس بُلایا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا قریب آیا۔ پھر ریسیور اپنے ہاتھ میں لے کر کہا "بیٹے ڈان! میں تمھارے باپ کی جگہ ہوں، جو ہو چکا ہے اسے بھول جاؤ۔ مجھ سے نہ ڈرو، میں کبھی تم پر ہاتھ نہیں اُٹھاؤں گا۔ ہیلو ڈان! ہمارے پاس آجاؤ۔ ہیلو... ہیلو! بیٹے ڈان... ہیلو... ہیلو... ہیلو... ہیلو!"

ٹام نے کریڈل کو کھٹکھٹایا پھر کہا "شاید اُس نے ریسیور رکھ دیا ہے۔"

پارس نے کہا "شاید نہیں یقیناً تمھاری آواز سُنتے ہی رکھ دیا ہو گا، تم نے ظلم و ستم سے اس پر اتنی دہشت طاری کر دی ہے کہ اب وہ ٹیلی فون کے قریب بھی نہیں آئے گا۔"

وہ صوفے سے اُٹھ گیا، ٹام نے پوچھا "کیا جا رہے ہو؟"

"ہاں، آج سے چھٹے دن فلم کا ایگریمنٹ سائن کرنے آؤں گا اور تمھاری بیٹی سمارتھا کو شوٹنگ کے لیے لے جاؤں گا، کیا تمھیں منظور ہے؟"

"منظور تو ہے لیکن..."

"لیکن ویکن کچھ نہیں، تمھاری بیٹی اشتہاری فلموں میں ماڈل بنے گی تو نو دن کے بعد وہ سہما ہوا بھتیجا مل جائے گا۔ اگر پولیس والوں کے پاس جاؤ گے یا غنڈے بدمعاشوں کو میرے پیچھے لگاؤ گے تو ڈان تمھیں زندہ نہیں مُردہ ملے گا۔"

وہ انھیں وارننگ دے کر کوٹھی سے باہر آیا۔ وہاں سے سو گز کے فاصلے پر ایک وفادار نظر آرہا تھا۔ پارس کوٹھی کے احاطے سے نکل کر ایک طرف پیدل چلنے لگا۔ وہ دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھ رہا تھا۔ چھوٹی چھوٹی گلیوں سے نکل کر بڑی شاہراہ کے فٹ پاتھ پر آگیا۔ وہاں بھی وہ دُور تک چلتا رہا۔ جب یقین ہو گیا کہ تعاقب نہیں ہو رہا ہے تو وہ ایک پبلک کال آفس میں آیا پھر البرٹو سے رابطہ قائم کرتے ہوئے پوچھا "کیا اس کا میک اپ کر رہے ہو؟"

"میں کرنا چاہتا ہوں مگر ڈان نہیں مان رہا ہے، وہ آپ سے متاثر ہے، آپ اُسے فون پر سمجھائیں گے تو مان جائے گا۔"

"میں آکر خود اُس کا میک اپ کروں گا، اُس سے کہنا کہ میں دو گھنٹے بعد پہنچ رہا ہوں۔"

اُس نے ریسیور رکھ دیا، باہر آکر دُور تک نظریں دوڑائیں اس کے بعد سر کو دو تین بار کھجایا۔ پانچ منٹ کے اندر ہی اس کے سامنے ایک ٹیکسی آکر کھڑی ہو گئی۔ وفادار نے باہر آکر اس کے لیے پچھلا دروازہ کھولا۔ پارس آرام سے سیٹ پر بیٹھ گیا۔ گاڑی چل پڑی۔ ڈرائیور نے پوچھا "کہاں جانا ہے؟"

وہ بولا "چلتے رہو، ہم کہیں بھی اُتر جائیں گے۔"

ٹیکسی ایک گھنٹے تک مختلف راستوں سے گزرتی رہی پھر پارس نے ایک جگہ رُکوا دی، اس کا کرایہ ادا کیا پھر وفادار سے کہا "کسی ریستوران میں چلو، میں ناشتا اور چائے کے بغیر اپنے گھر سے آیا تھا۔ اُن کمبختوں نے بھی کھانے پینے کے لیے نہیں پوچھا۔"

وہ ایک ریستوران میں آئے، ہلکا سا ناشتا کیا، موسم کی مناسبت سے کافی پی پھر اُس وفادار نے پارس کی ہدایت کے مطابق اسے آتا ترک ایونیو کے پارک میں پہنچا دیا۔ وہ وعدہ کر کے گیا کہ آدھے گھنٹے کے اندر گاڑی لے کر پارک کے گیٹ پر پہنچ جائے گا۔ پارس اس حصے میں آیا جہاں گلاب ہی گلاب کھلے ہوئے تھے۔ صبح کے دس بجنے والے تھے۔ پارک میں زیادہ چہل پہل نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد روما نظر آگئی۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی قریب آئی، بہت پریشان لگ رہی تھی، بال بکھرے ہوئے تھے، چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ پارس نے پوچھا "خیریت تو ہے؟"

پارس سے نظریں ملتے ہی اُس کی آنکھوں میں آنسو آگئے، وہ بولی "میں سادہ چیک حاصل نہ کر سکی۔ اس سے پہلے ہی انھوں نے مجھے ملازمت سے نکال دیا۔ میں اس چیک بُک تک نہ پہنچ سکی۔ اب تمھیں ایک لاکھ ڈالر کیسے ادا کروں گی۔ تم تو لالچی ہو، خود غرض ہو، ڈان کو اُن ظالموں کے پاس پہنچا دو گے۔ وہ بہت معصوم ہے، بہت مظلوم ہے۔ خدا کے لیے میری ایک بات مان جاؤ، اُسے حفاظت سے ننھیال لے جاؤ، وہ بہت بڑے فولاد کے کارخانے کا مالک ہے، وہ وہاں اپنے ننھیال والوں میں محفوظ رہے گا، یہ دونوں ظالم چچا اسے نقصان نہیں

پہنچا سکیں گے۔ ڈان کے ماما اور مامی تمھیں ایک لاکھ تو کیا دو لاکھ بھی دے سکتے ہیں۔ میری بات کا یقین کرو، میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں۔ جھوٹ بولوں... تو ابھی مر جاؤں... فار گاڈ سیک! ڈان کو بچا لو۔"

وہ بولتی جا رہی تھی اور روتی جا رہی تھی۔ اگر آس پاس لوگ ہوتے تو بھیڑ لگ جاتی۔ پارس تھوڑی دیر تک سُنتا رہا پھر بولا "خدا کے لیے اب چُپ ہو جاؤ، تمھیں روتے دیکھ کر لوگ یہی سمجھیں گے کہ میں تمھیں بھگا کر لایا ہوں۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی "جب تک تمھیں رقم نہیں ملے گی، میں ضمانت کے طور پر تمھاری قید میں رہوں گی، میں یقین دلاتی..."

پارس نے اُس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا پھر پوچھا "کیا منہ پر ٹیپ چپکا دوں؟ غضب خدا کا! پندرہ منٹ سے سانس لیے بغیر بولے چلی جا رہی ہو!"

"سوری، نہ جانے کیا کیا بولتی جا رہی ہوں۔ دراصل تم ٹام اور سام کو نہیں جانتے، وہ درندے ہیں۔ اگر تم خود غرض نہ بنو اور انسانی ہمدردی سے ڈان کی مدد..."

پارس نے ڈانٹ کر کہا "شٹ اپ! اب ایک لفظ بھی کہو گی تو میں تمھاری کوئی مدد نہیں کروں گا۔"

وہ سہم کر ذرا چُپ ہوئی پھر بولی "اب نہیں بولوں گی، تم دیکھ رہے ہو، میں اپنے لیے نہیں بول رہی ہوں، تمھیں غصہ آرہا ہے تو اب کسی کے لیے نہیں بولوں گی۔ خدا کو منظور ہو گا تو ڈان محفوظ رہے گا۔ میرے بولنے سے تمھارا دل نہیں پگھلے گا۔ بولنے کا فائدہ بھی کیا ہے، اگر بولوں... تو ابھی مر جاؤں، تم سمجھتے ہو گے، دوسری عورتوں کی طرح مجھے بولنے کی بیماری ہے۔ میں خواہ مخواہ کبھی نہیں بولتی، مگر یہ تو مجھ پر سراسر الزام ہے۔ میں خاموش رہتی ہوں پھر بھی بولتی ہوئی سی لگتی ہوں۔ اب تم خاموش کیوں ہو گئے؟ کیا میری باتوں کا جواب نہیں دے سکتے۔ یہ دونوں کانوں میں اُنگلیاں کیوں ٹھونس لی ہیں؟ کیا تمھارا خیال ہے، میں اب بھی بول رہی ہوں۔"

اس نے پارس کے دونوں کانوں سے انگلیاں نکال دیں، وہ اُٹھ کر یوں تیزی سے جانے لگا جیسے بھاگ رہا ہو۔ روما اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے بولی "کہاں جا رہے ہو؟ میں تمھیں جانے نہیں دوں گی۔ تمھارے ساتھ ڈان کے پاس جاؤں گی اور ڈان کی زبان سے یقین دلواؤں گی کہ تمھیں ننھیال میں لاکھ دو لاکھ ضرور ملیں گے۔"

وہ آگے پیچھے دوڑتے ہوئے پارک کے مین گیٹ کے پاس آئے۔ وہاں چاروں وفادار ایک نئی گاڑی کے ساتھ موجود تھے۔ پارس نے پھر کانوں میں انگلیاں ٹھونس لی تھیں۔ ایک وفادار نے پوچھا "جناب کیا یہ لڑکی آپ کا پیچھا کر رہی ہے؟"

"یہ لڑکی میرے لیے اہم ہے۔ اسے گاڑی میں بٹھاؤ۔"

اُنھوں نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا پھر روما کو پکڑ کر پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا۔ وہ چیخ کر بولی "اے مسٹر سوداگر! میں ان کے ساتھ نہیں تمھارے ساتھ جاؤں گی۔"

"تم بار بار منع کرنے کے باوجود بولتی رہیں، اب میں تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔"

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں، اب نہیں بولوں گی۔ وہ تو میں ڈان کے لیے بول رہی تھی، بے چارہ درندوں میں رہ کر مارا جائے گا، میں اس پر ظلم ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔ میں اپنے لیے نہیں، اس کے لیے بول رہی ہوں۔"

ایک وفادار نے پارس کے حکم کے مطابق ڈیش بورڈ کے خانے سے ٹیپ نکالا پھر اس کے منہ پر چپکا دیا۔ وہ چپ ہو گئی۔ پارس نے اس کے پاس آکر بیٹھتے ہوئے کہا "یہ ٹیپ منہ سے ہٹاؤ گی تو چلتی گاڑی سے باہر دھکا دے دوں گا۔"

گاڑی آگے بڑھ گئی۔ وہ نئی گاڑی میں روما اور دو وفاداروں کے ساتھ تھا۔ باقی دو وفادار اپنی پہلی گاڑی میں پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ اس نے پوچھا "کیا خفیہ رہائش گاہ کا انتظام ہو گیا؟"

"جی ہاں، ایک نہیں تین خفیہ اڈے ہیں۔ ان اڈوں کے مالکان سے پرانی دوستی ہے۔ وہ قابلِ اعتماد ہیں۔"

پارس نے کہا "ہرگز نہیں، میں کسی پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ کسی کو رازدار نہیں بنا سکتا۔ فی الحال البرٹو کے بنگلے میں چلو۔"

روما اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ کچھ بولنا چاہتی تھی۔ پارس نے کہا "تم یونہی رہو گی۔ میں جو سوال کروں گا اس کا جواب ہاں یا نہ میں سر ہلا کر دو گی۔ پہلا سوال یہ ہے کیا تم کافی عرصے سے ڈان کی نرس ہو؟ اپنی انگلیوں سے جواب دو، کتنے برسوں سے اس کی خدمت کر رہی ہو؟"

اس نے دو انگلیاں دکھائیں۔ پارس نے کہا "اچھا دو برس سے خدمت کر رہی ہو۔ اب یہ بتاؤ، کتنے برسوں سے محبت کر رہی ہو؟"

روما نے بے اختیار دو انگلیاں اٹھائیں پھر فوراً ہی شرما کر منہ پھیر لیا۔

"تیسرے سوال کا جواب دو، کیا ڈان تمھیں چاہتا ہے؟"

روما نے انکار میں سر ہلایا۔ پارس نے پوچھا "کیا وہ اپنے انکل کی بیٹی سمارتھا کو چاہتا ہے؟"

روما نے پھر انکار میں سر ہلایا۔ پارس نے کہا "وہ کسی میں دلچسپی نہیں لیتا۔ اس کا مطلب یہ ہے تم نرا محبت

اور جذبات کو سمجھتا ہی نہیں ہے۔ میں ایک شرط پر ڈان کو تمھارے حوالے کروں گا اور کسی رقم کا مطالبہ نہیں کروں گا۔"
وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ پارس نے کہا۔ "اکثر مردوں کی زندگی میں ان کی عورتیں انقلاب لاتی ہیں۔ وہ اپنے مرد کی زندگی کا راستہ بدل دیتی ہیں، جینے کا انداز بدل دیتی ہیں۔ اگر لوگ انھیں لوٹ رہے ہوں تو وہ لوٹنے والوں کے سامنے دیوار بن جاتی ہیں۔ کیا تم انکل ٹام اور انکل سام کے سامنے دیوار بن سکتی ہو؟"
اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا ڈان کو ان کے فریب سے بچانے کے لیے تم ہی آدھی رات کے بعد اسے فون پر سمجھایا کرتی تھیں؟"
اس نے پھر ہاں کہنے کے لیے سر ہلایا۔ پھر جھجکنے لگی۔ پارس نے روما کے منہ سے ٹیپ ہٹا دیا۔ پھر کہا۔ "روما مجھ سے کوئی بات نہ چھپاؤ، میں کوئی بلیک میلر نہیں ہوں۔ . . . بلکہ میں ڈان کو ان سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم وہی فون کرنے والی لڑکی ہو تو میں تم سے رقم نہیں لوں گا بلکہ اپنے اخراجات پر اسے تل ابیب بھیج سکتا ہوں۔"
وہ خوش ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ رہے تھے۔ وہ البرٹو کے بنگلے کے سامنے پہنچ گئے۔ کار سے اتر کر احاطے میں آئے۔ پارس نے وفاداروں سے کہا۔ "میرے لیے ایک کار یہاں رہنے دو۔ تم میں سے دو اس بنگلے میں رہیں گے، باقی دو رات کو آئیں گے اور یہاں پہرا دیں گے۔"
وہ روما کے ساتھ بنگلے کے اندر آیا۔ اس کے بیڈ روم میں ڈان سو رہا تھا۔ البرٹو نے کہا۔ "یہ ایک گھنٹے سے سو رہا ہے۔ کہو تو جگا دوں؟"
روما نے کہا۔ "اسے آرام سے سونے دو، میرا خیال ہے، بہت عرصے بعد اسے خواب آور گولیوں کے بغیر نیند آئی ہے۔"
وہ تینوں دوسرے کمرے میں آ گئے۔ پارس نے پوچھا۔ "تم آدھی رات کے بعد کس طرح فون پر ڈان سے باتیں کرتی تھیں؟ کیا اس کے انکل وغیرہ فون پر ہونے والی گفتگو سن نہیں سکتے تھے؟"
"اب میں کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ ڈان کو یہاں محفوظ دیکھ کر میرے دل اور میرے دماغ سے ایک بوجھ اتر گیا ہے۔ ان ظالموں نے چار ہٹے کٹے غنڈے پال رکھے ہیں۔ انھوں نے مجھے وارننگ دی ہے کہ میں گھر کی بات باہر کسی کو بتاؤں گی یا قانون کا سہارا لینا چاہوں گی تو وہ مجھے جان سے مار ڈالیں گے۔ میں نے اپنی زبان بند رکھی مگر مجھ سے یہ ظلم دیکھا نہیں جاتا تھا۔ کل رات جب میں نے سنا کہ وہ ڈان اور سمارتھا کی شادی کے کاغذات پر دستخط کرانے کے بعد سمارتھا کو اس کی دولت اور جائیداد کی مالکہ بنانا چاہتے ہیں تو میں نے اسے بھاگ جانے کا مشورہ دیا۔"
البرٹو نے پوچھا۔ "یہی ہم جاننا چاہتے ہیں، تم دشمنوں کے درمیان رہ کر کس طرح فون پر اس سے رابطہ قائم کرتی تھیں؟"
"میں نے کبھی فون پر ڈان سے بات نہیں کی۔"
"لیکن وہ کہتا ہے، کوئی لڑکی فون پر بولتی تھی۔"
"بات یہ ہے کہ میں ڈان کے ساتھ والے کمرے میں رہتی ہوں۔ کسی وقت بھی درمیانی دروازہ کھول کر اس کے پاس آ سکتی ہوں۔ میں نے سوچا، اگر اس کے روبرو جا کر انکل وغیرہ کے خلاف بولوں گی اور اس کے فائدے کی بات سمجھاؤں گی تو وہ کبھی کبھار مار کھانے کے دوران بتا دے گا کہ میں ان کے خلاف اسے بھڑکاتی رہتی ہوں۔ وہ بہت بھولا ہے۔ اسے بڑی آسانی سے دھوکا دیا جا سکتا ہے۔ ایک رات میں سیل سے بجنے والی گھنٹی لے کر اس کے سرہانے آئی۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ میں نے پلنگ کے سرہانے ٹیلیفون کے پاس جھک کر سیل والی گھنٹی بجائی۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا پھر ہیلو کہا۔ میں اس کے پیچھے کان کے قریب ہی تھی۔ دھیمی آواز میں بولنے لگی۔ جو بات اسے سمجھانا چاہتی تھی سمجھانے لگی۔ وہ سمجھ رہا تھا، آواز ریسیور سے آ رہی ہے۔ بہرحال میری یہ تدبیر کامیاب رہی۔ میں ہر رات اسی طرح اپنی باتوں سے اسے اپنی طرف مائل کرنے لگی۔ رفتہ رفتہ میں نے اتنا متاثر کر لیا کہ وہ میرے ایک مشورے پر گھر چھوڑ کر یہاں چلا آیا۔"
روما نے بڑی ذہانت کا ثبوت دیا۔ اسے معلوم تھا کہ ڈان بچکانہ ذہن رکھتا ہے۔ اگر سیل والی گھنٹی بجائی جائے گی تو وہ نیند سے چونک کر یہی سمجھے گا کہ فون کی گھنٹی بج رہی ہے اور وہ بے اختیار ریسیور اٹھائے گا اور ہوتا بھی یہی تھا۔ ہر رات روما سیل والی گھنٹی بجاتی تھی اور وہ ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیتا تھا۔ اسے کبھی شبہ نہیں ہوا کہ اس کے پلنگ کے پیچھے کان کے قریب ہی روما بول رہی ہے۔
پارس نے کہا۔ "وہ تم سے یا سمارتھا سے، کسی لڑکی سے محبت نہیں کرتا بلکہ محبت کرنا جانتا ہی نہیں لیکن وہ تمھاری آواز سے متاثر ہے۔ تمھاری آواز سے محبت کرتا ہے۔ اسی لیے تمھارے مشوروں پر عمل کرتا ہے۔ اگر تم ہمارے مشوروں پر عمل کرو گی تو ڈان کو ان ظالموں سے نجات مل جائے گی۔"
"تم جو کہو گے میں وہ کروں گی۔"
"تمھیں ڈان کے ساتھ پیرس جا کر رہنا ہو گا۔"

"میں اس کے ساتھ کہیں بھی رہ سکتی ہوں، لیکن وہاں رہنے کے اخراجات بہت ہوں گے۔ اگر ڈان کو چیک بک مل جائے تو . . .؟"
"تم اخراجات کی فکر نہ کرو۔ کیا تم نے فرہاد علی تیمور کا نام سنا ہے؟"
"جب سے ہوش سنبھالا ہے، تب سے ان کا ذکر سنتی آ رہی ہوں۔ وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں نا؟"
"ہاں، تم دونوں ان کی فیملی کے ساتھ رہو گے۔"
وہ چونک کر حیرانی سے بولی۔ "ہم اور فرہاد صاحب کی فیملی کے ساتھ۔۔۔! کیا تم انھیں جانتے ہو؟ او گاڈ! میں نے ابھی تک یہ نہیں پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو اور تمھارا نام کیا ہے؟"
"میں نام بتاؤں گا تو یقین نہیں کرو گی۔ میرے پاپا خود تمھارے دماغ میں آ کر یقین دلائیں گے۔"
وہ سوالیہ نظروں سے تک رہی تھی۔ پارس نے دوسرے کمرے میں آ کر ٹیلیفون کے ذریعے بابا صاحب کے ادارے سے رابطہ قائم کیا پھر کہا۔ "انکل آرمر سے کہو، وہ پارس اوّل کے پاس فوراً آئیں۔"
اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی آرمر کو ڈور رڈز ادا کرتا ہوا پہنچ گیا۔ پارس نے کہا۔ "آپ جناب شیخ صاحب سے عرض کریں، میں ایک نوجوان یہودی لڑکی اور لڑکے کو کچھ عرصے کے لیے پیرس میں نظربند رکھنا چاہتا ہوں۔ وہ کسی مناسب جگہ ان کے لیے رہائش کا انتظام کرا دیں۔"
"انتظام ہو جائے گا، اور کچھ؟"
"استنبول میں فرانس کے سفیر یا ایجنٹ سے کہہ دیں کہ وہ استنبول سے پیرس پہنچنے کے سلسلے میں تین پاسپورٹ چند گھنٹوں میں جاری کر دیں۔ میں آج ہی ان دونوں کے ساتھ پیرس آ رہا ہوں۔ پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات کے لیے یہاں ایجنٹ کو ہماری تصویریں مل جائیں گی۔"
"کیا تم تینوں اصلی روپ میں آ رہے ہو؟"
"نہیں، ہم میک اپ میں رہیں گے۔"
"مجھے ان یہودی لڑکی اور لڑکے سے ملاؤ۔"
"یہ عجیب اتفاق ہے کہ لڑکا ہماری جوجو کی طرح بچکانہ ذہن رکھتا ہے، لیکن مناسب ٹریٹ منٹ کے بعد نارمل ہو سکتا ہے۔ اس کا نام ڈان مورس ہے۔ لڑکی کا نام روما ہے۔ آپ روما کے دماغ میں میرے پاپا بن کر پہنچیں اور انھیں پیرس آنے کا مشورہ دیں۔ میں نے اسے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا — آپ میرا اور اپنا تعارف کرا سکتے ہیں۔"
وہ ڈرائنگ روم میں روما اور البرٹو کے پاس آیا۔ روما نے پوچھا۔ "تم کہاں چلے گئے تھے؟ فرہاد صاحب کی فیملی کی بات ادھوری چھوڑ دی۔ اپنے بارے میں بھی کچھ نہیں بتایا۔"
آرمر نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "میں بتاتا ہوں، میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"
وہ چونک گئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر خلا میں تکتے ہوئے بولی۔ "میرے دماغ میں آواز آ رہی ہے۔ وہ . . . وہ کہہ رہے ہیں کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"
پارس نے کہا۔ "یقین کر لو، میرے پاپا تم سے دماغی رابطہ قائم کر رہے ہیں۔"
وہ حیرانی سے بولی۔ "تمھارے پاپا؟"
آرمر نے کہا۔ "ہاں، یہ میرا بیٹا پارس علی تیمور ہے۔"
"آں؟" وہ بے یقینی سے پارس کو دیکھنے لگی۔ آرمر نے کہا۔ "پہلے میں تمھیں یقین دلاؤں گا کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمھارے دماغ کے اندر ہوں۔"
وہ بولی۔ "پلیز، مجھے کسی طرح یقین دلائیں۔"
"جب خیال خوانی کے ذریعے گفتگو ہو تو زبان سے نہ بولا کرو، صرف سوچا کرو، میں سن لیا کروں گا۔ اچھا اب تمھیں ٹیلی پیتھی کا کمال دکھاتا ہوں۔ تم زبان سے بولنے کی کوشش کرو، میں تمھیں بولنے نہیں دوں گا۔"
اس نے کوشش کی۔ کئی بار زبان سے کچھ کہنا چاہا مگر ہر بار اس کے ہونٹ بند ہو گئے یا زبان لڑکھڑا گئی۔ اس نے پریشان ہو کر سوچا۔ "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ کیا میں بولنے کے قابل نہیں رہی؟"
آرمر نے کہا۔ "بس، اسی طرح سوچو، میں سن لوں گا۔ اب تم زبان سے بول سکو گی۔"
وہ بولی۔ "م م ... میں بولنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ بلکہ بول رہی ہوں۔ یہ تو کمال ہو گیا! ابھی زبان بند ہو گئی تھی ابھی کھل گئی۔ مجھے یقین ہو گیا ہے، آپ فرہاد صاحب ہیں۔ او گاڈ! میں کتنی خوش نصیب ہوں۔"
اس نے صوفے سے اٹھ کر پارس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے، پھر کہا۔ "مسٹر پارس علی تیمور! میری سمجھ میں نہیں آتا میں کس طرح اپنی خوشیوں کا اظہار کروں۔ آج سے مجھے گہری نیند آیا کرے گی۔ آج سے کوئی دشمن میرے ڈان پر ظلم نہیں کر سکے گا۔"
پارس نے اس کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر اٹھایا پھر صوفے پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ "پہلے میرے پاپا سے باتیں کرو۔ وہ جو کہتے ہیں اس پر عمل کرو۔"

آرمر نے کہا "تم پارس اور ڈان کے ساتھ پیرس آجاؤ۔"

"میں ضرور آؤں گی۔"

"تم دونوں یہاں میک اَپ میں آؤ گے تاکہ دشمن پہچان نہ سکیں۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر، لیکن میں ڈان کے دشمنوں سے انتقام لینا چاہتی ہوں۔ ڈان کو کسی طرح تل ابیب پہنچانا چاہتی ہوں۔"

"تمھاری خواہشیں پوری ہوں گی، لیکن یہ سب کچھ رفتہ رفتہ ہوگا۔ تمھیں ڈان کے ساتھ ذرا صبر سے پیرس میں رہنا ہوگا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں کا اصل چہرہ بے نقاب کردوں گا۔ جب یقین ہو جائے گا کہ آئندہ کوئی ڈان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا تو میں تم دونوں کو تل ابیب پہنچا دوں گا۔"

ڈان کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ پھر روما کو دیکھ کر چونک گیا۔ سہم کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔ "نہیں، میں واپس نہیں جاؤں گا۔ پلیز روما یہاں سے چلی جاؤ۔"

پارس اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اس کے قریب جا کر بولا۔ "میں نے تمھیں دوست بنایا ہے۔ تمھیں یہاں سے جانے نہیں دوں گا۔ روما تمھاری دشمن نہیں ہے۔ یہ وہی ہے جو فون پر چھپ کر تم سے باتیں کرتی تھی اور تمھاری بھلائی کے لیے تمھیں سمجھاتی تھی۔"

پارس اور البرٹو نے جب اسے اچھی طرح سمجھایا تو اس نے یقین کر لیا۔ روما کو احسان مندی سے دیکھنے لگا۔ اسے سمجھایا گیا کہ اس کا اور روما کا میک اَپ کیا جائے گا اور انھیں یہاں سے پیرس جانا ہوگا۔ چونکہ ڈان اپنی بھلائی چاہتا تھا، دشمنوں سے دور رہنا چاہتا تھا اس لیے وہ فوراً راضی ہو گیا۔ پارس نے ان دونوں کا میک اَپ شروع کیا۔ عارضی میک اَپ تھا اس لیے ایک گھنٹے کے اندر ان کے چہرے بدل گئے۔ البرٹو نے ان کی تصویریں اتاریں۔ فرانسیسی حکومت کا ایک ایجنٹ ان کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اسے تصویریں دی گئیں۔ اس نے کہا۔ "میں دو گھنٹے کے اندر پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات بنوا کر لے آؤں گا اور آج شام کی یا رات کی کسی فلائٹ سے آپ لوگ پیرس جا سکیں گے۔"

پارس چُپ چاپ ڈان کی اسٹڈی کر رہا تھا۔ اس کے اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، ہنسنے بولنے اور کھانے پینے کے ہر انداز کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ روما دو برس سے اس کے ساتھ رہتی آئی تھی۔ اس کی عادتوں کو اور اس کے مزاج کو اچھی طرح سمجھتی تھی۔ پارس اس کے ذریعے ڈان کے مزاج کو اور عادتوں کو بھی ذہن نشین کرتا جا رہا تھا۔

وہ تینوں رات کے آٹھ بجے وہاں سے روانہ ہوئے۔

آرمر نے اس کے پاس آ کر کہا۔ "بیٹے! میں برابر روما اور ڈان کے دماغ میں موجود رہا ہوں۔ مجھے اچھی طرح یقین کرنا تھا کہ کوئی سازش ہو رہی ہے یا واقعی یہ دونوں مظلوم ہیں۔ بہرحال میں مطمئن ہوں۔ میں نے جناب شیخ صاحب کو ان کے متعلق تمام تفصیلات بتا دی ہیں۔ وہ دونوں کو بابا صاحب کے ادارے میں رکھنے پر راضی ہیں۔ کہتے ہیں، وہ وہیں محفوظ رہیں گے۔"

پارس نے کہا۔ "یہ تو اچھی بات ہے۔ میں یہی چاہتا تھا۔ اب میں اطمینان سے ان دونوں کو وہاں چھوڑ کر جا سکوں گا۔"

"تم کہاں جانا چاہتے ہو۔ کچھ تو بتاؤ؟"

"میں پھر کبھی بتاؤں گا۔"

"بیٹا، میں کہہ چکا ہوں کہ میں روما اور ڈان کے دماغ میں موجود رہا ہوں۔ ان کے ذریعے تمھیں دیکھتا رہا ہوں۔ تم ان سے ایسی معلومات حاصل کر رہے تھے جیسے ڈان کو ہمارے حوالے کرنے کے بعد تم اس کی جگہ لینا چاہتے ہو۔"

پارس چند لمحوں تک خاموش رہا۔ پھر بولا۔ "آپ میرے بزرگ ہیں۔ آپ سے اتنی ہی درخواست کروں گا کہ میرے معاملے میں زیادہ پریشان نہ ہوا کریں۔ کیا آپ میری ایک بات مانیں گے؟"

"تم مجھے تمھ جبہ کی طرح جان سے زیادہ عزیز ہو، بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں جو کچھ کر رہا ہوں، آپ اس کے بارے میں پاپا وغیرہ کو کچھ نہ بتائیں۔ لاعلمی ظاہر کریں۔"

"یہ اچھی بات تو نہیں ہے۔ خدانخواستہ تم اپنے والدین کو بتائے بغیر یا ہم سب کو اعتماد میں لیے بغیر کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ گے تو میرا ضمیر مجھے ملامت کرے گا۔"

"یعنی آپ چاہتے ہیں، میں آپ لوگوں کی انگلی پکڑ کر چلوں؟"

"ہم ایسا بھی نہیں چاہتے۔"

"پھر پریشان کیوں ہوتے ہیں؟ کیا میں نادان بچہ ہوں؟"

"نہیں بیٹے، ہمیں تم پر فخر ہے۔"

"تو پھر مجھے اپنے طور پر زندگی گزارنے دیجیے۔ آپ نے دیکھا ہے جب بھی مجھے ضرورت پڑی تو میں نے آپ کو یاد کیا اور آپ سے مدد بھی حاصل کی۔ میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ بھی آپ کو ضرورت کے وقت ضرور آواز دوں گا۔"

وہ پیرس پہنچ گئے۔ آرمر انھیں لینے ایئرپورٹ آیا تھا۔ اس نے روما کے سامنے خود کو فرہاد ظاہر کیا۔ وہ خوشی سے دیوانی ہو رہی تھی۔ آرمر کا ہاتھ تھام کر کہہ رہی تھی "آج میں آپ کے سامنے کھڑی ہوں۔ فرہاد علی تیمور کے سامنے اور آپ کا ہاتھ میرے ہاتھوں میں ہے۔ کیا آپ مجھے پیار کریں گے؟"

آرمر نے اس کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ "تم میری بیٹی ہو، آج سے میری پناہ میں رہو گی۔"

پارس نے کہا۔ "آپ ان دونوں کو لے جائیں۔ میں بعد میں آؤں گا۔"

روما نے کہا۔ "تم کہاں جا رہے ہو؟"

"میری فکر نہ کرو۔ جب میرے پاپا تمھارے محافظ ہیں تو پھر کس بات کا ڈر ہے؟"

وہ بولی۔ "ڈرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب آنے والی مصیبتوں کو ہم سے ڈر لگتا رہے گا۔"

وہ دونوں آرمر کے ساتھ چلے گئے۔ وہاں کا ایک افسر پارس کے لیے دوسری کار لے آیا تھا۔ پارس نے اس کا شکریہ ادا کیا پھر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔ اسے ڈرائیو کرتا ہوا پلاسٹک سرجری کے ماہر ڈاکٹر برنارڈ شیفرڈ کی رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ وہ ابھی اپنے اسپتال سے واپس آیا تھا۔ ڈائننگ ٹیبل پر کھانے کے لیے جا رہا تھا۔ پارس کے آنے کی اطلاع ملتے ہی تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا پھر گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "بیٹے! اتنی رات کو کیسے آئے؟ خیریت تو ہے؟ آؤ اندر آجاؤ۔"

وہ ڈائننگ روم میں آئے، میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ پارس نے کہا۔ "آپ کو کہنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ میں بھوکا ہوں، خود ہی کھانے بیٹھ گیا ہوں۔"

ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم فرہاد کے بیٹے ہو، اپنی بھوک مٹانے نہیں آئے بلکہ کوئی ضرورت تمھیں کھینچ لائی ہے۔"

"جی ہاں، وہی ضرورت جو اکثر میرے پاپا کو آپ کے پاس کھینچ کر لاتی رہی ہے۔ آپ نے بارہا میرے پاپا کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کی ہے۔ آج میں پہلی بار اس مقصد کے لیے آیا ہوں۔ مجھے ایک مخصوص لڑکے کا روپ دھارنا ہے۔"

"کیا بہت جلدی ہے؟"

"جی ہاں، میں صبح تک یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔"

"باپ کی طرح بیٹے کی بھی عادت خراب ہے۔ جب بھی کوئی فوری ضرورت ہوتی ہے تو میں ہی یاد آتا ہوں۔ کیا اس کام کے لیے ایک دو دن پہلے نہیں آسکتے تھے؟"

"دشمن اگر ایک دو دن پہلے بھیجتے تو ضرور آتا۔ مجھے اس بات کا پورا احساس ہے کہ ہم بے وقت آپ کو تکلیف دیتے ہیں اور آپ نے بھی تو ہماری عادت بگاڑ دی ہے۔ ہم آکر فرمائش کرتے ہیں اور آپ پوری کر دیتے ہیں۔"

"اچھا زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ چپ چاپ کھانا کھاؤ۔ اس لڑکے کی تصویریں ہوں تو مجھے دو۔"

پارس نے ایک لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ پھر چپ چاپ کھانے لگا۔ ڈاکٹر تصویریں دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "جب سے تمھارے باپ نے مجھے خدمت کا موقع دیا ہے تب سے میں نے اپنے ہی گھر میں ایک چھوٹا سا آپریشن تھیٹر بنا لیا ہے۔ اس کی زندگی بھی عجیب زندگی ہے۔ کبھی سکون سے نہیں رہ سکتا۔ میں کسی وقت بھی اس کی آمد کے لیے تیار رہتا ہوں۔ وہ اچانک ہی کسی وقت پہنچ جاتا ہے اور اپنا چہرہ تبدیل کراتا ہے۔ میں نے سوچا، اب تم دونوں بیٹے جوان ہو گئے ہو۔ شاید فرہاد کسی گوشے میں سکون سے زندگی گزارے گا تو مجھے بھی ایسی ہنگامی پلاسٹک سرجری سے نجات مل جائے گی، لیکن میں دیکھ رہا ہوں، بیٹے بھی باپ کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ مختصر یہ کہ مجھے اپنی آخری سانس تک تم لوگوں سے فرصت نہیں ملے گی۔"

پارس نے کھانے کے بعد ایک افسر سے رابطہ قائم کیا پھر کہا۔ "یہاں میرا کام ہو رہا ہے۔ میں صبح تک استنبول واپس جانا چاہتا ہوں۔ پلیز میری واپسی کا انتظام کر دیجیے اور مجھے یہاں سے کس وقت فلائی کرنا ہے، ابھی بتا دیجیے۔ میں ڈاکٹر برنارڈ شیفرڈ کی رہائش گاہ پر ہوں۔"

پارس نے ڈاکٹر کا فون نمبر بتا کر ریسیور رکھ دیا۔ ایک گھنٹے بعد وہ سرجری چیئر پر نیم دراز تھا۔ اور ڈاکٹر بڑی مہارت سے اس کے چہرے کو اطمینان اور سہولت سے رفتہ رفتہ تبدیل کرتا جا رہا تھا۔ ایک گھنٹے بعد ٹیلیفون کی گھنٹی سنائی دی۔ پارس نے کہا۔ "اگر کوئی آفیسر مجھے پوچھ رہا ہو تو میں بات کروں گا۔"

ڈاکٹر نے ریسیور اٹھا کر دوسری طرف کی آواز سنی پھر ریسیور پارس کو دے دیا۔ دوسری طرف سے وہ افسر کہہ رہا تھا۔ "سرکاری فلائنگ کلب میں ایک ہیلی کاپٹر آپ کے لیے موجود ہے۔ آپ جب چاہیں پرواز کر سکتے ہیں۔"

پارس نے کہا۔ "اس وقت میرا چہرہ تبدیل ہو رہا ہے لہٰذا جو پائلٹ مجھے لے جائے گا اسے نئے چہرے کی تصویر ملنی چاہیے۔ آپ کسی قابلِ اعتماد شخص کو بھیج دیں۔ میں وہ تصویر اسے دوں گا۔ ساتھ ہی اسے یہ ہدایت کر دیں کہ تصویر کا چہرہ ذہن نشین کرنے کے بعد اس تصویر کو جلا دیا جائے۔"

اس نے ڈاکٹر کو ریسیور دیتے ہوئے شکریہ ادا کیا۔ ڈاکٹر نے ریسیور رکھ دیا پھر اس کے چہرے پر جھک گیا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ پندرہ منٹ بعد اطلاع ملی، کوئی سرکاری افسر ملاقات کرنے آیا ہے۔ ڈاکٹر نے اس سے ڈرائنگ روم میں ملاقات کی۔ اس نے کہا۔ "مجھے مسٹر پارس علی تیمور نے بلایا ہے۔ وہ اپنے موجودہ چہرے کی کوئی تصویر دینا چاہتے ہیں۔"

ڈاکٹر نے اسے ڈان کی ایک تصویر دی، پھر کہا "آپ اسے ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو دکھلانے کے بعد جلا ڈالیں۔"

اس نے کہا "میرا تعلق ائیر فورس سے ہے۔ میں ہی پائلٹ ہوں۔ ہمیں اوپر سے احکامات ملے ہیں کہ اس تصویر کو یہاں سے باہر نہیں جانا چاہیے اور صرف مجھے دیکھنا چاہیے۔ میں نے دیکھ لیا ہے، چہرہ ذہن نشین کر لیا ہے۔ آپ اسے خود ہی جلا ڈالیں اور مسٹر پارس سے پوچھ کر یہ بتا دیں کہ وہ کب تک یہاں سے روانہ ہوں گے؟"

ڈاکٹر نے کہا "ایک گھنٹے بعد سرجری مکمل ہو جائے گی۔ اس کے بعد اسے کم از کم آدھا گھنٹا آرام کرنا چاہیے، پھر وہ یہاں سے جا سکتا ہے۔"

"اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں ڈرائنگ روم میں ان کا انتظار کر سکتا ہوں؟"

"بے شک، آپ یہاں تشریف رکھیں۔"

ڈاکٹر پھر آپریشن روم میں آگیا۔ اپنا کام کرتے ہوئے پارس کو اس افسر کے متعلق بتانے لگا۔ اس نے کہا "ڈاکٹر انکل! میں آپ کو بڑی زحمت دے رہا ہوں، ایک اور زحمت دوں گا۔ ذرا ٹیلیفون میرے پاس لے آئیں۔"

ڈاکٹر ٹیلیفون اس کے قریب لے آیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر اس افسر کے نمبر ڈائل کیے جس کے ذریعے ہیلی کاپٹر کا انتظام کرایا تھا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی پارس نے کہا "اس وقت ایک ائیر فورس کا پائلٹ ہمارے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا ہے۔ آپ اس سے گفتگو کر کے تصدیق کریں کہ کیا میرے پاس صحیح آدمی پہنچا ہے۔"

ڈاکٹر نے ڈرائنگ روم میں آکر پائلٹ آفیسر سے کہا۔ "ریسیور اٹھا کر بات کریں۔"

اس پائلٹ افسر نے ریسیور اٹھایا، پھر دوسری طرف والے افسر سے باتیں کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس افسر نے تصدیق کی کہ ڈاکٹر شیفرڈ کے یہاں صحیح آدمی پہنچا ہے اور اس سلسلے میں کوئی سازش نہیں ہو رہی ہے۔ پارس نے مطمئن ہو کر ریسیور رکھ دیا۔ سرجری کا کام پھر ہونے لگا۔

مزید ایک گھنٹے بعد سرجری کا مرحلہ ختم ہو گیا۔ وہ آدھے گھنٹے تک اسی کرسی پر آنکھیں بند کیے لیٹا رہا، پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے آئینے کے سامنے آکر اپنے چہرے کو ہر زاویے سے دیکھا، پھر خوش ہو کر کہا "ڈاکٹر انکل! آپ کا جواب نہیں ہے۔"

اس نے ایک بیگ میں سے ڈان کے وہ کپڑے نکالے جنھیں پہن کر گھر سے فرار ہوا تھا، پھر انھیں لے کر باتھ روم میں گیا۔ وہاں وہ لباس پہنا۔ کمرے میں آکر قدِ آدم آئینے کے سامنے اپنا جائزہ لیا۔ اب وہ سر سے پاؤں تک بالکل ڈان مورس تھا۔ کوئی اس پر شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے ڈاکٹر سے مصافحہ کیا، اس کا شکریہ ادا کیا، پھر ڈرائنگ روم میں اس پائلٹ آفیسر کے پاس آگیا۔ پائلٹ افسر نے اٹھ کر اسے سلام کیا، پھر مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا "کیا آپ چلنے کے لیے تیار ہیں؟"

اس نے کہا "بے شک، میں جلد سے جلد استنبول پہنچنا چاہتا ہوں۔"

وہ رات کے تین بجے سرکاری ہیلی کاپٹر میں سوار ہوئے۔ جس افسر نے ہیلی کاپٹر کا انتظام کیا تھا اس نے یقین دلایا کہ اس میں کوئی خرابی نہیں ہے اور اسے اچھی طرح مکینک وغیرہ نے چیک کر لیا ہے۔ مکمل یقین دہانی کے بعد ہیلی کاپٹر نے پرواز کی۔ پائلٹ اپنی سیٹ پر تھا۔ اس کے پیچھے والی سیٹ پر پارس بیٹھا ہوا تھا۔ جب وہ اپنی مخصوص بلندی پر پہنچ گیا تو پائلٹ نے کہا "مسٹر پارس! انسان موت سے بچنے کے کتنے جتن کرتا ہے، کیا وہ بچ جاتا ہے؟"

پارس نے کہا "موت سے کوئی نہیں بچتا، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ موت سے پہلے کوئی نہیں مرتا۔"

"ٹھیک کہتے ہو، پتا نہیں کاتب تقدیر نے تمھاری موت کا کون سا وقت لکھا ہے، لیکن آدمی حرام موت بھی تو مرتا ہے اور اب وہ حرام موت تمھارے حصے میں آرہی ہے۔ اس وقت میرا ایک پاؤں ایسے بٹن پر ہے جسے دباتے ہی ایک زبردست دھماکا ہوگا، پھر ہم دونوں ہیلی کاپٹر کے ساتھ اپنے چیتھڑے ہوتے بھی نہیں دیکھ سکیں گے۔"

پارس نے پچھلی سیٹ سے ذرا سا سر اونچا کر کے پائلٹ کے پاؤں کی طرف دیکھا، پھر پوچھا "کیا تم مجھ سے اس قدر محبت کرتے ہو کہ میرے ساتھ جان دینا چاہتے ہو؟"

"میں محبت کی نہیں، کاتب تقدیر کی بات کرتا ہوں۔ اس تقدیر لکھنے والے نے آج میری موت لکھی ہے اور میرے ساتھ تمھاری بھی۔"

"مسٹر پائلٹ! اگر تمھیں وہ بٹن دبانا ہوتا اور کاتب تقدیر کے مطابق میرے ساتھ مرجانا ہوتا تو تم اتنا وقت نہ لیتے۔ مجھے موت کی آمد کی اطلاع نہ دیتے۔ مرنا ہی ٹھہرا تو فوراً میرے ساتھ مرجاتے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم موت سے پہلے مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو۔ میں تمھیں مایوس نہیں کروں گا۔ تمھاری بات ضرور سنوں گا۔"

"اور میں سناؤں گا۔ لیکن اس خوش فہمی میں نہ رہنا کہ میری باتوں کے دوران تم کوئی چالاکی دکھاؤ گے اور یہاں سے بچ نکلو گے۔ اس وقت نہ تم زمین پر ہو نہ آسمان پر۔ ہیلی کاپٹر کی لگام میرے ہاتھ میں ہے اور موت میرے ایک پاؤں کے نیچے دبی ہوئی ہے۔ بس پھڑپھڑا کر نکلنے ہی والی ہے۔"

یہ پارس کے لیے ہارنے اور پچھتانے والی گھڑی تھی۔ اس نے اپنے طور پر بڑی احتیاطی تدابیر کی تھیں۔ اس پائلٹ افسر کو جاننے اور پرکھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اس کے باوجود وہ مقام آگیا تھا جہاں وہ دھوکا کھا رہا تھا۔

پارس کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ فرزانہ عرف فیری بہت اداس تھی۔ اس کے شانے سے سر ٹیکے ہوئے بیٹھی تھی۔ شہر کی فلک بوس عمارتیں اور رنگا رنگ مناظر گزرتے جا رہے تھے۔ اسے دنیا کی کسی رنگینی سے دلچسپی نہیں تھی۔ وہ پارس کے سوا کوئی دوسرا منظر دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ پارس نے پوچھا "تم اتنی خاموش کیوں ہو؟"

وہ بولی "کیا ہم سچ مچ جدا ہو رہے ہیں؟"

"ہاں، یہ عارضی جدائی ہے۔ تم میری ماما کے پاس جا رہی ہو۔"

"ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ ہم نے صرف ایک ہفتہ ساتھ گزارا ہے۔ پھر پتا نہیں، ہم کب ملیں گے!"

"میں جلد ہی آنے کی کوشش کروں گا۔ دیکھو، تم میری دلہن بننے والی ہو۔ لہٰذا پہلے ہی میرے گھر جا کر وہاں کے طور طریقے سیکھنے ہوں گے۔ تم بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر ٹریننگ حاصل نہیں کرو گی تو میرے ساتھ رہ کر ہر آنے والا لمحہ تمھیں دھڑکاتا رہے گا کہ نہ جانے کون سی نئی مصیبت آنے والی ہے اور ہم آنے والی ہر نئی مصیبت کو کھیل سمجھ کر کھیلتے ہیں اور میں چاہتا ہوں تم بھی یہی ٹریننگ حاصل کرو۔"

"تم یہاں کیوں رکنا چاہتے ہو؟ یہاں کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"جب تم مکمل ٹریننگ حاصل کر لو گی تو ایسے سوال نہیں کرو گی۔ خود سمجھ لیا کرو گی کہ ہمارے حالات کیا ہوتے ہیں اور کس طرح ہم ان کے مطابق فیصلے بدلتے ہیں اور جگہ بھی بدلتے رہتے ہیں۔ پتا نہیں، میں کہاں کہاں بھٹکتا رہوں گا۔ ابھی اس لیے تمھیں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا کہ تم اناڑی ہو۔ بابا صاحب کے ادارے میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد تمھیں میری باتیں سمجھ میں آئیں گی۔"

"میں وہاں کتنے عرصے رہ کر تمھارے قابل بن سکتی ہوں؟"

"یہ تمھاری ذہانت اور محنت پر ہے۔ بہت زیادہ محنت کرو گی اور ذہانت سے کام لو گی تو انشاء اللہ دو برس میں خود اپنی حفاظت کرنا سیکھ جاؤ گی۔ دشمن تمھیں میری کمزوری نہیں بنا سکیں گے۔"

"مگر پارس! دو برس تو بہت ہوتے ہیں!"

"اور اگر تم نے محنت اور لگن سے ٹریننگ حاصل نہ کی تو دس برس بھی لگ سکتے ہیں۔ ابھی وقت ہے فرزانہ! اچھی طرح سوچ سمجھ لو، میرے ساتھ زندگی گزارنا ہے تو تمھیں بہت کچھ سیکھنا پڑے گا۔ بہت محنت کرنا پڑے گی۔ اگر سیدھے سادے انداز میں گھریلو زندگی گزارنا چاہتی ہو تو تمھارے سامنے ہزاروں راستے ہیں۔ میرا خیال دل سے نکال دو۔"

"کیا تم مجھے دل سے نکال سکتے ہو؟"

"نہیں نکال سکتا، اسی لیے تو بابا صاحب کے ادارے میں ٹریننگ کے لیے بھیج رہا ہوں۔"

وہ ائیرپورٹ پہنچ گئے۔ پرواز کا وقت قریب تھا۔ فرزانہ نے اپنا سامان ٹرالی پر رکھ کر لے جاتے ہوئے کہا۔

"پارس! میں بالکل تنہا ہو جاؤں گی۔"

"فکر نہ کرو۔ مجھ سے جدا ہوتے ہی ماما تمھارے دماغ میں پہنچیں گی اور تمھیں تنہائی کا احساس نہیں ہونے دیں گی۔"

فرزانہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ قریب آگئی۔ وہاں کی سوسائٹی، وہاں کا ماحول بڑی بے تکلفی سے رخصت ہونے کی اجازت دیتا تھا۔ وہ بڑی دیر تک اس سے قسمیں لیتی رہی، وعدے کراتی رہی کہ وہ جلد ہی آئے گا۔ پارس نے قسم کھائی، وعدہ کیا، پھر اسے سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد رسونتی نے اسے مخاطب کیا۔ اس نے سانس روک لی، پھر آہستہ آہستہ سانس لی تو رسونتی نے گڈ ورڈز ادا کیے، پھر کہا "میں یہاں گھڑی دیکھ رہی ہوں اور یہاں کے وقت کے مطابق میرا اندازہ ہے، فرزانہ تم سے جدا ہو گئی ہے کیونکہ میں تمھارے ذریعے اسے تمھارے آس پاس نہیں دیکھ رہی ہوں۔"

"جی ہاں، وہ لگیج اور امیگریشن کے لیے جا چکی ہے۔ آپ اسے تسلی دیں۔ وہ بہت اداس ہے۔"

رسونتی اپنی ہونے والی لاڈلی بہو کے پاس چلی گئی۔ پارس عمارت سے باہر آیا، پھر پارکنگ ایریا میں پہنچ کر کار کا دروازہ کھولا اور اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر کار تیزی سے آگے بڑھا دی۔ دن کا ایک بج رہا تھا۔ وہ مختلف شاہراہوں سے گزرتا ہوا ہوٹل کے احاطے میں پہنچ گیا۔ ایک جگہ کار پارک کی، پھر ڈائننگ ہال میں چلا آیا۔ وہ کوشش کرتا تھا کہ وقت پر کھائے اور وقت پر سو جائے۔ چونکہ کوئی مصروفیت نہیں تھی، کسی قسم کی فی الحال پریشانی بھی نہیں تھی اس لیے وہ وقت پر کھانے کے لیے بالکونی کی ایک میز پر آکر بیٹھ گیا۔

وہ ڈائننگ ہال دوسری منزل پر تھا۔ بالکونی سے باہر سوئمنگ

پول نظر آرہا تھا۔ حسین عورتیں مختصر سے لباس میں نظر آرہی تھیں۔ کوئی بلندی سے چھلانگ لگاتے ہوئے پانی میں غوطے لگا رہی تھی، کوئی سوئمنگ پول کے کنارے چاروں شانے چت لیٹی سورج کی حرارت سے اپنے جسم کو سینک رہی تھی۔ کچھ عورتیں اپنے شوہروں یا عاشقوں کے ساتھ پینے پلانے میں مصروف تھیں۔ ویٹر نے آکر مینو پیش کیا۔ وہ لنچ کا آرڈر دینے لگا۔ اسی وقت ہوٹل کا ایک ملازم ایک ہاتھ سے گھنٹی بجاتا ہوا اور دوسرے ہاتھ میں ایک کارڈ بورڈ اٹھائے گھومتا ہوا نظر آیا۔ اس کارڈ بورڈ پر لکھا ہوا تھا: مسٹر پی اے، یور ٹیلیفون کال۔

پارس نے اس ملازم کو بلایا پھر کہا: "میں پی اے ہوں۔"

ملازم نے کورڈلیس ریسیور اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا، اعلیٰ بی بی کا کوئی ماتحت اس سے بات کرنا چاہتا ہے۔ وہ جب بھی اسے مخاطب کرتے تھے تو اسے پی اے کہتے تھے۔ عام لوگ پی اے کا مطلب پرسنل اسسٹنٹ سمجھتے تھے جبکہ حروف پی اور اے سے پارس علی بنتا ہے۔

پارس نے ریسیور کان سے لگا کر کہا: "یس، پی اے اسپیکنگ۔"

دوسری طرف سے ایک ماتحت نے کہا: "ہمیں یقین تھا، آپ ڈائننگ ہال میں ہوں گے۔ اگر آپ زحمت کر کے کسی بالکونی کی طرف جائیں اور وہاں سے سوئمنگ پول کی طرف دیکھیں تو آپ کو ایک شخص نظر آئے گا۔ اس کی آنکھوں پر سیاہ عینک ہے، اس نے نیلے رنگ کی نیکر اور سفید بنیان پہنی ہوئی ہے۔ بنیان کے سینے پر لکھا ہے: 'می میریکا'۔ یعنی میں امریکی ہوں۔ اس کے بائیں ہاتھ کی چھوٹی سی انگلی کے ساتھ ننھا سا گوشت چپاں ہے جیسے چھ انگلیاں ہوں۔ اور یہ چیز پیدائشی ہے۔"

پارس نے کہا: "میں ابھی اسے تلاش کرتا ہوں۔ کیا وہ ہمارا مطلوبہ شخص ہے؟"

"جی ہاں، ہم نے اسے دیکھا ہے۔ وہ جس لڑکی کی طرف دیکھتا ہے وہ اس کے پاس چلی جاتی ہے اور سحر زدہ سی ہو جاتی ہے۔"

"میں سمجھ گیا اور کوئی بات؟"

کوئی اور بات نہیں تھی اس لیے رابطہ ختم ہو گیا۔ پارس نے کورڈلیس ریسیور ملازم کو دیتے ہوئے کہا: "مجھے ایک دوربین کی ضرورت ہے۔"

ملازم وہاں سے گیا پھر ایک منٹ کے اندر ہی دوربین اسے لاکر دے دی۔ اس نے اپنی کرسی کا رخ سوئمنگ پول کی طرف کر دیا، دوربین آنکھوں سے لگائی پھر اس شخص کو [illegible]ش کرنے لگا۔ بڑے ہی دلکش و رنگین نظارے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ ان رنگینیوں سے پرہیز کرتا ہوا ایک شخص [illegible] پہنچ گیا۔ وہ سوئمنگ پول کے کنارے ایک اینزی چیئر [illegible] کے نیچے نیم دراز تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں جام تھا اور [illegible] بازو میں ایک حسین عورت تھی۔ اس نے بائیں ہاتھ [illegible] کو اس طرح اٹھا رکھا تھا کہ چھوٹی سی انگلی نظر نہیں آرہی [illegible] ویسے وہ نیلی نیکر اور سفید بنیان میں تھا اور بنیان کے سینے [illegible] 'می میریکا' لکھا ہوا تھا۔

پارس انتظار کرنے لگا کہ وہ اپنے ہاتھ سے جام میز [illegible] رکھے تو اس کی پانچوں انگلیاں نظر آئیں۔ یہ یقین ہو چکا تھا اسی ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں وہ چھوٹا سا گوشت ہوگا۔ وہ [illegible] جام کو تھامے ہوئے تھا اور شراب کی ہلکی ہلکی سی چسکیاں لے رہا تھا۔ اس انتظار کے دوران ایک نہایت ہی حسین لڑکی اس کے سامنے سے گزرتی ہوئی دکھائی دی۔ اس شخص نے جام [illegible] ہاتھ اٹھا کے کچھ کہا۔ لڑکی نے اس کی طرف دیکھا۔ اس نے [illegible] کچھ کہا۔ اس کے جواب میں لڑکی نے بہت ہی غرور سے منہ پھیر لیا اور وہاں سے جانے لگی۔

مرد کا انداز بتا رہا تھا کہ اس نے حسن و شباب سے متاثر ہو کر اسے اپنی طرف بلایا تھا اور وہ حسینہ اس کی طرف حقارت سے دیکھ کر آگے بڑھ گئی تھی۔ پھر پارس نے دیکھا، وہ شخص [illegible] پاس بیٹھی ہوئی عورت سے کچھ کہہ رہا تھا۔ وہ عورت اٹھ کر کھڑی ہو گئی، اس حسینہ کے پیچھے جانے لگی۔ آگے جاکر اسے مخاطب [illegible] حسینہ نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ دونوں میں کچھ باتیں ہوئیں پھر [illegible] یہ دیکھ کر چونک گیا کہ جس حسینہ نے حقارت سے منہ پھیر لیا تھا اس شخص کو غرور سے ٹھکرا کر آگے بڑھ گئی تھی، اب وہ بے اختیار اس کی طرف دیکھ رہی تھی اور آہستہ آہستہ اس کی طرف یوں بڑھ رہی تھی جیسے سحر زدہ سی ہو گئی ہو۔ اب یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں رہ گئی تھی کہ اس کے بائیں ہاتھ میں چھ انگلیاں ہیں یا نہیں۔ اس شخص کے عمل نے اسے مشکوک بنا دیا تھا اور وہ پارس کا مطلوبہ شخص تھا۔

اسے معلوم تھا کہ اس کے پاپا نے موجودہ سپر ماسٹر کو ختم کر دیا ہے۔ اس کی موت کے بعد اب چھ اور ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے ہیں۔ لہٰذا اس نے تہیہ کر لیا تھا، جب تک ان چھ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ نہیں لگائے گا، امریکا سے واپس نہیں جائے گا اور آج وہ ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچ رہا تھا۔

اس کا نام جیری جیکب تھا۔ وہ ایک شریف بدمعاش یا مہذب غنڈا تھا۔ اس نے بیرسٹری کا امتحان پاس کیا تھا، سیاست میں حصہ لیتا رہا تھا، ہر آنے والی نئی حکومت میں اعلیٰ عہدے حاصل کرتا رہا تھا۔ وہ نہایت ہی چالاک اور مکار تھا۔ حکمرانوں کا خیال تھا کہ وہ جلد ہی سپر ماسٹر کا عہدہ حاصل کر لے گا۔ جب ان کے ہاں ٹرانسفارمر مشین تیار ہو گئی تو فیصلہ ہونے لگا کہ کن افراد کو مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم سکھایا جائے۔ موجودہ حکمرانوں اور فوج کے اعلیٰ افسروں نے سات اہم افراد کا انتخاب کیا۔ ان میں جیری جیکب کا نام بھی تھا۔ اس کی دلی مراد بر آئی تھی۔ وہ اپنی ذہانت، چالاکی اور مکارانہ سیاسی چالوں سے بہت کچھ حاصل کرتا جا رہا تھا اور اب اسے غیر معمولی علم حاصل ہونے والا تھا جس کے ذریعے وہ ساری دنیا پر حکومت کر سکتا تھا۔

لیکن یہ علم انھیں آسانی سے نہیں سکھایا گیا۔ ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے سے پہلے ان سے حلف اٹھوایا گیا کہ وہ صرف ملک اور قوم کے وفادار رہیں گے اور ملک اور قوم کے مفاد کے لیے ہر کریں گے اور اپنے ذاتی مفادات قربان کرتے رہیں گے۔ یہی نہیں، حلف اٹھانے کے بعد بھی سخت نگرانی کے انتظامات کیے گئے تھے۔ ہر ٹیلی پیتھی سیکھنے والے کے پیچھے ایسے پچاس فوجی جوان لگائے گئے تھے جو یوگا کے ماہر تھے۔ ان فوجیوں میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں۔ وہ مرد اور عورتیں اگر ان سات ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے خلاف کوئی رپورٹ دیتیں تو اس پر بے چون و چرا عمل کیا جاتا اور انھیں گولی مار دی جاتی۔

یہ بات جیری جیکب کو پریشان کر رہی تھی۔ ویسے وہ کسی دن بھی سپر ماسٹر بن کر پوری دنیا پر حکومت کرنے کا خواب پورا کر سکتا تھا لیکن اس کی ایک کمزوری تھی۔ وہ حسین اور پُرشباب لڑکیوں کا دیوانہ تھا۔ اپنی ایسی ذاتی مصروفیات کو دوسروں سے چھپا کر رکھ سکتا تھا لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ ہر ٹیلی پیتھی جاننے والے کے پیچھے فوج کے پچاس جوان ہوں گے اور وہ ان کی نگرانی کرتے رہیں گے، ان کے متعلق سراغ لگاتے رہیں گے اور ان کی رپورٹ اعلیٰ حکام تک پہنچاتے رہیں گے تو ایسی صورت میں یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ اس کی خفیہ مصروفیات کا علم بھی اعلیٰ حکام کو ہوگا اور اعلیٰ حکام یہ کبھی پسند نہیں کریں گے کہ کوئی ذمے دار عہدے پر رہنے والا یوں چھچھوری حرکتیں کرتا پھرے۔ یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ بڑے بڑے ملکوں کے بڑے بڑے اہم راز حسین عورتوں کے ذریعے ہی ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچتے ہیں۔ اگر جیری جیکب کسی حسین عورت سے دل لگاتا ہوا پایا گیا تو یقیناً اسے اس شبہے ہی اعلیٰ حکام کی طرف سے گولی مار دی جائے گی اور وہ کبھی سمجھ نہیں پائے گا کہ اس کی موت بن کر آنے والی گولی کس سمت سے آئی تھی۔

ایک اور مشکل تھی۔ اس کے اعلیٰ حکام اسے کبھی گولی مارنے کا حکم نہیں دے سکتے تھے۔ وہ جانتے تھے، ٹیلی پیتھی جاننے والا اپنے اعلیٰ حکام کے دماغ میں پہنچ کر انھیں اپنا تابعدار بنا سکتا تھا۔ لہٰذا ان کی موت کا فیصلہ سنانے والی ٹیم کوئی اور تھی جن کے متعلق وہ سات ٹیلی پیتھی جاننے والے کچھ نہیں جانتے تھے۔

بہر حال، سات میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا سپر ماسٹر مر چکا تھا۔ جیری جیکب کا خیال تھا کہ اس کے بعد اسے ہی سپر ماسٹر بنایا جائے گا لیکن خلافِ توقع کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو وہ عہدہ دیا گیا تھا اور یہ راز میں رکھا گیا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے اور کہاں بیٹھ کر اور کہاں رہ کر سپر ماسٹر کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ ویسے جیری جیکب اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بھی کہہ دیا گیا تھا کہ انھیں مختلف آزمائشوں سے گزارا جا رہا ہے۔ جب وہ ان آزمائشوں میں کامیاب ہوں گے تو انھیں سلسلہ وار سپر ماسٹر کے عہدے پر کام کرنے کا موقع دیا جائے گا۔

جیری جیکب نے درخواست کی تھی کہ اسے فرہاد علی تیمور کو ٹریپ کرنے کا موقع دیا جائے اور اس کی درخواست منظور کر لی گئی تھی۔ اس مرحلے پر قارئین نے سمجھ لیا ہوگا کہ یہ وہی ٹیلی پیتھی جاننے والا اجنبی تھا جو جزیرے میں اپنا جال بچھا رہا تھا اور اس طرح جال بچھاتے بچھاتے مادام سلطانہ آفندی تک پہنچ چکا تھا۔ جس وقت میں (فرہاد علی) سلطانہ کے دماغ میں پہنچ کر اس پر تنویمی عمل کر رہا تھا تو وہ کمبخت بھی اس کے دماغ میں چھپا ہوا تھا اور میرے عمل کا توڑ کر رہا تھا۔ اس کی یہ چال کامیاب رہی تھی اور میں اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کر آخر کار سلطانہ کے محل میں پہنچ گیا تھا کہ وہ میری تابعدار ہے اور میں سلطانہ کے ساتھ ساتھ پورے محل میں حکومت کر سکتا ہوں اور کوئی میرے خلاف قدم نہیں اٹھا سکے گا۔

میں پورے اعتماد کے ساتھ محل میں داخل ہوا تھا۔ سلطانہ آفندی کی خواب گاہ میں داخل ہوتے ہی جیری جیکب نے بازی پلٹ دی تھی۔ وہاں انکشاف ہوا کہ اس کمبخت نے میرے تنویمی عمل کو بے اثر کر دیا تھا اور سلطانہ کے دماغ میں بہت پہلے ہی جگہ بنا چکا تھا۔ اس کی خواب گاہ میں ہم دونوں تھے اور اس کے دماغ میں بھی ہم دونوں تھے۔ وہ شیطانی مزاج رکھنے والی عورت ہم دونوں کے درمیان پھنسی ہوئی تھی۔ میں اسے اپنے طور پر استعمال کرنا چاہتا تھا [illegible] نے ریسیور [illegible] اسے میری معمولہ بننے سے روک دیتا تھا۔ اس [illegible] تھی کہ میں اس محل سے باہر نہ نکل سکوں [illegible] جناب! آپ کی والدہ محترمہ مجھے ختم کر دیں۔ اس سے بہتر [illegible] تھا آپ تو جانتے ہی ہیں، وہ میری زندگی تمام کر دینا چا[illegible] ہر جگہ میں پہنچ کر معلوم کر لیتی ہیں۔" [illegible] ہے مجھے معلوم ہے۔ تمھاری مجبوری بھی جانتا ہوں، کام کے

مرسکتا تھا۔ اسے اچانک خیال خوانی کا سلسلہ ختم کرنا پڑا۔ وہ اپنی جگہ کہیں مصروف ہوگیا تھا اور وہ مصروفیت اتنی اہم تھی کہ وہ میری اہمیت کو بھول گیا تھا۔ ساری دنیا کے بڑے بڑے سربراہ، بڑے بڑے خطرناک دشمن مجھے مارڈالنا چاہتے تھے اور جب میرے مارڈالنے کا سنہرا موقع ہاتھ آرہا تھا تو اسے میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ ایسے وقت وہی بھاگتا ہے جسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے ہوں۔

یہ بعد میں پتا چلا کہ پارس دوم اس کی شہ رگ تک پہنچ رہا ہے۔

پارس آنکھوں سے دوربین لگائے اسے دیکھ رہا تھا جو اسے حقارت سے دیکھ کر جارہی تھی، اس کے پاس بے اختیار واپس آگئی تھی۔ جیری جیکب اُٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ ڈال کر اپنے ساتھ لے جارہا تھا۔ وہ حسینہ سحرزدہ ہوکر چلتی جارہی تھی۔ پارس نے آنکھوں سے دوربین ہٹالی تھی۔

اس کا تعاقب کرنا ضروری تھا۔ اعلیٰ بی بی کے ماتحت بھی اس کے پیچھے لگے ہوں گے، لیکن پارس اپنے طور پر مطمئن ہونا چاہتا تھا۔ خود اس کے پیچھے جاکر معلوم کرنا چاہتا تھا، وہ کون ہے کہاں سے آیا ہے اور اب اس حسینہ کے ساتھ کہاں جائے گا؟ وہ اپنی جگہ سے اٹھنا چاہتا تھا، مگر ویٹر اس کا آرڈر لے آیا۔ میز پر کھانے کی ڈشیں رکھنے لگا۔ وہ تیزی سے فیصلہ کرنے لگا ایسے وقت کیا کرنا چاہیے۔ پھر اس نے سوئمنگ پول کی طرف دیکھا۔ وہ جس کنارے پر حسینہ کے ساتھ چلتا آرہا تھا، وہ کنارہ بالکونی کے قریب ہی تھا۔ پارس نے دوربین ویٹر کو دیتے ہوئے کہا۔ "ذرا اس سوئمنگ پول کی طرف دیکھو۔"

ویٹر نے دوربین لے کر اُدھر دیکھا۔ پارس نے کہا۔ "ایک شخص نیلی نیکر اور سفید بنیان میں ہے۔ بنیان پر امریکا لکھا ہوا ہے، آنکھوں پر سیاہ گاگلز ہیں۔ اس کے ساتھ جو حسینہ ہے وہ سرخ رنگ کے سوئمنگ کاسٹیوم میں ہے۔"

ویٹر نے کہا۔ "یس سر! میں دیکھ رہا ہوں۔"

پارس نے ایک ہاتھ سے دوربین لی۔ دوسرے ہاتھ سے کے سو نوٹ بڑھا کر اس کی جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ کی ضرورت۔ کیا یہ اسی ہوٹل میں قیام پزیر ہے یا کسی ملازم وہاں۔ آ ملا ہے؟"

اسے لا کر دے دی۔ اس نے سو ڈالر کے نوٹ کو کی طرف کر دیا، دوربین آنکھوں کے متعلق کیوں شش کرنے لگا۔ بڑے ہی دلکش و رنگین نظارے وہ

اس نے ایک اور سو ڈالر کا نوٹ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں زیادہ سوال جواب نہیں چاہتا۔ تمھیں معلومات فراہم کرنے میں اگر اعتراض ہے تو وہ سو ڈالر کا نوٹ واپس کرو، اگر اعتراض نہیں ہے تو یہ سو ڈالر اور لے لو۔"

اس نے جلدی سے نوٹ لے لیا پھر جلدی سے قریب آکر آہستگی سے کہا۔ "جناب! اگر کسی کو یہ معلوم ہوا کہ آپ جاسوسی کررہے ہیں اور میں نے آپ کا ساتھ دیا ہے تو میری صرف نوکری ہی نہیں جائے گی بلکہ مجھے زندگی سے بھی ہاتھ دھونا پڑیں گے۔"

"کیا وہ ایسا خطرناک آدمی ہے؟"

"میں اس کے متعلق زیادہ نہیں جانتا۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ اس کا کوئی دشمن نہیں ہے، کیونکہ دشمنی کرنے والا بڑے پُراسرار طریقے سے ہمیشہ کے لیے ختم ہوجاتا ہے۔"

"صرف اتنا بتاؤ، وہ کون ہے کہاں رہتا ہے؟"

"نہ وہ اس ہوٹل کا مسافر ہے اور نہ ہی کسی مسافر کا مہمان بن کر آیا ہے۔ وہ خود یہاں کا مالک ہے اور اس کا نام جیری جیکب ہے۔"

پارس نے سو ڈالر کا ایک اور نوٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اس کی رہائش گاہ کا پتا بتاؤ۔"

ویٹر نے دو رہائش گاہوں کے پتے بتائے۔ جیری جیکب کے کئی ٹیلیفون نمبر تھے۔ جن میں سے چار نمبر خاص اہمیت رکھتے تھے۔ پارس نے ان سب کو ذہن نشین کرلیا۔ اس نے ویٹر کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا۔ "تمھارے بیان کے مطابق جیری جیکب صرف عیاشی کے لیے اس ہوٹل کے ایک خاص کمرے میں آتا ہے۔ کیا اس کی خدمت کے لیے تم وہاں حاضری دیتے ہو؟"

"جی نہیں، اس کے دو خاص ملازم ہیں۔"

"کیا تمھارا کبھی اس سے سامنا ہوا؟"

"ایک بار ہوا تھا۔ اس نے مجھ سے مختصر سی گفتگو کی۔ میں نے دیکھا، وہ گفتگو ایک ریکارڈر میں ریکارڈ ہورہی تھی۔"

"اس کا مطلب سمجھتے ہو؟"

"جی ہاں جناب، اس نے میری آواز اور لب و لہجے کو ریکارڈ کرلیا ہے۔ جب اسے ضرورت ہوگی میرے دماغ میں پہنچ جائے گا۔"

"اس نے کتنے عرصے پہلے تمھاری آواز ریکارڈ کی تھی؟"

"یہی کوئی پانچ ماہ پہلے۔"

"اس کے بعد پھر تم سے رابطہ قائم نہیں کیا؟"

"جی نہیں جناب!"

"اس کا مطلب ہے تم اس کے لیے غیر اہم ہو، لیکن اس ہوٹل میں کسی وقت بھی اس سے سامنا ہوسکتا ہے۔ وہ تم سے گفتگو کرکے تمھارے دماغ میں پہنچ سکتا ہے۔"

"جی ہاں، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ آج تک کسی نے دو سو ڈالر مجھے ٹپ میں نہیں دیے۔ میں پیسوں کے لالچ میں آگیا۔ یہ میں نے بہت بُرا کیا ہے۔"

"تمھیں خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیا تمھارے بیوی بچے ہیں؟"

"جی ہاں، مونٹریال میں رہتے ہیں۔"

"تم چھٹی لے کر یہاں سے چلے جاؤ۔ کہہ دینا تمھاری بیوی یا تمھارے کسی بچے کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی ہے اور وہاں تمھاری موجودگی ضروری ہے۔"

"اس سے کیا ہوگا۔ میری آواز کا کیسٹ اس کے پاس موجود ہے۔"

"فکر نہ کرو، میں وہ کیسٹ اس کے پاس سے نکال لاؤں گا۔"

پارس نے اپنی جیب سے ایک ہزار ڈالر نکال کر اس کی طرف بڑھا دیے۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر جلدی سے نوٹ جھپٹ کر جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"میں ابھی چھٹی لے کر جارہا ہوں۔"

وہ جانا چاہتا تھا۔ پارس نے آواز دے کر کہا۔ "ٹھہرو! ابھی ایک کام باقی ہے۔"

"جی؟" اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پارس نے پھر سو ڈالر کا نوٹ نکالتے ہوئے کہا۔ "اس کے دونوں خاص ملازموں کے نام، پتے اور تمام ٹھکانوں کے متعلق بتاؤ۔"

"وہ خاص ملازم ہوٹل کے اسٹاف کوارٹر نمبر چار اور چھ میں رہتے ہیں۔ ان کے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے۔ نہ بیوی، نہ بچے۔ اس لیے وہ یہیں قیام کرتے ہیں۔ جب ڈیوٹی سے فارغ ہوتے ہیں تو کہیں سیر و تفریح کے لیے نکل جاتے ہیں۔ ورنہ تمام وقت اسی ہوٹل کے احاطے میں گزارتے ہیں۔"

وہ چلا گیا۔ پارس نے اطمینان سے کھانے کے بعد بل ادا کیا۔ پھر اپنے کمرے میں آکر دروازے کو بند کرنے کے بعد ٹرانسمیٹر کے ذریعے اعلیٰ بی بی کے ماتحت سے رابطہ قائم کیا اور کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا۔ "وہ شخص واقعی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ تمھاری اس اہم اطلاع کا شکریہ۔ اب ٹارگٹ میرے سامنے ہے۔ یہاں کے اسٹاف کوارٹر نمبر چار اور چھ میں اس کے دو خاص ملازم رہتے ہیں۔ ان پر نظر رکھو۔ ان میں سے کوئی بھی احاطے سے باہر نکلے تو اسے ٹریپ کرو۔ اپنے خفیہ اڈے میں لے چلو۔ وہاں میک اپ کا تمام سامان تیار رہنا چاہیے۔ میں اپنے کمرے میں ہوں اور تمھارے فون کا انتظار کر رہا ہوں۔ فون پر صرف اتنا کہنا آجاؤ، میں نکل پڑوں گا۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ ٹرانسمیٹر کو آف کرکے اسے اٹیچی میں رکھ لیا۔ وہ رات کے نو بجے تک ٹیلیفون کا انتظار کرتا رہا۔ کوئی اطلاع نہیں مل رہی تھی۔ ٹھیک نو بجے اسے اپنے دماغ میں سوچ کی لہر محسوس ہوئی۔ اس نے سانس روک لی پھر آہستہ آہستہ سانس لینے لگا۔ رسونتی نے کوڈ ورڈز ادا کرنے کے بعد کہا۔ "میں تمھیں بتانے آئی ہوں، میری گڑیا جیسی بہو میرے پاس پہنچ گئی ہے۔ اس کی طرف سے کوئی فکر نہ کرنا۔ تم اس وقت کیا کررہے ہو؟"

"کچھ نہیں، بس آرام کررہا ہوں۔"

"تم یونہی ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بیٹھے رہنے والوں میں سے نہیں ہو۔ ضرور مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو۔ دیکھو بیٹے، اگر کوئی کام ہے یا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچ رہے ہو تو مجھے بتاؤ۔ میں تمھاری مدد کرتی ہوں۔"

"پلیز ماما، آپ آرام کریں۔ اپنی بہو کے ساتھ وقت گزاریں۔"

وہ چلی گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد آکر بولی۔ "مجھ سے کہاں کچھ چھپا سکو گے۔ میں نے ابھی اعلیٰ بی بی کے ماتحت کے پاس پہنچ کر ساری باتیں معلوم کرلی ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اسی ہوٹل میں رہتا ہے اور تم اس کے اطراف جال بُن رہے ہو۔ بیٹے، میں پھر سمجھاتی ہوں، ماں کا اتنا لمبا راستہ اختیار مت کرو۔ میں ابھی جیری جیکب کے خاص ملازموں تک پہنچ سکتی ہوں۔ تمھارا کام آسان کرسکتی ہوں..."

"ماما! کئی بار ایسا ہوچکا ہے کہ کسی بیماری کی وجہ سے یا زخم کھانے کی وجہ سے آپ لوگوں کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں وقتی طور پر ختم ہوگئیں۔ خدانخواستہ، اگر ایسا ہی کچھ ہوا تو آپ میری مدد کیسے کریں گی؟"

"جب ایسی بات ہوگی تو دیکھا جائے گا۔"

"بعد میں کیوں دیکھا جائے، میں ابھی کیوں نہ دیکھوں۔ ابھی کیوں نہ سمجھوں کہ مجھے اپنے طریقۂ کار پر عمل کرنا چاہیے۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں، پلیز خدا کے لیے میرے اور جیری جیکب کے معاملات میں مداخلت نہ کریں۔ شکریہ۔"

رسونتی چلی گئی۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "پی اے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا۔ "جناب! آپ کی والدہ محترمہ میرے پاس آئی تھیں۔ میں مجبور تھا۔ آپ تو جانتے ہی ہیں، وہ ساری باتیں دماغ کی گہرائی میں پہنچ کر معلوم کرلیتی ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔ تمھاری مجبوری بھی جانتا ہوں۔ کام کی

بات کردو۔"

"جیری جیکب کے دو خاص ملازموں میں سے کوئی ابھی تک ہوٹل کے باہر نہیں گیا ہے۔ میرے ساتھیوں نے اطلاع دی ہے، وہ دونوں جیری کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ ہمارا خیال ہے، جب تک وہ شخص ہوٹل میں رہتا ہے، وہ دونوں دن رات اس کی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔"

"ایسا نہیں ہوسکتا۔ ان میں سے کوئی سونے کا وقت مقرر کرتا ہوگا۔"

"جناب! مجھے ٹرانسمیٹر پر اشارہ مل رہا ہے۔ میں ابھی آپ سے بات کرتا ہوں۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر اس ماتحت نے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا: "ابھی معلوم ہوا ہے کہ جیری ہوٹل چھوڑ کر جا رہا ہے۔"

"اسے جانے دو۔ اس کے خاص ملازموں پر نظر رکھو۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ رات کے وقت سونے کا عادی تھا۔ اس نے اپنے دماغ کو ہدایت دی اور سو گیا۔ اس کے ماں باپ ٹھیک ہی کہتے تھے۔ اتنا لمبا راستہ اختیار کرنے سے انتظار بھی کرنا پڑتا ہے۔ بوریت بھی ہوتی ہے اور طرح طرح کی مشکلات کا سامنا بھی ہوتا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پلک جھپکتے ہی دشمنوں تک یا ان کے آلۂ کاروں تک پہنچا جاسکتا ہے۔ اگر وہ اپنی ماما کی مدد قبول کر لیتا تو اب تک جیری جیکب کے ان خاص ملازموں تک پہنچ چکا ہوتا۔

جب وہ دوسری صبح بیدار ہوکر ناشتے وغیرہ سے فارغ ہوا تو اطلاع ملی کہ ایسر جیری کا ملازم باہر جا رہا ہے اور اعلیٰ بی بی کا ایک ماتحت اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ پارس فوراً ہی ٹرانسمیٹر لے کر نکل پڑا۔ ہوٹل کی ایک کار کرائے پر لے کر اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے ٹرانسمیٹر کو آن کیا پھر کہا: "مجھے گائیڈ کرو۔"

"آپ خفیہ اڈے میں پہنچیں۔ ہم اسے ٹریپ کر کے لا رہے ہیں۔"

وہ ایک انڈر گراؤنڈ گیراج میں پہنچ گیا۔ یہ جگہ کنگ فرنانڈو کی ملکیت تھی۔ پورے امریکا میں کنگ فرنانڈو کی جتنی دولت اور جائیداد تھی، جتنے پرائیویٹ فلائنگ کلب اور ہیلی کاپٹر تھے پارس ان سب کو جب چاہے استعمال کر سکتا تھا۔ ایک تو کنگ فرنانڈو میرا (فرہاد علی تیمور کا) دیوانہ دوست تھا، دوسرے پارس اب فرزانہ کے حوالے سے فرنانڈو کا ہونے والا داماد تھا۔

لہٰذا پورے امریکا میں پھیلی ہوئی دولت اور جائیداد کا مالک اب وہی تھا۔

ہوٹل کے ایک بیرے کو اغوا کر کے لے آنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ وہ آدھے گھنٹے کے اندر ہی اس خاص ملازم کو پکڑ کر لے آئے۔ وہ سیدھی طرح آنا نہیں چاہتا تھا لہٰذا اسے بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ اسے ایک کرسی پر آرام سے بٹھا دیا گیا۔ پھر پارس نے اپنے اور اس ملازم کے درمیان ایک آئینہ رکھا۔ اس کے بعد اپنے چہرے پر میک اپ کرنے لگا۔ وہ ہوش میں آ رہا تھا۔ جب پوری طرح ہوش و حواس میں آیا تو ایک دم سے چونک کر آس پاس دیکھنے لگا۔ اسے دائیں بائیں دو ریوالور دکھائی دیے۔ پھر سامنے بیٹھا ہوا پارس نظر آیا۔ اس نے پوچھا: "تم لوگ کون ہو، کیا چاہتے ہو؟ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"

پارس نے اپنا میک اپ جاری رکھتے ہوئے کہا: "تم سوالات ہم سے کیوں کر رہے ہو۔ اپنے باس کو مخاطب کرو۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے تمھارے پاس آئے گا۔ تمھارا بُرا وقت دیکھے گا اور ہمارے متعلق تمام معلومات حاصل کر لے گا۔"

اس نے تعجب سے پوچھا: "خیال خوانی! تمھارا خیال خوانی سے کیا مطلب ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو، ہمارا باس ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"میں سمجھتا نہیں، بلکہ یقین کرتا ہوں۔ سچ سچ بتاؤ تم کیا جانتے ہو؟"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا: "میں ایسی کوئی بات نہیں جانتا، لیکن اتنا سمجھتا ہوں کہ ہمارا باس بہت پُراسرار ہے۔ وہ ہمارے اندرونی معاملات کو پُراسرار طریقوں سے سمجھ لیتا ہے۔ ہماری کوئی بات اس سے چھپی نہیں رہتی۔"

"اسی کو خیال خوانی کہتے ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم لوگوں کے دماغوں میں جب چاہتا ہے پہنچ جاتا ہے اور اپنے مطلب کی معلومات حاصل کر لیتا ہے۔" پارس بولا۔

"پھر تم لوگوں نے مجھے کیوں اغوا کیا۔ کیا تمھیں اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ وہ میرے ذریعے یہاں پہنچے گا اور تم لوگوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے گا۔"

وہ کہتے کہتے چونک گیا۔ پھر پارس کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "ارے! تمھاری صورت تو میری طرح ہوتی جا رہی ہے! تم میک اپ کے ذریعے میرا چہرہ اختیار کرتے جا رہے ہو! تمھارے کیا ارادے ہیں؟ آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

"ہوٹل کے جس کمرے میں تمھارا باس عیاشی کے لیے وقت گزارتا ہے۔ اس کمرے کے متعلق تفصیل بتاؤ۔ وہاں کیا کچھ ہے اور وہاں تک پہنچنے کے لیے کیسی کیسی رکاوٹیں ہیں۔

ں کے دروازے کس طرح کھولے جاسکتے ہیں؟"

"اگر میں نہ بتاؤں تو۔۔۔؟"

"تم اتنے نادان تو نہیں ہو، جانتے ہو جبراً اغوا کیے گئے ہو تو اغوا کرنے والے شرافت سے پیش نہیں آئیں گے۔ جب ب ہمارے درمیان شریفانہ اور دوستانہ ماحول ہے، تم بے چون و چرا ہمارے سوالات کے صحیح جواب دے دو۔"

"اگر میں اپنے باس کے متعلق کوئی خاص بات جانتا تو ضرور اسے چھپانے کی کوشش کرتا، لیکن میں قسم کھا کر کہتا ہوں، اس کے متعلق کوئی خاص بات نہیں جانتا ــــ اس ہوٹل کے خاص کمرے میں بھی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ البتہ ایک الماری ہے اور ایک شراب کی بوتلوں سے بھرا ہوا کیبنٹ ہے۔"

"الماری میں کیا ہے؟"

"یہ میں نے آج تک نہیں دیکھا اور نہ ہی میرے سامنے کبھی باس نے الماری کو کھولا ہے۔"

"اس کمرے تک پہنچنے میں کیا رکاوٹیں ہیں؟"

"کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ وہ ہوٹل نیچے سے اوپر تک مسافروں کے لیے ہے۔ اس میں ایک کمرا باس کے لیے مخصوص ہے۔ لہٰذا کوئی بھی ادھر جاسکتا ہے۔"

وہ بیرا یا تو بہت معصوم ہوگا یا زبردست اداکار ہوگا۔ اس کے چہرے اور آنکھوں سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے درست کہہ رہا ہے اور اپنے باس کے خفیہ معاملات کو نہیں سمجھتا ــــ یہ بات تو سمجھ میں آنے والی تھی کہ وہ ہوٹل نیچے سے لے کر اوپر ٹاپ فلور تک مسافروں کے لیے تھا اور کہیں آنے جانے کے لیے کسی کو روک ٹوک کا نہیں جاسکتا تھا۔

پارس نے آئینے میں میک اپ کا جائزہ لیا۔ پھر سامنے بیٹھے ہوئے بیرے کو دیکھا۔ اب اس میں اور اس بیرے میں ذرا سا بھی فرق نہیں تھا۔ اس نے کہا: "میں تمھاری جگہ ہوٹل جا رہا ہوں۔ اگر تمھارا بیان درست ہوا تو تمھیں بہت انعام دوں گا اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی انتقامی کارروائیوں سے محفوظ رکھوں گا اور اگر تمھارا بیان غلط ہوا اور میں کسی مصیبت میں گرفتار ہوا تو تم یہاں زندہ نہیں رہ سکو گے۔"

پارس وہاں سے پلٹ کر جانے لگا۔ چند قدم جاتے ہی بیرے کی آواز آئی: "رُک جاؤ۔ میں نے جھوٹ کہا تھا۔ سچ کچھ اور ہے۔"

پارس نے پلٹ کر اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر آہستہ آہستہ قریب آتے ہوئے پوچھا: "تم نے اتنی جلدی اپنا ارادہ کیسے بدل دیا۔ جھوٹے سے سچے کیسے بن گئے؟"

"انسان کو بدلتے دیر نہیں لگتی۔ اچانک میرے ضمیر نے ملامت کی کہ اپنی غلط بیانی کے باعث ایک آدمی کو بے موت مرنے کے لیے ہوٹل میں جانے کا موقع دے رہا ہوں۔ میں ضمیر کی ملامت کو برداشت نہیں کرسکتا۔ اس لیے سچ بول رہا ہوں۔"

پارس اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر ہنستے ہوئے بولا۔ "میرا خیال ہے، تمھارا کوئی جوان بھائی میری طرح ہوگا۔ مجھے دیکھ کر بھائی کا خیال آیا کہ بے موت مرنے جا رہا ہے اور تمھارے ضمیر نے چیخنا شروع کر دیا۔"

اس نے کہا: "ہاں، یہی بات ہے۔"

"اتنی دیر سے تمھیں جوان بھائی یاد کیوں نہیں آیا؟ میں نے آج تک ایسا دشمن نہیں دیکھا اور نہ سُنا جو اپنے دشمن پر اچانک ہی کسی وجہ کے بغیر ترس کھاتا ہو اور اس کے لیے ضمیر ملامت کرتا ہو۔ جبکہ دشمن بڑی آسانی سے مرنے جا رہا ہو۔ میرے مرنے کے بعد جب تمھارا باس دماغ میں آ کر معلوم کرتا کہ کس طرح تم نے فریب دے کر مجھے مار ڈالا ہے تو وہ تمھیں بہت انعام دیتا اور تمھاری وفاداری پر اس کا یقین پختہ ہو جاتا۔"

"میں کسی کی جان لے کر وفادار کہلانا نہیں چاہتا۔"

پارس نے کہا: "تم اس لیے مجھے بچانا چاہتے ہو کہ تمھارا مجھ سے گہرا رشتہ ہے۔"

"ہاں یہی سمجھو۔"

"صرف سمجھنے کی بات نہیں ہے۔ یہ رشتہ اتنا گہرا ہے جیسے خون کا ہوتا ہے۔ کیوں ماما، کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

وہ حیرانی سے بولا: "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے ماما کہہ کر مخاطب کر رہے ہو؟"

"مسٹر! اس وقت تم اپنے آپ میں نہیں ہو۔ میری ماما تمھاری زبان سے بول رہی ہیں۔ انھوں نے تمھارے دماغ میں رہ کر چُپ چاپ معلوم کر لیا ہے کہ ہوٹل کے اس کمرے میں جانے کے بعد مجھے کیسے خطرات پیش آسکتے ہیں، اس لیے تمھارے دماغ پر قبضہ جما کر تمھارے فریب کو ظاہر کر دیا ہے۔ میں اپنی ماما کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اگر وہ ایسے وقت ساتھ نہ دیتیں تو میں واقعی خطرات میں گھر جاتا۔"

رسونتی نے اس کی زبان سے کہا: "بیٹے! صرف خطرات کی بات نہیں ہے۔ تم وہاں سے کبھی زندہ واپس نہ آتے۔ جس الماری کو تم کھولنے جاتے، وہ مخصوص نمبروں سے کھلتی ہے۔ اگر اسے تار کے ذریعے یا کسی اور طریقہ کار سے کھولا جاتا تو اس کے پٹ کھلتے ہی زبردست دھماکا ہوتا۔ اس کے اندر جو بھی چیزیں ہوتیں وہ ساری تہس نہس ہو جاتیں اور الماری کھولنے والے کے چیتھڑے

اُڑ جاتے۔ کیا میں جان بوجھ کر تمھیں موت کے منہ میں جانے کی اجازت دے سکتی ہوں؟"

پارس نے جواب نہیں دیا۔ آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنا میک اپ اتارنے لگا۔ رسونتی کہہ رہی تھی۔ "بیٹے! مجھے تمھاری ذہانت، تمھارے علم و ہنر اور تمھاری غیر معمولی صلاحیتوں پر مکمل اعتماد ہے۔ اس کے باوجود کبھی کبھی ماں باپ کا سہارا ضروری ہوتا ہے، آج یہ بات مان لو ٹیلی پیتھی لازمی ہے اگر یہ علم نہ ہوتا تو آج تمھارے پرخچے اڑ جاتے، اوہ خدایا! یہ سوچ کر ہی میں کانپ جاتی ہوں۔"

پارس نے تولیے سے اپنے چہرے کو صاف کرتے ہوئے کہا۔ "ماما! جب تک میں آپ کے آنچل سے دور رہوں گا، آپ اسی طرح کانپتی رہیں گی اور جب تک میں دشمنوں سے ذاتی طور پر نمٹتا رہوں گا، اس وقت تک آپ لوگوں سے کبھی ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں مانگوں گا۔"

"کیا تم ضدی اور احمق بنتے جا رہے ہو۔ کیا اپنی غلطی کو تسلیم نہیں کرنا چاہتے۔ ابھی میں نہ ہوتی اور تم ہوٹل کے اس کمرے میں پہنچ جاتے تو کیا انجام ہوتا؟"

"آپ نے مجھے احمق سمجھا ہے۔ ہر ماں اپنے بچے کو نادان سمجھتی ہے۔ آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں اس کمرے میں جا کر وہ الماری ضرور کھولتا؟"

"تو پھر تم اس کمرے میں کیوں جا رہے تھے؟"

"کون احمق جا رہا تھا۔ آپ اپنی ممتا کے جوش میں یہ بھول گئیں کہ اس بیرے کے علاوہ اس کا ایک اور ساتھی ہے جو جیری جیکب کا خاص ملازم ہے۔ میں اس دوسرے بیرے کے پاس جا رہا تھا۔ اسے اس کمرے میں بھیجنے والا تھا اور اس کے ذریعے الماری کو کھلوانے والا تھا۔ کیا میں نے برسوں سے بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر یہی احمقانہ تربیت حاصل کی ہے کہ ایک دشمن سے معلومات حاصل کروں اور معلومات حاصل کرنے کی خوش فہمی میں یہ بھول جاؤں کہ دشمن کی زبان کبھی سچ نہیں بولتی۔ اس کے پیچھے دھوکا ہی دھوکا ہو سکتا ہے۔"

رسونتی نے کہا۔ "مجھے کیا معلوم تھا کہ تم اس کے بعد دوسرے بیرے کو ٹارگٹ بنانے والے ہو۔"

"یہی تو بات ہے۔ آپ اپنے دماغ سے سوچتی ہیں اور آپ کے دماغ میں ممتا کے سوا کچھ نہیں ہے۔ خدا کے لیے میرے معاملے میں مداخلت نہ کریں۔ میں پھر آپ کو سمجھا رہا ہوں اور آپ کو نہ صرف سمجھا رہا ہوں بلکہ آپ کا راستہ بھی روک رہا ہوں، میں ایسے کسی شخص کو اپنے آس پاس نہیں رکھوں گا جس کے ذریعے آپ مجھ تک پہنچ سکیں۔ یہ اعلیٰ بی بی کے جتنے ماتحت ہیں، آج سے میرا رابطہ ان سے نہیں رہے گا۔ اور اس بیرے کے ذریعے میں جس طریقِ کار پر عمل کرنا چاہتا تھا اور جس طرح جیری جیکب کو ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے خالی کرنا چاہتا تھا اب وہ راستہ اختیار نہیں کروں گا۔ آئندہ کوئی دوسرا راستہ ہوگا اور وہ راستہ صرف میں جانتا ہوں۔"

وہ جانے لگا۔ رسونتی نے آواز دی۔ "پارس! رک جاؤ بیٹا! میری بات تو سنو!"

وہ تیزی سے چلتا ہوا اپنی کار کے پاس آیا پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ رسونتی نے اعلیٰ بی بی کے ایک ماتحت پر قبضہ جمایا پھر اسے دوڑاتے ہوئے اس کے پاس لائی۔ اس کی زبان سے بولی۔ "بیٹے! رک جاؤ۔ میں جا رہی ہوں، لیکن وعدہ کرو، تم اعلیٰ بی بی کے ان ماتحتوں سے رابطہ ختم نہیں کرو گے۔ ان سے کام لیتے رہو گے۔"

"سوری ماما! اب میں کسی بھی ایسے شخص سے کام نہیں لوں گا جس کا تعلق آپ لوگوں سے یا بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔"

"تم اپنی ماں سے ضد کر رہے ہو۔"

پارس نے ڈیش بورڈ کھول کر ریوالور نکالا پھر اعلیٰ بی بی کے ماتحت کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "میں ہر اس شخص کو گولی مار دوں گا جس کے ذریعے آپ میرے قریب آنا چاہیں گی۔ اگر آپ چاہتی ہیں، یہ بے چارے بے موت نہ مارے جائیں تو پلیز! چلی جائیں۔"

اعلیٰ بی بی کا وہ ماتحت پیچھے ہٹنے لگا۔ پارس نے گاڑی اسٹارٹ کی، ریورس گیئر میں پیچھے لے گیا پھر اسے ایک ٹرن دے کر گیراج سے نکلتا چلا گیا۔ وہ تقریباً پندرہ منٹ تک ڈرائیو کرتا رہا پھر ایک اسنیک بار کے سامنے گاڑی روک دی۔ انجن کو بند کیا۔ گاڑی سے اتر کر تیزی سے چلتا ہوا بار میں آیا۔ وہاں کے ٹیلیفون بوتھ میں داخل ہو کر دروازے کو بند کیا۔ ہوٹل والوں سے رابطہ قائم کر کے کہا۔ "تمھارے ہوٹل کی کار لبرٹی اسنیک بار کے سامنے کھڑی ہوئی ہے۔ ایک ڈرائیور بھیج کر اسے منگوالو۔"

وہ ٹیلیفون بوتھ سے باہر آیا۔ پھر ایک ٹیکسی میں سوار ہو کر وہاں سے چل پڑا۔ تھوڑی دیر تک مختلف شاہراہوں سے گزرتا رہا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ اعلیٰ بی بی کا کوئی ماتحت اس کا تعاقب نہیں کر رہا ہے تو وہ ایک ٹیلیفون بوتھ کے پاس رک گیا۔ ٹیکسی والے کو کرایہ ادا کیا۔ پھر اس ٹیلیفون بوتھ میں چلا گیا۔ وہاں اس نے جیری جیکب کا ایک ٹیلیفون نمبر آزمایا۔ تیسرے نمبر سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا۔ "مسٹر جیکب موجود ہیں۔ لیکن آپ کون ہیں؟"

"میں صرف جیکب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہر کو محسوس کیا اور سانس روک لی۔ اس کے بعد فون پر کہا۔ "اپنے جیکب سے کہو، خیال خوانی کا مظاہرہ مجھ پر نہ کرے۔ مجھ سے فون پر گفتگو کرے۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی جیری کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں کوئی بھی ہوں، تمھیں خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"اگر تم میری بھلائی چاہتے ہو تو مجھے دماغ میں آنے کی اجازت دو۔ سانس کیوں روک رہے ہو؟"

"میں اپنے تحفظ کے لیے ایسا کر رہا ہوں۔ اگر تم اپنا تحفظ چاہتے ہو تو غور سے سنو۔ تمھارے ہوٹل کے دو خاص ملازموں میں سے ایک ملازم ٹریپ کیا جا چکا ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے ذریعے تمھارے پاس پہنچنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ ناکام ہوں گے تو پھر تمھارے دوسرے خاص ملازم کے پاس پہنچیں گے۔ اب تمھیں کیا کرنا چاہیے یہ تم خود سوچو اور سمجھو۔ وِش یو آل دی بیسٹ۔" (وِشیس آل)

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ٹیلیفون بوتھ سے باہر آ کر آرام سے پتلون کی جیبوں میں دونوں ہاتھ ڈال کر ٹہلنے کے انداز میں ایک طرف چلنے لگا۔ اس نے اپنی ماں کو سمجھا دیا تھا کہ اس کے معاملات میں مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اسے ٹیلی پیتھی کا محتاج سمجھا جائے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن تک پہنچنے کے لیے اپنے ماں باپ کا سہارا لے چونکہ ماں جبراً مداخلت کر رہی تھی اس لیے اس نے سب سے پہلے اپنی ماں کا راستہ روک دیا تاکہ وہ ان دو خاص ملازموں کے ذریعے جیری جیکب تک نہ پہنچ سکے اور دوسری طرف جیری اپنے تحفظ کے لیے ہوشیار ہو جائے اور اپنی خفیہ پناہ گاہوں سے کچھ عرصے کے لیے باہر نہ نکلے۔ پارس بہت پہلے ہی ہوٹل کے بیرے کو سو سو ڈالر کے نوٹ دے کر اس کی خفیہ پناہ گاہوں اور ٹیلیفون نمبروں کے متعلق معلوم کر چکا تھا۔

وہ ایک گھنٹے کے بعد ایک ریستوران میں پہنچا سیلف سروس کے مطابق کافی لی پھر ایک میز پر آ کر بیٹھ گیا۔ کافی کی چسکیاں لینے کے دوران اس نے سوچ کی لہریں محسوس کیں۔ وہ آہستہ آہستہ سانس لینے لگا۔ رسونتی کو ڈور ڈزا ادا کرنے کے بعد کہہ رہی تھی۔ "یہ تم نے کیا کیا؟"

"کیا ہوا ماما؟"

"انجان نہ بنو۔ تم نے جیری جیکب کو ہوشیار کر دیا ہے۔ میں نے اس کے خاص ملازم کے ذریعے جن خفیہ اڈوں کا پتا چلایا تھا، وہ تمام اڈے جیکب چھوڑ چکا ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں، اس نے اپنے دونوں خاص ملازموں کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہلاک کر دیا ہے۔ جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟"

"آپ کے خیال کے مطابق میں نادان ہوں۔ آپ ہی مجھے بتائیں کیا نتیجہ ہوگا؟"

"وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اب ہمارے ہاتھوں سے نکل چکا ہے، نہ میں اس کے پاس پہنچ سکتی ہوں، نہ تم؟"

"آپ میری فکر نہ کریں۔ جس ٹیلی پیتھی کے علم پر آپ کو بھروسا ہے۔ اس علم کے ذریعے جیکب تک پہنچ کر دکھائیے۔ ہو سکے تو پاپا کا علم اور تجربہ بھی ساتھ رکھ لیجیے۔ اللہ بھلا کرے گا۔"

"تم اپنے باپ کو چیلنج کر رہے ہو!"

"آپ ماں باپ بھی تو اپنے بچوں کی صلاحیتوں کو چیلنج کرتے رہتے ہیں!"

"میں چیلنج نہیں کر رہی ہوں۔ تمھاری بھلائی کے لیے ساتھ دے رہی ہوں۔ جانتے ہو، ادھر پارس اوّل کیا کرتا پھر رہا ہے۔ اگر اس نے کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دیا تو میں دوسروں کے سامنے سر نہیں اٹھا سکوں گی۔"

"آپ کو تو یہی فکر کھائے جا رہی ہے کہ آپ کا بیٹا، پارس اوّل سے کمتر نہ ہو جائے۔ بائی دی وے، میرا بھائی آج کل کہاں ہے، اس کے متعلق کچھ بتائیے۔"

"پتا نہیں کیا کرتا پھر رہا ہے۔ پہلے پرنس آئی لینڈ میں تھا پھر تمھارے پاپا کو بتلائے بغیر جوجو کو وہاں سے لے کر استنبول چلا گیا۔ استنبول سے جوجو کو روانہ کر دیا۔ وہاں کچھ کرتا رہا پھر وہاں سے ایک یہودی جوان لڑکے اور لڑکی کو لے کر پیرس آیا۔ اب وہ ایک یہودی نوجوان بن کر پھر استنبول گیا ہے۔"

پارس دوم نے کہا۔ "میں یقین سے کہتا ہوں، اب یہودیوں کی شامت آگئی ہے۔"

"ہمارا بھی یہی خیال ہے۔ وہ یہودی لڑکے کے روپ میں تل ابیب جائے گا اور جوجو کو اغوا کرنے کا انتقام لے گا۔ بیٹے! ذرا سوچو، اگر وہ انتقام لینے میں کامیاب ہوگا اور یہودیوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دے گا تو یہ کتنا بڑا کارنامہ ہوگا۔ تم میری بات سمجھتے کیوں نہیں ہو؟"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ بھی تو سمجھنے کی کوشش کریں۔ میرا بھائی مجھ سے مختلف نہیں ہے۔ وہ بھی ٹیلی پیتھی کا سہارا لیے بغیر، اپنے بل بوتے پر کچھ بھی کر گزرنا چاہتا ہے۔ پلیز ماما، آپ جائیں، مجھے تنہا چھوڑ دیں۔ میں اپنے موجودہ حالات پر غور کر رہا ہوں۔ آپ برا نہ مانیں۔ میں تنہائی چاہتا ہوں۔"

"اچھا میں جا رہی ہوں، لیکن یاد رکھو، جب تک زندہ ہوں، تمھیں اپنے سائے سے محروم نہیں رکھوں گی۔"

وہ بیٹے کے پاس سے آگئی۔ لیکن بہت پریشان تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح اس کی نگرانی کرے اور اسے خطرات سے محفوظ رکھے۔ جیری جیکب تک پہنچنے کے جو ذرائع تھے، وہ بیٹے نے ختم کر دیے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی، اگر کسی طرح جیکب تک پہنچ جائے تو پھر بیٹے کی طرف سے پریشانی نہیں رہے گی۔ جیسے ہی جیکب، بیٹے کے خلاف کوئی قدم اٹھائے گا، وہ اس کے دماغ میں زلزلے پیدا کر دے گی۔

سوال یہ پیدا ہوتا تھا، آخر جیری جیکب تک کس طرح پہنچا جائے۔ وہ بہت زیادہ ذہانت سے کام لینا نہیں جانتی تھی۔ کوئی ایسا طریقِ کار سمجھ میں نہیں آ رہا تھا جس پر عمل کر کے وہ جیکب تک پہنچ جائے۔ آخر اس نے مجھے مخاطب کیا۔ "فرہاد! میں بہت پریشان ہوں۔"

"کیا بات ہے؟"

اس نے پارس دوم کے متعلق تفصیل سے ساری باتیں بتائیں۔ میں نے کہا۔ "ہمارے دونوں ہی بیٹے ضدی ہیں۔ اپنے طور پر دشمنوں سے نمٹنا چاہتے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے لیکن ہم والدین ہیں، ہمارا دل نہیں مانتا کہ بیٹے جی انھیں خطرات سے گزرنے کی کھلی چھٹی دے دیں۔ ہمارے مرنے کے بعد وہ کس طرح خطرات سے نمٹتے رہیں گے، یہ ہم نہیں جانتے، خدا بہتر جانتا ہے لیکن ہم جب تک زندہ ہیں اس وقت تک دل ہمیں ان کی طرف جانے پر مجبور کرتا رہے گا۔"

"میں پارس دوم کی بات کر رہی ہوں اور تم پارس اول کی بات لے بیٹھے۔ اس کے لیے اتنا خطرہ نہیں ہوگا جتنا کہ میرے بیٹے کے لیے ہے۔"

"کیا تمھارا بیٹا کسی ایسے ہیلی کاپٹر میں سوار ہونے جا رہا ہے جو فضا میں پرواز کرنے کے دوران ایک دھماکے سے پھٹ سکتا ہے اور اس کے ساتھ تمھارے بیٹے کے پرخچے اڑ سکتے ہیں۔"

"توبہ کریں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"تو پھر سنو، میرے بیٹے کے ساتھ ایسی ہی بات ہے۔ وہ ایک ہیلی کاپٹر میں سوار ہے اور اس وقت ایک یہودی جوان ڈان مورس کے میک اپ میں ہے۔"

"آخر وہ کیا کرتا پھر رہا ہے؟"

"یہی تو ہمارے بچے ہمیں بتانا نہیں چاہتے، لیکن ہم نادان نہیں ہیں۔"

"میں جانتی ہوں، وہ ضرور ڈان مورس کے روپ میں تل ابیب جائے گا، لیکن تم اسے روکتے کیوں نہیں۔ جبکہ تم جانتے ہو، وہ ہیلی کاپٹر تباہ ہونے والا ہے؟"

"تم نے اپنے بیٹے کو جیری جیکب کے ہوٹل والے کمرے میں جانے سے روکا تھا۔ اسے سمجھایا تھا کہ ایک الماری کھولتے ہی دھماکا ہوگا اور اس کے بھی پرخچے اڑ جائیں گے تو اس نے کیا جواب دیا تھا؟"

رسونتی نے بڑے فخر سے کہا۔ "میرا بیٹا بہت ذہین اور حاضر دماغ ہے۔ جو میں نہیں سوچ سکتی، جو تم نہیں سوچ سکتے، وہ ایسی باتیں سوچ لیتا ہے ۔۔۔ میں تمھیں بتا چکی ہوں، وہ خود کبھی الماری کے پاس نہ جاتا۔ دوسرے ویٹر کو وہاں بھیجنے والا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے، اگر تم اسے وہاں جانے سے نہ روکتیں تب بھی وہ بال بال محفوظ رہتا۔ اسی طرح مجھے یقین ہے، وہ ہیلی کاپٹر فضا میں پرواز کرتے ہوئے تباہ نہیں ہوگا۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"تم نے اپنے بیٹے کی محبت کو آزمایا ہے۔ آؤ اب میرے بیٹے کی ذہانت کو آزماؤ۔ ہم اس ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کے دماغ میں موجود رہیں گے اور دیکھیں گے کہ کیا تماشا ہوتا ہے۔"

اس سے پہلے کہ ہیلی کاپٹر میں پائلٹ ڈائنا مائٹ کا بٹن دباتا، ہم اس کے سر پر سوار ہو گئے۔ میں نے پائلٹ کی سوچ میں کہا۔ "آہ! آج میں اس جوان کے ساتھ جان دینے جا رہا ہوں۔ میرے پیچھے میرے اپنوں کا کیا ہوگا؟"

اس کی دوسری سوچ نے کہا۔ "اپنوں کے لیے ہی میں (جان) دے رہا ہوں۔ یہ قربانی دینے سے پہلے ہی میری بیوی اور (میرے) پیارے بچوں کے لیے نیویارک کے سب سے مہنگے (علا)قے میں ایک بنگلا خریدا گیا ہے۔ ان کے لیے ایئر کنڈیشنڈ (کار)یں ہیں۔ میری بیوی کے اکاؤنٹ میں پچاس لاکھ ڈالرز جمع کیے (گئے) ہیں۔"

پارس نے بڑی احتیاطی تدابیر کی تھیں۔ وہ ہر پہلو سے چوکنا تھا۔ اس (کے) باوجود موت کے منہ میں سفر کر رہا تھا۔

جب ہیلی کاپٹر کافی بلندی پر پہنچ گیا تو پائلٹ نے پارس (کو مخا)طب کرتے ہوئے بتایا، اس کا پاؤں ایک ایسے بٹن پر ہے (جس) پر دباؤ ڈالتے ہی ایک دھماکا ہوگا اور ہیلی کاپٹر کے ساتھ ان (دونوں) کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔

پائلٹ کی توقع کے خلاف، پارس پرسکون تھا۔ اس نے (کہا)۔ "اگر ایسی بات ہے تو دیر کیوں کر رہے ہو۔ مجھے دھمکی کیوں (دے رہ)ے ہو۔ جب تمھیں مجھ سے اتنی محبت ہے کہ میرے (سا)تھ جان دے رہے ہو تو دیر نہ کرو اور جب دیر کر رہے ہو (تو ا)س کی کوئی خاص وجہ ہوگی، وہ وجہ میں معلوم کرنا چاہوں گا۔ (جو) تم بتانا چاہو۔"

پائلٹ نے کہا۔ "میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، تم نے اپنے (چہ)رے پر کس کا میک اپ کیا ہے؟"

"ابھی ہم دونوں مر جائیں گے۔ میں کسی کا بھی میک اپ (ک)روں کیا فرق پڑتا ہے؟"

"اگر بتا دو تو کیا ہرج ہے۔ ہم دونوں اچھے موڈ میں اچھے (م)احول میں خودکشی کریں گے۔"

"بیٹے پائلٹ! صاف کیوں نہیں کہتے کہ تمھارے پاس (ا)یک ٹرانسمیٹر آن ہے۔ اس کے ذریعے ہماری گفتگو بہت دور (ب)یں تمھارے آدمی سن رہے ہیں اور معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میں (ک)س کے میک اپ میں ہوں، کہاں جا رہا ہوں اور کیا کر رہا ہوں؟"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میرے پاس کوئی ٹرانسمیٹر نہیں ہے۔"

"میں تمھاری بات کو غلط ثابت کرنے کے لیے اپنی جگہ (س)ے اٹھ نہیں سکتا۔ اٹھنا چاہوں گا تو تم بٹن دبا دو گے۔ لہٰذا (مج)ھے جتنی سانسیں مل رہی ہیں انھیں غنیمت جان کر، جو میری (سم)جھ میں آ رہا ہے وہ کہہ رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ ابھی تمھارے (سا)تھ مر جاؤں گا۔ میرے مرنے کے بعد جو لوگ تمھارے ٹرانسمیٹر (کے ذری)عے ہماری گفتگو سن رہے ہیں، وہ اس بات کا اندازہ (لگا)ئیں گے کہ میری منزل کہاں تھی اور میرے پیچھے پیچھے ٹیلی پیتھی (جا)ننے والے والدین کہاں تک پہنچنے والے تھے۔"

پائلٹ نے کہا۔ "میں مانتا ہوں، تم بہت ہی ذہین ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ ذہانت اب تباہ ہو رہی ہے۔"

اس سے پہلے کہ وہ بٹن دباتا، اچانک میں نے اور رسونتی نے محسوس کیا، وہ ساکت ہو گیا ہے۔ سانسیں لے رہا ہے۔ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ ہیلی کاپٹر کو پرواز کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے، پارس کی آواز بھی سن رہا ہے۔ اس کے باوجود وہ اپنی جگہ سے حرکت کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ ایسی حالت میں وہ اپنے پاؤں تلے کا بٹن کیا دباتا۔ ایک انگلی بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔

پتا نہیں، پارس کیا کر رہا تھا۔ رسونتی نے کہا۔ "فرہاد! اس پائلٹ کے ساکت دماغ کو ذرا حرکت دے کر دیکھنے کی کوشش کرو، پارس کیا کر رہا ہے۔"

میں نے رسونتی سے کہا۔ "ایسی حماقت نہ کرنا۔ اگر تم اس کے دماغ کو متحرک کرو گی تو یہ پہلی فرصت میں بٹن کو دبا دے گا۔"

رسونتی نے پوچھا۔ "یہ اچانک ساکت کیسے ہو گیا؟"

"پارس اول آخر سونیا کا بیٹا ہے۔ یہ اپنی مما کے ہتھکنڈے آزماتا ہے۔ اس کے پاس ایک ننھی سی نلکی ہے اور اس نلکی کے اندر ایسی سوئی ہے جو کسی کے جسم میں پیوست ہو جائے تو اُسے اعصابی طور پر بالکل ناکارہ کر دیتی ہے۔ جیسا کہ تم اس پائلٹ کو دیکھ رہی ہو، پارس کے منہ میں یقیناً وہ نلکی تھی۔ اس نے ہلکی سی پھونک ماری اور سوئی نکل کر پائلٹ کی گردن میں پیوست ہو گئی۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس ٹرانسمیٹر سے آواز آنے لگی جو پائلٹ کی گردن سے لٹک رہا تھا۔ کوئی اس پائلٹ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "تم خاموش کیوں ہو گئے؟ ہم دھماکا سننا چاہتے ہیں۔ ہیلی کاپٹر کی تباہی کی آواز سننا چاہتے ہیں۔ فوراً بٹن دباؤ۔"

پارس نے اس ٹرانسمیٹر کے قریب جھک کر کہا۔ "میں ڈائنامائٹ کے تار الگ کر چکا ہوں۔ اگر ایسا نہ کرتا تب بھی تمھارا یہ آدمی بٹن نہیں دبا سکتا تھا۔ میں نے اسے ابھی زندہ رکھا ہے لیکن مُردے سے بدتر ہے۔ اب یہ کبھی نہیں بولے گا۔ میں اسے ہیلی کاپٹر کے باہر موت کی پستیوں میں پھینک رہا ہوں۔"

ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ "رک جاؤ، ایسا نہ کرنا۔ پہلے ہماری بات سن لو، ورنہ پچھتاؤ گے۔"

"میں پیدا ہو کر پچھتا رہا ہوں، جب سے دنیا میں آیا ہوں، تم لوگ میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہے ہو۔ میں تمھارے آدمی کو پارسل کر رہا ہوں۔ ہو سکے تو اسے وصول کر لو۔"

پارس نے سلائیڈنگ ڈور کو ایک طرف سرکایا۔ پھر پائلٹ کا حفاظتی بیلٹ کھول کر اسے ایک لات ماری۔ وہ سیٹ کے دوسری طرف سے لڑھکتا ہوا باہر کی طرف جھکا۔

پھر گہری بستیوں کی طرف جانے لگا۔ میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ رسونتی میرے دماغ میں موجود تھی۔ اُس نے پوچھا "یہ کیا ہوا؟"

"وہی جو ہونا چاہیے۔ تمھارا بیٹا اس الماری کے قریب جانے والا نہیں تھا لیکن تم نے اس کی چال نہیں سمجھی۔ وقت سے پہلے ہی اُسے ٹوک دیا۔ میں نے ایسی حماقت نہیں کی۔ میں جانتا تھا وہ کسی تدبیر سے بچ نکلے گا اور تم نے دیکھ لیا کہ وہ خطرے سے باہر ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے ماں باپ ساری دنیا کے کام آسکتے ہیں۔ اپنے بچوں کے کام نہیں آسکتے اور نہ ہی وہ ہمیں کام آنے کا موقع دیں گے۔"

"فرہاد، میں بہت پریشان ہوں۔ کسی طرح جیری جیکب تک پہنچنا چاہتی ہوں۔ وہ کمینہ میرے بیٹے کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"تمھارا بیٹا وقتی طور پر تمھاری پہنچ سے دور ہو گیا ہے لیکن وہ ہمیشہ دور نہیں رہے گا۔ جاؤ عقل سے کام لو۔ کوئی تدبیر سوچو۔ اس پر عمل کرتی رہو گی تو بیٹے کے قریب پہنچتی رہو گی، لیکن آئندہ ایسی حماقت نہ کرنا کہ اُسے خطرے میں دیکھ کر بے اختیار بول پڑو اور اُسے پتا چل جائے کہ تم اُس کی نگرانی کر رہی ہو۔"

"میں آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گی۔ بتاؤ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"سب سے پہلے فرنانڈو سے رابطہ قائم کرو۔ اس سے کہو، تمھیں ایسے چند آدمیوں کی ضرورت ہے جو بہت ہوشیار اور ایکشن سے بھرپور ہوں۔ سانس روک لیتے ہوں۔ تم اُن کے دماغوں میں کوڈ ورڈز مقرر کر کے جایا کرو گی اور انھیں نیویارک میں پارس کی تلاش پر مامور کرو گی۔"

"کیا ضروری ہے کہ وہ نیویارک میں ہی رہے گا؟"

"جب تک جیری جیکب وہاں رہے گا، پارس بھی وہ شہر نہیں چھوڑے گا۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ جیکب بھی نیویارک میں ہی رہے گا؟"

"دیکھو ہمارے پاس وہی ایک شہر ہے جہاں ہم ان دونوں پر نظر رکھ سکتے ہیں۔ جیری جیکب کا ایک بہت بڑا فائیو اسٹار ہوٹل ہے اور بھی پتا نہیں کتنے کاروبار ہوں گے۔ وہ اپنے تمام خفیہ اڈوں کو فوراً ہی چھوڑ کر نہیں جاسکے گا۔ اور فوری طور پر چلا بھی گیا تو جلد ہی لوٹ آئے گا۔ فی الحال ہماری نظروں میں وہی ایک شہر ہے۔ تم اتنی بحث کرنے کے بجائے فرنانڈو سے رابطہ قائم کرو اور اپنے کام کے آدمی تلاش کرو۔"

رسونتی چلی گئی۔ میں اُس شخص کے دماغ میں پہنچ گیا، جو پائلٹ کے ٹرانسمیٹر سے بول رہا تھا۔ وہ اسرائیلی انٹیلی جنس کا ایک آدمی تھا۔ فرانس کی پولیس فورس میں ایک جونیئر آفیسر کی حیثیت سے ملازمت کر رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ پارس ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا لیکن بازی پلٹ گئی تھی اور وہ پریشان ہو رہا تھا۔ میں نے اُسے مخاطب کیا تو وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر بولا "کون؟ فرہاد صاحب؟"

"تم میرا انتظار کر رہے تھے۔ ظاہر ہے، اب بازی پلٹ گئی ہے اور ٹرانسمیٹر پر تم نے اپنی آواز سنا دی ہے تو یقیناً میں تمھارے پاس پہنچوں گا۔"

وہ خوف سے زرد پڑ گیا تھا۔ اُسے اپنے سامنے موت نظر آ رہی تھی۔ میں اُس کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ اُس کی سوچ نے بتایا، ابھی تک اس نے رپورٹ مکمل نہیں کی ہے۔ وہ اتنا تو جانتا تھا کہ ہیلی کاپٹر میں پارس سفر کرنے والا ہے اور اس کی منزل استنبول ہے لیکن وہ کسی یہودی نوجوان کے میک اپ میں ہے، یہ نہیں جانتا تھا۔ جب سے انھوں نے جوجو اور پارس کو اغوا کیا تھا تب سے وہ اس دہشت میں مبتلا تھے کہ فرہاد کی طرف سے انتقامی کارروائی ہو گی۔ انھیں خدشہ تھا، پارس انتقامی کارروائی کے لیے ہی اس ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہا ہے۔

بہرحال، اسرائیلی جاسوس کے دماغ سے جو کچھ معلوم ہوا اُس سے مجھے اطمینان ہوا۔ وہ پارس کے منصوبے کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ صرف اُسے شبہ تھا کہ ہماری طرف سے انتقامی کارروائی کا آغاز ہو چکا ہے۔ اگر پارس کو مار ڈالا جائے تو سپر ماسٹر اور اُس کے اعلیٰ حکام اسرائیلیوں سے خوش ہو جائیں گے۔ کیونکہ ایک بار پارس نے اُن کی دوسری ٹرانسفارمر مشین کو تباہ کر دیا تھا۔

میں نے اسرائیلی جاسوس سے کہا "تم میرے بیٹے کو اس لیے مار ڈالنا چاہتے تھے کہ ہم انتقامی کارروائی نہ کریں اور تم لوگوں سے خوف زدہ ہو جائیں؟ دوسرے، تم سپر ماسٹر وغیرہ کو خوش کر کے اُن سے زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان میں سے تمھاری کوئی خواہش پوری نہ ہو سکی اور نہ ہی آئندہ پوری ہو گی۔ ویسے میں تمھاری آخری خواہش پوری کر سکتا ہوں۔ بولو مرنے سے پہلے کیا چاہتے ہو؟"

وہ انکار میں ہاتھ ہلاتا ہوا پیچھے ہٹا اور دیوار سے جا کر ٹک گیا۔ پھر بولا "تم زبان کے دھنی ہو، میری آخری خواہش ہے کہ مجھے نہ مارو۔"

"میں زبان کا دھنی ہوں۔ میں نے وعدہ کیا ہے کہ تمھاری آخری خواہش پوری کروں گا لہٰذا تمھیں نہیں ماروں گا۔ تم یہاں

سے نکلو اور اپنے آپ کو فرانسیسی پولیس کے اعلیٰ افسران کے حوالے کر دو۔"

وہ نہیں جانا چاہتا تھا۔ میں نے اُس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس کے کمرے میں ٹرانسمیٹر اور جو خفیہ کاغذات رکھے ہوئے تھے، ان سب کو اس کی جیب میں رکھوایا۔ پھر وہاں سے دوڑاتا ہوا باہر لایا۔ وہ کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ پھر اُسے اسٹارٹ کر کے میری مرضی کے مطابق ڈرائیو کرتا ہوا پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کے بنگلے میں پہنچ گیا۔ میں نے اعلیٰ افسر سے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ یہ اسرائیلی انٹیلی جنس کا جاسوس ہے اور آپ کے محکمے میں چھپ کر اپنے وطن اور اپنی قوم کے لیے کام کر رہا ہے۔ آپ لوگوں کو دھوکا دیتا آ رہا ہے۔ میں نے وعدہ کیا ہے، میں اسے جان سے نہیں ماروں گا لیکن غدار کی سزا موت ہوتی ہے۔ اس غدار کے سلسلے میں آپ کا قانون جو سزا تجویز کرتا ہے اسے فوراً دیں تاکہ اس کے دماغ کی باتیں ٹرانسمیٹر وغیرہ کے ذریعے اس کے حکام تک نہ پہنچیں۔ اگر انھیں کچھ معلوم ہو گیا تو میرے بیٹے کے لیے مشکلات پیدا ہوں گی۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "فرہاد صاحب! آپ اپنے وعدے کے پابند ہیں۔ پلیز، مسٹر آرمر کو میرے پاس بھیج دیجیے۔"

میں نے آرمر سے کہا۔ وہ اعلیٰ افسر کے پاس پہنچ گیا۔ اس افسر نے کہا "مسٹر فرہاد تو اس غدار کو موت کی سزا نہیں دیں گے اور اس کا جلد سے جلد مر جانا لازمی ہے۔ لہٰذا آپ اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے لے جائیں اور اس کے ہی ریوالور سے اسے خودکشی ...... کرنے پر مجبور کر دیں۔ اس طرح ہم قانونی کارروائیوں میں نہیں پڑیں گے۔"

آرمر نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ پھر اُسے وہاں سے دوڑاتا ہوا لے گیا۔ مجھے اس طرف سے اطمینان ہو گیا۔ فی الحال کوئی دشمن یہودی، پارس کے راستے کی دیوار نہیں بن سکتا تھا۔ میں نے فرانسیسی جاسوس البرٹو کو مخاطب کیا۔ اُس نے کہا "فرمائیے جناب! میں حاضر ہوں۔"

"پارس استنبول واپس آ رہا ہے۔ شاید وہ تمھارے پاس آئے یا ہو سکتا ہے اپنا راستہ بدل دے۔ میں ڈان مورس کی فیملی کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"جناب، مجھے جس حد تک معلومات حاصل ہیں وہ میں آپ کو سنا رہا ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تمھیں ڈان مورس کے بنگلے کا ٹیلی فون نمبر معلوم ہے۔ وہ نمبر ڈائل کرو۔ دوسری طرف سے جو بھی بولے گا میں اُس کی آواز سن کر اُن کے پاس پہنچ جاؤں گا اور خود ہی معلومات حاصل کر لوں گا۔"

اس نے میری ہدایات پر عمل کیا۔ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد کسی نے دوسری طرف سے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو!"

البرٹو نے پوچھا "کیا مسٹر ٹام مورس موجود ہیں؟"

"میں ٹام مورس بول رہا ہوں۔"

میں نے کہا "البرٹو، ریسیور رکھ دو۔"

اس نے ریسیور رکھا تو میں ٹام مورس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ریسیور کان سے لگائے ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔ کریڈل کو ہاتھ سے کھڑکھڑا رہا تھا۔ پھر اُس نے بڑبڑاتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔ اپنی وائف سے کہنے لگا "پورا ایک دن گزر گیا، ایک رات بھی گزر چکی ہے اور اس کم بخت ڈان کا کوئی پتا نہیں چل رہا ہے معلوم نہیں کہاں مر گیا ہے۔"

اس کی وائف نے کہا "اس کے مرنے کی بات نہ کرو۔ اگر اُسے کچھ ہو گیا تو اس کی تمام دولت جائیداد اور لاکھوں ڈالر پیدا کرنے والی اسٹیل مل سرکاری تحویل میں چلی جائے گی۔ ہم منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔"

وہ میاں بیوی آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ میں اُن کے ذریعے سام مورس اور ٹام مورس کی بیٹی، سمارہ تھا کے دماغ تک پہنچ گیا۔

کسی کو مخاطب نہیں کیا، اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ مَیں صرف اُن کے پاس رہ کر اپنے بیٹے کی نگرانی کرنا چاہتا تھا۔ مجھے یقین تھا' پارس اسی بنگلے میں آئے گا۔

مجھے اب دوسرے بیٹے کی فکر تھی، مَیں نے رسونتی سے پوچھا "تم کیا کر رہی ہو؟"

"تم خود ہی فرنانڈو کے پاس پہنچ کر باتیں کرو، مَیں بھی اس کے دماغ میں موجود رہوں گی۔"

مَیں نے فرنانڈو کو مخاطب کیا تو اس نے چہک کر کہا۔ "تم دنیا کے بدترین خود غرض اور بے مروّت انسان ہو۔ تمھیں پھر مَیں یاد آ رہا ہوں؟"

"زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ ابھی رسونتی نے تم سے کیا کہا ہے؟"

"مَیں نے بھابی کو اس کا معقول جواب دے دیا ہے۔ دیکھو بھئی، ایک طرف تمھاری دوستی عزیز ہے۔ دوسری طرف تمھارا بیٹا، ہونے والا داماد ہے۔ مَیں نے اُسے جو زبان دی ہے اس سے پھر نہیں سکتا۔ اس کے لیے جو کر رہا ہوں وہ تم سے کہہ نہیں سکتا۔"

"ہم دونوں میاں بیوی تمھارے دماغ میں چھُپ کر ساری معلومات حاصل کر لیں گے۔ تب کیا ہوگا؟"

"تم دونوں کبھی نہیں معلوم کر سکو گے۔ مَیں نے پارس کے لیے چند ایسے لوگوں کا انتظام کیا ہے جو یوگا کے ماہر ہیں' بہت ذہین اور بدترین قسم کے مکار ہیں اور اسی طرح وفادار بھی ہیں۔ مَیں نے اُن سے کہہ دیا ہے' آئندہ مجھ سے کبھی رابطہ قائم نہ کریں، تمھاری زندگی صرف پارس بیٹے کے لیے وقف ہے۔ لٰہذا اب وہ تمام لوگ جو میری طرف سے بھیجے گئے ہیں' میری طرف کبھی واپس نہیں آئیں گے اور نہ ہی مَیں جانتا ہوں کہ وہ کہاں گئے ہیں اور کس طرح پارس سے اُن کا رابطہ قائم ہو رہا ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو میرے دماغ میں آؤ اور چُپ چاپ جتنی معلومات حاصل کر سکتے ہو کرتے رہو' تم دونوں کو ناکامی ہوگی۔"

مَیں نے پوچھا "کیا تمھیں یہ منظور ہے کہ تمھارا ہونے والا داماد خطرات سے دوچار ہوتا رہے۔ خدانخواستہ اُسے کوئی نقصان پہنچے اور ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی کوئی مدد نہ کر سکیں'!"

فرنانڈو نے پریشان ہو کر کہا "یار! میری سمجھ میں نہیں آتا، میں کیا کروں۔ مَیں کبھی نہیں چاہوں گا کہ میرا پارس بیٹا خطرات سے دوچار ہوتا رہے، لیکن مَیں اپنی زبان سے مجبور ہوں۔ اپنے بیٹے کو ناراض بھی نہیں کرنا چاہتا۔ تم کوئی اور تدبیر کرو۔ تم یقین کرو' اگر مَیں تمھارا ساتھ دینا چاہوں گا تب بھی اپنے اُن آدمیوں تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ وہ اب پارس بیٹے کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔"

رسونتی نے پوچھا "آپ ہمارے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

"بھابی... میری جان حاضر ہے۔ حکم دیجیے' مَیں کیا کروں؟"

مَیں نے کہا "ہم تمھاری امانت اپنے پاس نہیں رکھ سکتے مَیں اُسے تمھارے پاس بھیج رہا ہوں۔"

وہ چونک کر بولا "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"تمھاری بیٹی فرزانہ ہمارے پاس ہے۔ جب بیٹا ہی ہمارے بس میں نہیں ہے تو ہم بہو کو کیوں اپنے پاس رکھیں۔ اُس نے آج تک آزادانہ زندگی گزاری ہے۔ بابا صاحب کے ادارے میں اُس کا دم گھٹنے لگے گا لٰہذا وہ واپس آ رہی ہے۔"

رسونتی نے کہا "فرہاد! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ مَیں اپنی بہو کو واپس نہیں جانے دوں گی۔"

مَیں نے ڈانٹ کر کہا "تم خاموش رہو۔ مَیں نے جو کہہ دیا وہی ہوگا۔"

فرنانڈو نے کہا "ابے او فرہاد کے بچّے! کہیں تمھارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔ تم ایسے وقت میری بیٹی کو یہاں بھیجو گے جب تمھارا بیٹا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن سے ٹکرانے جا رہا ہے۔ اگر وہ دشمن فرزانہ کے دماغ میں پہنچے گا تو اُسے تمھارے بیٹے کی سب سے بڑی کمزوری بنا لے گا۔ کیا تم اپنے بیٹے کو کمزور بنانا چاہتے ہو!"

مَیں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اُس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ رسونتی کو بھی اپنے پاس بُلا لیا۔ وہ ناراض تھی بلکہ غصّے میں تھی کہہ رہی تھی "مَیں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ فرزانہ ہرگز واپس نہیں جائے گی۔"

"کیوں نہیں جائے گی؟"

"کیا تم نے فرنانڈو کی بات نہیں سُنی ــــ موٹی سی عقل سے بھی یہ سوچا جا سکتا ہے کہ جیری جیکب کسی وقت بھی فرزانہ کے دماغ میں پہنچ سکتا ہے۔"

مَیں نے مسکراتے ہوئے پوچھا "کیا ہم دونوں فرزانہ کے دماغ میں نہیں رہتے؟ جب جیری جیکب اُس کے پاس آئے گا تو کیا ہم سے بچ کر جا سکے گا؟"

رسونتی نے ایک گہری سانس لی، پھر کہا "اوہ خدایا! مَیں تو جذبات میں بھول ہی گئی تھی کہ فرزانہ کے ذریعے ہم جیکب کو ٹریپ کر سکتے ہیں۔ پھر جیکب تک پہنچنے کا مطلب یہی ہوگا کہ ہم اپنے بیٹے کی حفاظت' چُپ چاپ کرتے رہیں گے۔ اوہ فرہاد! مَیں کتنی خوش ہوں۔ تمھاری کھوپڑی میں شیطان بھرا ہوا ہے۔ کتنی جلدی تدبیر سوچ لیتے ہو!"

مَیں نے پوچھا "کیا یہ تم میری تعریف کر رہی ہو؟"

وہ ہنسنے لگی۔ مَیں نے کہا "مَیں نے اپنے بیٹے کی نگرانی کے انتظامات کر لیے ہیں۔ اب تم اپنے بیٹے کے سلسلے میں مصروف ہو جاؤ۔ خدا حافظ۔"

رسونتی چلی گئی۔ ہمارے حالات کچھ بدل سے گئے تھے، پہلے دشمن ہمیں چین سے بیٹھنے نہیں دیتے تھے، اب ہمارے دن رات کا چین و آرام اور تمام مصروفیات' دونوں بیٹوں میں تقسیم ہو رہی تھیں۔ اگرچہ وہ ہمارے بیٹے تھے مگر ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے زبردست چیلنج بن گئے تھے۔

پارس نے استنبول کی سرحد میں داخل ہوتے ہی ہیلی کاپٹر کو ایک ویرانے میں اتار دیا۔ اُس جگہ کا پہلے ہی انتخاب ہو چکا تھا۔ وہاں فرانس کا ایک سیکرٹ ایجنٹ اپنے ماتحتوں کے ساتھ موجود تھا، اُن کے پاس گاڑیاں بھی تھیں۔ پارس نے ایک گاڑی لی پھر وہاں سے شہر کی طرف چل پڑا۔ وہ ہیلی کاپٹر فلائنگ کلب کے علاوہ کسی دوسری جگہ نہیں اتارا جا سکتا تھا، یہ سراسر قانون کے خلاف تھا۔ اب وہ ہیلی کاپٹر وہاں کیوں اُتارا گیا؟ اس کی جوابدہی کی ذمّے داری سیکرٹ ایجنٹ پر تھی۔ پارس شہر پہنچ کر ایک جگہ گاڑی کھڑی کر کے اُتر گیا۔ گاڑی کو وہیں چھوڑا اور دور تک پیدل چلنے لگا۔ اُس نے ڈان مورس کا وہی لباس پہن رکھا تھا جسے پہن کر وہ اپنے گھر سے فرار ہوا تھا۔ چہرہ تو ہو بہو اُسی کا ہو چکا تھا۔ اُسے تلاش کرنے والے کہیں بھی دیکھ سکتے تھے اور اُسے پکڑ کر اپنے ساتھ لے جا سکتے تھے۔ وہ ایک اوپن ریستوران میں آ کر بیٹھ گیا۔ صبح کا ناشتا کرنے کے بعد کافی پینے لگا۔ ایک گھنٹا گزر چکا تھا اور کسی بھی تلاش کرنے والے سے سامنا نہیں ہو رہا تھا۔ کافی پینے کے بعد اُس نے کاؤنٹر پر آنے کے بعد کہا۔ "مسٹر! میرا نام ڈان مورس ہے۔ مَیں کل سے بھوکا تھا۔ میری جیب میں ایک پیسہ نہیں تھا۔ کسی سے مانگتے ہوئے مجھے شرم آ رہی تھی اس لیے مَیں نے آپ کے ریستوران میں آ کر مفت ناشتا کیا اور کافی پی لی ہے، آپ چاہیں تو مجھے پولیس اسٹیشن بھیج سکتے ہیں یا میرے رشتے داروں کا پتا لگا سکتے ہیں۔"

ریستوران کے منیجر نے کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر اُسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ پھر پوچھا "تمھارے رشتے دار کہاں ہیں؟"

"اسی شہر میں ہیں۔"

"تمھارا گھر کہاں ہے؟"

"یہی مجھے یاد ہوتا تو مَیں کل سے بھوکا کیوں رہتا۔ میں اپنے گھر کا پتا بھول گیا ہوں۔"

منیجر نے کہا "جوان، تم کوئی زبردست چالباز ہو یا پھر بہت ہی معصوم ہو اور تمھارا حافظہ کمزور ہے' مَیں ابھی پولیس اسٹیشن فون کرتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ریسیور اٹھائے کسی پولیس افسر سے بات کر رہا تھا۔ پھر اُس نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر پارس سے پوچھا "تمھارا نام کیا ہے؟"

"ڈان مورس۔"

"تمھارے رشتے داروں کا نام کیا ہے؟"

"میرے ایک انکل کا نام ٹام مورس اور دوسرے انکل کا نام سام مورس ہے۔"

منیجر نے یہی باتیں ریسیور پر دہرائیں، پھر چند لمحوں کے بعد حیرانی سے پارس کو تکنے لگا۔ ریسیور پر کہنے لگا "یس سر! آپ تشریف لائیں۔ مَیں ان صاحب کو یہاں بٹھا کر رکھتا ہوں۔"

اُس نے ریسیور رکھ کر کہا "ارے آپ تو بہت دولت مند ہیں۔ وہ پولیس افسر کہتا تھا' آپ کے چچا کل سے آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ یہاں تشریف رکھیں۔ اور کچھ کھانا چاہتے ہیں؟"

پارس نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے کھانے سے انکار کیا۔ تھوڑی دیر بعد پولیس کی ایک گاڑی آ کر رکی، ایک افسر چار سپاہیوں کے ساتھ آیا۔ پھر پارس کو دیکھتے ہوئے بولا "اوہ یُو ایڈونچر لِونگ بوائے! تم نے اپنی مہم جُو طبیعت کے باعث

سب کو پریشان کر رکھا ہے، آخر تم ایک دن اور ایک رات تک کس ایڈونچر میں مصروف رہے..... چلو ہمارے ساتھ۔"

پارس نے پوچھا۔ "مجھے کہاں لے جاؤ گے؟"

"ارے! اب بھی پوچھ رہے ہو؟ تمھیں کہاں لے جاؤں گا۔ تم اپنے گھر جاؤ گے۔"

پارس نے سہم کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "نہیں، میں گھر نہیں جاؤں گا، انکل مجھے چابک سے ماریں گے۔"

"میں پولیس آفیسر ہوں، انھیں ڈانٹ ڈپٹ کر کہوں گا اگر کسی نے تمھیں ہاتھ بھی لگایا تو میں اُسے حوالات میں پہنچا دوں گا۔ میں قانون کا محافظ ہوں اور تم قانون کی پناہ میں ہو، چلو۔"

افسر نے اُس کے بازو کو پکڑا۔ پھر اُسے کھینچتا ہوا گاڑی تک لے گیا۔ گاڑی میں بٹھانے کے بعد بھی وہ اس کے بازو کو پکڑے ہوئے تھا جیسے بازو چھوٹتے ہی وہ بھاگ نکلے گا۔ آدھے گھنٹے کے اندر وہ ڈان مورس کی کوٹھی کے احاطے میں داخل ہو چکے تھے۔ ٹام مورس اور سام مورس، ٹام کی بیوی اور سمار تھا، سب ہی برآمدے میں کھڑے ہوئے تھے۔ ڈان مورس کو دیکھتے ہی خوشی سے کھل گئے تھے۔

گاڑی رُکتے ہی ٹام مورس نے دونوں بازو پھیلا کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "اوہ میرے بچے، میرے ڈان! تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟ تمھارے جانے کے بعد ہم نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ ہم تمھارے لیے پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔"

پولیس افسر نے کہا۔ "دیکھو ڈان! تمھارے انکل تمھیں کتنا چاہتے ہیں، تمھیں گلے سے لگا رہے ہیں، اندر چلو۔"

وہ سب اندر آئے۔ سپاہی باہر رہ گئے تھے۔ افسر نے اندر پہنچتے ہی کہا۔ "میں نے تمھارا کام کر دیا ہے، اب میرا کام کرو، میں جا رہا ہوں۔"

سام مورس نے نوٹوں کی گڈی نکال کر افسر کی طرف بڑھائی۔ اُس افسر نے نوٹوں کی گڈی جیب میں رکھی، پھر وہاں سے چلا گیا۔ اُس کے باہر جاتے ہی ٹام مورس نے آگے بڑھ کر پارس کی گردن دبوچ لی۔ پھر کہا۔ "اُلو کے پٹھے! شیطان کے بچے! کل سے تُو نے پریشان کر رکھا ہے، کہاں بھاگ گیا تھا؟ کس کے پاس گیا تھا؟ کون تجھے بھگا کر لے گیا تھا؟ کون تجھے بہکا رہا ہے؟"

یہ کہتے ہی اُس نے پارس کے سر پر ایک زور کا ہاتھ مارا۔ وہ خواہ کتنا ہی زور کا ہاتھ مارتا، پارس پر اثر ہونے والا نہیں تھا۔ دانشور روکی نے اُسے لڑنے اور دوسروں کو مارنے کی ٹریننگ دینے سے پہلے خوب مار کھانے کی ٹریننگ دی تھی اور یہ لڑنے والوں کے لیے ضروری ہوتا ہے، پارس نے خوف سے تھر تھر کانپتے ہوئے کہا۔ "انکل! معاف کر دیجیے، اب ایسی غلطی نہیں کروں گا، اب کبھی گھر چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

"میں پوچھتا ہوں، تجھے گھر سے جانے کی جرأت کیسے ہوئی، تُو نے باہر قدم کیسے نکالا؟"

"وہ . . . وہ جو نرس میرے پاس رہتی تھی، اُس نے مجھے بہکایا تھا۔"

ٹام کی وائف نے گریبان چھڑاتے ہوئے کہا۔ "کیا کرتے ہو، یہ لڑکا چوبیس گھنٹے بعد واپس آیا ہے۔ کیا پھر اسے دہشت زدہ کرنا چاہتے ہو؟"

ٹام مورس نے گریبان چھوڑتے ہوئے اُسے دھکا دیا۔ اس کے دھکے کا بھی کوئی اثر نہ ہوتا لیکن پارس جان بوجھ کر آگے جاتے ہوئے سمار تھا سے ٹکرایا اور اُسے لیتا ہوا صوفے کے پاس گر پڑا۔ فرش پر گرتے ہی سمار تھا کو چوٹ آئی تھی، وہ چیخ پڑی۔ اُس کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے بولی۔ "کیا تم اندھے ہو؟ تمھیں دکھائی نہیں دیتا؟"

اُس نے ایک زور کا طمانچہ مارنے کے لیے ہاتھ گھمایا، پارس نے اپنا چہرہ پیچھے ہٹا لیا۔ ماں اپنی بیٹی کو فرش سے اٹھانے کے لیے آ رہی تھی، طمانچہ اُس کے منہ پر پڑا، وہ تلملا کر رہ گئی۔ بیٹی کو کچھ کہہ نہیں سکتی تھی، غصّے میں پارس کو مارنے کے لیے ہاتھ اُٹھایا۔ وہ ٹام کا ایک ہاتھ کھانے کے بعد برداشت کر چکا تھا لیکن کوئی عورت اس پر ہاتھ اُٹھائے یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا، اُس نے ہاتھ پکڑ لیا۔

ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ سب دنگ رہ گئے۔ تعجب سے پارس کو دیکھنے لگے۔ یہ صرف چند لمحوں کی بات تھی، پھر سام مورس جھنجلا کر آگے بڑھا۔ "یُو بلڈی فول! تمھاری اتنی ہمت، تم اپنی آنٹی کا ہاتھ پکڑ رہے ہو!"

پارس اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ سام بہت غصّے میں آیا تھا۔ اور اتنے ہی زور سے طمانچہ مارنا چاہتا تھا۔ پارس ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ طمانچے والا ہاتھ گھوما تو وہ بھی دوسری طرف گھوم گیا۔ پارس نے اُس کی کمر پر لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا جا کر اپنے بھائی ٹام مورس سے ٹکرا گیا۔ وہ دونوں ایک صوفے پر جا گرے۔ جو ہمیشہ ظلم کرتے رہتے ہیں وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے کہ کوئی اُن پر ہاتھ اٹھا سکتا ہے، کجا یہ کہ پارس نے لات ماری تھی۔ یہ تو پاگل کر دینے والی بات تھی۔ وہ غصّے سے جنون میں مبتلا ہو گئے۔ دونوں بھائیوں نے تیزی سے اُٹھ کر پہلے تو حیرت سے، نفرت سے اور غصّے سے دیکھا پھر دونوں نے

آگے بڑھ کر اُسے دو طرف سے پکڑ کر پیٹنا چاہا۔ اس سے پہلے ہی دونوں کے مُنہ پر دو کراٹے کے ہاتھ پڑے، وہ پھر لڑکھڑا کر پیچھے گئے۔ جب انھوں نے اپنے مُنہ پر ہاتھ رکھا تو ہتھیلی خون سے تر ہونے لگی۔ وہ شدید تکلیف محسوس کر رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے جبڑے ہل گئے ہوں۔ سمار تھا اور اُس کی ماں خوف زدہ ہو کر چیخ رہی تھیں اور پارس کو ایسے دیکھ رہی تھیں جیسے ڈان مورس کے اندر کوئی شیطان سما گیا ہو۔

بنگلے کے اندر کام کرنے والے ملازم وہاں آ گئے تھے اور دُور ہی سے تماشا دیکھ رہے تھے۔ پارس نے تنبیہ کے انداز میں انگلی اُٹھا کر کہا۔ "روما مجھے ایسی جگہ لے گئی تھی، جہاں پہنچ کر انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ آدمی کا دماغ بدل جاتا ہے، اُس کی تقدیر بھی بدل جاتی ہے۔"

ٹام مورس نے غصّے سے دانت پیس کر کچھ کہنا چاہا لیکن دانت پیسنے کے باعث جبڑے دُکھنے لگے۔ وہ کراہ کر رہ گیا۔ سام نے پوچھا۔ "روما، تمھیں کہاں لے گئی تھی؟"

"میں اچھی طرح نہیں جانتا۔ میں نے اس شہر کو کبھی دیکھا نہیں، کبھی تم لوگوں نے مجھے بنگلے سے باہر جانے ہی نہیں دیا۔ وہ مجھے ایک سائنس دان کے پاس لے گئی تھی، وہ سائنس دان کچھ انوکھے تجربے کر رہا ہے۔"

وہ سب حیرانی سے اُس کی باتیں سُن رہے تھے۔ انھیں یقین نہیں آ رہا تھا لیکن اُن کی باچھوں سے رِسنے والا خُون یقین دلا رہا تھا کہ ڈان مورس میں زبردست تبدیلی آئی ہے۔ پارس نے کہا۔ "اُس سائنس دان نے ایسی دوائیں اور انجکشن تیار کیے ہیں جن کے ذریعے کُند ذہن جوانوں کو ذہین اور حاضر دماغ بنایا جا سکتا ہے۔ جو جسمانی طور پر کمزور ہوتے ہیں وہ شہ زور ہو جاتے ہیں۔ سائنس دان نے کل صبح سے پچھلی رات تک چار بار مجھے مختلف قسم کی دوائیں کھلائیں اور پلائیں، پھر چھ بار انجکشن لگائے۔ اب میں محسوس کر رہا ہوں، جیسے میں بے پناہ قوتوں کا مالک ہوں، کوئی بات ایک حد تک برداشت کر سکتا ہوں۔ اگر بات حد سے گزر جائے تو میں اس کا ردِ عمل ظاہر کرتا ہوں۔ جیسا کہ اس وقت ظاہر کر رہا ہوں۔"

اُس نے ٹام مورس اور سام مورس کو ایک ایک گھونسا جڑتے ہوئے کہا۔ "جب تک میرا غصّہ ٹھنڈا نہیں ہو گا میں تم دونوں کی پٹائی کرتا رہوں گا۔ اُس سائنس دان نے بھی مجھے غصّہ دلایا تھا۔ میں نے اُس کی بھی پٹائی کی۔ اُس نے غصّہ ٹھنڈا کرنے کے لیے مجھ پر پانی پھینکا تو میں بالکل ٹھنڈا ہو گیا۔ میرا غصّہ ختم ہو گیا۔"

ٹام مورس نے غصّے سے گرجتے ہوئے کہا۔ "تمھارا جنون پانی سے نہیں چابک سے ٹھنڈا ہو گا۔ ابھی تمھیں پتا چلتا ہے۔"

وہ پاؤں پٹختا ہوا دوسرے کمرے میں گیا۔ پھر وہاں سے ایک چابک نکال کر لے آیا۔ اتنی دیر میں پارس، سام مورس کی اچھی طرح پٹائی کر چکا تھا اور وہ مار کھا کر لہولہان ہو رہا تھا۔ سمار تھا اور اُس کی ماں خوفزدہ ہو کر دور چلی گئی تھیں اور تھر تھر کانپ رہی تھیں۔ ٹام مورس چابک لے آیا۔ پھر اُسے گھما کر پارس کو مارنا چاہتا تھا کہ اُس نے چابک کے سرے کو پکڑ لیا۔ اب دونوں کے ہاتھوں میں چابک کے دو سرے تھے۔ ٹام چابک کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا، لیکن کھینچ نہیں سکتا تھا۔ جب اُس نے پورا زور لگایا تو پارس نے ایک جھٹکا دیا۔ چابک کا دستہ ٹام کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اب وہ چابک پارس کے ہاتھ میں تھا۔

سمار تھا کی ماں نے چیخ کر کہا۔ "ٹام! یہ تمھیں مار ڈالے گا۔ تمھیں بھی سام کی طرح لہُو لہان کر دے گا۔ اس پر جنون سوار ہو گیا ہے، میں کہتی ہوں، کوئی اس پر پانی لا کر ڈالے۔"

اُس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی پارس نے چابک گھما کر ٹام کو مارا تو اُس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ ایک ہی چابک کھا کر بھاگنا چاہتا تھا۔ پارس نے اپنا ہاتھ گھماتے ہوئے چابک کو اُس کی ٹانگ میں پھنسایا۔ پھر کھینچا تو وہ بھاگنے سے پہلے ہی اوندھے مُنہ گر پڑا۔ پھر اُس کی پیٹھ پر اور اُس کے جسم کے دوسرے حصّوں پر چابک کی مار بتانے لگی کہ ڈان مورس اب تک کیسی اذیتیں برداشت کرتا رہا تھا۔ کس طرح چابک اُس کے جسم پر انگارے کی طرح سُلگتی تھی، اُس کے کپڑے پھٹ جاتے تھے، جسم کی کھال پھٹ جاتی تھی۔ اور خون رِسنے لگتا تھا۔ آج وہی کچھ ٹام کے ساتھ ہو رہا تھا۔ سمار تھا اپنے باپ کے ساتھ یہ ظلم ہوتے نہ دیکھ سکی، جلدی سے دوڑ کر پانی لے آئی۔ پھر اُسے پارس کے اوپر پھینکا۔ اچانک ہی پارس کے ہاتھ سے چابک گر پڑا۔ وہ جیسے چونک کر اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا۔ "مجھے کیا ہو گیا تھا۔ یہ . . . یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

ٹام اور سام اپنے لہُو میں بھیگ رہے تھے۔ انہوں نے آج اتنی مار کھائی تھی کہ شاید بچپن میں کبھی اپنے باپ یا اُستاد سے بھی نہیں کھائی ہو گی۔ فی الوقت وہ بولنے کے قابل نہیں رہے تھے اور نہ ہی یہ سوچ سمجھ سکتے تھے کہ ڈان مورس کیا تماشے کر رہا ہے۔ کبھی جنون میں مبتلا ہو کر شہ زور بن جاتا ہے اور کبھی پانی بدن پر

پڑتے ہی کمزور اور بزدل نظر آنے لگتا ہے۔

سمارتھا اور اُس کی ماں ہوش و حواس میں تھیں۔ وہ حیرانی سے پارس کو دیکھ رہی تھیں۔ آہستہ آہستہ اُس کے قریب آنا چاہتی تھیں، یقین کرنا چاہتی تھیں کہ ڈان مورس کا جنون اور شہ زوری ختم ہو چکی ہے اور وہ پہلے کی طرح مٹی کا کیڑا بن گیا ہے جسے وہ ہمیشہ کی طرح اپنے سینڈل تلے کچل سکتی ہیں۔

سمارتھا نے فرش پر پڑے ہوئے چابک کو دیکھا پھر ڈرتے ڈرتے اسے جھک کر اٹھا لیا۔ پارس نے ایک دَم سے سہم کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا: "نن، نہیں، مجھے نہ مارنا۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے، وہ، وہ سائنس دان کہتا تھا، جب مجھے مارا جائے گا، مجھے غصہ دلایا جائے گا تو میں شہ زور بن جاؤں گا اور پانی ڈالا جائے گا تو کمزور ہو جاؤں گا۔"

سمارتھا نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا: "کیا ابھی تم کمزور اور بزدل ہو؟"

"میں نہیں جانتا، مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ اور میں اس وقت کیا ہوں۔ بس مجھے اس چابک سے ڈر لگ رہا ہے۔"

"تمھارے بیان کے مطابق اگر میں تمھیں ماروں تو تم پھر جنون میں مبتلا ہو جاؤ گے اور شہ زور ہو جاؤ گے اور میری بھی پٹائی کرو گے۔ اگر تم پر پانی ڈالا جائے گا تو پھر کمزور بن جاؤ گے؟"

"ہاں، یہی بات ہے۔"

سمارتھا نے کہا: "ممی ایک جگ پانی لے کر کھڑی رہیں جیسے ہی یہ جنون میں مبتلا ہو اور میری طرف بڑھے آپ اس پر پانی پھینک دیجیے گا۔"

پارس سہم کر دور ہٹ رہا تھا: "نہیں نہیں، مجھ پر ظلم نہ کرو۔ مجھے چابک نہ مارو، مجھ پر پانی نہ پھینکو۔"

وہ چابک لہراتے ہوئے کہہ رہی تھی: "میں تمھیں بھاگنے نہیں دوں گی۔ یہاں سے تم نکل نہیں سکو گے۔ اب تمھاری اتنی جرأت ہو گئی ہے کہ تم نے میرے ڈیڈی کو چابک سے مارا ہے! میں تمھاری کھال اُتار دوں گی۔"

اتنے میں سمارتھا کی ماں ایک جگ پانی لے آئی۔ ماں بیٹی دونوں تیار ہو گئیں۔ ایک حملہ کرنے والی تھی اور دوسری اس کے جنون کو کنٹرول کرنے والی تھی۔ پھر سمارتھا نے چابک لہراتے ہوئے پارس پر حملہ کیا۔ پارس نے ایک چابک کھا لیا۔ پھر ایک دَم سے تھر تھر کانپتے ہوئے جنون کی حالت میں سمارتھا کو دیکھنے لگا۔ دانت پیستے ہوئے کہنے لگا: "تم، تم چڑیل کی بچی، تم نے مجھے چابک مارا ہے۔ اب میں تمھاری کھال اُتار دوں گا۔"

سمارتھا نے سہم کر کہا: "ممی، جلدی سے اس پر پانی ڈالیے۔ یہ کمزور بنے گا، میں پھر چابک ماروں گی۔"

اُس کی ماں نے دونوں ہاتھوں سے جگ سنبھالتے ہوئے پانی پھینکا۔ پارس اُچھل کر ایک طرف چلا گیا۔ وہ سارا پانی سمارتھا کے اوپر آ گرا۔ ماں بیٹی کی دفاعی کوشش ناکام ہو گئی تھی۔ ماں جگ میں دوسرا پانی لانے کے لیے دوڑتی ہوئی گئی۔ اِدھر پارس نے ایک اُلٹا ہاتھ سمارتھا کے منہ پر رسید کیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی تو ماں دوڑتے دوڑتے پھسل کر گر پڑی، کانچ کا جگ ٹوٹ کر چکنا چور ہو گیا۔

پانی کسی اور جگ میں بھی لایا جا سکتا تھا۔ وہ فرش پر سے اُٹھنے لگی۔ پارس نے سمارتھا کی گردن دبوچ کر کہا: "اگر تم چاہتی ہو کہ تمھاری بیٹی پر زیادہ ظلم نہ ہو تو کانچ کے اِن ٹکڑوں پر کھڑی ہو جاؤ۔"

وہ اعتراض کرنا چاہتی تھی۔ پارس نے ایک زور کا طمانچہ سمارتھا کے گال پر رسید کیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی تو ماں تڑپ کر کانچ کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں پر چلی گئی۔ ایک عورت خواہ دوسروں کے لیے کتنی ہی ظالم اور چڑیل ہو، وہ اپنی اولاد کے لیے ماں ہوتی ہے۔ پارس نے ڈان مورس کی حیثیت سے کہا: "تم میری ماں نہیں ہو، لیکن چچی ہو اور چچی ماں کے برابر ہوتی ہے۔ کیا کبھی تمھیں خیال نہیں آیا کہ تم سب مل کر کس طرح میرے پاؤں تلے کانچ کے ٹکڑے بچھاتے رہے۔ مجھے ان ٹکڑوں کے بستر پر سُلاتے رہے۔ میں اندر سے لہولہان ہوتا رہا، لیکن تم لوگوں کو ذرا ترس نہیں آیا۔ یہ تمھاری کیسی ممتا ہے جو صرف بیٹی کے لیے ہے اور جب بیٹی کے لیے ہی ہے تو پھر ان کانچ کے ٹکڑوں پر ناچو، جس طرح آج تک مجھے نچاتی رہی ہو۔"

وہ گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگی: "نہیں بیٹے، مجھے معاف کر دو۔ آج سے میں تمھاری ماں ہوں، تمھیں اپنا بیٹا سمجھوں گی۔ مجھے ان کانچ کے ٹکڑوں سے ہٹ جانے دو۔"

"تم ہٹو گی تو تمھاری بیٹی پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ اگر تم نے میرے چُپ ہوتے ہی ناچنا شروع نہیں کیا تو میں . . ."

یہ کہہ کر وہ چُپ ہو گیا۔ گھور کر سمارتھا کی ماں کو دیکھنے لگا۔ وہ چُپ چاپ کھڑی ہوئی تھی، پارس نے ایک اور ہاتھ سمارتھا کے منہ پر رسید کیا۔ وہ چکرا کر فرش پر گر گئی۔

ماں فوراً ہی پاؤں اُٹھا اُٹھا کر ناچنے لگی۔ اُن کا ایک وفادار ملازم بھاگ کر پانی لے آیا تھا۔ اُس نے پارس پر پانی پھینکا تو وہی ردِ عمل ظاہر ہوا۔ پارس پھر نرم پڑ گیا۔ وہ سہم کر کبھی سام کو، کبھی ٹام کی بیوی کو اور کبھی سمارتھا کو دیکھنے لگا۔ سبھی لہولہان ہو گئے تھے۔ اس نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا: "میں پہلے ہی سمجھاتا تھا، مجھے نہ مارو، مجھے جنون میں مبتلا نہ کرو لیکن تم لوگوں کی حماقتوں نے تمھیں اس انجام تک پہنچایا ہے۔ اب بھی عقل سے کام لو۔"

سمارتھا کی ماں کانچ کے ٹکڑوں پر سے ہٹ گئی تھی۔ فرش پر گر کر اپنے پاؤں کے تلوے میں چبھے ہوئے کانچ کے ٹکڑے نکال رہی تھی۔ تکلیف سے کراہ رہی تھی اور اپنی بیٹی کو دیکھ رہی تھی جو بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی۔ وہ سچ مچ بے ہوش ہو گئی تھی۔

پارس نے ٹام اور سام کو دیکھتے ہوئے کہا: "تم دونوں میرے وہی چچا ہو جو مارتے وقت نہیں تھکتے تھے۔ تمھارے جسموں میں پتا نہیں کہاں سے شیطانی قوت پیدا ہو جاتی تھی۔ آج وہ شیطانی قوت فنا ہو گئی ہے۔ تم دونوں بے بسی سے فرش پر پڑے ہوئے اپنی بیٹی کو بے ہوشی کی حالت میں دیکھ رہے ہو۔ اپنی بیوی کے پاؤں میں چبھے ہوئے کانچ کے ٹکڑے ہاتھ بڑھا کر نہیں نکال سکتے لیکن میرے حکم پر اپنی جگہ سے حرکت کر سکتے ہو اور اگر نہیں کرو گے تو پھر شامت آ جائے گی۔ چلو، ٹیلی فون کے پاس آؤ۔"

ٹام نے بے بسی سے دیکھا۔ وہ تکلیف میں مبتلا تھا اپنی جگہ سے اُٹھنا نہیں چاہتا تھا — ٹیلی فون اس سے دو چار قدم کے فاصلے پر تھا۔ پارس نے کہا: "آج تک ہوتا یہ رہا ہے کہ تم مجھے مارنے کے بعد ٹیلی فون کر کے ڈاکٹر کو بلاتے تھے اور بڑی خاموشی سے میری مرہم پٹی کراتے تھے تاکہ یہ بات بنگلے سے باہر نہ جائے۔ آج بھی اسی ڈاکٹر کو بلاؤ۔ وہ چُپ چاپ تم سب کی مرہم پٹی کرے گا اور یہ بات بنگلے سے باہر نہیں جائے گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی چار ہٹے کٹے پہلوان قسم کے ملازم آئے۔ یہ چاروں ملازم ٹام نے رکھے تھے تاکہ . . . ڈان مورس ان سے خوف زدہ رہے اور اس بنگلے سے باہر قدم رکھنے کی جرأت نہ کرے۔ وہ چاروں پہلوان کبھی کبھی ڈان مورس کی پٹائی کیا کرتے تھے۔ اُنھیں دیکھتے ہی ٹام اور سام کے جسم میں جیسے جان سی آ گئی۔ ٹام نے چیختے ہوئے کہا: "ارے کم بختو! تم چاروں کہاں مر گئے تھے۔ دیکھو اس کم بخت نے ہمارا کیا حال کیا ہے۔ اسے پکڑو اور اس کی ایسی پٹائی کرو کہ ایک مہینے تک بستر سے نہ اٹھ سکے۔"

سام نے کہا: "صرف پٹائی نہ کرنا۔ بلکہ دونوں ہاتھ توڑ دینا تاکہ پھر کبھی یہ ہم پر ہاتھ اٹھانے کی حماقت نہ کرے۔"

ٹام نے بگڑ کر کہا: "تم بیوقوف ہو، غصے میں عقل کی بات بھول جاتے ہو۔ اگر ہم نے اِس کے ہاتھ توڑ دیے تو چیک پر کسی طرح دستخط کرے گا۔"

سمارتھا کی ماں نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا: "اس کا ہاتھ ہمارے لیے قیمتی ہے۔ ہاتھ کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ باقی ایسی مرمت کرو کہ یہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے۔"

ایک پہلوان ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا اُس کے قریب آیا۔ پھر اُسے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس سے پنجہ ملایا۔ پہلوان نے بڑی سفاکی سے مسکراتے ہوئے کہا: "میں تمھاری انگلیاں نہیں توڑوں گا۔ لیکن پنجہ ملانے کی تھوڑی سی سزا ضرور دوں گا۔"

وہ ذرا زور لگاتے ہوئے پارس کی انگلیوں کو موڑنا چاہتا تھا۔ پتا چلا، انگلیاں بڑی سخت ہیں۔ نہیں مُڑ سکیں گی۔ اس نے ذرا اور زور لگایا۔ پھر زور لگاتا چلا گیا۔ ساتھ ہی حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔ یہ یقین نہیں آ رہا تھا کہ ڈان مورس کی انگلیاں آہنی سلاخوں کی طرح سخت ہو گئی ہیں۔ یہ آگ سے پگھلائے جانے کے بعد ہی موڑی جا سکتی ہیں ورنہ ان کا موڑنا ممکن نہیں ہے۔ اچانک ہی پہلوان کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ اس کی انگلیاں ایک جھٹکے سے مڑ گئی تھیں۔ پنجے سے کڑ کڑ کڑ کی آواز آ رہی تھی جیسے انگلیاں ٹوٹ رہی ہوں یا زوردار آواز کے ساتھ چیخ رہی ہوں۔ دوسرا پہلوان اس کی مدد کے لیے لپکا۔ پارس نے گھوم کر اسے ایک ٹھوکر ماری۔ پھر گھوم کر دوسری ٹھوکر ماری۔ وہ جانتا تھا کہ ایسی صورت میں دوسرے تیسرے پہلوان بھی آگے بڑھیں گے۔ لہٰذا دوسرے پر حملہ کرتے کرتے اس نے اچانک ہی تیسرے پر حملہ کیا۔ چوتھے نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اُس نے ذرا جھک کر چھلانگ لگانے والے کو سمارتھا کی ماں کے اوپر پھینکا۔ وہ ایک دم سے تڑپ کر چیخنے لگی۔ پہلوان کے نیچے سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ پہلوان اپنی کمر پکڑے تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھ نہیں سکتا تھا جس کے نتیجے میں سمارتھا کی ماں پس رہی تھی۔

دوسرے پہلوان نے اپنی باچھوں سے رِستے والے خون کو پونچھتے ہوئے کہا: "یہ . . . یہ ڈان مورس ہرگز نہیں ہے۔ اس کے اندر کوئی شیطان گھسا ہوا ہے۔"

ان میں سے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنے ہٹے کٹے پہلوان ایک لڑکے کے مقابلے میں لہولہان ہوتے رہیں گے۔ اگر ان کے بس میں ہوتا تو وہ میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے، لیکن مدتوں سے وہاں کا نمک کھا رہے تھے، بڑی بڑی رقمیں وصول کر رہے تھے۔ اُن کا خیال تھا جتنی رقمیں وہ وصول کر چکے ہیں اس سے زیادہ

خون بہ رہا ہے۔ مشکل یہ تھی کہ وہ ایک کے مقابلے میں میدان نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ یہ بہت بڑی انسلٹ ہوتی۔ اس لیے وہ اپنی آخری قوتوں کو اور اپنے آخری داؤ پیچ کو استعمال کرتے ہوئے کسی طرح پارس کو زمین پر گرا دینا چاہتے تھے۔ ان کی یہی حسرت انھیں لے ڈوبی۔ آہستہ آہستہ سب ہی زمیں بوس ہوتے چلے گئے پھر پارس نے ٹام مورس کے پاس آکر اس کے سینے پر پاؤں رکھتے ہوئے کہا "پہلے تم چار گھر والے زخمی تھے۔ ڈاکٹر آتا، تمھاری مرہم پٹی کر کے چلا جاتا۔ گھر کی بات گھر میں رہتی تم نے باہر والوں کو بھی بلا لیا۔ اب چار زخمی اور ہو گئے۔ تمھارا رازدار ڈاکٹر میرے زخموں کو باہر والوں سے چھپانے کا اچھا خاصا معاوضہ لیا کرتا تھا۔ آج تم لوگوں کے زخم چھپانے کے لیے کچھ زیادہ ہی لے گا کیونکہ مریض زیادہ ہیں آج اس کی چاندی ہی چاندی ہے۔ چلو اٹھو اور اُسے فون کرو۔"

فرزانہ نیویارک واپس آگئی۔ بظاہر وہ اکیلی آئی تھی لیکن رسونتی بھی اُس کے ساتھ تھی۔ دماغ میں چُپ چاپ رہ کر اس کی نگرانی کر رہی تھی۔ میں نے رسونتی کو سمجھایا تھا کہ میں پارس اوّل کے معاملات میں مصروف رہوں گا لٰہذا وہ فرزانہ کے ساتھ رہے اور ایسی حرکتیں کرے جس کے نتیجے میں فرزانہ لوگوں کی نظروں میں آتی رہے۔

میرے قارئین اچھی طرح سمجھتے ہیں، رسونتی منصوبے بنانا نہیں جانتی۔ اگر بنا بھی لے تو ان پر عمل کرنے کے معقول طریقے استعمال نہیں کر سکتی۔ ایسے وقت وہ ہر پہلو پر نظر رکھنا بھول جاتی ہے۔ اس کا ذہن دوررس نتائج کے متعلق سوچ نہیں پاتا۔ میں نے اُسے سمجھایا تھا، جب بھی وہ کوئی دشواری محسوس کرے تو مخاطب کر کے مشورے لیا کرے میرے پہلے مشورے کے مطابق رسونتی نے کنگ فرنانڈو سے کہا "تمھاری بھتیجی بلکہ بھتیجی کی بیٹی فرزانہ واپس آگئی ہے، تم ایک پریس کانفرنس بلاؤ۔ اس میں اعلان کرو کہ میری بھتیجی کی بیٹی جسے ہم پیار سے فیری کہا کرتے تھے، اس نے اسلام قبول کر لیا ہے اور اس کا نام فرزانہ ہے۔ وہ اپنی جائیداد کی دیکھ بھال کے سلسلے میں نیویارک آئی ہوئی ہے۔"

دوسرے دن کے اخبارات میں فرزانہ کے متعلق یہ خبر شائع ہوگئی۔ فرنانڈو کا یہ بیان اخبارات کے ذریعے یقیناً پارس تک پہنچا ہوگا یا پھر کسی نہ کسی ذریعے سے پہنچنے والا ہوگا۔ میرے دوسرے مشورے کے مطابق رسونتی نے فرزانہ کو جیری جیکب کے ہوٹل میں جا کر لنچ کرنے کے لیے کہا۔ وہ بے چاری دہی کر رہی تھی جو ہونے والی ساس کہہ رہی تھی۔ ایک طرف وہ ساس کو خوش رکھنا چاہتی تھی، دوسری طرف نیویارک واپس آکر پارس سے دوبارہ ملنے کی خوشی تھی۔ اُسے یقین تھا، اخبارات میں اس کے متعلق پڑھتے ہی وہ تیر کی طرح آئے گا۔ وہ بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔

رسونتی اُسے جیری جیکب کے ہوٹل میں لے گئی۔ فرزانہ نے کاؤنٹر پر پہنچ کر منیجر سے ملاقات کی، اپنا نام بتایا، پھر کہا "مجھے کل سے اس ہوٹل میں ایک کمرا چاہیے۔ ابھی میرے نام بُک کر لیں، میں پیشگی رقم ادا کر رہی ہوں۔"

منیجر نے اس کے سامنے ایک فارم رکھا جسے فرزانہ نے اپنے نام کے ساتھ پُر کیا۔ دستخط کیے۔ اُس نے یہ بھی لکھا کہ وہ پیشگی کے طور پر پانچ سو ڈالر ہوٹل میں جمع کر رہی ہے۔

اس کے ساتھ ہی اُس نے پرس کھول کر پانچ سادے کاغذ نکالے جو سو ڈالر کے نوٹوں کے برابر تھے۔ ان سادے کاغذات کو اس نے منیجر کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "یہ رہے پانچ سو ڈالر۔"

منیجر نے شکریہ ادا کرتے ہوئے وہ کاغذات لیے۔ پھر انھیں کیش باکس میں ڈال دیا۔ اس سے کہا "مس فرزانہ! کل سے آپ کے لیے کمرا نمبر چار سو چھ ریزرو رہے گا۔ آپ کسی وقت بھی آسکتی ہیں۔"

فرزانہ نے پوچھا "ڈائننگ ہال کہاں ہے۔ میں یہاں لنچ کروں گی۔"

منیجر نے ڈائننگ ہال تک اس کی رہنمائی کی۔ پھر واپس کاؤنٹر کی طرف آیا تو رسونتی نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے چکرا کر رہ گیا۔ اپنے سر کو تھام کر سوچنے لگا۔ ابھی میں کہاں تھا، میرے ساتھ کیا ہو رہا تھا؟

رسونتی نے اس کے دماغ کو پوری طرح قابو میں نہیں رکھا تھا۔ کچھ آزاد بھی چھوڑا ہوا تھا اس لیے یاد آرہا تھا کہ ایک نوجوان لڑکی کاؤنٹر پر آئی تھی۔ اس نے ایک کمرا اپنے لیے ریزرو کرایا تھا اور پانچ سو ڈالر دیے تھے۔ اس لڑکی کا نام یاد نہیں آرہا تھا۔ اس نے تازہ بھرا ہوا فارم نکالا۔ اُس میں فرزانہ کا نام لکھا ہوا تھا اور یہ بھی تحریر تھا کہ پانچ سو ڈالر ادا کیے گئے ہیں۔

اُس نے کیش باکس کھول کر دیکھا تو وہاں کتنے ہی سو ڈالر کے نوٹ تھے۔ اُن میں پانچ ایسے سادہ کاغذ کے ٹکڑے بھی تھے جو سو ڈالر کے برابر تھے۔ اُس نے ان کاغذات کو اٹھا کر حیرانی سے دیکھا اور سوچا۔ یہ سادے کاغذ یہاں کیوں پڑے ہیں۔ رسونتی

نے اس کی سوچ میں کہا "کہیں اس لڑکی نے کوئی فراڈ تو نہیں کیا ہے۔ پانچ سو ڈالر دینے کے بجائے اُس نے سو سو کے نوٹوں کے برابر سادے پانچ کاغذات دے دیے۔ اس وقت میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔ پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا۔"

وہ رسونتی کی سوچ کے مطابق سوچنے لگا "میں اپنے آپ میں نہیں تھا حالانکہ وہ لڑکی میرے سامنے کھڑی ہوئی تھی لیکن مجھے اُس کی صورت یاد نہیں ہے۔ اوہ گاڈ! اب یاد آیا، میں تو ابھی اُسے ڈائننگ ہال کی طرف لے گیا تھا۔"

اُس نے وہ پانچ سادے کاغذ نکال لیے پھر تیزی سے چلتا ہوا ڈائننگ ہال میں آیا۔ دُور تک لوگ میز کے اطراف میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک خالی میز کے پاس فرزانہ نظر آئی۔ اگرچہ منیجر اُسے چہرے سے اچھی طرح پہچان نہیں سکتا تھا لیکن اُس کی تنہائی بتا رہی تھی کہ یہ وہی لڑکی ہو سکتی ہے پھر رسونتی نے اُس کے دماغ میں رہ کر اُسے یقین دلایا۔ یقیناً یہی لڑکی ہے اس کا چہرہ کچھ ایسا ہی تھا۔

منیجر نے اس کے پاس آکر کہا "مس! کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

فرزانہ نے مسکراتے ہوئے کہا "جی ہاں، ضرور۔ میں نے لنچ کا آرڈر دیا ہے۔ آپ میرے ساتھ کھانا پسند کریں گے؟"

"جی نہیں شکریہ، میں یہاں کا منیجر ہوں۔"

فرزانہ نے ہنستے ہوئے کہا "آپ مجھے ایسے بتا رہے ہیں جیسے میری یادداشت کمزور ہو گئی ہو، بھئی! ابھی تو میں آپ کے پاس سے آرہی ہوں۔ آپ نے ڈائننگ ہال تک میری رہنمائی کی، آپ نے میرے لیے ایک کمرا ریزرو کیا۔ کل سے میں اس کمرے میں آنے والی ہوں۔ کمرے کا نمبر چار سو چھ ہے۔"

منیجر نے ایک گہری سانس لی۔ پھر وہ پانچ سادے کاغذ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "کیا یہ کاغذات آپ نے مجھے دیے ہیں؟"

فرزانہ نے حیرانی سے دیکھا پھر پوچھا "آپ کو سادے کاغذات دینے کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟ پھر آپ کو یہ خیال کیوں آیا کہ یہ کاغذات میں نے دیے ہیں؟"

"میں عجیب اُلجھن میں ہوں۔ یہ پانچ کاغذات میرے کیش باکس میں پڑے ہوئے تھے۔"

"کیا آپ چاہتے ہیں، میں آپ کی یہ اُلجھن سُلجھا دوں! کیا آپ مجھے کوئی جاسوسہ سمجھ کر آئے ہیں؟"

"سوری مس! میرا لہجہ تلخ ہو رہا ہے۔ میں معافی چاہتا ہوں، مجھے آپ سے ایسا سوال نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

وہ اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف آتے ہوئے سوچنے لگا۔ آخر یہ میرے ساتھ کیا ہو گیا ہے۔ یہ سادے کاغذ کے پانچ ٹکڑے کیش باکس میں کس طرح آئے؟

اُس نے کاؤنٹر کے پاس آکر کیش باکس پر رکھے ہوئے کمپیوٹر کو دیکھا۔ کمپیوٹر بتا رہا تھا۔ اس وقت اس کیش باکس میں پچاس ہزار پانچ سو ڈالر ہیں۔

اُس نے کیش باکس کو کھول کر تمام نوٹ گننے شروع کیے۔ پورے پچاس ہزار ڈالر تھے اور پانچ سو ڈالر نہیں تھے۔ اُن کی جگہ وہی پانچ سادے کاغذ کے ٹکڑے تھے...... یہ عجیب و غریب تماشا تھا۔ اس ہوٹل میں اب سے پہلے بھی ایسے عجیب و غریب تماشے ہوئے تھے۔ جو اس کی سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ خود اس ہوٹل کا مالک جیری جیکب کبھی کسی ضرورت کے تحت ایسا کام کر جاتا تھا کہ...... منیجر چکرا کر رہ جاتا تھا۔ یہ کیسے ہو گیا؟ کیوں ہو گیا؟

منیجر ان حالات میں اپنے مالک جیری جیکب کے پرسنل سیکریٹری سے رابطہ قائم کرتا تھا اور اسے تمام حالات بتاتا تھا۔ اس بار بھی اس نے ٹیلی فون کے ذریعے اس کے پرسنل سیکریٹری کو مخاطب کیا۔ پھر اسے ساری باتیں بتائیں......

سیکرٹری نے کہا "اُس لڑکی سے کوئی سوال نہ کرنا اور نہ ہی شبہ ظاہر کرنا۔ کل وہ ہوٹل میں آکر رہنے والی ہے۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ یہاں رسونتی نے مجھ سے مشورہ لیے بغیر ایک غلطی کی۔ وہ منیجر کے دماغ میں رہ کر پرسنل سیکرٹری کی گفتگو سن رہی تھی۔ اُس نے آواز اور لب و لہجہ سنتے ہی فوراً اس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی تو اُس نے سانس روک لی۔ خیال خوانی کی لہریں واپس آگئیں۔ اُس نے پھر ایک بار کوشش کی۔ اس بار پرسنل سیکرٹری آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے سوچ کے ذریعے پوچھ رہا تھا "یس باس، کوڈ ورڈز؟"

رسونتی کو کوڈ ورڈز معلوم نہیں تھے۔ اُس نے پھر سانس روک لی۔ وہ پھر اپنی جگہ واپس آگئی۔ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر اُس نے مجھے مخاطب کیا اور تمام حالات بتائے۔ میں نے پوچھا "یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ جیری جیکب کا پرسنل سیکرٹری ہے، تم بلا سوچے سمجھے کیوں اُس کے دماغ میں گئیں؟

جو شخص ٹیلی پیتھی جانتا ہے، وہ یقیناً کسی یوگا جاننے والے کو ہی اپنا پرسنل سیکرٹری اور باڈی گارڈ رکھے گا۔"

"مجھ سے بھول ہوگئی۔ اب کیا ہوگا؟"

"کچھ نہیں ہوگا۔ ہم خود یہ چاہتے ہیں کہ فرزانہ ایک طرف پارس کی نظروں میں آئے، دوسری طرف جیری جیکب بھی اُسے دیکھ لے، سمجھ لے اور اُس کے ذریعے پارس کو ٹریپ کرنا چاہے۔ اس کا پرسنل سیکرٹری ضرور اُسے بتائے گا کہ کوئی اُس کے دماغ میں آنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس طرح اُن کی سمجھ میں یہ بات آجائے گی کہ ٹیلی پیتھی کا چکر چلا کر ہی وہ پانچ سو ڈالر کی جگہ پانچ سادے کاغذ کے ٹکڑے منیجر کے ہاتھوں میں دیے گئے ہوں گے۔ تم اپنا کام کرتی رہو لیکن ذرا ہوشیاری سے، سوچ سمجھ کر سہولت سے ٹھہر ٹھہر کر۔ جہاں جلد بازی کرو گی وہاں ضرور غلطی کرو گی۔ فی الحال تم سے غلطی ہونے کے باوجود غلطی نہیں ہوئی ہے۔"

وہ خوش ہوگئی، پھر مایوس ہو کر بولی "پارس کا ابھی تک کوئی سراغ نہیں ملا۔"

"آج صبح اخبارات میں خبریں شائع ہوئی ہیں۔ شام تک انتظار کرو۔ ہو سکتا ہے، وہ رات کو کسی وقت فرزانہ سے رابطہ قائم کرے۔"

"ایسے وقت مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"خود کو کبھی ظاہر نہ کرنا۔ وہ فرزانہ سے پوچھے گا کہ ہم میں سے کوئی اُس کے دماغ میں موجود ہے یا نہیں، اس کے جواب میں فرزانہ کو انکار کرنا چاہیے اور یقین کرنا چاہیے کہ تم کبھی کبھی اُس کے پاس خیریت معلوم کرنے آتی ہو۔"

رسونتی اپنی جگہ حاضر ہوگئی۔ اُس نے شام تک انتظار کیا۔ چپ چاپ فرزانہ کے دماغ میں آکر دیکھا۔ پتا چلا، پارس نے ابھی تک اُسے ٹیلیفون یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے مخاطب نہیں کیا ہے۔ اب یہی اُمید تھی کہ رات کو کسی وقت چھپ کر اُس سے ملنے آئے گا۔

فرزانہ رات بھر بے چینی سے کروٹیں بدلتی رہی۔ بار بار ٹیلیفون کی جانب دیکھتی رہی۔ یہی حال رسونتی کا تھا۔ وہ ہونے والی بہو کے دماغ میں بے چین تھی۔ ایک جسم تھا۔ ایک دماغ تھا، لیکن جذبے دو تھے۔ ایک محبوبہ کا جذبہ تھا اور ایک ممتا کا جذبہ۔

رات کے دو بجے میں فرزانہ کے پاس پہنچا تو اُسے بہت ہی بے قرار پایا۔ میں نے رسونتی سے کہا "تم دونوں کو سو جانا چاہیے۔ میں جاگتا رہوں گا۔ اگر پارس آئے گا یا اُس کا فون آئے گا یا کسی بھی ذریعے سے وہ فرزانہ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا تو میں اسے جگا دوں گا۔ تمھیں بھی اطلاع دوں گا۔"

رسونتی چلی گئی۔ میں نے فرزانہ کے دماغ کو آہستہ آہستہ تھپکنا شروع کر دیا۔ پھر اُسے گہری نیند سُلا دیا۔ صبح سات بجے رسونتی نے مخاطب کیا "فرہاد! تم نے مجھے جگایا نہیں، کوئی اطلاع نہیں دی۔"

"تمھارا بیٹا آیا ہی نہیں تو اطلاع کیا دیتا؟"

"میرا دل گھبرا رہا ہے۔ پتا نہیں، وہ کہاں ہے، کیا کر رہا ہے۔ کیا اتنے سارے اخبارات میں سے ایک اخبار بھی اُس کی نظر سے نہیں گزرا ہوگا؟"

"تم بہت جلدی پریشان ہو جاتی ہو۔ ابھی یہ خبر شائع ہوئے مشکل سے چوبیس گھنٹے گزرے ہیں۔ ذرا انتظار کرو۔ ذرا صبر کرو۔"

"صبر کر رہی ہوں لیکن فرزانہ کو جیری جیکب کے ہوٹل نہیں بھیجوں گی۔ اگر انھوں نے کوئی جال بچھایا تو یہ بُری طرح پھنسے گی۔ اسے وہاں سے نکال لانا ہمارے لیے دشوار ہوگا۔ ہم نئی مصیبتوں میں اُلجھنا نہیں چاہتے۔"

"ٹھیک ہے، جیری جیکب کو پھانسنے کے لیے ہم فرزانہ کو اُدھر نہیں بھیجیں گے۔ مجھے یقین ہے، پارس ضرور آئے گا، اور جب تک نہیں آئے گا فرزانہ اپنی اسی رہائش گاہ میں رہے گی۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں فرزانہ کو بیدار کرنا چاہتا تھا، خود ہی اُس کی آنکھ کھل گئی۔ اُس نے ہڑبڑا کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا۔ جلدی سے ہاتھ بڑھایا پھر ریسیور اٹھا کر بولی "ہیلو، ہیلو، میں فرزانہ بول رہی ہوں۔ تم کون ہو؟ دیکھو، آواز نہ بدلنا، نام نہ بدلنا۔ میرا دل کہتا ہے، تم میرے پارس ہو۔"

"ہاں، میں پارس ہوں۔ تم کیا کر رہی تھیں؟"

"میں گہری نیند میں تھی۔ ٹیلی فون کی گھنٹی سن کر چونک پڑی۔ تم یقین نہیں کرو گے، میں رات کو بہت دیر تک جاگتی رہی۔ پھر پتا نہیں کیسے آنکھ لگ گئی!"

"ظاہر ہے، ماما نے ٹیلی پیتھی کی لوری سنائی ہوگی۔ تمھیں پتا بھی نہ چلا اور تم سو گئیں اور ماما شاید رات بھر پہرا دیتی رہیں کہ میرا ٹیلی فون آئے گا یا میں خود آؤں گا۔"

"میں تمھیں یقین دلاتی ہوں، اس وقت میرے دماغ میں کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ میں گہری نیند میں تھی۔"

"ہاں، میں یقین کرتا ہوں، اس وقت ماما نہیں ہوں گی۔ میں نے سوچ سمجھ کر ابھی فون کیا ہے۔ میرے خیال سے انھوں نے صبح چار یا پانچ بجے تک انتظار کیا ہوگا۔ پھر تمھیں سُلا دیا ہوگا۔ آخر وہ اپنی جگہ سے کتنی دیر تک غیر حاضر رہ سکتی ہیں۔ اپنی جگہ رہ کر بھی حرکت کرنی ہوتی ہے، کھانا پینا ہوتا ہے، سونا، جاگنا ہوتا ہے۔ یہی سوچ کر میں نے ابھی فون کیا ہے۔ مجھے یقین ہے، وہ نہیں ہوں گی۔ ویسے یہ بتاؤ، تم یہاں کیوں آئی ہو؟"

"کیا ساری باتیں ٹیلی فون پر ہی پوچھ لو گے؟"

"میں تمھیں اپنے پاس بلاؤں گا، مگر میرے سوال کا جواب دو۔"

"تمھارے سوال کا جواب میں تمھارے پاس آکر دوں گی، بولو کہاں آؤں؟"

"ٹھیک دو گھنٹے بعد میری کار تمھارے بنگلے کے سامنے کھڑی ہوگی۔ فوراً آکر گاڑی میں بیٹھ جانا، پھر ہم کہیں چلیں گے۔"

وہ ریسیور رکھ کر خوشی سے انگڑائی لینے لگی۔ میں اور رسونتی اُس کے دماغ سے نکل آئے۔ ایسے وقت بہو کے پاس رہنا مناسب نہیں تھا۔ پتا نہیں، وہ کیا کچھ سوچنے والی تھی۔ ہمیں معلوم ہوگیا تھا، دو گھنٹے بعد وہ آئے گا لہٰذا ہم نے دو گھنٹے بہو کو آزاد چھوڑ دیا۔

جب ہم دوبارہ فرزانہ کے پاس پہنچے تو وہ بالکل تیار تھی، تیزی سے چلتی ہوئی بنگلے سے نکل رہی تھی۔ احاطے کے باہر پارس گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ اس کے پاس بیٹھ گئی۔ دروازے کو بند کیا۔ پھر گاڑی آگے چل پڑی۔ فرزانہ نے پوچھا "تم کہاں گم ہوگئے تھے؟"

پارس نے جواب دیا "یہ تم پوچھ رہی ہو یا ماما؟"

"میں پوچھ رہی ہوں۔"

"میں ماما کو مخاطب کر رہا ہوں۔ کیا وہ مجھ سے بات کرنا پسند کریں گی؟"

رسونتی کچھ بولنا چاہتی تھی۔ میں نے اُس کے دماغ میں چپکے سے کہا "خاموش رہو۔"

ادھر فرزانہ پوچھ رہی تھی "ماما! کیا آپ میرے دماغ میں موجود ہیں۔ کیا آپ پارس سے بات کرنا پسند کریں گی؟"

اُسے کوئی جواب نہ ملا۔ پھر فرزانہ نے کہا "یقین کرو پارس، ماما کبھی کبھی میری خیریت پوچھنے آتی ہیں۔"

"میں کیسے یقین کروں؟"

"تم خود سوچو، میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں۔ تمھارے بارے میں جانے کیا کچھ سوچتی رہتی ہوں۔ کیا تمھاری ماما اخلاقی قدروں کو بھول کر میرے خیالات پڑھنا پسند کریں گی؟"

"وہ ایسا نہیں کریں گی۔ بہرحال، وہ موجود ہوں یا نہ ہوں، میں

تمھارے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار سکوں گا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں تمھارے لیے واپس آئی ہوں۔"

"کیوں آئی ہو؟ میں نے تمھیں سمجھایا تھا، تمھیں بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر بہت کچھ سیکھنا اور سمجھنا ہے۔"

"میں تمھاری ہر بات کو اپنے لیے حکم سمجھتی ہوں، کسی بات سے انکار نہیں کر سکتی لیکن ماما کہتی ہیں، جب بیٹا میری بات نہیں مانتا ہے تو میں بیٹے کی امانت اپنے پاس کیوں رکھوں۔"

"ماما کی عقل اتنا کام نہیں کرتی ہے۔ یہ سب پاپا کہہ رہے ہیں، انھوں نے مجھے ڈھونڈ نکالنے کے لیے ماما کو یہ تدبیر بتائی ہوگی اور انھوں نے تمھیں یہاں بھیج دیا ہے۔"

"جب تم جانتے ہو کہ تمھیں ڈھونڈ نکالنے کے لیے مجھے چارا بنایا گیا تھا تو پھر کیوں ملنے آ گئے؟"

"تم یہاں آؤ اور میں تمھیں نہ دیکھوں، تم سے نہ بولوں، تمھارے ساتھ تھوڑا وقت نہ گزاروں تو کیا میرا دل ملنے گا؟"

فرزانہ خوش ہوگئی۔ پارس نے کہا "دوسری بات یہ کہ میں ماما کی تسلی کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے جو تدبیر کی اور جس تدبیر پر عمل کیا، اس کے نتیجے میں میں اُن کے سامنے آ گیا ہوں، اُن کی تلاش مکمل ہوگئی ہے۔ میں تمھارے ذریعے انھیں کہنا چاہتا ہوں، آئندہ تمھیں یہاں نہ بھیجیں۔ تمھیں اپنے پاس بلا کر بابا صاحب کے ادارے میں رکھیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک کار کا ہارن سنائی دیا۔ وہ کار بائیں جانب اُن کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی، کار میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے ایک رُقعہ اُن کی طرف بڑھایا۔ پارس نے کہا "وہ جو کچھ دے رہا ہے۔ اسے لو اور دیکھو، اس میں کیا لکھا ہے۔"

فرزانہ نے کھڑکی سے باہر ہاتھ بڑھا کر وہ پرچی لی پھر اُسے کھول کر پڑھا۔ اُس میں لکھا تھا "تمھاری معشوقہ اپنے ساتھ جو ہینڈ بیگ لے کر آئی ہے اس کے اندر ایک بم رکھا ہوا ہے۔ وہ ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے کسی وقت بھی بلاسٹ ہو سکتا ہے اور وہ ریموٹ کنٹرولر اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ اس بیگ کو کھڑکی سے باہر پھینکنے کی حماقت نہ کرنا۔ جیسے ہی تمھاری گرل فرینڈ اپنے ہاتھوں کو حرکت دے گی، میں ریموٹ کنٹرولر کا بٹن دبا دوں گا۔ اس ناگہانی موت سے نجات حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے آگے جا کر ایک بڑی سی گاڑی کھڑی ہوئی نظر آئے گی۔ اُس کے پیچھے گیراج نما ٹریلر ہے، تم اپنی کار اس گیراج کے اندر لے جاؤ گے اور ہاں! اس بات کا خیال رکھنا کہ تمھاری گاڑی میری گاڑی سے آگے نہ بڑھے اور نہ ہی پیچھے جائے، ہم ساتھ ساتھ چلتے رہیں گے۔ کوئی چالاکی کام نہیں آئے گی۔"

فرزانہ وہ پرچی پڑھ کر سنا رہی تھی۔ پارس نے کہا "اپنے ہاتھوں کو حرکت نہ دینا۔ چُپ چاپ بیٹھی رہو۔"

"پارس! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"وہی، جو ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماں باپ چاہتے تھے۔"

"تمھارے لہجے میں تلخی ہے۔"

"کیا تلخی نہیں ہونی چاہیے۔ ہم آزادی چاہتے ہیں، ماں باپ سے التجا کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے طور پر کام کرنے کا موقع دیں۔ اگر وہ تمھیں یہاں نہ بھیجتے اور میں تم سے ملنے نہ آتا تو کیا دشمن اس طرح ٹریپ کر سکتے تھے؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ دشمنوں کو کس طرح معلوم ہو گیا کہ میں تمھارے ساتھ اس کار میں بیٹھ کر جانے والی ہوں؟"

"یہ موٹی سی عقل سے بھی سوچا جا سکتا ہے جب تمھارے دماغ میں میری ماما اور پاپا آ سکتے ہیں تو کیا وہ جیری جیکب نہیں آ سکتا۔ وہ چُپ چاپ بیٹھ کر یہ نہیں معلوم کر سکتا کہ میں نے تم سے فون پر رابطہ قائم کیا ہے۔ پھر دو گھنٹے بعد تمھیں اس کار میں لے جانے کا پروگرام بنایا ہے۔ اب خود ہی دیکھ لو، دشمن ہمارے پروگرام سے واقف تھے۔ اسی لیے ہم اُن کے جال میں آ گئے۔"

رسونتی نے پریشان ہو کر مجھ سے پوچھا "فرہاد! یہ کیا ہو گیا ہے؟"

"اس وقت تم پریشان ہو کر مجھے پریشان نہ کرنا۔ اتنا سمجھ لو کہ ہمارا بیٹا نادان نہیں ہے۔ وہ پوری تیاریوں کے ساتھ آیا ہوگا پھر جیری جیکب بھی احمق نہیں ہے کہ ہمارے بیٹے کی جان لے کر ہمیں اپنا جانی دشمن بنا لے۔ اب تک جو دشمنی ہے وہ صرف اس حد تک ہے کہ ہم اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ اگر اُس نے حد سے بڑھنے کی کوشش کی تو ہم اُسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"تم اُسے زندہ چھوڑ دو یا مار دو۔ اگر میرے بیٹے کی جان کو کچھ ہو گیا تو میں اُس بدمعاش کی جان لے کر کیا کروں گی، کیا میرا بیٹا مجھے واپس مل جائے گا؟"

"اگر تم اسی طرح بکواس کرتی رہیں تو میں اُس کی حفاظت کے لیے کوئی معقول تدبیر نہیں سوچ پاؤں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں خاموش رہتی ہوں اور دیکھتی ہوں آج تم میرے بیٹے کے لیے کیا کرتے ہو؟"

ہماری باتوں کے دوران پارس کو وہ گاڑی نظر آ رہی تھی۔

اس کا پچھلا حصہ کھُلا ہوا تھا۔ وہ چُپ چاپ ڈرائیو کرتا ہوا اُس کھُلے ہوئے حصّے کے اندر چلا گیا تو پچھلا حصہ بند ہو گیا۔ اب وہ گاڑی کے ٹریلر میں کار سمیت فرزانہ کے ساتھ قید ہو گیا تھا۔ وہ ٹریلر چل پڑا تھا۔ وہ کہاں جا رہا تھا اور اُن کے ساتھ کیا سلوک ہونے والا تھا یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ پارس نے کہا "فرزانہ! یقیناً ماما اور پاپا تمھارے دماغ میں ہوں گے۔ اُن سے پوچھو، کیا وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہماری جان بچا سکتے ہیں؟"

اتنی دیر میں رسونتی نے فرزانہ کی زبان سے کہا "پارس! طعنے نہ دو۔ کبھی کسی کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے اور کبھی کسی کا۔ یہ ابھی تم پر غالب آ رہے ہیں لیکن تمھارے پاپا بہت جلد یہاں سے تمھیں رہائی دلائیں گے۔"

اس بات پر قہقہہ سنائی دیا۔ ٹریلر کے سامنے والی دیوار پر ایک چھوٹا سا ٹی وی اسکرین آن ہوا۔ وہاں ایک شخص دکھائی دیا۔ وہ کہہ رہا تھا "مجھے دیکھ کر بھی پہچان نہیں سکو گے، میں جیری جیکب ہوں لیکن یہ میرا اصلی چہرہ نہیں ہے۔ سب سے پہلے میں تمھارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماں باپ کو وارننگ دینا چاہتا ہوں، اگر اُنھوں نے اس شہر میں اپنے ذرائع استعمال کرنے کے متعلق سوچا یا کوئی عملی قدم اُٹھایا اور قانون کے محافظوں کو ہمارے اس ٹریلر کے پیچھے لگایا تو وہ بم جو ابھی تک تمھاری گرل فرینڈ کے بیگ میں رکھا ہوا ہے کسی وقت بھی بلاسٹ ہو جائے گا۔"

پارس نے اُس بیگ کی طرف دیکھا۔ اس میں سے بم نکال کر کہیں پھینکا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ وہ ٹریلر کی آہنی چار دیواری میں بند تھے۔ جیری جیکب نے کہا "پارس! تم وہی جوان ہو جس نے فون پر میرے ہوٹل کے دو خاص ملازموں کے متعلق اطلاع دی تھی، اُن میں سے ایک کے دماغ پر رسونتی حاوی ہو گئی ہے، مجھے حیرانی ہے کہ تم نے ماں کے خلاف مجھے کیوں ہوشیار کیا۔ تم بڑی آسانی سے مجھ تک پہنچ سکتے تھے۔"

"میں کبھی اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے والدین کا سہارا نہیں لیتا۔ میں اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کے بل پر تم تک پہنچنا چاہتا تھا۔ اس لیے تمھیں پیش آنے والے خطرے سے آگاہ کر دیا تھا۔"

"میں تمھارا یہ احسان مانتا ہوں لیکن دشمن کا احسان ماننے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اُسے چھوڑ دیا جائے۔ تم بڑی مشکل سے ہاتھ آئے ہو اور ایسی جگہ قید ہو جہاں سے نہ تم اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کو آزما سکتے ہو اور نہ تمھارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماں باپ کسی غیر معمولی صلاحیت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ تم میں سے کسی نے بھی ذرا سی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو وہ بم بلاسٹ ہو جائے گا۔"

پارس نے قہقہہ لگایا۔ پھر اُس نے بیگ کو اٹھایا جس میں وہ بم رکھا ہوا تھا۔ اُس نے دوسرا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "میں تیسرا قہقہہ اس بات پر لگانا چاہتا ہوں کہ یہاں ٹیلی پیتھی کی تمام صلاحیتیں بیکار ہو چکی ہیں۔ ماما اور پاپا کے دل میں یہ حسرت ہی رہ گئی کہ وہ کسی وقت میرے کام آ سکیں۔"

اس نے بم والا تھیلا اپنی گود میں رکھ کر کہا "جیری جیکب! میں نے تمھاری بھیجی ہوئی موت کو اپنی گود میں رکھ لیا ہے لیکن خدا کی قسم تم پارس کو نہیں مار سکو گے۔ کیونکہ پارس یہاں نہیں، وہاں تمھارے پاس ہے۔ فوراً اپنی جگہ سے اٹھو اور دیکھو، موت تمھارے سر پر ہے۔ اگر تمھیں یقین نہیں ہے تو پھر مجھے دیکھو۔"

یہ کہتے ہی اُس نے اپنی گردن کے پیچھے ہاتھ لے جا کر ماسک کو کھولا پھر اپنے چہرے پر سے ہٹایا۔ وہ پارس کی ڈمی تھا۔ تنبیہ کے انداز میں ٹی وی اسکرین کی طرف انگلی اٹھا کر کہہ رہا تھا "یاد رکھو، اگر فرزانہ بی بی کو ذرا بھی نقصان پہنچا تو تم وہاں زندہ نہیں رہو گے۔"

جیری جیکب اپنی جگہ سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ چاروں طرف گھوم گھوم کر یوں دیکھ رہا تھا جیسے پارس کو نہیں اپنی موت کو دیکھنا چاہتا ہو کہ آخر موت ہوتی کیسی ہے؟

مجرم خواہ کتنا ہی زبردست کیوں نہ ہو، وہ ایک دن محض اپنی غلطیوں کے باعث زیر دست ہو جاتا ہے۔ جیری جیکب کی پہلی غلطی یہ تھی کہ وہ حسن پرستی میں وقت ضائع کرتا تھا۔ دوسری غلطی یہ تھی کہ...... سلطانہ آفندی کے دماغ میں رہ کر مجھ سے ٹکراتا رہا تھا۔ اس کی کوشش تھی کہ میں سلطانہ کی خواب گاہ سے نکلنے نہ پاؤں، محل کے مسلح گارڈز مجھے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں۔

اُس نے بڑی عمدہ چال چلی تھی۔ میری توقع کے خلاف مجھے دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ شاید وہ محل کے محافظوں سے مجھے ختم کرا دیتا۔ لیکن اچانک ہی اُسے میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ یہ حیرانی کی بات تھی۔ وہ مجھے ہلاک کرانے کے بعد دنیا والوں پر اپنی دہشت طاری کر سکتا تھا کہ جس فرہاد کو بڑے بڑے شیطانی صلاحیتیں رکھنے والے دشمن نہ مار سکے اُسے جیکب نے ختم کرا دیا۔ لیکن تقدیر کا تماشا ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ اپنی زندگی میں اتنا بڑا کارنامہ انجام نہ دے سکا۔

دراصل خود اُس کی اپنی جان پر بن آئی تھی۔ یہ وہی وقت تھا جب پارس نے پہلی بار فون پر جیکب سے رابطہ قائم کیا تھا اور اُسے بتایا تھا کہ رسونتی اس کے ایک خاص ملازم

کے دماغ تک پہنچ کر اس کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کر چکی ہے۔ جیری جیکب نے سوچا تھا، وہ پارس کی فون والی بات سن کر فوراً سلطانہ کے دماغ میں آئے گا اور کسی طرح مجھے انجام تک پہنچائے گا لیکن وہ مجھے موت کے قریب پہنچانے والی کامیابی کو بھول گیا۔ اب موت کو خود اپنے قریب دیکھ کر بدحواسی میں مبتلا ہو گیا تھا۔

رسوتی نے ہوٹل کے خاص ملازم کے دماغ میں رہ کر جتنی باتیں پارس سے کی تھیں، وہ سب جیکب نے خیال خوانی کے ذریعے خاص ملازم کے دماغ سے معلوم کر لی تھیں۔ وہ فوراً ہی اس خفیہ پناہ گاہ سے نکل کر ایسی پناہ گاہ میں پہنچا جس کا علم کسی بھی خاص ملازم کو نہیں تھا لیکن پارس اب اس کے دماغ پر آسیب کی طرح چھا گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا "میں بخیریت اپنی خفیہ رہائشگاہ میں آگیا ہوں۔ اس کے متعلق کوئی نہیں جانتا۔۔۔ یہاں میری دوسری حیثیت ہے، یہاں دوسرے ملازم ہیں لیکن جب میں وہاں سے یہاں منتقل ہو رہا تھا تو یقیناً کسی نے تعاقب کیا ہوگا۔ میں نے ہر طرح سے اطمینان کیا ہے، کوئی تعاقب کرنے والا نظر نہیں آیا تھا لیکن فرہاد شیطان ہے اور شیطان کا بچہ کس طرح میرے خاص ملازموں تک پہنچ گیا تھا، یہ میں نہیں جانتا۔ ہم بہت سی باتیں نہیں جان سکتے جو غیر متوقع طور پر ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ہو سکتا ہے، پارس بالکل ہی خلافِ توقع میری اس خفیہ رہائشگاہ میں پہنچ جائے، تب کیا ہوگا؟"

ایسا خوف زدہ کرنے والا خیال پہلے دماغ میں نہیں آتا تھا۔ اب ایسے خیالات پیدا ہو رہے تھے۔ اب خوف نے اس کے دماغ میں اپنا راستہ بنا لیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ پارس نے اس کا اصلی چہرہ جیری جیکب کی حیثیت سے دیکھ لیا ہے، دیکھا ہے تب ہی تو ہوٹل کے خاص ملازموں تک پہنچا ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ میں ٹیلی پیتھی جاننے والا ماں اور بیٹے کے ہاتھ بڑی آسانی سے آ سکتا تھا لیکن ان ماں بیٹوں میں اختلاف کیوں پیدا ہو گیا۔

اس کا سکون غارت ہو گیا تھا۔ وہ ٹہلتے ہوئے سوچ رہا تھا، بلا سے اختلاف کسی وجہ سے بھی پیدا ہوا ہو اس طرح فی الحال میری جان بچ گئی ہے۔

انسان کے پاس بچاؤ کے دو ہی راستے ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ کہیں چھپ جائے، دوسرے یہ کہ تلاش کرنے والے کو ختم کر دے۔ اس کے بعد چھپنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ پارس بنفسِ نفیس نیویارک میں موجود ہے اور جب وہ اسی شہر میں موجود ہے تو جوابی حملہ لازمی ہے۔ اس نے منصوبہ بنایا کہ پارس کو اپنے آدمیوں کے ذریعے تلاش کرائے گا اور خود چھپا رہے گا تاکہ جو لوگ اسے تلاش کر رہے ہوں گے ان کے ذریعے پارس اس خفیہ اڈے تک نہ پہنچ سکے۔

پہلے اس نے سوچا تھا اپنے ان تمام خاص ملازموں کو ہلاک کر دے جو اس کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں پھر اس نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ اسے یقین تھا کہ پارس ان کا تعاقب کرے گا، ان کی نگرانی کرے گا یہ دیکھنا چاہے گا کہ وہ اپنے باس جیکب سے کہاں ملتے ہیں، کس طرح رابطہ قائم کرتے ہیں۔ اس نے اپنے پرسنل سیکرٹری کو حکم دیا کہ چند قابلِ اعتماد آدمیوں کو خاص ملازموں کی نگرانی پر مامور کر دے جو اس بات کا خیال رکھیں کہ کوئی شخص ان ملازموں کی نگرانی کر رہا ہے یا نہیں۔ نگرانی کرنے والے شخص کو چھیڑا نہ جائے۔ دور ہی دور سے سراغ لگایا جائے کہ وہ کون ہے، کہاں رہتا ہے اور کن لوگوں سے اس کے تعلقات ہیں۔

دوسری طرف فرنانڈو کے چند خاص آدمی پارس کی حفاظت کے لیے پہنچ گئے تھے۔ ان میں سے ایک وفادار پارس کے قدوقامت کا تھا۔ یہ بات موٹی سی عقل سے بھی سوچی جا سکتی تھی کہ جیری جیکب اس شخص کی تلاش میں تھا جس نے فون پر گفتگو کی تھی اور اس کے خاص آدمی کو ٹریپ کیے جانے کی بات بتائی تھی۔ اسی لیے پارس نے اپنے وفادار کو اپنا ہمشکل بنایا اور سمجھا دیا کہ کس طرح ہوٹل کے خاص ملازموں کی نظروں میں آتے رہنا چاہیے۔ اس نے دو وفاداروں کی ڈیوٹی اس ڈمی پارس کے پیچھے لگا دی تاکہ اس کی نگرانی کرتے رہیں۔ اپنے وفاداروں کو یہ تمام ہدایات دینے کے بعد وہ روپوش ہو گیا تھا اور روپوش رہ کر خود بھی اپنی ڈمی کی نگرانی کر رہا تھا۔

یہ بالکل وہی چال تھی جو جیری جیکب اس کے خلاف چل رہا تھا یعنی خود روپوش تھا اور اپنے خاص آدمیوں کو ہوٹل کے خاص ملازموں کی نگرانی کے لیے چھوڑ رکھا تھا اور ان سب کے دماغوں میں جا کر دیکھتا رہتا تھا کہ شکار ہاتھ آ رہا ہے یا نہیں۔

پارس ایک بوڑھے کے میک اپ میں۔۔۔ اس ہوٹل میں جایا کرتا تھا۔ ڈمی پارس کے پیچھے جو شخص لگا ہوا تھا، وہ اکثر ہوٹل کے ایک اندرونی حصے میں جاتا تھا جہاں منیجر کا آفس تھا۔ اس آفس میں جیری جیکب کا پرسنل سیکرٹری موجود رہتا تھا۔ پہلے تو پارس نے یہی سمجھا کہ جیکب کا خاص آدمی منیجر کو کوئی اہم اطلاع دینے جاتا ہے پھر غور کرنے پر یہ بات سمجھ میں آئی کہ جیکب کے کسی بھی آدمی کو منیجر کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو اپنے کسی بھی آدمی کے دماغ میں پہنچ کر اطلاعات حاصل کر سکتا ہے۔ منیجر کے اس کمرے میں کوئی خاص بات تھی، اس خاص بات تک پہنچنے کے لیے وہ ہوٹل کے پچھلے حصے میں

گیا۔ پتا چلا، منیجر کے کمرے کا ایک دروازہ پچھلی طرف بھی کھلتا ہے۔ اس دروازے کی نگرانی کرنے کے دوران ایک شخص نظر آیا۔ وہ صبح سے رات گئے تک کئی بار اس دروازے سے آتا جاتا تھا۔ پارس اس کا تعاقب کرتا ہوا اس کی رہائش گاہ تک پہنچ گیا۔ وہ اپنی بیوی اور دو بچوں کے ساتھ عام سی شہری زندگی گزارتا تھا۔ پارس نے اسے دور ہی سے دیکھا۔ قریب جا کر اسے یا اس کی فیملی کو چھیڑنا مناسب نہیں تھا۔

دوسرے دن کے اخبارات میں فرزانہ کا بیان شائع ہوا کہ امریکا واپس آ گئی ہے۔ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ وہ یہاں اپنی جائیداد کی دیکھ بھال کے سلسلے میں کچھ عرصہ رہے گی پھر پیرس چلی جائے گی۔ اس کی آمد سے پارس کو خاصی پریشانی ہوئی تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ ماما نے اسے ڈھونڈ نکالنے کے لیے بہو کو نیویارک بھیج دیا ہے۔

اس نے دوپہر کے وقت فرزانہ کو اسی ہوٹل میں دیکھا، وہ کاؤنٹر پر جا کر منیجر سے باتیں کر رہی تھی اور کچھ ایسی حرکتیں کر رہی تھی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ جان بوجھ کر خود کو نمایاں کر رہی ہے، لوگوں کی نظروں میں آنا چاہتی ہے۔ وہ پانچ سو ڈالر کے نوٹوں کی جگہ سادے کاغذ کے پانچ ٹکڑے دے رہی تھی جنھیں منیجر نوٹ سمجھ کر قبول کر رہا تھا، جس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ ٹیلی پیتھی کا چکر چل رہا ہے اور اس کی ماما منیجر کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔ وہ سمجھ گیا، یہ اہم بات بھی اس شخص تک پہنچے گی جو پچھلے دروازے سے آتا جاتا ہے۔

وہ منیجر کے کمرے کے پچھلے حصے کی طرف آ گیا۔ وہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے سوچا آج اس شخص سے ٹکرا جانا چاہیے جو پُراسرار انداز میں پچھلے دروازے سے آتا جاتا ہے اور جس کی رہائش گاہ وہ دیکھ چکا ہے۔ جب وہ اس کمرے میں داخل ہوا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ پھر آہٹ سی سنائی دی، وہ فوراً صوفے کے پیچھے چلا گیا۔ پتا چلا، اٹیچ باتھ روم میں کوئی تھا جو اب دروازہ کھول کر نکل رہا تھا۔ اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ آنے والا دیکھ لے گا تو کیا ہوگا۔ اندیشہ ہوتا تو وہ اس کمرے میں کبھی داخل نہ ہوتا۔ وہ تو کچھ کر گزرنے کے لیے ہی آیا تھا۔

اس نے صوفے کے پیچھے سر جھکائے ہوئے ایک طرف دیکھا، اس کے پیچھے دیوار پر ایک آئینہ لگا ہوا تھا۔ آئینے میں وہ شخص نظر آیا تھا یہ وہی تھا جو پچھلے دروازے سے آتا جاتا رہتا تھا۔ پارس ذرا اور نیچے دبک گیا۔ اب کمرے کا دوسرا دروازہ کھلنے کی آواز آ رہی تھی۔ پھر منیجر کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "جناب! ہوٹل میں ایک نوجوان لڑکی آئی ہے، اس نے مجھے پانچ سو ڈالر ادا کیے تاکہ میں کل اس کے لیے ایک کمرا ریزرو کر دوں، لیکن مجھے ایسا لگتا ہے جیسے وہ جادو ٹونا جانتی ہے۔"

اس شخص نے پوچھا "تم یہ بات کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"جناب! اس نے سو سو ڈالر کے پانچ نوٹ ادا نہیں کیے بلکہ ان نوٹوں کے برابر سادے کاغذ دیے اور میں نے انھیں قبول کر لیا۔ مجھے پتا ہی نہ چلا کہ وہ سادے کاغذ ہیں، بعد میں مجھے اس دھوکے کا علم ہوا۔ وہ لڑکی ابھی ڈائننگ ہال میں بیٹھی ہوئی ہے۔"

اس شخص نے کہا "لڑکی کو بالکل نہ چھیڑنا۔ کمرا اس کے نام ریزرو رکھو اسے کل یہاں آنے دو۔"

منیجر جانے لگا۔ اس شخص نے کہا "اور سنو، اس لڑکی پر نظر رکھو۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد اسے کسی بہانے سے مخاطب کرنا اور اس سے کچھ باتیں کرنا۔ میں چھپ کر اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

منیجر چلا گیا۔ وہ شخص اسی صوفے پر آ کر بیٹھ گیا جس کے پیچھے پارس تھا۔ پارس نے ذرا سا سر اٹھا کر دیکھا وہ اپنے ہاتھ میں کورڈلیس ریسیور اٹھائے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ اب پارس واضح طور پر ایک ایک نمبر کو دیکھ رہا تھا اور ذہن نشین کر رہا تھا۔ ڈائلنگ کے بعد رابطہ قائم ہوا تو اس شخص نے کہا "باس! میں بول رہا ہوں، آپ کا پی اے۔ ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ فوراً مجھ سے رابطہ قائم کریں۔ شکریہ۔"

اس نے کورڈلیس کے ذریعے رابطہ ختم کر دیا تھا۔ پھر خاموش رہ کر فضا میں تکنے لگا۔ پارس صوفے کے پیچھے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے انداز سے معلوم کر رہا تھا کہ وہ سوچ کے ذریعے اپنے باس سے باتیں کر رہا ہے۔ وہ آرام سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ پرسنل سیکرٹری خلا میں تک رہا تھا اپنے باس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کی طرف دھیان نہ دے سکا۔

پارس نے سوچا تھا اگر جیری جیکب تک پہنچنے کا کوئی آسان راستہ نہ ملا تو وہ اس پرسنل سیکرٹری کی بیوی اور دو ننھے بچوں کو گن پوائنٹ پر رکھ کر اس سے جیکب کا پتا معلوم کرے گا لیکن اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ وہ اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھا کر معلوم کر رہا تھا کہ جیری جیکب کا ٹیلی فون نمبر جو کہ ٹو، فور سے شروع ہوتا ہے وہ کس علاقے سے تعلق رکھتا ہے۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری میں عموماً کسی کے نام کے ذریعے اس کا نمبر معلوم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن نمبر کے ذریعے نام معلوم کرنا بہت ہی دشوار ہوتا ہے بلکہ ناممکن ہوتا ہے البتہ

ٹیلی فون نمبر کے پہلے دو ہندسوں کے ذریعے اس علاقے کا سُراغ لگایا جاسکتا ہے۔

وہ اس علاقے کے ٹیلی فون ایکس چینج میں پہنچ گیا، وہاں کے ایک افسر سے ملاقات کی، پھر کہا "مَیں شکاگو سے آیا ہوں، ایک صاحب نے مجھے ایک ٹیلی فون نمبر اور ان صاحب کا ایڈریس دیا تھا، پتا نہیں ایڈریس کہاں گم ہوگیا۔ ان صاحب کا نام بھی مجھے یاد نہیں رہا، صرف یہ نمبر میرے پاس رہ گیا ہے کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ کن صاحب کا نمبر ہے اور یہ کہاں رہتے ہیں؟"

اُس افسر نے اپنے جونیئر افسر کو طلب کیا۔ پھر وہ نمبر دے کر کہا "جس کا یہ ٹیلی فون نمبر ہے مجھے اس کا نام اور پتا چاہیے۔"

وہ ٹیلی فون لے گیا۔ تھوڑی دیر بعد آکر اُس نے نام اور پتا بتایا۔ پارس نے اُسے نوٹ کیا، پھر افسر کا شکریہ ادا کرکے وہاں سے چلا آیا۔ جیری جیکب نے اُس رہائش گاہ میں الفریڈ کے نام سے رہائش اختیار کی تھی۔ پارس اس مکان کے سامنے پہنچ کر اس کے چاروں طرف چکر لگاتا رہا، معلومات حاصل کرتا رہا کہ اس مکان میں کتنے لوگ رہتے ہیں۔ پتا چلا الفریڈ نامی ایک شخص دو ملازموں کے ساتھ وہاں رہتا ہے۔ یہ یقین ہونے کے بعد وہ مکان کے احاطے میں داخل ہوگیا۔ تین آدمیوں سے نمٹنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ لیکن وہ پہلے یقین کرنا چاہتا تھا کہ جو شخص یہاں رہتا ہے وہ حقیقتاً جیری جیکب ہے۔ وہ کسی دوسرے شخص کو جیکب کے انجام تک پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔

اس وقت صبح کے سات بج رہے تھے۔ دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند تھیں۔ گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہاں کوئی رہتا ہی نہ ہو۔ وہ اپنے مخصوص طریقے سے دروازے کے لاک کو کھول کر اندر آگیا۔ پھر دروازے کو اسی طرح بند کردیا۔ محتاط انداز میں اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے دبے قدموں ایک طرف بڑھنے لگا۔ مکان کے مختلف حصوں سے گزرنے کے دوران ایک کمرے سے کچھ لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اس کمرے کی کھڑکی اور دروازہ کھُلا ہوا تھا۔ اُس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ ایک شخص بڑی سی میز کے پیچھے ریوالونگ کُرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کے سامنے کچھ فاصلے پر ایک ٹی وی کیمرا تھا۔ دو شخص اس کیمرے کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ اُن میں سے ایک کے ہاتھ میں ٹرانسمیٹر تھا۔ ٹرانسمیٹر سے آواز آرہی تھی "ہم نے پارس اور اُس کی گرل فرینڈ کو ٹریپ کرلیا ہے، اب اُن کی کار ہماری کار کے ساتھ چل رہی ہے۔ پارس کوئی چالاکی نہیں دکھا سکے گا۔ ہم نے آخری وارننگ دی ہے کہ کوئی چالاکی دکھائی گئی تو اُس کی گرل فرینڈ کے بیگ میں رکھا ہوا بم دھماکے سے پھٹ جائے گا۔"

کیمرے کے پاس کھڑے ہوئے شخص نے پوچھا "کیا وہ گیراج نما ٹریلر کے اندر جائے گا؟"

"اس کا تو باپ بھی جائے گا۔ ہم اُسی طرف لے جارہے ہیں۔ بس چند منٹوں میں وہ گیراج نما ٹریلر کے اندر ہوگا اور باس اُسے مخاطب کرسکیں گے۔"

ٹرانسمیٹر آف کردیا گیا۔ پھر اُس نے کیمرے کے پاس کھڑے ہوئے دوسرے شخص سے کہا "کیمرا تیار رکھو۔ شکار گیراج نما ٹریلر کے اندر آرہا ہے۔"

ریوالونگ چیئر پر بیٹھے ہوئے شخص نے آئینہ دیکھ کر اپنے چہرے کا جائزہ لیا۔ پھر اُسے میز کی دراز میں رکھ کر دونوں ہاتھ کُرسی کے دستے پر رکھ کر سیدھا بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اطلاع ملی، پارس کار سمیت اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ اس گیراج نما ٹریلر کے اندر چلا گیا ہے اور اس ٹریلر کو پیچھے سے بند کردیا گیا ہے۔

یہ اطلاع ملتے ہی کیمرے کی دوسری لائٹس آن ہوگئیں کیمرا بھی آن ہوگیا۔ ریوالونگ چیئر پر بیٹھے ہوئے شخص نے ہنستے ہوئے کیمرے کی طرف دیکھا۔ گویا کہ وہ ٹی وی اسکرین کے ذریعے فرزانہ اور ڈمی پارس کو اس گیراج نما ٹریلر کے اندر دیکھ رہا تھا اور اُن سے کہہ رہا تھا "مجھے دیکھ کر بھی پہچان نہیں سکو گے، مَیں جیری جیکب ہوں۔ یہ میرا اصلی چہرہ نہیں ہے۔ سب سے پہلے مَیں تمھارے ٹیلی پیتھی جاننے والے والدین کو وارننگ دینا چاہتا ہوں۔ اگر انھوں نے یہاں شہر میں اپنے وسیع ذرائع اختیار کرنے یا تمھاری رہائی کے لیے کوئی عملی قدم اٹھانے یا قانون کا سہارا لینے کی کوشش کی تو وہ بم جو تمھاری گرل فرینڈ کے بیگ میں ہے، اچانک بلاسٹ ہوجائے گا۔"

پارس کھڑکی کے پاس کھڑا سن رہا تھا اور سمجھ رہا تھا فرزانہ، ڈمی پارس کے ساتھ گیراج نما ٹریلر کی آہنی چار دیواری میں قید ہے۔ اس بم کو نکال کر کہیں پھینک نہیں سکتی۔ پھینکے گی تو وہ آہنی چار دیواری کے اندر ہی گرے گا۔

جیری جیکب نے کہا "پارس! تم وہی ہونا جس نے مجھے فون پر اطلاع دی تھی کہ رسونتی میرے ایک خاص ملازم کے دماغ پر حاوی ہوگئی ہے۔ مَیں حیران ہوں، تم نے اپنی ماں کے خلاف مجھے کیوں ہوشیار کیا۔ تم اُس کے ذریعے بڑی آسانی سے مجھ تک پہنچ سکتے تھے۔"

ایک اسپیکر کے ذریعے ڈمی پارس کی آواز سنائی دی، وہ کہہ رہا تھا "مَیں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے والدین کا سہارا نہیں لیتا۔ مَیں اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کے بل بوتے پر تمھارے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔"

اُدھر ڈمی پارس بول رہا تھا، اِدھر پارس کھڑکی کے پاس چاروں ہاتھ پاؤں فرش پر ٹیک کر جُھک گیا تھا۔ پھر اسی طرح ہاتھ پاؤں سے چلتا ہوا دروازے تک آیا تھا۔ وہاں سے ٹی وی کیمرا اور دو اشخاص نظر آرہے تھے۔ ایک شخص کیمرے کی آنکھ سے آنکھ لگائے کھڑا تھا، وہ دروازے سے آنے والے کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ دوسرا شخص دوسری طرف مُنہ کیے ساؤنڈ مشین کے ذریعے اپنے باس کی آواز ڈمی پارس تک پہنچا رہا تھا۔ پارس دروازے سے رینگتا ہوا جیری جیکب کی ریوالونگ چیئر کے پیچھے رُک گیا۔

وہ ریوالونگ چیئر پر شاہانہ انداز میں بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا۔ "تم ایسی جگہ قید ہو جہاں رہائی پانے کے لیے نہ تمھاری ذہانت کام آئے گی اور نہ ہی تمھارے والدین کی غیر معمولی صلاحیتیں تمھیں بچا سکیں گی۔"

اس کے جواب میں ڈمی پارس کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا "یہ دیکھو، مَیں نے بم والا تھیلا اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا ہے۔ مگر خدا کی قسم، تم پارس کو نہیں مار سکو گے کیونکہ پارس یہاں نہیں، وہاں تمھارے پاس ہے۔ فوراً اٹھو اور دیکھو موت تمھارے سر پر کھڑی ہے۔"

جیری جیکب کو جیسے بجلی کا تار چھُو گیا ہو۔ اُس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ ایک دَم سے اُچھل کر کھڑا ہوگیا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ جب وہ پیچھے کی طرف مُڑا تو پارس ریوالونگ چیئر کے پیچھے سے طلوع ہوکر اپنا چہرہ ٹھیک اُس کے چہرے کے سامنے لے آیا۔ اُس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ پیچھے کی طرف گیا پھر میز سے ٹکرا کر نیچے گرنے ہی والا تھا کہ پارس نے اُس کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا پھر ریوالور کی زد پر رکھتے ہوئے بولا "اگر تم دونوں اپنے باس کے وفادار ہو اور اس کے لیے اپنی جان دینا چاہتے ہو تو کوئی حرکت کرو۔ مَیں تمھاری وفاداری اور جاں نثاری کی حسرت پوری کردوں گا۔"

جیری جیکب نے ہکلاتے ہوئے پوچھا "تت... تم کون ہو؟"

پارس نے جواب دیا "مَیں وہی ہوں جسے تم نے گیراج کی چار دیواری میں قید کردیا ہے۔ اسے عجب تماشا کہتے ہیں۔ تم نے میری موت بن کر وہاں مجھے قید کیا، مَیں تمھاری موت بن کر یہاں پہنچ گیا ہوں۔"

یہ کہہ کر اُس نے گریبان چھوڑ دیا۔ پھر اسی ہاتھ سے اپنے چہرے سے ماسک اُتار دیا۔ اب پارس کا اصلی چہرہ جیری جیکب کے سامنے تھا۔ جیری کبھی پارس کو اور کبھی ریوالور کو دیکھ رہا تھا۔ ریوالور میں سائلنسر لگا ہوا تھا۔ اُسی لمحے پارس نے ایک فائر کیا۔ فائرنگ کی پھُسپھُسی سی آواز آئی لیکن ساؤنڈ مشین... کے پاس کھڑے ہوئے شخص کی چیخ بہت دور تک گونجتی گئی ہوگی۔ وہ تڑپ کر فرش پر گر پڑا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں ریوالور تھا لیکن اُس کو استعمال کرنے کی حسرت ہی رہ گئی تھی۔ پارس نے کہا "جیری! تمھارے آدمی نے سوچا تھا جتنی دیر میں مَیں اپنے چہرے سے ماسک ہٹاؤں گا اتنی دیر میں وہ مجھے گولی مار دے گا۔ دیکھ لو تمھارا جاں نثار، تمھارے لیے اپنی جان پر کھیل گیا؟"

پھر اُس نے کیمرے کے پاس کھڑے ہوئے شخص سے کہا۔ "تمھارے پاس بھی یقیناً کوئی ہتھیار ہوگا۔ اُسے استعمال کرنے سے پہلے اپنے ہاتھ پر زندگی کی لکیر دیکھ لینا۔"

فرزانہ خوش ہوکر کہہ رہی تھی "پارس! مَیں تمھیں ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہی ہوں۔ تم نے تو کمال ہی کردیا۔ وہ چال چلی ہے جس کی توقع کوئی نہیں کرسکتا تھا۔ تم صرف میری زندگی کے ہی نہیں، میری اتنی بڑی دنیا کے بھی ہیرو ہو۔ آئی لَو یُو۔"

اچانک پارس نے سانس روک لی۔ پھر جیری جیکب کو گھور کر کہا "کیا ٹیلی پیتھی کا ہتھیار آزمانا چاہتے ہو؟"

"نن نہیں، مَیں نے کچھ نہیں کیا، میں تمھارے دماغ میں نہیں آرہا تھا۔ ہوسکتا ہے تمھارے والدین تم سے کچھ کہنا چاہتے ہوں۔"

پارس نے پھر اُس کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا "میرے والدین اتنے نادان نہیں ہیں۔ وہ جانتے ہیں اس وقت وہ میرے پاس آئیں گے تو تمھارے لیے بھی اس دماغ کا دروازہ کھُلے گا۔ مَیں تمھیں آخری وارننگ دیتا ہوں، میرے اندر پہنچنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ مَیں کچھ کہے سُنے بغیر گولی ماردوں گا۔"

"اچھے نوجوان! مجھ پر ظلم کرنے سے پہلے سوچو، تمھاری گرل فرینڈ ابھی تک میرے قبضے میں ہے۔ تم میری جان لوگے تو وہ بھی جان سے جائے گی۔"

"میری ایک محبوبہ مرے گی تو صرف میرے ایک دل کو چوٹ پہنچے گی اور تم زندہ رہو گے تو ساری دنیا کو نقصان پہنچے گا۔"

"اچھے نوجوان، ہمارے درمیان سمجھوتا ہوسکتا ہے۔ مَیں اس بات کا معاہدہ کرسکتا ہوں کہ میری وجہ سے کسی دوسرے کو نقصان نہیں پہنچے گا۔"

دوسری طرف سے فرزانہ نے کہا "پارس! تمھارے پلاپیرے

دماغ میں ہیں، وہ کہہ رہے ہیں، وقت ضائع نہ کرو پہلی فرصت میں اِسے گولی مار دو۔ تم دیر کرو گے تو اُسے اپنے بچاؤ کا موقع مل جائے گا۔"

"میں نادان بچہ نہیں ہوں، یہ سمجھ رہا ہوں کہ ہماری آوازیں صرف تمھارے پاس نہیں جا رہی ہیں بلکہ اس کے آدمی بھی کہیں بیٹھے سن رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے، اب تک انھوں نے اس مکان کا محاصرہ کر لیا ہو۔"

جیری جیکب نے کہا۔ "تم سمجھ دار ہو خوب سوچ سمجھ کر مجھے گولی مارنا، کیونکہ یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے۔ میرے آدمی جانتے ہیں کہ میں علاقہ . . ."

وہ اپنی بات پوری نہ کر سکا۔ اس سے پہلے ہی پارس نے اپنے ریوالور کی نال اُس کے مُنہ میں گھسیڑ دی پھر کہا۔ "میں تم سے یہی اگلوانا چاہتا تھا کہ تمھارے آدمی اس خفیہ رہائش گاہ کا پتا جانتے ہیں یا نہیں۔ تم ابھی مجھے باتوں میں لگا کر انھیں بتانا چاہتے تھے یہ کون سا علاقہ ہے اور مکان کا نمبر کیا ہے۔"

فرزانہ نے کہا۔ "پارس! پاپا کہہ رہے ہیں کہ اگر اس کے آدمی خفیہ رہائش گاہ کا پتا نہیں جانتے تو فوراً اسے گولی مار کر وہاں سے نکل آؤ۔ اپنے لیے خطرہ مول لینا دانش مندی نہیں ہے۔"

پارس نے کہا۔ "اور یہ بھی دانش مندی نہیں ہے کہ ہر دشمن کو دشمن سمجھ لیا جائے۔ آخر وہ انسان ہوتے ہیں۔ کسی دشمن کے اندر بھی انسانیت جاگ سکتی ہے۔"

جیری جیکب نے گڑگڑا کر کہا۔ "نوجوان! تم تو کمال کی ذہانت رکھتے ہو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے اندر انسانیت ہے اور یہ انسانیت جاگ چکی ہے۔ میں تمھارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔ تم اپنے والدین کی ٹیلی پیتھی کا سہارا نہیں لینا چاہتے، کوئی بات نہیں۔ میں اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ساری زندگی تمھاری خدمت کرتا رہوں گا۔"

"میں نے تمھیں اسی لیے شکار کیا ہے۔ تم اگر دماغ پر زور ڈال کر سوچو تو تمھاری سمجھ میں آجائے گا کہ میں نے اپنی ماما رسونتی کے خلاف تمھیں ہوشیار کیوں کیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی گرفت میں آجاؤ۔"

جیری جیکب ہاں، ہاں کے انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "بالکل ٹھیک، میں سمجھ رہا ہوں، بلکہ بہت اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ تمھارے اور تمھارے والدین کے درمیان یقیناً کچھ ایسے اختلافات ہیں جنھیں شاید تم بیان کرنا پسند نہیں کرو گے لیکن میری سمجھ میں آرہا ہے۔"

"تم اب بھی کچھ نہیں سمجھے کہ میں تمھیں مارنا کیوں نہیں چاہتا اور تمھیں دوست کیوں بنانا چاہتا ہوں۔ یہ بات میں تمھیں سمجھا دینا چاہتا ہوں لیکن ہماری باتیں دوسری طرف سُنی جا رہی ہیں۔ پہلے وہ ساؤنڈ مشین آف کر دی جائے۔"

جیری جیکب نے کیمرے کے پاس کھڑے ہوئے شخص کو حکم دیا۔ "ساؤنڈ مشین بند کرو۔"

فرزانہ کی آواز سنائی دی۔ "پارس! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں تم سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے بتاؤ، کیا میں قیدی بن کر رہوں گی، یا آزاد ہو جاؤں گی۔ تم مجھ سے کہاں ملاقات کرو گے؟"

وہ شخص تیزی سے ساؤنڈ مشین کی طرف گیا۔ پھر بڑی پھرتی سے ایک ایک بٹن کو آف کرنے لگا۔ پھر اس نے اتنی ہی پھرتی کے ساتھ اپنی جیب سے ریوالور نکالا۔ ریوالور نکالتے ہی اُچھل کر دُور فرش پر جا گرا تاکہ وہاں گرتے ہی لُڑھک کر پارس پر گولی چلا دے۔ اُس شخص کی تدبیر اچھی تھی مگر تقدیر اچھی نہیں تھی۔ پارس نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اسے ہتھیار نکالنے سے پہلے اپنے ہاتھ پر زندگی کی لکیر دیکھ لینی چاہیے۔

پارس کے ریوالور سے نکلنے والی گولی اس کی پیشانی پر لگی تھی اور وہ وہیں چاروں شانے چت ہو گیا تھا۔

جیری جیکب بُری طرح سہما ہوا تھا۔ پارس نے کہا۔ "میں دوستوں کا دوست اور دشمنوں کا دشمن ہوں۔ ایک ہی وقت میں بولتا کسی سے ہوں، دیکھتا کسی کو ہوں اور گولی کسی کو مارتا ہوں۔"

"اچھے جوان! اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ دونوں احمق تھے اور اپنی حماقت کے باعث مر گئے۔"

"یہ احمق نہیں تھے، تم تھے۔ تم میرے سامنے سہمے ہوئے کھڑے ہو لیکن خیال خوانی کے ذریعے تم نے پہلے اس ساؤنڈ مشین والے کو مجھ پر گولی چلانے کے لیے مجبور کیا۔ دوسری بار تم نے اس کیمرا مین کے دماغ پر قبضہ جمایا اور اس کے ذریعے گولی چلانے کے سلسلے میں بڑی ذہانت کا ثبوت دیا مگر افسوس وہ بھی جان سے گیا۔"

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں، میں نے اُن کے دماغ پر قبضہ نہیں جمایا تھا۔ انھوں نے اپنی مرضی سے تمھیں مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔"

"بہرحال جو کچھ بھی ہے۔ میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ میں تمھیں اسی طرح مہلت دیتا رہوں گا۔ تم ہر پہلو سے اپنے بچاؤ کی تدابیر کر سکتے ہو اور ان تدابیر پر عمل کر سکتے ہو۔ جب تھک جاؤ، ہار جاؤ تو میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا۔"

"یہ کیا کہتے ہو۔ میں تو ابھی دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہوں۔ میں مانتا ہوں کہ تم بہت اچھا نشانہ لگاتے ہو۔ تم بہت ذہین اور حاضر دماغ ہو، ہم جتنی دیر میں تدبیر سوچتے ہیں اتنی دیر میں تم کچھ نہ کچھ کر گزرتے ہو۔ مجھے تمھارے جیسے ساتھی کی ضرورت ہے۔ میں تمھیں پا کر اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھوں گا۔"

"اے خوش نصیب انسان! اب یہ بتا دے کہ تیرے دوسرے جاں نثار ساتھی اس مکان کے چاروں طرف پہنچ چکے ہیں یا نہیں؟"

وہ چونک کر بولا۔ "یہ . . . یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ ابھی تم نے تھوڑی دیر پہلے میرے منہ میں ریوالور کی نال گھسیڑ دی تھی۔ میرے ساتھیوں کو بتانے سے روک دیا تھا۔ اب تو ساؤنڈ مشین بند ہو چکی ہے، میں کس طرح اپنے ساتھیوں کو مدد کے لیے بُلا سکتا ہوں۔"

پارس نے سفاکی سے گھور کر دیکھا، پھر کہا۔ "میں سوچتا کچھ ہوں، بولتا کچھ ہوں اور کرتا کچھ ہوں۔ میں نے تمھارے مُنہ میں ریوالور کی نال ٹھونس کر کہا تھا تم اپنے ساتھیوں کو اس مکان کا پتا نہیں بتاؤ گے، تم بھی خوش ہو گئے کہ میں اناڑی ہوں اور تمھارے فریب میں آرہا ہوں لیکن میں پہلے ہی سمجھ رہا تھا تم مُنہ بند کرنے کے بعد خیال خوانی کے ذریعے اپنے آدمیوں کو یہاں کا پتا بتاؤ گے۔ وہ لوگ یہاں شاید پہنچ چکے ہیں۔ اب بتاؤ، تم یہاں سے زندہ جاؤ گے یا مُردہ؟"

وہ ریوالور کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "ہم دونوں زندہ جائیں گے۔ ہم آپس میں دوست ہیں۔ میں نے اپنے خاص وفاداروں کو یہاں بُلایا ہے۔ تم سے اُن کا تعارف کراؤں گا تاکہ وہ کبھی تمھیں نقصان نہ پہنچائیں۔"

"تم تعارف نہیں کراؤ گے تب بھی وہ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ میری ایک بات اچھی طرح سُن لو۔ تم اس مکان کے دروازے سے زندہ باہر نہیں جاؤ گے۔ اگر تمھیں زندگی پیاری ہے اور تم واقعی مجھ سے دوستی کرنا چاہتے تو کوئی خفیہ راستہ بتاؤ۔"

وہ کچھ کہنے کے لیے مُنہ کھول رہا تھا۔ پارس نے کہا۔ "تم خیال خوانی کے ذریعے اپنے آدمیوں کو بتاؤ گے کہ اب کس راستے سے میرے ساتھ جانے والے ہو!"

"اچھے جوان، میں تم سے ہر لمحہ متاثر ہو رہا ہوں۔ مجھے اپنی زندگی بہت عزیز ہے۔ میں حرام موت مرنا نہیں چاہتا۔ تم سے دوستی کروں گا۔ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم جس خفیہ راستے سے نکلیں گے اُس کا علم میرے سوا کسی کو نہیں ہے اور نہ ہی میں کسی وفادار کو بتانا چاہتا ہوں، لیکن اس سے پہلے میں کچھ تمھارے بارے میں جاننا چاہوں گا۔"

"تم کیا جاننا چاہتے ہو؟"

"تم اپنے والدین کی مخالفت کیوں کر رہے ہو؟"

پارس نے ایک گہری سانس لی پھر درد بھرے انداز میں کہا۔ "تم جانتے ہو کہ فرہاد علی تیمور کے دو بیٹے ہیں، دونوں کا نام پارس ہے اور ان دونوں کے متعلق کوئی یہ نہیں جانتا کہ ان میں سے اُن کا اصل بیٹا کون ہے۔"

"ہاں، یہ بات تو دوست دشمن سبھی جانتے ہیں، دونوں پارس معمّا بنے ہوئے ہیں۔"

"لیکن اب یہ معمّا نہیں رہا۔ اس بات کا ثبوت مل چکا ہے کہ پارس اوّل ہی رسونتی اور فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے۔ اس سلسلے میں جتنے ثبوت حاصل ہوئے ہیں، انھیں راز میں رکھا گیا ہے۔ خاص طور پر مجھ سے یہ بات چھپائی گئی ہے۔ وہ جانتے ہیں، میں ذہین، حاضر دماغ اور بہت ہی تیز و طرار ہوں۔ وہ مجھے بیٹا بنائے رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ ایک منہ سے بیٹا کہتے ہیں اور دوسرے منہ سے حکم دیتے ہیں کہ تمھارے جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ٹکراؤں، ٹرانسفارمر مشین کو تباہ و برباد کر دوں، میں یہ کرتا آرہا ہوں لیکن میری ذہانت سوال کرتی ہے کہ میں کب تک ان کے ہاتھوں میں کھلونا بنا رہوں گا؟"

جیری جیکب نے کہا۔ "یہ بہت اہم سوال ہے، تمھیں اس کا جواب ضرور سوچنا چاہیے۔"

"میں سوچ رہا ہوں، اسی لیے تم سے دوستی کر رہا ہوں۔ مجھے بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھی کی ضرورت ہے۔"

"تمھاری بات دل کو لگتی ہے اور تمھارے والدین سے جو بنیادی اختلافات ہیں، انھیں ہر عقل تسلیم کرے گی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم لاوارث ہو، تمھیں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت ہے تو میں پہلے ہی خود کو پیش کر دیتا۔ بہرحال میرے دل سے شکوک و شبہات مٹ چکے ہیں، میں سچے دل سے دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔"

اُس نے ہاتھ بڑھایا۔

پارس نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "اب خفیہ راستے سے نکل چلو۔"

"ذرا ایک منٹ، میں اپنی دوستی کا پہلا تحفہ تمھیں دینا چاہتا ہوں اور وہ ہے تمھاری گرل فرینڈ۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اُسے آزادی کا حکم دے رہا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر کے لیے چُپ رہا۔ خلا میں تکتا رہا، پھر اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا۔ "تمھاری گرل فرینڈ کو آزاد کیا

جارہا ہے، تم جہاں چاہو گے اس سے مل سکو گے۔"

"میں یہاں سے نکلنے کے بعد ہی مل سکوں گا۔"

"بے شک، بے شک، تم یہاں ریوالونگ چیئر پر بیٹھو۔ میں تمھارے سامنے کھڑا رہوں گا۔ ہم دونوں دیکھتے ہی دیکھتے تہ خانے میں پہنچ جائیں گے۔"

پارس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "میں تنہا ریوالونگ چیئر پر نہیں بیٹھوں گا، یا تو ہم دونوں بیٹھیں گے، یا ہم دونوں ہی کھڑے رہیں گے۔"

"بے شک، بے شک، میں بھول گیا تھا کہ اعتماد رفتہ رفتہ قائم ہوتا ہے۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے رہے۔ جیری جیکب نے ریوالونگ چیئر کے ہینڈل کو ایک طرف اٹھایا تو اس کے نیچے ایک دوسرا ہینڈل تھا۔ اس ہینڈل کے ساتھ ایک بٹن تھا جسے دباتے ہی فرش کا وہ حصہ نیچے کی طرف دھنسنے لگا۔ اُن کے ساتھ ریوالونگ چیئر بھی نیچے جارہی تھی۔ نیچے پہنچتے ہی وہ دونوں فرش کے اُس حصے سے اُتر گئے۔ وہ حصہ پھر اوپر کی طرف جا کر اوپری فرش کے برابر ہو گیا۔

پارس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ وہ ایک چھوٹا سا ہال کمرا تھا۔ ایک بلب روشن تھا۔ اُس کی روشنی میں کئی طرح کے ہتھیار دکھائی دے رہے تھے جو مختلف ریکوں میں رکھے ہوئے تھے، ایک طرف کھانے کا وافر مقدار میں سامان موجود تھا۔ جیری نے کہا "میں نے احتیاطاً یہ تمام سامان یہاں رکھا ہے تاکہ کبھی مہینوں چھپ کر رہنا پڑے تو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔"

"مجھے یہاں چھپنے کا شوق نہیں ہے، لہٰذا ہمیں آگے بڑھنا چاہیے۔"

اُس نے ایک طرف بڑھتے ہوئے کہا "یہ جو سامنے دیوار کے ساتھ رائفل لگی ہوئی ہے یہ محض نمائشی ہے۔ اس کے ٹرائیگر کو دبانے سے فائرنگ نہیں ہوتی۔ اس کے نتیجے میں کچھ اور ہوتا ہے۔"

اُس نے قریب جا کر اُس رائفل کے ٹرائیگر کو دبایا، تو دیوار کا وہ حصہ دو حصوں میں تقسیم ہونے لگا۔ سامنے ایک سُرنگ نما راستہ تھا۔ پارس نے پوچھا "یہ راستہ کتنا لمبا ہے؟"

"ہمیں زیادہ دور نہیں جانا ہوگا۔ میرے اس بنگلے کے بعد دوسرا بنگلا ہے۔ دوسرے کے بعد تیسرا۔ وہ تیسرا بنگلا بھی میرا ہی ہے اور یہ سُرنگ نما راستہ اُسی بنگلے میں پہنچ کر ختم ہوتا ہے۔"

"اس بنگلے میں کوئی تو ضرور ہوگا؟"

"فی الحال کوئی نہیں ہے۔ جب میں چاہتا ہوں تو کسی کو وہاں دیکھ بھال کے لیے رکھ لیتا ہوں۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے اُس سُرنگ سے گزر رہے تھے۔ پارس نے کہا "ان آدمیوں کا کیا ہوگا جو تمھارے بنگلے کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں؟"

"ایک منٹ کی مہلت دو۔ میں ان سب کو وہاں سے جانے کا حکم دیتا ہوں۔"

وہ خاموش رہ کر خیال خوانی کے ذریعے اپنے آدمیوں کو حکم دینے لگا کہ وہ محاصرہ توڑ کر چلے جائیں، جب ضرورت ہوگی تو اُنھیں طلب کیا جائے گا۔

ایک منٹ کے اندر ہی وہ سُرنگ کے راستے سے گزرتے ہوئے بنگلے میں پہنچ گئے۔ پارس اس کے ساتھ بنگلے کے ایک ایک حصے میں جا کر دیکھنے لگا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ کھڑکیاں اندر سے بند تھیں اور دروازے مقفل تھے۔ اُس نے سامنے والی کھڑکی کو ذرا کھول کر دیکھا۔ اُس کوٹھی کے احاطے کے باہر جو راستہ تھا وہاں کچھ لوگ آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے ——

جیری جیکب نے کہا "یہ میرے آدمی ہیں، محاصرہ توڑ کر جارہے ہیں۔"

اس کوٹھی کے پورچ میں ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ پارس نے پوچھا "کیا اس کی چابی تمھارے پاس ہے؟"

"ہاں، میرے ایک بیڈروم کے سرہانے والی میز کی دراز میں ہے۔ ہم تھوڑی دیر بعد یہاں سے نکلیں گے۔"

پارس نے کھڑکی کو دوبارہ اندر سے بند کرتے ہوئے کہا "ہمارے یہاں سے جانے اور کچھ کرنے کا کوئی اہم مقصد ہونا چاہیے۔"

"سب سے بڑا مقصد ہماری دوستی ہے۔"

"ہماری دوستی اسی طرح قائم رہ سکتی ہے کہ ہم دونوں اپنی اپنی جگہ طاقتور ہوں۔ میرے پاس اپنی ذہانت اور صلاحیتیں ہیں۔ تمھارے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے لیکن یہ ہتھیار دوسروں کے پاس بھی ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے سات افراد نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا۔ ان میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا سپر ماسٹر مارا جا چکا ہے۔ دوسرے تم ہو۔ باقی پانچ افراد کون ہیں؟ کہاں رہتے ہیں؟ اُن کے نام اور پتے کیا ہیں؟ یہ تم مجھے بتاؤ گے۔"

"کیا تم انھیں بھی ٹریپ کرنا چاہتے ہو؟"

"بے شک، ہماری دنیا میں سبھی خود غرض ہیں، کوئی یہ نہیں چاہتا کہ اس سے زیادہ طاقت دوسرا حاصل کرے۔ میں بھی خود غرض

[...]دل۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے والدین کے سوا کوئی اور ٹیلی پیتھی [...]اننے والا موجود رہے۔"

وہ بوکھلا کر بولا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ ابھی تو تم اپنے والدین [...]ے دشمن تھے۔ تم اُن کے بیٹے نہیں ہو۔ تم لاوارث ہو۔ پھر [...]یسی باتیں کیوں کر رہے ہو؟"

"لاوارث ہوگا تمھارا باپ۔ خدا میری ماما اور میرے پاپا کو ہمیشہ میرے سر پر سلامت رکھے۔ اُن کی سلامتی کے لیے ہی میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے شیطانوں کو ختم کر دینا چاہتا ہوں لہٰذا اس کی ابتداء ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے کہ تم خیال خوانی کے ذریعے اپنے آدمیوں کو ہوشیار کرو، آؤ میرے بازوؤں میں جھول جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اُس نے ریوالور کے دستے سے اُس کے سر پر ایک زوردار ضرب لگائی۔ وہ ایسا بھرپور حملہ تھا کہ سر چکرا گیا۔ وہ آگے پیچھے ڈگمگاتے ہوئے کہیں نہ کہیں گرنا ہی چاہتا تھا، پارس نے اُسے بازوؤں میں سنبھال لیا۔

وہ اچھا خاصا گھر تھا۔ اب اسپتال نظر آرہا تھا۔ ٹام مورس، سام مورس، ٹام کی بیوی اور اُس کی بیٹی سمارا تھا۔ سب کی مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ سبھی اپنے اپنے بستر پر پڑے ہوئے تھے۔ اُن چار پہلوانوں کی بھی مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر نے مرہم پٹی کرتے وقت حیرانی ظاہر کی "آخر یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ ایک کمزور نے آٹھ شہ زوروں کو کس طرح زخموں سے چور کر دیا؟"

وہ آٹھوں اس کا جواب دے سکتے تھے مگر خاموش تھے۔ مار کھانے کے بعد اپنی انسلٹ محسوس کر رہے تھے۔ ڈاکٹر کے سامنے اپنی زبان نہیں کھولنا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر نے کہا "ڈان مورس! تم ہی کچھ بتاؤ، آخر یہ کیا ماجرا ہے؟"

پارس نے ڈان مورس کی حیثیت سے جواب دیا "ڈاکٹر انکل، میں خود نہیں جانتا، یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ البتہ اتنا جانتا ہوں کہ گھر سے بھاگنے کے بعد ایک سائنس دان کے پلّے پڑ گیا تھا۔ اُس نے مجھے کچھ دوائیں کھلائیں، کچھ انجکشن لگائے۔ اس کے بعد مجھ سے کہا کہ آج سے میں شہ زور ہوں۔ اگر مجھ سے کوئی نرمی کے ساتھ گفتگو کرے گا تو میں اس کے ساتھ دوست بن کر رہوں گا، کوئی سختی کرے گا تو دشمن بن جاؤں گا اور جنون میں مبتلا ہو کر اُس کی بُری طرح پٹائی کروں گا۔ اور اُس وقت تک پٹائی کرتا رہوں گا جب تک مجھ پر پانی نہیں ڈالا جائے گا۔"

ڈاکٹر نے کہا "یہ بڑی عجیب سی بات ہے، یقین تو نہیں آتا کہ کسی سائنس دان نے ایسی دوا ایجاد کی ہو لیکن آٹھ زخمیوں کو دیکھ کر یقین کرنا پڑتا ہے۔"

پھر اُس نے ٹام مورس سے کہا "یہ تو بڑی آسان سی بات تھی، مگر یہ جوان جنون میں اور جوش میں آکر تمھاری پٹائی کر رہا تھا تو تم میں سے کوئی اس پر پانی ڈال سکتا تھا۔ یہ پھر کمزور ہو جاتا۔"

اس کے جواب میں سب کے سر جھکے ہوئے تھے۔ کوئی جواب نہیں دینا چاہتا تھا۔ پارس نے کہا "میں بتاتا ہوں۔ انھوں نے یہ نسخہ آزمایا تھا۔ مجھ پر پانی ڈال کر مجھے پھر نارمل کر دیا تھا لیکن یہ سمجھ رہے تھے، میں پھر کمزور ہو گیا ہوں۔ آپ ڈاکٹر ہیں، اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ کمزور ہونے اور نارمل ہونے میں فرق ہے۔ انھوں نے دوبارہ مجھ پر ظلم کیا پھر مجھ پر جنون سوار ہوا تو میں نے ان کی پٹائی شروع کر دی۔"

ڈاکٹر نے کہا "اوہ اچھا، اب سمجھا . . . . پانی ڈالنے کے بعد تم جنون سے باز آجاتے ہو اور نارمل حالت میں رہتے ہو لیکن کوئی تمھیں چھیڑے، کوئی تم پر سختی کرے یا تمھاری انسلٹ کرے تو تم پھر طیش میں آجاتے ہو اور شہ زور بن جاتے ہو۔"

"جی ہاں، یہی بات ہے۔"

ڈاکٹر ہنستا ہوا چلا گیا۔ پارس نے پوچھا "انکل ٹام! اب ان چار پہلوانوں کو رکھو گے یا چھٹی دے دو گے؟"

ٹام نے حقارت سے ان چاروں کو دیکھتے ہوئے کہا "دفع ہو جاؤ یہاں سے، کبھی اس بنگلے کا رخ نہ کرنا۔"

وہ چاروں سر جھکا کر واپس چلے گئے۔ پارس نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر اپنے وفاداروں میں سے ایک کو مخاطب کیا پھر ٹام اور سام کو سنانے کے لیے کہا "جناب سائنس دان صاحب! میں ڈان مورس بول رہا ہوں۔ آپ نے تو واقعی کمال کر دیا۔ جو دوائیں کھلائی ہیں اور جیسے انجکشن لگائے ہیں اس سے تو ایسا لگتا ہے جیسے میں عنقریب سپر مین بننے والا ہوں۔ بہرحال آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ میرے لیے ایک ایسے آدمی کا بندوبست کر دیں جو یہاں میرے کھانے پینے کا خیال رکھے۔ میں دشمنوں کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا نہیں کھاؤں گا۔"

دوسری طرف سے وفادار نے پوچھا "جناب کیا بات ہے، آپ مجھے سائنس دان کہہ کر مخاطب کر رہے ہیں؟"

"یہ مصلحت اندیشی ہے جو کہہ رہا ہوں وہ آپ کریں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ایسے ایک قابلِ اعتماد شخص کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔"

پارس نے ریسیور رکھ کر ٹام، سام اور سمارا وغیرہ کی طرح دیکھ کر کہا "آج سے تم لوگ اپنے ہاتھوں سے پکا کر کھاؤ گے۔ تمام ملازموں کو چھٹی دے دو۔ میں یہاں زیادہ بھیڑ پسند نہیں کرتا۔"

وہ حکم صادر کر کے ڈان مورس کے بیڈروم کی طرف چلا گیا۔

سمارتھا کی ماں نے رونے کے انداز میں کہا: "ہم تو ڈوب رہے ہیں، اب کیا ہوگا۔ پتا نہیں وہ کم بخت سائنس دان کون ہے؟"

سام مورس نے کہا: "وہ کوئی بھی ہو۔ ہمیں اس کا پتا چلانا ہوگا۔"

ٹام مورس نے کہا: "ہم بڑی سے بڑی قیمت ادا کر کے اس سائنس دان سے وہ ڈائیں اور انجکشن حاصل کر کے خود بھی شہ زور بن سکتے ہیں۔"

سمارتھا نے کہا: "لیکن ہم کس طرح پتا چلائیں گے۔ کم بخت نے ایسی پٹائی کی ہے کہ ہفتوں بستر سے نہیں اٹھ سکیں گے۔"

ٹام مورس نے تمام ملازموں کو بلا کر کہا: "آج سے تم لوگوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ دوبارہ اس بنگلے میں ملازمت کرو اور تمھاری تنخواہیں پہلے سے دوگنی ہو جائیں تو اُس سائنس دان کو تلاش کرو، جس کے پاس یہ ڈان مورس گیا تھا۔ تم میں سے جو اس کا سراغ لگائے گا اُسے مُنہ مانگا انعام دیا جائے گا۔"

ایک ملازم نے کہا: "جناب! اگر واقعی یہ ایسی ہی دوا کا کرشمہ ہے کہ کمزور شہ زور بن جاتا ہے اور اس میں شیطانی قوتیں سما جاتی ہیں تو ایسی دوا کو حاصل کرنے کے لیے دنیا کا ہر شخص ایڑی چوٹی کا زور لگائے گا۔ دنیا کا ہر شخص اس سائنس دان کو تلاش کرے گا۔ ہر ایک کی یہی خواہش ہوگی کہ شہ زور بننے کا نسخہ حاصل ہو جائے۔ میری بھی یہی خواہش ہے۔ مَیں آج ملازم ہوں، کل شہ زور بن کر آقا بن سکتا ہوں۔ لہٰذا مجھے مُنہ مانگے انعام کی ضرورت نہیں ہے۔ جب آپ ملازمت سے نکال ہی رہے ہیں تو میرا آپ کا رشتہ کیا رہا۔ مَیں اس سائنس دان کو اپنے لیے تلاش کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اس کے پیچھے دوسرے ملازم بھی چلے گئے۔ ٹام مورس اور اس کا پورا خاندان غصّے سے تلملا رہا تھا۔ بے بسی سے سوچ رہا تھا کہ آج وہ کتنے بے دست و پا ہو گئے ہیں کہ ملازم بھی سر چڑھ کر بول رہے ہیں اور اپنے بدلتے ہوئے تیور دکھا کر جا رہے ہیں۔ پارس نے صبح نو بجے ان کی پٹائی کی تھی۔ وہ رات کے نو بجے تک اپنے اپنے کمروں میں بھوکے پیاسے پڑے رہے۔ اُن کا خیال تھا، ڈان مورس کو ان پر رحم آئے گا وہ اپنے خاص ملازم کے ہاتھ سے کچھ کھانے پینے کے لیے بھیج دے گا۔ لیکن یہ اُن کی خوش فہمی تھی۔ وہ اُن کی طرف پلٹ کر نہیں آیا تھا۔ آخر نو بجے سمارتھا کی ماں کراہتے ہوئے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ کہنے لگی: "کچھ تو کرنا ہی ہوگا ورنہ ہم بھوکے پیاسے مر جائیں گے۔"

ٹام مورس اور سام مورس نے کہا: "یہ لڑکا سنگدل ہو گیا ہے۔ ہمیں کھانے پینے کے لیے بھی نہیں پوچھ رہا ہے۔ مجھے تو اپنا منصوبہ خاک میں ملتا دکھائی دے رہا ہے۔"

سمارتھا نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے چہرے کو دیکھا۔ نیچے کا ہونٹ پھٹ گیا تھا، ایک طرف کا گال پھول گیا تھا، آنکھیں سوج گئی تھیں۔ وہ روتے ہوئے بولی: "میں مقابلۂ حسن میں شریک ہونے والی تھی۔ اس کم بخت نے میری صورت بگاڑ کر رکھ دی ہے۔ اب کیا ہوگا ڈیڈی؟"

ٹام نے جھنجلا کر کہا: "تمھیں مقابلۂ حسن کی پڑی ہے۔ بیوقوف لڑکی! ڈان مورس کو جلد سے جلد جیتنے کی کوشش کرو۔ ورنہ ہم سب ڈوب جائیں گے۔"

"مَیں اس احمق کو جیت نہیں سکتی۔ اس سے محبت کا اظہار کرتی ہوں تو وہ محبت کو سمجھتا ہی نہیں ہے۔ اسے کسی لڑکی میں کشش نظر نہیں آتی ہے۔"

سام مورس نے چٹکی بجا کر کہا: "اب اسے کشش محسوس ہوگی جب وہ دواؤں کے اثر سے شہ زور بن رہا ہے تو عورت کے ہاتھوں کمزور بھی بن سکتا ہے۔ دنیا کا ہر شہ زور عورت میں کشش محسوس کرتا ہے، عورت میں دلچسپی لیتا ہے۔ تم اس بار اُس سے محبت کا اظہار کرو۔ اس سے شادی کے لیے کہو۔ ہمیں یقین ہے وہ تمھارے دام میں آ جائے گا۔"

دو دن تک اس بنگلے میں گہری خاموشی رہی۔ ٹام مورس کا خاندان ایک کمرے میں دھیمی دھیمی سرگوشیوں میں مصروف رہتا تھا۔ پارس کو یہ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ کیا سازش کرنے والے ہیں اور آپس میں کس قسم کی کھچڑی پکانے والے ہیں۔ جو کھچڑی پکتی وہ اُس کے سامنے آنے ہی والی تھی۔ تیسرے دن سمارتھا اُس کی خواب گاہ میں آئی۔ پارس اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ اُس کے قریب آ کر بولی: "کیا مَیں تمھارے پاس بیٹھ سکتی ہوں؟"

اُس نے کہا: "ہاں، ضرور بیٹھو۔"

وہ بیٹھنے لگی تو یہ ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ اُس نے پوچھا: "کیا بات ہے، مجھ سے کیوں کتراتے ہو؟"

وہ بولا: "مجھے شرم آتی ہے۔"

سمارتھا نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا: "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ تم کیا سے کیا ہو گئے ہو۔ گھر سے فرار ہونے سے پہلے تم ایسے ہی شرمیلے اور کمزور سے تھے، جب واپس آئے تو شہ زور بن گئے۔ ہم سب کا بُرا حال کر دیا۔ مَیں تنہائی میں تمھارے پاس آئی ہوں تو پھر شرما رہے ہو۔" وہ اپنا ہاتھ اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی: "کیا میرا ہاتھ پکڑو گے؟"

وہ ذرا اور پیچھے ہٹ کر بولا: "سائنس دان صاحب نے

سمجھایا ہے شادی سے پہلے کسی عورت کا ہاتھ نہ پکڑنا۔"

"مَیں تو کئی بار تم سے کہہ چکی ہوں، تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں مگر تم ہی مجھ سے شرماتے ہو، کتراتے ہو۔ کیا مَیں تمھیں اچھی نہیں لگتی؟"

وہ سر جھکا کر بولا: "تم تو بہت اچھی ہو، بہت خوب صورت ہو۔"

"اگر مَیں بہت خوب صورت ہوں تو مجھ سے شادی کر لو، پھر تم سائنس دان کی ہدایت کے مطابق میرا ہاتھ پکڑ سکو گے۔"

"مَیں شادی کرنا چاہتا ہوں مگر شرم آتی ہے۔"

"اس میں شرمانے کی کیا بات ہے۔ دیکھو مَیں لڑکی ہو کر نہیں شرماتی۔"

"نہ شرمانے والی کو بے شرم کہتے ہیں۔ کیا تمھارے دیدوں کا پانی مر گیا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "ایسی بات نہیں ہے۔ اگر مَیں کسی دوسرے کے سامنے بے شرمی کروں تو وہ بے حیائی ہوگی لیکن تم میرے اپنے ہو۔ میرے جیون ساتھی بننے والے ہو۔ تم سے مجھے اور تمھیں مجھ سے نہیں شرمانا چاہیے۔ تم کہو تو مَیں ممی اور ڈیڈی سے کہتی ہوں۔ وہ فوراً ہماری شادی کا انتظام کر دیں گے۔"

پارس شرمانے لگا۔ وہ بولی: "تمھارے شرمانے اور مسکرانے کا مطلب ہے کہ تمھیں منظور ہے۔ کیا مَیں شادی کا انتظام کروں؟"

پارس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ خوش ہو کر اُس کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے بولی: "اوہ، تم بہت اچھے ہو۔ جس طرح تم نے شرماتے ہوئے ہاں کہہ دیا ہے۔ اسی طرح شرماتے ہوئے شادی کے کاغذات پر بھی دستخط کر دینا۔ مجھے دنیا کی ساری خوشیاں مل جائیں گی۔"

وہ وہاں سے دوڑتی ہوئی گئی۔ پھر اپنے ماں باپ کو خوشخبری سنانے لگی۔ سب ہی خوش ہو رہے تھے۔ بازی پھر پلٹ رہی تھی، سمارتھا کی ماں نے کہا: "مَیں تو کہتی ہوں، لڑکے کے ساتھ نرمی سے پیش آتے رہو۔ اب ظلم و ستم کو بھول جاؤ۔ اگر ذرا سی سختی کریں گے تو وہ پھر جنون میں مبتلا ہوگا۔"

اُنھوں نے بہت پہلے ہی شادی کی تیاریاں کی ہوئی تھیں۔ اپنے مذہبی مسائل میں پڑنے کے بجائے کورٹ میرج کے لیے درخواست دی ہوئی تھی جو منظور ہو چکی تھی۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ڈان مورس شادی کے لیے تیار ہے تو انھوں نے دیر نہیں کی۔ دوسرے ہی دن دولھا دولھن کو لے کر کورٹ میں پہنچ گئے۔ اس سے پہلے پارس نے اعتراض کرتے ہوئے کہا: "مجھے شادی پر اعتراض نہیں ہے لیکن میرے ننھیال والوں کو بھی یہاں موجود ہونا چاہیے۔ اُنھیں تل ابیب سے بلا لو۔"

ٹام مورس نے کہا: "آج شادی ہوگی۔ ہم کل یہاں سے تل ابیب روانہ ہو جائیں گے۔ شادی کی خوشیاں تمھارے ننھیال میں ہی منائی جائیں گی۔"

وہ راضی ہو گیا۔ عدالت میں اس سے اور سمارتھا سے پوچھ گچھ ہوئی۔ دونوں کی رضامندی کے مطابق ایک بڑے سے رجسٹر پر ان کے دستخط لیے گئے۔ نکاح نامے پر بھی دستخط کرائے گئے پھر وہ میاں بیوی بن گئے۔

عدالت سے واپس آ کر وہ دونوں اپنی خواب گاہ میں آ گئے۔ پارس نے اُس کے قریب بیٹھ کر ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ حیرانی سے بولی: "کیا اب تمھیں شرم نہیں آ رہی ہے؟"

"بالکل نہیں، کیونکہ سائنس دان صاحب نے کہا تھا کہ شادی کے بعد اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑنے میں شرمانا نہیں چاہیے۔"

وہ مُسکراتے ہوئے بولی: "تمھیں سائنس دان نے یہ بھی بتایا ہوگا کہ بیوی کے پاس آنے سے پہلے اُسے کچھ تحفہ دیا جاتا ہے۔"

"ہاں، تم جو کہو گی وہ دُوں گا۔"

سمارتھا نے تکیے کے نیچے سے ایک فائل نکالی۔ اس میں چند کاغذات تھے۔ پارس نے پوچھا: "یہ کیا ہے؟"

"یہ تمھارے کاروباری کاغذات ہیں، اگر تم ان کاغذات پر دستخط کر دو گے تو میں تمھارے تمام کاروبار کی مالکہ بن جاؤں گی۔ ایک شوہر اپنی بیوی کو اس سے بڑھ کر اور کیا تحفہ دے سکتا ہے۔"

"عقل مند شوہر تحفے میں اپنا کاروبار نہیں دیتا۔ کاروبار کی آمدنی دیتا ہے۔ میرے کاروبار سے جو آمدنی ہوا کرے گی آخر تم ہی اسے خرچ کیا کرو گی۔ پھر یہ کاغذات رکھ کر مجھ سے سودے بازی کیوں کر رہی ہو؟"

"تم اسے سودے بازی سمجھتے ہو لیکن مَیں اس میں اپنا تحفظ سمجھتی ہوں۔ تمھارا دماغ کبھی نارمل رہتا ہے اور تم کبھی ایبنارمل ہو جاتے ہو۔ ایسی حالت میں کاروبار پوری طرح سنبھال نہیں سکو گے۔ یہ کاروبار میرے ہاتھ میں ہوگا تو مَیں اچھی طرح دیکھ بھال کروں گی اور اسے ترقی بھی دوں گی۔"

"دیکھو کاروبار کوئی سمجھ دار آدمی ہی چلا سکتا ہے اور میری سمجھ داری کا ثبوت یہ ہے کہ مَیں ان کاغذات پر دستخط نہیں کروں گا۔"

سمارتھا نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا: "پھر مَیں تمھارے پاس نہیں آؤں گی۔ تم سے محبت نہیں کروں گی۔"

"مَیں تمھیں پہلی اور آخری بار سمجھا رہا ہوں، میرے ساتھ محبت سے پیش آؤ گی تو محبت ملے گی۔ مجھ سے نرمی کا سلوک کرو گی۔ تو مَیں بھی تمھارے لیے بہت پیار کرنے والا شوہر

ثابت ہوں گا۔ اگر تم بدمزاجی دکھاؤ گی اور مجھے طیش دلاؤ گی، تو میرے طیش میں آنے کے بعد کیا انجام ہوتا ہے، یہ تم اپنے پورے میکے والوں کے ساتھ دیکھ چکی ہو۔"

"میں تمھیں طیش دلانا نہیں چاہتی۔ انصاف کی بات کر رہی ہوں۔ میں تمھارے ساتھ زندگی گزاروں یا نہ گزاروں۔ اس کا فیصلہ صرف میں ہی کر سکتی ہوں۔"

"تم غلط کہہ رہی ہو۔ اب یہ فیصلہ تمھارے ہاتھ سے نکل چکا ہے، تم میری بیوی بن گئی ہو۔"

یہ کہہ کر اس نے پھر ہاتھ پکڑا تو وہ ہاتھ چھڑا کر اُسے مارنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی پارس نے اُس کے مُنہ پر ایک طمانچہ جڑ دیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ آدھی رات ہو چکی تھی۔ بیٹی کی چیخ سُن کر ماں باپ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھے۔ چچا سام نے بھی آکر کہا: "یہ تو سمار تھا کی چیخ ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوسری، پھر تیسری چیخیں سُنائی دیں۔ وہ سب تیزی سے چلتے ہوئے بلکہ بھاگتے ہوئے ڈان مورس کے بیڈ روم کے سامنے پہنچے۔ پھر دروازے پر دستک دی۔ ٹام نے کہا: "سمار تھا! کیا بات ہے؟"

اُس کی ماں نے کہا: "بیٹی، میں نے تمھاری چیخ سُنی ہے، تم خیریت سے تو ہو؟"

پارس نے ایک دھڑاکے سے دروازہ کھولا، پھر غصے سے انھیں دیکھتے ہوئے ان کی طرف فائل بڑھاتے ہوئے کہا: "یہ رہے کاروباری کاغذات۔ انھیں سنبھال لو۔"

اُس نے پھر دروازہ بند کر دیا۔ ٹام مورس، سام مورس اور سمار تھا کی ماں خوشی سے کھل اٹھے۔ انھوں نے جلدی سے فائل کھول کر دیکھا۔ کاغذ اُلٹ پلٹ کرنے لگے۔ کسی پر دستخط نہیں تھے۔ خوشی جتنی تیزی سے آئی تھی، اُتنی ہی تیزی سے رخصت ہو گئی۔ ان سب کے مُنہ لٹک گئے۔ پھر سمار تھا کی ماں نے وہ فائل ایک طرف غصے سے پھینکتے ہوئے کہا: "ہم بازی ہار رہے ہیں۔ تم نے دولت کے لالچ میں بیٹی ایک قصائی کے حوالے کر دی ہے۔"

وہ تینوں دروازے سے کان لگا کر سننے لگے۔ اُنھیں کبھی کبھی کچھ سُنائی دیتا تھا۔ بہت توجہ سے سننے کی ضرورت پیش آ رہی تھی، وہ بڑی دیر تک بے چینی میں مبتلا رہے پھر اچانک ہی انھیں موسیقی سنائی دی۔ تب اُن کی سمجھ میں آیا کہ دروازے کے قریب ہی ریڈیو رکھا ہوا ہے اور اُس میں سے آوازیں آ رہی ہیں۔

وہ تینوں دُور ہٹ گئے۔ گھور گھور کر اس دروازے کو یوں دیکھنے لگے جیسے ابھی اسے توڑ کر اندر گھس جائیں گے ان کے داماد نے شرارت سے وہ ریڈیو دروازے کے قریب لا کر رکھ دیا تھا تاکہ اندر کی آواز سنائی نہ دے اور سسرال والے صبح تک ریڈیو پروگرام سنتے رہیں۔

دوسری صبح ناشتے پر انھوں نے اپنی بیٹی اور داماد کا انتظار کیا۔ دونوں میں سے کوئی نہیں آیا۔ سام مورس نے ایک ملازم سے کہا: "جاؤ اور ڈان صاحب کے دروازے پر دستک دو، اُن سے کہو کہ ناشتے پر انتظار ہو رہا ہے۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لیے گیا، پھر تھوڑی دیر بعد آکر بولا: "صاحب نے کمرے میں ناشتا لانے کو کہا ہے۔"

سمار تھا کی ماں نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "میرا دل گھبرا رہا ہے۔ جسے ہم کمزور اور بزدل سمجھتے تھے وہ قصائی بن چکا ہے اُس نے یقیناً میری بیٹی کو مار ڈالا ہے اور اس کی لاش کے پاس بیٹھا ناشتا کر رہا ہے۔"

ٹام نے جھنجلا کر کہا: "کیوں بکواس کر رہی ہو، کیا وہ ہماری بیٹی کو مار ڈالنے کے بعد اتنی آسانی سے یہاں رہ سکتا ہے؟ کیا اُسے قانون کا ڈر نہیں ہے؟ مانا کہ وہ شہ زور بن گیا ہے لیکن قاتل نہیں بن سکتا۔"

سمار تھا کی ماں نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا: "میں ناشتا نہیں کروں گی۔ پہلے اپنی بیٹی کی خیریت معلوم کروں گی۔"

وہ تیزی سے چلتی ہوئی ڈائننگ روم سے نکل گئی اور ڈان کے کمرے کے سامنے آئی۔ دروازے پر دستک دی پھر کہا: "سمار تھا! میں تمھاری ماں ہوں۔ ہمیں ایک بجے کی فلائٹ سے تل ابیب جانا ہے۔ کیا تم نے اپنا سامان پیک کر لیا ہے؟"

دروازہ کھلا۔ پھر پارس نے جھانک کر کہا: "ہم نے اپنا تمام سامان پیک کر لیا ہے۔ ہمیں فلائٹ کا وقت معلوم ہے۔ ہم دو گھنٹے پہلے ایئرپورٹ پہنچ جائیں گے۔"

"میں اپنی بیٹی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے اُسے کل سے نہیں دیکھا ہے۔"

"تو آپ سیدھی طرح اپنا مقصد بیان کریں۔ ہمیں فلائٹ کا وقت کیوں بتا رہی ہیں۔ اندر تشریف لے آیئے۔"

پارس نے دروازہ پوری طرح کھول دیا۔ وہ تیزی سے اندر آئی۔ پھر اپنی بیٹی کی طرف دیکھا۔ وہ پلنگ کے سرے پر بیٹھی ناشتا کرنے میں مصروف تھی۔ اُس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ آنکھوں میں ایسا خمار تھا جیسے پوری بوتل پی لی ہو۔ اُس نے مسکرا کر کہا۔ "ہیلو ممی!"

ماں نے قریب پہنچ کر اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم نشے میں ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "ہاں، ڈان کے پیار کا نشہ ہے، آپ پریشان کیوں ہیں؟"

"تم بیمار بیمار سی لگ رہی ہو۔"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ آرام سے جاکر ناشتا کریں اور روانگی کی تیاری کریں۔"

"بیٹی، روانگی سے پہلے تمھارے ڈیڈی تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "میں سمجھ گئی سب سمجھ گئی۔ آپ لوگ کاروباری کاغذات پر ڈان کے دستخط کرانا چاہتے ہیں، فکر نہ کریں، ڈان دستخط کر دیں گے لیکن ابھی نہیں، تل ابیب پہنچنے کے بعد۔ اب آپ جائیں، ہمیں ڈسٹرب نہ کریں۔"

ماں کو وہاں سے جانا پڑا۔ اُس نے ٹام اور سام کے پاس آکر کہا: "بیٹی ہاتھ سے نکل رہی ہے۔ پتا نہیں گھر سے فرار ہونے کے بعد اس کم بخت میں ایسی کیا تبدیلیاں آگئی ہیں۔ وہ کچھ جادوگر بن گیا ہے۔ پہلے تو کمزور سے شہ زور ہوا، اب ایسا لگتا ہے جیسے ہپناٹزم کرنا جانتا ہو۔ میری بیٹی کو اپنی معمولہ بنا چکا ہے۔ وہ بڑی بے پروائی سے کہہ رہی ہے کہ کاروباری کاغذات پر دستخط ہو جائیں گے لیکن تل ابیب پہنچنے کے بعد۔"

سام نے کہا: "یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ کیا ہم تل ابیب پہنچنے کا پروگرام منسوخ کر دیں؟"

ٹام مورس نے کہا: "ہمارے منسوخ کرنے سے کیا ہوگا، سمار تھا اُس کی بیوی بن چکی ہے۔ وہ اُسے اپنے ساتھ لے جائے گا۔ ہم یہاں رہ کر کیا کریں گے۔ ہمیں ہر حال میں جانا ہی ہوگا۔"

دن کے ایک بجے وہ قافلہ تل ابیب کے لیے روانہ ہو گیا۔ طیارے میں پارس اور ٹام کا سامنا ہوا تو اُس نے پوچھا: "آپ کون ہیں؟"

ٹام نے حیرانی سے کہا: "یہ کیا کہہ رہے ہو، تم اپنے انکل ٹام کو نہیں جانتے۔ اب میں تمھارا صرف انکل ہی نہیں، تمھارا سُسر بھی ہوں۔"

پارس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر کہا: "پتا نہیں مجھے کیا ہو رہا ہے۔ میں بہت سی باتیں بھولتا جا رہا ہوں، شاید یہ اُسی دواکاری ری ایکشن ہے۔"

پارس نے اپنی یادداشت کمزور کرنے کا یہ چکر اس لیے چلایا تھا کہ کہیں ڈان کے ننھیال والوں کو پہچاننے میں غلطی نہ ہو ویسے اس نے ننھیال والوں کے ایک ایک فرد کی تصویریں اچھی طرح دیکھ لی تھیں، اُن کے متعلق ڈان سے بہت کچھ معلوم کر چکا تھا۔ اس کے بعد بھی، کوئی بھول چوک ہوتی تو وہ قابلِ معافی ہوتا کیونکہ ڈان کی دماغی کمزوری کو سب جانتے تھے۔

وہ تل ابیب پہنچ گئے۔ پارس نے طیارے کی سیڑھی سے اُتر کر اسرائیل کی سرزمین پر قدم رکھا۔ پھر چند لمحوں کے لیے رُک گیا۔ اپنے تصوّر میں ضیبا کو دیکھا۔ پھر دل ہی دل میں کہا: "ممی، میں آگیا ہوں۔ آج میرے قدم اس سرزمین پر ہیں جہاں آپ کو دفن کیا گیا ہے۔ آج سے اس ملک کے لوگوں کا سکون اور اطمینان دفن ہوتا رہے گا۔ بلائنڈ کلب کے چند قاتلوں کو مار ڈالنے سے میرے انتقام کی پیاس نہیں بجھے گی۔ پہلے ان بدبختوں نے آپ کو قتل کیا پھر آپ کی بہو کو اغوا کرنے کی کوشش کی، میں انھیں بتاؤں گا کہ پرائی بہو اور بیٹی والوں کی بھی عزت اور غیرت ہوتی ہے۔ آپ کی ممتا کی قسم، آج سے یہ لوگ سکون کی نیند نہیں سو سکیں گے۔"

سمار تھا نے پیچھے سے آکر پوچھا: "یہ تم رک کیوں گئے؟"

وہ چونک کر بولا: "آں، کچھ نہیں مجھے یہاں کے لوگوں کی سانسیں رکتی دکھائی دے رہی تھیں۔ اس لیے رک گیا تھا، چلو۔"

وہ سمار تھا کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر آگے بڑھ گیا۔ وزیٹرز گیلری میں ڈان مورس کے ننھیال سے تعلق رکھنے والے کئی افراد آئے تھے۔ اُن میں خاص طور پر ڈان کے نانا تھے جنھیں پارس نے دیکھتے ہی پہچان لیا تھا۔ پھر فوراً ہی آگے بڑھ کر گلے لگ گیا

بھاگنے لگتے ہی نانا کے پیچھے ایک حسین دوشیزہ دکھائی دی۔ وہ جتنی حسین تھی اُتنی ہی اُداس اُداس سی تھی۔ اُس کی اُداسی نے اُس کے حسن کو اور مسحور کن بنا دیا تھا۔ اُس لڑکی کے آس پاس دو جوان کھڑے ہوئے تھے اور وہ دونوں سام مورس اور ٹام مورس کو گھور کر دیکھ رہے تھے۔ نانا نے اُس کی پیشانی کو چوم کر کہا۔ "آؤ بیٹے! اپنے عزیزوں سے ملاقات کرو، تمھاری تو بھولنے کی عادت ہے۔ میں دیکھتا ہوں اب تمھارا ذہن کیسا ہے۔ ذرا ان سب کو پہچانو تو؟"

پارس نے کہا۔ "نانا! میں نے آپ کو پہچان لیا... کیا یہ ثبوت کافی نہیں ہے؟"

نانا نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "تم میری بیٹی کے بیٹے ہو بھلا مجھے کیسے بھول سکتے ہو۔ اچھا یہ بتاؤ، یہ کون ہے؟"

وہ ایک ادھیڑ عمر کے شخص کو دکھا رہا تھا۔ پارس نے کہا۔ "یہ ہمارے چھوٹے نانا یعنی آپ کے چھوٹے بھائی ہیں یہ ہماری چھوٹی نانی ہیں اور یہ دونوں جوان چھوٹے نانا کے صاحبزادے ہیں اور ان کے درمیان کھڑی ہوئی یہ لڑکی نینسی ہے۔ ہمارے چھوٹے نانا کی صاحبزادی کی صاحبزادی۔"

اُس کے نانا نے خوش ہو کر کہا۔ "بھئی جواب نہیں ہے۔ تمھاری یادداشت تو بہت اچھی ہو گئی ہے۔ تم نے سب کو پہچان لیا ہے۔"

لڑکی کے پاس کھڑے ہوئے جوان نے کہا۔ "لیکن یہ بھول گئے کہ نینسی ان کی منگیتر تھی۔"

پارس نے چونک کر نینسی کو دیکھا پھر حیرانی سے سمار تھا کو دیکھ کر بولا۔ "کیوں سمار تھا، تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ نینسی میری منگیتر تھی۔ تم نے یہ جانتے ہوئے بھی مجھ سے شادی کیوں کی؟"

اُس کے نانا نے اُس کے شانے کو تھپک کر کہا۔ "بیٹے! یہ گھریلو مسائل ہیں اور یہ گھر نہیں ہے۔ ایئرپورٹ کی عمارت ہے۔ چلو یہاں سے۔"

وہ عمارت کے ایک حصّے سے گزرنے لگے۔ اچانک ہی ایک شخص تیزی سے دوڑتا ہوا نظر آیا۔ وہ دوڑ لگاتا ہوا اُدھر آ رہا تھا جدھر سے طیارے کے مسافر گزر رہے تھے۔ ان مسافروں میں ڈان مورس کا پورا خاندان موجود تھا۔ اس دوڑنے والے شخص کے پیچھے مسلح سپاہی اور افسران دکھائی دے رہے تھے۔ ایک افسر للکارتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "رُک جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

بھاگنے والا نادان نہیں تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا اگر مسافروں کی بھیڑ میں اُسے گولی نہیں مار سکے گا۔ کیونکہ نشانہ چوکنے پر مسافر کی موت واقع ہو سکتی تھی۔ ان آگے پیچھے بھاگنے والوں کو دیکھ کر مسافروں میں بھی بھگدڑ مچ گئی۔ سب اِدھر سے اُدھر بھاگنے لگے۔ پارس بوڑھے نانا کو اپنے بازوؤں میں اٹھا کر ایک طرف دوڑ لگا رہا تھا۔ اُسی وقت سمار تھا کی چیخ سنائی دی۔ پارس نے نانا کو ایک دیوار کی آڑ میں کھڑا کرنے کے بعد پلٹ کر دیکھا تو سمار تھا اُس بھاگنے والے کی گرفت میں تھی۔ وہ اس کی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگا کر کہہ رہا تھا۔ "خبردار! اگر کوئی میرے قریب آئے گا تو میں اسے گولی مار دوں گا۔"

پولیس والے دُور ہی رک گئے تھے۔ مسافر بھی دُور دُور تھے فرار ہونے والے کے سامنے کھلا میدان تھا۔ وہ آہستہ آہستہ ایک طرف بڑھنے لگا۔ وہ دو نوجوان جو نینسی کے آس پاس نظر آئے تھے وہ رشتے میں نینسی کے ماموں تھے۔ اُن میں سے ایک ماموں نے ٹام مورس کو دیکھ کر حقارت سے کہا۔ "تم نے میری بھانجی نینسی کے خلاف سازش کی تھی۔ اپنی بیٹی کو چپ چاپ ڈان سے بیاہ دیا۔ اب دیکھو موت تمھاری بیٹی کے کتنے قریب ہے۔"

ٹام مورس نے غصّے سے کہا۔ "یو شٹ اپ! وہ میری بیٹی کو نہیں مارے گا۔ صرف یرغمال بنا کر لے جا رہا ہے۔"

نینسی کے ماموں نے کہا۔ "میں اُسے صرف یرغمال بنا کر لے جانے کا موقع نہیں دوں گا۔ خود مداخلت کروں گا تو وہ ضرور تمھاری بیٹی کو گولی مارے گا۔"

نانا نے کہا۔ "کیا تم پاگل ہو گئے ہو، وہ فرار ہونے والا سمار تھا کی جان ضرور لے گا۔ ساتھ ہی تمھیں بھی مار ڈالے گا۔"

ماموں نے کہا۔ "میں نے اپنی بہن کو زبان دی تھی کہ میری بھانجی کی شادی ڈان مورس سے ہو گی۔ میں زبان ہارنے والا ہوں۔ آج میری وہ بہن دنیا میں نہیں ہے۔ میں بھی اپنی بھانجی کے لیے جان دے کر بہن کے پاس چلا جاؤں گا۔"

یہ کہتے ہی وہ اپنی جیب سے ریوالور نکال کر چھلانگ لگاتا ہوا فرار ہونے والے سے کچھ فاصلے پر پہنچ گیا۔ پھر للکارتے ہوئے بولا۔ "خبردار! میں تمھارے جیسے مجرموں کو فرار ہونے کا موقع نہیں دوں گا۔ پولیس والے قانون سے مجبور ہیں۔ یہ کسی شہری کی جان کو خطرے میں ڈال کر تمھیں گرفتار نہیں کریں گے لیکن میں پولیس والا نہیں ہوں۔ میں تمھیں گولی مار دوں گا۔"

یہ کہتے ہی اُس نے نشانہ لے کر گولی چلائی۔ پتا نہیں اُس نے کس پر گولی چلائی تھی۔ سمار تھا پر یا اُس فرار ہونے والے پر لیکن گولی سمار تھا کو ہی لگی۔ اُس کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور اُس کی زندگی کی آخری چیخ تھی۔ دوسری بار نشانہ لے کر گولی کی آواز سنائی دی۔ اس بار فرار ہونے والے نے نینسی کے ماموں کو نشانہ بنایا تھا۔ پھر وہ پلک جھپکتے ہی چھلانگیں لگاتا ہوا مسافروں کی بھیڑ میں دوبارہ پہنچ گیا تھا۔ یہ محض اتفاق نہیں تھا، قسمت کا تماشا تھا۔ اس نے بھیڑ میں پہنچتے ہی پارس کی گردن دبوچ لی اور اس کی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگاتے ہوئے بولا۔ "اب میں اس جوان کو گولی مار دوں گا۔"

اچانک ٹام مورس کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ پہلے بیٹی کی موت پر رو رہا تھا۔ اب قہقہے لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "دیکھو، دیکھو، کسی کے لیے راستہ صاف کرنے کی خاطر ایک دشمن نے میری بیٹی کی جان لی۔ اب جس کی خاطر جان لی گئی اُسی کی جان خطرے میں ہے۔ اب ڈان مورس مرے گا تو دولت اور جائیداد کے سارے جھگڑے مر جائیں گے۔"

پارس نے جان بوجھ کر اپنی گردن اُس فرار ہونے والے کے بازو میں پھنسا رکھی تھی، ورنہ پلک جھپکتے ہی وہ اس سے نجات حاصل کر سکتا تھا۔ اور اُسے اٹھا کر پولیس والوں کی طرف پھینک بھی سکتا تھا۔ ایک پولیس آفیسر کہہ رہا تھا۔ "جمال بن مصطفےٰ، تم حکومت کے باغی ہو، فرار ہونے کی ناکام کوشش کر رہے ہو۔ جہاں بھی جاؤ گے، اسرائیل کی زمین تمھارے لیے تنگ ہو گی۔ ہر جگہ موت تمھارے تعاقب میں ہو گی۔ ہم تمھیں سمجھا رہے ہیں بے گناہ مسافروں کی زندگیوں سے مت کھیلو۔ خود کو قانون کے حوالے کر دو۔"

اس فرار ہونے والے کا نام جمال بن مصطفےٰ تھا۔ اُس نے ریوالور کی نال پارس کی کنپٹی سے ہٹا کر اُس کا رُخ بولنے والے افسر کی طرف کیا۔ پھر کہا۔ "میں تمھاری دھمکیوں میں آنے والا نہیں ہوں، تم مجھے باغی کہتے ہو، میں محبّ الوطن ہوں۔ میں اس زمین کا بیٹا ہوں۔ فلسطینی مجاہد ہوں، جہاد کرتے کرتے جان دوں گا۔ مگر میں سر نہیں جھکاؤں گا۔"

جس وقت وہ ریوالور آگے بڑھا کر اس افسر کو نشانے پر رکھ رہا تھا اور بول رہا تھا اُس وقت پارس ریوالور کے چیمبر کو دیکھ رہا تھا۔ ٹرائیگر دبانے کے بعد چیمبر جس سمت گھومنے والا تھا اُس خانے میں کوئی بُلٹ نہیں تھی۔ اس کے بعد کے چیمبر والے خانے بھی خالی تھے۔

پارس نے آہستگی سے کہا۔ "جمال بن مصطفےٰ! تم محبّ الوطن ہو لیکن اناڑی پن کے باعث جان سے جاؤ گے۔ پتا نہیں تم کہاں سے اور کب سے گولیاں چلاتے آ رہے ہو۔ تم نے یہ حساب نہیں رکھا کہ چھ گولیاں چلا چکے ہو اور تمھارے ریوالور کا چیمبر خالی ہے۔"

جمال بن مصطفےٰ نے بوکھلا کر پہلے ریوالور کو پھر پارس کو دیکھا۔ پارس نے جلدی سے کہا۔ "دیکھو، اپنی بدحواسی ظاہر نہ کرنا۔ اسی طرح ڈٹے رہو اور مجھے آہستہ آہستہ عمارت کے باہر لے چلو۔"

اُس نے پارس کے مشورے پر عمل کیا۔ ریوالور کی نال اُس کی کنپٹی پر رکھ کر آہستہ آہستہ عمارت کے باہر آ گیا۔ پولیس والے اُس کے پیچھے پیچھے تھے لیکن اُن کے درمیان کافی فاصلہ تھا — ڈان مورس کا نانا اور اُس کے خاندان کے دوسرے لوگ ہاتھ ہلا ہلا کر پولیس والوں سے کہہ رہے تھے۔ "پلیز گولی نہ چلانا۔ ہمارا نواسہ یہاں بہت عرصے بعد آیا ہے۔ اس کی جان خطرے میں ہے۔ فار گاڈ سیک! گولی نہ چلانا۔"

عمارت کے باہر پولیس کی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ وہاں بھی مسلح سپاہی تھے۔ جمال بن مصطفےٰ نے کہا۔ "خبردار! کوئی چالاکی نہ دکھانا۔ سب دُور چلے جاؤ۔ گاڑی چھوڑ دو، ورنہ اس نوجوان کو گولی مار دوں گا۔"

وہ سب اپنے افسر کے حکم سے گاڑی چھوڑ کر دُور چلے گئے۔ اُس نے اسٹیئرنگ سیٹ کے پاس آ کر پارس سے کہا۔ "جوان، تم ڈرائیو کرو گے اور میں پچھلی سیٹ پر بیٹھوں گا۔"

پارس نے کہا۔ "اس گاڑی کو لے جانے کی حماقت نہ کرنا۔ میں نے کن انکھیوں سے دیکھ لیا ہے، ایندھن کا کانٹا بتا رہا ہے، پیٹرول بہت تھوڑا ہے کوئی دوسری گاڑی پکڑو۔"

اُس نے دوسری گاڑی پکڑی۔ اُس کے ڈرائیور کو کھینچ کر باہر نکالا پھر پارس کو اُس میں بیٹھنے کے لیے کہا۔ پارس نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی اور وہ پچھلی سیٹ پر آ گیا۔ پولیس والے دُور سے دیکھ رہے تھے کہ اُس نے پارس کو نشانے پر لے رکھا ہے۔ وہ ایئرپورٹ کے احاطے سے نکل کر ایک شاہراہ پر پہنچ گئے۔ جمال بن مصطفےٰ نے پیچھے گھوم کر دیکھا۔ بہت دُور پولیس کی گاڑی دکھائی دے رہی تھی۔ پارس نے کہا۔ "اپنا ریوالور میری سیٹ کی پشت سے اس طرح باندھو کہ نال میرے سر سے یا گردن سے لگتی رہے۔ میں تعاقب کرنے والوں کو ڈاج دے کر گاڑی کسی گلی میں لے جاؤں گا۔ تم دروازہ کھول کر نکل جانا۔"

وہ اس کی ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ ریوالور کو سیٹ کی پشت سے باندھتے ہوئے بولا۔ "جوان! تم مجھے شدید حیرانی میں مبتلا کر رہے ہو۔ میں جانتا ہوں، تم ایک یہودی اُرب پتی کے نواسے ہو، یقیناً تم بھی یہودی ہو لیکن ایک مسلمان کی مدد کر رہے ہو۔ تم چاہتے تو مجھے وہیں گرفتار کرا سکتے تھے۔ پھر تم نے مجھے پولیس کی گاڑی میں جانے سے روکا کیونکہ اُس میں ایندھن نہیں تھا

تمھاری حاضر دماغی کا جواب نہیں۔ تم نے میرے ریوالور کے چیمبر کو بھی دیکھ لیا اور اینڈھن کے کلنٹے کو بھی پڑھ لیا، میں فلسطینی مجاہد ہوں۔ تم یہودی ہو کر بھی آخر میری مدد کیوں کر رہے ہو؟"

پارس نے پوچھا "تم میری داستان سننا چاہو گے یا اپنی جان بچانے کی فکر کرو گے؟"

"مجھے اپنی جان کی فکر نہیں ہے۔ ہم مجاہد جانتے ہیں، آنے والا کوئی بھی پَل ہمارے لیے شہادت کا مرتبہ لا سکتا ہے۔ میں تمھارے متعلق ضرور جاننا چاہوں گا۔"

"اگر خدا کو منظور ہوا اور آئندہ کبھی ملاقات ہوئی تو اپنے بارے میں ضرور بتاؤں گا۔ فی الحال ایک وعدہ کرو۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں، تم اپنے سائے کو بھی یہ نہ بتانا کہ میں جان بوجھ کر تمھارا شکار بنا ہوا تھا اور میں نے تمھاری مدد کی تھی۔"

"ہاں میں سمجھتا ہوں، اگر پولیس والے یا انٹیلی جنس والے یہ سُن لیں گے کہ تم نے میری مدد کی تھی تو وہ تمھیں فوراً گولی مار دیں گے۔"

پارس نے کار ایک گلی میں موڑ دی۔ تھوڑی دُور تک ڈرائیو کرتا ہوا گیا۔ پھر رفتار سست کرتے ہوئے بولا "اب یہاں سے نکل جاؤ۔ پچھلا دروازہ اچھی طرح بند کر دو۔"

اُس نے گاڑی ایک جگہ روک دی۔ وہ فوراً باہر نکلا پھر دروازے کو بند کرتے ہوئے بولا "صرف اتنا بتا دو، کیا تم مسلمان ہو؟"

پارس نے کہا "الحمدللہ" پھر گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہ اس گلی سے شاخ در شاخ گزرتا ہوا پھر ایک شاہراہ پر پہنچا تو پولیس کی گاڑیوں نے اسے دونوں طرف سے روک لیا۔ چار پولیس والے بلٹ پروف لباس پہنے ہوئے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ کار کی طرف بڑھتے ہوئے کہہ رہے تھے "جمال بن مصطفےٰ! خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دو۔ ایک نوجوان کی زندگی سے نہ کھیلو۔ اس بار ہم تمھیں بچ کر نکلنے کا موقع نہیں دیں گے۔"

کار کی طرف آنے والے رُک گئے۔ ایک نے ذرا جھک کر کار کے اندر دیکھتے ہوئے کہا "ارے! اندر تو کوئی نہیں ہے!"

وہ سب تیزی سے دوڑتے ہوئے پارس کے پاس آئے۔

پھر ایک نے پوچھا "جمال بن مصطفےٰ کہاں ہے؟"

پارس نے سہمے ہوئے انداز میں پیچھے کی طرف اشارہ کیا۔ کار کی دوسری کھڑکی سے جھانک کر اندر دیکھنے والے سپاہی نے کہا "سر، یہاں مجرم نہیں ہے لیکن اس کا ریوالور سیٹ کی پشت سے بندھا ہوا ہے اور یہ جوان سمجھ رہا ہے کہ مجرم پیچھے بیٹھا ہوا ہے۔"

افسر نے تیزی سے قریب آ کر پوچھا "وہ کہاں گیا؟"

سیٹ کی پشت سے بندھے ہوئے ریوالور کو نکال کر پارس کے سامنے لایا گیا۔ اسے یقین دلایا گیا کہ مجرم پیچھے نہیں ہے۔ تب اس نے کہا "مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں تو سمجھ رہا تھا، وہ پیچھے بیٹھا ہوا ہے۔"

"تمھیں کچھ تو خبر ہو گی، وہ کس طرح نکل کر گیا، اس نے دروازہ ضرور کھولا ہو گا؟"

پارس نے کہا "اس نے مجھے ایک جگہ گاڑی روکنے کا حکم دیا تھا اور کہا تھا، وہ سیٹ پر بیٹھے بیٹھے دروازے کو کھولے گا اور بند کرے گا اور یہ دیکھے گا کہ میں پیچھے پلٹ کر دیکھ رہا ہوں یا نہیں۔ اگر دیکھوں گا تو وہ مجھے گولی مار دے گا۔ لہٰذا میں سیدھا اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا رہا، سامنے دیکھتا رہا۔ اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور بند کیا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ میں گاڑی آگے بڑھاؤں۔ میں نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ گاڑی سے باہر نکل کر دروازے کو بند کر رہا ہے اور کھڑکی سے اندر جھانک کر حکم دے رہا ہے کہ میں گاڑی آگے بڑھا دوں۔ میں بھلا کیا کر سکتا تھا۔ میں تو سمجھ رہا تھا، ابھی تک وہ میرے پیچھے ہے۔"

پارس کو پولیس اسٹیشن پہنچایا گیا۔ وہیں اس کے نانا اسے لینے آ گئے۔ ضروری کارروائی کے بعد اسے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ جب وہ گھر پہنچا تو وہاں ماتمی سکوت چھایا ہوا تھا۔ گھر میں دو لاشیں تھیں۔ ایک سمارتھا کی لاش اور دوسری نینسی کے ماموں کی لاش۔ وہ دونوں آپس کی دُشمنی میں مارے گئے تھے اور آپس میں دُشمنی کرنے والے وہیں ایک ہی گھر کے احاطے میں بیٹھ کر ماتم کر رہے تھے۔

دوسرے دن ڈان مورس کے نانا نے ٹام مورس سے کہا "میں اپنے خاندان سے دُشمنی رکھنے والوں کو گھر میں برداشت نہیں کر سکتا۔ لہٰذا تم لوگوں کے لیے ہوٹل میں رہائش کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ وہاں جاؤ اور پہلی فلائٹ سے تل ابیب چھوڑ دینے کی کوشش کرو۔ میں نے کل رات اپنا ایک آدمی استنبول بھیج دیا ہے۔ وہ ڈان کے باپ کا کاروبار سنبھال لے گا۔ تم وہاں جا کر مداخلت نہیں کرو گے۔ اگر کرو گے تو تمھارے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔"

ٹام مورس اپنی بیوی اور بھائی سام مورس کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ وہ بُری طرح بازی ہار چکا تھا۔ بازی جیت لینے کے لیے جس بیٹی کا سہارا تھا، اب وہ دُنیا میں نہیں رہی تھی۔

ڈان مورس کے نانا بہت بڑی اسٹیل مل کے مالک تھے۔ اس مل میں ڈان کے باپ کا حصّہ بھی تھا۔ اب تو نانا کی طرف سے بھی اسے حصّہ ملنے والا تھا۔ شرط یہی تھی کہ نینسی سے شادی کی جائے۔ پارس کو شادیاں کرنے سے دلچسپی نہیں تھی۔ نہ ہی وہ اس مقصد کے لیے آیا تھا کہ سمارتھا سے شادی کرے، وہ مر جائے تو نینسی کو اپنا لے۔ نینسی کے بعد پھر کسی اور کی باری آئے۔ وہ تو وہاں کے تمام اعلیٰ عہدے داروں اور ذمّے دار افسروں کی نیندیں اُڑانے آیا تھا اور اس کے لیے تدبیریں سوچ رہا تھا کہ ایسے افراد تک کس طرح پہنچنا چاہیے۔

ڈان کے نانا تک پہنچنے کے بعد دُشمنوں تک پہنچنا قدرے آسان ہو گیا تھا۔ ان کے اسٹیل مل سے فوجی افسران کا تعلق تھا۔ اس مل میں جدید رائفلوں کی نالیں اور دستے کا اندرونی ڈھانچا تیار ہوتا تھا۔ پھر اس رائفل کے اندرونی ڈھانچے کو اسلحہ ساز فیکٹری میں بھیجا جاتا تھا۔ پارس نے نانا سے کہا "میں اسٹیل مل دیکھنا چاہتا ہوں اور وہاں کے کاروبار کو سمجھنا چاہتا ہوں۔"

اس کے نانا نے خوش ہو کر کہا "میرے لیے اس سے بڑی بات اور کیا ہو گی کہ تم وہاں کا کاروبار سمجھو گے اور کاروبار سنبھالو گے۔ مجھے بڑھاپے میں آرام کرنے کا موقع دو گے۔"

جب وہ اسٹیل مل پہنچا تو نینسی وہاں موجود تھی، مسکرا کر بولی "میں نے بھی کچھ کاروبار سیکھا ہے اور کچھ تمھارے ساتھ گھوم پھر کر سیکھ لوں گی۔"

پارس نے کہا "ہاں، کاروبار میں عورت ساتھ ہو تو یہاں بھی گھر جیسا دستور ہونا چاہیے۔ یعنی مل کے اندرونی معاملات کو تم سنبھالو، بیرونی معاملات سے میں نمٹ لیا کروں گا۔"

وہ قریب آ کر بولی "معاملات اندرونی ہوں یا بیرونی۔ نانا جان کا خیال ہے، ہم دونوں کو ہر جگہ ساتھ رہنا چاہیے۔ تمھارا کیا خیال ہے؟"

"میں اپنے سائے کو بھی ہمیشہ اپنے ساتھ نہیں رکھتا۔ جب وہ دھوپ میں پیچھا کرتا ہے تو میں سائے میں آ جاتا ہوں۔ روشنی میں پیچھا کرتا ہے تو میں لائٹ آف کر دیتا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "ہم دونوں ارب پتی نانا کے نواسے اور نواسی ہیں۔ میں دولت کی دھوپ میں تمھارے سائے کی طرح ہوں۔ کیا مجھ سے بچنے کے لیے مفلسی کی چھاؤں میں جانا پسند کرو گے؟"

"اگر تم وعدہ کرو کہ میرا پیچھا چھوڑ دو گی تو میں اپنے حصّے کی دولت اور جائداد تمھارے نام لکھ دوں گا۔"

وہ ایک دم سے بپھر کر بولی "تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔

کیا میں بدصورت ہوں، کیا میں حسین اور اسمارٹ نہیں ہوں، کیا مجھ میں کوئی خامی یا خرابی ہے جو تم مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو؟ تم اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہو۔ میں نانا سے شکایت کروں گی۔"

"تعجب ہے! میں ساری دولت اور جائیداد تمہارے نام لکھنا چاہتا ہوں اور تم بے عزتی محسوس کر رہی ہو۔"

"ایک حساس اور خوددار عورت یہ برداشت نہیں کرتی کہ کوئی اس پر تھوک کر دولت کی بارش کرے۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ تم بہت حسین ہو، بہت اچھی ہو۔ میں تمہاری قدر کرتا ہوں۔ سمار تھا سے جبراً میری شادی ہوئی تھی ورنہ میں شادی کرنے کے حق میں نہیں ہوں۔ ابھی میری تمہاری عمر ہی کیا ہوئی ہے۔ ابھی میں دُنیا دیکھنا چاہتا ہوں اور تنہا رہنا چاہتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ تم سے دور رہتا ہوں۔ تمہیں اس بات کا بُرا نہیں ماننا چاہیے۔"

نینسی نے اُس کی آنکھوں میں دیکھا پھر نظریں جُھکا لیں۔ چند سیکنڈ بعد آہستہ آہستہ نظریں اُٹھا کر پھر دیکھا۔ اس کے بعد نظریں جُھکاتے ہوئے بولی: "تمہاری آنکھوں میں بلا کی چمک ہے۔ دل کھنچا جاتا ہے۔ ایئرپورٹ پر تمہیں دیکھتے ہی میرا دل بے قابو ہو رہا تھا۔ کیا تم کوئی عمل کرتے ہو؟"

"میں کچھ نہیں کرتا۔ پتا نہیں کیوں، میری آنکھوں میں ایسی چمک ہے جیسی تم بیان کر رہی ہو حالانکہ میں نے کبھی محسوس نہیں کیا۔"

پارس اسے یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ وہ شمع بینی کی مشقوں سے گزرتا رہا ہے۔ کھلی فضا میں مراقبے کے دوران کسی ایک نقطے کو تکتا رہا ہے۔ ایسی مشقوں سے گزرنے والوں کی آنکھیں عجیب انداز میں پُرکشش ہو جاتی ہیں۔ دیکھنے والوں کو اپنی طرف کھینچنے لگتی ہیں۔ اس نے جیب سے سیاہ عینک نکال کر اپنی آنکھوں پر لگاتے ہوئے کہا: "اب مجھے دیکھو، تمہاری نظریں نہیں جھکیں گی۔ تمہارا دل تمہارے ہی پاس رہے گا، میری طرف نہیں آئے گا۔"

اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے سیاہ گاگلز کو اس کی جیب میں ٹھونستے ہوئے کہا: "تمہاری آنکھیں خوفناک سہی، یہ کچھ کہے سُنے بغیر لُوٹ لیتی ہیں اور میں لُٹنا چاہتی ہوں۔"

بات آگے نہیں بڑھی۔ مینیجر نے آ کر اطلاع دی: "بری فوج کے میجر صاحب تشریف لائے ہیں۔"

وہ دونوں مل کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے اپنے دفتر میں آئے۔ وہاں میجر، مل کے مینیجر وغیرہ پر گرج رہا تھا، غصہ دکھا رہا تھا۔ نینسی کو دیکھ کر ذرا نرم پڑ گیا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی: "میجر! اگر ہمارے آدمیوں سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو میں ان کی طرف سے معافی چاہتی ہوں۔ فرمائیے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں۔ مجھے نینسی کہتے ہیں۔"

وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے مسکرانے لگی۔ میجر نے اس کا ہاتھ مصافحے کے لیے تھام کر کہا: "مجھے میجر ولبرٹ کہتے ہیں۔ سُنا ہے، آج کل تم فوج کا آرڈر سپلائی کرتی ہو۔"

"جی ہاں، یہ ڈیوٹی میں نے سنبھال لی ہے۔ اس طرح آپ جیسے قابلِ فخر میجر سے ملاقات کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ ان سے ملیے، یہ مسٹر ڈان مورس ہیں، میرے منگیتر بھی ہیں اور میرے بزنس پارٹنر بھی۔"

میجر ولبرٹ نے ذرا ناگواری سے پارس کو دیکھا کیونکہ اس سے ہاتھ ملانے کے لیے اسے نینسی کا ہاتھ چھوڑنا پڑ رہا تھا۔ اس نے پارس سے ہاتھ ملایا۔ پھر کہا: "میں مال دیکھنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

نینسی نے کہا: "آئیے، تشریف لائیے۔"

وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی مل کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی ایک بہت بڑے اسٹور روم میں آئی جہاں فوج کے آرڈر کے مطابق مال تیار رکھا گیا تھا۔ میجر نے ایک رائفل اور ایک اسٹین گن کے آہنی ڈھانچے کو دیکھا۔ یہ رائفلیں اور اسٹین گنیں، اسلحہ ساز فیکٹری میں جا کر مکمل ہوتی تھیں۔

وہ اسٹین گنوں اور رائفلوں کو کم دیکھ رہا تھا، نینسی کو زیادہ تک رہا تھا۔ پھر اس نے معنی خیز انداز میں کہا: "بہت خوبصورت ہے۔"

نینسی نے چونک کر کہا: "جی! جی ہاں۔ ہم بڑی خوبصورتی سے مال تیار کرتے ہیں۔"

"مس نینسی! یہ تمہاری ڈیلنگ کا شعبہ ہے، کیا یہ بہتر ہوگا کہ ہم تنہائی میں بیٹھ کر باتیں کریں۔"

نینسی کو یہ بات ناگوار گزری لیکن وہ کاروباری ذہن رکھتی تھی۔ اس نے مسکرا کر کہا: "مسٹر ڈان مورس کا تعلق بھی اسی شعبے سے ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے مشوروں سے کام کرتے ہیں۔"

پارس نے کہا: "نینسی! کیا فرق پڑتا ہے۔ مجھے دفتر میں ذرا کام بھی ہے۔ تم میجر صاحب سے باتیں کر کے وہاں چلی آؤ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔"

پارس اسٹور روم سے باہر چلا آیا۔ دفتر میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس دفتر میں چاروں طرف بڑے بڑے ٹی وی اسکرین تھے۔ میز کے پاس مختلف بٹن تھے۔ ہر بٹن کو آن کرنے کے بعد

اسٹیل مل کے مختلف حصے نظر آتے تھے جہاں مزدور کام کرتے رہتے تھے۔ اس نے دفتر کے دروازے کو اندر سے بند کر لیا پھر اس نے ایک بٹن کو دبایا تو وہ اسٹور روم نظر آنے لگا۔ نینسی اور میجر دکھائی دے رہے تھے۔ اس نے آواز کے بٹن کو گھمایا۔ میجر کہہ رہا تھا: "تمہارا خیال ہے، میں جذباتی ہو رہا ہوں۔ چلو یہی سہی، تم اتنی حسین اور پُرشباب ہو کہ تمہیں دیکھ کر دل مچل جاتا ہے۔"

نینسی نے کہا: "پلیز میجر صاحب! آپ کاروباری باتیں کریں۔"

"کاروباری بات بھی اسی انداز میں ہو گی۔ اگر تم چاہتی ہو کہ تمام مال فوراً پاس ہو جائے اور اس کا بل بھی ادا کر دیا جائے تو میری بات مان لو۔ آج یہ مال ہماری اسلحہ ساز فیکٹری میں جائے گا، کل پورا بل ادا کر دیا جائے گا۔ کم از کم پانچ چھ لاکھ ڈالر کا بل ضرور ہوگا۔ یہ معمولی رقم نہیں ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمہارے ہاتھ میں ہو گی۔ دوسرے افسر اس رقم میں سے کمیشن مانگتے ہوں گے۔ میں تو صرف تمہیں مانگ رہا ہوں۔"

وہ منہ پھیر کر بولی: "سوری میجر! میں بازاری نہیں ہوں۔ ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی ہوں۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ بل کل ہی ادا ہو جائے۔ میں اس کے لیے مہینوں انتظار کر سکتی ہوں۔ آئیے۔"

وہ اسٹور روم سے باہر گئی۔ میجر سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بھی اس کے پیچھے چلا گیا۔ اسٹور روم خالی ہو گیا۔ پارس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر آفس کا دروازہ کھول دیا۔ تھوڑی دیر بعد نینسی سرخ، تمتماتا ہوا چہرہ لیے اندر آئی۔ پارس نے کہا: "تم ایک اچھی بزنس مین نہیں ہو۔"

وہ غصے سے بولی: "شٹ اپ، تم کیا جانتے ہو؟"

"میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ تم بہت ہی حسین ہو اور اتنی کشش رکھتی ہو کہ ہر شخص تمہارا مطالبہ کرے گا۔ کیا تم ہر شخص کو غصہ دکھاتی رہو گی۔ اگر کوئی تمہارا مطالبہ کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ تمہیں جبراً حاصل کر رہا ہے یا تم اس کے سامنے مجبور ہو رہی ہو۔ کیا ایسی کوئی بات ہے؟"

وہ ذرا نرم پڑ گئی پھر بولی: "ہاں، ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ پتا نہیں کیوں مجھے غصہ آ گیا تھا۔"

"غصہ تھوک دو۔ میں میجر سے بات کرتا ہوں۔"

اتنے میں میجر آ گیا۔ پارس نے کہا: "نینسی! تم جاؤ، میں ان سے بات کرتا ہوں۔"

میجر نے ناگواری سے کہا: "اب بات کرنے کے لیے کچھ نہیں رہا۔ میں جا رہا ہوں۔ جو مال تم لوگوں نے تیار کیا ہے اس پر مجھے کچھ اعتراضات ہیں۔ میں اس کی رپورٹ اعلیٰ افسران تک پہنچا دوں گا۔"

پارس نے مسکراتے ہوئے کہا: "آپ ناحق ناراض ہو رہے ہیں۔ نینسی! پلیز، تم جاؤ، مجھے باتیں کرنے دو۔"

وہ باہر چلی گئی۔ پارس نے ایک اسکرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "ذرا اُدھر نظر ڈالیں۔"

میجر نے اُدھر دیکھا۔ خالی اسٹور روم دکھائی دے رہا تھا۔ پھر اس نے سیٹی بجانے کے انداز میں کہا: "میں بھول گیا تھا کہ اس کمرے میں بیٹھ کر اسٹیل مل کے ہر حصے کو دیکھا جا سکتا ہے۔ گویا تم نے میری باتیں سُن لی تھیں۔"

"ہاں، میں نے باتیں سُن لیں اور وہ قابلِ قبول ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔"

میجر ایک آرام دہ کُرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا: "کافی سمجھدار ہو، بزنس کو اپنے نانا سے بھی زیادہ چمکا دو گے۔"

پارس نے کاغذ اور قلم اسی کی میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ مال کی رپورٹ لکھ دیں۔ اسے اپنی طرف سے پاس کر دیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "کیا تم مجھے اناڑی سمجھتے ہو۔ پہلے میرا کام ہوگا۔ آج رات تم نینسی کو میرے بنگلے پر لے آؤ۔"

"میجر صاحب! وہ ضرور آئے گی لیکن آپ کے بنگلے میں نہیں کیونکہ آس پاس کے دوسرے بنگلوں میں دوسرے فوجی افسران رہتے ہیں اور ہم ایک معزز خاندان سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے خاندان کی کوئی لڑکی رات کے وقت آپ کے بنگلے میں دیکھی جائے۔ کسی ایسی جگہ کا انتخاب کریں جہاں نینسی پر اور ہمارے خاندان پر انگلی اُٹھانے والا کوئی نہ ہو۔"

میجر نے تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد کہا: "یہاں کے مضافاتی حصے میں ایک ڈاک بنگلا ہے۔ نینسی وہاں آ سکتی ہے۔"

"کیا آپ اس بات کی ضمانت دے سکتے ہیں کہ کوئی اس لڑکی کو آپ کے پاس نہیں دیکھے گا؟"

"میں وعدہ کرتا ہوں، وہاں کوئی اسے نہیں دیکھے گا۔"

"میں کیسے مان لوں۔ کیا وہاں ڈاک بنگلے کا چوکیدار نہیں ہوگا؟"

"میں اسے شام ہی کو چھٹی دے دوں گا۔"

پارس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "تو پھر یہ معاملہ ڈن ہے۔"

میجر نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "اِٹ اِز ڈن۔"

وہ وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد نینسی اندر آئی پھر بولی: "تم نے کیا باتیں کی ہیں۔ وہ شیطانی انداز میں مجھے مسکراتے ہوئے دیکھ کر گیا ہے۔"

"تم چیز ہی ایسی ہو۔ انسان اور شیطان دونوں ہی تمھیں دیکھ کر مسکراتے ہیں۔"

"یو شٹ اپ! تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

"تم ساری حسین عورتیں اپنی انسلٹ خود کرواتی ہو۔ ماڈل گرل بن کر اشتہاروں میں آتی ہو۔ کاروبار سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اپنے منگیتر پر نظر رکھنے کے لیے خواہ مخواہ کاروباری معاملات میں ٹانگ اڑانے کے لیے ہمیشہ موجود رہتی ہو۔"

"دیکھو ڈان! تم مجھے غصہ دلا رہے ہو۔"

"دیکھو نینسی، تم بات بات پر غصہ دکھانے لگتی ہو۔ کبھی تو قوتِ برداشت سے کام لو اور اپنے سامنے والے کی باتیں سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"تم طنزیہ انداز میں سمجھاؤ گے تو میں کبھی نہیں سمجھوں گی۔"

"اچھا میں بڑی شرافت سے سمجھا رہا ہوں۔ آج رات تم میرے ساتھ اس شہر کے باہر واقع ڈاک بنگلے میں چلو گی۔ وہاں میجر تمھارا منتظر رہے گا۔"

وہ گھونسا دکھاتے ہوئے تیزی سے اس کے قریب آئی۔ پارس نے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر کہا: "میں سنجیدگی سے وعدہ کرتا ہوں، تمھارا یہ ہاتھ میں نے پکڑا ہے، کوئی دوسرا نہیں پکڑ سکے گا۔"

وہ ایک دم سے ڈھیلی پڑ گئی۔ مسکراتے ہوئے بولی: "سچ کہہ رہے ہو؟"

"میں جو کہہ رہا ہوں، تمھیں اس پر عمل کرنا ہوگا۔"

"تم اس بات کا وعدہ کرو کہ میری عزت پر آنچ نہیں آئے گی تو پھر تمھارے لیے جان کی بازی بھی لگا سکتی ہوں۔"

"آج رات نو بجے ہم اس ڈاک بنگلے میں جائیں گے۔ میجر تمھارا منتظر رہے گا۔ تم اس سے باتیں کرو گی۔ اگر وہ ہاتھ پکڑنا چاہے گا تو تم شرط پیش کرو گی کہ وہ ہمارے مال کو بیسٹ کوالٹی قرار دے اور اس کی تحریری رپورٹ لکھ دے۔ اگر وہ اعتراض کرے گا تو اسے سمجھا سکتی ہو۔ یہ رپورٹ لکھنے کے بعد اسی کے پاس رہے گی۔ تم صبح جاتے ہوئے اس سے رپورٹ لے جاؤ گی۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو! کیا میں اتنی بے غیرت ہوں کہ صبح تک اس کے پاس کمرے میں رہوں گی۔"

"پہلے میری پوری بات سن لو۔ جب تک تم اس سے رپورٹ لکھواؤ گی اور دستخط کراؤ گی، تب تک میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔ اگر پہنچنے میں ذرا دیر ہو جائے تو تم نادان بچی نہیں ہو۔ اسے اپنی اداؤں سے بہلائے رکھنے کی کوشش کرنا۔ بہرحال میں وعدہ کرتا ہوں کہ وقت پر پہنچ جاؤں گا۔"

"تم پہنچ کر کیا کرو گے؟ اگر ہم نے وہ رپورٹ لے لی اور اس سے جھگڑا بڑھ گیا تو اس رپورٹ کو وہ منسوخ کر سکتا ہے۔ ہمارے مال کے خلاف دوسری رپورٹ پیش کر سکتا ہے۔"

"وہ دوسری رپورٹ پیش کرنے کے لیے زندہ نہیں رہے گا۔"

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولی: "کیا! کیا تم اسے مار ڈالو گے؟"

"نینسی! جب اس نے تمھاری عزت سے کھیلنے کی بات کی تو تمھیں کتنا غصہ آیا تھا۔ میرا خیال ہے تم نے غصے میں اسے قتل کرنے کے متعلق سوچا ہوگا۔"

"ہاں میں نے سوچا تھا لیکن سوچنے اور کرنے میں بڑا فرق ہے۔"

"فرق اس لیے ہے کہ تم عورت ہو اور کمزور ہو۔ جو سوچتی ہو وہ کر نہیں سکتیں۔ میں مرد ہوں۔ تمھاری سوچی ہوئی بات کو پورا کر سکتا ہوں۔ ہمیں ایسے شیطانوں کو سزا دینی چاہیے تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔ اگر تم سزا نہیں دینا چاہتیں، اسے معاف کر دینا چاہتی ہو تو جاؤ۔ پھر صبح اس کے کمرے سے واپس آنا۔"

"اسے! میں تمھارا منہ توڑ دوں گی۔"

"میجر کو منہ توڑ جواب دو۔"

"لیکن ڈان! تم بہت خطرناک قدم اٹھانے والے ہو۔ اگر ہم پھنس گئے تو کیا ہوگا؟"

"ہم کبھی نہیں پھنسیں گے۔ جیسے ہی رات کو میں کمرے میں آؤں گا، تم باہر چلی جاؤ گی۔ باہر گاڑی موجود ہوگی۔ تم اس میں بیٹھ کر اپنے گھر پہنچ جاؤ گی۔"

"نہیں، میں تمھیں تنہا چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

"جو میں کہتا ہوں، تم وہ کرو گی۔"

"جو تم کہو گے وہ کرتی رہوں گی لیکن تمھیں نہیں چھوڑوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ تم ڈاک بنگلے سے گاڑی لے کر کم از کم ایک فرلانگ کے فاصلے پر جا کر انتظار کرنا۔ میں وہاں آجاؤں گا۔"

وہ ذرا سہمی ہوئی سی اس کی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔ نظریں ملتے ہی اس نے اپنی نظریں جھکا لیں پھر کہنے لگی:

ری آنکھیں جتنی خوفناک ہیں اتنے ہی ارادے بھی خوفناک
مجھے تم سے ڈر لگ رہا ہے۔"

"کیا ڈر کے ساتھ چھوڑ دو گی؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا پھر اس کے بازو پر سر رکھ کر بولی۔
م سے ڈرتے ڈرتے مر جاؤں گی مگر تمھارا ساتھ نہیں
ڑوں گی۔"

وہ رات کے آٹھ بجے تیار ہو کر نکلے۔ نانا نے خوش ہو کر کہا
بیان نہیں کر سکتا کہ تم دونوں کو ساتھ دیکھ کر مجھے کتنی خوشی
ل ہوتی ہے۔ آج تک میں نے اربوں ڈالر کمائے لیکن اولاد
بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہوتی۔ اگر اولاد خوشحال ہے تو ہمارا
ماپا بڑے سکون سے گزر جاتا ہے۔ جب موت آئے گی تو میں
ے سکون سے مروں گا۔"

نینسی نے ان کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا: "گرانڈ پا! آپ زندہ
ہیں گے۔ ہمارے بڑھاپے تک بھی زندہ رہیں گے۔ آپ کا سایہ
شہ ہمارے سروں پر رہے گا۔"

"اگر تم چاہتی ہو کہ میں برسوں زندہ رہوں تو اپنی یہ بانہیں
ری گردن میں نہیں، میرے نواسے کی گردن میں ڈالو اور شادی
ر لو۔"

وہ ہنستی ہوئی وہاں سے بھاگ گئی۔ نانا نے مسکرا کر
ں سے پوچھا: "کیوں مسٹر نواسے، میری نواسی کیسی ہے؟"

"بہت اچھی ہے بلکہ بہت ہی اچھی ہے لیکن اپنے مزاج
ں ڈھالنے کے لیے ذرا وقت لگے گا۔"

"میں کوئی بہانہ نہیں سنوں گا۔ میری بے شمار دولت باہر
یں جائے گی اس لیے مزاج کو ایک دوسرے سے مل کر ڈھالتے
ہو لیکن شادی پکی ہے اور یہ شادی دو دن کے اندر ہو گی۔"

پارس شرماتا ہوا باہر آیا۔ وہاں نینسی انتظار کر رہی تھی۔
وہ محض دکھانے کے لیے شرما رہا تھا لیکن اندر ہی اندر پریشان
تھا۔ یہ شادیوں کا سلسلہ کیا چل پڑا ہے؟ سمارتھا سے اس لیے
شادی کی تھی کہ اس سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ وہ ظالم باپ
کی ظالم بیٹی تھی۔ ڈان کو شادی کے بعد ختم کر دینا چاہتی تھی۔
قدرت نے خود ہی اسے ٹھکانے لگا دیا لیکن نینسی اس سے
مختلف تھی۔ ایک اچھی، سلجھے ہوئے ذہن کی لڑکی تھی۔ اسے
ڈان کی حیثیت سے چاہتی تھی اور اس کے سوا کسی اور کو اپنا
ہاتھ پکڑانا گوارا نہیں کرتی تھی۔ نہ وہ لالچی تھی نہ خود غرض۔ اپنے
سینے میں ایک محبت کرنے والا دل رکھتی تھی اور وہ ایسی لڑکی کو
دھوکا نہیں دینا چاہتا تھا۔

اس نے کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا: "میں یہاں کے راستے نہیں جانتا۔ مجھے گائیڈ کرتی رہو۔"

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ نینسی نے کہا: "ابھی آٹھ بجے ہیں۔ کیا ہم اتنی جلدی ڈاک بنگلے میں جائیں گے؟"

"نہیں، پہلے ہم ذرا گھومنے پھرنے جائیں گے۔"

"یہاں سے رینگن اسٹریٹ چلو۔ وہاں رات کو اچھی چہل پہل رہتی ہے۔ ہم اس راستے سے گزرتے ہوئے جائیں گے۔"

پارس نے پوچھا: "سنا ہے، یہاں ایک شیبا نامی معزز خاتون رہتی تھیں اور وہ ٹیلی پیتھی جانتی تھیں۔"

"ہاں، ہماری قوم کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی نصیب ہوئی تھی لیکن پتا نہیں کیا بات ہو گئی، انھوں نے خودکشی کر لی۔ تم نے فرہاد علی تیمور کا نام سنا ہوگا۔"

"ہاں، سنا ہے۔"

"وہ بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ شیبا نے خودکشی نہیں کی بلکہ اسے خودکشی پر مجبور کیا گیا تھا۔ اس کے قاتل ہم یہودی لوگ ہیں۔ اس نے اس سلسلے میں یہاں کے اعلیٰ حکام کو سزائیں دی تھیں۔ انھیں شیبا کے جنازے کے ساتھ ننگے پاؤں چلایا تھا۔ یہ ٹیلی پیتھی کے عجیب و غریب قصے ہیں۔ میں سنتی ہوں تو دلچسپی محسوس ہوتی ہے لیکن کاروباری معاملات میں الجھی رہتی ہوں، ٹیلی پیتھی کے بارے میں مزید جاننے کا موقع نہیں ملتا۔"

"محترمہ شیبا کی تدفین کہاں ہوئی تھی؟"

"آگے ایک قبرستان ہے، وہاں اس کا ایک بہت ہی خوبصورت مزار بنایا گیا ہے۔ سنا ہے، اب تک کوئی پچیس تیس لاکھ ڈالر خرچ ہو چکے ہیں اور مزید خرچ کیے جائیں گے۔ معلوم ہوتا ہے، اسے موجودہ دور کا تاج محل بنایا جا رہا ہے۔"

پارس نے دل ہی دل میں کہا۔ "ہاں، ایک محبوبہ کے لیے تاج محل بنایا گیا تھا، یہ میری ماں کے لیے بنایا جا رہا ہے اور تل ابیب میں یہی ایک تاج محل رہے گا باقی سب کھنڈر ہو جائیں گے۔"

وہ اس قبرستان سے گزرتے ہوئے ڈاک بنگلے تک پہنچ گئے۔ پارس نے گاڑی روک دی پھر اترتے ہوئے بولا۔ "یہاں سے تم ڈرائیو کرتی ہوئی جاؤ۔ اپنی ذات پر بھرپور اعتماد رکھو اور حوصلے سے اس شیطان کے ساتھ نمٹنے کی کوشش کرتی رہو، میں تمھارے ساتھ سائے کی طرح لگا رہوں گا۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی: "ڈان! ایک بات اچھی طرح سن لو۔ اگر تم وقت پر نہ پہنچے اور میری عزت

پر ذرا بھی آنچ آئی تو میں اپنی جان دے دوں گی۔"
"اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ جاؤ شاباش۔"
وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی آگے بڑھی۔ سامنے ہی ڈاک بنگلا تھا۔ گاڑی کی آواز سُن کر میجر باہر آیا۔ پھر اسے کار سے اُترتے ہوئے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا "تم دس منٹ لیٹ آئی ہو لیکن ایسا لگتا ہے جیسے میں برسوں سے اس آنے والی قیامت کا انتظار کر رہا ہوں۔"
اس نے ہاتھ بڑھایا۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر بنگلے کے اندر آگئی۔ میجر نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا، پھر اس کے قریب آیا۔ وہ اس سے کترا کر دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھولتے ہوئے بولی "دروازہ ابھی بند نہیں ہوگا۔"
"پھر کب بند ہوگا؟"
"تم نے مجھے محبت سے نہیں، کاروباری شرط پر بلایا ہے۔ لہٰذا پہلے شرط پوری ہوگی۔"
اس نے پرس کھول کر کاغذ اور قلم نکالا پھر کہا "پہلے اس پر ہمارے تیار شدہ مال کی بہترین رپورٹ لکھ کر دستخط کر دو۔"
"دستخط کرنے کے بعد تم ہاتھ سے نکلنا چاہو گی!"
"جب تک یہ کاغذ تمہارے ہاتھ میں رہے گا، میں تمہارے ہاتھ میں رہوں گی۔ صبح اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔"
"ہاں، تمہاری یہ بات ماننے والی ہے۔ لاؤ، میں لکھ دیتا ہوں۔"
وہ کاغذ اور قلم لے کر لکھنے لگا۔ نینسی سہمی ہوئی تھی۔ پریشان ہو کر کبھی کھڑکی اور کبھی دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ڈان نے کہا تھا، وہ بروقت پہنچے گا اور اب وقت آگیا تھا۔ وہ لکھ چکا تھا اور دستخط بھی کر چکا تھا۔ پھر وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کاغذ کو تہ کر کے تکیے کے نیچے رکھتے ہوئے بولا "اب یہ کاغذ کل صبح نکلے گا۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کیا تھا، تم نے کھول دیا۔ اب تمہاری شرط پوری ہو چکی ہے۔ جاؤ، اپنے ہاتھوں سے دروازے کو بند کر دو۔"
اس نے وھسکی کی بوتل نکالی پھر ایک گلاس میں انڈیلنے لگا۔ وہ کھڑی ہوئی سوچ رہی تھی "ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟" اس کے دماغ میں کوئی تدبیر نہیں آ رہی تھی اور وہ دروازہ بند نہیں کرنا چاہتی تھی۔ بند کر کے خود کو قیدی نہیں بنانا چاہتی تھی۔
میجر نے شراب کے گلاس میں برف کے ٹکڑے ڈالے، تھوڑا سا پانی ڈالا پھر اسے اٹھا کر بولا "واہ، یہ بھی کیا چیز ہے، کیا رنگ ہے، ایسا لگتا ہے جیسے گلاس میں سونا پگھل [illegible]"
یہ کہہ کر اس نے ایک گھونٹ لیا، پھر اس کی طرف دیکھ کر بولا "ارے تم ابھی تک کھڑی ہوئی ہو! دروازہ بند [illegible]"
"مم... مم میں بند نہیں کروں گی۔"
"کیا مطلب؟"
"مطلب یہ کہ دروازہ بند کرنے کی کیا ضرورت ہے [illegible] کھلا رہنے دو۔"
اس نے ایک قہقہہ لگایا۔ دو چار گھونٹ پیے [illegible] بعد اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا "میں بھول گیا تھا۔ ایسے [illegible] عورت شرماتی ہے۔ دروازہ مجھے ہی بند کرنا چاہیے۔"
وہ ایک قدم آگے بڑھا۔ ذرا لڑکھڑایا پھر بولا "[illegible] واہ، دو چار گھونٹ میں ہی نشہ ہونے لگا۔ نہیں نہیں یہ [illegible] کا نہیں تمہارا نشہ ہے۔ دیکھو، خواہ مخواہ قدم ڈگمگا رہے ہیں۔"
وہ ہنستا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ پھر اس کے [illegible] بند کرنا ہی چاہتا تھا کہ مُنہ پر ایک زبردست گھونسا پڑا۔ نینسی کو یوں لگا جیسے ڈوبتے ڈوبتے اچانک ساحل پر پہنچ گئی [illegible] مارے خوشی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ میجر لڑکھڑا کر [illegible] میں آگرا تھا۔ سب سے پہلے اس نے اپنے ہونٹوں کے پا[س] گرمی محسوس کی۔ ہاتھ لگا کر دیکھا تو باچھوں سے لہو بہنے لگا [تھا]۔ بڑا زبردست ہاتھ تھا۔ بس ایسے ہی محسوس ہوا تھا جیسے مُنہ [پر] لوہے کی سلاخ پڑی ہو۔ وہ غصے سے جھنجلا کر اُٹھنا چاہتا [تھا کہ] مُنہ پر ایک زبردست ٹھوکر پڑی۔ وہ اُلٹ کر لڑھکتا ہوا پلنگ کے نیچے چلا گیا۔ پھر کروٹ بدل کر باہر نکلا۔ سر اٹھا کر دیکھا سامنے ڈان مورس نظر آیا، اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے کہا "نینسی! وہ کاغذ لو اور یہاں سے جاؤ۔ میں نے جہاں کہا تھا، وہاں میرا انتظار کرنا۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"
نینسی نے فوراً تکیے کے نیچے سے کاغذ نکالا پھر [کہا] "میں اسی جگہ انتظار کروں گی۔ دیر نہ کرنا۔ تم نہیں آؤ گے [تو] میں رات سے صبح کر دوں گی، اس جگہ سے نہیں ہلوں گی۔"
میجر نے کہا "تم دونوں بہت بڑی غلطی کر رہے [ہو]۔ میں نے جو مال کی رپورٹ لکھی ہے اس کے خلاف ایک اور رپورٹ لکھ سکتا ہوں۔"
پارس نے کہا "ہاں، اگر تم زندہ رہو گے تو ضرور لکھ [سکو گے]۔"
نینسی چلی گئی۔ میجر نے تھوک نگلتے ہوئے پوچھا "[کیا] تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟"
"کیا ہم جیل جانے کے لیے اور اپنے کاروبار کو تباہ کرنے کے لیے تمہیں زندہ چھوڑ دیں! تمہارے جیسے [بے ایمان] شیطان افسر کو مر جانا چاہیے۔"
اس نے ریوالور سے نشانہ لیا۔ میجر نے انکار میں ہاتھ [ہلا]تے ہوئے کہا "نہیں نہیں، دیکھو گولی نہ چلانا مجھے چھوڑ [دو۔ م]یں تمہارے خلاف کوئی رپورٹ نہیں لکھوں گا۔ میں قسم [کھا]تا ہوں، تم جو کہو گے وہی کروں گا۔"
"کیا تم اپنی قسم پر قائم رہو گے، جو میں پوچھوں گا، اس [کا] جواب دو گے؟"
"ہاں، جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو، میں سچ سچ جواب دوں گا۔"
"میری ممی شیبا کے متعلق جو جانتے ہو وہ بیان کرتے [جاؤ]۔ وہ کس طرح یہاں لائی گئی تھیں، کہاں رکھی گئی تھیں اور [ان] کے خلاف کیا سازشیں ہوتی رہیں؟"
"تم شیبا کو ممی کہہ رہے ہو؟"
"ہاں، میں اپنی ممی کا بیٹا ہوں۔ اس کے بعد میں تمہارے [کسی] سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ صرف تم جواب دو گے۔ اگر [تم] نے ممی کے متعلق کچھ بتانے سے انکار کیا تو ابھی ایک گولی [چ]لے گی اور تم اس دُنیا سے رخصت ہو کر دوبارہ نہیں آسکو گے۔"
"میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں شیبا کے بارے میں کیا [بت]اؤں۔ میں بہت کم جانتا ہوں۔"
"تم بڑی فوج کے میجر ہو، جب میری ممی اور پاپا کو کسی [مح]ل میں قید کیا گیا تھا تو وہ محل فوجیوں کے حوالے کیا گیا تھا۔"
"تمہاری معلومات درست ہیں لیکن میری ڈیوٹی محل کے [با]ہر ہوا کرتی تھی۔ میں اندر کے معاملات کو بالکل نہیں جانتا۔"
"پھر کون جانتا ہے؟"
"اس محل کے اندرونی معاملات کا انچارج کرنل جیکسی تھا۔"
"اس کا ٹیلی فون نمبر اور پتا بتاؤ۔"
وہ بتانے لگا۔ پارس نے کہا "میں یقین کرنا چاہتا ہوں [کہ تم] نے صحیح نام، پتا اور ٹیلی فون نمبر بتایا ہے۔ لہٰذا ریسیور [اٹھاؤ] اور نمبر ڈائل کرو۔"
وہ فرش پر سے اُٹھ کر ٹیلی فون کے پاس جانے لگا۔ وہاں [پ]ہنچتے ہی اس نے اچانک پلٹ کر ریوالور پر ہاتھ مارا۔ ریوالور [اس] کے ہاتھ سے نکل کر دور چلا گیا۔ پھر اس نے گھوم کر ایک [ض]رب مارنی چاہی، پارس ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ وہ گھومتا ہوا [ریو]الور کے پاس جا کر فرش پر گرا۔ فوراً ہی اسے اٹھا کر [پار]س کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "اب تو تم کتے کی موت [مرو] گے۔"
پارس نے کہا "میں مرنے سے پہلے ایک بار پوچھوں گا۔ [کیا تم] نے کرنل کا صحیح نام، پتا اور فون نمبر بتایا ہے؟"
"ہاں، میں نے اپنی جان بچانے کے لیے سچ اُگل دیا تھا مگر یہ سچ اس کمرے سے باہر نہیں جا سکے گا۔"
"اور تم بھی یہ سچ بولنے کے قابل نہیں رہو گے کہ میں پارس ہوں، اپنی ممی شیبا کا بیٹا ہوں اور یہاں ڈان مورس کے روپ میں آیا ہوں۔ چلو، ریسیور اٹھاؤ اور نمبر ڈائل کرو۔ ریوالور پھینک دو، وہ خالی ہے۔"
میجر نے چونک کر ریوالور کی طرف دیکھا۔ اسی وقت اس کے ہاتھ پر ایک ٹھوکر پڑی۔ ریوالور ہاتھ سے نکلا، فضا میں گیا پھر پارس نے اُچھل کر اسے کیچ کر لیا۔ واپس زمین پر پہنچ کر بولا "ریوالور خالی نہیں ہے۔"
یہ کہتے ہی اس نے ایک الٹا ہاتھ اس کے مُنہ پر رسید کیا۔ اسے لگا جیسے لوہے کی سلاخ پڑی ہو، اس کی ناک سے اور باچھوں سے خون بہنے لگا۔ آنکھوں کے سامنے قمقمے جلنے بجھنے لگے۔ اس نے اس کی گردن پر ہاتھ رکھ کر دھکا دیا وہ لڑکھڑاتا ہوا ٹیلی فون کے پاس آکر گر پڑا۔
"میجر! میں بار بار نہیں کہوں گا۔ فوراً ریسیور اُٹھاؤ۔"
وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا پھر بولا "میں کرنل سے کیا کہوں گا؟"
"پہلے یقین کر لینا کہ دوسری طرف سے کرنل ہی بول رہا ہے۔ جب یقین ہو جائے تو اس سے کہنا، اس وقت فرہاد علی تیمور تمہارے دماغ میں ہے اور تمہارے ذریعے کرنل کے دماغ تک پہنچ رہا ہے، لیکن کرنل کو نہیں چھیڑے گا۔ نہ ہی اس کے دماغ میں چوبیس گھنٹے تک بولے گا۔ اسے چوبیس گھنٹے کی مہلت دی جا رہی ہے۔ اس کے بعد اس کی سانس اُکھڑ جائے گی۔ اگر وہ حفاظتی تدابیر سے بچ سکتا ہے تو بچنے کی کوشش کر لے۔ اگر وہ مجھ سے معافی مانگنا چاہتا ہے تو ایک ہی شرط پر معافی مل سکتی۔ کرنل اس شخص کا نام پتا اور ٹیلی فون نمبر بتا دے جو ڈمی فرہاد بن کر شیبا کے پاس جایا کرتا تھا۔ تل ابیب میں فرہاد کا بیٹا پارس علی تیمور موجود ہے۔ وہ کل صبح دس بجے تک کرنل کو فون کرے گا اور کرنل اسے ڈمی فرہاد کا نام اور پتا بتائے گا۔ نہ بتانے کی صورت میں شاید وہ چوبیس گھنٹے بھی زندہ نہ رہ سکے۔"
میجر ریسیور کان سے لگائے ہوئے تھا۔ دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوا، کرنل کے باڈی گارڈ کی آواز سنائی دی۔ میجر نے کہا "میں میجر ولبرٹ بول رہا ہوں۔ کرنل سے ایک اہم معاملے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ ان سے بات کراؤ۔"
تھوڑی دیر ہولڈ آن کرنے کے لیے کہا گیا پھر کرنل

کی آواز سُنائی دی: "ہیلو میجر ولبرٹ! کیا بات ہے؟"
"ہیلو کرنل جیکسن! یہ تم ہی بول رہے ہو نا؟"
"میجر! تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم میری آواز نہیں پہچان رہے ہو؟"
"میں تو پہچان رہا ہوں۔ فرہاد علی تیمور یقین کرنا چاہتا تھا کہ تم ہی بول رہے ہو۔ اب وہ تمھارے دماغ میں پہنچے گا لیکن فی الحال تمھیں نہیں چھیڑے گا۔ تم زندہ رہنے کی تدابیر کر سکتے ہو، تمھیں چوبیس گھنٹے کی مہلت دی جا رہی ہے۔ اگر تمھیں یقین ہو جائے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بچ نہیں سکو گے تو تمھیں ایک شرط پر معافی مل سکتی ہے۔ تم اس شخص کا نام اور پتا بتا دو، جو ڈمی فرہاد بن کر شیبا کے پاس جایا کرتا تھا۔ پارس علی تیمور تل ابیب میں موجود ہے۔ وہ کل صبح دس بجے تک تمھیں فون کرے گا اور تم اس شخص کا نام اور پتا بتاؤ گے۔ نہ بتانے کی صورت میں شاید چوبیس گھنٹے بھی زندہ نہ رہ سکو۔"
پارس نے کریڈل پر ایک پاؤں رکھا۔ رابطہ ختم ہو گیا۔ پھر اس نے کہا: "میرا جی چاہتا ہے، تم لوگوں کو تڑپا تڑپا کر مار ڈالوں۔ تم لوگ زندگی کی بھیک مانگتے رہو اور میں تھوڑی تھوڑی سی موت دیتا رہوں لیکن آج مجبوری ہے، میرے پاس وقت نہیں ہے۔ نینسی بے چینی سے انتظار کر رہی ہو گی۔ یوں بھی یہاں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے تم بھی وقت ضائع نہ کرو۔ جہنم کے دروازے تمھارے لیے کھلے ہوئے ہیں۔"
یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر کو دبایا۔ ٹھائیں ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی پیشانی اور دوسری ٹھیک دل کی جگہ پر لگی۔ وہ وہاں سے پلٹ کر تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا۔ پھر تقریباً دوڑتے ہوئے ایک فرلانگ کا فاصلہ طے کر کے نینسی کے پاس پہنچ گیا۔ سامنے والی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھتے ہوئے کہا: "یہاں سے نکل چلو۔"
نینسی نے پارس کو دیکھتے ہی انجن اسٹارٹ کر دیا تھا۔ اس کے بیٹھنے کے بعد گاڑی آگے بڑھا دی۔ پھر رفتار بڑھاتے ہوئے بولی: "میں نے دو بار فائر کی آواز سُنی تھی۔"
پارس نے کہا: "جو وقت گزر چکا ہے۔ اس کی بات نہ کرنا۔ اس وقت میں وحشت اور جنون میں ہوں۔"
وہ سہم کر خاموش رہی۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد بولی: "کیا ہم سیدھے گھر جائیں گے یا کہیں وقت گزاریں گے؟ ہمیں رات کا کھانا بھی کھانا ہے۔"
وہ ایک نائٹ کلب میں آ گئے۔ وہاں کے خوبصورت ڈانس فلور پر کتنے ہی حسین جوڑے رقص کر رہے تھے۔ پارس نے ایک میز پر بیٹھ کر جوس کا آرڈر دیا پھر کہا: "ہم جوس پی کر ڈانس کریں گے۔ اس کے بعد اپنی پسند کا کھانا کھائیں گے۔"
نینسی کو کار ڈرائیو کرنے کے دوران پارس کی طرف زیادہ دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ نائٹ کلب میں پہنچ کر اس نے کئی بار اس کی آنکھوں کو دیکھا پھر پوچھا: "کیا پہلے بھی تم نے قتل کیے ہیں؟"
"تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"
"تم نے ایک شخص کو ٹھکانے لگا دیا۔ اس کی زندگی ختم کر دی مگر تمھارے چہرے پر ذرا بھی گھبراہٹ نہیں ہے۔ تم بہت ہی پُرسکون دکھائی دے رہے ہو اور اب جوس پینے کے بعد میرے ساتھ ڈانس کرنا چاہتے ہو۔ تم شراب کیوں نہیں پیتے؟"
"مجھے کیوں پینا چاہیے؟"
"میں نے سُنا ہے، قتل کرنے والے شراب ضرور پیتے ہیں۔ قتل کرنے سے پہلے بھی تاکہ وہ ہوش میں نہ رہیں اور قتل کرنے کے بعد بھی تاکہ وہ قتل کی واردات کو بھول جائیں۔"
"تم کس قتل کی بات کر رہی ہو؟"
وہ حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولی: "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جو کچھ تم نے کیا ہے، اسے بھول چکے ہو؟"
"ابھی میں نے کیا کیا ہے؟"
"اوہ گاڈ! تم بہت بنتے ہو۔ یا مجھے بچی سمجھ کر ٹالنا چاہتے ہو۔ میں اس سلسلے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ اگر پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو ہم پر شبہ ہوا تو کیا ہوگا؟"
"شبہ کیوں ہوگا۔ تم گھبراؤ گی، سہمی ہوئی رہو گی، پریشانی ظاہر کرو گی تو خواہ مخواہ لوگ شبہ کریں گے۔ کیا میں تمھاری عزت بچا کر اور تمھیں اس قتل کے سلسلے میں رازدار بنا کر غلطی کر رہا ہوں؟"
وہ جلدی سے بولی: "نہیں نہیں، میں تم پر فخر کرتی ہوں۔ مجھے زندگی میں پہلی بار یہ سوچ کر خوشی ہو رہی ہے کہ میرا کوئی ایسا محافظ ہے جو میری عزت پر کبھی آنچ نہیں آنے دے گا۔"
"اگر تم مجھے چاہتی ہو اور مجھ پر فخر کرتی ہو تو آج جو کچھ ہو چکا ہے اسے بھول جاؤ۔"
وہ جوس پینے کے بعد ڈانس فلور پر آ گئے اور موسیقی کی دُھن پر آہستہ آہستہ رقص کرنے لگے۔ نینسی نے کہا: "میں نے سُنا تھا، تم بہت ہی بزدل اور احمق ہو۔ تمھاری یادداشت بھی کمزور ہے لیکن تم میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم اس کے بالکل برعکس ہو۔ سچ بات تو یہ ہے کہ تم بہت ہی پُراسرار

لگتے ہو۔"
"میرے ساتھ یونہی وقت گزارتی رہو گی تو بہت کچھ معلوم ہوتا رہے گا۔ چونکہ تم میری منگیتر ہو اور نانا جان کہہ چکے ہیں کہ دو دن کے اندر ہماری شادی ہو گی تو میں اپنے بارے میں ایک بات بتا دوں۔ میں دوہری زندگی گزارتا ہوں، بظاہر بزدل اور احمق بن کر رہتا ہوں لیکن باطن میں کیا ہوں یہ تم دیکھ چکی ہو۔"
وہ خوش ہو کر بولی: "میں ایڈونچر پسند کرتی ہوں اور تمھارا ٹائپ یہی ہے۔ میں تمھیں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں۔"
"تمھیں ایک بات سمجھاؤں؟"
"ضرور سمجھاؤ۔"
"کسی کو سمجھ لینے کا دعویٰ کبھی نہ کرو۔ تم نے مجھے جتنا سمجھا ہے اس کے بعد بھی سمجھنے کے لیے اتنا کچھ رہ گیا ہے کہ سمجھتے سمجھتے تمھاری جوانی گزر جائے گی، شاید بڑھاپا بھی گزر جائے۔"
وہ بڑے پیار بھرے انداز میں ٹھنک کر بولی: "اوہ! دیکھو پُراسرار نہ بنو۔ نہیں تو مجھے نیند نہیں آئے گی۔ میں تمھارے ہی بارے میں دن رات سوچتی رہوں گی کہ آخر تم کیا چیز ہو۔ پلیز! تم جو کچھ بھی ہو مجھ سے نہ چھپاؤ، مجھے بتا دو۔"
"میری حقیقت سُن کر پہلے تو تم یقین نہیں کرو گی اور جب یقین آ جائے گا تو مجھ سے ڈرنے اور نفرت کرنے لگو گی۔"
"ایسی کوئی بات نہیں ہو گی۔ میں بیان نہیں کر سکتی کہ تم سے ملنے کے بعد مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں تمھارے لیے پاگل ہو رہی ہوں۔ یوں لگتا ہے کبھی تم سے جُدا ہونا پڑا تو مر جاؤں گی اور تم کہتے ہو کہ میں تم سے ڈرنے اور نفرت کرنے لگوں گی۔ ہرگز نہیں، ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ پلیز! مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ کیا ہو؟"
"میں بتا رہا ہوں۔ وعدہ کرو اپنے نانا سے بھی نہیں کہو گی۔"
"میں قسم کھاتی ہوں، اپنے سائے سے بھی نہیں کہوں گی۔"
"تو پھر دل تھام کر سُنو۔ میں جسمانی طور پر انسان ہوں لیکن اندر سے شیطان ہوں۔"
"اس کا مطلب کیا ہوا؟"
"مطلب یہی کہ تمھارے ساتھ یہ جو جسم لگا ہوا رقص کر رہا ہے، یہ ڈان مورس کا ہے لیکن اس کے اندر میں سما گیا ہوں اور میری وجہ سے ڈان مورس کی بزدلی ختم ہو گئی ہے۔"
"کیا تم مجھے نادان بچی سمجھ کر ڈرانے کی کوشش کر رہے ہو؟"
"کیا تمھیں شیطان کے وجود پر یقین نہیں ہے؟"
"بے شک یقین ہے۔ میں نے آج تک شیطان کو نہیں دیکھا لیکن بزرگوں سے سُنا ہے اور ابھی میری عمر ہی کیا ہے۔ ہو سکتا ہے آئندہ کبھی شیطان کو دیکھ سکوں۔"
"تم دیکھ رہی ہو مگر سمجھ نہیں رہی ہو۔"
"پلیز ڈان، مجھے خوفزدہ نہ کرو۔"
"میں نے حقیقت بتا دی۔ تم یقین نہیں کرو گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ میں تمھیں کبھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"
"شیطان کی ایسی کی تیسی۔ تم مجھے باتوں سے بہلا رہے ہو۔"
موسیقی ختم ہو گئی۔ وہ تالیوں کی گونج میں اپنی میز پر واپس آ گئے۔ کھانے کا آرڈر دیا پھر پارس نے کہا: "بہتر یہی ہے کہ تم میری کسی بات پر یقین نہ کرو۔"
"کیوں مجھے اُلجھا رہے ہو؟"
"تم اتنی حسین، اتنی پیاری پیاری سی دوشیزہ ہو کہ میں تمھیں دھوکا نہیں دینا چاہتا۔"
"کیسا دھوکا؟"
"میں شیطان ہوں۔ کسی ایک کے جسم میں بہت عرصے تک نہیں رہ سکتا۔ زیادہ سے زیادہ دو چار ہفتے ڈان کے جسم میں رہوں گا پھر یہاں سے رخصت ہو جاؤں گا۔ میرے جانے کے بعد تمھیں پھر وہی احمق اور بزدل ڈان نظر آئے گا۔"
وہ یقین نہیں کر رہی تھی لیکن اس کے چہرے سے اُلجھن ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ کھانے کے دوران چُپ چُپ سی رہی۔ کھانے کے بعد وہ نائٹ کلب سے باہر آئے۔ پارس نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا: "تم خاموش کیوں ہو؟"
"میں محسوس کر رہی ہوں، تم مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو اسی لیے اپنے بارے میں بے تکی باتیں کرتے ہو۔"
"اگر تم یہ سمجھ رہی ہو کہ میں تم سے پیچھا چھڑا رہا ہوں تو اب ایسی باتیں نہیں کروں گا۔ نانا جان ہماری شادی دو دن کے اندر کرنا چاہتے ہیں تو مجھے منظور ہے ورنہ میں تو چاہتا تھا، یہ شادی کم از کم ایک ہفتے کے لیے ٹل جائے تاکہ تمھیں سوچنے سمجھنے کا موقع مل سکے۔"
وہ ناراض ہو کر بولی: "اچھی بات ہے، میں نانا جان سے کہوں گی کہ ہماری شادی ایک ہفتے بعد ہونی چاہیے اور ایک ہفتے تک میں تمھیں اپنی صورت نہیں دکھاؤں گی۔"
"تم ایک ہفتے تک صورت نہ دکھانے کی بات کر رہی ہو۔ اگر میں نے کل صبح تمھیں نہ دیکھا تو استنبول چلا جاؤں گا یا

ڈان مورس کا جسم ہمیشہ کے لیے چھوڑ دوں گا۔"

"تم پھر وہی جسم میں سمانے اور جسم کو چھوڑ جانے والی بات کر رہے ہو!"

"جو حقیقت ہے، بے اختیار زبان پر آجاتی ہے۔ میں کوشش کروں گا، اب ایسی بات نہ کروں۔"

وہ اپنے شاندار محل نما بنگلے میں پہنچ گئے اور کار سے اتر کر اندر آگئے۔ آدھی رات گزر چکی تھی۔ نانا جان اپنے بیڈ روم میں سو رہے تھے۔ پارس نے نینسی کی خواب گاہ کے سامنے آکر کہا۔ "تم جاکر آرام سے سو جاؤ۔ مجھے ایک ضروری کام ہے۔ میں باہر جا رہا ہوں۔"

اس نے پوچھا۔ "آدھی رات کے وقت کہاں جاؤ گے؟"

"میری کچھ مجبوری ہے۔ میرا جانا ضروری ہے۔ میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔ لباس بدلنے کے بعد باہر جاؤں گا پھر جلد ہی لوٹ آؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ نینسی باہر کھڑی سوچتی رہی پھر وہ تیزی سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہاں سے گزرتی ہوئی باہر پورچ میں کھڑی ہوئی کار کے پاس پہنچ گئی۔ اس کا پچھلا دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد پارس دوسرے لباس میں نظر آیا۔ نینسی اگلی اور پچھلی سیٹ کے درمیان دبک گئی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا اسٹیئرنگ سیٹ پر آیا پھر دروازہ بند کرکے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے اسے آگے بڑھا دیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ نینسی اس کی باتوں سے اُلجھی ہوئی ہے اور اب اس بات پر حیران ہے کہ وہ آدھی رات کو کہیں جانے والا ہے لہٰذا پارس اپنے بیڈ روم میں جانے کے بعد دروازے کے پاس ہی کھڑا رہا تھا پھر اس نے نینسی کو باہر جاتے ہوئے دیکھا تھا اور سمجھ گیا تھا کہ وہ اس کا تعاقب کرنے والی ہے۔ کار میں آکر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے وقت بھی اس نے اگلی اور پچھلی سیٹ کے درمیان چھپنے والی نینسی کی جھلک دیکھ لی تھی۔ وہ تھوڑی دور تک خاموشی سے ڈرائیو کرتا ہوا گیا پھر اپنے آپ بڑبڑانے لگا۔ "ہاں، ہاں، میں شیطان ہوں مگر اپنی نینسی کے لیے انسان بننا چاہتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ ڈان مورس کا جسم کبھی چھوڑ کر چلا جاؤں۔"

وہ ذرا چپ ہوا۔ پھر بڑبڑانے لگا۔ "اے شیطانوں کے گرو گھنٹال! تم مجھے قبرستان میں بلا رہے ہو اور میں آرہا ہوں لیکن میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ اپنی پیاری پیاری نینسی کو کبھی دھوکا نہیں دوں گا۔ کبھی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

وہ اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان دَم سادھے پڑی ہوئی تھی اور اس کی بڑبڑاہٹ سُن رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "اے شیطانوں کے گرو گھنٹال! کیوں مجھے جھنجوڑ رہے ہو، ذرا صبر کرو۔ میں آرہا ہوں اور آج اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اگر تم نے مجھے ڈان مورس کا جسم جلد ہی چھوڑ دینے کا حکم دیا تو میں نینسی سے شادی نہیں کروں گا کیونکہ شادی کے بعد ازدواجی رشتہ قائم کرنا ہوگا۔ وہ ایک عزت دار، حیا والی لڑکی ہے۔ میں شیطان بن کر اس کی عزت سے کھیلنا نہیں چاہتا۔ میں آرہا ہوں۔ اے شیطانوں کے گرو گھنٹال! میں فیصلہ کرنے آرہا ہوں۔"

اس نے گاڑی اس قبرستان کے قریب روک دی جہاں شیبا کا مزار بنایا گیا تھا۔ اس نے باہر نکل کر دروازے کو لاک کیا پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا قبرستان کے مین گیٹ سے اندر جانے لگا۔ نینسی دو سیٹوں کے درمیان سے اُبھر آئی تھی اور اب پچھلی سیٹ پر بیٹھی دور جاتے ہوئے ڈان مورس کو دیکھ رہی تھی جو قبرستان میں داخل ہو رہا تھا۔ اس کے دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں اور وہ پسینہ پسینہ ہو رہی تھی۔ اب اسے یقین ہو رہا تھا کہ ڈان مورس بہت ہی پُراسرار ہے۔ شیطان ہو کر بھی ایک شریف انسان کی طرح اس کی عزت اور حیا کے متعلق سوچ رہا ہے اور اپنے کسی گرو گھنٹال سے فیصلہ کرنے جا رہا ہے۔

وہ ڈرپوک نہیں تھی۔ شاید اس لیے کہ آج تک شیطان کو نہیں دیکھا تھا لیکن اب اتنے قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کے بعد کار سے نکلنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ اگر ذرا حوصلہ ہوتا تو یقیناً اس کا تعاقب کرتی ہوئی قبرستان کے اندر پہنچ جاتی۔

شیبا کا مقبرہ قبرستان کے عین وسط میں تھا۔ دور ہی سے نمایاں طور پر نظر آتا تھا۔ پارس تیزی سے چلتا ہوا اپنی ممی کی قبر کے پاس آگیا۔ پھر گھٹنے ٹیک کر اس قبر کو چھونے لگا۔ آہستہ آہستہ یوں سہلانے لگا جیسے ماں سو رہی ہو اور وہ اس کے سر کو سہلا رہا ہو۔ ماں نے بھی تو بچپن میں اس کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا جو اس کے ذہن میں نقش ہو گیا تھا۔ یہ سچ ہے کہ ماں مٹ جاتی ہے، ممتا کبھی نہیں مٹتی۔

وہ ایک گہری سانس لے کر آہستگی سے بولا۔ "دیکھیں ممی! میں آگیا ہوں۔ مجھے بہت پہلے آنا چاہیے تھا لیکن کچھ مجبوریاں تھیں۔ کچھ حالات اجازت نہیں دے رہے تھے۔ آپ نے اور سونیا ممّا نے مجھے یہی سکھایا ہے کہ موقعے کی مناسبت سے قدم اُٹھانا چاہیے۔"

ہر سُو سناٹا چھایا ہوا تھا۔ دور دور تک نہ کوئی جانور تھا نہ آدم زاد۔ وہ آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ "ماما، پاپا اور آنٹی آمنہ نے آپ کے دُشمنوں سے اچھا خاصا انتقام لیا ہے لیکن میں ابھی تک پیاسا ہوں۔ میرے انتقام کی آگ ایسے نہیں بجھے گی۔ جو شخص، پاپا کا روپ اختیار کرکے میری ماں کو دھوکا دیتا رہا وہ ابھی زندہ ہے اور ایک بیٹے کی غیرت کے لیے چیلنج بنا ہوا ہے۔ میں اسے ایسے کرب میں مبتلا کروں گا، ایسی اذیتیں دے کر ماروں گا کہ پھر کوئی شیطان، ماں کے مقدس دامن کو تار تار کرنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔"

وہ بہت آہستہ آہستہ بول رہا تھا لیکن اس کی آواز ایسی تھی جیسے لوہے سے لوہا ٹکرا رہا ہو۔ بادل سے بادل ٹکرا کر گرج رہے ہوں۔ دھیمی سرگوشی کے باوجود مقبرے کی چار دیواری میں وہ آواز ہولے ہولے گونج رہی تھی۔

وہ اچانک ہی اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سر جُھکا کر بولا۔ "ممی! مجھے معاف کر دیں۔ میں یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔ آپ کے پاس آکر شدت سے اپنی کوتاہی کا احساس ہوتا ہے۔ جب تک میں اس بے غیرت کو تڑپا تڑپا کر نہیں ماروں گا، آپ کے پاس نہیں آؤں گا۔"

وہ الٹے قدموں چلتا ہوا مقبرے کی چار دیواری سے باہر آگیا۔ وہ سمجھ رہا تھا بے حد جنون میں مبتلا ہوتا جا رہا ہے اور اسے اس جنون سے نجات حاصل کرنا چاہیے۔ اسے نارمل رہنا چاہیے۔ وہ باہر کی کھلی فضا میں گہری گہری سانسیں لیتا ہوا، آہستہ آہستہ چلتا ہوا قبرستان کے احاطے سے باہر آگیا۔ نینسی اسی طرح پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ونڈ اسکرین کے پار سے ڈان مورس نظر آیا تو وہ فوراً ہی پچھلی سیٹ پر لیٹ گئی۔ ان دو سیٹوں کے درمیان جاکر چھپنا چاہتی تھی، اسی وقت پچھلی سیٹ کا دروازہ کھلا اور پارس نے کہا۔ "باہر آؤ۔"

وہ خوف سے چیخنا چاہتی تھی مگر پتا نہیں اس کی آواز میں کیا تھا۔ ایسا تحکمانہ لہجہ تھا جیسے دل کو اپنی مٹھی میں جکڑ رہا ہو۔ وہ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ پارس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "یہاں بیٹھو۔"

وہ چُپ چاپ باہر آگئی۔ محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ حکم دینے والے کی آواز سے سحر زدہ ہے، وہ جو کہہ رہا ہے اس پر بے چون وچرا عمل کر رہی ہے۔

وہ اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ پارس نے دروازے بند کیے، پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ کار اسٹارٹ کی۔ اسے ایک یوٹرن دے کر گھر کی طرف جانے لگا۔ وہ اپنی جگہ گُم صُم بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا، ایسے وقت کیا کہنا چاہیے۔ یہ بھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ڈان مورس سے ڈرنا چاہیے یا اس پر محبت سے مرنا چاہیے۔

وہ کار محل نما بنگلے کے پورچ میں آکر رُک گئی۔ پارس اپنی سیٹ سے نکل کر اس کی طرف آیا۔ پھر اگلے دروازے کو کھول کر اس کے بازو کو تھام کر بولا۔ "کم آن۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کے پاس آگئی۔ پارس نے اگلے دروازے کو بند کیا۔ پھر اسی طرح اس کے بازو کو تھام کر اپنے ساتھ لے جانے لگا۔ وہ ڈرائنگ روم سے گزر کر زینے پر چڑھتے ہوئے اوپری حصے میں آئے۔ وہ ایسے چل رہی تھی جیسے سحر زدہ ہو۔ پارس نے اس کے بیڈ روم کا دروازہ کھولا پھر اس کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ نینسی کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا کیونکہ پارس پہلی بار اس کی خواب گاہ میں آیا تھا۔ اس کے بازو کو پکڑے ہوئے تھا اور اسے ساتھ لے کر بستر کی طرف آرہا تھا۔

پھر اس نے حکم دیا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

وہ بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔

"اپنے سینڈل اتارو، پرس ایک طرف رکھو۔ کلائی سے گھڑی بھی اتار لو۔"

وہ اس کے احکامات کی تعمیل کرتی جا رہی تھی۔ پارس نے کہا۔ "اب آرام سے چاروں شانے چت لیٹ جاؤ۔"

وہ ارب پتی نانا کی نواسی تھی۔ ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی تھی۔ کسی سے بھی دو ہاتھ دور رہ کر گفتگو کرتی تھی۔ کوئی اس کی تنہائی میں آنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا اور آج وہ تنہائی میں آنے والے کو نہیں روک رہی تھی بلکہ روکنا بھول گئی تھی۔ اپنا غرور، اپنی انا، اپنی حیا اپنا سب کچھ بھول چکی تھی۔

اس کے حکم کے مطابق چاروں شانے چت لیٹی ہوئی تھی۔ وہ اس پر آکر جُھک گیا پھر بولا۔ "میری آنکھوں میں دیکھتی رہو اور جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔"

وہ آنکھیں جب قریب آئیں تو اور زیادہ دل میں اترنے لگیں۔ دل اور دماغ کو اپنی گرفت میں لینے لگیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ آنکھیں نہ ہوں، سُلگتی ہوئی شمع کی لَو ہوں جو اس کی آنکھوں سے نکل کر اپنی آنکھوں میں اتر رہی ہوں اور ذہن کو گرما رہی ہوں۔

پارس نے ایک عرصے تک شمع بینی کی مشقیں کی تھیں اور نگاہوں سے نگاہوں کو پڑھنے کا سبق سیکھتا رہا تھا۔ آج تک اس نے اس سبق کا کسی پر عملی مظاہرہ نہیں کیا تھا کیونکہ

ہپناٹائز کرنے کا جو عمل ہے وہ عامل کے اندر پختگی چاہتا ہے۔ نظریں گولی کی طرح دل میں لگتی ہوں۔ آواز اور لب و لہجے میں حاکمانہ رعب اور دبدبہ ہو اور وہ عامل نرم و گرم تجربات سے گزرتا آرہا ہو تو اس کا عمل اپنے معمول پر اثر کرتا ہے۔

پارس اوّل نے اتنی سی عمر میں بڑے تلخ تجربات حاصل کیے تھے۔ اس سے تلخ تجربہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ اس کے لہو میں زہر بھر گیا تھا اور وہ اندر سے تقریباً زہریلا تھا اور یہ تجربہ بھی کیا کم تھا کہ اس کی ماں کو ایک شیطان نے بھیس بدل کر دھوکا دیا تھا۔ اسے مُنہ دکھانے کے قابل نہیں رکھا تھا اور وہ مُنہ چھپانے کے لیے قبر میں چلی گئی تھی۔ دشمنوں سے خاطر خواہ انتقام لیا گیا تھا پھر بھی وہ اپنی شیطانی چالوں سے باز نہیں آتے تھے۔ جوجو جیسی بچکانہ ذہن رکھنے والی معصوم کو بھی اغوا کیا گیا تھا اور اس کی عزت کی بھی دھجیاں اُڑانے کی ناکام کوششیں کی گئی تھیں۔ ان حالات سے گزرنے والا اپنے ذہن میں اتنی پختگی اور ایسا بھرپور اعتماد رکھتا ہے کہ جس سے ایک بار نظر ملالے، اسے پتھر کا بنا دے۔

نینسی پتھر کی بن گئی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "تم آنکھیں بند کرکے آرام سے گہری نیند سو جاؤگی، صبح سات بجے بیدار ہو جاؤگی۔ تم آنکھیں بند کر رہی ہو، تمہاری آنکھیں بند ہو رہی ہیں، تم سو رہی ہو۔"

اس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ وہ آہستہ آہستہ نیند کی وادیوں میں گم ہوگئی۔ پارس وہاں سے اٹھ کر اپنی خواب گاہ میں آگیا۔

وہ دوسری صبح کرنل جیکسن سے فون پر گفتگو کرنے والا تھا۔ اس سے اس شیطان کا نام، پتا اور ٹیلی فون نمبر معلوم کرنے والا تھا۔ یہ بات وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ کرنل نے شہر کے ہر ٹیلی فون ایکسچینج میں ڈیٹیکٹو آلات لگا دیے ہوں گے۔ وہاں کے افسران کو سختی سے تاکید کی ہوگی کہ کرنل جیکسن کو فون کرنے والا جہاں سے بھی گفتگو کرے، اس فون کو فوراً ڈیٹیکٹ کر لیا جائے۔ شہر کے ہر علاقے میں پولیس والوں اور انٹیلی جنس والوں کی ڈیوٹی لگا دی گئی ہوگی تاکہ اطلاع ملتے ہی بروقت فون کرنے والے کو حراست میں لیا جاسکے۔

پھر وہ کرنل کوئی نادان بچہ نہیں ہوگا۔ اس نے گھنٹوں اپنے دماغ میں فرہاد علی تیمور کے بولنے کا انتظار کیا ہوگا اور یہ سوچتا رہا ہوگا کہ جب وہ میجر کے ذریعے اس کی آواز سن کر دماغ میں آسکتا ہے تو پھر فون کے ذریعے اس شخص کا نام پتا کیوں معلوم کر رہا ہے جس نے فرہاد کی ڈمی بن کر شیبا کی پارسائی کو داغدار کیا تھا۔ یوں دیکھا جائے تو فون سے رابطہ قائم کرنے کی قطعی ضرورت نہیں تھی۔ فرہاد، کرنل جیکسن کے دماغ سے اس شخص کا نام پتا معلوم کرتا۔ پھر اپنے بیٹے کو بتا دیتا۔

پارس نے میجر ولبرٹ کے ذریعے جو چال چلی وہ خامی کمزور تھی۔ کرنل جیکسن اس کے جھانسے میں نہیں آسکتا تھا اور یہ بھی امید تھی کہ شاید تکّا لگ جائے اور وہ جھانسے میں آجائے اور اس مطلوبہ شخص کو بے نقاب کر دے۔ پارس نے سوچا، جو ہوگا، کل دیکھا جائے گا۔ فی الحال نیند پوری کرنی چاہیے۔ اس نے اپنے دماغ کو ہدایت دی پھر آرام سے گہری نیند میں ڈوب گیا۔

صبح سات بجے نینسی کی آنکھ کھلی۔ اس نے ایک بھرپور انگڑائی لی۔ اسے اپنا بدن ہلکا پھلکا لگ رہا تھا۔ اب سے پہلے وہ کبھی اتنی گہری نیند نہیں سوئی تھی۔ وہ چند لمحوں تک بستر پر ہاتھ پاؤں پھیلائے پڑی رہی۔ چھت کو تکتی رہی۔ پھر اچانک اسے یاد آیا کہ پچھلی رات ڈان مورس اس کی خواب گاہ میں آیا تھا اور اس کے حکم کے مطابق وہ بستر پر لیٹ گئی تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا، اسے کچھ ہوش نہیں رہا تھا۔

وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے لباس کو دیکھا۔ کل رات جو لباس پہن کر ڈان مورس کے ساتھ باہر گئی تھی وہی پہن کر سو گئی تھی۔ اب سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ شب خوابی کے ڈھیلے ڈھالے ہلکے پھلکے لباس میں سونے کی عادی تھی۔ وہ اپنے لباس کو، اپنے گورے بدن کو چھو کر دیکھنے لگی۔ اپنی دھڑکنوں پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگی۔ 'کیا وہ آیا تھا اور یوں ہی چلا گیا تھا؟'

وہ شدید حیرانی سے خلاء میں تکنے لگی۔ تصور میں قبرستان نظر آرہا تھا۔ اس قبرستان میں چڑیلیں اور شیطان رقص کر رہے تھے۔ ان رقص کرنے والے شیطانوں کے درمیان ڈان مورس بھی تھا۔ اس کی آنکھیں سُرخ انگارے کی طرح دہک رہی تھیں۔ وہ تصور میں دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ پھر سوچتے سوچتے اچانک ہی قہقہہ لگانے لگی۔ پھر اسی طرح قہقہے لگاتی ہوئی بستر سے اُٹھی۔ وہاں سے چلتی ہوئی قدِ آدم آئینے کے سامنے آگئی۔ اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "اگر شیطان ایسے ہوتے ہیں تو میں اس دُنیا کے تمام انسانوں کو اپنے اس شیطان پر قربان کرتی ہوں۔ میں جب سے جوان ہوئی ہوں، یہی دیکھتی آئی ہوں کہ لوگ میرے حسن کو دیکھتے ہیں، پھر کسی اور طرف دیکھنا

بھول جاتے ہیں۔ میرا شباب ایسا توبہ شکن ہے کہ بوڑھوں کے منہ سے بھی رال ٹپکنے لگتی ہے۔ گویا میرا حسن اور شباب انسان کو شیطان بنا سکتا ہے جبکہ وہ شیطان میرے ساتھ میری خواب گاہ میں آیا، میں اس کے ہاتھوں میں تھی۔ اس کے اختیار میں تھی لیکن وہ میری شرم رکھ کر چلا گیا۔ ہائے، ایسے شیطان پر میری ہزار جانیں قربان۔"

دماغ کے ایک گوشے سے خیال اُبھرا۔ 'لیکن وہ آدھی رات کے بعد قبرستان کیوں گیا تھا؟ اور اس کی آنکھیں کتنی وحشت ناک ہیں، ان آنکھوں سے شیطان جھانکتا ہے۔'

وہ انکار میں سر ہلا کر سوچنے لگی۔ 'نہیں نہیں، شیطان نہیں ہے۔ ایک پُراسرار شخص ہے۔ وہ یقیناً پُراسرار ہے۔ اس کے اندر کوئی غیر معمولی صلاحیت ہے۔ ہاں، اب یاد آرہا ہے۔ میں بستر پر لیٹنے کے بعد اپنے آپ میں نہیں رہی تھی۔ آہستہ آہستہ سو گئی تھی اور اس نے ہی مجھے سلایا تھا۔ شاید اس نے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اوہ گاڈ! وہ کیا ہے۔ میں سوچتی ہوں تو اس کے بارے میں سوچتی ہی چلی جاتی ہوں۔'

اس نے الماری سے ایک بہترین لباس نکالا، اسے لے کر باتھ روم میں چلی گئی۔ پھر غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر لباس پہن کر پارس کے دروازے پر آئی، دستک دی، آواز دی۔ جواب نہ ملا۔ اس نے دروازے کے ہینڈل کو گھمایا تو وہ کھل گیا لیکن کھلتے وقت کوئی چیز رکاوٹ بن رہی تھی۔ اس نے جھانک کر دیکھا تو دروازے کے پاس ہی قالین پر ایک چھوٹا سا کیسٹ ریکارڈر رکھا ہوا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر باتھ روم کے دروازے پر دستک دی۔ پارس کو آواز دی۔ وہاں سے بھی جواب نہ ملا۔ وہ سوچنے لگی۔ 'ہماری دوستی اور بے تکلفی بڑھتی جارہی ہے۔ کل رات تک ہم نے اچھا خاصا وقت گزارا۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ دن بھر کا پروگرام بناتے رہے پھر وہ کچھ کہے سنے بغیر کہاں چلا گیا؟'

اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کیسٹ ریکارڈر کو دیکھا۔ یہ سوچنے کی بات تھی کہ ریکارڈر دروازے کے پاس کیوں رکھا گیا تھا۔ کیا پارس چاہتا تھا، جو بھی دروازہ کھولے، یہ کیسٹ ریکارڈر اس کی نظروں میں آجائے۔ نینسی نے سوالیہ نظروں سے ریکارڈر کو دیکھا۔ پھر اسے آن کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس میں سے پارس کی آواز اُبھرنے لگی۔ "ہیلو نینسی! مجھے یقین ہے، تم اس ریکارڈر تک پہنچ گئی ہو اور میری آواز سن رہی ہو۔ میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ جانے سے پہلے میں نے تمہارے دروازے پر دستک دی، کوئی جواب نہ ملا۔ میں سمجھ گیا، تم گہری نیند میں ہو اور تمہیں گہری نیند سونا چاہیے کیونکہ پچھلی رات تم پر عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ کل تم میرے بہت قریب تھیں۔ سر سے پاؤں تک میری تھیں پھر بھی مجھ سے بہت دور تھیں اور مجھ سے خوفزدہ تھیں۔ میں اسٹیل مل کے دفتر میں ملوں گا اور دیکھوں گا کہ تم مجھ سے بہت قریب ہو یا بہت دور۔"

آواز ختم ہوگئی۔ نینسی نے ریکارڈر کو چوم کر کہا۔ "بہت قریب، بہت ہی قریب۔"

پھر اس نے اسے ایک طرف رکھا۔ گنگناتی ہوئی باہر آئی۔ زینے سے اُترتی ہوئی ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ وہاں اچھے خاصے لوگ جمع تھے۔ ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔ وہ سب اسے مسکرا کر دیکھ رہے تھے۔ نانا جان نے کہا۔ "کل تمہاری شادی ہے مگر ہماری پریشانی دیکھو۔ اتنے کم وقت میں دُنیا بھر کے انتظامات کرنے ہیں۔ یہ سب ہمارے مہربان ہیں۔ شادی کے سلسلے میں اپنی اپنی ذمّے داریاں سنبھالنے آئے ہیں۔ ویسے بائی دی وے، تم اکیلی کیوں نظر آرہی ہو۔ تمہارے وہ صاحب کہاں ہیں؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "میرے صاحب بہت ذمّے دار ہیں۔ صبح سویرے ہی دفتر چلے گئے ہیں۔ میں بھی جا رہی ہوں۔ گڈ بائی۔"

وہ الوداعی انداز میں ہاتھ ہلاتے ہوئے وہاں سے چلی گئی، اس کے نانا نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کرنا چاہا۔ پتا چلا، ٹیلی فون بالکل خاموش ہے۔ انھوں نے ملازم سے تار چیک کرنے کے لیے کہا۔ ایک ملازم نے باہر سے آکر کہا۔ "جناب! ٹیلی فون کا تار باہر سے کٹا ہوا ہے۔ پتا نہیں کس نے کاٹ دیا ہے۔"

پارس صبح چار بجے بیدار ہوگیا تھا۔ اس نے خواب گاہ میں رکھے ہوئے ٹیلی فون کے ریسیور کو اُٹھا کر کرنل جیکسن کے نمبر ڈائل کیے۔ کسی کی آواز سنائی دی۔ پارس نے کہا۔ "میں میجر ولبرٹ بول رہا ہوں، فوراً کرنل جیکسن کو فون دو۔ ایک اہم معاملہ ہے۔"

تھوڑی دیر بعد کرنل کی آواز سنائی دی۔ پارس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور کا نمائندہ ہوں۔ مجھے اس شخص کا نام، پتا اور ٹیلی فون نمبر بتاؤ۔"

وہ بے چون و چرا بتانے لگا۔ پارس سامنے رکھے ہوئے کاغذ پر پوری تفصیل نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ جب تمام معلومات

حاصل ہوگئیں تو اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ ایک چاقو لے کر دبے قدموں اس بنگلے سے باہر نکلا پھر بنگلے کے پچھلے حصے میں پہنچ کر ٹیلی فون کے کھمبے پر چڑھ گیا۔ وہاں اس نے ٹیلی فون کے تار کاٹ دیے اور اس کٹے ہوئے تار کو کچھ اس طرح موڑ توڑ کر رکھا جیسے کسی نے اس کھمبے پر چڑھ کر ٹیلی فون کے آلات سے وہ تار منسلک کر کے فون کیا ہو اور پھر وہاں سے چلا گیا ہو۔

ٹیلی فون ڈیٹیکٹ کرنے والوں کو پتا چل جاتا کہ ڈان مورس کے نانا کے ہاں سے فون کیا گیا ہے لیکن انٹیلی جنس والے وہاں آتے تو انھیں پتا چلتا کہ ان کا تار کٹا ہوا تھا اور وہ کٹا ہوا تار اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ کسی نے ڈان مورس کی ٹیلی فون لائن سے فائدہ اُٹھا کر کرنل سے رابطہ قائم کیا تھا اور اپنا کام بنا کر چلا گیا تھا۔

پارس صبح چھ بجے اپنی کار میں بیٹھ کر سمندر کے ساحل کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے جو معلومات حاصل کی تھیں ان کے مطابق اس ڈمی فرہاد بننے والے کا اصل نام موشے کولان تھا۔ وہ ملٹری انٹیلی جنس کا بہت چالاک اور تجربہ کار جاسوس تھا۔ عمر تیس برس تھی۔ یوگا کا ماہر تھا۔ نہایت ہی خطرناک فائٹر تسلیم کیا جاتا تھا۔ پارس نے اس کا نام اور پتا سب معلوم کر لیا تھا لیکن اسے صورت سے پہچان نہیں سکتا تھا۔ فی الحال اس کی شناخت یہی تھی کہ اس کی دائیں ران پر اور بائیں بازو پر گولیوں کے زخم کے نشان تھے۔ وہ روز صبح سمندر کے ساحل پہ دوڑ لگانے آتا تھا اور پارس اسی ساحل کی طرف جا رہا تھا۔

○

میرے دونوں بیٹوں نے اپنی ذہانت و صلاحیتوں سے ہمیں جتنا خوش کیا تھا اتنا ہی پریشان بھی کر رکھا تھا۔ وہ ہماری ٹیلی پیتھی کا سہارا لینا نہیں چاہتے تھے۔ اِدھر ہمارا دل نہیں مانتا تھا۔ کبھی نہ کبھی کسی خطرناک سچویشن میں جب ذہانت اور دلیری کام نہ آتی ہو، حاضر جوابی بھی جواب دے جائے، فوری طور پر نجات کا کوئی راستہ نہ ملے تو ایسے وقت ہمارے بچوں کو ٹیلی پیتھی کا سہارا ضرور لینا چاہیے لیکن وہ نہیں مانتے تھے اور ہم منوانا چاہتے تھے۔

پارس جب ڈان مورس اور روما کو استنبول سے پیرس لے کر آیا اور خود ڈان کا روپ اختیار کرنے لگا تب ہی میں سمجھ گیا تھا کہ یہ اسرائیلی سرزمین پر پہنچ کر کچھ ہنگامے کرنا چاہتا ہے۔ یہودیوں سے اپنی ماں کا انتقام لے کر دل کی بھڑاس نکالنا چاہتا ہے۔ اسرائیل جانا گویا دُشمنوں کے نرغے میں جانا تھا۔ ایسی صورت میں مَیں اپنے بیٹے کو اس کے حال پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا، چُپ چاپ بیٹے کی نگرانی کرتا رہوں گا اور وقتِ ضرورت اس طرح کام آؤں گا کہ اسے میری مداخلت کا علم نہیں ہو سکے گا۔ یہ سوچ کر میں ہر اس فرد کے دماغ میں پہنچ رہا تھا جو میرے بیٹے کے آس پاس رہتا تھا اور آئندہ بھی رہنے والا تھا۔ ان میں سب سے اہم نینسی تھی کیونکہ سمارتھا اپنے انجام کو پہنچ چکی تھی۔ اس کے نانا نے ٹام مورس اور سام مورس اور اس کی بیوی کو تل ابیب سے چلے جانے کا حکم دیا تھا۔ وہ لوگ ناکام ہو کر ڈان مورس کی زندگی سے نکل گئے تھے۔ میرے بیٹے سے دور ہو گئے تھے۔

اب پارس پر نظر رکھنے کے لیے ایک نینسی ہی رہ گئی تھی جو ہر لمحے اس سے متاثر ہوتی جا رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اس میجر ولبرٹ نے رشوت کے طور پر نینسی کو طلب کیا تو معاملات ایک نیا رخ اختیار کرنے لگے۔ پارس کو اس بہانے میجر سے انتقام لینے اور اس کے ذریعے اپنے دوسرے دُشمنوں تک پہنچنے کا موقع مل رہا تھا۔

میں نینسی کے ذریعے میجر ولبرٹ کے دماغ میں پہنچ گیا تھا جب رات کے وقت پارس نے میجر کی پٹائی کی اور اسے حکم دیا کہ وہ کرنل جیکسن سے گفتگو کرے تو میں اس وقت بھی میجر کے دماغ میں موجود تھا۔ جب میں نے اس کے ذریعے فون پر کرنل جیکسن کی آواز سُنی تو اس کرنل کے دماغ میں بھی جگہ بنا لی۔

پارس کی ہدایت کے مطابق میجر نے کہا تھا کہ فرہاد علی تیمور، میجر کے ذریعے کرنل کے دماغ میں پہنچ گیا ہے لیکن وہ خیال خوانی کے ذریعے ابھی اسے مخاطب نہیں کرے گا۔ اسے چوبیس گھنٹے کی مہلت دے رہا ہے۔ وہ اپنے بچاؤ کی تدبیر کرے یا پھر اس شخص کا نام اور پتا بتا دے جس نے فرہاد کی ڈمی بن کر شیبا کو دھوکا دیا تھا۔

کرنل جیکسن یہ سُن کر گھبرا گیا تھا کہ فرہاد اس کے دماغ میں پہنچ چکا ہے۔ اس نے ریسیور رکھ دیا تھا اور خلا میں تکنے لگا تھا۔ انتظار کر رہا تھا کہ شاید میں اس کے دماغ میں خاموش ہوں، اسے سوچنے سمجھنے کا موقع دے رہا ہوں۔ جب دو گھنٹے گزر گئے تو کرنل نے سوچا، یہ دھوکا ہو سکتا ہے۔ کسی نے میجر ولبرٹ کو مجبور کر کے فرہاد کی ٹیلی پیتھی سے ڈرانے کی کوشش کی ہے۔ کرنل نے اپنے ماتحت افسران کو حکم دیا

"فوراً میجر ولبرٹ سے رابطہ قائم کرو۔ اور معلوم کرو کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ اسے فوراً میرے سامنے حاضر ہونے کے لیے کہا جائے۔"

اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ میجر کو تلاش کیا گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد پتا چلا، میجر ولبرٹ آج کی رات ایک ڈاک بنگلے میں گزارنے والا تھا۔ ملٹری کے سپاہی جب وہاں پہنچے تو انھیں میجر کی لاش ملی۔ کرنل جیکسن نے میجر کی موت کی خبر پاتے ہی سمجھ لیا، کوئی شخص فرہاد کے نام کا سہارا لے کر اس سے ڈمی فرہاد کا نام اور پتا معلوم کرنا چاہتا ہے۔ ایسے شخص کو گرفتار کرنے کا یہی طریقہ تھا کہ وہ فون پر گفتگو کرے تو اسے ڈیٹیکٹ کر لیا جائے۔

کرنل جیکسن اپنے ماتحت افسران کو حکم دینا چاہتا تھا کہ تمام ٹیلی فون ایکس چینج میں ڈیٹیکٹو آلات لگا دیے جائیں، تمام افسران چوکنے رہیں۔ کوئی بھی کرنل سے گفتگو کرنا چاہے تو اس فون کا سراغ لگا کر فوراً بات کرنے والے کو گرفتار کر لیا جائے۔

لیکن وہ اپنے ماتحت افسران کو یہ حکم نہ دے سکا۔ اس سے پہلے ہی میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو جیکسن! تمھیں میجر بتا چکا ہے کہ پارس تل ابیب میں موجود ہے اور وہی اس ڈمی فرہاد کا پتا پوچھ رہا ہے۔ تمھیں یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ میں تمھارے دماغ تک پہنچ چکا ہوں، پھر تم میرے بیٹے کو گرفتار کرنے کی جرأت کیسے کر رہے ہو۔ کیا تم یہ احکامات اپنے ماتحت افسران تک پہنچا سکو گے۔ کیا اس لمحے تک تم زندہ رہ سکو گے؟"

وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ پریشان ہو کر بولا۔ "کیا تم مجھے مار ڈالو گے لیکن مجھ سے کیا دُشمنی ہے؟ اگر دُشمنی یہ ہے کہ میں تمھارے بیٹے کو گرفتار کرنا چاہتا ہوں تو اس ارادے سے باز آ جاؤں گا۔"

"میں یہی چاہتا ہوں۔ تم اسی شرط پر زندہ رہو گے کہ جب میرا بیٹا فون پر بات کرے تو تم اسے ڈمی فرہاد کا نام اور پتا بتا دو گے۔"

"پلیز فرہاد! یہ ہمارا فوجی راز ہے۔ وہ ڈمی فرہاد ہماری فوج کا ایک اہم فرد ہے۔ میں اپنے ملک سے، اپنے وطن سے، اپنی قوم سے غداری نہیں کروں گا۔"

"وہ تو کر چکے ہو۔ جب میں نے تمھارے دماغ میں جگہ بنائی اسی لمحے میں نے معلوم کر لیا۔ جس شخص نے ڈمی بن کر میری شیبا کو دھوکا دیا، اس کی پارسائی کو داغدار کیا، اس شخص کا نام موشے کولان ہے۔ وہ ملٹری انٹیلی جنس کا بہت ہی چالاک اور دلیر جاسوس ہے۔ اسے ایک نہایت خطرناک فائٹر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کی عادت ہے کہ وہ روز صبح سمندر کے ساحل پر دوڑ لگانے جاتا ہے۔"

میں بول رہا تھا اور کرنل پریشان ہو رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "تمھیں یہ سب کچھ کس نے بتایا ہے؟"

"تمھارے دماغ نے۔ میں نے چُپ چاپ بہت سی اہم معلومات حاصل کی ہیں۔ اب بولو، ٹیلی فون کے ذریعے پارس کو موشے کولان کی تفصیل بتاؤ گے؟"

وہ شکست خوردہ انداز میں بولا۔ "ہاں، اب تو بتانا ہی ہوگا۔ چُھپانے کے لیے کیا رہ گیا ہے!"

"چھپانے کے لیے ایک بات رہ گئی ہے۔ تم موشے کولان کو یہ تمام باتیں نہیں بتاؤ گے۔ اگر تم نے کسی اشارے سے بھی موشے کولان کو ہوشیار کرنا چاہا تو اسی لمحے تمھاری سانس کا رشتہ تم سے کٹ جائے گا۔"

میں نے کرنل جیکسن کو پوری طرح جکڑ لیا تھا۔ وہ دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔ پارس کے لیے راستہ صاف تھا۔ وہ کہیں سے بھی ٹیلی فون کے ذریعے کرنل سے رابطہ قائم کر سکتا تھا لیکن وہ بھی بلا کا مکار تھا۔ یہ اچھی طرح سمجھتا تھا، کرنل نے اسے گرفتار کرنے کے لیے کیسے کیسے جال بچھائے ہوں گے لہٰذا اس نے اپنے گھر کے ٹیلی فون سے رابطہ قائم کیا پھر باہر جا کر ٹیلی فون کے کھمبے پر چڑھ کر وہاں کا تار کاٹ دیا۔ اب کوئی یہ الزام نہیں دے سکتا تھا فون ڈان مورس کے بنگلے سے کیا گیا ہے۔

اس نے بڑی چالاکی سے کام کیا تھا۔ اسے ٹیلی پیتھی کے سہارے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں بیچ میں نہ پڑتا تب بھی وہ دُشمنوں کی گرفت میں نہ آتا لیکن اُسے موشے کولان کے متعلق معلومات حاصل نہ ہوتیں، کرنل جیکسن اسے غلط اطلاع دیتا، غلط راہ پر لگاتا۔ دوسری طرح سے جال بچھا کر اسے گرفتار کر لیتا۔

بہرحال میں نے خیال خوانی کے ذریعے دُشمنوں کو ایسی کوئی چال چلنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ پارس نے موشے کولان کے متعلق تفصیلات ذہن نشین کر لی تھیں۔ اس کے بعد ہی وہ گھر سے نکل گیا تھا۔ ایسے وقت پھر میں پریشان ہو گیا۔ وہ سمندر کے ساحل پر ضرور جائے گا۔ ہو سکتا ہے، آج ہی اس سے ٹکرا جائے۔ موشے کولان یوگا کا ماہر تھا۔ میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اگر وہاں پہنچ جاتا

تو فکر کی کوئی بات نہ ہوتی۔

ان حالات میں پھر نینسی کی ضرورت پڑ گئی۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر اسے نیند سے بیدار کر سکتا تھا اور سمندر کے ساحل کی طرف لے جا سکتا تھا۔ وہ تنویمی نیند سو رہی تھی۔ پچھلی رات میرے بیٹے پارس کی زندگی میں ایک نیا موڑ آیا۔ میں اس وقت سے یہ بات جانتا ہوں جب میرے دونوں بیٹے شمع بینی کی مشقیں کیا کرتے تھے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ ان کی ذہانت اور ان کے تجربے کی پختگی ان کی آنکھوں میں اور ان کے لب و لہجے میں وہ سحر پھونک دے گی جس کے ذریعے کسی کی بھی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ کو اپنے قابو میں کر سکیں گے۔ پچھلی رات پارس نے نینسی پر یہ تجربہ کیا تھا اور وہ اس کا پہلا کامیاب تجربہ تھا۔

میں نینسی کے پاس پہنچا۔ وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو چکی تھی۔ الماری سے لباس نکال کر باتھ روم میں غسل کے لیے جا رہی تھی۔ میں ایسے وقت اس کے دماغ میں نہیں رہ سکتا تھا۔ مجبوراً وہاں سے نکل آیا۔ جب وہ ایک گھنٹے بعد غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس پہن کر، میک اپ کرنے کے بعد پارس کے بیڈروم میں پہنچی تب میرے شبہے کی تصدیق ہو گئی کہ وہ علی الصباح سمندر کے ساحل کی طرف گیا ہوگا۔ پتا نہیں، وہاں اب تک کیا ہو چکا ہوگا۔

نینسی اسٹیل مل پہنچی۔ وہ دفتر میں موجود تھا۔ اس نے اپنے بیڈروم میں ایک کیسٹ ریکارڈر نینسی کے لیے چھوڑا تھا اور اس ریکارڈر میں رومانی فقرے چھوڑ آیا تھا کہ پچھلی رات تم میرے بہت قریب تھیں۔ سر سے پاؤں تک میری تھیں اور پچھلی رات تم مجھ سے بہت دور تھیں۔ مجھ سے بہت زیادہ خوفزدہ تھیں۔ میں تم سے دفتر میں ملوں گا اور دیکھوں گا کہ تم مجھ سے بہت دور ہو یا بہت قریب؟

نینسی نے دفتر میں پہنچتے ہی اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا: "دیکھ لو، میں تم سے قریب ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا اُدھر قیامت قریب تھی، میں قریب نہیں رہ سکتا تھا۔ ویسے میں جانتا تھا، میرا بیٹا اس سے کترائے گا۔ ایک دن اسے اسرائیل سے واپس جانا تھا اور وہ ایک شریف، عزت دار اور باحیا لڑکی کے جذبات سے کھیل کر نہیں جانا چاہتا تھا۔

میں ایک منٹ کے بعد نینسی کے پاس پہنچا تو وہ مُنہ پھیرے ناراضگی کا اظہار کر رہی تھی اور پارس کہہ رہا تھا: "میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ تم بے حد حسین ہو۔ تمہیں دیکھ کر میرا دل دھڑکتا ہے۔ میں ساری زندگی تمہیں اپنی دھڑکنوں سے لگائے رکھنا چاہتا ہوں لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔ مجھ سے شادی کرنے کے بعد تم پچھتاؤ گی۔ ایک دن میں یہاں سے بہت دور چلا جاؤں گا۔"

وہ پاؤں پٹخ کر بولی: "کیوں چلے جاؤ گے؟ مجھے یہ نہ کہنا کہ تم شیطان ہو اور تم ڈان مورس کے جسم میں سما چکے ہو۔ تم جو بھی ہو، جیسے بھی ہو، میں تمہیں ہر حال میں، ہر صورت میں قبول کرتی ہوں۔"

وہ اپنے جذبات کا اظہار کر رہی تھی۔ میں اس کے ذریعے معلوم کرنا چاہتا تھا، پارس سمندر کے ساحل پر جا کر کیا کرتا رہا تھا۔ میں نے نینسی کی زبان سے پوچھا: "یہ بتاؤ، تم صبح سویرے کہاں چلے گئے تھے؟"

اس نے حیرانی سے اُسے دیکھا، پھر کہا: "تم اپنی محبت اور جذبات کا اظہار کرو۔ یہ کیوں پوچھ رہی ہو، کہاں گیا تھا اور کیا کر رہا تھا؟ دیکھا نہیں کہ یہاں ملنے کا وعدہ کیا اور مل رہا ہوں۔"

میں نے سمجھ لیا ابھی ان دونوں کے پاس رہ کر موشے کولان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکوں گا لہٰذا کرنل جیکسن کے پاس پہنچ گیا۔ اس سے کہا: "میں موشے کولان کی خیریت معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے فون پر رابطہ قائم کرو۔"

وہ بہت پریشان تھا۔ کہنے لگا: "جناب فرہاد صاحب! آپ میرے دماغ میں ہیں۔ خود ہی معلوم کر لیں۔"

میں نے چپ چاپ اس کے دماغ کو پڑھنا شروع کیا۔ پتا چلا، آج صبح وہ سمندر کے ساحل پر دوڑ لگانے کے بعد اپنے بنگلے میں واپس آیا تو وہاں کسی نے بلوٹنگ پائپ کے ذریعے ایک سوئی اس کے جسم میں پیوست کی تھی۔ جس کے بعد اس کے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے۔ اعصاب کمزور پڑ گئے تھے اور وہ اپنی جگہ سے حرکت کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ ایسے ہی وقت کوئی قدآور جوان چہرے پر ماسک پہنے اس کے سامنے آیا پھر اس نے ایک چاقو نکالا اور اس چاقو سے موشے کولان کی ایک آنکھ نکال کر لے گیا۔ ساتھ ہی ایک رقعہ چھوڑ گیا۔ اس میں لکھا تھا۔

"میں تمہارے خطرناک فائٹر سے دو دو ہاتھ کر سکتا تھا لیکن اپنی سونیا ممّا کا شاگرد ہوں۔ وہ اچھی فائٹر ہونے کے باوجود لڑنے میں وقت ضائع نہیں کرتیں۔ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کام نکال کر چلی جاتی ہیں۔ میں بھی اس کمینے، بدذات کی ایک آنکھ نکال کر جا رہا ہوں۔ اس نے میری شیبا ممّی کو شیطان بن کر دیکھا تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس کی دونوں آنکھیں نکال لی جاتیں، لیکن میں چاہتا ہوں، جب تک یہ زندہ رہے، اپنی ایک آنکھ سے دُنیا کو دیکھتا رہے اور سوچتا رہے، اب ایک آنکھ

ہی ہے۔ کیا وہ کسی عزت دار لڑکی کو بے حیا نظر سے دیکھ سکتا ہے؟

میں کسی دوسرے مرحلے میں اس کا ہاتھ کاٹ کر لے جاؤں گا کیونکہ اس نے ناپاک ہاتھوں سے میری ممّی کا ہاتھ پکڑا ہوگا۔ تیسرے مرحلے پر میں اس کی ایک ٹانگ کاٹوں گا کیونکہ ان قدموں سے چلتے ہوئے میری ممّی تک پہنچا ہوگا۔ میں تھوڑے تھوڑے وقفے سے اس کے تھوڑے تھوڑے ٹکڑے کروں گا۔ تم میں سے کوئی اپنے اس جیالے ملٹری آفیسر کو بچا سکتا ہے تو بچا لے۔

مجھے موشے کولان کے بعد بلائنڈ کلب کے ممبران کی ضرورت ہے جن کی دوبارہ گندی پلاننگ کے باعث میری معصوم بیوی جوجو کو اغوا کیا گیا تھا۔ اس کی عزت کی بھی دھجیاں اُڑانے کی ناکام کوششیں کی گئی تھیں۔ میں تم جیسے ذلیل پلان میکروں کو چُن چُن کر ایسی عبرت ناک سزائیں دوں گا کہ آئندہ تم میں سے کوئی فرہاد علی تیمور کی فیملی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

اس تحریر کے نیچے پارس کا نام لکھا ہوا تھا۔ میں یہ ساری باتیں کرنل جیکسن کے دماغ سے پڑھ رہا تھا۔ پارس نے گھنٹے دو گھنٹے میں یہ واردات کیسے کی ہوگی، یہ تو موٹی سی عقل سے بھی سمجھا جا سکتا تھا۔ ایک تو اس کے پاس موشے کولان کا مکمل پتا تھا۔ وہ سمندر کے ساحل پر محض اس لیے گیا ہوگا کہ وہ مختصر سے لباس میں دوڑ لگا رہا ہوگا۔ اس کا بازو اور اس کا پاؤں یقیناً ننگا ہوگا۔ اس طرح وہ اس کے زخموں کو دیکھ کر اس کی شناخت کر چکا ہوگا۔

پھر وہ اس کے بنگلے میں جا کر چھپ گیا ہوگا۔ وہاں بھی اس نے اسی کو دیکھا ہوگا جو ساحل پر دوڑ لگا رہا تھا اور جس کے بازو اور ران پر زخموں کے نشان تھے تب یہ سمجھ لینے میں کوئی شبہ نہیں رہا ہوگا کہ وہی موشے کولان ہے۔ اس نے زیادہ ہنگامہ کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ سونیا کی طرح اس کے پاس بھی ایک ننھی سی نلکی تھی۔ جس میں ایک میڈیکیٹڈ سوئی موجود رہتی تھی۔ اس نلکی کو مُنہ میں رکھ کر پھونک مارنے سے سوئی ٹھیک نشانے پر جا کر پیوست ہو جاتی تھی۔ اس طرح اس نے موشے کولان کو بے دست و پا کر دیا تھا پھر بڑی آسانی سے اس کی آنکھ نکال لی تھی اور ایک رقعہ لکھ کر اس کے پاس چھوڑ گیا تھا۔

اس کا طریقہ کار سمجھ میں آ رہا تھا۔ ویسے اس کا یہ چیلنج مجھے پسند نہیں آیا کہ آئندہ وہ موشے کولان کا ایک ہاتھ کاٹے گا۔ اسے اعلان نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس طرح اس نے اپنے راستے میں خطرات اور زیادہ بڑھا لیے تھے۔ اسے چپ چاپ جو کرنا تھا کر گزرتا تو بہتر ہوتا۔

میں موشے کولان کے پاس آ گیا۔ اب نہ تو وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتا تھا نہ ہی یوگا کی مہارت کا اظہار کر سکتا تھا۔ مجھے توقع تھی، اس کے دماغ سے کچھ اہم معلومات حاصل کر سکوں گا لیکن توقع سے کچھ زیادہ ہی معلومات حاصل ہونے لگیں۔ میرا دوسرا بیٹا پارس دوم امریکا میں تھا اور اس وقت تک وہاں رہنا چاہتا تھا جب تک کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سراغ نہ لگا لے۔ ابھی وہ جیری جیکب تک پہنچا ہوا تھا۔

پہلے ہماری نظروں میں سپر ماسٹر آیا۔ میں نے اس کی ٹیلی پیتھی سمیت اسے فنا کر دیا۔ دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا جیری جیکب نیویارک میں پارس کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ آج موشے کولان کے دماغ میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ تیسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ایک یہودی ہے اور وہ آج کل اسرائیل کے کسی شہر میں ہے۔

اس تیسرے کا نام ڈینی دانیال تھا۔ وہ اگرچہ یہودی تھا لیکن امریکی حکومت کا وفادار تھا۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جو سات ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے گئے تھے، ان میں اس ایک یہودی کا انتخاب خوب سوچ سمجھ کر کیا گیا تھا۔ اس کا پچھلا ریکارڈ ظاہر کرتا تھا کہ وہ دامے درمے سخنے ہر پہلو سے اپنے ملک امریکا کو اور امریکی حکومت کو ترجیح دیتا ہے، اس کے بعد یہودی قوم کی حمایت میں کچھ بولتا ہے۔

انسان خواہ کتنا ہی وفادار اور جاں نثار ہو، وہ اپنی بنیاد اور اپنے آغاز کو کبھی نہیں بھولتا۔ کوئی اہم معاملہ ہو تو وہ اپنی بنیاد کی طرف ضرور لوٹ جاتا ہے۔ میری ہی مثال کافی ہے۔ میں اور میرے بچے کبھی پاکستان میں نہیں رہتے۔ ہمارا مستقل قیام بابا صاحب کے ادارے میں ہے، ہمارا تعلق پیرس سے ہے، ہماری وفاداری فرانسیسی حکومت سے ہے لیکن پاکستان پر کوئی آنچ آئے یا فرانسیسی حکومت پاکستان کے خلاف کوئی اقدام کرے تو ہم بے اختیار اپنے وطن کی، اپنی قوم کی حمایت میں بول پڑیں گے اور صرف بولنے کی حد تک محدود نہیں رہیں گے۔ جب ہمارے تیور بدلیں گے تو ہماری زمین کی طرف آنکھ اُٹھانے والوں کی یا تو آنکھ نہیں رہے گی یا آنکھیں جُھک جائیں گی۔

ہم فرانسیسی حکومت سے وفاداری کے معاملے میں توازن رکھتے ہیں مگر بہت سے ذہن ایسے ہوتے ہیں جو

توازن قائم رکھنا نہیں جانتے۔ یا تو وہ مغرور ہوتے ہیں یا مطلب پرست۔ جب ایسی غیر معمولی طاقت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اپنی اصلیت دکھلاتے ہیں۔ ڈینی دانیال نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے بعد جب یہ دیکھا کہ ایک سپر ماسٹر کے بعد دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو سپر ماسٹر بنایا گیا ہے اور اس کا کوئی چانس نہیں ہے تو وہ اپنے ملک میں، اپنی یہودی قوم کے درمیان آگیا تھا۔

اس نے اسرائیل کے اعلیٰ حکام کے سامنے خود کو ظاہر نہیں کیا۔ وہاں چند عہدے داروں سے چپ چاپ رابطہ قائم کرتا رہا اور انھیں اپنا ہم خیال بنا کر وعدہ کرتا رہا کہ وہ سب اپنے ملک اور اپنی قوم کے لیے خاموشی سے کام کریں گے اور یہ کبھی ظاہر نہیں ہونے دیں گے کہ ان کے درمیان کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ ڈینی دانیال نے جن خاص خاص لوگوں سے خفیہ طور پر رابطہ قائم کیا تھا ان میں ایک موشے کولان تھا۔ ان میں سے کسی کو یہ نہیں معلوم تھا کہ دانیال نے کن اہم عہدے داروں سے رابطہ قائم کیا ہے۔ اس نے انھیں سمجھا دیا تھا کہ یہ احتیاطی تدبیر ہے۔ اگر فرہاد یا اس کا کوئی ساتھی ٹیلی پیتھی جاننے والا تم میں سے کسی کے دماغ میں آئے گا تو وہ صرف تمھاری حد تک محدود رہے گا۔ تمھارے ذریعے دوسرے عہدے داروں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ یہی وجہ تھی کہ میں موشے کولان کے دماغ سے اتنا کچھ معلوم کرنے کے بعد بھی یہ نہ معلوم کر سکا کہ باقی دوسرے عہدے دار کون لوگ ہیں۔

ویسے تیسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سراغ مل گیا تھا۔ اس کے بعد جو اہم بات معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ تیسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ڈینی دانیال' میرے بیٹے پارس کی تاک میں ہے۔ جب میں میجر کے ذریعے کرنل جیکسن کے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ پارس ایسے شخص کا نام اور پتا ٹھکانا معلوم کرنا چاہتا ہے جس نے ڈمی فرہاد بن کر اس کی ممی شیبا کو دھوکا دیا تھا۔

ادھر میں نے کرنل جیکسن کو دھمکی دی تھی کہ وہ اس سلسلے میں موشے کولان کو کچھ نہ بتلائے لیکن دانیال نے اس کے دماغ میں پہنچ کر پارس کے متعلق بتا دیا تھا کہ وہ اس کی تاک میں ہے اور اس سے انتقام لینے کے لیے کوئی خطرناک قدم اُٹھا سکتا ہے۔ موشے کولان کو اپنی ذہانت اور صلاحیتوں پر بڑا ناز تھا۔ پھر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا دانیال اس کے دماغ میں آتا جاتا رہتا تھا۔ اس نے پارس سے زیادہ خطرہ محسوس نہیں کیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس رات وہ کرنل جیکسن کے ذریعے اس کا نام اور پتا معلوم کرنا چاہے گا اس کی صبح ہی اس پر حملہ کر بیٹھے گا۔

بے شک پارس کا حملہ کامیاب ہوا تھا لیکن ڈینی دانیال کی موجودگی سے خطرات بہت بڑھ گئے تھے۔ اس کی ذرا سی غلطی دانیال کو یہ بتا سکتی تھی کہ وہ ڈان مورس کے روپ میں چھپا ہوا ہے۔ میں اپنی موجودگی ظاہر کیے بغیر اس کے علم میں یہ بات لا سکتا تھا۔ یہ بات پارس کو جتنی جلدی معلوم ہوتی، اتنا ہی اچھا ہوتا۔ میرے پاس فوری طور پر ایک نینسی ہی ذریعہ بنی ہوئی تھی۔ میں کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کرنے کے لیے زیادہ انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ پارس سے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ موشے کولان پر دوبارہ حملہ کرنے اور اس کا ہاتھ کاٹنے کے سلسلے میں دیر کرے گا۔ وہ بڑی تیزی سے کسی بھی منصوبے پر عمل کرتا تھا۔

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر موشے کولان کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ڈاکٹروں نے اس کی ایک آنکھ کی مرہم پٹی کر دی تھی۔ تکلیف سے نجات دلانے کے لیے نیند کا انجکشن دیا تھا اس لیے وہ سو رہا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے دماغ میں خاموش رہا۔ ڈینی دانیال اس کی حفاظت کے لیے وہاں موجود ہو سکتا تھا اور پارس کے دوسرے حملے کے سلسلے میں کوئی بات کر سکتا تھا لیکن مجھے اس کی آواز سنائی نہیں دی۔ میں پارس کو کسی طرح اس خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا اور پریشان ہو رہا تھا کہ ایسے وقت کیا کرنا چاہیے۔

تب ایک تدبیر سمجھ میں آئی۔ جب پارس، ڈان مورس کے روپ میں سمارتھا سے شادی کرنے کے بعد تل ابیب پہنچا تھا اور ایئرپورٹ میں نانا سے اور نینسی سے ملاقات کی تھی تو میں سمارتھا کے دماغ میں موجود تھا۔ جب جمال بن مصطفےٰ پولیس والوں سے بچتا ہوا ایئرپورٹ کی عمارت میں داخل ہوا اور اس نے اپنی حفاظت کے لیے پارس کو یرغمال بنانے کی کوشش کی تو میں جمال بن مصطفےٰ کے دماغ میں بھی پہنچ گیا تھا۔ اب فلسطینی مجاہد میرے کام آسکتا تھا۔

میں نے اس کے لب و لہجے کو اور اس کی آواز کو اچھی طرح یاد کیا پھر خیال خوانی کرتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ حیفہ کے علاقے میں ایک مکان کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ مکان ایک مسلمان تاجر کا تھا۔ وہ اس تاجر کے

چھوٹے بھائی کی حیثیت سے وہاں رہا کرتا تھا۔ اس نے اپنے چہرے میں تھوڑی سی تبدیلی کی تھی۔ ڈاڑھی مونچھ کا اضافہ کیا تھا۔ ایک آنکھ میں ایسا لینس لگایا تھا جس سے آنکھ پتھر کی لگتی تھی۔ سر کے بال چھوٹے چھوٹے سے تھے۔ کوئی اسے دیکھ کر جمال بن مصطفےٰ نہیں کہہ سکتا تھا۔

جب وہ جہاد کے لیے نکلتا تو ڈاڑھی مونچھ صاف کرا دیتا تھا۔ آنکھ سے وہ لینس نکال دیتا تھا اور لانبے بالوں کی وگ پہن لیا کرتا تھا۔ ان دنوں وہ چار مجاہدین کی رہائی کا مطالبہ کر رہا تھا جنھیں حیفہ کی ایک جیل میں بند کر دیا گیا تھا۔ ان پر جھوٹا مقدمہ چلایا جانے والا تھا۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھا ہوا کوئی ایسی تدبیر سوچ رہا تھا جس پر عمل کر کے اپنے ساتھیوں کو جیل سے رہا کرا سکے۔ میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا۔ اس نے جھک کر سامنے سینٹرل ٹیبل پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا پھر اسٹیل مل کے دفتر کے نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے پارس کی آواز سنائی دی "ہیلو، نیشنل اسٹیل ملز۔"

میں نے جمال بن مصطفےٰ کی زبان سے کہا "ہیلو، کیا تم میری آواز سے مجھے پہچان سکتے ہو؟"

پارس نے چونک کر پوچھا "کون، جمال بن مصطفےٰ؟"

"ارے واہ شہزادے! تمھاری یادداشت بڑی تیز ہے! مختصر سی ملاقات رہی اور تم نے مجھے آواز سے پہچان لیا۔"

اس نے پوچھا "تمھیں میرا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ ایک ارب پتی مل اونر کے نواسے ہو۔ تمھارا فون نمبر معلوم کر لینا کون سی بڑی بات ہے۔ جوان! تم میرے محسن ہو۔ میں نے اس لیے فون کیا ہے کہ کسی کا احسان زیادہ دیر اپنے سر پر نہیں رکھتا۔ ابھی یہ احسان اتارنا چاہتا ہوں۔"

"کیسے اتارنا چاہتے ہو؟"

"تمھیں ایک زبردست خطرے سے آگاہ کر رہا ہوں۔ کیا تم یہ مانتے ہو کہ ٹیلی پیتھی کا علم ایک حقیقت ہے اور اس کا جاننے والا بڑی آسانی سے کسی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے اندر کا بھید معلوم کر لیتا ہے؟"

"میں یہ مانتا ہوں لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"یہاں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ میں نے اب تک اس کی صورت نہیں دیکھی لیکن اس کے عمل سے پہچان گیا ہوں۔ وہ دشمن ہم لوگوں کے لیے مصیبت بنا ہوا ہے اور تمھارے لیے بھی بن سکتا ہے کیونکہ تم نے میری مدد کی تھی۔"

"میری فکر نہ کرو۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے میری طرف سے مطمئن ہو گئے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ تم مجھے یرغمال بنا کر لے جا رہے تھے، حقیقت کوئی نہیں جانتا۔"

"یہی تو میں تمھیں سمجھانا چاہتا ہوں۔ اگر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کبھی میرے دماغ میں پہنچ کر مجھے کمزور بنائے گا اور میرے اندر کی باتیں معلوم کرے گا تو اسے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ڈان مورس نامی ایک جوان نے میرے فرار ہونے کے سلسلے میں میری بھرپور مدد کی تھی۔"

"ہاں، وہ اس طرح معلوم کر سکتا ہے لیکن تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے؟"

"میرے چار ساتھی اس وقت حیفہ کی جیل میں ہیں۔ اس کمبخت نے ان کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کر لیا تھا کہ وہ فلسطینی مجاہدین ہیں' بہ ظاہر عام شہری بن کر رہتے ہیں اور بہ باطن اسرائیلی حکومت کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ تو اچھا ہوا کہ وہ چاروں میری اصلیت نہیں جانتے۔ میرا اصل ٹھکانا نہیں جانتے ورنہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغ سے میرے دماغ تک پہنچ جاتا۔"

"تم درست کہتے ہو، میں تمھارا شکر گزار ہوں، تم نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کے وجود سے آگاہ کیا۔ میں بھی کسی کا احسان زیادہ دیر سر پر نہیں رکھتا۔ بولو، تمھارے چار ساتھیوں کے نام کیا ہیں، میں انھیں جیل سے نکال لاؤں گا۔ انھیں کہاں پہنچانا ہے، یہ بھی بتا دو۔"

"نہیں دوست، میرے اور ساتھیوں کے بارے میں مزید سوال نہ کرو کیونکہ میں نے بھی تمھارے متعلق کوئی سوال نہیں کیا۔ یہ نہیں پوچھا کہ تم کون ہو' تمھاری اصلیت کیا ہے۔ میرے لیے اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ تم مسلمان ہو۔ یقیناً کسی مقصد کے تحت یہ روپ اختیار کیا ہوگا ہو سکتا ہے' میری تمھاری منزل ایک ہی ہو۔ جب ہم منزل کے قریب پہنچیں گے اور ایک دوسرے کے سامنے آئیں گے تو پھر ایک دوسرے پر احسان کریں گے۔ اس وقت تک کے لیے خدا حافظ۔"

اُس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر آرام سے ٹیک لگا کر صوفے پر بیٹھا اور خلا میں تکنے لگا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے ہڑبڑا گیا۔ ایک ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر سوچنے لگا۔ 'ابھی مجھے کیا ہوا تھا۔ ایسا لگتا ہے جیسے میں خواب دیکھ رہا تھا اور نیند کی حالت میں فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کر رہا تھا کسی سے باتیں کر رہا تھا۔ باتیں بھی کچھ

کچھ یاد ہیں۔ شاید اسی ارب پتی کے ناول سے گفتگو کر رہا تھا۔ آخر یہ سب کیا ہے؟"

میں نے کہا۔ "اسے ٹیلی پیتھی کہتے ہیں؟"

اس نے چونک کر ادھر اُدھر دیکھا۔ میں نے کہا۔ "میں تمہارے دماغ کے اندر بول رہا ہوں۔ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

وہ ایک دم سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بے یقینی سے بولا۔ "فرہاد صاحب! آپ! کیا وہی فرہاد جن کا ذکر حدیقہ کرتی ہے۔"

حدیقہ کا نام سنتے ہی اچانک میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب آتش جوان تھا۔ میں نے بیروت سے کئی سو کلومیٹر کے فاصلے پر ساحلی قلعے میں اس کے ساتھ ایسے رنگین و سنگین لمحات گزارے تھے جنھیں میں کبھی بھول نہیں سکتا تھا۔ ہماری محبت عجیب و غریب تھی۔ ہم ایک دوسرے کے بہت قریب تھے جیسے سانسیں انسان کی جان کے قریب ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود آج تک میں نے حدیقہ کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ ایک میری ہی کیا بات ہے۔ اس کے ساتھ برسوں سے جہاد کرنے والے فلسطینی مجاہدوں نے بھی اس کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ وہ ہمیشہ چادر اوڑھتی تھی اور اس چادر کا گھونگھٹ اس طرح بنائے رکھتی تھی کہ اس کی اوٹ سے دنیا کو دیکھتی تھی مگر دُنیا والے اسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ایسی ہی حالت میں وہ اتنی خطرناک حملہ آور ثابت ہوتی تھی کہ دُشمن اس کے نام سے کانپتے تھے۔

میں نے جمال بن مصطفےٰ سے کہا۔ "حدیقہ نے اپنے ایک محبوب کی لاش کے پاس قسم کھائی تھی، جب تک اپنے محبوب کے قاتل یہودیوں کو چُن چُن کر ختم نہیں کرے گی اور فلسطین کو آزاد نہیں کرائے گی، اس وقت تک زبان سے ایک لفظ نہیں بولے گی۔ گونگی بن کر رہے گی اور اپنا چہرہ کسی کو نہیں دکھائے گی۔ ہمیشہ چادر میں چھپی رہے گی۔"

اس نے کہا۔ "جی ہاں، وہ آج بھی اپنی اس قسم پر عمل کر رہی ہے۔ ہم میں سے کسی نے نہ تو اس کا چہرہ دیکھا ہے اور نہ اس کی آواز سنی ہے۔"

"پھر تم کیسے کہتے ہو کہ حدیقہ میرا ذکر کرتی ہے؟"

"اس کا انداز کچھ عجیب ہے۔ جب وہ ساحل پر ہوتی ہے تو ریت پر آپ کا نام لکھتی ہے۔ جب کشتی میں سفر کرتی ہے تو پانی میں اپنی کلمے کی انگلی پھیرتی ہے۔ ہم صاف طور پر اس نام کے ہجّے پڑھ لیتے ہیں۔ جو آپ کو قریب سے جانتے ہیں وہ کہتے ہیں، حدیقہ کبھی کاغذ پر یا کسی دیوار پر یہ نام نہیں لکھتی۔ ایسی جگہ لکھتی ہے جہاں یہ نام ہوا سے، پانی سے مٹ جاتا ہے جیسے آپ اس کی زندگی میں آئے اور جیتے جی مٹ گئے۔"

مجھے اس کا ذکر سن کر دُکھ ہو رہا تھا۔ میں تو سمجھ رہا تھا، اس طویل عرصے میں شاید وہ اس دُنیا سے رخصت ہو گئی ہوگی۔ مجاہدوں کی زندگی کا کیا بھروسا، پانی کے بُلبُلے ہوتے ہیں۔ آج موجود ہیں کل نابود ہو جاتے ہیں لیکن وہ موجود تھی۔

میں نے پوچھا۔ "وہ کہاں ہے؟"

"پتا نہیں جناب، چھ مہینے پہلے بیروت میں دیکھا تھا۔ اب خدا جانے کہاں ہوگی؟"

حدیقہ نے مجھ سے عجیب رشتہ قائم کیا تھا، نہ بولنے کا رشتہ تھا، نہ ایک دوسرے کو دیکھنے کا۔ اب میں اس کے دماغ میں بھلا کیسے پہنچتا۔ کبھی میں نے اس کی آنکھیں نہیں دیکھیں، کبھی اس کی آواز نہیں سُنی۔ کبھی تقدیر ہی ہمیں ملا سکتی تھی۔ میں نے کہا۔ "تم اپنی تنظیم والوں کے ذریعے حدیقہ کا سراغ لگاؤ۔ مجھے اس سے مل کر خوشی ہوگی۔"

"میرے آدمی اسے ضرور تلاش کریں گے۔"

"اگر تمہارے وہ چاروں ساتھی جیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہو جائیں تو تم انھیں کس طرح کسی خفیہ اڈے تک پہنچا سکو گے؟"

"ہم پہلے سے انتظامات مکمل رکھتے ہیں۔ جیسے ہی ہمارا کوئی ساتھی فرار ہونے میں کامیاب ہوتا ہے، ہم اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیتے ہیں۔"

"تو پھر اس جیل کے قریب کہیں موجود رہو، مجھے جگہ بتا دو، تمہارے چاروں ساتھی وہاں پہنچ جائیں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "آپ نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ میں آپ سے یہی درخواست کرنے والا تھا۔"

"تم جیل کے سامنے گاڑی لے کر تیار رہو۔ تمہارے وہ چاروں ساتھی وہاں سے نکلیں گے۔ اس سے پہلے تم جیلر سے یا جیل کے کسی سینیئر آفیسر سے فون پر گفتگو کرو۔ میں اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتا ہوں۔"

اس نے ریسیور اٹھایا، نمبر ڈائل کر کے رابطہ قائم کیا۔ جیلر سے گفتگو کی۔ یوں ان کے پاس مجھے پہنچا دیا۔ میں تھوڑی دیر اس کے پاس رہ کر جیل خانے کے قاعدے قوانین معلوم کرتا رہا۔ پھر ایک رجسٹر کھول کر اس کے ہاتھ سے لکھوایا۔ وہ لکھنے لگا۔ "مجھے ابھی فون کے ذریعے اعلیٰ افسر نے حکم دیا ہے کہ ان چار فلسطینی مجاہدوں کو جو میری جیل میں قیدی کی حیثیت سے ہیں، انھیں حیفہ جیل سے جافہ جیل منتقل کر دیا جائے۔"

اس نے رجسٹر میں ضروری خانہ پُری کرنے کے بعد

سپاہیوں کو حکم دیا۔ "جیل کی گاڑی دروازے پر لاؤ اور ان چاروں قیدیوں کو مسلح گارڈز کے ساتھ اس میں بٹھا دو۔"

اس کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ قیدیوں کو لے جانے والی گاڑی جیل کے اندر داخل ہوئی۔ اس میں ان چار قیدیوں کو بٹھایا گیا۔ جو مسلح سپاہی انھیں لے جا رہے تھے، میں نے جیلر سے ان کی گفتگو کرائی۔ ان کی آواز اور لب و لہجے کو سنا۔ گاڑی ڈرائیو کرنے والے کے دماغ میں بھی پہنچ گیا۔ جمال بن مصطفےٰ یقیناً جیل خانے کے باہر انتظار کر رہا ہوگا۔ میں ابھی اسے بتا نہیں سکتا تھا کہ اس کے ساتھی، قیدیوں کی گاڑی میں جا رہے ہیں۔ اگر میں جیلر کے دماغ کو ذرا دیر کے لیے بھی چھوڑ دیتا تو کھیل بگڑ جاتا۔ جب قیدیوں کی گاڑی وہاں سے چل پڑی تو میں جیلر کو اس کے کمرے میں لایا۔ اس کی الماری سے شراب کی بوتل نکالی۔ پھر اسے باتھ روم میں لے گیا۔ اس نے باتھ روم کا دروازہ اندر سے بند کیا۔ بوتل کا مُنہ کھولا۔ پھر اسے مُنہ سے لگا کر غٹا غٹ پیتا چلا گیا۔ اگر وہ اپنے آپ میں ہوتا تو کبھی پانی ملائے بغیر اور ایک پیگ بنائے بغیر شراب نہ پیتا۔ جبکہ وہ خالص شراب حلق سے انڈیلتا جا رہا تھا۔ جب اس نے آدھی بوتل حلق سے انڈیل لی تو میں نے اس کے مُنہ سے بوتل ہٹا دی۔ میرے ہر معمول کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔ جیسے ہی میں دماغ کو آزاد چھوڑتا ہوں، وہ چکرا کر رہ جاتا ہے کہ وہ دماغی طور پر کس طرح غائب ہو گیا تھا لیکن اسے اپنے بارے میں سوچنے کا زیادہ موقع نہیں ملا۔ آدھی بوتل شراب اپنا اثر دکھا رہی تھی۔ اس کا سر گھوم رہا تھا۔ وہ ہاتھ میں بوتل پکڑے ہوئے تھا، اسے غور سے دیکھ رہا تھا مگر یہ سوچنے کی قوت نہیں تھی کہ بوتل کہاں سے آ گئی اور وہ باتھ روم میں کیسے پہنچ گیا۔ میں نے اس کے مُنہ سے پھر بوتل لگائی۔ اسے تھوڑی سی اور پلائی، پھر اسے اس کے حال پر چھوڑ کر جمال کے پاس آیا۔ اس سے کہا۔ "قیدیوں کو لے جانے والی گاڑی حیفہ روڈ پر جا رہی ہے، اُدھر چل پڑو مگر گاڑی والوں کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے ساتھی خود بخود تمہارے پاس آ جائیں گے۔"

گاڑی کے پچھلے حصّے میں ان چار مجاہدوں کے ساتھ دو مسلح سپاہی بیٹھے ہوئے تھے اور دو مسلح سپاہی ڈرائیور کے ساتھ اگلی سیٹ پر تھے۔ پچھلی طرف سے ایک سپاہی نے آواز دی۔ "گاڑی روکو۔ ایک قیدی مر رہا ہے۔ اسے فوری طبّی امداد کی ضرورت ہے۔"

ڈرائیور نے گاڑی روک دی۔ اگلی سیٹ سے دونوں مسلح سپاہی فوراً باہر آئے۔ پھر انھوں نے پچھلا دروازہ کھول کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

میرے معمول سپاہی نے اپنی بندق سے دو گولیاں چلائیں۔ دونوں کو نشانہ بنایا۔ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے سپاہی نے اس پر حملہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ تم نے کیا کیا معلوم ہوتا ہے تمہارا دماغ چل گیا۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے الگ کیا۔ پھر اس کے ہاتھوں اپنے معمول سپاہی کو ہلاک کرا دیا۔ ڈرائیور بھی اپنی سیٹ سے اُتر آیا تھا۔ وہ دور کھڑا حیرانی سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا اور سہما ہوا تھا۔ اب آخری بچے ہوئے سپاہی نے ان چاروں قیدیوں سے کہا۔ "چلو، اترو اور یہاں سے بھاگ جاؤ۔ وہ پیچھے آنے والی گاڑی تمہارے انتظار میں کھڑی ہے۔"

وہ چاروں مجاہدین دوڑتے ہوئے جمال کی گاڑی میں آ گئے۔ جمال نے اپنی گاڑی کو واپس گھمایا۔ پھر دوسرے راستے پر چل پڑا۔ جب وہ بہت دور نکل گیا تو میں نے اس مسلح سپاہی کے ذریعے ڈرائیور سے کہا۔ "چلو، اب ہم خالی گاڑی لے جائیں گے۔"

ایسے ہی وقت رسونتی نے مجھے مخاطب کیا۔ "فرہاد! ہم اپنے بیٹے تک پہنچ سکتے ہیں۔ ذرا آ کر دیکھو، وہ کیا کر رہا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا ہمیں پارس کے دماغ میں جگہ مل سکتی ہے؟"

"نہیں، اس کے دماغ میں پہنچنا مشکل ہے۔ اس نے جیری جیکب کے سر پر ریوالور کے دستے سے ضرب لگائی تھی۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اب ہوش میں آ گیا ہے لیکن اس کا دماغ کمزور ہے۔ ہماری خیال خوانی کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکتا، اس کے پاس چلے آؤ۔"

ہم نہیں جانتے تھے کہ پارس نے کس طرح جیری جیکب کو قابو میں کیا تھا۔ جب رسونتی کے کہنے پر میں جیکب کے دماغ میں پہنچا تو وہ ایک کرسی سے بندھا ہوا تھا۔ اس کی ایک ہتھیلی ساتھ والی میز پر رکھی ہوئی تھی۔ پارس نے اس کی کلائی کو تھام رکھا تھا اور ہاتھ میں ایک چھوٹی سی، پتلی سی کیل لے کر اسے دکھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "میں اس کیل کو تمہارے ناخنوں کے اندر چبھوتا جاؤں گا اور تمہارے ناخن اکھاڑتا جاؤں گا۔ تم اندازہ کر سکتے ہو کہ تمہیں کتنی تکلیف پہنچے گی۔"

اس نے کیل کو ایک انگلی کے ناخن اور گوشت کے درمیان چبھویا وہ تکلیف اور درد کی شدت سے تڑپ کر بولا۔ "نہیں نہیں! ایسا نہ کرو۔ میں مر جاؤں گا۔"

"تو پھر دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور پتے بتاؤ۔"

"م... میں نہیں جانتا۔ سچ کہتا ہوں، مجھے کسی کا نام اور پتا نہیں معلوم۔"

پارس نے ایک کپڑا اس کے منہ میں ٹھونس دیا پھر دوسرے کپڑے سے منہ کو باندھتے ہوئے کہا۔ "تم تکلیف کی شدت سے تڑپتے رہو گے مگر چیخ نہیں سکو گے۔ چیخنا چاہو گے تو آواز نہیں ابھرے گی۔ کوئی تمہاری مدد کے لیے نہیں آسکے گا۔"

میں اتنی دیر میں اس کے دماغ سے معلوم کر چکا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام جانتا ہے لیکن ان کا پتا ٹھکانا نہیں جانتا۔ وہ سب ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد اپنے اپنے ٹھکانوں کو چھوڑ چکے تھے۔ کوئی نیا ٹھکانا بنا لیا تھا۔ میری خیال خوانی کے دوران جیری جیکب تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ یوں زور لگانے لگا جیسے رسیاں توڑ کر آزاد ہونا چاہتا ہو۔ کرسی سے اٹھ کر بھاگنا چاہتا ہو لیکن یہ اس کے بس میں نہیں تھا۔ پارس اس کے ایک ناخن اور گوشت کے درمیان کیل گھسا کر اس کے گوشت کو کھرچ رہا تھا اور وہ تکلیف کی شدت سے نڈھال ہو کر ہاں، ہاں کے انداز میں سر ہلا رہا تھا۔ پارس نے پوچھا۔ "کیا نام اور پتا بتاؤ گے؟"

اس نے پھر جلدی سے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ پارس نے اس کے منہ سے کپڑا کھولا پھر منہ میں ٹھنسے ہوئے کپڑے کو نکالا۔ منہ کھلتے ہی اسے آزادی سے کھل کر کراہنے کا موقع ملا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ اس دوران اس نے کئی بار خیال خوانی کی کوشش کی تھی۔ کسی طرح اپنے آدمیوں کو اطلاع دینا چاہتا تھا کہ وہ کہاں قید کیا گیا ہے اور کس طرح وہاں پہنچ کر پارس کی قید سے رہائی دلائی جا سکتی ہے لیکن اس کا دماغ کمزور ہو چکا تھا، خیال خوانی کی پرواز نہیں کر سکتا تھا۔ پارس نے اسی لیے اس کے سر پر ضرب لگائی تھی، اس کے بعد ہی اسے اذیتیں دینا شروع کی تھیں تاکہ وہ خیال خوانی کے قابل نہ رہے۔

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "اے جوان، میں تیرے ہاتھوں سے مرنا نہیں چاہتا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں، جو کہوں گا، سچ کہوں گا۔ خدا کے لیے مجھ پر بھروسا کر لینا۔ میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام جانتا ہوں لیکن ان کا پتا ٹھکانا نہیں جانتا۔ یہ علم سیکھنے کے بعد سب لوگوں نے اپنی رہائش گاہیں چھوڑ دی تھیں۔ میں نہیں جانتا، وہ کہاں ہیں اور کیا کرتے پھر رہے ہیں۔ میں خود اپنی رہائش گاہ چھوڑ چکا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے ایک ہی رات میں اتنی دولت حاصل کی تھی کہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل کا مالک بن گیا تھا اور دوسری کئی جگہ خفیہ رہائش گاہیں بنا لی تھیں۔"

"تم اپنی بات نہ کرو۔ دوسروں کے متعلق بتاؤ۔"

"تم مجھ سے چاہے جیسی قسم لے لو۔ اگر زبردستی کرو گے اور خواہ مخواہ میری جان لینا چاہو گے تو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ میں مر جاؤں گا لیکن ان کا پتا نہیں بتا سکوں گا کیونکہ میں جانتا ہی نہیں ہوں۔"

"ان کے نام بتاؤ؟"

"ایک کا نام ڈینی دانیال ہے۔ وہ یہودی ہے۔ چونکہ نیویارک میں یہودیوں کی آبادی زیادہ ہے لہٰذا وہ اس شہر میں ضرور کہیں چھپا ہوگا۔"

"اس کا حلیہ بتاؤ؟"

وہ ڈینی دانیال کا حلیہ بتانے لگا۔ میں بھی توجہ سے سن رہا تھا۔ اس کے بعد وہ باقی دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور ان کے حلیے بتانے لگا تھا۔ ایسے ہی وقت اچانک اس کی سانس رکنے لگی۔ پارس نے اسے بہت اذیتیں پہنچائی تھیں۔ اس کی جان آدھی ہو گئی تھی لیکن وہ اتنا بھی کمزور نہیں تھا کہ تشدد کے اس مرحلے پر سانس اکھڑنے لگے۔ میں اس کے دماغ میں بڑی حد تک توانائی پیدا کر رہا تھا تاکہ وہ جلد سے جلد پارس کو ان دونوں کے نام اور حلیے بتا دے۔ ویسے میں اس کے چور خیالات پڑھ چکا تھا۔ ان دونوں کے نام اور حلیے معلوم کر چکا تھا مگر یہ تفصیل میں پارس کو نہیں بتا سکتا تھا۔ وہ اس کی زبان سے ہی سن لیتا تو بہتر ہوتا۔

میں نے محسوس کیا، توانائی پہنچانے کے باوجود وہ سوچ تو سکتا ہے مگر زبان نہیں ہلا سکتا۔ تب سمجھ میں آیا، ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کی زبان بھی روک رہا ہے اور سانس بھی۔ وہ خلافِ توقع اس کے دماغ میں آیا تھا۔ مجھے ذرا بھی اس کی آمد کا شبہ ہوتا تو میں پہلے ہی جیری جیکب کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیتا۔ اس کی یہ چال کامیاب نہ ہوتی۔ اب وہ قبضہ جما چکا تھا، میں صرف اس کے دماغ کو رہائی دلانے کی کوشش کر سکتا تھا۔ ہماری اس جدوجہد کے دوران اس کی سانس پوری طرح اکھڑ گئی۔ وہ بے دم ہو گیا اور اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

اس کی آخری سانس باقی رہنے تک پارس کی آواز مجھے سنائی دیتی رہی۔ وہ اسے جھنجوڑ رہا تھا۔ اسے آنکھ کھولنے اور کچھ بولنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اس کے بعد مجھے اس کی آواز سنائی نہیں دی۔ جیری جیکب سے اس کی زندگی کا رشتہ کٹتے ہی ہم باپ بیٹے کا درمیانی رابطہ کٹ گیا۔ رسونتی نے پریشان ہو کر کہا۔ "میرا بیٹا پھر گم ہو گیا!"

"ہاں، ایک جیری جیکب تھا۔ وہ بھی ہمارے درمیان نہ رہا۔"

"اسے نہیں مرنا چاہیے تھا۔ کیا تم نے اسے بچانے کی کوشش کی تھی؟"

"کیا موت سے کسی کو بچایا جا سکتا ہے؟"

"میں اسے بچانے کی کوشش کر رہی تھی۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی قوت اس کی سانس بند کر رہی ہے۔ کیا تم ایسا کر رہے تھے؟"

میں نے پوچھا۔ "ایسا دوست کرتے ہیں یا دشمن؟"

وہ حیرانی سے بولی۔ "کیا اس کے دماغ میں کوئی دشمن بھی موجود تھا؟"

"بیشک! ایسا ہی تھا۔ تب ہی تو اچانک اس کی سانس اکھڑ گئی۔"

"میں ابھی فرزانہ کو اس بنگلے میں پہنچاتی ہوں جہاں پارس موجود ہے۔"

"کیا تم سمجھتی ہو، فرزانہ کے پہنچنے تک پارس وہاں جیکب کی لاش کے قریب بیٹھا رہے گا؟"

"تو پھر کیا کروں؟"

"صبر کرو۔"

"کیا وہ فرزانہ سے ملاقات کرے گا؟"

"سنا ہے محبت کچے دھاگے سے باندھ کر محبوب کو لے آتی ہے۔ تمہارے بیٹے کی محبت میں دم ہوگا تو وہ ایک دوسرے سے ضرور ملیں گے۔"

❁

جہاں مال و دولت کی کمی نہ ہو، وہاں شادی کی تیاری میں دیر نہیں لگتی۔ صبح سے شام تک ایسی بھاگ دوڑ رہی کہ رات ہوتے ہوتے دوسرے دن شادی کا مکمل انتظام ہو گیا۔

نینسی اس کی زندگی میں تیسری دلہن بن کر آ رہی تھی۔ وہ حسین تھی، دلنشین تھی۔ پارس اس کے ساتھ بہت سا وقت گزار سکتا تھا، لیکن ساری زندگی گزارنے کے لیے اپنی اصلیت ظاہر کرنا ضروری تھا۔

مشکل یہ تھی کہ سمارتھا کی طرح نینسی خود غرض اور مکار نہیں تھی۔ لالچی اور دھوکے باز نہیں تھی۔ اگر ایسی ہوتی تو اسے ایک دن ٹھکرا کر چلے جانا آسان ہوتا۔ وہ دل سے محبت کرنے والی کو دھوکا دے کر خود کو اخلاقی پستیوں میں گرانا نہیں چاہتا تھا۔

دوسری صبح نینسی نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "آج ہماری شادی ہے مگر تم خوش نہیں ہو، کچھ پریشان نظر آ رہے ہو۔ کچھ کیا، زیادہ ہی پریشان ہو۔ بات کیا ہے؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں، اتنی جلدی شادی نہیں کرنا چاہتا۔ میں نہیں چاہتا، بعد میں تمہیں پچھتانا پڑے۔"

"تم کیسی باتیں کرتے ہو۔ میں نے چند دنوں میں تمہیں اچھی طرح دیکھ لیا ہے، سمجھ لیا ہے، پرکھ لیا ہے۔ تم پہلے ہی دن سے میرے حواس پر چھا گئے ہو۔ میں یقین دلاتی ہوں، تم سے شادی کر کے کبھی نہیں پچھتاؤں گی۔"

"اگر میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں تو؟"

"شادی سے پہلے چھوڑ کر جاؤ گے تو بہت روؤں گی۔ شادی کے بعد جاؤ گے تو آہیں بھروں گی اور تمہارا انتظار کرتی رہوں گی خواہ ساری عمر انتظار کرنا پڑے، لیکن پچھتاؤں گی نہیں۔ کیونکہ میں پورے ہوش و حواس میں رہ کر تم سے شادی کا فیصلہ کر رہی ہوں۔ اور فیصلہ کرنے کے بعد پچھتانا سراسر نادانی ہے۔"

وہ شام تک رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ وہ اس کی دلہن بن گئی۔ دونوں دولہا دلہن کے لباس میں تھے اور شام کی پارٹی میں مہمانوں کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ ان سے مبارک باد اور قیمتی تحائف حاصل کر رہے تھے۔ اسرائیل کے ہر حصے سے بڑے بڑے تاجر اور سرمایہ دار اس تقریب میں آئے تھے۔ وہ فوجی افسران بھی شریک ہوئے تھے جن کا تعلق اسٹیل مل سے کسی نہ کسی طرح تھا۔ وہاں انھوں نے باتوں ہی باتوں میں ہلاک ہونے والے فوجی میجر کا ذکر چھیڑ دیا تھا۔ اس ذکر کے ساتھ یہ بات چل نکلی کہ کسی نے ایک ملٹری انٹیلی جنس سے تعلق رکھنے والے جاسوس کی آنکھ نکال لی ہے۔ پھر اس روز کے اخبارات میں شائع ہونے والی یہ خبر بھی گفتگو کا موضوع بن گئی کہ چار فلسطینی مجاہد جیل سے پراسرار طور پر غائب ہو گئے ہیں۔

اس بات سے سب متفق تھے کہ پارس انتقامی کارروائی کے لیے آیا ہے اور اس کا باپ خیال خوانی کے ذریعے اس کی مدد کر رہا ہے ورنہ پارس کی ابھی عمر ہی کیا ہوگی۔ وہ ملٹری انٹیلی جنس کے اتنے تجربہ کار اور خطرناک فائٹر کے سامنے آ کر آسانی سے آنکھ نکال کر نہیں جا سکتا تھا۔ اس کے پیچھے ٹیلی پیتھی کی طاقت چھپی ہوئی ہے۔ پھر وہ چار فلسطینی مجاہد جس انداز میں جیل سے نکل کر گئے ہیں

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب ٹیلی پیتھی کا کارنامہ ہے۔
پارس نے نینسی کے قریب جھک کر سرگوشی میں کہا۔" یہ لوگ ہماری شادی کی خوشی میں شریک ہونے آئے ہیں۔ ہم نے ان کے لیے ناچ گانے اور موسیقی کا انتظام کیا ہے۔ اس کے باوجود یہ اندر ہی اندر سہمے ہوئے ہیں۔ کیا یہ تھوڑی دیر کے لیے فرہاد علی تیمور کی ٹیلی پیتھی کو بھول نہیں سکتے؟"
نینسی نے حقارت سے کہا۔" مجھے اس شخص کے نام سے نفرت ہے۔"
"کس شخص کے نام سے؟"
"وہی فرہاد علی تیمور۔"
"اس نے تمھارا کیا بگاڑا ہے؟"
"کیسی باتیں کرتے ہو۔ وہ ہمارے پورے ملک اور پوری قوم کا دشمن ہے۔"
"کیا وہ خواہ مخواہ دشمنی کر رہا ہے؟"
"تم تو جانتے ہی ہو، مسلمان ازل سے ہم یہودیوں کے دشمن ہیں۔"
"میں تمام مسلمانوں کی نہیں، صرف فرہاد علی تیمور کی بات کر رہا ہوں۔ اس کی دشمنی میں کوئی وجہ تو ہوگی۔"
وہ ناگواری سے بولی۔" ہاں، ہمارے یہاں کی ایک یہودی لڑکی شیبا تھی۔ سب اسی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ پتا نہیں اس نے کس طرح ٹیلی پیتھی کا علم سیکھ لیا تھا، لیکن وہ بہت ہی احمق لڑکی تھی۔ اس نے یہودی ہو کر ایک مسلمان سے دل لگایا اور اس سے بڑی حماقت کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔"
"بھئی، یہ دل کا معاملہ ہے، کسی پر بھی آسکتا ہے۔ مختلف اقوام اور مختلف مذاہب کے لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور شادیاں بھی کر لیتے ہیں۔"
"وہ نارمل نہیں ہوتے یا پھر اپنے مذہب اور اپنی قوم سے محبت نہیں کرتے۔"
"اگر تمھیں کسی مسلمان لڑکے سے محبت ہو جائے تو؟"
"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، میں مر سکتی ہوں، مگر اپنے اوپر کسی مسلمان کا سایہ بھی برداشت نہیں کر سکتی۔"
"نینسی تم پر میرا سایہ پڑ رہا ہے۔"
"اں؟" اس نے چونک کر پارس کو دیکھا۔
وہ مسکرا کر بولا۔" ہمارے پیچھے کتنی تیز روشنی ہے۔ میرا سایہ تم پر پڑ رہا ہے۔"
وہ ہنستے ہوئے بولی۔" میری دعا ہے، یہ سایہ ہمیشہ مجھ پر پڑتا رہے۔"

وہ کشمکش میں پڑ گیا۔ ایک دل کہتا ہے، یہ لڑکی ہم مسلمانوں سے نفرت کرتی ہے۔ ہمارا سایہ تک برداشت نہیں کرتی، اس کے ساتھ اخلاق اور مروت سے پیش نہیں آنا چاہیے، لیکن ضمیر سمجھاتا تھا، دشمن قوم کی دشمن بیٹیوں کی بھی عزت آبرو ہوتی ہے۔ ان کی آبرو کو پامالی سے بچانا ایمان کی پختگی ہے۔
جب سے نینسی اس کے قریب ہونے لگی تھی تب سے وہ بڑی سنجیدگی سے سوچتا آ رہا تھا کہ کس طرح اس سے دامن بچائے اور اس کے دامن کو داغدار نہ کرے۔ اب تو شادی ہو چکی تھی۔ قانونی طور پر وہ اس کے جسم و جان کا مالک بن گیا تھا۔ اب کوئی اسے روک نہیں سکتا تھا۔ صرف ایمان روک رہا تھا۔
ایسے میں اچانک پارس کو ایک بچاؤ کا راستہ سجھائی دیا۔ اس وقت پوری محفل میں شراب کا دور چل رہا تھا۔ بڑی بڑی بوتلوں کے ساتھ شراب کی ٹرالیاں گھوم رہی تھیں۔ مختلف ٹرالیوں میں کھانے کا سامان بھی آ رہا تھا۔ پارس نے یکبارگی چیخ ماری پھر لڑکھڑایا اور ایک ٹرالی پر اوندھے منہ گرا۔ وہ ٹرالی اسے لیے ہوئے دور تک پھسلتی چلی گئی کتنے ہی لوگ اس کی طرف دوڑتے ہوئے آئے۔ سب اپنی اپنی باتیں بھول گئے تھے۔ اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔
ڈان مورس کے نانا اپنے ایک عزیز کے ساتھ اسے سہارا دے رہے تھے اور پوچھ رہے تھے۔" کیا ہوا، میرے بیٹے کو کیا ہو گیا؟"
پارس دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے خلا میں تک رہا تھا۔ نینسی دوڑتی ہوئی قریب آگئی تھی پھر اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر پوچھ رہی تھی۔" ڈان! کیا بات ہے؟ میری طرف دیکھو، تمھیں کیا ہو گیا ہے؟"
وہ بدستور خلا میں تکتے ہوئے کہنے لگا۔" کوئی میرے دماغ میں کچھ کہہ رہا ہے۔ ہاں، میں آواز سن رہا ہوں، نہیں، نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔"
اس کے چاروں طرف بھیڑ لگ گئی تھی۔ سب ہی پوچھ رہے تھے۔" آخر کیا بات ہے؟ تم ادھر خلا میں کیا تک رہے ہو۔ کیا سن رہے ہو؟"
پارس نے چند لمحوں کے لیے آنکھیں بند کیں پھر انہیں کھول کر چاروں طرف کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "میرے دماغ میں فرہاد علی تیمور بول رہے ہیں؟"
"کیا؟" سبھی گھبرا سے گئے کتنے ہی لوگ دور ہٹ گئے۔
پھر پارس کی آواز بھرا گئی۔ وہ اپنے پاپا کی آواز اور لہجے میں بولنے لگا۔" ہاں، میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ یہ لڑکی جو نئی نویلی دلہن بنی ہے۔ آج اپنی نئی زندگی کی ابتدا کرنے سے پہلے مجھ سے نفرت ظاہر کر رہی تھی۔ یہ ہم مسلمانوں کو اتنا کمتر سمجھتی ہے کہ ہمارا

...بھی اپنے اوپر برداشت نہیں کرتی۔ لہٰذا اب ایک مسلمان ...یہ اس پر ضرور پڑے گا۔"
اس کے نانا نے گھبرا کر پارس کو دیکھتے ہوئے کہا۔" نہیں، ...ں فرہاد صاحب! میری نواسی ناداں ہے۔ اس نے نادانی میں ...ا بات کہہ دی ہے۔ ہم اس کی طرف سے معافی مانگتے ہیں۔ ...ی آپ سے معافی مانگے گی۔"
"میں نے معاف نہ کرنے کا سبق تم یہودیوں سے سیکھا ہے، ...لوگوں نے اپنی قوم کی بیٹی شیبا کو معاف نہیں کیا۔ اسے شرمناک ...موکا دے کر مار ڈالا۔ میں بھی تمھاری نواسی کو معاف نہیں کروں گا ...اپنے دلہا ڈان مورس کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم نہیں کر سکے ...ں جب بھی ڈان مورس نینسی کے قریب جانا چاہے گا۔ میں ...ں کے دماغ میں زلزلے پیدا کر دوں گا۔ یہ دماغی مریض بنتا جائے ...ا میں نے جو کہہ دیا وہ پتھر کی لکیر ہے اس کے بعد کسی کی فریاد ...سنا اور کسی کو معاف کرنا نہیں چاہوں گا۔ ویل آل، میں جا رہا ہوں، ...جب یہ محفل تمام ہوگی، مہمان رخصت ہو جائیں گے، دلہا دلہن ...و تنہائی نصیب ہوگی تو میں ان کے درمیان چلا آؤں گا۔"
پارس یہ کہتے ہی خاموش ہوا پھر نڈھال سا ہو کر آگے ...پیچھے جھولنے لگا۔ اس کے نانا اور دوسرے عزیزوں نے اسے ...سنبھالا دیا۔ اب وہ اپنی آواز میں کہہ رہا تھا۔" یہ مجھے کیا ہو گیا تھا ...میں چند لمحوں کے لیے دماغی طور پر کیسے غائب ہو گیا تھا؟ یہ ...میرا سر پھوڑے کی طرح کیوں دکھ رہا ہے؟"
پھر اس نے نانا کے بازو کو تھام کر پوچھا۔" او مائی گرینڈ پا! میرا سر دکھ رہا ہے۔ پتا نہیں سر میں کس قسم کا زلزلہ پیدا ہوا تھا۔ اگر آئندہ بھی ایسا ہوا تو میں مر جاؤں گا۔"
نانا جان نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔" تمھارے دشمن مریں!" پھر وہ ایک دم سے گھبرا کر بولے۔" م م میں فرہاد صاحب کو نہیں کہہ رہا۔ میں فرہاد صاحب کو دشمن نہیں سمجھتا۔ اگر وہ موجود ہیں اور ہماری باتیں سن رہے ہیں تو پلیز میری ایک بات کا جواب دیں۔ میں اپنی نواسی کی غلطیوں کی تلافی کس طرح کر سکتا ہوں؟"
پارس چند لمحوں تک خلا میں تکتا رہا پھر بولا۔" گرینڈ پا! مسٹر فرہاد کہہ رہے ہیں، جب تک نینسی کسی مسلمان سے شادی نہیں کرے گی اس وقت تک میرا ہاتھ بھی نہیں پکڑ سکے گی۔"
نینسی نے چیخ کر کہا۔" ہرگز نہیں، میں کسی مسلمان سے شادی نہیں کروں گی۔ میری شادی ہو گئی ہے مسٹر فرہاد، تم ساری دنیا میں مشہور ہو، کتنے ہی لوگ تمھارے گن گاتے ہیں، لیکن تم اخلاق سے گری ہوئی باتیں کر رہے ہو۔ ایک شادی شدہ لڑکی کو کسی مسلمان سے منسوب کرنا چاہتے ہو۔"
پارس نے پھر اپنے پاپا کی آواز اور لب و لہجے میں کہا۔" میں فی الحال بولنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن تم نے مجھے اخلاقی درس دینے کی کوشش کی ہے تو تمھیں سمجھا دوں، تم سے زیادہ دنیا میں نے دیکھی ہے اور اخلاقیات کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ میں کہہ چکا ہوں، میری بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے تم ایک مسلمان سے منسوب کی جاؤ گی اور وہ مسلمان تمھارا اپنا ہی شوہر ہوگا۔"
اس کے نانا نے کہا۔" مسٹر فرہاد! یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ اس کا شوہر تو میرا نواسا ہے، ڈان مورس اور یہ بھی ہماری طرح یہودی ہے۔"
"بے شک، یہودی ہے لیکن اگلے پل کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہو سکتا ہے۔"
نینسی نے پوچھا۔" کیا تم زبردستی ایک یہودی کو مسلمان بنانا چاہتے ہو؟"
"تمھارے اکابرین نے شیبا سے جنم لینے والے بیٹے کو میرا بیٹا کہا اور اسے مسلمان قرار دے کر یہودی بنانے کا عزم کیا تھا۔"
ان سب کو تھوڑی دیر کے لیے چپ لگ گئی۔ پارس نے پھر اسی لہجے میں کہا۔" میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ رہا ہوں۔ ہم جو کچھ تم سے سیکھتے ہیں، وہی تمھاری طرف لوٹا دیتے ہیں۔ لہٰذا

تم ڈان موریس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہو تو اس کا ایک ہی راستہ ہے۔ اسے دل سے اسلام قبول کرنے دو۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ کوئی دل سے تمہارا مذہب قبول کرے گا؟"

"میں دماغوں میں گھس کر دل کی بات معلوم کر لیتا ہوں۔ مجھ سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ اگر یہ دل سے قبول نہیں کرے گا تو تمہارے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم نہیں کر سکے گا۔ اگر اس نے دل و جان سے اسلام قبول کیا تو سمجھو یہ سچ مچ مسلمان ہو گیا۔ پھر یہ مسلمان ہی رہے گا۔ پلٹ کر یہودی نہیں بنے گا۔ بنے گا تو میں اس کے ساتھ پھر وہی سلوک کروں گا۔"

پارس نے دونوں آنکھیں بند کر لیں۔ گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ وہاں جتنے لوگ موجود تھے اسے توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ آنکھیں کھول کر اپنے چاروں طرف کھڑے ہوئے لوگوں کو ایسے دیکھنے لگا جیسے نیند سے بیدار ہوا ہو۔ اس نے تھکے تھکے سے انداز میں کہا: "میں آپ سب سے معذرت چاہتا ہوں۔ مجھے آرام کرنا چاہیے۔ ورنہ میں اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ سکوں گا۔"

سب نے تائید کی کہ اسے کمرے میں جا کر آرام کرنا چاہیے۔ وہ بوڑھے نانا کا سہارا لے کر سیڑھیاں چڑھتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آیا۔ اس بیڈ روم کو خاص طور پر سجایا گیا تھا۔ وہاں نینسی دلہن بن کر آنے والی تھی۔ وہ آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے نانا نے سر کو محبت سے سہلایا پھر کہا: "تم آرام سے لیٹے رہو۔ میں جا رہا ہوں۔"

وہ باہر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد نینسی دروازہ کھول کر اندر آئی۔ اس نے دروازے پر سے ہی کہا: "میں نہیں جانتی... مسٹر فرہاد ہمارے درمیان موجود ہیں یا نہیں؟ میں التجا کرتی ہوں، ہمیں تنہائی میں ایک جگہ رہنے دیں۔ میں وعدہ کرتی ہوں، ڈان کے قریب رہوں گی، مگر اسے ہاتھ نہیں لگاؤں گی۔"

پارس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا، پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا: "نینسی! ہم نے کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا۔ ہم میاں بیوی بن گئے، مگر تمہاری ایک غلطی سے سارا کام بگڑ گیا۔ تمہیں کسی مسلمان کے خلاف بولنے کی کیا ضرورت تھی؟"

وہ رونے کے انداز میں آگے بڑھتے ہوئے بولی: "میں بول کر پچھتا رہی ہوں۔"

"جب تک کسی بولنے والے کو سزا نہیں ملتی، اس وقت تک وہ دوسرے مذاہب کے خلاف بولتا رہتا ہے۔ آخر دوسروں پر کیچڑ اچھال کر کیا ملتا ہے۔ کیا دوسرے مذہب کو کمتر کہہ دینے سے اپنا مذہب برتر ہو جاتا ہے۔ اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس طرح ہم اخلاقی طور پر بلند نہیں ہوتے بلکہ اور پستی میں چلے جاتے ہیں۔"

"یہ تو مسٹر فرہاد کو بھی سوچنا چاہیے۔ کیا وہ تمہیں زبردستی مسلمان بنا کر برتر ہو جائیں گے؟"

پارس بستر سے اٹھ گیا۔ اس کی طرف سے منہ پھیر کر کھڑکی کے پاس آیا۔ تاکہ ہونٹوں پر آنے والی مسکراہٹ کو دبا سکے۔ دل ہی دل میں کہنے لگا: "نہ ہمارے درمیان کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے اور نہ ہی کوئی کسی کو زبردستی مسلمان بنا رہا ہے۔ جہاں تک برتری کا تعلق ہے۔ اس کا فیصلہ دنیا کرے گی۔ تمہاری قوم کی بیٹی شیبا تمہارے پاس تھی اور تم نے اس کی عزت کو خاک میں ملا دیا۔ آج تمہاری قوم کی دوسری بیٹی میری خواب گاہ میں آئی ہے۔ تمہارے قانون نے، تمہارے سماج نے، تمہارے رسم و رواج نے اسے دلہن بنا کر میرے پاس بھیج دیا ہے اور میں صرف اس کی آبرو رکھنے کے لیے اس سے جھوٹ بول رہا ہوں اور اسے فریب دے رہا ہوں۔

میں جھوٹا اور فریبی سہی۔ ایک دن تمہیں ماننا ہو گا کہ ہم اپنی اخلاقی ذمے داریاں پوری کرنا جانتے ہیں۔

خواب گاہ میں پیرس کی ایک بہت ہی جذباتی خوشبو پھیلی ہوئی تھی جو دلہن کو سحر زدہ کر رہی تھی۔ یوں تو پارس بھی اسے قریب پا کر سحر زدہ ہو رہا تھا لیکن اس کے سر پر ضمیر کی تلوار لٹک رہی تھی اور نینسی کے سر میں ٹیلی پیتھی کا خوف سمایا ہوا تھا۔

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے۔

پارس نے کھڑکی کے پاس سے پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ سہاگ کی سیج کے پاس سر جھکائے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا: "کیا سوچ رہی ہو؟"

اس نے ایک سرد آہ بھری۔ محبت کے جذبوں سے چور چور ہو کر پارس کو دیکھا، پھر کہا: "آج کی رات کیسے گزرے گی؟"

وہ بولا: "آگ کے قریب رہنے سے جلنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ تم اپنے بیڈ روم میں چلی جاؤ۔"

"کیا میں پرائی ہوں؟ مجھے یوں جانے کے لیے کہہ رہے ہو جیسے میں زبردستی تمہارے پاس آئی ہوں اور تمہارے دل میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔"

"تمہارے دل میں میرے لیے اور میرے دل میں تمہارے لیے جگہ ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو ہماری شادی نہ ہوتی۔"

"میاں بیوی کے درمیان ایک ان دیکھی دیوار کھڑی ہو جائے اور وہ مل نہ سکیں تو شادی کا فائدہ کیا ہے؟"

"قدرت کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے، ابھی ہمارے درمیان جو رکاوٹ ہے اس میں سراسر ہمارا فائدہ ہو۔"

"میرا فائدہ اسی میں ہے کہ میں آج رات سے لے کر اپنی زندگی کے آخری سانس تک تمہارے ساتھ ازدواجی زندگی گزارتی رہوں۔"

"اس کے لیے ہمیں فیصلہ کرنا ہو گا۔ ہمارے سامنے کون سی چیز زیادہ اہم ہے۔ ہماری یہودیت یا ہماری محبت؟"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ ازدواجی رشتہ قائم کرنے کے لیے ہمیں اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرنا ہو گا۔"

"یہ ناممکن ہے۔ میں ایسا نہیں کر سکتی اور پھر مسٹر فرہاد نے صرف تمہیں اسلام قبول کرنے کے لیے کہا ہے۔"

"بات ایک ہی ہے، ناک ادھر سے پکڑو یا ادھر سے۔ آخر پہلا میں ناک ہی آئے گی۔ میں تم سے رشتہ قائم کرنے کے لیے مسلمان بن جاؤں گا تو کیا تم مجھے قبول نہیں کرو گی! اگر قبول کرو گی تو اس کا مطلب ہے، تم نے ایک مسلمان کو قبول کیا ہے۔"

"ایسی باتیں نہ کرو، مجھے اچھا نہیں لگتا۔"

"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں، ہم قریب رہیں گے تو ایسی ہی باتیں ہوں گی۔ اور ہمارے جذبات بھڑکیں گے۔ ہو سکتا ہے، ہم دیوانہ وار ایک دوسرے کے قریب آ جائیں، پھر مسٹر فرہاد میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کر دیں۔ میں زندہ نہیں رہ سکوں گا۔ کیا تم مجھے زندہ نہیں دیکھنا چاہتیں؟"

"میں تمہارے لیے اپنی زندگی دے سکتی ہوں۔ ایسی باتیں نہ کرو، کوئی حل تلاش کرو۔"

"آج ہماری شادی کی تقریب میں بڑے بڑے تجربہ کار، ذہین بزرگ بھی تھے۔ وہ کوئی حل پیش نہ کر سکے، ہم کیا کر سکیں گے۔ شاید الگ رہ کر اپنی اپنی جگہ ایک دوسرے کو یاد کرتے ہوئے، ایک دوسرے کے قریب آنے کے لیے کوئی راستہ سجھائی دے! شاید کوئی تدبیر ذہن میں آئے اور ہم مسٹر فرہاد کو کسی طرح قائل کر سکیں۔"!

وہ اسے سمجھاتا ہوا دروازے تک آیا۔ پھر اسے کھول کر باہر آ گیا۔ وہ کمرا سہاگ رات کے لیے تھا۔ وہ سہاگ کی جنت سے نکل آئی۔ اس کے ساتھ چلتی ہوئی اپنے بیڈ روم کے دروازے تک پہنچی۔ پارس نے اس کا دروازہ کھولا، پھر کہا: "آرام سے یہاں بیٹھ کر یا لیٹ کر سوچو۔ ہمیں ایسی صورت میں کیا کرنا ہے؟... مسٹر فرہاد نے بہت سوچ سمجھ کر یہ شرط رکھی ہے۔ وہ جانتے ہیں، ہم ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے اور ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کے لیے شاید ان کی شرط قبول کر لیں۔ اگر ہم میاں بیوی کے رشتے کو ختم کر دیں تو ہمارے نانا جان اسے پسند نہیں کریں گے۔ وہ کاروباری انداز سے بھی سوچتے ہیں۔ ان کے بعد ہم دونوں ہی ان کی اربوں ڈالر کی جائداد کے مالک ہوں گے۔ اگر ہم الگ ہوئے تو جائداد بھی دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ وہ تقسیم کبھی گوارا نہیں کریں گے۔ مسٹر فرہاد نے صرف ایک شرط رکھ کر ہمیں ہر طرف سے جکڑ لیا ہے۔ تم ہر پہلو سے غور کرو، شب بخیر۔"

وہ اپنے کمرے میں آیا پھر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ صوفے پر آ کر بیٹھا۔ جوتے اتارے کپڑے تبدیل کیے۔ پھر بستر پر آ کر چاروں شانے چت ہو گیا۔ وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ اگرچہ نینسی کی آرزو دل میں کروٹیں لے رہی تھی، لیکن اس جذباتی خواہش پر یہ خوشی غالب آ رہی تھی کہ اس نے ایک لڑکی کی آبرو رکھ لی ہے۔

نینسی دوسری صبح اپنے نانا کے گلے لگ کر روتے ہوئے کہہ رہی تھی: "اوہ، گرینڈ پا! یہ شادی نہیں ہوئی، ہماری بربادی ہوئی ہے۔ ایسے کس طرح زندگی گزرے گی؟"

اس کے نانا نے پارس کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پارس نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا: "میں نے رات بھر غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آئندہ نینسی میرے ساتھ تو کیا کسی کے ساتھ بھی ازدواجی زندگی نہیں گزار سکے گی۔ مسٹر فرہاد کی شرط کے مطابق اسے کسی مسلمان سے شادی کرنا ہو گی۔"

"میں ساری زندگی تنہا گزار دوں گی، لیکن کسی مسلمان سے شادی نہیں کروں گی۔"

"دیکھو، تم پھر چیلنج کے انداز میں بول رہی ہو۔ اگر مسٹر فرہاد ہمارے درمیان ہوں گے تو کوئی نئی مصیبت لے آئیں گے۔"

اس کے نانا نے کہا: "ہاں، بیٹی! ٹیلی پیتھی ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے بڑے سے بڑے انکار کو آسانی سے اقرار میں بدل دیا جاتا ہے۔ تم نے پچھلی رات مسلمانوں کے خلاف چیلنج کے انداز میں جو الفاظ استعمال کیے، وہ غلطی اب نہ کرو۔ کان پکڑو، توبہ کرو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "میں آئندہ کسی مسلمان کے خلاف توہین آمیز الفاظ استعمال نہیں کروں گی، لیکن میں ڈان سے دور نہیں رہ سکتی۔ اسے چھوڑ کر کسی کو اپنا جیون ساتھی بنانے کا تصور نہیں کر سکتی۔"

اس کے نانا نے پوچھا: "کیا مسٹر فرہاد ہمارے درمیان موجود ہیں؟"

پارس نے کہا: "کل وہ میری زبان سے بول رہے تھے۔ مجھے اپنا ذریعہ بنایا تھا، لیکن میں اس کے بعد محسوس کر رہا ہوں جیسے میرا دماغ ہلکا پھلکا ہے۔ میرے اندر کوئی نہیں ہے۔ میں بالکل آزاد ہوں۔"

نینسی نے کہا: "مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے یہ سب کچھ خواب تھا، حقیقت نہیں تھی۔ ہم خواہ مخواہ ایک ٹیلی پیتھی والے سے خوفزدہ ہیں..."

"بیٹی! ایسی بات نہ کرو۔ ہمارے بڑے بڑے فوجی افسران، سرکاری فرائض ادا کرنے والے اعلیٰ عہدے دار اور اعلیٰ حاکم بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے مارے گئے یا اقتدار سے ہٹ گئے۔ وہ بھی پہلے ٹیلی پیتھی کو ایک مذاق یا تمہاری طرح ایک خواب سمجھتے تھے۔ اسے خواب نہ سمجھو، ایسی غلطیاں نہ کرو کہ پچھتانے کا بھی موقع نہ ملے۔"

وہ سر جھکا کر پارس کے پاس صوفے پر بیٹھ گئی۔ پھر ایک جھٹکے سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ سہم کر ذرا دور ہو گئی۔ پارس نے کہا۔ "میرا خیال ہے ہم ایک ساتھ ایک جگہ بیٹھ سکتے ہیں۔ صرف ایک دوسرے کو چھونے کی پابندی ہے۔"

وہ پاؤں پٹخ کر بولی: "ایسا کب تک ہو گا؟"

"جب تک ہم میاں بیوی ہیں۔ میں تو کہتا ہوں، میں ہی تم سے دور چلا جاتا ہوں۔ نہ میں رہوں گا نہ محبت بھڑکے گی۔"

نانا نے کہا: "نہیں بیٹے! تم دونوں میں سے کوئی نہیں جائے گا۔ تم لوگ میرا مستقبل ہو، میری پہچان ہو۔"

پارس نے کہا: "گرینڈ پا، آپ دولت کی تقسیم نہیں چاہتے، آپ کی خواہش ہے، یہ اربوں کی جائداد میرے اور نینسی کے رشتے سے ایک ہی جگہ رہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ میں اپنے حصے کی جائداد نینسی کے نام لکھ سکتا ہوں۔ میرے لیے نینسی سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے۔ میں اس کے لیے تمام دولت چھوڑ سکتا ہوں۔ اس کے ذہنی اور قلبی سکون کے لیے یہ ملک چھوڑ کے جا سکتا ہوں۔"

نینسی جذبات میں آگے بڑھی، پھر رُک گئی، کہنے لگی: "تم میرے لیے اتنی بڑی قربانیاں دینا چاہتے ہو، لیکن محبت میں یکطرفہ قربانیاں نہیں ہوتیں۔ میں بھی ایسی قربانیاں دے سکتی ہوں۔ میں تمہاری خاطر اپنے جذبات کو مار سکتی ہوں۔ ہم دونوں ایک ساتھ رہیں گے۔ صرف ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے پر پابندی ہے۔ کوئی بات نہیں، میں یہ پابندی برداشت کر لوں گی، لیکن تمہارے ساتھ رہوں گی۔ ہم دونوں ساری زندگی اسی طرح گزار لیں گے۔"

نانا نے کہا: "میری خواہش ہے، تم دونوں یورپ اور امریکا کی سیر کرو۔ ہر بڑے شہر میں کچھ عرصہ رہو۔ خوب گھومو پھرو، کھاؤ پیو۔ پھر یہاں آؤ، جب تک میں کاروبار سنبھالتا رہوں گا۔"

پارس جس مقصد کے لیے آیا تھا۔ اسے ادھورا چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے کہا: "گرینڈ پا، میں ایک طویل عرصے کے بعد اپنے ملک آیا ہوں۔ مجھے بیرونی ممالک جا کر گھومنے پھرنے کا شوق نہیں ہے۔ اگر نینسی کو شوق ہے تو یہ پھر کبھی پورا ہو جائے گا لیکن میں اپنے ملک میں رہنا چاہتا ہوں۔"

"تم جہاں رہو گے، میں وہاں رہوں گی۔ مجھے گھومنے پھرنے کا شوق نہیں ہے۔"

"تو پھر ایسا کرو، یروشلم جاؤ۔ مقدس مقامات پر حاضری دو، دل سے عبادت کرو۔ ہو سکتا ہے، خدا تم دونوں کی سن لے۔ جو رکاوٹیں تمہارے درمیان ہیں وہ دور ہو جائیں۔"

"یہ نہایت عمدہ مشورہ ہے۔ کل رات سے نینسی یہاں پریشان ہے۔ میں اسے اس ماحول سے دور لے جاؤں گا۔"

"تو پھر نیک کام میں دیر کس بات کی۔ آج ہی چلے جاؤ۔"

پارس نے کہا: "اسٹیل مل کے کچھ ضروری معاملات ہیں۔ دو بہت بڑی پارٹیوں سے ملاقات کرنے کا وقت بھی دے چکا ہوں۔ ان سے نمٹنے کے بعد ہم کل چلے جائیں گے۔"

نانا نے کہا: "لیکن ابھی تو تم کہہ رہے تھے، نینسی کو اس ماحول سے دور لے جاؤ گے۔"

"جی ہاں، ہم ابھی سمندر کے کنارے والے کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں منتقل ہو رہے ہیں۔ کل وہاں سے یروشلم کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ کیوں نینسی، ٹھیک ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی: "تمہاری ہر بات ٹھیک ہوتی ہے۔ ہم سمندر کے کنارے کسی ہوٹل میں رہیں گے۔"

اس کے نانا نے فون کا ریسیور اٹھایا، نمبر ڈائل کیے۔ ان کے لیے فائیو اسٹار ہوٹل میں ایک سوئٹ ریزرو کرایا۔ وہ دونوں ایک گھنٹے کے اندر اپنا ضروری سامان پیک کر کے نانا سے رخصت ہو کر ہوٹل میں پہنچ گئے۔ جس نے ڈمی فرہاد بن کر شیبا کو دھوکا دیا تھا، اس کی ایک آنکھ ضائع ہو چکی تھی۔ پارس نے چیلنج کیا تھا کہ اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ یہ بڑے حوصلے اور اعتماد کی بات تھی۔ وہ اسرائیل میں بالکل تنہا تھا۔ کوئی اس کا معمولی اسسٹنٹ بھی نہیں تھا۔ جو اس کے لیے مخبری کر سکتا۔ اسے اپنے دشمن کی خبر خود رکھنا پڑتی تھی۔ اس کے لیے وقت بہت لگتا تھا۔ لیکن وہ کامیاب ہو جاتا تھا۔

اسٹیل مل میں فوج کے افسران آیا کرتے تھے۔ ان سے گفتگو کے دوران وہ پوچھتا تھا کہ فلاں ملٹری سیکرٹ ایجنٹ کی حالت کیسی ہے۔ اب اس کی تکلیف کم ہوئی ہے یا نہیں؟

کسی کی خیریت معلوم کرنے سے یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا کہ کس طرح اس کا علاج ہو رہا ہے۔ کون اس کا علاج کر رہا ہے اور وہ کن لوگوں کے ذریعے اس کانے دشمن تک پہنچ سکتا ہے۔

چونکہ وہ تنہا تھا اس لیے اس کی مصروفیات زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ ایک تو وہ اسٹیل مل اٹینڈ کرتا تھا۔ پھر نینسی ہمیشہ ساتھ لگی رہتی تھی۔ اس دوران شادی بیاہ کا چکر بھی چلتا رہا تھا۔ وہ کسی نہ کسی طرح نینسی سے کترا کر اپنے خاص مقصد کے سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ اس طرح پتا چلا کہ اب ڈاکٹروں نے اس کانے دشمن کو گھر سے باہر نکل کر ٹہلنے کی اجازت دی ہے اور وہ پچھلی صبح سے سمندر کے ساحل پر آتا ہے۔ پہلے کی طرح دوڑ نہیں لگاتا لیکن آہستہ آہستہ ٹہلتا رہتا ہے۔

یہ بات سمجھنے کے لیے کچھ زیادہ عقل کی ضرورت نہیں تھی کہ اس کی نگرانی کرنے والے مسلح فوجی آس پاس رہتے ہوں گے خواہ وہ سادہ لباس میں ہی کیوں نہ ہوں۔

پارس نے اسی لیے ہوٹل میں ایک دن اور ایک رات قیام کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ تاکہ دوسری صبح سمندر کے ساحل پر اپنا دوسرا چیلنج پورا کر سکے۔ ویسے دوسری صبح آنے میں دیر تھی۔ ابھی تو نینسی کے ساتھ مسئلہ تھا کہ دن اور رات کیسے گزارے جائیں۔ دن بہر حال گزر گیا۔ وہ اپنی ائیر کنڈیشنڈ کار میں بیٹھے تل ابیب سے حیفہ تک چکر لگاتے رہے۔ خوبصورت باغیچوں اور عجائب گھر وغیرہ میں جا کر وقت گزارتے رہے۔

وہاں اکثر ہوٹلوں میں ڈانس فلور ہیں۔ جہاں آنے والے کھانے پینے سے پہلے رقص کرتے ہیں۔ نینسی نے وہاں پہنچ کر حسرت سے پارس کو دیکھا۔ کیونکہ رقص کرنے کے لیے ایک دوسرے کا ہاتھ تھامنا اور قریب آنا ضروری ہوتا ہے۔

وہ ایک میز کے اطراف آ کر بیٹھ گئے، رقص نہیں کر سکتے تھے مگر دیکھ سکتے تھے۔ حسین عورتیں اپنے محبوب یا شوہر کے بازوؤں میں رقص کر رہی تھیں۔ موسیقی کی تال پر تھرک رہی تھیں۔ نینسی کو یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اس کے سامنے اترا رہی ہیں اور اس سے کہہ رہی ہیں: "تم دنیا کی واحد بیوی ہو جس کا رشتہ اپنے شوہر سے غلط ہے۔"

وہ اچانک اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پارس نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

"ہم کسی ریستوران میں جا کر کھائیں گے۔"

اس نے اٹھتے ہوئے کہا: "میں سمجھتا ہوں تمہارے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ چلو۔"

وہ ایک اوپن ایئر ریستوران میں آ گئے۔ تل ابیب روشنیوں کا شہر لگ رہا تھا۔ رنگ برنگی کاریں سڑکوں پر دوڑ رہی تھیں۔ فٹ پاتھ پر کتنے ہی خوش پوش جوڑے دکھائی دے رہے تھے۔ ہنستے کھیلتے بچے بھی گزر رہے تھے لیکن نینسی کی نگاہیں رہ رہ کر انھی عورتوں پر بھٹکتی تھیں جو اپنے محبوب یا شوہروں کے ساتھ گزرتی ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔ سامنے ہی ایک جذباتی فلم کا بہت ہی جذباتی پوسٹر لگا ہوا تھا جس سے وہ آنکھیں چرا رہی تھی۔ اس نے بڑی مشکل سے تھوڑا سا کھایا۔ پھر بولی: "یہاں سے چلو..."

"میں تو چاہتا تھا یہاں کچھ وقت گزاریں۔"

وہ بولی: "ہم وقت نہیں گزار رہے ہیں بلکہ اپنی زندگی کے بہترین وقت کو قتل کرتے جا رہے ہیں۔"

پارس نے اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ یوں بھی ان حالات میں نئے تجربات سے گزر رہا تھا۔ ایک حسین اور پرشباب لڑکی کی قربت میں نفس کو مارنے کے سلسلے میں اپنی قوتِ ارادی سے کام لے رہا تھا۔ دوسرے یہ بھی تجربہ کرنا چاہتا تھا کہ ایک یہودی لڑکی کس حد تک ایک مسلمان سے نفرت کر سکتی تھی۔

وہ سمندر کے ساحل پر آ گئے۔ چاند نکلا ہوا تھا۔ چاندنی لہروں پر سے سرسراتی ہوئی ساحل کو روشن کر رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس دُنیا کی کوئی جگہ بھی محبت اور جذبات سے خالی نہیں ہے۔ وہاں بھی رومانی جوڑے چہل قدمی کر رہے تھے۔ وہ چلتے چلتے رُک گئی۔ ایک ہاتھ سے سر کو تھام لیا۔ وہ آگے پیچھے ڈگمگا رہی تھی۔ پارس نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

اس کے ساتھ ہی وہ ایک دم سے چکرا کر ریت پر گر پڑی۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے بازوؤں میں اٹھایا، پھر حیرانی سے بولا: "ارے تمھیں تو بہت تیز بخار ہے۔ نینسی، آنکھیں کھولو۔ نینسی تم ہوش میں تو ہو۔"

اس کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر تیزی سے چلتا ہوا ایک ساحلی بینچ پر آیا۔ اسے وہاں لٹا کر دوڑتا ہوا اپنی کار کی طرف گیا پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے نینسی کے پاس لے آیا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ پارس نے پھر اسے بازوؤں میں اٹھایا اور کار کی طرف لے جاتے ہوئے بولا: "تم پچھلی سیٹ پر آرام سے لیٹی رہو۔ میں تمھیں ڈاکٹر کی طرف لے جا رہا ہوں۔"

اس نے جلدی سے انکار میں سر ہلا کر کہا: "نہیں، میں پچھلی سیٹ پر نہیں لیٹوں گی، تمہارے ساتھ بیٹھوں گی۔"

پارس نے اسے اگلی سیٹ پر بٹھا دیا۔ کار اسٹارٹ کی، وہ نڈھال سی ہو کر اس پر ڈھلک گئی۔ اس کے شانے پر سر رکھ دیا۔ وہ آہستہ آہستہ کار ڈرائیو کرنے لگا کیونکہ ایک ہاتھ سے اسے بھی سنبھالتا جا

رہا تھا۔ وہ ایک گہری سانس لے کر بولی: "میں ڈاکٹر کے پاس نہیں جاؤں گی۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"ڈان! ہم ہوٹل جائیں گے۔"

"بچوں جیسی باتیں نہ کرو۔ تمھیں فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

"میں کھانسی، بخار جیسی بیماریوں کے لیے اپنے پاس دوائیں رکھتی ہوں۔ اٹیچی میں دوا ہے۔ ہوٹل چلو۔"

ہوٹل میں ان کے لیے جو سوئٹ ریزرو تھا۔ اس میں دو کمرے تھے۔ ٹی وی لاؤنج کے ساتھ ایک بالکونی تھی۔ جہاں سے سمندر کا نظارہ کیا جاسکتا تھا۔ پارس اسے سہارا دے کر ایک بیڈروم میں لے آیا۔ اسے بستر پر لٹا کر بولا: "میں تمھاری اٹیچی میں دیکھتا ہوں، بتاؤ، کون سی دوا ہے اس کا نام کیا ہے؟"

وہ جانا چاہتا تھا۔ نینسی نے ہاتھ پکڑ کر کہا: "اس کا نام ہے ضرورت..."

ایسا کہتے وقت وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔ پارس نے اس پر کمبل ڈال دیا۔ اس کے باوجود سردی لگ رہی تھی۔ وہ دوسرے بیڈروم سے دوسرا کمبل لانا چاہتا تھا۔ نینسی نے پھر ہاتھ پکڑ لیا۔ تب پارس کی سمجھ میں آیا کہ بخار کیا چاہتا ہے۔

وہ ہاتھ پکڑے ہوئے تھی۔ اپنی طرف بلا رہی تھی۔ پارس نے بستر پر گھٹنے ٹیک دیے، اس پر جھکا۔ پھر قریب آتے آتے ایک زور کی چیخ ماری۔ بستر سے اچھل کر فرش پر گرا اور تڑپنے لگا وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ حالانکہ بخار میں تپ رہی تھی۔ سردی اب بھی محسوس ہو رہی تھی، لیکن پارس کی چیخ نے اسے سمجھا دیا تھا کہ ٹیلی پیتھی کا عذاب نازل ہو چکا ہے۔ وہ انکار میں سر ہلا ہلا کر کہنے لگی: "نہیں، نہیں، معاف کردو، میرے ڈان کو معاف کردو۔ اس کا کوئی قصور نہیں مسٹر فرہاد! میں غلط فہمی میں مبتلا ہو گئی تھی۔ میں سمجھ رہی تھی، دکھ بیماری کے وقت تم قریب آنے پر اعتراض نہیں کرو گے۔ مجھے پتا چل گیا ہے۔ آئندہ میں دکھ بیماری میں بھی اپنے جیون ساتھی کو ہاتھ نہیں لگانے دوں گی۔ میں دور رہوں گی، ہمیشہ دور رہوں گی۔ میں اپنے ڈان کو اس طرح تڑپتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔"

یہ کہتے ہی وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی۔ پارس نے اچانک ہی اپنے پاپا کی آواز میں ڈانٹ کر کہا: "یو شٹ اپ! میں فرہاد علی تیمور تمھارے ڈان کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما چکا ہوں۔ جب تک میں اس کے دماغ میں رہوں گا یہ سر کی تکلیف محسوس نہیں کرے گا۔ اگر تم چاہتی ہو کہ یہ ٹیلی پیتھی کے عذاب سے نجات حاصل کرے تو فوراً آنسو پونچھو، رونا بند کرو۔ ریسیور اٹھا کر اپنے فیملی ڈاکٹر کو فوراً بلاؤ اور اپنا علاج کراؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ تم بخار کے بہانے پھر کوئی غلطی کرو۔"

اس نے فوراً آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا، نمبر ڈائل کیے پھر رابطہ قائم ہوتے ہی کہا: "ڈاکٹر انکل! میں نینسی بول رہی ہوں، آپ ہوٹل چلے آئیں۔ مجھے تیز بخار ہے پلیز، جلدی آجائیے۔"

ڈاکٹر نے یقین دلایا کہ وہ فوراً آرہا ہے۔ نینسی نے ریسیور رکھ کر پارس کو دیکھتے ہوئے کہا: "مسٹر فرہاد! ڈاکٹر انکل آرہے ہیں، میں آپ کے سامنے دونوں کان پکڑ کر معافی مانگتی ہوں۔ خدا کے لیے مجھے معاف کر دیجیے۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں، آج سے تمام مسلمانوں کی عزت کروں گی۔"

"قسم کھانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ عملی ثبوت دے کر یقین دلاؤ۔"

"میں عملی ثبوت کس طرح دے سکتی ہوں؟"

"میں ایک بار کہہ چکا ہوں۔ بار بار کہنا پسند نہیں کرتا۔ ویسے آخری بار سن لو۔ تمھارا ڈان اسلام قبول کرے گا، مسلمان بنے گا۔ تم اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارو گی۔ یہی عملی ثبوت ہوگا۔"

"مسٹر فرہاد! کچھ تو سوچیے، سمجھیے، یہ سراسر زیادتی ہے۔"

"تمھارے یہودی اکابرین نے میرے اوپر بھی زبردستیاں کی ہیں۔ شیبا کو بے موت مارا۔ میری بہو جوجو کو اغوا کیا اور اس کی عزت بھی خاک میں ملانا چاہتے تھے۔ تم یہودیوں کا شیطانی اعمال نامہ بہت طویل ہے۔ سنو گی تو سنتے سنتے بوڑھی ہو جاؤ گی۔"

وہ نڈھال سی ہو کر لیٹ گئی۔ کمبل کو اچھی طرح اپنے گرد لپیٹ لیا پھر بولی: "ڈان! کیا تم مجھے دیکھ رہے ہو۔ تم ہوش و حواس میں تو ہو؟"

"یہ تمھاری آواز تو نہیں سن رہا ہے۔ اس کے ذریعے میں سن رہا ہوں اس کے ذریعے میں بول رہا ہوں۔ میں زیادہ دیر یہاں نہیں رہنا چاہتا لیکن جو تکلیف میں نے اس کے دماغ کو پہنچائی ہے اسے دور کرنے کے لیے دماغ پر قبضہ جمائے بیٹھا ہوں۔ جب اس کی تکلیف کم ہو جائے گی تو میں چلا جاؤں گا۔"

پارس چاہتا تھا، وہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی سے سہمی رہے۔ ڈاکٹر آئے تو اسے معائنہ کرنے کا موقع دے۔ اور اس کی تجویز کی ہوئی دوا استعمال کرے۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر آگیا۔ اس نے معائنہ کیا۔ اسے کچھ دوائیں کھانے کے لیے دیں۔ کچھ اپنے سامنے کھلائیں۔ پھر پارس کو تاکید کی کہ وہ وقت کے مطابق اس کو دوائیں کھلا دیا کرے۔ اس کے بعد وہ چلا گیا۔

پارس سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ نینسی نے سر گھما کر اسے دیکھا پھر پوچھا: "ڈان! کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟ کیا تم اپنے آپ میں ہو؟"

اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، پھر گہری سنجیدگی سے کہا۔
ں، میں پھر زندہ رہ گیا۔ ورنہ اس بار دماغی جھٹکا مجھے مار ہی ڈالتا۔"
"اوہ، میں بہت شرمندہ ہوں۔ میں نے سوچا تھا، دکھ
ری میں قریب آنے کا موقع مل سکتا ہے۔ اس پر مسٹر فرہاد
عتراض نہیں ہو سکتا... لیکن میری سوچ غلط تھی اور میری
ی کی سزا پھر تمھیں ملی ہے۔ میں سچ مچ بہت شرمندہ ہوں۔"
"تم زیادہ باتیں نہ کرو۔ تمھیں آرام کرنا چاہیے۔ آنکھیں بند کرو۔
ند آجائے گی۔ ڈاکٹر نے خواب آور دوا دی ہے۔"
اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے اندر جذبات کی جو
دھیاں چل رہی تھیں، شاید وہ اسے سونے نہ دیتیں۔ لیکن بخار
نے اچھی طرح تھکا ڈالا تھا۔ پھر اس کے ڈان پر دوبارہ ٹیلی پیتھی کا حملہ
ا تو وہ خود کو مجرم سمجھنے لگی۔ ایسے میں ڈاکٹر کی دی ہوئی خواب آور
دوا نے اثر دکھایا۔ وہ رفتہ رفتہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔
وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ حسرت سے خوابیدہ حسن کو دیکھا پھر
ر جھکا کر وہاں سے دوسرے کمرے میں آیا۔ پھر بستر پر لیٹ
ے آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ہدایت دی اور صبح چار بجے تک
ری نیند سو گیا۔
دماغ نے ہدایت کے مطابق اسے جگایا۔ وہ فوراً بستر
سے اٹھا۔ باتھ روم میں گیا پھر پندرہ منٹ میں واپس آکر جوگنگ
کا لباس پہنا۔ جیب میں ایک چھوٹی سی ڈبیہ رکھی۔ پھر دبے قدموں
چلتا ہوا دوسرے کمرے کے پاس آیا۔ نینسی ابھی گہری نیند میں
تھی۔ وہ اپنے سوئٹ سے باہر آگیا۔ لفٹ کے ذریعے نیچے پہنچا۔
ہوٹل کے سامنے ہی ساحل تھا اور سمندر کی لہریں صبح کے گہرے
سکوت میں شور مچا رہی تھیں۔ دھیمی دھیمی ملگجی روشنی میں دور تک
کتنے ہی جوان ورزش کرتے ہوئے یا دوڑتے ہوئے دکھائی
دے رہے تھے۔ بوڑھی عورتیں اور مرد دوڑ نہیں سکتے تھے۔
اسی لیے ٹہل رہے تھے۔ جو نیم بیمار تھے ان کی بھی یہی حالت تھی۔
ان بیماروں میں ایک کانا دشمن بھی تھا۔
اس کی ایک آنکھ پر ابھی تک پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ
دوسری آنکھ پھاڑ پھاڑ کر کبھی سمندر کی طرف اور کبھی ساحل کی
طرف دیکھ رہا تھا۔ پارس اس سے کچھ فاصلے پر تھا۔ پنجوں کے
بل ریت پر اسکیپنگ کر رہا تھا اور دور تک نظریں دوڑاتا ہوا یہ
تاڑنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کی نگرانی کرنے والے کتنے
فاصلے پر ہیں اور کہاں کہاں ہیں۔
پہلے وہ پنجوں کے بل ریت پر اچھل رہا تھا پھر ہر طرف سے
مطمئن ہو کر دوسرے دوڑنے والوں کے ساتھ ہو گیا۔ وہ کبھی
دوڑتا ہوا، اس کے سامنے سے گزرتا ہوا اس سے دور جاتا تھا

پھر دور سے پلٹ کر اسی طرح دوڑتا ہوا اس کے سامنے گزرتا اور دوسری طرف نکل جاتا ــــ اسے اس بات کا انتظار تھا کہ وہ کسی ضرورت سے اپنا کوئی ہاتھ اٹھائے تو اسے نشانہ بناسکے۔

وہ تیسری بار دوڑ کر سامنے سے گزرنے والا تھا کہ موقع مل گیا۔ وہ کانا دشمن سگریٹ کے پیکٹ سے ایک سگریٹ نکال کر منہ میں رکھ رہا تھا اور دوسرے ہاتھ میں دبے ہوئے لائٹر کو سلگا رہا تھا۔ پارس پہلے ہی اپنی جیب سے وہ چھوٹی سی ڈبیہ نکال کر اس میں سے ایک ننھا سا بلوئنگ پائپ نکال چکا تھا۔ وہ پائپ اب اس کے ہونٹوں کے درمیان تھا۔ اس نے ایسے پائپ کے ذریعے صحیح نشانہ لینے کی کافی مشق کی تھی۔ سامنے سے گزرتے وقت دونوں کے درمیان تقریباً پانچ چھ فٹ کا فاصلہ تھا۔ پارس نے ایک پھونک ماری۔ پھر تیزی سے دوڑتا ہوا دوسرے دوڑنے والوں میں شامل ہو گیا۔ ڈبیہ وہ پہلے ہی پھینک چکا تھا۔ اس ڈبیہ میں ابھی دو سوئیاں باقی تھیں۔ اس کی پروا نہیں تھی۔ ایسی دو چار ڈبیہ اس نے اپنے اٹیچی کیس میں چھپا کر رکھی تھیں اور وہ سامان نانا کے بنگلے والے بیڈروم میں تھا۔

وہ کانا دشمن سگریٹ سلگانے کے قابل نہیں رہا تھا پہلے تو وہ ایک دم سے ساکت ہوا تھا۔ پھر اوندھے منہ ریت پر گر

پڑا تھا۔ اس کے گرتے ہی سادہ لباس والے کتنے ہی مسلح افراد دوڑتے ہوئے قریب آئے۔ پھر دو چار نے ہوائی فائر کیے اور للکارتے ہوئے چیخ چیخ کر کہا۔ "جو جہاں ہے، وہیں کھڑا رہے۔ خبردار! بھاگنے والے کو گولی مار دی جائے گی۔"

دوڑ لگانے والوں میں تقریباً پچیس تیس جوان تھے۔ آرام سے ٹہلنے والے بوڑھوں کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ان سب کو گھیرے میں لیا گیا۔ وہ تعداد میں تقریباً پچاس تھے۔ ان سب کی جامہ تلاشی شروع ہوچکی تھی۔ ایک ایک کو اچھی طرح چیک کیا جارہا تھا۔ ان کا نام اور پتا پوچھا جارہا تھا۔ وہ حملہ آور تک پہنچنے کی پوری کوشش کررہے تھے۔ اور ناکام ہورہے تھے۔

گھیرے جانے والوں میں اکثر شہر کے معزز سرمایہ دار تھے یا پھر ان کے جوان بچے تھے۔ ایسے معززین کو زیادہ دیر روکا نہیں جاسکتا تھا۔ لہٰذا ان کی گاڑیوں کے نمبر نوٹ کیے گئے، ان کی کوٹھیوں کا پتا لکھا گیا۔ اس کے بعد جانے کی اجازت دے دی گئی۔ پارس ہوٹل کی طرف جارہا تھا۔ نینسی ہوٹل سے نکل کر دوڑتی ہوئی اس کی طرف آرہی تھی۔ قریب پہنچ کر بولی۔ "وہاں کیا ہورہا تھا۔ میں بالکونی میں کھڑی دوربین سے دیکھ رہی تھی، وہ شخص اچانک سگریٹ سلگاتے سلگاتے دھپ سے اوندھے منہ گر پڑا تھا۔"

پارس نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا تم بالکونی میں تھیں؟ کیا دوربین سے دیکھ رہی تھیں؟"

"ہاں، میری آنکھ کھلی تو تم دوسرے کمرے میں نہیں تھے۔ میں نے سوچا، شاید ساحل پر گئے ہوگے۔ دوربین سے دیکھا تو نظر آگئے۔ اوہ ڈان! میرا خیال ہے، کسی نے اس شخص کو گولی ماری ہے۔ تم ٹھیک اسی وقت اس کے قریب سے گزر رہے تھے۔ اگر وہ گولی تمھیں لگ جاتی تو؟"

پارس نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "فکر نہ کرو۔ کسی نے اسے گولی نہیں ماری۔ پتا نہیں، اس شخص کو کیا ہوگیا تھا کہ اچانک گر پڑا۔ اس کے جسم میں زہر پھیل رہا تھا۔ کچھ لوگ اسے فوری طبی امداد کے لیے لے گئے ہیں۔"

پارس کو یقین تھا، وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا جو اس کالے دشمن کی نگرانی کرتا آرہا تھا، اب ایسے تمام لوگوں کے دماغوں میں پہنچے گا جو ساحل پر گھیرے گئے تھے۔ ان کی آوازیں اس نے سنی ہوں گی۔ ایک ایک کے دماغ میں جھانک کر دیکھا ہوگا۔ اس نے پارس کی آواز بھی سنی ہوگی اور اس کے دماغ میں بھی آنے والا ہوگا لیکن اتنی دیر ہونے کے باوجود وہ نہیں آرہا تھا۔

وہ نینسی کے ساتھ ہوٹل میں آیا۔ اس نے کہا۔ "میں غسل کرکے آتا ہوں۔ تم فون کرکے ڈاکٹر سے پوچھو، بخار اترنے کے بعد مجھے غسل کرنا چاہیے یا نہیں؟ ڈاکٹر اجازت دے تو غسل سے فارغ ہوجاؤ۔ پھر ہم ناشتا کریں گے۔"

وہ اپنے کمرے میں آیا۔ اپنے لیے ایک لباس کا انتخاب کیا۔ پھر اسے لے کر باتھ روم میں چلا گیا۔ پہلے اس نے آئینے کے سامنے کھڑے ہوکر اطمینان سے شیو کیا۔ شیو کرنے کے بعد یاد آیا، وہ اپنی اٹیچی سے آفٹر شیو لوشن نکال کر لانا بھول گیا ہے۔ وہ چہرے پر لوشن لگانے کے لیے باتھ روم کا دروازہ کھول کر باہر آیا پھر ٹھٹک گیا۔ کمرے میں نینسی اس کی طرف پشت کیے کھڑی ہوئی تھی اور اٹیچی کھول کر یوں سامان اٹھا اٹھا کر دیکھ رہی تھی جیسے کچھ تلاش کررہی ہو۔ وہ چند لمحوں تک حیرانی سے اسے تکتا رہا۔ پھر جلدی سے باتھ روم میں واپس آکر دروازے کو آہستگی سے بند کیا۔ شاور کو پوری طرح کھول دیا۔ شاور سے پانی گرنے کی آواز باہر پہنچ رہی تھی۔ نینسی کو اور اطمینان ہوگیا تھا کہ وہ غسل کرنے میں مصروف ہے۔

پارس نے چند سیکنڈ کے بعد پھر آہستگی سے دروازہ کھول کر دیکھا، وہ پلنگ کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھی تکیے اور گدے کو اٹھا کر دیکھ رہی تھی۔ بڑے انہماک سے کوئی چیز تلاش کررہی تھی۔ اس نے دروازے کو پھر بند کردیا۔ وہ اطمینان سے غسل کرتے ہوئے سوچنے لگا۔ "وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا۔ میرے دماغ میں نہیں آرہا ہے۔ نینسی کے دماغ میں چپ چاپ رہ کر میرے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش میں ہے۔ اس کے ذریعے زہریلی سوئی اور بلوئنگ پائپ تلاش کررہا ہے۔"

وہ سوچ رہا ہوگا۔ بلوئنگ پائپ کے ذریعے سوئی پھینکنے والے کے پاس کچھ اور سوئیاں بھی ہوں گی اور وہ بلوئنگ پائپ بھی اس حملہ آور کے پاس ہوگا اور اس نے اپنے ہوٹل کے کمرے میں کہیں چھپایا ہوگا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ خیال خوانی کرنے والا پارس کے دماغ میں کیوں نہیں آیا؟

اس کا ایک ہی جواب سمجھ میں آرہا تھا۔ پارس نے شادی کی رات یہ ڈراما پلے کیا تھا کہ فرہاد علی تیمور اس کے دماغ میں وقت بے وقت آرہا ہے اور نینسی کو اس کی اسلام دشمنی کی سزا دے رہا ہے۔ شادی کی تقریب میں بڑے بڑے فوجی افسران اور سرکاری عہدے دار شریک ہوئے تھے۔ ان کے ذریعے یہ بات اس خیال خوانی کرنے والے تک پہنچی ہوگی۔ پھر اخبارات میں بھی یہ خبر مختصر طور پر شائع ہوئی تھی کہ فرہاد علی تیمور نے ایک ارب پتی تاجر کے نواسے کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔

دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے اکثر محتاط رہتے ہیں۔ انھیں یہ معلوم ہوجائے کہ فرہاد علی تیمور نے فلاں دماغ پر قبضہ جمایا ہے

یا اس دماغ میں اس کا آنا جانا ہے تو وہ اس شخص سے کتراتے ہیں۔ دوسرے دن کو آلۂ کار بنا کر اس شخص کی نگرانی کرتے ہیں۔ یہی طریقہ اس خیال خوانی کرنے والے نے بھی اختیار کیا تھا جو اسرائیل میں موجود تھا۔ وہ نینسی کو آلۂ کار بنا کر اس کے کمرے کی تلاشی لے رہا تھا۔

پارس اطمینان سے غسل کرنے کے بعد لباس تبدیل کر کے کمرے میں آیا۔ نینسی جا چکی تھی۔ اس کا سامان پہلے کی طرح اپنی اپنی جگہ رکھا ہوا تھا۔ دیکھنے پر پتا نہیں چلتا تھا کہ اس کی عدم موجودگی میں تلاشی لی گئی ہے۔

وہ نینسی کے کمرے میں آیا۔ کمرا خالی تھا۔ باتھ روم کے شاور سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔ وہ انتظار کرنے لگا۔ اب اس کی مصروفیات میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اپنی ماں کے دشمن سے وہ دو بار انتقام لے چکا تھا۔ تیسری بار اس کی ایک ٹانگ کاٹنے کو رہ گئی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک خیال خوانی کرنے والے کو بھی تلاش کرنا تھا۔ وہ اسی سلسلے میں سوچ رہا تھا کہ تلاش کا سلسلہ کہاں سے شروع کرے۔

باتھ روم کا دروازہ کھلا۔ وہ پانی سے بھیگی ہوئی تھی۔ بدن پر ایک تولیہ لپٹا ہوا تھا۔ سر کے بالوں کو بھی ایک تولیے نے چھپا رکھا تھا۔ اس کے گورے گلابی بدن پر پانی کی بوندیں شبنم کے موتیوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ وہ شرما کر جلدی سے باتھ روم میں چلی گئی۔ پارس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر بلند آواز میں کہا: "میں دوسرے کمرے میں جا رہا ہوں۔ جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ میں ناشتے کا آرڈر دے رہا ہوں..."

وہ اس کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں آیا۔ اس کے شرما کر باتھ روم میں جانے کی ادا پسند آئی۔ وہ دوسری ماڈرن لڑکیوں کی طرح بے حیا نہیں تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ناشتے کا آرڈر دیا۔ تھوڑی دیر بعد دوسرے کمرے میں پہنچا تو وہ ایک عمدہ لباس پہن چکی تھی اور بھیگے بالوں کو ہیئر ڈرائر سے سُکھا رہی تھی۔ اسے دیکھ کر بولی: "ڈان! میں بہت پریشان ہوں۔"

"کیا بات ہے؟"

"میں محسوس کر رہی ہوں، مسٹر فرہاد میرے دماغ میں بھی آئے تھے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"میں نے خود کو تھوڑی دیر کے لیے غائب دماغ پایا تھا۔ میں نہیں جانتی، تھوڑی دیر تک کہاں تھی اور کس حال میں تھی!"

پارس نے کہا: "ہاں، یہ پریشانی کی بات ہے۔ جب تک مسٹر فرہاد اپنی سزا پر عمل نہیں کرائیں گے اور میں ان کے حکم کے مطابق مذہب تبدیل نہیں کروں گا، ہماری پریشانی بڑھتی جائے گی۔"

"بات صرف یہیں تک نہیں ہے۔ میں سوچ رہی ہوں، وہ میرے دماغ میں کیوں آئے؟ انھیں نہیں آنا چاہیے۔ میں ایک لڑکی ہوں۔ تنہائی میں بہت کچھ سوچتی ہوں اور پھر باتھ روم میں غسل کرنے جاتی ہوں۔ کیا کسی شریف آدمی کو اس طرح دماغ میں رہنا چاہیے...؟"

"اگر تم نے باتھ روم میں جا کر کسی کو اپنے دماغ کے اندر محسوس کیا ہے تو پھر یقین کر لو کہ وہ مسٹر فرہاد نہیں ہو سکتے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"وہ شادی کی رات سے میرے دماغ میں آرہے ہیں۔ انھوں نے صاف طور سے کہا ہے، وہ کسی نامحرم لڑکی کے دماغ میں نہیں جاتے۔ یہ ان کے مزاج اور ان کے مذہبی احکامات کے خلاف ہے۔"

"کیا تم نے ان کی بات کا یقین کر لیا؟"

"میں یقین نہیں کرنا چاہتا تھا۔ انھوں نے کہا، کہیں سے ان کا پورا ریکارڈ اٹھا کر پڑھ لیا جائے۔ وہ کبھی کسی شادی شدہ عورت کے دماغ میں نہیں جاتے۔ اگر تمھارے دماغ میں جانا ہوتا تو وہ تمھیں سزا دیتے، لیکن تمھاری جگہ مجھے سزا دے رہے ہیں اور میرے پاس رہ کر تمھاری نگرانی کر رہے ہیں۔"

"ایسی بات ہے تو میں دماغی طور پر غائب کیسے ہو گئی تھی؟ میں یقین سے کہتی ہوں، کسی نے خیال خوانی کے ذریعے مجھے اپنی معمولہ بنایا تھا۔"

"اگر ایسی بات ہے تو کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا ہوگا۔ تم نے یہ بات کہہ دی ہے۔ اگر مسٹر فرہاد میرے دماغ میں ہیں یا پھر کبھی آئیں گے تو چُپ چاپ میرے خیالات کے ذریعے معلوم کر لیں گے کہ کوئی دوسرا خیال خوانی والا تمھارے پاس آنے لگا ہے۔"

نینسی نے پوچھا: "ان کے معلوم کرنے سے میرا کیا بھلا ہوگا؟"

"میں یقین سے کہتا ہوں، مسٹر فرہاد اس خیال خوانی کرنے والے کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ اسے تمھارے دماغ میں نہیں آنے دیں گے۔"

"ڈان! کیا اتنی بڑی دُنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں خیال خوانی کرنے والے نہ پہنچ سکیں؟"

"میرا خیال ہے کہ ایسی جگہ کوئی نہیں ہے۔ فی الحال ہم ناشتا کرنے کے بعد یہاں سے یروشلم کے لیے روانہ ہو رہے ہیں۔"

ناشتا کرنے کے بعد پارس نے کہا: "میں نیچے جا رہا ہوں۔ بل ادا کر کے فوراً آؤں گا۔"

"میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گی۔"

"بالکل نہیں، تم نے ناشتا کر لیا ہے۔ اپنے وقت کے مطابق دوا کھاؤ اور آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ۔ بخار اُترنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پوری طرح صحت مند ہو گئی ہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ لفٹ کے ذریعے نیچے آیا۔ کاؤنٹر پر پہنچ کر بل تیار کرنے کے لیے کہا۔ پھر ہوٹل سے باہر چلا گیا۔ قریب ہی ایک ریستوران کے ساتھ ٹیلی فون بوتھ تھا۔ وہ بوتھ کے اندر گیا۔ ریسیور اٹھا کر کریڈٹ کارڈ پنچ کیا۔ اس کے بعد اس ڈاکٹر کے نمبر ڈائل کیے جس نے کانے کی آنکھ کی مرہم پٹی کی تھی۔ رابطہ قائم ہونے پر اسی ڈاکٹر کی آواز سنائی دی۔ پارس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا: "ڈاکٹر! ایک سوئی کے ذریعے ہاتھ میں انجیکٹ ہونے والا زہر تمھارے لیے نیا تجربہ ہوگا۔ میرا خیال ہے، تم اس کے جسم سے اس زہر کو نکالنے کی ناکام کوشش کر چکے ہو۔ میں تمھیں مشورہ دیتا ہوں، اسے پی تھری کا ایک انجکشن لگاؤ۔ اس کے اثر سے جسم کے اندر پھیلا ہوا زہر سمٹ کر پھر اسی ہاتھ کی طرف آئے گا جہاں وہ سوئی چبھوئی گئی تھی یعنی وہ زہر صرف ایک ہاتھ تک محدود ہو جائے گا لیکن انجکشن پی تھری کا اثر زیادہ دیر تک نہیں رہے گا۔ وہ زہر پھر اس کے جسم میں پھیلے گا۔"

ڈاکٹر نے پوچھا: "تم کون ہو؟"

"میں جو کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو، اگر تم چاہتے ہو پی تھری کے اثر سے زہر سمٹ جائے اور دوبارہ اس کے جسم میں نہ پھیلے تو اس کا وہ ہاتھ کاٹ دو۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ نہ وہ ہاتھ رہے گا، نہ زہر پھیلے گا۔"

"پلیز، مجھے بتا دو، تم کون ہو؟"

"میں وہی ہوں جس نے چیلنج کیا تھا کہ آنکھ کے بعد ایک ہاتھ جائے گا اور وہ ہاتھ تمھارے ہاتھوں سے جائے گا۔ اسے کاٹ دو اور تمھیں کاٹنا ہی پڑے گا۔ اس کے سوا کوئی دوسرا علاج نہیں ہے۔ دیٹس آل۔" پارس نے ریسیور رکھ دیا۔

✿

شطرنج کی بساط بچھی ہوئی تھی۔ اس پر کچھ مہرے پٹ گئے تھے اور کچھ رہ گئے تھے۔ بساط کے سامنے ڈینی دانیال یوں تن کر بیٹھا ہوا تھا جیسے مقابل کے سامنے چال چلنے کی تیاری کر رہا ہو حالانکہ اس کے مقابلے پر سامنے کوئی نہیں تھا۔ جہاں مقابل کو ہونا چاہیے تھا وہاں شراب کی بوتل اور بھرا ہوا گلاس تھا۔

وہ بہت محتاط طبیعت کا آدمی تھا۔ اس نے آج تک کسی کو دوست نہیں بنایا تھا۔ اور نہ ہی کسی کے رُوبرو کھڑے ہو کر اسے دشمن بننے کا موقع دیا تھا۔ یہ حقیقت ہے، جو دوست ہوتے ہیں عزیز رشتے دار ہوتے ہیں یا تھوڑے بہت شناسا ہوتے ہیں۔ دشمنی انہی سے ہوتی ہے۔ کسی اجنبی سے کبھی دشمنی نہیں ہوتی۔ اسی لیے وہ دنیا والوں سے اجنبی بن کر رہتا تھا۔

اس نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ سیاست میں حصّہ لیتا رہا۔ اس دوران بہت مجبور ہو کر کبھی کبھی ضرورت کے مطابق کسی سے دو باتیں کر لیتا تھا۔ کسی کے کام آجاتا تھا اور کسی سے اپنا کام کرا لیتا تھا۔

قسمت نے اسے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچایا۔ اعلیٰ حکام نے اس کا انتخاب کیا۔ اسے مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی جیسا علم دیا تو وہ اور زیادہ محتاط ہو گیا۔ اس نے قسم کھائی تھی، کبھی فرہاد یا اس کے ساتھیوں سے نہیں ٹکرائے گا۔ دور ہی دور سے اپنا کام بناتا جائے گا۔

وہ اقتدار کا بھوکا تھا۔ اس کی خواہش تھی، سپر ماسٹر بنا دیا جائے لیکن یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ کسی اور کو سپر ماسٹر بنا دیا گیا۔ تب اس نے سوچا، ایک ہی ملک ہے جہاں وہ اقتدار حاصل کر سکتا تھا۔ اپنے ملک اور اپنی قوم میں جا کر ان کی خدمت بھی کر سکتا ہے اور اس ملک میں حکمران بن کر رہنے کا اسے پیدائشی اور مذہبی حق ہے کیونکہ وہ خود یہودی ہے۔

جو لوگ بُری عادتوں کے غلام نہیں ہوتے، وہ اپنے عزائم میں ضرور کامیاب ہوتے ہیں۔ دانیال نے ہر بُری عادت سے دامن بچانے کی حتی الامکان کوشش کی تھی، لیکن شراب ان کی سوسائٹی اور تہذیب کا ایک حصّہ ہے۔ وہ اس سے دامن نہ

بچا سکا۔ جوانی کے ابتدائی برسوں میں جب ذہن اتنا پختہ نہیں تھا، تب ہی اس سے یہ غلطی ہوئی، اس نے شراب کی عادت ڈال لی۔ عادت اس لیے بھی پڑ گئی کہ وہ تنہا رہتا تھا۔ عورت ہو یا مرد وہ کسی کے ساتھ تنہائی میں وقت نہیں گزارتا تھا۔ لہٰذا تنہائی کی ساتھی صرف شراب ہی رہ گئی تھی۔ وہ خوب پیتا تھا لیکن اس حد تک محتاط تھا کہ محفل میں کبھی ایک دو پیگ سے زیادہ نہیں چڑھاتا تھا۔ اور اپنے ارادے کی پختگی کے باعث ہمیشہ ہوش و حواس میں رہتا تھا۔

اس کی زندگی میں کبھی کوئی عورت نہیں آئی۔ اس نے کسی کو آنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ اقتدار حاصل کرنے کا شوق رکھنے والے ایسی ہی خوبیوں کے مالک ہوتے ہیں۔ وہ عورتوں سے دور بھاگتے ہیں کسی رنگین اور سنگین محفل میں حصہ نہیں لیتے۔ شراب پیتے بھی ہیں تو بہت محتاط ہو کر۔ وہ دوست بھی کم بناتے ہیں اور جسے دوست بناتے ہیں، اس کے پیچھے بھی کوئی مطلب ضرور ہوتا ہے۔

لیکن ٹیلی پیتھی کے نقطۂ نظر سے شراب پینے کے باعث اس میں ایک کمزوری پیدا ہو گئی تھی۔ وہ سانس نہیں روک سکتا تھا۔ اس کا دماغ اتنا حساس نہیں تھا کہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتا۔ اسی لیے وہ فرہاد علی تیمور اور اس کے ساتھی ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خوف زدہ رہتا تھا۔ اور اسی وجہ سے اس نے قسم کھائی تھی کہ ان لوگوں سے نہیں ٹکرائے گا۔ ٹکرانے کا موقع آیا تو راستہ بدل دے گا۔

اس نے فوج کے کئی اعلیٰ افسران کے دماغوں میں جگہ بنا لی تھی ان کا اعتماد حاصل کر لیا تھا پھر ایسے سیاست دانوں کو اپنے قابو میں کر رکھا تھا۔ جو آئندہ اس کے کام آنے والے تھے۔ اس نے سوچ لیا تھا، فرہاد کی ٹیلی پیتھی جاننے والی ٹیم سے روپوش رہنے کا یہی طریقہ ہے، وہ پس پردہ رہے گا۔ اور اقتدار کی کرسی پر کسی اور کو بٹھائے گا مگر اس کے دماغ میں بیٹھ کر خود حکومت کرتا رہے گا۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے سکون اور اطمینان سے ابھی راہیں ہموار کرتا جا رہا تھا۔ عنقریب موجودہ حکومت کا تختہ الٹ کر اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنے ہی والا تھا کہ اچانک وہاں پارس اور فرہاد علی تیمور کی موجودگی ظاہر ہو گئی۔ پارس نے ملٹری کے ایک بہت ہی قابل سیکرٹ ایجنٹ کی ایک آنکھ نکال لی۔ اور آئندہ کے لیے چیلنج کیا، اس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹا جائے گا۔ ادھر مجاہدین نے جیل سے کچھ اس طرح رہائی حاصل کی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کی موجودگی خود بخود ہی ظاہر ہو گئی۔ دانیال ایسے چند افراد کے دماغوں میں جا کر باتیں کرتا تھا۔ جو یوگا کے ماہر ہوتے تھے اور سانس روک سکتے تھے، اس بات کا یقین ہوتا تھا کہ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا اچانک ان کے پاس پہنچ کر ڈیبی دانیال کا سراغ نہیں لگا سکے گا۔ وہ روزانہ صبح اور شام ان سے دماغی رابطہ قائم رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ ضرورت پڑنے پر دوسرے تمام ایسے افراد کی میٹنگ کال کی جاتی تھی۔ جو دوسرے حکمران کا تختہ الٹنے کے سلسلے میں دانیال کے ہم خیال تھے اس بار جو میٹنگ ہوئی اس میں تمام اعلیٰ افسران نے تشویش کا اظہار کیا اور دانیال سے پوچھا "ان باپ بیٹے کو کس طرح اسرائیل سے بھگایا جا سکتا ہے؟"

ایسے اجلاس میں دانیال ایک اعلیٰ افسر کو اپنا آلۂ کار بناتا تھا۔ اس کی زبان سے تمام افسران کے سوالوں کے جواب دیتا تھا۔ اس نے کہا "میں آپ لوگوں سے دوستی کی ابتدا کرتے وقت یہ واضح کر چکا تھا کہ ہمیں کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے نہیں ٹکرانا چاہیے۔ ورنہ ہم نقصان اٹھائیں گے۔"

ایک افسر نے کہا "لیکن پارس نے ہمارے ایک بہت ہی اہم سیکرٹ ایجنٹ کی آنکھ نکال لی ہے۔ اگر وہ اسی طرح یکے بعد دیگرے ہم لوگوں کو نقصان پہنچاتا رہا تو کیا تم خاموش تماشائی بن کر رہو گے؟"

"ہم انھیں نہیں چھیڑیں گے تو وہ بھی ہم سے دشمنی نہیں کریں گے۔ اس کی کئی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ ہمارے سابقہ حکمرانوں نے پہلے فرہاد اور رسونتی کو چھیڑا، تب ہی دشمنی کی آغاز ہوا۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے کبھی ہمارے ملک میں خواہ مخواہ نہیں آئے۔ وہ لوگ سیاست سے دور رہتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں بھی اسی کے مطابق ان سے دور ہی رہنا چاہیے۔"

اس نے ایک ذرا توقف سے کہا "ہمارے جس اہم ساتھی کی ایک آنکھ نکالی گئی ہے، اس کا تعلق موجودہ حکمرانوں کی غلطی سے ہے۔ ہمارے اس ایجنٹ نے ڈمی فرہاد بن کر بہت اہم اور گھناؤنا رول پلے کیا تھا جس کے نتیجے میں اس سے انتقام لیا جا رہا ہے۔ یہاں ہم جتنے ساتھی بیٹھے ہوئے ہیں، ہم میں سے کسی نے آج تک فرہاد کو یا اس کے کسی ساتھی کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ پھر ہمیں اس سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ وہ خواہ مخواہ ہماری طرف رُخ نہیں کرے گا۔"

ایک نے سوال کیا "ہم اپنے سیکرٹ ایجنٹ کو اسی طرح تڑپ تڑپ کر مرنے کے لیے چھوڑ دیں؟ وہ آئندہ اس کے ہاتھ کاٹنے والا ہے۔ کیا ہم اپنے ساتھی کو اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مرتے ہوئے دیکھتے رہیں گے؟"

دانیال نے جواب دیا "یہاں ہمارے درمیان فوج اور پولیس کے افسران موجود ہیں۔ وہ جانتے ہیں، پارس یا فرہاد جو کچھ بھی کر رہے ہیں۔ وہ ہمارے ملک کے قانون کے مطابق جرم ہے۔ اگر وہ کسی طرح پولیس والوں یا فوجیوں کی گرفت میں آ جائیں۔ تو ان کا فیصلہ یہاں کے قانون کے مطابق ہوگا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں، انٹیلی جنس کے ذہین ترین جاسوس انھیں تلاش کر رہے ہیں۔ میں بھی چپ چاپ ان کا سراغ لگاتا رہوں گا۔ جب ان کا پتا ٹھکانا معلوم ہوگا۔ تو میں بڑی خاموشی سے ذمے دار افسران کو وہاں تک اس طرح پہنچا دوں گا کہ مجھ پر یا آپ لوگوں پر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا شک نہیں کر سکے گا۔"

ڈیبی دانیال نے اپنے حواریوں کو تسلی دی تھی، یقین دلایا تھا کہ پارس کا دوسرا حملہ کامیاب نہیں ہوگا۔ وہ اپنے کاتے سیکرٹ ایجنٹ کے دماغ میں آتا جاتا رہے گا۔ اس کے اطراف ایسا جال بچھا دے گا کہ دوسری بار حملہ کرنے والا پارس اس جال میں ضرور پھنسے گا۔

پارس نے چیلنج کیا تھا، دوسری بار اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ دانیال اس چیلنج سے دھوکا کھا گیا۔ اس نے سمجھا وہ بنفس نفیس آ کر اس کا ہاتھ کاٹے گا لیکن ہاتھ اسے نہیں، ڈاکٹر کو کاٹنا پڑا۔ ڈاکٹر کا بیان تھا، پارس نے فون پر اسے اس زہر کی کچھ خاصیت بتائی ہے اور اس کا توڑ بھی بتایا ہے لیکن توڑ کے طور پر جو انجکشن دیا جائے گا، اس سے تمام جسم کا زہر سمٹ کر اسی ہاتھ میں آئے گا جہاں سوئی چبھوئی گئی تھی۔ اگر اس ہاتھ کو نہ کاٹا گیا تو زخم بڑھتا جائے گا اور زہر بھی رفتہ رفتہ پھیلتا جائے گا۔

مختصر یہ کہ اس کانے سیکرٹ ایجنٹ کو زندہ رکھنے کے لیے اس کا ایک ہاتھ بھی کاٹنا پڑا۔ یوں پارس کا چیلنج پورا ہو گیا۔ جب اس نے سمندر کے ساحل پر وہ زہریلی سوئی چبھوئی تھی تو اس وقت دانیال، کانے سیکرٹ ایجنٹ کے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے فوراً محسوس کر لیا تھا کہ وہ کانا اچانک کسی تکلیف میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اس کے اعصاب کمزور ہو گئے ہیں اور وہ ساکت ہو گیا ہے پھر دوسرے ہی لمحے وہ دھپ سے ریت پر گر پڑا تھا۔ اس کے آس پاس نگرانی کرنے والوں نے تمام لوگوں کو روک لیا تھا۔ ان کی تلاشی لے رہے تھے اور ان سے باتیں کر رہے تھے اور وہ باتیں سُن سُن کر دانیال ان کے دماغوں میں پہنچ رہا تھا اور معلوم کر رہا تھا کہ ان میں سے کون اپنا چیلنج پورا کرنے والا پارس ہو سکتا ہے۔

پارس وہاں ڈان مورس کے روپ میں موجود تھا جب اس نے اپنا نام ڈان مورس بتایا تو دانیال اس کے دماغ میں نہیں گیا۔ یہ بات دور تک پھیل چکی تھی کہ شادی کی رات فرہاد علی تیمور، ڈان مورس کے دماغ میں آیا تھا۔ بہر حال اتنا ہی معلوم کرنا کافی تھا کہ فرہاد نے ڈان مورس کے دماغ میں جگہ بنائی ہے۔ لہٰذا دانیال نے وہاں جانے کی حماقت نہیں کی۔ جیسا کہ وہ محتاط طبیعت کا حامل تھا۔ وہ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کے علم میں یہ بات نہیں لانا چاہتا تھا کہ وہ اسرائیل میں موجود ہے۔ دوسرے وہ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے ٹکرا کر اپنے مقصد سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی اپنے لیے نئی مصیبتیں مول لینا چاہتا تھا۔

لیکن یہ بات کھٹک رہی تھی کہ جب فرہاد، ڈان مورس کے دماغ میں پہنچا ہوا ہے تو ڈان کو آلۂ کار بنا کر اس کے ذریعے زہریلی سوئی چبھو سکتا ہے اور یہ مشہور کر سکتا ہے کہ پارس نے اپنا چیلنج پورا کر دیا ہے۔

دانیال اپنے شبہے کی تصدیق کرنا چاہتا تھا، اس لیے چپ چاپ نینسی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے اس نے پارس کے کمرے کی تلاشی لی۔ اس کی اٹیچی کھول کر سارا سامان دیکھا لیکن زہریلی گیس یا اسے پھونکنے والا ننھا سا پائپ نظر نہیں آیا۔ اس کے باوجود یہ شبہ اپنی جگہ قائم رہا کہ فرہاد ڈان مورس کو آلۂ کار بنا سکتا ہے۔

اس نے اپنے حواریوں کا ایک اجلاس طلب کیا پھر
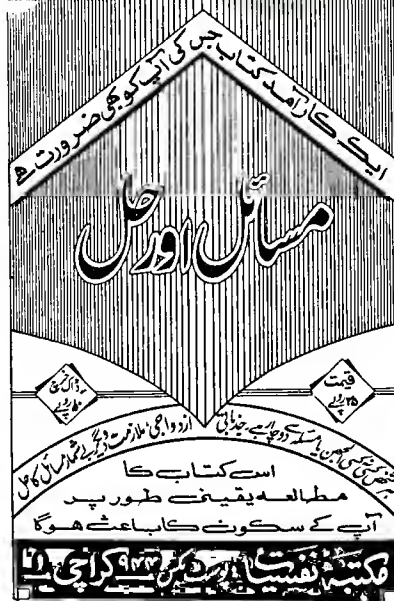
ان سے کہا۔ "پارس کا سراغ نہیں لگا لیکن میں اس آلۂ کار تک پہنچ گیا ہوں جس سے فرہاد اپنا کام کراتا ہے۔ میرا خیال ہے، پارس یہاں سرے سے موجود ہی نہیں ہے، صرف اس کے نام کا ہوّا کھڑا کیا گیا ہے۔"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا۔ "پارس کی تلاش میں ناکام ہونے کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ وہ یہاں موجود نہیں ہے!"

دانیال نے کہا۔ "تم درست کہتے ہو، میں نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے۔ میں اسے تلاش کرتا رہوں گا۔ ہو سکتا ہے، وہ نکل آئے۔ ہو سکتا ہے میرے خیال کی تصدیق ہو جائے۔"

ایک افسر نے پوچھا۔ "وہ آلۂ کار کون ہے جو فرہاد کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا ہے؟"

"وہ ارب پتی مل اونر کا نواسا ڈان مورس ہے۔"

سب نے تائید کی۔ ان میں سے کچھ سن چکے تھے اور کچھ شادی کی تقریب میں موجود تھے۔ انھوں نے اپنی آنکھوں سے ڈان مورس کو ٹیلی پیتھی کا شکار ہوتے دیکھا تھا۔

ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا۔ "ہم اپنے مقصد سے ہٹ رہے ہیں۔ اقتدار کی طرف جانے کے بجائے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے چکر میں پڑ رہے ہیں۔"

دانیال نے کہا۔ "ٹیلی پیتھی کا چکر اب ہمارے لیے سودمند ہو گا۔ ہم اقتدار میں آنے کے لیے اپنے مخالفوں کو ایک ایک کر کے راستے سے ہٹائیں گے۔ انھیں اس طرح ہلاک کریں گے کہ اس کا الزام باپ بیٹے پر یعنی فرہاد اور پارس پر آئے گا۔"

سب لوگ خوش ہو گئے۔ اس تدبیر پر واہ واہ کرنے لگے۔ یہ نہایت ہی سنہرا موقع تھا۔ وہ باپ بیٹے شیبا کا انتقام لینے کے لیے اپنے طور پر وارداتیں کرتے جا رہے تھے۔ ان وارداتوں میں اب دانیال کی طرف سے اضافہ ہونے والا تھا۔ ایک تیر سے دو شکار ہونے والے تھے۔ اقتدار کا راستہ بھی صاف ہونے والا تھا۔ یوں وہاں کی انٹیلی جنس والے، فوج کے سپاہی سبھی ان باپ بیٹے کے پیچھے پڑ جاتے اور ایک دن انھیں اس ملک سے ضرور نکال دیتے۔ اور اگر وہ نکلتے اور دانیال ایک نئی حکومت قائم کر لیتا تو پھر فرہاد سے سمجھوتا کر لیتا۔ فرہاد کی تمام شرائط منظور کر کے اپنے اقتدار کو زیادہ سے زیادہ طویل عرصے تک قائم رکھتا۔ یہ اس کا منصوبہ تھا اور اب اس منصوبے پر عمل ہونے والا تھا۔

ایک افسر نے کہا۔ "میرے دماغ میں ایک بات چبھ رہی ہے۔ وہ میں آپ لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ڈان مورس کے پیچھے فرہاد کا بیٹا پارس چھپا ہوا ہو؟"

اس بات نے سب کو چونکا دیا۔ یہ کوئی ناممکن بات نہیں تھی۔ ایسا پلاسٹک سرجری کے ذریعے پہلے بھی ہوتا آیا تھا اور فرہاد علی تیمور نے اپنی ڈمی پیش کر کے اسرائیل کے حکام کو زبردست دھوکا دیا تھا۔ خود یہاں کے حکام ایک ڈمی فرہاد کے ذریعے شیبا کو فریب دیتے رہے تھے۔ دانیال نے کہا۔ "آفیسر! ہمارا یہ خیال درست ہو سکتا ہے۔ بائی دی وے، تمھارے دماغ میں یہ خیال پیدا کیسے ہوا؟"

اس افسر نے کہا۔ "آپ لوگ میری باتیں توجہ سے سنیں۔ جب ڈان مورس ایک طویل عرصے کے بعد استنبول سے تل ابیب پہنچا تو اس وقت جمال بن مصطفیٰ پولیس والوں کی کسٹڈی سے نکل کر فرار ہو رہا تھا اور ایئرپورٹ کی طرف جا رہا تھا۔ وہاں اس نے ڈان مورس کو یرغمال بنایا پھر پولیس والوں کو مجبور کیا کہ وہ اس کی طرف فائر نہ کریں، اسے فرار ہونے کا موقع دیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے بھرے پُرے ایئرپورٹ میں صرف ڈان مورس کو ہی یرغمال کیوں بنایا؟"

اس سوال پر سب خاموشی سے اس کا منہ تک رہے تھے۔ وہ کہنے لگا۔ "اس لیے بنایا کہ جمال بن مصطفیٰ اور فرہاد علی تیمور کے درمیان پہلے ہی گٹھ جوڑ تھا۔ فرہاد نے بتا دیا تھا کہ پارس، ڈان مورس کے روپ میں آ رہا ہے لہٰذا اسے یرغمال بنا کر لے جائے۔ اس کا بیٹا، جمال بن مصطفیٰ کو فرار ہونے میں کافی مدد دے گا۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ دوسری بار فرہاد نے مصطفیٰ کے چار ساتھیوں کو جیل سے بڑے ہی عجیب و غریب انداز میں فرار ہونے کا موقع دیا۔"

ایک افسر نے سوال کیا۔ "لیکن یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ڈان مورس ہی پارس ہے۔ اگر وہ فرہاد کا بیٹا ہوتا تو شادی کی رات اپنے بیٹے کو تماشا نہ بناتا۔ اسے نینسی کے ساتھ ازدواجی رشتے سے نہ روکتا۔"

اس افسر نے جواب دیا۔ "آپ یوں سوچیں کہ ماں باپ کبھی یہ پسند نہیں کرتے کہ ان کی اولاد جوان ہو کر تنہائی میں جوان لڑکیوں کے ساتھ وقت گزارے۔ باپ اپنے وقت میں بہت ہی عیاش تھا۔ اکثر یہی ہوتا ہے۔ جو لوگ عیاش رہتے ہیں وہ اپنی جوان اولاد کو عیاشی سے روکتے ہیں۔ فرہاد بھی نہیں چاہتا ہو گا کہ اس کا بیٹا پارس ڈان مورس کے روپ میں نینسی کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم کرے۔"

ایک نے کہا۔ "آفیسر! تمھاری یہ دلیل کمزور ہے۔ اولاد جوان ہونے کے بعد ماں باپ کے قابو میں نہیں رہتی۔ یہ ضرور ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے فرہاد اپنے بیٹے کے دماغ کو قابو کر سکتا ہے لیکن ایسا وہ کب تک کر سکتا ہے۔ اس طرح تو باپ بیٹے میں اختلافات پیدا ہو سکتے ہیں۔"

دانیال نے کہا۔ "ذرا ایک منٹ رُکیں۔ ایک اہم نکتہ رہ گیا تھا۔ شاید آپ لوگ نہیں جانتے، پارس اوّل زہریلا ہے۔ شمالی افریقہ کی ایک ناگن لڑکی نے اسے زہریلا بنا دیا ہے۔"

"کیا تمھاری یہ معلومات بالکل درست ہیں؟"

"یہ اتنا ہی سچ ہے جتنا کہ سورج مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں ڈوبتا ہے۔ ہم پانچ افراد کو ٹرانسفارمر کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم سکھانے کے بعد فرہاد اور اس کی فیملی کے تمام ممبران کی آوازیں سنائی گئی تھیں۔ ان کا لب و لہجہ یاد کرایا گیا تھا اور کہا گیا تھا، وقتاً فوقتاً ایسے افراد کے دماغ میں جانا چاہیے جو یوگا کے ماہر نہ ہوں یا وقتی طور پر بیماری کے باعث یا چوٹ وغیرہ لگنے کے باعث ان کا احساس نہ رہا ہو۔ بہرحال میں ایسے وقت پارس اوّل کے دماغ میں پہنچا تھا جب اس ناگن لڑکی کا زہر اس پر اثر کر رہا تھا۔ وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ اسے توانائی حاصل کرنے میں مہینوں لگ گئے تھے۔ ان مہینوں میں، میں نے اس کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کیں۔ اگر یہ نوجوان پارس اوّل خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرے اور ازدواجی رشتہ قائم کرے تو وہ زہریلا بن جاتا ہے۔"

ایک نے سوال کیا۔ "اس کی شادی ہو چکی ہے، وہ جوجو کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارتا ہے۔"

"آپ لوگ اندر کی بات نہیں جانتے ہیں۔ جوجو اگرچہ ایک لڑکی ہے لیکن وہ ذہنی طور پر بالکل بچی ہے۔ اس میں لڑکیوں کی سی سوچ ہے، نہ جذبات ہیں۔ لہٰذا آج تک اس کے ساتھ کوئی ازدواجی رشتہ قائم نہیں ہوا۔ البتہ سلطانہ پارس کے زہر سے مر چکی ہے۔ اب آپ اس اہم نکتے پر آئیے کہ فرہاد علی تیمور اپنے بیٹے پارس کو نینسی سے ازدواجی رشتہ قائم کرنے سے کیوں روک رہا ہے؟ صاف بات ہے۔ ڈان مورس ہی پارس ہے اور چوں کہ وہ زہریلا ہے اور فرہاد نہیں چاہتا کہ اس کا زہر نینسی کے ذریعے ظاہر ہو، اس لیے اس نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ ان کے درمیان ازدواجی رشتہ قائم کرنے کے سلسلے میں ایسی کڑی شرط رکھی ہے جسے کوئی

یہودی خاندان تسلیم نہیں کر سکتا۔ وہ کہتا ہے، ڈان مورس کو اسلام قبول کرنا چاہیے۔ نینسی کبھی یہ گوارا نہیں کرے گی کہ اس کا شوہر اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لے۔"

ایک عہدے دار نے کہا۔ "ہم سمجھ گئے، فرہاد کی چال واضح طور پر سمجھ میں آ رہی ہے۔ یہ یقین ہوتا جا رہا ہے کہ ڈان مورس کے پیچھے پارس چھپا ہوا ہے۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا۔ "اس چھپے ہوئے سانپ کو بل سے نکالنا ضروری ہے۔ اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کی نظروں میں آ گیا ہے اور زیادہ عرصے چھپ کر نہیں رہ سکتا۔ اس طرح اسے یہ ملک چھوڑنا پڑے گا۔"

ایک بوڑھے سیاستدان نے کہا۔ "آپ لوگ پارس کو ناگ کہہ رہے ہیں۔ اسے اس کے بل سے نکالنا چاہتے ہیں۔ خود روپوش رہ کر اسے گرفتار کرانا چاہتے ہیں لیکن ذرا سوچیں، جب ہماری حکومت قائم ہو گی، جب ہم فرہاد سے سمجھوتہ کریں گے تو وہ ہمارے دماغوں میں آ کر آج کی یہ تمام باتیں معلوم نہیں کرے گا اور اگر کرے گا تو کیا ہم سے دوستی کرے گا یا پھر آج کی طرح بدترین دشمنی جاری رکھے گا؟"

یہ ایسی بات تھی کہ سب سوچ میں پڑ گئے۔ سب کو چُپ سی لگ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ کچھ نہ کچھ بولنے لگے۔ اپنی اپنی تجویز پیش کرنے لگے۔ دانیال نے کہا۔ "آپ لوگ فکر نہ کریں، فرہاد اور اس کے ساتھیوں کی ٹیلی پیتھی ہمارے راستے میں رکاوٹ نہیں بنے گی۔ ایک دن وہ ہمارا دوست بنے گا۔ آپ لوگ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ ہماری کسی سازش کے ذریعے پارس اور فرہاد یہ ملک چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ ہم کوئی سازش نہیں کریں گے۔"

"مسٹر دانیال! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا آپ کو یقین نہیں ہے، اقتدار حاصل کرنے کے راستے میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہو گی؟"

"مجھے یقین ہے، آپ حضرات صرف اپنے مقصد پر

نظر رکھیں، اس کے لیے کوشش کریں۔ باقی میں سنبھال لوں گا۔"
"پارس آج ہمارے ایک اہم شخص کو سزائیں دے رہا ہے۔ اگر اس نے ہم میں سے کسی کو تاڑ لیا اور ہمارے پیچھے بھی پڑ گیا۔ تو کیا ہوگا؟"
"وہ ہمارے پیچھے نہیں پڑے گا، ہم سے دشمنی نہیں کرے گا کیوں کہ ہم میں سے کوئی اس سے دشمنی نہیں کر رہا ہے۔ آپ اطمینان رکھیں، فرہاد کی پوری ہسٹری گواہ ہے، وہ کبھی خواہ مخواہ کسی سے دشمنی نہیں کرتا۔ اس طرح اس کا بیٹا بھی ہم سے دشمنی نہیں کرے گا۔ دیٹس آل، میں جا رہا ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس کے سامنے اسی طرح شطرنج کی بساط بچھی ہوئی تھی، جس کے کچھ مہرے پٹ گئے تھے اور کچھ رہ گئے تھے۔ شطرنج دو شخص کھیلتے ہیں۔ وہاں دوسرا شخص نہیں تھا کیوں کہ وہ کسی کو تنہائی کا ساتھی نہیں بناتا تھا۔ کسی پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔ اس کے سامنے رکھا ہوا گلاس خالی ہو گیا تھا۔ اس نے بوتل اٹھائی۔ پھر دوسرا گلاس بھر کر دو گھونٹ پینے کے بعد شطرنج کے مہروں کو دیکھنے لگا۔ وہاں جو مہرہ شہہ کہلاتا تھا، اس کی نظروں میں دراصل پارس تھا۔ شہہ کو مات دینے کا مطلب یہ ہوتا کہ اس نے پارس کو مات دی اور پارس کو مات دینے کا مطلب یہ ہوتا کہ اس نے فرہاد کو مات دے دی۔

وہ پی رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ کبھی اٹھ رہا تھا کبھی بیٹھ رہا تھا۔ وہ اٹھ کر دور جاتا تھا۔ دور سے شطرنج پر قدم جمائے ہوئے پارس کو دیکھتا تھا اور سوچتا تھا۔ کوئی ایسی تدبیر سوجھے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے جب کہ پارس واقعی سانپ ہے اور اسے مارتے وقت لاٹھی نہیں ٹوٹنی چاہیے۔"

اس نے نینسی کے دماغ میں رہ کر یہ معلوم کر لیا تھا کہ وہ پارس کے ساتھ یروشلم جا رہی ہے۔ وہ دونوں کچھ عرصے تک اسرائیل کے معروف مقامات کی سیر کرتے رہیں گے۔ پھر تل ابیب واپس آئیں گے۔ دانیال کے دماغ میں گھوم پھر کر یہی تدبیر آ رہی تھی کہ خیال خوانی کے ذریعے کچھ ایسے آلۂ کاروں کو اپنے قابو میں کرے جو یوگا کے ماہر ہوں جن کے دماغوں میں فرہاد علی تیمور نہ پہنچ سکے اور وہ آلۂ کار کہیں بھی موقع پا کر ڈان مورس کو گولی مار دیں۔ پھر خیال آیا اگر وہ پارس نہ ہوا، بے چارا ڈان مارا گیا اور پارس زندہ رہ گیا تو مقصد حل نہیں ہوگا۔ پہلے پوری طرح یقین ہونا چاہیے کہ ڈان ہی پارس ہے اور پوری طرح یقین کرنے کی ایک ہی صورت ہے۔ کسی طرح ڈان کے خون کا معائنہ کرایا جائے اگر خون میں زہر کے اثرات پائے جائیں گے تو پھر اس کے پارس ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہے گا۔"

دانیال شطرنج کی بساط پر پارس کو گھور کر دیکھ رہا تھا پھر پریشان ہو کر اٹھ گیا۔ ٹہلتے ہوئے سوچنے لگا۔ یہ بڑا لمبا چکر ہوگا کہ ڈان مورس کا خون حاصل کیا جائے، اسے طبی معائنے کے لیے بھیجا جائے تب کہیں تصدیق ہو۔ ایسی کارروائیوں کے دوران وہ باپ بیٹے ہوشیار ہو سکتے ہیں۔ نہیں، میں کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کروں گا جس سے میری گردن نہ پھنسے۔

دن میں وہ کبھی پیتا نہیں تھا لیکن کوئی مشکل آ پڑے، بہت زیادہ سوچنا ہو، کوئی تدبیر کام نہ آتی ہو تو ایسے میں بوتل کھول دیتا تھا پھر پیتا چلا جاتا تھا۔ اس روز سوچتے سوچتے اور پیتے پیتے دوپہر ہو گئی۔ کھانے کا وقت ختم ہونے لگا۔ بھوک بھی لگ رہی تھی۔ اس نے جھنجلا کر شطرنج کی بساط پر ایک ہاتھ مارا۔ اس پر رکھے ہوئے مہرے دور جا کر ادھر ادھر بکھر گئے۔ وہ اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ ایک بوڑھی ملازمہ وقت پر آتی تھی اور کام کر کے چلی جاتی تھی۔ وہی اس کے لیے کھانا پکاتی تھی۔ وہ کھانے کی میز پر آ کر بیٹھ گیا۔ ملازمہ نے اس کے سامنے کچھ ڈشیں لا کر رکھیں۔ پھر اسے دیکھ کر بولی "آپ کچھ زیادہ پریشان نظر آ رہے ہیں، کیا بات ہے؟"

اس نے چونک کر بوڑھی ملازمہ کو دیکھا۔ پھر کہا "کوئی بات نہیں ہے۔"

وہ پلیٹ میں کچھ لے کر کھانے لگا۔ ملازمہ نے کہا "میں نے ایک دنیا دیکھی ہے، آپ کو بھی دیکھتی آ رہی ہوں۔ آپ کبھی دن کو پیتے نہیں، آج بہت زیادہ پی لی ہے۔ آپ بڑے آدمی ہیں، میں غریب ہوں، چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی.... لیکن آپ کو دیکھ کر میری ممتا امڈ آتی ہے۔ مجھے بتائیں کیا پریشانی ہے؟"

وہ بیزاری سے بولا "کچھ نہیں، میں ایک ناگ کو مارنا چاہتا ہوں۔"

بڑھیا نے تعجب سے منہ کھولا۔ پھر منہ پر ہاتھ رکھ کر بولی "ایسا ہرگز نہ کرنا۔ اول تو ناگ کو نہ مارنا اور اگر مارنا بہت ضروری ہو تو اس کے ساتھ ناگن کو بھی مار ڈالنا۔"

دانیال نے تعجب سے پوچھا "وہ کیوں؟"

"کیا آپ نہیں جانتے، اگر ناگ کو مار ڈالا جائے تو ناگن اس مارنے والے کا پیچھا کرتی ہے اور ایک نہ ایک دن اسے ضرور ڈس لیتی ہے۔"

دانیال نے ناگواری سے کہا "یہ بکواس ہے۔ بھلا ناگن کو کیسے پتا چلے گا کہ کس نے اسے مارا ہے۔"

"میں نے بڑے بڑے سپیروں کو یہ کہتے سنا ہے، جو ناگ کو مارتا ہے اس کی تصویر مُردہ ناگ کی آنکھ میں اتر آتی ہے اور ناگن اسے پہچان لیتی ہے۔ پھر کچھ سپیرے کہتے ہیں، ناگن اپنے ناگ کی دیوانی ہوتی ہے، اس کی بُو پہچانتی ہے۔ وہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلا جائے۔ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ پیچھے پیچھے ضرور چلی آتی ہے۔"

دانیال سر جھکائے کھا رہا تھا۔ اس نے ایک دم سے چونک کر اس بوڑھی عورت کو دیکھا۔ اس کے دماغ میں ایک نیا خیال ابھر رہا تھا۔ ایک زبردست تدبیر انگڑائی لے رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ لقمہ چباتے ہوئے اس تدبیر کو ذہن میں پکانے لگا۔ ہر پہلو سے اس پر غور کرنے لگا۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بوڑھی ملازمہ نے پوچھا "کیا ہوا، بس اتنی ہی سی بھوک تھی؟"

دانیال نے اپنی جیب ٹٹولی۔ اس کی جیب میں اسرائیلی کرنسی تھی، اس نے سو سو لیرا کے دس نوٹ نکالے، پھر ملازمہ کو دیتے ہوئے کہا "تمہاری باتوں سے مجھے ایک نیا آئیڈیا ملا ہے، تمہارا بہت بہت شکریہ۔ گھر کا جو کام رہ گیا ہے اسے کر کے چلی جاؤ۔ میں ضروری کام میں مصروف ہوں مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔"

وہ پھر اسی کمرے میں چلا آیا۔ جہاں ایک طرف شطرنج کی بساط پڑی ہوئی تھی اور دوسری طرف فرش پر مہرے بکھرے ہوئے تھے۔ اس نے بساط کو اٹھا کر دوبارہ میز پر بچھایا۔ پھر فرش پر سے دو مہرے اٹھائے۔ ان میں سے ایک شہہ تھا اور دوسرا سادہ۔ اس نے شہہ کو شطرنج کے ایک درمیانی خانے میں رکھا۔ یہ اس کی نظروں میں پارس تھا۔ پھر اس نے پیادے کو بساط کے ایک گوشے میں کھڑا کیا۔ یہ پیادہ نہیں، اس کی نظروں میں مار یہ تھی۔ ماریہ، وہ ناگن جس نے پہلی بار پارس کو ڈسا تھا۔ اپنا زہر اس کے اندر پہنچایا تھا۔ پھر اسے ایسے چاہنے لگی تھی جیسے ناگن اپنے ناگ کو چاہتی ہے۔ اسے ہر حال میں حاصل کرتی ہے۔ اگر حصول کے راستے میں کوئی رکاوٹ بن کر آئے تو اسے ڈس لیتی ہے۔

اس کے ذہن میں نئی تدبیر آئی تھی۔ اس تدبیر کے مطابق ڈان مورس کے خون کا معائنہ کرانا کوئی ضروری نہیں تھا۔ ناگن اپنے ناگ کو پہچانتی ہے خواہ وہ کسی بھی روپ میں

ہو۔ اگر ماریہ اسرائیل پہنچ جائے تو وہ ڈان مورس کو پہچان لے گی اور بے اختیار اس کی طرف آئے گی۔

اگر یہ بات درست نہیں ہے کہ وہ اپنے ناگ کو ہر روپ میں پہچان لیتی ہے، اس کی بُو سونگھ لیتی ہے، اگر یہ سب قصّے کہانیوں کی بات ہے تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ اگر ماریا یہاں پہنچتی اور پارس کہیں چھپا ہوتا تو ماریہ کو دیکھ کر چونک جاتا۔ جس طرح دو جسموں میں ایک خون کی کشش ہوتی ہے اسی طرح ان دونوں کے خون میں ایک ہی زہر تھا اور اس زہر کی کشش ان دونوں کو ضرور ایک دوسرے کی طرف لے جاتی۔

دانیال نے دونوں ہاتھ میز پر رکھے، آنکھیں بند کیں پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اپنے ایک معمول کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کر کے بولا۔ "لندن میں ایک لارڈ ہے جس کا نام سر تھامس جانسن ہے۔ اس کا ٹیلیفون نمبر نوٹ کرو، ابھی اس سے رابطہ قائم کرو، میں اس کی آواز اور لب و لہجہ بھول چکا ہوں، تمہارے ذریعے سننا چاہتا ہوں۔"

اس کا معمول ہدایت کے مطابق عمل کرنے لگا۔ ماریہ کے باپ کا نام سر تھامس جانسن تھا۔ اب سے برسوں پہلے وہ شمالی افریقہ کے اسی حصّے میں بھٹکتے ہوئے پہنچ گئے تھے جہاں سپیروں کا قبیلہ تھا۔ اس کے قریب ہی ایک اور قبیلہ آباد تھا۔ وہاں کے حبشیوں نے سر تھامس جانسن اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ ان کا مال و اسباب چھین لیا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ مار دیے جاتے لیکن سردار کی بیٹی، سر تھامس جانسن پر عاشق ہو گئی تھی۔ سردار نے کہا۔ "میری بیٹی سے شادی کرو گے تو تمہیں رہا کر دیا جائے گا۔"

شادی کے علاوہ ایک اور شرط ایسی تھی جسے ماں باپ کبھی قبول نہیں کرتے اور وہ یہ کہ ان کی پہلی اولاد سپیروں کی بستی میں ایک لیڈی ورچ ڈاکٹر کے حوالے کر دی جائے گی۔ یہ اس قبیلے کا دستور تھا۔ سردار کی بیٹی اپنی پہلی اولاد سپیروں کی بستی میں پہنچاتی تھی اور لیڈی ورچ ڈاکٹر اس بچّے کی پرورش کرتی تھی، اسے رفتہ رفتہ زہریلا بنا دیتی تھی۔

سر تھامس جانسن اور سردار کی بیٹی کی شادی ہوئی پھر ماریہ نے جنم لیا۔ اسے سپیروں کی بستی میں پہنچا دیا گیا۔ ماریہ کی ماں روتی پیٹتی رہی لیکن سردار اور دوسرے قبیلے والے، رسم و رواج سے مجبور تھے اور یہ جانتے تھے کہ سپیروں کی بستی میں پہلی اولاد نہ پہنچائی گئی تو لیڈی ورچ ڈاکٹر اپنے جادو کے ذریعے ان پر عذاب نازل کرے گی۔ بہرحال ماریہ کی نیگرو ماں روتی پیٹتی اپنے شوہر سر تھامس جانسن کے ساتھ وہاں سے لندن چلی گئی۔ جب ماریہ جوان ہوئی تو تقدیر نے تماشا دکھایا۔

پارس کو وہاں پہنچایا۔ پھر پارس کے ساتھ ماریہ پیرس پہنچ گئی۔ سر جانسن اپنی نیگرو بیوی کے ساتھ اس سے ملنے آئے اور ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق وعدہ کیا کہ ماریہ کا باقاعدہ علاج کراتے رہیں گے اور کسی نہ کسی طرح اس کے جسم سے زہر کو ختم کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔

لیکن ماریہ اور پارس کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنا کچھ آسان نہیں تھا۔ پارس اس کی آنکھوں سے سحر زدہ ہو گیا تھا۔ اس کا زہر اس کی رگوں میں دوڑ رہا تھا اور وہ بے اختیار ماریہ کی طرف کھنچا جاتا تھا۔ دراصل ماریہ جب بھی تنہائی میں پارس سے ملتی تو پیار و محبت کے دوران اپنے دانتوں کے ذریعے اس کے جسم میں تھوڑا بہت زہر اور بھر دیتی تھی جس کے باعث وہ اور زیادہ متاثر ہوتا تھا۔

پارس دوم نے ایک تدبیر پر عمل کیا تھا اور پارس اوّل کو کسی حد تک اس کے زہر سے نجات دلائی تھی۔ زہر تو بہرحال اس کے جسم میں موجود تھا لیکن وہ وقتی طور پر ماریہ کے سحر سے نکل گیا تھا۔ اُدھر سر تھامس جانسن اپنی بیٹی ماریہ کو لندن لے جا کر کس طرح اس کا علاج کر رہے تھے، اسے کس طرح قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہے تھے یہ ابھی کسی کو معلوم نہیں تھا۔ دانیال نے بھی اس کی طرف توجّہ نہیں دی تھی۔ آج پارس کے معاملے میں ماریہ اچانک یاد آئی تو وہ اس کے باپ تک پہنچ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فون پر رابطہ قائم ہوا۔ اس کے معمول نے سر تھامس جانسن سے بات کی، دانیال خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا لندن پہنچ گیا۔ سر تھامس جانسن کے دماغ کو چپ چاپ پڑھنے لگا۔ لندن کے اس لارڈ کے پاس بے انتہا دولت تھی۔ اس نے اپنی بیٹی ماریہ کے لیے ایک شاندار بنگلا بنایا تھا۔ اس بنگلے میں اس کی خدمت کے لیے جتنی عورتیں اور مرد تھے، وہ سب طب کے شعبے سے تعلق رکھتے تھے یعنی وہ نرسیں تھیں یا وارڈ بوائے تھے۔ ماریہ دماغی مریضہ نہیں تھی۔ اکثر نارمل رہتی تھی لیکن کبھی کبھی غصّے میں آجاتی تو کسی نہ کسی کو کاٹنے دوڑتی تھی۔ ایسے وقت اس سے بچنے کی مختلف تدابیر کی گئی تھیں۔ وہ بچتے بھی تھے اور فوراً ڈاکٹروں کو طلب کر لیتے تھے۔ لندن کے مہنگے سے مہنگے ڈاکٹر صبح اور شام اس کے پاس آتے تھے، اس کا معائنہ کرتے تھے اور اس کے جسم سے زہر کی مقدار کم کرنے کے سلسلے میں جس چیز کی ضرورت

ہوتی، سر تھامس جانسن مہیا کر دیتے۔ وہ بنگلا ایک اسپتال کی طرح تھا۔ ماریہ کے زہر کو ختم کرنے کے لیے وہاں جدید ترین مشینیں اور آلات منگوا کر رکھے گئے تھے۔

وہ گورنس بھی ایک لیڈی ڈاکٹر تھی جو ماریہ کو نت نئے ڈیزائن کے لباس پہننے اور طرح طرح سے میک اپ کرنے کا ہنر سکھاتی تھی، اسے اونچی سوسائٹی میں اٹھنے بیٹھنے کے آداب سمجھایا کرتی تھی کیوں کہ وہ بچپن سے افریقہ میں پرورش پاتی رہی تھی۔ اس دنیا کی سائنسی ترقی کو کبھی دیکھا نہیں تھا، اس لیے اسے ریڈیو، ٹی وی، ٹیلیفون، ٹرانسمیٹر وغیرہ کے متعلق سمجھایا جاتا تھا۔ سر تھامس جانسن کی پوری کوشش یہی تھی کہ اس کی بیٹی کچھ تعلیم حاصل کر لے، سوسائٹی کے آداب سیکھ لے اور اس طرح زندگی گزارے کہ کوئی اسے افریقہ کی وحشی لڑکی نہ سمجھے۔ یہ قدرت کی ستم ظریفی تھی، ماریہ کے بعد اس کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی اس لیے وہ ساری توجّہ اسی پر دے رہے تھے۔ ماں باپ جو سکھانا چاہتے تھے، وہ بڑی حد تک سیکھ رہی تھی لیکن ایک بات پریشان کر رہی تھی وہ یہ کہ کسی بھی صورت میں وہ پارس کو نہیں بھولتی تھی۔

اس کی یادداشت بہت اچھی تھی۔ جو بات ایک بار سمجھائی جاتی، اسے کبھی بھولتی نہیں تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جو کچھ پڑھایا جاتا تھا اور جو طور طریقے سکھائے جاتے تھے، وہ انھیں یاد رکھتی تھی۔ پارس اس کی جوانی کا پہلا طور طریقہ تھا۔ پھر بھلا وہ اسے کیسے بھول سکتی تھی۔ باپ اسے سمجھاتا تھا۔ "بیٹی! غصّے میں نہ آیا کرو، ہمیشہ ٹھنڈا مزاج رکھو۔"

ماریہ کہتی تھی۔ "میں تو بالکل نارمل رہتی ہوں لیکن غصّہ آپ ہی لوگ دلاتے ہیں۔"

"بھلا ہم کیسے غصّہ دلاتے ہیں؟"

"آپ مجھے پارس کے پاس جانے کیوں نہیں دیتے؟"

"اصل بات یہ ہے کہ پارس بہت ہی مہذب، بہت ہی تعلیم یافتہ جوان ہے اور بہت بڑے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم تمھیں اس کے شایانِ شان بنا رہے ہیں۔ جب تم اس کے قابل ہو جاؤ گی تو تمھیں اس کے پاس جانے کی اجازت دے دیں گے۔"

"مجھے جو پڑھایا جاتا ہے، پڑھتی ہوں، جو سکھایا جاتا ہے، سیکھتی ہوں، جو سمجھایا جاتا ہے، سمجھتی ہوں، ہر کام کرتی آرہی ہوں پھر وہ وقت کب آئے گا؟ میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے پارس کے پاس پہنچائیے یا پارس کو یہاں بلائیے۔"

دانیال خاموشی سے خیالات پڑھ رہا تھا پھر وہ....

سر تھامس جانسن کے دماغ سے خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ماریہ کے دماغ میں پہنچا۔ وہ بے چینی سی محسوس کرنے لگی۔ ایک ہاتھ سے سر تھام کر بولی۔ "میں کچھ عجیب سا محسوس کر رہی ہوں، جیسے میرے آس پاس یا میرے اندر کوئی خطرہ جنم لے رہا ہو۔"

باپ نے فوراً ہی پیچھے ہٹ کر کہا۔ "دیکھو بیٹی، غصّے میں نہ آنا۔ تم خطرناک ہوتی ہو تو تمھارے ماں باپ بھی تم سے خوف کھانے لگتے ہیں، پلیز خود کو نارمل رکھو۔"

"ڈیڈی، میں غصّے میں نہیں ہوں۔ میں اپنے دماغ میں بوجھ محسوس کر رہی ہوں۔ ایسا لگتا ہے جیسے میرے سر میں کوئی شیطان گھس آیا ہے۔"

ظاہر ہے، وہ خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کر رہی تھی، لیکن یہ طریقہ نہیں جانتی تھی کہ سانس روکنے سے وہ لہریں دماغ سے نکل جائیں گی۔ سر تھامس جانسن نے کہا۔ "اگر تم دماغ کے اندر کچھ محسوس کر رہی ہو تو شاید فرہاد صاحب آئے ہیں، میں پوچھ رہا ہوں، مسٹر فرہاد، کیا آپ ہمارے درمیان موجود ہیں؟"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ دانیال خاموش تھا، وہ بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا، ایسے وقت کیا کرنا چاہیے؟ کیا فرہاد بن کر بولنا چاہیے، پھر اس کے اندر کے خوف نے سمجھایا۔ "ایک ڈمی فرہاد بننے والے کا انجام ہمارے سامنے ہے، اس کی ایک آنکھ گئی، ایک ہاتھ گیا اور اب ایک ٹانگ جانے والی ہے، اگر میں فرہاد بن کر بولوں گا اور کبھی یہ راز کھل گیا تو وہ باپ بیٹے مجھے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر کے ماریں گے۔"

ادھر دانیال سوچ رہا تھا، ادھر سر تھامس جانسن کہہ رہا تھا۔ "بیٹی! جب تم پیرس میں تھیں تو میں نے فرہاد صاحب کے ساتھ کچھ وقت گزارا تھا۔ ان کے فیملی ممبرز سے بھی ملتا رہا ہوں۔ پھر ٹیلی پیتھی سے متعلق اچھی خاصی کتابیں پڑھی ہیں، کہتے ہیں، اگر دماغ میں کوئی آئے اور اس کا آنا ناگوار گزرے تو سانس روک لیا جائے اس طرح خیال خوانی کی لہریں واپس چلی جاتی ہیں۔"

دانیال نے پریشان ہو کر سوچا۔ "اگر ماریہ نے سانس روک لی تو کیا ہوگا۔ میں اس کے دماغ میں نہیں رہ سکوں گا۔ اسے ٹریپ کر کے ڈان مورس تک نہیں پہنچا سکوں گا۔"

ابھی وہ ماریہ کے دماغ میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اچانک دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اُدھر ماریہ نے سانس روک لی تھی، اس کی خیال خوانی کی لہریں واپس آگئی تھیں۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا۔ "میں اکثر ایسے وقت حاضر دماغی

سے کام نہیں لے سکتا۔ دراصل دماغ کام ہی نہیں کرتا۔ اب اس ناکامی کے بعد عقل آ رہی ہے۔ میں فرہاد کی آواز اور لب و لہجے میں بولتا تو مجھے ڈر کس بات کا تھا۔ فرض کیا، اس وقت فرہاد پہنچ جاتا تو وہ کبھی معلوم نہ کر سکتا کہ دانیال اس کے لہجے میں بول رہا ہے اور نہ ہی وہ میرے دماغ میں آسکتا تھا کیوں کہ میں اپنا لب و لہجہ ماریہ کو اور اس کے باپ کو نہ سناتا۔"

اس نے پھر آنکھیں بند کیں۔ خیال خوانی کرتا ہوا سر تھامس جانسن کے دماغ میں پہنچا، پھر کہا۔ "ہیلو، میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ خوش ہو کر بولا۔ "جناب فرہاد صاحب! کیا آپ آئے ہیں؟"

"ہاں، تھوڑی دیر پہلے میں تمھاری بیٹی کے دماغ میں آیا تھا۔ تمھیں یہ مشورہ نہیں دینا چاہیے تھا کہ وہ سانس روک لے۔"

"میری بیٹی اپنے دماغ میں بوجھ محسوس کر رہی تھی۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، تو میں نے اسے یہ مشورہ دے دیا۔"

"دراصل میں خاموش تھا اور اس کے اندر رہ کر اس کی دماغی کیفیت معلوم کر رہا تھا۔"

"اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ ڈاکٹر باہر سے معائنہ کر کے علاج کرتے ہیں۔ آپ اندر پہنچ کر ساری کیفیت معلوم کر سکتے ہیں۔ میں ابھی ماریہ کو سمجھاتا ہوں، آئندہ یہ سانس نہیں روکے گی۔"

پھر وہ اپنی بیٹی کو سمجھانے لگا۔ وہ بولی۔ "اگر پارس کے ڈیڈی میرے دماغ میں آنا چاہتے ہیں اور مجھے پارس کا پتا بتانا چاہتے ہیں یا اس کے پاس پہنچانا چاہتے ہیں تو میں کبھی سانس نہیں روکوں گی۔"

یہ سنتے ہی دانیال اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پھر بے چینی محسوس کرنے لگی۔ اس نے فرہاد کے لب و لہجے میں کہا۔ "میں تمھارے پارس کا باپ ہوں۔ میں جانتا ہوں تم میرے بیٹے کے لیے بہت بے چین ہو۔ پہلے تم یہ وعدہ کرو، جو بات مجھ سے کہو گی اس کے لیے زبان استعمال نہیں کرو گی، صرف سوچ کے ذریعے بولتی رہو گی۔ میں نہیں چاہتا کہ تمھارے ڈیڈی ہماری باتیں سن سکیں۔ اگر انھوں نے سن لیا تو تمھیں پارس کے پاس نہیں جانے دیں گے۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولی۔ "میں زبان سے کچھ نہیں بولوں گی۔ کیا تم مجھے پارس کے پاس پہنچا سکتے ہو؟"

"وہ تم سے بہت دور ہے۔ ان دنوں اسرائیل میں ہے۔ اگر تم اپنے ڈیڈی کو راضی کر لو کہ تفریح کی غرض سے اسرائیل جانا چاہتی ہو اور وہ تمھیں وہاں تک پہنچا دیں تو اس کے بعد پارس تک پہنچانا میرا کام ہے۔"

"ڈیڈی کو معلوم ہوگا، میں پارس سے ملنے جا رہی ہوں تو وہ مجھے کبھی اسرائیل جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"ماریہ! ذرا ذہانت سے کام لو۔ ڈیڈی کو بتانے کی کیا ضرورت ہے، تم صرف تفریح کا ارادہ ظاہر کرو۔"

"کیا ابھی ڈیڈی سے بولوں؟"

"ابھی ٹھہر جاؤ۔ پہلے میں ان کے پاس جا کر تمھاری کیفیت بتا رہا ہوں، تم ذرا دیر بعد ان سے باتیں کرنا۔"

اس نے سر تھامس جانسن سے کہا۔ "میں اس کے خیالات مختصر طور پر پڑھ چکا ہوں۔ وہ دماغی طور پر نارمل ہے۔ اگر وہ گھر کی چار دیواری سے باہر تفریح کے لیے نکلتی رہے گی تو اس کے دماغ کی رہی سہی کمزوری بھی دور ہو جائے گی اور خواہ مخواہ پیدا ہونے والا غصہ اور جھنجلاہٹ بھی جاتی رہے گی۔"

اس نے تھوڑی دیر تک الٹی سیدھی باتیں سمجھانے کے بعد کہا۔ "اچھا سر تھامس، اجازت دیجیے، میں جا رہا ہوں، پھر آپ کی بیٹی کے پاس آتا جاتا رہوں گا اور آپ کو اس کی دماغی کیفیت سے آگاہ کرتا رہوں گا۔"

وہ خاموش ہو گیا لیکن اسی کے دماغ میں رہا۔ تھوڑی دیر بعد ماریہ نے کہا۔ "ڈیڈی! آپ نے وعدہ کیا تھا، جب میں اچھی طرح پڑھنے لکھنے اور تہذیب کو سمجھنے لگوں گی تو مجھے اس ملک سے باہر بھیجیں گے۔ میں دنیا کے جس ملک میں چاہوں جا کر تفریح کر سکتی ہوں۔"

"ہاں، میں نے کہا تھا اور تم واقعی دل لگا کر سیکھ رہی ہو۔"

"پھر مجھے اجازت دیجیے۔ میں اسرائیل جانا چاہتی ہوں۔"

باپ نے حیرانی سے پوچھا۔ "اسرائیل میں کیا رکھا ہے! وہاں کوئی صحت افزا مقام نہیں ہے اور تفریح کے لیے کوئی قابل ذکر جگہ نہیں ہے۔"

"آپ بھول رہے ہیں۔ مجھے جو پڑھایا گیا ہے، میں اسے کبھی نہیں بھولتی۔ میں نے اپنی ٹیچر سے سنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے، وہاں یروشلم میں مقدس مقامات ہیں جو یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے لیے بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ میں پہلے ان مقامات پر جاؤں گی، اپنے لیے اور

آپ لوگوں کے لیے دعا مانگوں گی پھر تفریح کی غرض سے دوسرے ممالک کی طرف جاؤں گی۔"

باپ نے خوش ہو کر کہا۔ "تم بہت ذہین ہو۔ تھوڑے سے عرصے میں تم نے بہت کچھ سیکھ لیا ہے۔ یہ تمھاری ذہانت ہے کہ تفریح کی غرض سے ملک سے باہر جانا چاہتی ہو اور اس کی ابتدا دعاؤں سے کرنا چاہتی ہو۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ بولو، کب جاؤ گی؟"

"میں تو آج ہی جانا چاہتی ہوں۔"

"اتنی جلدی ممکن نہیں ہے۔ میں اور تمھاری ممی کل تمھارے ساتھ روانہ ہو جائیں گے۔"

وہ خوش ہو کر باپ سے لپٹ گئی۔ ان کی پیشانی کو چومنا چاہتی تھی۔ باپ سہم کر ذرا پیچھے ہوا۔ وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "ڈیڈی! میں وعدہ کرتی ہوں، میرے دانت آپ کی پیشانی سے نہیں لگیں گے۔"

باپ نے مسکرا کر کہا۔ "بیٹی! تم سے زہر بھی ملے تو قبول ہے۔ آخر ہماری جان ہو۔ جان لو گی تو کیا ہوا۔ بس یہ ایک انسانی فطرت ہے کہ آدمی موت سے ڈرتا ہے۔ اسی خوف سے میں ذرا جھجک گیا تھا۔"

وہ ہنستے ہوئے باپ کی پیشانی پر جھکی، پھر آہستگی سے چوم کر الگ ہو گئی۔ دانیال نے اس کے دماغ میں پہنچتے ہی کہا۔ "دیکھو، بے چینی ظاہر نہ کرنا۔ میں پھر آیا ہوں اور تمھیں یقین دلا رہا ہوں، کل تم یہاں سے اسرائیل کے لیے روانہ ہو جاؤ گی تو پرسوں تمھیں گائیڈ کروں گا اور پارس کے پاس پہنچا دوں گا۔ اب جا رہا ہوں۔ ہم اسرائیل میں ملیں گے۔ سو فار۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ آنکھیں کھول دیں۔ سامنے میز پر شطرنج کی بساط اسی طرح بچھی ہوئی تھی۔ بساط کے عین وسط میں شہہ کا وہ مہرہ تھا جسے دانیال، پارس سمجھتا تھا اور بساط کے گوشے میں ایک پیادہ تھا جو اس کے خیال میں ماریہ تھی۔ اس نے ماریہ کو اس گوشے سے اٹھایا اور ساتھ ہی قریبی خانے میں پہنچاتے ہوئے کہا۔ "میرے ناگ دیوتا، تمھیں بل سے نکالنے کے لیے تمھاری ناگن آ رہی ہے۔"

○

فرزانہ بے چین تھی۔ نہ اسے نیند آتی تھی، نہ بھوک لگتی تھی، ایک جگہ بیٹھی نہیں رہ سکتی تھی۔ کبھی یہ سوچتی کہ بنگلے سے باہر جانا چاہیے پھر خیال آتا، شاید پارس کا فون آ جائے۔ جب وہ فون کے انتظار میں بیٹھی رہتی تو خیال آتا، باہر نکل کر گھومنا چاہیے، شاید وہ کھلی فضا میں کہیں کسی دوسرے روپ میں مل جائے۔

اس کی ساس نے دماغ میں آ کر بتا دیا تھا۔ پارس پھر گم ہو گیا ہے۔ اس نے جیری جیکب کو مار ڈالا ہے اور ان ٹیلی پیتھی جاننے والے ساس سسر کے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ پارس تک پہنچ سکیں۔ اس کی ساس نے کہا۔ "بیٹی! تم اپنی رہائش گاہ میں رہو۔ وہ ضرور فون کرے گا۔ وہ تمھیں بہت چاہتا ہے۔ تم یہاں تنہا ہو، وہ تمھارے لیے فکر مند ہوگا۔ کسی نہ کسی طرح تمھاری خبر لے گا۔"

چوبیس گھنٹے گزر گئے۔ نہ اس کا فون آیا، نہ اس نے شکل دکھائی۔ نہ ہی کہیں سے ایسا اشارہ دیا کہ وہ اڑتی ہوئی اس کے پاس پہنچ جاتی۔ آخر ساس نے مشورہ دیا۔ "تم اپنی ملازمہ کو فون کے پاس بٹھا دو۔ اس سے کہو، کمرے سے باہر نہ جائے۔ جب بھی پارس کا فون آئے تو اس کا پیغام نوٹ کرے اور اسے بتائے کہ تم اس کے لیے کتنی پریشان ہو۔ اس سے کہیں بھی، کسی بھی حال میں ملنا چاہتی ہو۔"

اس نے کہا۔ "ماما! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میں ملازمہ کو یہاں بٹھا کر جاتی ہوں لیکن ایک بات کہنا چاہتی ہوں، آپ برا تو نہیں مانیں گی۔"

"نہیں۔ بولو کیا بات ہے؟"

"آپ کی وجہ سے وہ مجھ سے بھی دور ہو گئے ہیں۔"

رسونتی کو یہ بات بری لگی۔ اس نے ناگواری سے پوچھا۔ "تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"میں بھلا کیا کہہ سکتی ہوں، وہ آپ کے بیٹے ہیں، آپ سے اور پاپا سے کتراتے ہیں۔ کترانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ نافرمان ہیں اور آپ لوگوں کا احترام نہیں کرتے۔ وہ صرف آپ کی ٹیلی پیتھی کے مخالف ہیں۔ کیا ایسا راستہ اختیار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی شکایت دور ہو جائے۔ آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کی مدد نہ کریں۔ آپ ماں بیٹے کے درمیان یہ بات طے پا جائے کہ آپ پارس کے دماغ میں آیا کریں گی۔ صرف اس کی خیریت معلوم کریں گی اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی مدد نہیں کریں گی۔"

رسونتی نے خوش ہو کر کہا۔ "تم بہت اچھی ہو، بہت ذہین ہو۔ تم نے بڑے کام کی بات کی ہے۔ واقعی جیسے وہ ہماری مدد قبول نہیں کرنا چاہتا تو ہم اس کے سامنے ٹیلی پیتھی کا ذکر بھی نہیں کریں گے۔ ایک ماں اور چاہتی کیا ہے۔ صرف اپنے بیٹے کی خیریت اور سلامتی۔ میں اسی بنیاد پر اس کے دماغ میں آتی جاتی رہوں گی، اگر وہ مان لے۔"

"اس بار ملاقات ہوئی تو میں سنالوں گی۔"

"مجھے معلوم ہوتا کہ وہ یوں بے لگام ہو جائے گا تو میں بابا صاحب کے ادارے سے باہر نہ جانے دیتی۔ وہاں پہنچ کر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پیچھے پڑ گیا۔ جیری جیکب کو مار چکا ہے باقی تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تلاش میں ہے۔ ہمیں ان کے متعلق معلوم ہے۔ ایک کا نام ڈینی دانیال ہے۔ وہ ان دنوں اسرائیل میں ہے۔ اگر پارس اسے تلاش کرے گا تو خواہ مخواہ وقت ضائع کرے گا اور یہ کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ دانیال اپنی یہودی قوم میں جا کر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے بعد دو اور ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں جن کے نام اور حلیے مجھے معلوم ہیں۔ تم غور سے سنو اور اپنی یادداشت میں محفوظ رکھو، ہو سکے تو نوٹ کر لو۔"

رسونتی باقی دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور حلیے تفصیل سے بتانے لگی۔ پھر اس نے پوچھا "تم نے نوٹ نہیں کیا؟"

"ماما! آپ بول رہی تھیں، میں سن رہی تھی اور میں نے سب کچھ ذہن نشین کر لیا ہے لیکن پھر ایک بات کھٹک رہی ہے۔"

"کون سی بات؟"

"میں پارس کو ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تفصیل بتاؤں گی تو وہ پوچھے گا مجھے کیسے معلوم ہوا۔ یہ بتانا ہوگا کہ ماما نے بتایا ہے اور ماما نے یقیناً خیال خوانی کے ذریعے یہ معلومات حاصل کی ہیں۔"

"تم اسے یہ نہیں بتانا کہ یہ معلومات میرے ذریعے حاصل ہوئی ہیں۔"

"پھر میں کیا بتاؤں گی۔ مجھے یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟"

"بیک وقت تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا ذکر نہ کرنا، صرف اتنا کہہ دینا کہ تم نے ایک شخص کو مشکوک حالت میں دیکھا ہے۔ وہ کہیں بیٹھا ہوا خلاء میں تک رہا تھا جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا 'کیا آپ نے مجھے بلایا ہے؟'

یہ کہتے ہی وہ چونک گیا۔ پھر کہنے لگا 'ارے میں تو اپنے بنگلے میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہاں کیسے پہنچ گیا؟'

اس شخص نے اٹھتے ہوئے کہا 'تم میری مٹھی میں ہو، سیدھی طرح کار میں چل کر بیٹھو۔'

آنے والے نے کہا 'میں تمھارا غلام نہیں ہوں۔'

یہ کہتے ہی وہ پھر چپ ہو گیا۔ سر جھکا لیا اور اس شخص کے پیچھے چلتا ہوا اس کی کار میں جا کر بیٹھ گیا۔"

رسونتی یہ باتیں فرزانہ کو سمجھا رہی تھی۔ پھر اس نے کہا "تم پارس سے کہنا، تم اس شخص کا تعاقب نہیں کر سکیں، لیکن اس کی کار کا نمبر نوٹ کر لیا ہے لہٰذا تم یہ نمبر بھی نوٹ کر لو۔"

رسونتی نے اسے نمبر بتایا۔ فرزانہ نے پوچھا "کیا واقعی اس ٹیلی پیتھی جاننے والے شخص کی کار کا نمبر ہے؟"

"جب وہ ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد کچھ عرصے تک یہاں تھا تو یہی کار استعمال کرتا تھا۔ پتا نہیں، یہ کار اس کی ملکیت ہے یا نہیں لیکن پرانے رجسٹر الٹ پلٹ کر دیکھنے سے یہ نام ضرور ملے گا۔"

فرزانہ نے ملازمہ کو بلایا۔ اس رہائش گاہ میں وہی ایک قابلِ اعتماد ملازمہ تھی۔ اس نے سمجھایا "تم اسی کمرے میں رہو گی۔ صاحب کا فون آ سکتا ہے۔ وہ جو پیغام دیں اسے نوٹ کر لینا اور یہ ضرور کہنا کہ میں ان کے لیے بہت پریشان ہوں۔ ان سے کہیں بھی، کسی صورت میں ملنا چاہتی ہوں۔"

وہ اسے ضروری ہدایات دے کر رہائش گاہ سے باہر آئی۔ اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے ایک لمبی ڈرائیو کے لیے نکل پڑی۔ دنیا میں اب تک کروڑوں اور اربوں محبت کرنے والے گزرے لیکن انھوں نے اپنے پیچھے کوئی ایسا نسخہ نہیں چھوڑا جس پر عمل کرتے ہوئے بچھڑے ہوئے محبوب سے ملا جا سکے۔ وہ سوچ کر نکلی تھی، تمام دن ڈرائیو کرتی رہے گی اور رات کو بھی اس وقت تک کار چلاتی رہے گی جب تک اسے نیند نہ آئے اور وہ جانتی تھی، اسے نیند نہیں آئے گی۔ تلاش جاری ہے اور جاری رہے گی۔

اچانک ٹیلیفون سے اشارہ موصول ہوا۔ اس نے کار ایک کنارے روکی اور کارڈلیس رسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے پارس کی آواز سنائی دی "وہی ہوں جس کی آواز سننے کے لیے بیتاب ہو۔"

وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ چیختے ہوئے بولی "تم کہاں ہو؟ تمھیں کیسے معلوم ہوا، میں یہاں ہوں؟"

"میں نے تمھارے بنگلے میں فون کیا تھا۔ ملازمہ نے کہا تم گاڑی لے کر نکلی ہو۔ لہٰذا میں نے اسی نمبر پر تمھیں رنگ کیا ہے۔"

"اوہ پارس! میں مر جاؤں گی۔ تم کہاں ہو؟ جلدی آؤ۔"

"کتنی جلدی آؤں؟"

"ابھی آ جاؤ۔ میرے رسیور رکھنے سے پہلے آ جاؤ۔"

"یہ ممکن نہیں ہے، تھوڑی سی دیر لگے گی۔"

"کتنی دیر لگے گی؟"

"یہاں کچھ ایجنسیاں ہیں، جہاں کرائے پر لڑکیاں ملتی ہیں جو اچھے خاصے معاوضے پر کسی بھی نوجوان کے ساتھ تفریح کرتی ہیں، سینما، تھیٹر اور کلبوں میں جاتی ہیں۔ اسی طرح کرائے پر لڑکے بھی ملتے ہیں جو اچھے خاصے معاوضے پر جوان لڑکیوں کے ساتھ وقت گزارتے ہیں۔ تم ایسی دو ایجنسیوں میں جاؤ اور کسی خوب صورت لڑکے کی تلاش کرو جو تمھارے ساتھ وقت گزار سکے۔"

"یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ میں تمھارے سوا کسی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ اگر خواہ مخواہ تصور آئے تو میں اس پر تھوک دوں گی۔"

"پہلے پوری بات سنو۔ ان دو ایجنسیوں میں جا کر لڑکوں کو دیکھو اور انھیں ناپسند کرو۔ پھر تیسری ایجنسی کا پتا نوٹ کرو۔ اس کا نام ہے ڈیٹنگ پیئرز۔ یہ ایجنسی تھرڈ ایونیو میں پانچویں اسٹریٹ پر ہے۔ وہاں جاؤ گی تو تمھارے سامنے کچھ نوجوانوں کو پیش کیا جائے گا۔ میں ان کے درمیان رہوں گا۔ تم مجھے میری انگلی کی اس انگوٹھی سے پہچان سکتی ہو جو تم نے مجھے پہنائی تھی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "اوہ پارس! کتنا ایڈونچر ہے۔ کتنی رومانی جستجو کے بعد تمھارے پاس پہنچوں گی۔ دیکھو میں آ رہی ہوں۔"

اس نے رسیور رکھ دیا۔ کار اسٹارٹ کی۔ پھر طوفانی رفتار سے ڈرائیو کرتی ہوئی ایک ایجنسی تک پہنچ گئی۔ ایجنسی والوں نے اسے خوش آمدید کہا۔ اس کے سامنے کتنے ہی نوجوان لڑکے پیش کیے۔ وہ انھیں ناپسند کر کے دوسری ایجنسی میں پہنچی۔ وہاں بھی اس نے لڑکوں کو ناپسند کیا۔ پھر کار ڈرائیو کرتی ہوئی ڈیٹنگ پیئرز کے دفتر پہنچ گئی۔ وہاں بھی اسے خوش آمدید کہا گیا۔ اس کی ضرورت پوچھی گئی۔ پھر اس کے سامنے چند خوبرو جوان پیش کیے گئے۔ ان میں سے ایک جوان نے سر کھجانے کے بہانے اپنا ہاتھ اٹھایا تو فرزانہ کو اپنی انگوٹھی نظر آ گئی۔ اس نے کہا "مجھے یہ نوجوان پسند ہے۔"

وہ دفتر میں آ کر اس کی فیس ادا کرنے لگی۔ پارس نے خوب سوچ سمجھ کر فرزانہ سے ملنے کے لیے یہ طریقۂ کار اختیار کیا تھا۔ نیویارک میں ایسی ایجنسیاں ہیں جہاں بے روزگار نوجوان جو خوبرو ہوتے ہیں، وہ ان ایجنسیوں میں اپنا نام اور پتا لکھا کر وہاں کے ویٹنگ روم میں بیٹھ جاتے ہیں۔ دولتمند لڑکیاں یا بیرونی ممالک سے یا دوسرے شہروں سے آنے والی لڑکیاں جو تنہا ہوتی ہیں، اپنی تنہائی دور کرنے کے لیے ایسی ایجنسیوں میں آتی ہیں اور ان کا معاوضہ ادا کر کے اپنی پسند کا ساتھی لے جاتی ہیں۔

پارس نے ایسی ہی ایک ایجنسی میں اپنا نام اور فرضی پتا لکھایا تھا اور وہاں کے ویٹنگ روم میں بیٹھ کر فرزانہ کا انتظار کر رہا تھا۔ اب فرزانہ اسے لے کر کار میں آ گئی تھی۔ وہاں بیٹھتے ہی اس نے گاڑی اسٹارٹ کرنے سے پہلے اسے گھور کر دیکھا۔ پھر پوچھا "تم نے یہ انگوٹھی کہاں سے حاصل کی ہے۔ کیا تم واقعی میرے پارس ہو؟"

اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "مس! تم اتنی حسین ہو کہ میں تمھیں مس نہیں کرنا چاہتا اور اتنی معصوم ہو کہ دھوکا نہیں دینا چاہتا۔ دراصل تمھارا پارس میری گرفت میں آ گیا تھا۔ میں نے اس کی گردن دبوچ لی۔ پھر اس کے سینے پر چاقو کی نوک رکھتے ہوئے کہا 'تمھارے پاس جتنا مال ہے وہ نکالو ورنہ میں جان سے مار ڈالوں گا۔' اس نے کہا 'میرے ہاتھ میں یہی ایک ہیرے کی قیمتی انگوٹھی ہے۔' میں نے وہ انگوٹھی اس کے ہاتھ سے اتار لی۔ پھر اس سے تمھارے متعلق بہت کچھ سنا۔ میرے دماغ میں ایک آئیڈیا آیا کہ میں تمھیں ٹریپ کر سکتا ہوں۔ لہٰذا میں نے تمھارے پارس کو ایک جگہ قید کر دیا۔ اب تم مجھے لاکھوں ڈالر دو گی اور میرے ساتھ کچھ رنگین لمحات گزارو گی تو میں اسے تمھارے حوالے کر دوں گا۔"

"گو ٹو ہیل۔ میں تمھیں لاکھوں ڈالر دے سکتی ہوں لیکن تم مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔ میں اپنے محبوب کی امانت ہوں۔ میں اس کی جان جاتے ہوئے دیکھوں گی تو اپنی جان بھی دے دوں گی۔"

"میں جانتا ہوں، میری فرزانہ ایسی ہی ہے۔"

"اے خبردار! مجھے میری فرزانہ نہ کہنا۔"

"میں مذاق ختم کر رہا ہوں۔ غصہ تھوک دو، میں تمھارا پارس ہوں۔"

"میں کبھی یقین نہیں کر سکتی۔ اپنا میک اپ اتار دو۔"

"میک اپ اتاروں گا تو دشمن گھیر لیں گے۔"

"میری رہائش گاہ میں چل کر اتار سکتے ہو۔"

"تمھاری رہائش گاہ دشمنوں کی نظروں میں ہے۔ کیا میں وہاں سے زندہ سلامت نکل سکوں گا؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ پہلے مجھے یقین دلاؤ۔"

"ایک بات بتاؤ۔ کیا تمھارا محبوب تم سے بہت پیار

کرتا ہے کیا تمھاری پرائیویٹ باتیں کسی کو بتا سکتا ہے؟"

"ہرگز نہیں، وہ اپنے سائے سے بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا جو تنہائی میں اپنی محبوبہ سے کہتا ہے۔"

"تو پھر توجہ سے سنو، میں وہ ساری باتیں کہہ رہا ہوں جو ہم دونوں تنہائی میں کہہ چکے ہیں اور کر چکے ہیں۔"

پھر وہ قریب جھک کر بہت دھیمی دھیمی آواز میں کچھ کہنے لگا۔ جیسے سن کر فرزانہ کا چہرہ حیا سے تمتما رہا تھا۔ وہ اسے پرے دھکیلتے ہوئے اور ڈھیلے ہاتھوں سے مارتے ہوئے بولی۔ "یو چیٹ! دھوکے باز! تم مجھے ستا رہے تھے، پریشان کر رہے تھے۔"

وہ سنجیدگی سے بولا "یہ بہت ضروری تھا۔"

"کیوں ضروری تھا؟"

"آخر دشمن تمھارا تعاقب کر رہے ہوں گے، وہ دیکھ رہے ہوں گے کہ ہم کار کے اندر جو باتیں کر رہے ہیں وہ باہر سے سنی نہیں جا سکتیں، اور دیکھنے والے یہی سمجھ رہے ہوں گے، تم مجھے کرائے پر حاصل کرنے کے بعد مجھ سے تعارف حاصل کر رہی ہو اور آہستہ آہستہ بے تکلف ہو رہی ہو۔ چلو اب گاڑی آگے بڑھا دو۔"

اس نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "تمھاری نظروں میں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں ہم اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کر سکیں اور کوئی دشمن ہمیں پہچان نہ سکے۔"

"ایسا تو ممکن نہیں ہے۔ دشمن یقیناً تمھارا تعاقب کر رہے ہوں گے اور وہ مجھ پر بھی نظر رکھیں گے۔"

"تم نے جیری جیکب کو مار ڈالا ہے اس کے بعد اور دشمن کہاں سے آئیں گے؟"

پارس نے اسے چونک کر دیکھا، پھر کہا "اوہ! تو ماما کو معلوم ہو چکا ہے، میں نے جیری جیکب کو ہلاک کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے، جب جیری میرے سامنے اپنی آخری سانسیں گن رہا تھا تو ماما اس کے دماغ میں موجود تھیں۔"

فرزانہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اسے جیری جیکب کی موت کے بارے میں نہیں کہنا چاہیے تھا مگر بات زبان سے نکل گئی تھی۔ وہ ایک اوپن ایئر ریستوران میں آگئے۔ فرزانہ نے پوچھا "یہ کھلی جگہ ہے کیا تم دشمنوں کے نشانے پر رہنا چاہتے ہو؟"

"ہم کسی چار دیواری میں جائیں گے، تب بھی دشمن نگرانی کرتے رہیں گے۔ پھر ڈرنا کیسا۔ آؤ بیٹھو، کچھ ہلکا سا ناشتا کریں گے، کافی پئیں گے۔ اس کے بعد ایک دوسرے سے بچھڑ جائیں گے۔"

فرزانہ کا دل دھک سے رہ گیا۔ بے اختیار اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ پارس نے کہا "مجھے یہی کمزوری پسند نہیں ہے۔ اسی کمزوری پر قابو پانے کے لیے تمھیں بابا صاحب کے ادارے میں بھیجا تھا مگر ماما سے کیا کہوں۔ وہ ممتا کی ماری ہیں، انھوں نے مجھے ڈھونڈ نکالنے کے لیے تمھیں دوبارہ یہاں بھیج دیا۔ فرزانہ! عورت صرف آنسو بہانے کے لیے نہیں ہوتی۔"

وہ بولی "اور مرد صرف رلانے کے لیے نہیں ہوتے۔"

"جب تم ادارے میں رہ کر موم سے پتھر بن جاؤ گی، تب پتا چلے گا کہ عورت ایک چٹان ہوتی ہے، وہ ہر آندھی کے سامنے سینہ تان کر کھڑی ہوتی ہے۔ آندھی گزر جاتی ہے مگر چٹان نہیں گرتی۔ میں نے ایسی کئی چٹانیں دیکھی ہیں جن میں سے ایک کا نام سونیا ہے۔"

"پتا نہیں، سونیا ممی کیسی چٹان ہیں، میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیسے چٹان بنوں گی، میرا دل تمھارے لیے ہر لمحے دھڑکتا ہے کوئی سی بات ہو، آنکھ میں آنسو آجاتے ہیں۔"

"یہی کمزوری دور کرنا چاہتا ہوں۔ تم بہت جلد بابا صاحب کے ادارے میں جاؤ گی، نہیں جاؤ گی تو سمجھ لو، ہم ایک ساتھ کبھی زندگی نہیں گزار سکیں گے۔"

"کیا تم میرے بغیر رہ جاؤ گے؟"

"اس سے پہلے کہ تمھاری جیسی کمزور لڑکی کو دشمن میری کمزوری بنائیں، مجھے تمھاری زندگی سے دور ہو جانا چاہیے، میں تمھاری جدائی برداشت کر لوں گا لیکن وہ کمزوری برداشت نہیں کر سکوں گا جس سے دشمن کھیل سکیں۔"

"کیا تم میرے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں نہیں چل سکتے؟"

"میں یہاں مصروف ہوں۔"

"ایسی کیا مصروفیت ہے، تم یہاں کیا چاہتے ہو؟"

"ٹرانسفارمر مشین نے پانچ ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے ہیں جن میں سے دو مارے گئے ہیں، تین باقی ہیں۔ میں ان تینوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

فرزانہ نے میز پر دونوں ہاتھ ٹیک دیے پھر اس کی طرف جھکتے ہوئے بولی "میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا ہے جس پر ٹیلی پیتھی جاننے والے کا شبہ ہوتا ہے۔"

پارس نے اسے غور سے دیکھا، پھر پوچھا "تم نے کہاں دیکھا ہے، مجھے تفصیل بتاؤ۔"

"میں کل سے تمھیں ڈھونڈتی پھر رہی ہوں۔ کل شام کو سمندر کے ساحل پر تھی۔ ایک ملٹی کلر چھتری کے نیچے آرام سے لیٹی ہوئی تھی میرے قریب ہی ایک اور ملٹی کلر

کی چھتری کے سائے میں ایک شخص لیٹا ہوا آسمان کی طرف یوں تک رہا تھا جیسے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا خیال خوانی کر رہا ہو۔ میں نے تھوڑی دیر بعد دیکھا، ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اس کے قریب رُک گیا، کہنے لگا۔ آپ نے مجھے کیوں طلب کیا ہے؟ پھر دوسرے ہی لمحہ وہ کہنے والا لڑکھڑا گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولا۔ ارے میں یہاں کیسے پہنچ گیا، میں تو اپنی رہائش گاہ میں تھا اور یہ سمندر کا کنارہ ہے۔ اور تم... تم لارنس ڈیکوزا، یہ تم ہو...

وہ شخص جو میرے قریب ہی ملٹی کلر چھتری کے نیچے لیٹا ہوا تھا، اس کا نام معلوم ہو گیا۔ وہ لارنس ڈی کوزا تھا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ ہاں، میں ہوں اور میں نے ہی تمھیں ٹریپ کیا ہے، اب تم سیدھی طرح میری کار میں چل کر بیٹھو۔ میں تم سے کچھ اہم معاملات طے کرنا چاہتا ہوں —— یہ کہہ کر وہ چھتری کے نیچے سے نکلا۔ پھر دور کھڑی ہوئی کار کی طرف جانے لگا۔ میں بھی اُٹھ گئی اور ایک لمبا چکر کاٹ کر اس کی کار کی طرف آئی۔ اس وقت تک وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ چکے تھے، وہ اسٹارٹ ہو کر آگے جا رہی تھی لیکن میں نے اس کا نمبر نوٹ کر لیا۔"

فرزانہ نمبر بتانے لگی، پارس نے وہ نمبر نوٹ کرنے کے بعد کہا۔ "اچھا، تو اس کا نام لارنس ڈی کوزا ہے۔ ایسے ہی ایک نام کا جنرل تھا جو ٹرانسفارمر مشین کے چکر میں مارا گیا۔ وہ جنرل ڈیکورا تھا، یہ لارنس ڈی کوزا ہے۔"

پارس کہہ رہا تھا اور ادھر فرزانہ سوچ کے ذریعے رسوتی کو مخاطب کر رہی تھی۔ "ماما! کیا آپ میرے دماغ میں موجود ہیں۔ اگر ہیں تو مجھے بتائیے اور دیکھیے، آپ کا بیٹا مجھ سے گفتگو کر رہا ہے۔ ہم پھر مل گئے ہیں۔ مجھے کچھ مشورے دیجیے تاکہ ان پر عمل کرتے ہوئے آئندہ آپ کے بیٹے کو گم نہ ہونے دوں۔"

وہ کہہ رہی تھی لیکن رسوتی کا جواب سنائی نہیں دے رہا تھا۔ تب اسے یقین ہو گیا، ماما اس وقت دماغ میں موجود نہیں ہیں۔ پارس نے پوچھا۔ "تم کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ خیالات سے چونک گئی، پھر بولی۔ "کچھ نہیں۔"

"میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ مجھے اس کا نام معلوم ہو گیا۔ اس طرح میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام معلوم کر چکا ہوں۔ ایک ڈینی دانیال اور دوسرا لارنس ڈیکوزا۔"

فرزانہ کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے۔ پارس نے حیرانی سے کہا۔ "تعجب ہے، میونسپلٹی کے نلکے میں بھی اتنا پانی نہیں آتا۔ آخر بات کیا ہے؟"

وہ پارس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ "مجھے گائیڈ کرو، میری رہنمائی کرو۔ میں نہیں جانتی، سسرال میں کس طرح رہنا چاہیے۔ شوہر کی بات ماننی چاہیے یا ساس کی۔"

"تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"میری بات کا جواب دو، شوہر اہم ہوتا ہے، یا ساس؟"

"شوہر زیادہ اہم ہوتا ہے اور جتنا وہ اہم ہوتا ہے اتنی ہی اہم اس کی ماں ہوتی ہے۔"

"مگر شوہر اور ساس کے خیالات مختلف ہوں اور دونوں کے احکامات مختلف ہوں تو لڑکی کو کس کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے؟"

"تم مجھے الجھا رہی ہو، صاف صاف بات کرو۔"

"میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہے گا۔ میں دل و جان سے تمھیں چاہتی ہوں۔ زندگی کے کسی موڑ پر کسی بھی آزمائشی موقعے پر تمھیں دھوکا نہیں دے سکتی، میں اس سے پہلے مر جاؤں گی۔"

"آخر بات کیا ہے؟"

"میں نے کسی لارنس ڈیکوزا کو نہیں دیکھا۔ میں سمندر کے کنارے نہیں گئی۔ تمھاری ماما نے سمجھایا تھا، میں تمھیں یہ باتیں بتاؤں، تمھیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام معلوم ہو جائیں گے۔ تم نے جس ڈینی دانیال کا نام سنا ہے، وہ یہاں نہیں اسرائیل میں ہے۔"

پارس نے میز پر ایک گھونسا مارا، پھر فرزانہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے ناراض نہیں ہوں، خوش ہوں۔ تم نے پہلے جھوٹ کہا، پھر فوراً سچ کہہ دیا۔ تم مجھے دھوکا نہیں دینا چاہتیں لیکن ذرا غور کرو۔ تمھاری کمزوری کے باعث ایسا ہو رہا ہے۔ اگر تم بابا صاحب کے ادارے میں رہو گی اور وہاں یوگا کی مشقیں کرو گی اور تمھارا دماغ اتنا حساس ہو جائے گا کہ ٹیلی پیتھی کی لہریں تمھارے دماغ میں نہیں آ سکیں گی تو ماما بھی تمھیں ایسی باتیں نہیں سمجھا سکیں گی۔"

"تم درست کہتے ہو لیکن میں ماما کی مرضی کے خلاف اس ادارے میں کیسے رہ سکتی ہوں؟"

"اس کی فکر نہ کرو۔ میں تمھارا دوسرا انتظام کروں گا۔ تم ادارے میں نہیں جاؤ گی۔ ایک ٹیلیفون نمبر ذہن نشین کر لو۔"

اس نے نمبر بتایا۔ فرزانہ نے پوچھا۔ "یہ کس کا نمبر ہے؟"

"یہ میری سونیا ممّا کا ہے۔ اس نمبر پر رابطہ قائم کرو اور ممّا سے کہو، میں تمھیں ادارے میں نہیں رکھنا چاہتا، صرف ممّا کی نگرانی میں رکھنا چاہتا ہوں۔"

"کیا وہ تمھاری ماما کے اور تمھارے پاپا کے خلاف اس بات پر راضی ہو جائیں گی؟"

"میری ممّا کے آگے کسی کی نہیں چلتی، خواہ وہ میری ماما ہوں یا میرے پاپا ہوں۔ تم فون کر کے ان سے بات کرو۔"

"کیا ابھی فون کروں؟"

"اپنی رہائش گاہ پہنچنے کے بعد ان سے اطمینان سے باتیں کر لینا۔"

"پارس، میں ہر اس راستے پر چلنے کے لیے تیار ہوں، ہر وہ بات ماننے کے لیے تیار ہوں جو مجھے تمھارے قریب سے قریب تر لے آئے۔"

"میری ممّا پر اعتماد کرو، وہ تمھیں فولاد بنا دیں گی۔ ایک دن تم میرے شانہ بشانہ کھڑی ہو کر فخر کرو گی۔ میرا کوئی دشمن تمھیں میری کمزوری نہیں بنا سکے گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ملاقات کے بعد ہم بچھڑ جائیں گے؟"

"ہاں۔ دل پر پتھر رکھ لو، یہ ہماری بہتری کے لیے ہے۔"

"میں تمھاری بات سمجھ رہی ہوں، میں یہ بھی جانتی ہوں، میرے یہاں رہنے سے دشمن تمھیں کمزور بنا سکتے ہیں لہٰذا یہاں سے جاتے ہی سونیا ممّا سے رابطہ قائم کروں گی۔"

وہ بہت دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ اُٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ جانتے تھے، اُٹھنے کے بعد جدائی ہے۔ پھر بھی وہ کب تک بیٹھے رہ سکتے تھے۔ انھوں نے بل ادا کیا۔ پھر ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر کار کی طرف جانے لگے۔ اس نے کہا۔ "میں نہیں چاہتی، تم مجھے رہائش گاہ تک چھوڑنے جاؤ اور دشمنوں کی نظروں میں آ جاؤ مگر آدھے راستے تک ساتھ دے سکتے ہو۔"

"میں امپائر اسٹیٹ بلڈنگ تک ساتھ دوں گا۔ وہاں پارکنگ ایریا میں میری گاڑی ہے۔ پھر میں اپنی گاڑی میں چلا جاؤں گا۔"

وہ کار کی اگلی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ اس نے کار اسٹارٹ کی۔ پھر ڈرائیو کرتے ہوئے بولی۔ "ڈینی دانیال کے متعلق تمھیں بتا چکی ہوں، تم اس کے پیچھے اسرائیل نہیں جاؤ گے لیکن یہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں، ان کے متعلق کیا سوچ رہے ہو؟"

"سوچنا کیا ہے۔ آخر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہی مجھے ان کے نام اور حلیے معلوم ہوئے ہیں۔ ماما نے زبردستی یہ معلومات فراہم کی ہیں۔ میں بالکل ہی ضدی اور ہٹ دھرم نہیں ہوں، جو معلومات حاصل ہو گئی ہیں ان سے فائدہ نہ اٹھانا سراسر نادانی ہوگی۔"

وہ امپائر اسٹیٹ بلڈنگ کے سامنے پہنچ گئے۔ فرزانہ نے ایک طرف گاڑی روک دی۔ دونوں نے ایک دوسرے کے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھام لیا، ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھنے لگے۔ اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ پارس بولا۔ "تم روؤ گی تو میری آنکھوں میں یہی تصویر نقش رہے گی۔ تمھارا فرض ہے، مسکراتے ہوئے جاؤ تاکہ میرے تصوّر میں تمھارا چہرہ مسکراتا رہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک بولتے رہے، تھوڑی دیر تک ایک دوسرے کے ہاتھ کو تھام کر ایک دوسرے کو پا لینے کا یقین کرتے رہے۔ اس کے بعد خاموشی سے بچھڑ گئے۔ بچھڑتے ہوئے بھی یوں لگ رہا تھا جیسے تقدیر بدل جائے گی، ارادہ بدل جائے گا، اچانک وصال کی گھڑیاں آ جائیں گی۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی اُس سے دور نہیں ہوئی لیکن سوچتے رہنے سے نہ تقدیر بدلتی ہے نہ ارادے بدلتے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ ڈرائیو کرتی ہوئی جا رہی تھی اور عقب نما آئینے میں پارس کو فٹ پاتھ پر دیکھ رہی تھی۔ اس کا جی چاہتا تھا، سڑک ایسی ہی سیدھی رہے اور وہ عقب نما آئینے میں نظر آتا رہے۔ یہ بھی اس کی سوچ تھی اور سوچنے سے بات پوری نہیں ہوتی۔ آخر اسے ایک جگہ مڑنا پڑا۔ پھر مڑتے ہی محبوب نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

فٹ پاتھ پر اچھی خاصی رونق تھی۔ عورتیں، مرد، بچے بوڑھے آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ جب فرزانہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو وہ پلٹ کر ایک طرف جانا چاہتا تھا، اسی وقت ایک شخص اوورکوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے اس کے سامنے آ گیا۔ مسکراتے ہوئے بولا۔ "میں تمھیں ایک خوش خبری سنانا چاہتا ہوں۔"

پارس نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولا۔ "میری جیب میں ریوالور ہے۔ انگلی ٹرائیگر پر ہے اور تم نشانے پر ہو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کسی نے پیچھے سے کہا۔

"اگر اس کے ریوالور سے نشانہ چوک گیا تو میری جیب میں بھی ریوالور ہے۔ انگلی ٹرائیگر پہ ہے اور نشانے پر تم ہو۔"

پھر اسے بائیں طرف سے آواز آئی، تیسرا شخص کہہ رہا تھا "عجیب بات ہے۔ ریوالور میری جیب میں بھی ہے۔ انگلی ٹرائیگر پر ہے اور نشانے پر تم ہی ہو۔"

سامنے سے آنے والا شخص اس کے دائیں طرف آگیا۔ اب دائیں بائیں اور پیچھے تین ریوالور والے تھے۔ پیچھے کھڑے ہوئے شخص نے آہستگی سے حکم دیا "اسی پوزیشن میں چلتے رہو۔ ہم تمہارے تین طرف چلتے رہیں گے۔ وہ سامنے موڑ پر فٹ پاتھ کے ساتھ ہی سرخ رنگ کی کار کھڑی ہوئی ہے۔ اس کی پچھلی سیٹ پر جا کر بیٹھ جاؤ۔"

پارس نے سر گھما کر تینوں کو دیکھا پھر پوچھا "تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"کوئی سوال نہیں، کوئی جواب نہیں۔ اس کے بعد ایک آواز بھی منہ سے نکالو گے تو ہمارے ریوالوروں سے گولیاں نکلیں گی۔"

وہ ان کے درمیان آگے بڑھنے لگا۔ تینوں اس کے اتنے قریب تھے کہ چلتے وقت دائیں بائیں یا پیچھے سے کسی نہ کسی ریوالور کی نال ضرور لگتی تھی۔ وہ چلتے پھرتے کرتب دکھا سکتا تھا۔ اپنے بچاؤ کے راستے نکال سکتا تھا۔ ان کے ساتھ چلتے چلتے پھسل کر ایک جگہ سے دوسری جگہ بدل سکتا تھا۔ مگر بدلنے سے پوزیشن بدل جاتی، حالات بدل جاتے۔ وہ چلتے چلتے اچانک فضا میں اچھل کر الٹی قلابازی کھاتا ہوا اس شخص کے پیچھے پہنچ جاتا جو اس کے پیچھے آرہا تھا پھر اسے دبوچ کر باقی ریوالور والوں کے سامنے اسے ڈھال بنا لیتا لیکن پھسلنے یا اچھلنے کی گنجائش نہیں تھی۔ وہ بالکل ساتھ ساتھ لگے ہوئے چل رہے تھے۔

وہ سرخ رنگ کی کار کے قریب آگئے، وہاں کچھ اور لوگ تھے۔ ان میں سے ایک نے دروازہ کھولا۔ پچھلی سیٹ کے ایک طرف ایک شخص ریوالور لیے بیٹھا ہوا تھا۔ پارس کو اس کے پاس بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ وہ وہاں جا کر بیٹھا تو دوسرا ریوالور والا وہاں آکر بیٹھ گیا۔ دو شخص اگلی سیٹ پر تھے۔ باقی لوگ آگے پیچھے والی کاروں میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔ پھر وہ تین کاروں کا قافلہ وہاں سے روانہ ہوگیا۔

وہ دشمنوں کے درمیان خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا۔ کار تیز رفتاری کے ساتھ بھاگتی جارہی تھی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد ان لوگوں نے کار کے سایہ دار شیشے چڑھا دیے، تاکہ باہر والوں کو اندر کچھ نظر نہ آئے۔ سامنے بیٹھے ہوئے شخص

نے ڈیش بورڈ کھول کر اس میں سے وینشنگ کریم، تولیہ اور آئینہ نکالا پھر اسے پارس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "آرام سے آئینہ دیکھو اور چہرے کا میک اپ صاف کرلو۔"

پارس نے وہ سامان دیکھ کر حیرانی سے پوچھا "کیسا میک اپ؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو، میں کوئی بہروپیا ہوں؟"

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔ باتیں نہ کرو، جو کہا جارہا ہے اس پر فوراً عمل کرو۔"

پارس نے وینشنگ کریم کی شیشی کھول کر اس میں سے کریم نکالی۔ اسے اچھی طرح اپنے چہرے کے ہر حصے پر ملنے لگا۔ تولیہ لے کر اچھی طرح گھس گھس کر صاف کرنے لگا لیکن چہرہ وہی تھا۔ وہ سب اسے توجہ سے دیکھ رہے تھے، صرف ڈرائیو کرنے والے کی توجہ ڈرائیونگ پر تھی۔ ایک نے کہا "اس کا مطلب ہے تم نے عارضی میک اپ نہیں کیا ہے۔ یہ ماسک میک اپ ہوسکتا ہے۔"

اس کے بائیں طرف بیٹھے ہوئے شخص نے ایک ہاتھ بڑھا کر اس کی گردن کے پیچھے ماسک کے جوڑ کو ٹٹولنے لگا۔ لیکن وہاں کچھ نہیں تھا۔ اس نے کہا "یہ ماسک میک اپ نہیں ہے۔"

دوسرے نے کہا "تو پھر پلاسٹک سرجری ہے۔ یہ جوان بہت گہرا ہے۔ آخر بیٹا کس کا ہے، لیکن ہم اس کی چال میں نہیں آئیں گے۔"

پارس خاموش تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کسی نے کوئی سوال بھی نہیں کیا۔ وہ دائیں بائیں کھڑکی کے باہر دیکھتا جارہا تھا اور اندازہ کر رہا تھا، انجانے دشمن اسے بروک لین کی طرف لے جارہے ہیں اور اس کار کا رخ لوئیر نیو یارک کی طرف ہے۔ یہ سفر کافی لمبا ہوسکتا تھا۔ پارس اطمینان سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوگیا۔ سامنے جس حد تک ٹانگیں پھیل سکتی تھیں پھیلا دیں۔ بائیں طرف بیٹھے ہوئے شخص نے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا "تم ایسے اطمینان سے بیٹھے ہو جیسے زندہ بچ نکلو گے۔"

پارس نے پوچھا "کیا خوفزدہ ہونے سے موت ٹل جائے گی؟"

"بکواس مت کرو۔"

پارس اس کے جواب میں مسکرانے لگا۔ وہ ایک دم سے جھنجلا گیا۔ غصے سے پہلو بدل کر بولا "کیوں مسکرا رہے ہو، کیا تمہاری شامت آئی ہے؟"

"اگر میری شامت آتی تو تم لوگ مجھے فٹ پاتھ پر ہی گولی مار دیتے۔ تم مجھے جہاں لے جارہے ہو وہاں پہنچانے سے پہلے کوئی مجھے گولی نہیں مار سکتا۔"

"تم اتنا سمجھ رہے تھے۔ تو پھر ہماری گرفت میں کیوں آئے، بھاگ نکلنے کی کوشش کیوں نہ کی؟"

"بھاگنے سے شاید میرا نقصان ہوتا۔ تم لوگ مجھے جان سے نہ مارتے تو زخمی ضرور کرتے پھر اٹھا کر لے جاتے۔ اب میں صحیح سلامت جارہا ہوں اور صحیح سلامت واپس آؤں گا۔"

اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے اپنے ساتھی سے کہا "جیکی! تمہیں سختی سے منع کیا گیا تھا اس سے کوئی بات نہ کرنا۔ تم بات بھی کر رہے ہو اور غصے میں بھی آرہے ہو۔ کیا کام بگاڑنا چاہتے ہو؟"

جیکی نے کہا "میں کوئی ایسی بات نہیں کر رہا ہوں جس سے ..."

اس کے ساتھی نے ڈانٹ کر کہا "شٹ اپ، ایک لفظ بھی بولو گے تو گاڑی سے باہر پھینک دوں گا۔"

وہ خاموش رہ کر دانت پیسنے لگا۔ پارس نے آہستگی سے کہا "میں نے ایسے زرخرید غلام بہت دیکھے ہیں جو ایک ڈانٹ میں خاموش ہو جاتے ہیں۔"

ڈانٹ سن کر خاموش ہونے والا ایک دم سے بھڑک گیا۔ غصے سے چیخ کر کہا "میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا ذلیل کمینے...!"

اس کے بھڑکتے ہی پارس نے ریوالور والے ہاتھ کو پکڑ لیا تھا اور اپنا ہاتھ بالکل سیٹ کی پشت سے لگا دیا تھا۔ ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ ریوالور کی گولی سے بچنا چاہتا ہو لیکن وہ مکاری سے کام لے رہا تھا۔ اس شخص کی انگلی ٹرائیگر پر تھی۔ اس نے ٹرائیگر کو پوری قوت سے دبایا۔ بٹائیں سے گولی چل پڑی۔ پارس کے بائیں طرف بیٹھا ہوا شخص ایک چیخ مار کر تڑپنے لگا۔ سامنے والے شخص نے فوراً پلٹ کر پارس کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "اسے چھوڑ دو ورنہ گولی مار دوں گا۔"

پارس نے کہا "اگر میں نے اسے چھوڑا تو یہ گولی مار دے گا۔ جب مجھے ہر طرح مرنا ہی ہے تو یہ لو۔"

اس نے جیکی کو اپنے اوپر گرا لیا۔ سامنے والے نے گولی چلائی، وہ پارس کو زخمی کرنا چاہتا تھا لیکن جیکی درمیان میں آگیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گولی اس کی پشت میں سیدھی دل کی جگہ پیوست ہوگئی۔ پارس نے ایک گھونسا سامنے والے کی ناک پر جڑ دیا۔ وہ کوئی ایسا ویسا ہاتھ نہیں تھا، فولادی مکا تھا۔

وہ چکرا کر رہ گیا۔ جب تک سنبھلتا، پارس نے اسے بھی گولی مار دی۔ اب اس کے دونوں ہاتھوں میں دونوں لاشوں کے ریوالور آگئے تھے۔ ڈرائیو کرنے والا سمجھ رہا تھا، وہ تین ریوالور والے ہیں۔ پارس کو قابو میں کرلیں گے۔ لیکن اس نے یکے بعد دیگرے اپنے ساتھیوں کو مرتے دیکھا تو ایک طرف گاڑی روکنے کی کوشش کی۔ پارس نے اس کی کنپٹی سے ریوالور لگا کر کہا "سیدھی طرح چلتے رہو، رفتار بڑھاتے رہو اور جہاں میں کہوں راستہ بدل دینا۔"

وہ سہم کر حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ پارس نے پہلے ایک طرف کا دروازہ کھولا پھر ادھر پڑی ہوئی لاش باہر لڑھکا دی۔ دروازہ جلدی بند کرلیا پھر اس نے دوسری طرف کا دروازہ کھول کر دوسری طرف کی لاش باہر پھینک دی۔ آگے پیچھے آنے والی گاڑی کے لوگوں نے فائرنگ کی آوازیں سنی تھیں۔ وہ لاشوں کو باہر گرتے دیکھ رہے تھے۔ آگے والی گاڑی اس کی کار کے سامنے رکاوٹ بننے کی کوشش کر رہی تھی پیچھے سے آنے والی گاڑی رفتار بڑھا کر دیکھنا چاہتی تھی کہ درمیانی گاڑی میں کیا ہو رہا ہے۔ پارس نے کار ڈرائیو کرنے والے کو حکم دیا "رفتار بھی قائم رکھو اور ایک ہاتھ سے دروازہ کھول کر لاش کو باہر پھینک دو۔"

وہ اس حکم کی بھی تعمیل کرنے لگا۔ ذرا دیر بعد اگلی سیٹ بھی خالی ہوگئی۔ لاش باہر چلی گئی۔ دروازہ بند ہوگیا۔ پارس اگلی سیٹ پر آکر بولا "تم ایک ہی شرط پر زندہ رہ سکتے ہو۔ اس چلتی گاڑی سے باہر چھلانگ لگا دو۔ زندگی رہی تو بچ جاؤ گے۔ چھلانگ نہیں لگاؤ گے تو میری گولی سے مارے جاؤ گے، میں تین لاشوں کی طرح یہ چوتھی لاش بھی باہر پھینک دوں گا۔"

پیچھے سے آنے والی گاڑی برابر ہو کر ایک طرف دھکا مار رہی تھی۔ آگے جانے والی گاڑی راستہ روکنے کی کوشش کر رہی تھی مگر ڈرائیور نے اسٹیئرنگ گھما کر راستہ بدل دیا تھا۔ پھر ایسے ہی وقت اس نے دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔ پارس نے فوراً ہی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔ گاڑی آہستہ ہوتے ہوتے پھر تیز رفتاری اختیار کرنے لگی۔ اب وہ آندھی طوفان کی رفتار سے بھاگ رہی تھی۔ ان دو گاڑیوں کو پیچھے چھوڑتی جارہی تھی۔ دن کے وقت بھری پُری شاہراہ پر ایسی زبردست فائرنگ ہوئی تھی کہ دور دور تک بھگدڑ مچ گئی تھی۔ پولیس کی کاریں ان کا تعاقب کرنے لگی تھیں۔ دو گاڑیاں پارس کا تعاقب کر رہی تھیں۔ وائرلیس کے ذریعے ٹریفک پولیس کو انفارم کر رہی تھیں کہ آگے جانے والی سرخ گاڑی کس سمت

جارہی ہے اور آگے جاکر کون کون سے راستے اختیار کرسکتی ہے لہٰذا ان تمام راستوں کی ناکہ بندی کی جائے۔

تھوڑی دیر بعد ہی پارس کو چاروں طرف سے پولیس کی گاڑیوں نے گھیر لیا۔ اس نے خود کو قانون کے حوالے کر دیا۔ پولیس اسٹیشن پہنچ کر بیان دیا کہ کچھ نامعلوم افراد اسے زبردستی اغوا کر رہے تھے۔ فائرنگ کے بعد ہی پولیس کی گاڑیاں ان کے پیچھے پڑ گئی تھیں۔ ان گاڑیوں میں بیٹھے ہوئے پولیس والے اس بات کے گواہ تھے، جو گاڑیاں آگے پیچھے تھیں اس میں بیٹھے ہوئے لوگ فرار ہو گئے تھے۔ پارس کا بیان لینے کے بعد اس کا شناختی کارڈ دیکھا گیا۔ وہ شناختی کارڈ فرضی نام سے بنا ہوا تھا۔ ایک پولیس افسر نے کہا۔ "میں تمھارے ساتھ چل کر تصدیق کرنا چاہتا ہوں، تم نے اپنا نام اور پتا صحیح بتایا ہے یا نہیں؟ میرے ساتھ چلو۔"

آفیسر اسے پولیس اسٹیشن کے باہر لایا پھر اپنی گاڑی میں اگلی سیٹ پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ پارس بہت محتاط تھا جانتا تھا دشمن ناکام ہونے کے بعد کہیں سے چھپ کر گولی مار سکتے ہیں لیکن دشمن کوئی اور ہی چال چل رہے تھے۔ جب پولیس آفیسر اپنی گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا بہت دور نکل گیا تو ایک جگہ اس نے خود ہی گاڑی روک دی۔ پارس سے کہا۔ "میں اپنی گاڑی میں جاؤں گا۔ چلو اترو اور وہ سامنے والی گاڑی میں چل کر بیٹھو۔"

پارس نے حکم کی تعمیل کی۔ سرکاری گاڑی سے اتر کر پرائیویٹ گاڑی کی طرف آیا تو اسے چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔ سب کی جیبوں میں ہاتھ تھے اور وہ کہہ رہے تھے، ریوالور کا رُخ اس کی طرف ہے۔ پولیس آفیسر پلٹ کر اپنی سرکاری گاڑی کی طرف چلا گیا۔ اس کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ اسے اسٹارٹ کر کے واپس مڑنے کے بعد پولیس اسٹیشن کی طرف جانے لگا۔ پارس کو پھر ان دشمنوں کے درمیان گاڑی کے اندر بیٹھنا پڑا۔

ایک گھنٹے بعد وہ گاڑی بروک لین کے جنوبی ساحل کی طرف پہنچ گئی۔ پھر زیرِ آب راستے سے گزرتی ہوئی کونے آئی لینڈ میں آ گئی۔ پارس نے سوچا، شاید دشمن نے اسی جزیرے میں اپنا اڈہ بنایا ہے لیکن یہ خیال غلط نکلا۔ جزیرے کے جنوبی ساحل پر ایک چھوٹا سا بحری جہاز کھڑا ہوا تھا۔ دشمنوں نے اسے جہاز میں پہنچا دیا۔ پھر اس کے سوار ہوتے ہی جہاز کا لنگر اٹھا دیا گیا۔ وہ سوچ رہا تھا، کیا پولیس افسر ان لوگوں سے ملا ہوا تھا؟ کیا اس نے جان بوجھ کر پولیس اسٹیشن سے نکال کر ان کے حوالے کیا ہے یا کوئی ٹیلی پیتھی کا چکر ہے؟

جس انداز میں پولیس آفیسر خاموشی سے پلٹ کر اپنی گاڑی میں گیا تھا اور وہاں سے واپس پولیس اسٹیشن کی طرف جا رہا تھا۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا، کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر پارس کو پھر دشمنوں میں پہنچا دیا تھا۔

جہاز ساحل سے دور نکل آیا تھا۔ عرشے پر دور دور تک مسلح افراد نظر آ رہے تھے لیکن کوئی اس کی طرف توجہ نہیں دے رہا تھا۔ سب یوں الرٹ کھڑے ہوئے تھے جیسے پتھر کے مجسمے ہوں۔ وہ ٹہلنے کے انداز میں چلتا ہوا ایک مسلح شخص کے قریب آیا۔ اس شخص نے اسٹین گن کا رُخ اس کی طرف کر دیا۔ پھر اشارے سے کہا۔ "دور ہو جاؤ۔"

وہ دور ہو گیا۔ کسی اور مسلح شخص کے پاس جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کرتے۔ وہ ٹہلتا ہوا ایک کیبن کے پاس آیا۔ اندر سے آواز آئی۔ "دروازہ کھلا ہوا ہے۔"

اس نے آہستگی سے دروازہ کھولا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ سامنے ایک بڑا سا کیبن تھا اور ایک شاہانہ طرز کے صوفے پر ایک نہایت ہی بدصورت آدمی بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ اس کا سر منڈا ہوا تھا۔ جیسے وہ پیدائشی گنجا ہو۔ اس نے ایک سیاہ پتلون پہن رکھی تھی۔ کمر سے اوپر بدن ننگا تھا۔ بازوؤں کی ابھرتی ہوئی مچھلیاں اور چٹان جیسا پھولا ہوا سینہ بتا رہا تھا، وہ باڈی بلڈر ہے۔ شاید اچھا فائٹر بھی ہو گا۔

دروازہ کھلتے ہی پارس نے اسے دیکھا۔ اس نے پارس کو دیکھا۔ دونوں کی نگاہیں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں یوں لگ رہا تھا جیسے تلوار سے تلوار ٹکرا رہی ہو۔ نگاہوں کے برچھے ایک دوسرے کو چھید کر دماغ تک پہنچ جانا چاہتے ہوں۔ پھر اچانک ہی پارس نے سانس روک لی۔ شاہانہ کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "میں جانتا تھا، تم سانس روک لو گے۔ اس لیے میں نے تمام راستے تمھیں نہیں چھیڑا۔ انتظار کرتا رہا تاکہ تمھیں یہاں تک آنے کا موقع دوں۔ تم نے عرشے پر چاروں طرف گھوم کر دیکھ لیا ہو گا۔ ساحل بہت دور رہ گیا ہے شاید اب نظر بھی نہ آتا ہو۔ ہم سمندر میں ہیں۔ چاروں طرف پانی ہی پانی ہے، تمھارا باپ فرہاد علی تیمور میرے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس جہاز تک پہنچنے کے لیے اسے کسی ہیلی کاپٹر میں آنا ہو گا۔ میرے مسلح افراد کسی بھی ہیلی کاپٹر کو قریب سے گزرنے کا موقع نہیں دیں گے۔ اسے فضا میں ہی مار گرائیں گے۔

پارس نے کیبن میں قدم رکھتے ہوئے کہا۔ "میں سمجھ رہا تھا کہ مجھے پارس سمجھا جا رہا ہے کیونکہ میں نے فرزانہ کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزارا ہے اور اسے یقین دلانے کے لیے پارس کی یہ انگوٹھی بھی انگلی میں پہن رکھی ہے۔ بے چاری فرزانہ نے اسے تحفے میں دی تھی۔"

وہ شخص آنکھیں سکیڑ کر پارس کی باتیں توجہ سے سن رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "اب میری سمجھ میں آ گیا، میرے سامنے جو بدصورت شیطان بیٹھا ہوا ہے، اس کا نام لارنس ڈی کوزا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "مجھے بدصورت کہنے سے غصہ نہیں آتا اور تم نے ٹھیک ہی سمجھا ہے۔ میں لارنس ڈی کوزا ہوں۔ میں نے پہلی بار تمھاری آواز اس وقت سنی جب تم جیری جیکب کو ٹارچر کر رہے تھے۔ اسے اذیتیں دے کر معلوم کرنا چاہتے تھے، باقی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام اور حلیے کیا ہیں۔ اس وقت تمھیں تعجب ہوا تھا، وہ اچانک ہی تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ وہ موت کی گود میں پہنچ کر ہمارے متعلق تمھیں کچھ بتانے کے قابل نہیں رہا تھا۔"

پارس نے اس کے سامنے رکھے ہوئے سینٹر ٹیبل پر اپنا ایک پاؤں رکھتے ہوئے کہا۔ "تمھارے آدمیوں نے مجھے یہاں لانے کے دوران وینشنگ کریم سے میرا میک اپ اتارنے کی کوشش کی تھی۔ پھر اس بات کی بھی تصدیق کر لی کہ میں نے ماسک میک اپ نہیں کیا ہے۔ پلاسٹک سرجری کا شبہ ہو رہا تھا۔ یہ شبہ تمھیں بھی ہو سکتا ہے لیکن نہ میں پارس تھا، نہ ہوں، نہ آئندہ ہو سکتا ہوں۔"

لارنس ڈی کوزا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "اپنے دماغ کے دروازے کھول دو۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، تمھاری اصلیت کیا ہے۔"

"میں نے یوگا کی مشقیں اس لیے نہیں کیں کہ شیطانوں کے لیے دماغ کے دروازے کھول دیا کروں، تم میرے اندر کبھی نہیں پہنچ سکتے۔"

"خود کو چھپانے کا مطلب یہی ہے کہ تم پارس ہو۔"

"تم جیری جیکب کی طرح دھوکا کھا رہے ہو۔ جب سے پارس کی محبوبہ اور ہونے والی بیوی یہاں آئی ہے، وہ خود اس سے ملنے نہیں جاتا۔ جانتا ہے، آسانی سے ٹریپ کر لیا جائے گا۔ اس نے مجھے ڈمی پارس بنایا ہے۔ مجھے اپنے چہرے پر پارس کا چہرہ بنانے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ فرزانہ کو یہی کہہ کر دھوکا دیا جا سکتا تھا کہ میں دشمنوں کو فریب دینے کے لیے میک اپ میں ہوں۔ اسے یقین دلانے کے لیے صرف ہیرے کی انگوٹھی کافی تھی۔ باقی جو کچھ تھا وہ میری اداکاری تھی۔ میں پارس کے لب و لہجے کی بڑی کامیابی سے نقل کرتا ہوں۔ فرزانہ کو شبہ نہیں ہوا۔ وہ اپنے محبوب کی ڈمی کے ساتھ وقت گزارتی رہی ہے۔ میں نے اسے تسلیاں دے کر مطمئن کرنے کے بعد یہاں سے روانہ کر دیا ہے۔"

"تم زبان سے نہ بولو۔ میں ابھی اصلیت اگلوا لوں گا۔ یہ تو میں پہلے سے جانتا ہوں کہ فرہاد ایسی ہی گھسی پٹی چالیں چلتا ہے۔ پہلے وہ دشمنوں کے سامنے اپنی ڈمی بھیجا کرتا تھا۔ آج کل اپنے بچوں کی ڈمی پیش کیا کرتا ہے۔ میں نے وہ تماشا بھی دیکھا ہے جب تم پارس کی ڈمی بن کر جیری جیکب کو دھوکا دے رہے تھے۔ آج مجھے دھوکا دینے آ گئے ہو۔ پھر بھی میں اپنے طور پر تصدیق کروں گا۔"

"لارنس ڈی کوزا! تمھیں اس کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ جتنی جلدی ہو سکے، یقین کر لو اور مجھے یہاں سے زندہ سلامت جانے دو، ورنہ تم جانتے ہو، فرہاد صاحب آج تک جو بھی ڈمی پیش کرتے رہے، دشمنوں نے ان میں سے کسی کو نقصان پہنچانے کی جرأت نہیں کی کیونکہ وہ احمق نہیں تھے۔ ایک ڈمی کو مار کر نقصان پہنچا کر وہ اپنے پورے ملک و قوم کی تباہی نہیں چاہتے تھے۔ میرا خیال ہے، تم بھی ایسے ہی دانشمند ہو۔"

اس نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہا۔ "شاید تمھارے فرہاد صاحب کو یہ نہیں معلوم کہ میرا اس ملک اور قوم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں جیسا خود غرض اور مطلب پرست ہوں، ایسی مثال تمھیں کہیں نہیں ملے گی۔ جب میں پیدا ہوا، میں نے تعلیم حاصل کی اور جوان ہوا، میرے بازوؤں میں طاقت آئی تو میں نے اپنے باپ کو یہ کہہ کر مار ڈالا کہ تمھارا کام تھا مجھے پیدا کرنا، میں پیدا ہو چکا ہوں۔ اب تمھاری ضرورت نہیں ہے۔ ماں پہلے ہی مر چکی تھی۔ پھر میں نے ایک حسین عورت سے شادی کی۔ ایک رات گزارنے کے بعد میں نے کہا، 'تمھارے حسن نے متاثر کیا تھا، تمھارے شباب نے مجھے للچایا تھا۔ میں نے شادی کی، میں نے تمھارے ساتھ رات گزاری، بس اتنا ہی کافی ہے۔ اب تمھاری ضرورت نہیں رہی۔' میں نے اس شریکِ حیات کو بھی ختم کر دیا۔"

وہ اپنی اس بات پر خوب ہنسنے لگا پھر ہنستے ہوئے بولا۔ "میں شادی نہیں کرتا۔ کرتا ہوں تو اپنی بیویوں کو مار ڈالتا ہوں تاکہ بچے پیدا نہ ہوں۔ اگر وہ پیدا ہوں گے، جوان ہوں گے تو میری طرح کمینے ہوں گے۔ جس طرح میں نے اپنے باپ کو مارا ہے وہ مجھے مار ڈالیں گے۔"

وہ اپنی شاہانہ کرسی سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "مجھے یقین ہے، مسٹر فرہاد تمھارے دماغ میں ہیں اور میری باتیں سن رہے

ہیں۔ وہ میری خود غرضی، مطلب پرستی اور کمینگی کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ جب میں نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر لیا تو اپنے ملک کے اعلیٰ حکام کے دماغوں میں پہنچ کر کہہ دیا، جو کچھ مجھے حاصل کرنا تھا، کر چکا۔ اب نہ مجھے اس ملک کی ضرورت ہے نہ اس قوم کی۔ رہ گئے تمھارے جیسے حاکم تو یہ ہر الیکشن کے بعد آتے جاتے رہتے ہیں۔ میں جس کو چاہوں گا اپنا غلام بنالوں گا۔"

پارس نے پوچھا "تم اتنی لمبی باتیں کیوں کر رہے ہو؟"

"میں مسٹر فرہاد کو سمجھا رہا ہوں۔ اگر وہ میرے ملک میں تباہی پھیلا دیں گے تو میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ میری بلا سے وہ سپر ماسٹر کے ملک کی تمام اہم تنصیبات کو دھماکوں سے اُڑاتے رہیں، تباہیاں پھیلاتے رہیں۔ میں تمھیں گرفتار کرتے ہی بحری جہاز کے ذریعے اس کھلے سمندر میں آگیا ہوں۔ میں کسی ملک کے ساحل پر نہیں ہوں۔ یہ چھوٹا سا بحری جہاز سمندر کی گود میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ میں یہاں کا حاکم ہوں... مسٹر فرہاد میرے اس چھوٹے سے جہاز کو تباہ نہیں کر سکیں گے۔ انھیں کھلی اجازت ہے۔ وہ جائیں اور سپر ماسٹر کو انتقامی کارروائیوں کی دھمکیاں دیتے رہیں اور ان دھمکیوں پر عمل کرتے رہیں۔"

ایسا کہتے ہوئے وہ پارس کے قریب آیا پھر اچانک ہی اس کے منہ پر ایک زوردار گھونسا رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا، کھلے ہوئے دروازے سے ٹکرایا پھر اپنا توازن قائم نہ رکھتے ہوئے باہر عرشے کے فرش پر گر پڑا۔ لارنس ڈی کوزا بھی کیبن سے باہر آگیا۔ اسے حقارت سے دیکھتے ہوئے بولا "کہو کیسا ہے میرا ہاتھ، دن میں تارے نظر آرہے ہیں؟"

پارس آہستہ آہستہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ لارنس ڈی کوزا نے کہا "میں ان فولادی ہاتھوں سے تمھیں مار مار کر زخمی کر دوں گا۔ پھر تمھارا دماغ حساس نہیں رہے گا۔ دماغ کے دروازے خود بخود میری خیال خوانی کے لیے کھل جائیں گے۔ میں تمھارے اندر کی چھپی ہوئی تمام باتیں معلوم کر لوں گا۔"

"ڈی کوزا! مجھے اس بات کی پروا نہیں ہے، تم کیا معلوم کرو گے۔ میں اتنا جانتا ہوں، جو حقیقت ہے وہی سامنے آئے گی لیکن ایک بات خیال خوانی کے بغیر بھی معلوم کر سکتے ہو۔ جانتے ہو، وہ کیا ہے؟"

"میں ضرور جاننا چاہوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پارس کا ایک زبردست گھونسا منہ پر پڑا۔ وہ ایک دم سے چکرا کر گول گھومتا ہوا کیبن کی دیوار سے جا کر ٹکرا گیا۔ پارس نے کہا "تمھیں خیال خوانی کے بغیر معلوم ہو چکا ہوگا کہ میرا بھی ہاتھ فولادی ہے کیا دن میں تارے نظر آرہے ہیں؟"

واقعی وہ چکرا کر رہ گیا تھا۔ حالانکہ باڈی بلڈر تھا، بہت مضبوط جسم کا مالک تھا، گھنٹوں لڑنے کی مشقیں کرتا رہتا تھا۔ اس ایک ہاتھ نے ہی سمجھا دیا تھا کہ مقابل سے سنبھل کر لڑنا ہوگا۔ وہ اسے آسانی سے زخمی کر کے اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔

جہاں پارس کا گھونسا پڑا تھا، چہرے کے اس حصے میں بڑی تکلیف ہو رہی تھی اور وہ حصہ کچھ گرم گرم سا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے ہاتھ لگا کر دیکھا تو ناک سے اور باچھوں سے خون بہنے لگا تھا۔ اس نے ہاتھ پر لگے ہوئے لہو کو اپنی سیاہ پتلون پر رگڑ کر پونچھتے ہوئے کہا "تگڑے جوان ہو، ہاتھ مضبوط ہیں اور انداز بھی خوب ہے۔ تم سے مقابلہ کرنے میں مزہ آئے گا مگر برخوردار! ذرا سوچ سمجھ کر ہاتھ اٹھانا۔ تمھاری ایک ذرا سی غلطی تمھارے ہاتھ پاؤں توڑ دے گی کیونکہ عمر اور تجربے میں ابھی بچے ہو۔ یوں سمجھو، تم رائی ہو، میں پہاڑ ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے پارس پر چھلانگ لگائی۔ پارس نے ذرا جھک کر اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھایا پھر اسے اپنے سر پر سے گزارتے ہوئے پیچھے کی طرف پھینک دیا۔ وہ فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ پارس فضا میں اچھل کر الٹی قلابازی کھاتا ہوا اس کے سینے پر آکھڑا ہوا پھر بولا "پہاڑ چاہے جتنا بھی اونچا ہو، وہ چڑھنے والے کے قدموں تلے ہوتا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے پھر ایک قلابازی کھائی اور دور جا کر فرش پر کھڑا ہو گیا۔ عرشے پر کھڑے ہوئے تمام مسلح افراد مستعد نظر آرہے تھے۔ ان سب کی اسٹین گنوں کا رُخ پارس کی طرف تھا۔ صرف حکم کی دیر تھی۔ اِدھر باس ایک اشارہ کرتا، اُدھر وہ پارس کو گولیوں سے بھون کر رکھ دیتے لیکن باس اپنی انسلٹ محسوس کر رہا تھا۔ اپنے غلاموں کے سامنے مار کھا رہا تھا اور یہ بات ناقابلِ برداشت تھی۔

وہ ابھی تک فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے لیٹے ہی لیٹے پاؤں سکیڑ کر فل بوٹ کے اندر سے ریوالور نکالا اور پارس کو نشانے پر رکھتے ہوئے اپنے آدمیوں سے بولا "کوئی گولی نہ چلائے کوئی اپنی آواز نہ سنائے۔ مجھے یہ نہیں مار رہا ہے اس کی مجال کیا ہے، مجھ پر ہاتھ بھی اٹھا سکے۔ اس کے اندر فرہاد علی تیمور ہے۔ وہ مجھ سے لڑ رہا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ریوالور کا رُخ اسی طرح پارس کی طرف تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "میں شہ زور ہوں، فرہاد سے کمزور نہیں ہوں لیکن وہ طاقت سے نہیں، مکاری سے لڑ رہا ہے۔ میں اس کے فریب میں آگیا تھا۔ اب اس کی مکاری نہیں چلے گی، اس ذہنی پارس کے دماغ پر صرف اس کا نہیں میرا بھی قبضہ ہوگا اور تب برابر کی لڑائی ہوگی۔"

یہ کہتے ہی اس نے ٹھائیں سے گولی چلائی۔ پارس یکبارگی فضا میں اچھلا پھر فرش پر گر کر کراہنے لگا۔ گولی اس کے پاؤں میں لگی تھی۔ آدمی کا سر اس کے پاؤں سے بہت دور ہوتا ہے لیکن گولی لگتے ہی سر کا دروازہ کھل رہا تھا اور وہ قہقہے لگاتا ہوا اس کے دماغ میں داخل ہو رہا تھا۔

مجھے کسی ایک ملک، ایک شہر یا ایک گھر میں رہنے کی عادت نہیں تھی۔ ایک طویل عرصے سے عادت بگڑی ہوئی تھی۔ اپنے بچوں کی خاطر بہت عرصے تک پیرس میں رہ گیا تھا۔ وہیں بیٹھ کر خیال خوانی کرتا تھا اور ان کی نگرانی کرتا رہتا تھا۔ میں نے سوچا، یوں بیٹھے بیٹھے زنگ لگ جائے گا، کچھ ہاتھ پاؤں ہلانا چاہئیں۔ آدمی بے کار ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے تو وقت سے پہلے بوڑھا ہو جاتا ہے۔

مجھے اور رسونتی کو تینوں خیال خوانی کرنے والوں کے نام اور حلیے معلوم ہو چکے تھے۔ ڈینی دانیال کے متعلق بھی بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا لیکن وہ اسرائیل کے کس شہر میں ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے، یہ مجھے معلوم نہیں تھا۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرا اور میرے خاندان والوں کا وجود برداشت نہیں کرتا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ دانیال کہاں ہے اور کس قسم کی چالیں چلتا ہوا میرے بیٹے کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس کے لیے میرا اسرائیل جانا ضروری نہیں تھا۔ پھر بھی میں پیرس سے نکلنا چاہتا تھا۔ کسی دوسرے ملک میں رہ کر کچھ ابتدائی معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جب کہیں سے کوئی سراغ مل جاتا تو میں اسے پکڑتا ہوا دانیال تک پہنچ جاتا۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے اسرائیل جانا ضروری ہوتا تو میں وہاں بھی چلا جاتا۔ فی الحال میں نے پیرس کو خیرباد کہہ دیا۔

میری داستانِ حیات میں اتنے کردار بکھرے پڑے ہیں کہ میں ہمیشہ ان سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا۔ کبھی بہت سے کرداروں کو بھول جاتا ہوں یا بہت سے کرداروں کے متعلق سوچتا ہوں، جب ان کی ضرورت ہوگی تو ان سے رابطہ قائم کروں گا۔ ان میں سے ایک ماریہ تھی جس نے میرے بیٹے کو ڈس لیا تھا۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دانیال خیال خوانی کے ذریعے لندن میں سر تھامس جانسن تک پہنچے گا پھر اس کی بیٹی ماریہ کو ٹریپ کر کے یروشلم پہنچائے گا۔ یہ باتیں مجھے بعد میں معلوم ہونے والی تھیں۔ فی الحال میں استنبول پہنچ گیا۔

اگر دشمن بہت گھوم پھر کر چالیں چلنا جانتے ہیں تو میں بھی اسی قسم کی چال چلتا ہوں۔ اب میرے ہاتھ میں کچھ پٹے ہوئے مُہرے تھے جو ڈان مورس سے اور اس کی دولت اور جائداد سے فائدہ اُٹھانے میں ناکام رہے تھے اور وہ تھے ٹام مورس اور سام مورس۔ ڈان کے نانا نے انھیں دھمکی دی تھی "وہ چپ چاپ استنبول واپس چلے جائیں، ورنہ بڑے بے عزت ہو کر اسرائیل سے نکلیں گے۔"

وہ مایوس، نامراد اور ناکام ہو کر استنبول میں اپنے اسی بنگلے میں آگئے تھے۔ یہ پٹے ہوئے مُہرے میرے کام آسکتے تھے۔ جس طرح انھوں نے پارس کو تل ابیب پہنچایا تھا، وقت آنے پر مجھے بھی پہنچا سکتے تھے اور میں ان سے حسبِ ضرورت کام لے سکتا تھا۔

وہاں پہنچ کر میں نے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں قیام کیا۔ سب سے پہلے سمارتھا کی ماں کو اپنی معمولہ بنایا۔ وہ میری مرضی کے مطابق گھر سے تیار ہو کر نکلی، پھر ٹیکسی میں بیٹھ کر ایک اوپن ریسٹوران میں آگئی۔ میں وہاں پہلے سے موجود تھا۔ وہ سامنے والی میز پر آکر بیٹھ گئی۔ اس کا دماغ آزاد تھا، صرف میری مرضی چل رہی تھی اور وہ پریشان تھی، آخر اسے کیا ہو گیا ہے! جب سے ڈان کی دولت حاصل کرنے میں ناکامی ہوئی تھی، تب سے دماغ کچھ کام نہیں کرتا تھا۔ کبھی اِدھر جاتی تھی کبھی اُدھر۔ نہ گھر میں سکون ملتا تھا نہ باہر۔ اب یہاں بے اختیار اوپن ریسٹوران میں آگئی تھی۔ جب آ ہی گئی تھی تو ایک کپ کافی پینے بیٹھ گئی تھی۔

اس نے کافی کا آرڈر دیا۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کے پاس آیا پھر بڑے ادب سے بولا "خاتون! اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

اس نے عادت کے مطابق ذرا غرور سے دیکھا تو... نظریں جھک گئیں۔ تنویمی عمل کرنے والی آنکھوں کے سامنے وہ ٹھہر نہ سکیں۔ میں نے کہا "میں پاس والی میز پر بیٹھا تھا، تمھیں پریشان دیکھ کر آیا ہوں۔ میں نے سوچا، شاید میں تمھارے کسی کام آسکوں۔"

وہ دھیمی آواز میں بولی "بیٹھ جاؤ۔"

میں نے بیٹھتے ہوئے کہا "تم نے حال ہی میں دو بہت بڑی بازیاں ہاری ہیں۔"

اس نے چونک کر دیکھا پھر پوچھا "کیسی بازیاں؟"

"میں تمہارا ہاتھ دیکھ کر ہی بتا سکتا ہوں۔"

"تم نے ہاتھ دیکھے بغیر یہ کیسے کہہ دیا کہ میں دو بازیاں ہار چکی ہوں؟"

"انسان کبھی کبھی بے اختیار اپنے اندر کی بات باہر سے ظاہر کرتا ہے۔ اس وقت تمہارا ایک ہاتھ جو میز پر رکھا ہوا ہے اس کی مٹھی تو بند کی ہوئی ہے مگر دو انگلیاں نکلی ہوئی ہیں اور وہ بے چینی کی حالت میں میز پر کبھی ٹک جاتی ہیں، کبھی اٹھ جاتی ہیں۔"

اس نے جلدی سے اپنے ہاتھ کو دیکھا۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس طرح مٹھی باندھ کر اور دو انگلیاں نکال کر ہاتھ میز پر رکھنے کے لیے اسے مجبور کیا تھا۔ جب اس نے حیرانی سے اپنے ہاتھ کو اسی انداز میں دیکھا تو میں نے کہا "تم بے اختیار دو انگلیاں بے چینی سے کبھی میز پر رکھ کر اور کبھی اٹھا کر ظاہر کر رہی ہو کہ دو بہت بڑی غلطیاں کر چکی ہو.... یا دو بہت بڑی بازیاں ہار چکی ہو۔ یا کوئی اہم چیز حاصل کرنے کے سلسلے میں دو مواقع ضائع کر چکی ہو۔"

وہ میری باتیں سن رہی تھی۔ کبھی اپنے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی۔ اور کبھی مجھے۔ چونکہ میں دل کو لگنے والی بات کہہ رہا تھا اس لیے وہ متاثر ہو گئی تھی۔ اس نے فوراً اپنی ہتھیلی میری طرف بڑھا دی۔

میں نے کہا "یہ نہیں، بائیں ہتھیلی دکھاؤ۔"

اس نے بائیں ہتھیلی میری طرف پھیلا دی۔ میں نے اس کے ہاتھ کی لکیروں کو چند لمحوں تک دیکھا پھر کہا "ارے تم تو بہت.... خوش نصیب ہو۔ تم نے جو بازیاں ہاری ہیں انھیں جیت سکتی ہو۔ جو دولت ہاتھ سے نکل گئی ہے اسے واپس حاصل کر سکتی ہو۔"

وہ ایک دم سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ کرسی کھسکا کر میرے قریب آگئی پھر بولی "ذرا دیکھو، میں ہاری ہوئی بازی کیسے جیت سکتی ہوں؟ کیسے دولت حاصل کر سکتی ہوں؟"

میں پھر اس کے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھنے لگا۔ وہ بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی۔ میں نے کہا "خاموش بیٹھی رہو، ہاتھ ہلے گا تو میں اچھی طرح دیکھ نہیں سکوں گا۔"

وہ پتھر کے بت کی طرح ساکت ہو گئی۔ میں نے کہا۔ "ایک مایوسی کی بات ہے۔ تمہارا بہت ہی قریب ترین ایک ایسا عزیز تھا یا تھی جو بچھڑ گئی وہ کبھی واپس نہیں آئے گی۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی "ہاں، میری بیٹی بے موت مر گئی۔ وہ جب بھی مجھے یاد آتی ہے تو میں اندر سے ٹوٹنے لگتی ہوں۔ اسی کے لیے میں دولت حاصل کرنا چاہتی تھی، اب وہ نہیں ہے تو مجھے دولت کا اتنا لالچ نہیں رہا لیکن میں انتقام لینا چاہتی ہوں اور انتقام لینے کے لیے ساری دولت اپنے دشمنوں سے چھین لینا چاہتی ہوں۔"

"خاتون! تمہارا ہاتھ بتا رہا ہے تم ضد کی پکی ہو اور بہت مضبوط ارادہ رکھتی ہو۔ جو سوچتی ہو وہ کر گزرتی ہو۔ میں پیش گوئی کرتا ہوں، بیٹی کے سلسلے میں ایک بازی ہارنے کے بعد دولت کی دوسری ہاری ہوئی بازی تم جیت لو گی۔ اسے جیتنے سے پہلے وہ نوجوان تمہاری زندگی میں واپس آئے گا جس کے ذریعے یہ سب کچھ حاصل کر سکو گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا ڈان مورس پھر میرے قدموں میں آئے گا؟"

"میں نہیں جانتا یہ ڈان مورس کون ہے۔ جو ہاتھ کی لکیریں کہہ رہی ہیں وہ تمھیں بتا رہا ہوں۔"

اس نے میرے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ کہنے لگی "میرا جی چاہتا ہے تمہارے ایک ایک لفظ پر یقین کر لوں۔ کیا تم مجھے مکمل یقین دلا سکتے ہو؟"

"دنیا کا کوئی نجومی مکمل یقین نہیں دلا سکتا کیونکہ ہاتھ کی لکیریں جو کہتی ہیں کبھی اس کے خلاف بھی ہو جاتا ہے اور وہ اس لیے ہوتا ہے کہ آدمی اپنی حکمت عملی سے یا اپنی نادانی سے کوئی غلطی کر بیٹھتا ہے جس کے نتیجے میں نجومی کی پیش گوئی پوری نہیں ہوتی۔ اگر تمھیں قدم قدم پر رہنمائی ملتی رہے تو اپنی منزل تک پہنچ جاؤ گی۔ تمھیں اس دنیا میں اتنا کچھ حاصل ہو گا جس کے متعلق تم کبھی سوچ بھی نہیں سکتیں۔"

وہ خوش ہو رہی تھی، پھر ہنستے ہوئے بولی "میں جانتی ہوں، اس سے زیادہ اور کیا ملے گا۔ دولت ہی تو ملے گی۔"

میں نے کہا "نہیں، اس سے بھی زیادہ ملے گا۔"

"آخر اس سے زیادہ اور کیا مل سکتا ہے؟"

"میں کہوں گا تو یقین نہیں کرو گی لیکن ہاتھ کی لکیروں پہ ایک دن تمھیں یقین آ جائے گا۔"

"تم سسپنس پیدا نہ کرو، جلدی سے بتاؤ مجھے دولت کے علاوہ اور کون سی ایسی چیز ملے گی جس کی میں توقع نہیں کر سکتی۔"

"تمہارے اندر غیر معمولی تبدیلیاں آ رہی ہیں جنھیں تم محسوس نہیں کر رہی ہو۔ وہ تمہاری جسمانی تبدیلیاں ہیں۔ تمہاری عمر تبدیل ہو رہی ہے، تمہاری صحت تبدیل ہو رہی ہے۔ تم آہستہ آہستہ جوانی کی طرف لوٹ رہی ہو۔"

ایسا کہتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اگر وہ تنہا ہوتی تو خوشی سے ناچنے لگتی۔ اس وقت اپنی مسرتوں پر قابو پا رہی تھی۔ اور یہی دل سے کہہ رہی تھی۔ "دیکھو، کہیں تم مجھے بے وقوف تو نہیں بنا رہے ہو؟"

میں نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ کھینچ کر کہا "تم میری توہین کر رہی ہو۔"

وہ دوبارہ ہاتھ بڑھا کر میرا ہاتھ پکڑنا چاہتی تھی، میں نے ہاتھ پیچھے کر لیا۔ وہ میری طرف جھک گئی۔ اپنا ہاتھ میرے ...نے پر رکھ کر بولی "مجھے معاف کر دو۔ میں تمہاری انسلٹ کرنے ...نادانی نہیں کر سکتی۔ دراصل تم نے بہت بڑی خوش خبری سنائی ...ہے اور ایسی بات کہہ دی ہے جو کبھی پوری نہیں ہوتی۔ آج تک ...ی کو اس کی جوانی واپس نہیں ملی، پھر مجھے کیسے مل سکتی ہے؟"

میں نے کہا "کیا آج کے دور میں دولت مند عورتیں سر سے ...ں تک پلاسٹک سرجری نہیں کراتیں۔ اپنے ایک ایک حصے ...ا سرجری کراتی ہیں اور جوان بن جاتی ہیں۔ دولت سے کیا حاصل ...یں ہوتا؟"

وہ قائل ہو کر بولی "تم درست کہہ رہے ہو، میں بے وقوف ...رت ہوں۔ میں نے تم پر خواہ مخواہ شبہ کیا۔ تمھیں ناراض کیا۔ پلیز! ...ھے معاف کر دو۔"

میں نے کہا "پتا نہیں، میں کیوں تمہاری طرف کھنچا چلا ...ا، بے اختیار تمہارے بارے میں بولنے لگا۔ مجھ سے بڑی غلطی ...وئی — ایک وعدہ کرو۔ میں نے تمہاری جوانی لوٹ آنے کے ...ے میں جو پیش گوئی کی ہے، اس کا ذکر کسی سے نہیں کرو گی۔ ...نقریب دنیا والے خود ہی اپنی آنکھوں سے تمھیں ایک جوان ...شیزہ کے روپ میں دیکھیں گے۔"

وہ خوشی کے مارے لرزتی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی "میں ...ی سے نہیں کہوں گی۔ میں وعدہ کرتی ہوں، تمھیں ناراض نہیں ...دوں گی۔ تم مجھے اور بتاؤ۔ جتنا بتا سکتے ہو بتاتے جاؤ۔ میرا جی چاہتا ...ہے میں سنتی رہوں۔"

"میں تمہارے بارے میں تمہاری آخری سانس تک بتا سکتا ...وں لیکن ہمیشہ بتانے کے لیے تمہارے ساتھ کیسے رہ سکتا ہوں؟ "میں ایک اجنبی ہوں۔"

"کیا ہم دوست نہیں بن سکتے؟"

"بے شک، بن سکتے ہیں مگر تمہارا ہاتھ بتا رہا ہے، تمہارا ...وہر بہت شکی مزاج ہے۔ میں اس کے بارے میں بھی بہت کچھ ...تا سکتا ہوں لیکن...."

وہ جلدی سے بولی "لیکن کیا۔ آخر کیا رکاوٹ ہے؟ مجھ ...سے کچھ نہ چھپاؤ۔"

"میں کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ رفتہ رفتہ بتاؤں گا جیسے جیسے ...قت اجازت دے گا، میں تمھیں گائیڈ کرتا جاؤں گا۔ سب سے ...ہلی بات تو یہ کہ دوبارہ جوان ہونے کے لیے اپنے اوپر کچھ پابندیاں ...ائد کرنا ہوں گی۔"

"میں خود کو ہر طرح سے پابند کر سکتی ہوں، بولو مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"تمھیں شوہر کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم نہیں کرنا چاہیے۔"

"یہ ذرا مشکل ہے لیکن ناممکن نہیں ہے۔ میں اسے ٹرخا دیا کروں گی۔"

"اور ایک پابندی یہ کہ تم کسی سے عشق نہیں کرو گی۔ مجھ سے بھی صرف دوستی کرو گی۔ جب پوری طرح جوان ہو جاؤ گی، تم میں پوری طرح دوشیزگی آ جائے گی تو تمہاری زندگی میں خود ہی ایک شخص آئے گا اور تمھیں دیوانہ وار چاہنے لگے گا۔ وہ شخص انتہائی دولت مند ہو گا۔"

وہ خوشی سے کھل رہی تھی۔ کرسی پر پہلو بدل رہی تھی۔ میں نے سوچا "آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے، اسے زیادہ چڑھاؤں گا تو خوشی سے پھولتے پھولتے پھٹ پڑے گی۔" وہ بولی "تم کون ہو، اپنا تعارف کراؤ۔ یہاں کس علاقے میں رہتے ہو؟"

"میرا نام اینڈریو جیکب ہے۔ میں ایک یمنی یہودی ہوں۔ مجھے اپنے باپ دادا سے علم نجوم ورثے میں ملا ہے۔ لوگ کہتے ہیں، میں نے اس علم میں اتنا عبور حاصل کیا ہے اور ایسی کمالات کی پیش گوئیاں کرتا ہوں کہ اپنے باپ دادا کو بھی پیچھے چھوڑ چکا ہوں۔"

"بے شک لوگ درست کہتے ہیں۔ میں بھی تمھیں پہلی ہی ملاقات میں مان گئی ہوں۔ تم کہاں رہتے ہو؟"

"میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ میں ملک ملک، شہر شہر گھومتا رہتا ہوں۔ فی الحال میرا قیام یہاں کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں ہے۔"

اس نے پھر میرا ہاتھ تھام کر کہا "میں تمھیں ہوٹل میں نہیں رہنے دوں گی۔ میرے ساتھ چلو، میرا بنگلا بہت بڑا ہے۔ تمھیں ہر طرح کا آرام ملے گا۔ میں دن رات تم پر توجہ دوں گی۔"

"تم مجھے ساتھ لے جاؤ گی تو تمہارا شوہر شبہ کرے گا۔ میں جیسا کہتا ہوں، ویسا کرو۔"

"تمہارا ہر حکم سر آنکھوں پر۔ بولو، مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"میں اپنے ہوٹل کے کمرے میں رہوں گا۔ تم اپنے شوہر اور دوسرے رشتے داروں سے کہو، ایک نجومی سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق سچی پیش گوئی کرتا ہے۔ اس نے دعوے سے کہا ہے کہ جو دولت تمہارے ہاتھ سے نکل چکی ہے وہ دوبارہ حاصل ہو گی اور جسے تم ڈان مورس کہہ رہی ہو، وہ جوان پھر تمہارے پاس آئے گا۔ اسی کے ذریعے وہ دولت حاصل ہو گی۔ یہ باتیں سن کر تمہارا شوہر یا تمہارے قریبی عزیز ضرور مجھ سے ملنے آئیں گے۔ اس طرح ہمارے درمیان رابطہ اور اعتماد بڑھے گا، پھر میں تم لوگوں کے ساتھ تمہارے بنگلے میں

جاکر رہوں گا۔"
یہ کہہ کر میں اٹھ گیا۔ وہ بولی۔"ارے تم نے تو کچھ کھایا نہ پیا۔ ایسے ہی جا رہے ہو؟"
"مجھے ضروری کام ہے۔ جاتے جاتے ایک بات بتا دوں، اپنے شوہر پر زیادہ بھروسا نہ کرنا۔ اس کی زندگی میں ایک عورت داخل ہو گئی ہے۔"
وہ پریشان ہو کر بولی۔"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ پھر تو میرے لیے مصیبت ہو جائے گی، اگر وہ کمینی اس پر غالب آ گئی تو دولت اسی کے حصے میں جائے گی۔"
"جب تک میں تمھیں گائیڈ کرتا رہوں گا اور تمھارے ساتھ رہوں گا، کوئی تمھیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ تم سب کو اپنے راستے سے آہستہ آہستہ ہٹاتی جاؤ گی لیکن یہ اتنی جلدی نہیں ہوگا۔ ذرا صبر سے انتظار کرنا ہوگا۔"
"میں ساری عمر انتظار کروں گی اور ساری زندگی تمھارے ساتھ رہوں گی۔ تمھیں چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ پلیز نہ جاؤ۔"
"اگر تم چاہتی ہو، آئندہ بھی ہمارا ساتھ رہے تو تمھیں حکمتِ عملی سے کام لینا ہوگا۔ جس طرح میں کہہ رہا ہوں اسی طرح اپنے شوہر سے جا کر کہو مجھے یقین ہے، جب وہ مجھ سے ملنے آئے گا تو خود ہی اپنے ساتھ مجھے بنگلے میں چل کر رہنے کے لیے کہے گا۔ اس طرح ہمارا مستقل ساتھ ہو جائے گا۔"
میں اسے الٹی سیدھی باتیں سمجھا کر ہوٹل کی طرف جانے لگا۔ سمارتھا کی ماں کا نام بھیلما تھا۔ میں اس کی نظروں سے جیسے ہی اوجھل ہوا، اس نے جلدی سے پرس کھولا، اس میں سے بے بی آئینہ نکالا پھر اپنے آپ کو دیکھنے لگی۔ اپنی انگلیوں سے چہرے کو ٹٹولنے لگی۔ آئینہ کہہ رہا تھا۔ ہاں کچھ تبدیلی تو آئی ہے۔ کچھ نکھار سا محسوس ہو رہا ہے۔ تعجب ہے! میں نے پہلے توجہ کیوں نہیں دی۔ شاید اس لیے کہ یہ جو میرا شوہر ٹام مورس ہے، مجھے خواہ مخواہ بڑھاپے کا احساس دلاتا ہے۔ مسٹر اینڈریو جیکب درست کہتے ہیں مجھے اپنے شوہر پر زیادہ بھروسا نہیں کرنا چاہیے اور تنہائی میں اس سے دور ہی رہنا چاہیے۔
میں اس کے خیالات پر مسکراتا رہا پھر ہوٹل پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی رسونتی نے مخاطب کیا۔"فرہاد! میرا بیٹا مل گیا ہے۔ وہ فرزانہ کے ساتھ ہے۔ پلیز جلدی آؤ اور کوئی ایسا طریقہ اختیار کرو کہ وہ ہماری خیال خوانی سے دور نہ جا سکے اور ہم ہمیشہ اس کی نگرانی کر سکیں۔"
"تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ فرزانہ تمھارے بیٹے سے ملاقات کر رہی ہے؟"
"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ ہمارا پارس نہیں ہے؟"
"ایسا ہو سکتا ہے۔ ہمارا بیٹا بہت چالاک ہے۔ وہ جانتا ہے، دشمن، فرزانہ کے ذریعے اسے ٹریپ کرنے کی کوشش کریں گے اس لیے وہ خود نہیں آنا چاہے گا۔ اپنی ڈمی کو بھیجے گا اور ہو سکتا ہے وہ خود ہی آیا ہو۔"
رسونتی نے بیزاری سے کہا۔"تم ایسا بھی کہتے ہو، ویسا بھی کہتے ہو۔ کسی ایک نتیجے پر کیوں نہیں پہنچتے؟"
"جب تمھارا بیٹا اپنے دماغ میں پہنچنے دے گا تب ہی پہنچ سکوں گا۔ یہاں ہماری کوئی تدبیر کام نہیں آئے گی۔ تم دیکھ رہی ہو، اس کے پاس صرف فرزانہ ہے۔ ابھی یہ دونوں بچھڑ جائیں گے، پھر ہم کس کے ذریعے پارس تک پہنچیں گے؟ اگر میں کسی ریستوران کے بیرے کو یا آس پاس بیٹھے ہوئے شخص کو ٹریپ کروں گا اور اس کا تعاقب کروں گا تو ہمارا بیٹا نادان نہیں ہے۔ تعاقب کو سمجھ لے گا۔"
"لیکن کسی کو ٹریپ کر کے تعاقب کرنے میں حرج ہی کیا ہے۔ ناکامی ہوگی تو دیکھا جائے گا۔"
"ایسی بات ہے تو اس ریستوران کے کسی آدمی کو ٹریپ کرو، اس کے دماغ پر قبضہ جماؤ۔ میں کسی دوسرے شخص کو معمول بناتا ہوں۔ ہم دونوں اپنے اپنے طور پر پارس کا تعاقب کریں گے۔"
جو بیرا، فرزانہ اور پارس کے لیے کھانے کی چیزیں لا رہا تھا، میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے ایک نوجوان کا انتخاب کیا۔ اس کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ میرے کام کا آدمی تھا۔ اس کے پاس ایک اسپورٹس کار تھی۔ رسونتی نے بھی کسی کو اپنا معمول بنا لیا تھا۔ اتنا وقت نہیں تھا کہ میں اس کے متعلق معلومات حاصل کرتا کیونکہ اب وہ دونوں بچھڑنے والے تھے۔ میں فرزانہ کے پاس پہنچا۔ وہ اس میز پر سے اٹھنے ہی والے تھے۔ میں نے اس کی زبان سے کہا۔"پارس میں یہ نہیں کہوں گی کہ مجھے رہائش گاہ تک پہنچا دو۔ میں جانتی ہوں، دشمن تمھارے پیچھے پڑ گئے ہیں لیکن آدھے راستے تک تو ہمارا ساتھ رہ سکتا ہے۔"
پارس نے کہا۔"امپائر اسٹیٹ بلڈنگ کے پاس میری ایک کار کھڑی ہوئی ہے۔ میں وہاں تک تمھارے ساتھ جاؤں گا۔"
میں اس نوجوان کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسے میز پر سے اٹھایا، اس کے ذریعے کھانے کا بل ادا کیا پھر وہ اپنی اسپورٹس کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس وقت تک فرزانہ اپنی گاڑی میں پارس کے ساتھ بیٹھ گئی تھی اور اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا رہی تھی۔ میں نے تعاقب کرنے کے لیے بہت زیادہ فاصلہ رکھا بھری پری شاہراہوں پر کتنی ہی گاڑیاں ہمارے درمیان آ گئی تھیں لیکن

اس کی پروا نہیں تھی۔ اس کی منزل مجھے معلوم تھی۔ اسی کے مطابق میں اس جوان کے ذریعے امپائر اسٹیٹ بلڈنگ تک پہنچ گیا۔ فرزانہ کی کار ایک فٹ پاتھ کے پاس رک گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد پارس گاڑی سے باہر آ گیا۔ فرزانہ ڈرائیو کرتی ہوئی آگے نکل گئی۔ میرا معمول اپنی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں انتظار کر رہا تھا، اگر پارس پیدل ہی فٹ پاتھ پر جائے گا تو میں بھی اس معمول کو کار سے اتار کر اس کے پیچھے پیچھے لے جاؤں گا لیکن اچانک ہی سچویشن بدل گئی۔ میں نے اس کے ذریعے دیکھا، پارس کو تین افراد نے یکے بعد دیگرے گھیر لیا تھا اور اپنے گھیرے میں لے کر فٹ پاتھ پر ایک طرف چل رہے تھے۔
میرے معمول نے میری مرضی کے مطابق کار اسٹارٹ کی پھر آہستہ آہستہ اسی فٹ پاتھ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ پارس کو ایک سرخ رنگ کی کار میں بٹھایا گیا تھا۔ اس کے آگے پیچھے دو گاڑیاں اور تھیں۔ اس طرح وہ تین گاڑیوں کا قافلہ ایک طرف روانہ ہو رہا تھا۔ میرا معمول بھی ان کا تعاقب کرنے لگا۔ ایک طویل سفر کے دوران پارس کی کار میں ہنگامہ ہوا تھا۔ فائرنگ ہوئی تھی جس کے نتیجے میں پولیس والوں نے گھیر لیا تھا اور پارس کو پولیس اسٹیشن لے گئے تھے۔ اس ہنگامے کے دوران میں اپنے معمول کو پارس کے قریب لے آیا تھا پھر اس کے ذریعے میں نے پولیس افسر کی آواز سنی تھی اور اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔
پولیس اسٹیشن میں ضروری کارروائی کرنے کے بعد افسر نے پارس سے کہا۔"اب میں تمھارے پتے پر جا کر تصدیق کرنا چاہتا ہوں کہ تمھارا یہی نام ہے اور تمھارا یہی ٹھکانا ہے۔"
وہ پارس کو اپنی سرکاری گاڑی میں لے کر روانہ ہوا۔ اسی وقت رسونتی نے میرے دماغ میں آ کر کہا۔"اوہ فرہاد، میرا معمول تو کسی کام کا نہیں رہا۔"
میں نے پوچھا۔"کیا ہو گیا؟"
"میں اس کے ذریعے بیٹے کا تعاقب کر رہی تھی۔ اچانک کار میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی۔ کیا تم میرے بیٹے کے پاس ہو؟"
"فکر نہ کرو، بیٹا میری نظروں میں ہے۔ اس کے ساتھ بڑی گڑبڑ ہو گئی تھی۔ فی الحال خطرہ ٹل گیا ہے۔ وہ ایک پولیس آفیسر کے ساتھ ہے اور اس افسر کا دماغ ہمارے قبضے میں ہے۔ آؤ، ہم چلتے ہیں۔"
جب میں رسونتی کے ساتھ افسر کے دماغ میں پہنچا تو بازی پلٹ چکی تھی۔ اس وقت پتا چلا، افسر کو کسی اور خیال خوانی کرنے والے نے ٹریپ کیا ہوا تھا اور اس کے ذریعے پارس کو اپنے آدمیوں میں دوبارہ پہنچا چکا تھا۔

چونکہ وہ خیال خوانی کرنے والا افسر کے دماغ میں کچھ بول نہیں رہا تھا، صرف اسے اپنی مرضی کے مطابق چلا رہا تھا تو میں اسی دھوکے میں رہ گیا کہ یہ افسر کی اپنی سوچ ہے۔ وہ واقعی قانونی کارروائی پوری کرنے کے لیے اپنے ساتھ لے جا رہا ہے تاکہ اس کا ٹھکانا معلوم کرے اور اس کے نام کی تصدیق کرے۔

رسونتی نے پوچھا: "فرہاد، یہ کیا ہو گیا؟"

"میں کیا بتاؤں، کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا، افسر کو کسی خیال خوانی کرنے والے نے ٹریپ کیا ہو گا۔ بس دھوکا کھا گیا۔"

"میرا بیٹا پھر گم ہو گیا ہے اور تم یونہی دھوکے کھاتے رہتے ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ تمھاری وجہ سے وہ نکل گیا۔ میں تو افسر کے دماغ میں تھا۔ تم نے ہی مجھے مخاطب کیا۔ میں تھوڑی دیر کے لیے تمھارے پاس آیا، تم نے باتوں میں الجھا لیا۔ ابھی یہ بتانے کی کیا ضرورت تھی کہ تمھارے معمول کی کار بے کار ہو گئی ہے۔ کیا تم یہ رپورٹ بعد میں نہیں دے سکتی تھیں؟ چپ چاپ میرے دماغ میں آ کر یہ معلوم نہیں کر سکتی تھیں کہ میں تمھارے بیٹے کے ساتھ ہوں یا نہیں۔ اگر میں افسر کے دماغ میں مستقل موجود رہتا تو پارس کو ان بدمعاشوں کے چنگل میں جانے نہ دیتا۔"

"تم اپنی ناکامی کا غصہ مجھے دکھا رہے ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ جاؤ یہاں سے۔"

میں نے سانس روک لی۔ وہ دماغ سے نکل گئی۔ میں پریشان ہو کر سوچنے لگا، اب کس طرح اس کے پاس پہنچا جا سکتا ہے۔ پتا نہیں، وہ دشمن اسے کہاں لے گئے ہیں۔ اتنا پتا چل گیا تھا کہ کسی خیال خوانی کرنے والے نے ٹریپ کیا ہے۔ اس ملک میں دو ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ ان میں سے کسی ایک نے اسے قیدی بنایا ہو گا۔ مجھے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہر محسوس ہوئی۔ میں نے سانس روک لی۔ مجھے یقین تھا، وہ رسونتی ہے۔ دوسری بار سانس لی تو وہی تھی۔ کہہ رہی تھی: "فرہاد! مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ واقعی میں تمھیں مخاطب نہ کرتی تو تم مسلسل اس افسر کے دماغ میں رہتے اور ہمارا پارس نظروں سے اوجھل نہ ہوتا۔"

"میں تمھیں بتا چکا ہوں، کس طرح پارس اوّل کے اطراف میں نے اپنے آلۂ کار پھیلا دیے ہیں اور کس طرح اس کی نگرانی کر رہا ہوں لیکن تم بار بار غلطی کرتی ہو جس کی وجہ سے پارس دوم نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔"

"میں نے تو ایک ہی غلطی کی ہے۔"

"تم اپنی ہر نئی غلطی کے بعد پچھلی غلطیوں کو بھول جاتی ہو۔ تمھیں کیا ضرورت تھی کہ فرزانہ کو ان ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق بتاتیں۔ دوسری بڑی غلطی یہ کہ فرزانہ کو جھوٹ بولنا سکھایا۔ بھلا وہ محبت کرنے والی لڑکی اپنے محبوب سے جھوٹ بول سکتی تھی۔ دھوکا دے سکتی تھی۔ آخر دیکھ لیا، نتیجہ کیا ہوا؟"

"میری ایک بات مانو گے؟"

"بولو، کیا چاہتی ہو؟"

"میں پارس اوّل کی نگرانی کروں گی، تم میرے بیٹے کی نگرانی کرو۔ یہ بار بار ہمارے ہاتھوں سے نکل جاتا ہے۔ تم خصوصی توجہ دو گے تو ہماری نظروں میں رہے گا۔"

میں نے ناگواری سے کہا: "جی ہاں، آپ پارس اوّل کے پاس جائیں گی، بڑی توجہ دیں گی، بڑی ممتا کا ثبوت پیش کریں گی۔ تم جسے سگی اولاد سمجھتی ہو، اس کی نگرانی نہ کر سکیں پھر میرے بیٹے کی نگرانی کیا کرو گی؟"

"تم مجھے طعنے دیتے رہو گے۔ اُدھر دشمن میرے بیٹے کو پتا نہیں کہاں لے گئے ہیں۔"

"اس کے پاس پہنچنے کا ایک ہی راستہ ہے۔ جناب شیخ صاحب کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو، کس طرح ہم پارس کو پا سکتے ہیں اور اس کی مدد کر سکتے ہیں؟"

"جناب شیخ صاحب سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں جاؤ۔"

"جب کرو گی، الٹی بات کرو گی۔ تمھیں معلوم ہے ایک خیال خوانی کرنے والے نے اسے ٹریپ کیا ہے۔ ہم جب بھی اس کے دماغ میں جانا چاہیں گے وہ سانس روک لے گا اور یہی سمجھے گا کہ دشمن اس کے دماغ میں آ رہا ہے۔ وہ ہمیں کوڈ ورڈز ادا کرنے کی بھی مہلت نہیں دے گا۔ میں جو کہہ رہا ہوں، اس پر عمل کرو۔"

رسونتی ادارے والی رہائش گاہ میں تھی۔ اپنے کمرے سے نکل کر جناب شیخ صاحب کے حجرے میں پہنچی پھر سر پہ آنچل رکھا، ان کے سامنے گھٹنے ٹیک کے بیٹھ گئی۔ وہ مراقبے میں تھے۔ انھوں نے آنکھیں کھول کر دیکھا پھر پوچھا: "کیا بیٹے کے لیے پریشان ہو؟"

"حضور! آپ سے کون سی بات چھپی ہے۔ وہ بار بار ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ کوئی ایسی تدبیر بتائیں جس سے میں اس کی خیریت معلوم کرتی رہوں۔ ضرورت پیش آئے تو اس کے کام بھی آؤں۔"

"میری بچی! دونوں بیٹے جوان ہیں۔ جوانی کا خون جوش مارتا ہے پھر ان میں خود اعتمادی بہت زیادہ ہے۔ وہ ماں

باپ کی انگلی پکڑ کر چلنا نہیں چاہتے۔ جب تک انھیں ٹھوکریں نہیں لگیں گی، حالات انھیں یہ نہیں سمجھائیں گے کہ صرف بازوؤں کی قوت اور ذہنی صلاحیتیں ہمیشہ کام نہیں آتیں۔ کبھی حالات ایسے بھی ہوتے ہیں کہ آدمی اپنی جسمانی قوت سے مقابلہ نہیں کر سکتا، اسے کوئی ہتھیار استعمال کرنا پڑتا ہے۔ خواہ وہ چاقو چھری ہو، ریوالور ہو، راکٹ لانچر ہو یا ٹیلی پیتھی۔"

"خدارا آپ انھیں سمجھائیں۔"

"میں کوشش کروں گا۔"

"میں اس کی خیریت معلوم کر سکتی ہوں؟"

انھوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ بدستور مراقبے میں تھے۔ ان کا جسم بالکل ساکت تھا، صرف ہونٹ ہل رہے تھے۔ دھیمی دھیمی آواز آ رہی تھی۔ وہ کلام پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ تقریباً پندرہ منٹ تک تلاوت کرتے رہنے کے بعد انھوں نے آہستگی سے کہا: "فرہاد سے کہو، پارس کے دماغ میں جائے۔ تم بھی جا سکتی ہو لیکن کسی معاملے میں مداخلت نہ کرنا۔"

رسونتی نے فوراً ہی میرے پاس آ کر کہا: "فرہاد! جناب شیخ صاحب کہہ رہے ہیں، ابھی پارس کے دماغ میں جگہ مل سکتی ہے۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس بار ناکامی نہیں ہوئی۔ اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ میں نے دیکھا، وہ اچانک فضا میں اچھلا تھا پھر فرش پر گر کر تڑپنے لگا تھا۔ اس کے پاؤں میں گولی لگی تھی۔ مجھے اس کے ذریعے لارنس ڈی کوزا کا قہقہہ سنائی دے رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا: "دیکھو کس طرح دماغ کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ میں آ رہا ہوں۔ اب تمھارا باپ بھی مجھے نہیں روک سکے گا۔"

میں نے سب سے پہلے یہ معلوم کیا، اس نے لارنس ڈی کوزا کے سامنے خود کو کس حیثیت سے پیش کیا ہے۔ پتا چلا، وہ خود کو پارس کی ڈمی کہہ رہا ہے۔ میرے لیے اتنا ہی معلوم کرنا کافی تھا۔ میں اس کے دماغ پر قبضہ جما کر لارنس ڈی کوزا کی سوچ سننے لگا۔ وہ پارس کے دماغ کو ٹٹول رہا تھا۔ اس کے دماغ کی گہرائی میں اتر رہا تھا اور اندر کی بات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں اسے پارس کی سوچ میں بتا رہا تھا کہ وہ سچ مچ ڈمی ہے۔ پارس نے اور فرہاد علی تیمور نے اسے بھاری معاوضے پر حاصل کیا ہے اور اسے پارس کی جگہ استعمال کر رہے ہیں۔ اس کی محبوبہ فرزانہ کے ساتھ مل بیٹھنے کا اسے موقع دیتے ہیں تاکہ نگرانی کرنے والے دشمن اسے ٹریپ کریں اور خود فرہاد کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس جائیں۔

اسی وقت میں نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔

اس نے فوراً ہی سانس روک لی پھر قہقہہ لگاتے ہوئے بولا: "اچھا تو مسٹر فرہاد میرے دماغ میں آنا چاہتے ہیں۔"

میں نے پارس کی زبان سے کہا: "ہاں، کب تک کسی نے فرہاد کا راستہ روکا ہے جو تم روک سکو گے۔ بہرحال، اس وقت میرے بیٹے کا ڈمی سخت مشکلات میں ہے۔ تکلیف سے تڑپ رہا ہے۔ فوراً اس کی ٹانگ کی مرہم پٹی کراؤ۔"

"تمھیں ایک ڈمی سے ہمدردی کیوں ہے؟"

"جو لوگ میرے لیے یا میری فیملی کے لیے ڈمی کا کردار ادا کرتے ہیں، میں ان سے صرف ہمدردی نہیں کرتا، ان کے لیے جان کی بازی لگا دیتا ہوں۔ تم نے اس کی ٹانگ پر ایک گولی ماری ہے، میں تمھارے ملک کی ایک اہم تنصیب کو ابھی دھماکے سے اڑا دوں گا۔"

"شاید تم نے اس ڈمی کے دماغ میں رہ کر یہ نہیں سنا کہ میرا اس ملک و قوم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مجھے اس کی تباہی و بربادی سے یا اس کی خوشحالی اور ترقی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ میں نے اس ڈمی کے دماغ سے یہ معلوم کر لیا ہے کہ یہ جہاز کوسٹے آئی لینڈ سے چلا ہے۔ ابھی اس نے سو میل کا فاصلہ بھی طے نہیں کیا۔ میں سپر ماسٹر یا اس کے نائب سے رابطہ قائم کرتا ہوں، انھیں صرف پانچ منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ اگر وہ کسی اہم تنصیب کو بچانا چاہتے ہیں تو فوراً اپنی فضائیہ کو حکم دیں کہ وہ نیویارک کے ہوائی اڈے سے پرواز کرتے ہوئے تمھارے بحری جہاز تک پہنچیں، تمھارے جہاز کا محاصرہ کریں، تمھیں گرفتاری پیش کرنے پر مجبور کریں۔ انکار کی صورت میں اس جہاز پر بمباری کی جائے اور اسے سمندر میں ڈبو دیا جائے۔ مجھے ایک ڈمی کی موت کا بے حد افسوس ہو گا لیکن اس بات کی خوشی ہو گی کہ میں نے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بیچ سمندر میں ڈبو دیا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا: "تم ایسا نہیں کر سکتے۔"

"کیوں نہیں کر سکتا۔ کیا سپر ماسٹر کا ملک تمھارے خلاف ہوائی حملہ نہیں کرے گا۔ تمھارے جہاز کو نہیں ڈبوئے گا؟ اگر ایسا نہیں کرے گا تو اس کا مطلب ہے، تمھارا اس ملک سے گہرا تعلق ہے اور تم خود کو بہ ظاہر اس ملک سے لاتعلق ظاہر کر رہے ہو۔ دونوں صورتوں میں بری طرح پھنس چکے ہو۔ لہٰذا میں آخری بار کہہ رہا ہوں، فوراً اس کے زخموں کی مرہم پٹی کرو۔ دیر ہو گی تو تمھارے لیے اندھیر ہو جائے گا۔"

اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا: "اسے فوراً اٹھاؤ اور میرے

کیبن میں پہنچا کر مرہم پٹی کرو۔"

پارس ویسے تو ٹھیک تھا، صرف خون زیادہ بہ جانے کے باعث ذرا کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ اس کے آدمی اسے اٹھا کر کیبن میں لے آئے اور مرہم پٹی کرنے لگے۔ زخم سے خون کا بہاؤ کم ہوا۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ میں زیادہ دیر تک اس کے دماغ پر قبضہ جمائے نہیں رہ سکتا تھا۔ جہاں میں موجود تھا وہاں کوئی بھی مداخلت کرتا تو خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ جاتا۔ اس طرح لارنس ڈی کوزا جو مسلسل اس کے دماغ میں تھا اس کی اصلیت معلوم کر لیتا۔ لہٰذا مجھے اس سے پہلے کچھ کر گزرنا تھا۔

اس کے آدمی زخم پر مرہم لگانے کے بعد پٹی باندھ رہے تھے۔ پارس کے ہاتھ کے قریب ہی فرسٹ ایڈ باکس رکھا ہوا تھا جس میں طبی امداد کے سامان کے ساتھ ایک قینچی بھی رکھی ہوئی تھی۔ اچانک میں نے پارس کے ہاتھ سے وہ قینچی اٹھائی اور پاس کھڑے ہوئے ایک مسلح شخص پر حملہ کر دیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ اس نے پارس کو گالی دی۔ اس گالی نے مجھے اس کے دماغ تک پہنچا دیا۔

ادھر لارنس ڈی کوزا ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے پارس کے دماغ میں تھا اور اپنے آدمی کی چیخ سن کر دوسرے کیبن سے پوچھتا آرہا تھا "کیا ہو گیا؟ کیا بات ہے؟ میں نے دیکھا ہے، اس ڈمی پارس نے تم پر حملہ کیا ہے۔ آر یو آل رائٹ؟"

وہ زخمی شخص تیزی سے پلٹ کر اپنا ریوالور نکالتے ہوئے کیبن کے دروازے پر آیا۔ دوسری طرف سے لارنس ڈی کوزا بھی آرہا تھا۔ اس نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر گولی چلا دی۔

وہ گولی لارنس ڈی کوزا کے شانے کی ہڈی توڑتی ہوئی گزری، اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا اور ایک کرسی سے ٹکرا کر گر پڑا۔ میں نے اس کے اندر پہنچ کر پوچھا۔ "ہیلو ڈی کوزا! میں نے تمہارے دماغ کے دروازے کھولنے کے لیے تمہارا ہی حربہ استعمال کیا۔ کہو پسند آیا؟"

وہ تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ میں اس کے چور خیالات پڑھنے لگا پھر ایک دم سے چونک گیا۔ وہ اصلی لارنس ڈی کوزا نہیں تھا۔ نہ ہی ٹیلی پیتھی جانتا تھا صرف یوگا کا ماہر تھا اور لارنس ڈی کوزا کا خاص ماتحت تھا۔ ہمیشہ اپنے باس کی ڈمی کے طور پر کام کرتا تھا۔ یعنی اس نے ہمارا ہی طریقِ کار اختیار کیا تھا۔ اب پارس کے لیے خطرہ بڑھ گیا تھا۔ میں فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگاتا ہوا پارس کے دماغ میں آگیا

لیکن دیر ہو چکی تھی۔ اصلی لارنس ڈی کوزا معلوم کر چکا تھا کہ وہ میرا اصلی بیٹا پارس دوم ہے۔ میری بہت بڑی کمزوری اس کے ہاتھ آگئی تھی۔ ہم باپ بیٹے یہ بازی تقریباً ہار چکے تھے۔ میری یہ دھمکی ہمیشہ کامیاب نہیں ہو سکتی تھی کہ میں اس ملک کی اہم تنصیبات میں دھماکے کروں گا اور تباہیاں پھیلاؤں گا۔ دشمن نادان نہیں تھے، وہ جانتے تھے، پارس ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے ماں باپ کی جان ہے۔ اس بیٹے کا جان سے گزرنا تو دور کی بات ہے، ہم اسے کوئی نقصان پہنچتے ہوئے بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ میں بڑی تیزی سے ہر پہلو پر غور کر رہا تھا اور سمجھ رہا تھا، بڑی مدت کے بعد ہمارے گھٹنے ٹیکنے کی باری آگئی ہے۔

اس دلچسپ داستان کے باقی واقعات
اکیسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیے۔